عصرِ حاضر کے امام العالم و قائد اعلیٰ

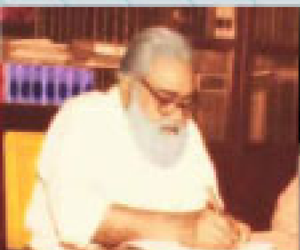
مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی رحمۃ اللہ علیہ

25 ستمبر 1903ء تا 24 ستمبر 1979ء 76 سالہ

حیات و خدمات، ماہ و سال کے آئینہ میں

مع متعلقہ منتخب مقامات و شخصیات کی تصاویر










تحقیق تالیف اور ترتیب احمد ابو سعید

ناشر: شان پبلی کیشنز یوسف گوڑہ حیدرآباد انڈیا

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

عصرِ حاضر کے امامُ العالَم وقائد اعلیٰ

مولانا سیّد ابوالاعلیٰ مودودی رحمۃ اللہ علیہ

۱۳؍رجب ۱۳۲۱ھ تا ۲۹؍شوال ۱۳۹۹ھ 78۔سال

مطابق

25؍ستمبر 1903ء تا 24؍ستمبر 1979ء 76۔سال

حیات وخدمات، ماہ وسال کے آئینے میں

منتخب مقامات وشخصیات کی دستاویز

تحقیق، تالیف اور ترتیب

Research, Compilation and Periodic Setting

احمد ابوسعید

ناشر: شان پبلی کیشن، یوسف گوڑا، حیدرآباد

Cell: 9949035356

ISBN: "978-81-933487-2-7"

نام کتاب : عصرِ حاضر کے امامُ العَالَم وقائدِ اعلیٰ — مولانا سیّد ابوالاعلیٰ مودودیؒ
حیات وخدمات، ماہ وسال کے آئینہ میں

مؤلف : احمد ابوسعید

صفحات : 684 (596 + 88 صفحات منتخب تصاویر)

اشاعتِ اوّل : ڈسمبر 2015ء

اشاعت دوم : یکم محرم الحرام ۱۴۴۱ھ م یکم ستمبر 2019ء (جلد اول ودوم مکمل)

اشاعت سوم : ۲۵ر ستمبر ۲۰۲۰ء

ہدیہ : -/Rs. 500 (پانچ سو روپئے)

طباعت وکمپوزنگ : سہیل گرافکس، چھتہ بازار، حیدرآباد Ph: 9246161020

ڈسٹری بیوٹرز : (۱) اردو بک ریویو، دریا گنج، نئی دہلی Ph:9953630788
(۲) شان پبلی کیشن، یوسف گوڑا، حیدرآباد Ph: 9949035356
(۳) ہدیٰ بک ہاؤز، حیدرآباد۔ (۴) چنار پبلیکیشنز، سری نگر کشمیر
(۵) انسٹی ٹیوٹ آف عربک اسٹڈیز، قادر باغ، حیدرآباد۔ Ph: 9849611686

ناشر:

شان پبلی کیشنز، طاہر ولا، یوسف گوڑہ، حیدرآباد۔ ۴۵

SHAN PUBLICATION Regd. No. 2638 yr. 2010. Hyderabad (T.S.)

Cell : 9949035356, Email: abulaalasayeed79@gmail.com

فہرست

عصر حاضر کے امامُ العَالَم وقائدِ اعلیٰ — مولانا سیّد ابوالاعلیٰ مودودیؒ

حیات وخدمات ماہ وسال کے آئینے میں

- عمر۔ چودہ (۱۴) سال: 25 ستمبر 1916 تا 24 ستمبر 1917 110

دارالعلوم حیدرآباد کے پری ڈگری (Intermediate) کورس میں داخلہ

- عمر۔ پندرہ (۱۵) سال: 25 ستمبر 1917 تا 24 ستمبر 1918 113

بھوپال میں والد کی تیمارداری کے لئے قیام، معاشی بدحالی وتنگ دستی کی بدولت ترکِ تعلیم، تلاش معاش کا آغاز، اخبار مدینہ بجنور میں ملازمت، ملت کے مسائل پر گہری نظر

- عمر۔ سولہ (۱۶) سال: 25 ستمبر 1918 تا 24 ستمبر 1919 115

سائنس پر مضمون کی اشاعت، بھوپال، بجنور، جبل پور کے اسفار اور روزگار کی تلاش، امام ابن تیمیہؒ، علامہ ابن قیمؒ اور شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کی کتابوں کا گہرا مطالعہ

- عمر۔ سترہ (۱۷) سال: 25 ستمبر 1919 تا 24 ستمبر 1920 118

والد محترم کا انتقال، ''تاج''، جبل پور کی ادارت کی ذمہ داری، جبل پور کے جلسہ عام میں پہلی تقریر، ہفتہ روزہ 'تاج'، جبل پور کی شہرت ومقبولیت

- عمر۔ اٹھارہ (۱۸) سال: 25 ستمبر 1920 تا 24 ستمبر 1921 120

'تاج'، میں لکھے گئے ایک اداریہ ''یہ انگریز بھیڑیئے'' پر اخبار ''تاج'' پر پابندی، جبل پور سے دہلی کو ہجرت، مصائب وخانہ بدوشی کا دور، انگریزی زبان باقاعدہ سیکھی اور چار ماہ میں زبان پر عبور حاصل کرلیا۔

- عمر۔ اُنیس (۱۹) سال: 25 ستمبر 1921 تا 24 ستمبر 1922 123

دہلی میں قیام، اپنے زمانہ کے معروف عالم دین مولانا عبدالسلام نیازی صاحب سے استفادہ، مسئلہ خلاف الٰہیہ کی اشاعت، جمعیۃ العلماء ہند کا ہفت روزہ پرچہ ''مسلم'' کے ایڈیٹر و مدیر اعلیٰ کی حیثیت سے خدمات، شعر وشاعری سے رغبت۔ ایک غزل۔ عربی ادب وگرامر، علم صرف وعلم نحو اور دیگر فنون میں استعداد

- عمر۔ بیس (۲۰) سال: 25 ستمبر 1922 تا 24 ستمبر 1923 129

''مسلم''، دہلی کی ادارت اور اس کی شہرت معروف عربی تفاسیر واحادیث کی معروف کتابوں کی مشہور ومعروف علماء سے سبقاً سبقاً حصول تدریس کی تکمیل، اخبار مسلم پر پابندی، دہلی سے بھوپال منتقلی، عمیق مطالعہ کا دور

- عمر۔ اِکیس (۲۱) سال: 25 ستمبر 1923 تا 24 ستمبر 1924 131

بھوپال میں قیام، ''اخلاقیات اجتماعیہ اور اس کا فلسفہ'' پر اس دور کی شاندار کتاب کی اشاعت، خلافت تحریک کی ناکامی کے اثرات، ہندوستان کا صنعتی زوال اور اس کے اسباب، مضامین کی اشاعت، ''جمعیۃ العلماء'' کے اخبار ''الجمعیۃ'' کا آغاز اور اس کے پہلے مدیر اعلیٰ، معروف اساتذہ سے انفرادی حیثیت میں حصولِ دینی علوم کا سلسلہ کا جاری۔

- عمر۔ بائیس (۲۲) سال: 25 ستمبر 1924 تا 24 ستمبر 1925 | 134

یہود و نصاریٰ کی سازش ''خلافت عثمانیہ'' کا خاتمہ، مطالعہ تصنیف و تالیف اور اخبار ''الجمعیۃ'' کے شاندار اداریئے۔

- عمر۔ تیئس (۲۳) سال: 25 ستمبر 1925 تا 24 ستمبر 1926 | 136

دینی تعلیم وتخصص کی سند کا حصول، شردھانند کی ''شدی تحریک'' کے فتنہ کا انجام، ''الجہاد فی الاسلام'' کے مضامین کا آغاز، محمد علی جوہرؒ کی شخصیت، مولانا محمد الیاس کی تبلیغی تحریک کا آغاز۔

- عمر۔ چوبیس (۲۴) سال: 25 ستمبر 1926 تا 24 ستمبر 1927 | 139

''الجہاد فی الاسلام'' دارالمصنفین اعظم گڑھ سے پہلی اشاعت، مستند اساتذہ سے دینی علوم عالیہ کا حصول، الجمعیۃ کی ادارتی ذمہ داری، انقلابی مضامین سے برطانوی حکومتی دباؤ

- عمر۔ پچیس (۲۵) سال: 25 ستمبر 1927 تا 24 ستمبر 1928 | 142

دینی علوم میں تخصص، حصول اسناد کی تفصیلات، بے باک وشاندار اداریوں کے ذریعہ جمعیت العلماء ہند کی پالیسی ونظریات سے اختلاف، الجمعیۃ کی ادارت سے استعفیٰ۔

- عمر۔ چھبیس (۲۶) سال: 25 ستمبر 1928 تا 24 ستمبر 1929 | 154

کتاب ''دولت آصفیہ اور حکومت برطانیہ'' کی اشاعت، دہلی سے حیدرآباد ہجرت، تصنیف وتالیف اور مسلسل مطالعہ، کتاب ''آلِ سلجوق'' کی تکمیل، علامہ اقبال سے حیدرآباد میں پہلی ملاقات

- عمر۔ ستائیس (۲۷) سال: 25 ستمبر 1929 تا 24 ستمبر 1930 | 156

حکومت آصفیہ کی بقا کے لیے ایک عظیم اسکیم کی تیاری، ''الجہاد فی الاسلام'' کی دوسری اشاعت، صحت کی خرابی، بھوپال اور دہلی کا سفر وقیام، تصوف کے چاروں سلسلوں کے اکابرین سے ربط۔

- عمر۔ اٹھائیس (۲۸) سال: 25 ستمبر 1930 تا 24 ستمبر 1931 | 161

قیام بھوپال اور دہلی، عربی کتاب ''الاسفار الاربعۃ'' کا اردو ترجمہ، عالمگیر تحریکِ قرآن مجید کا قیام، ابومحمد مصلحؒ کی سرپرستی، مختصر ''تاریخ دکن'' کی اشاعت۔

- عمر۔ اُنتیس (۲۹) سال: 25 ستمبر 1931 تا 24 ستمبر 1932 | 164

فکری ترجمانی کے لیے ایک ذاتی پرچہ کی فکر دامن گیر، درس قرآن درس حدیث، جامعہ نظامیہ وجامعہ عثمانیہ کے معروف علمی شخصیتوں سے ملاقاتیں اور بامقصد مذاکرات۔

تیسرا سفر سعودی عرب، رابط عالم اسلامی اور مدینہ یونیورسٹی کے تاسیسی اجلاس میں شرکت اور سعودی حکومت کی خواہش پر ایک جامع تدریسی خاکہ پیش کیا۔ تیسرا عمرہ، صدر ایوب خاں کے عائلی قوانین کے خلاف مہم، منکرین حدیث کے خلاف، مدلل کتاب ''سنت کی آئینی حیثیت'' کی اشاعت۔ علمی جواب

351 • عمر۔ اُنسٹھ (۵۹) سال: 25 ستمبر 1961 تا 24 ستمبر 1962

8/مئی تا 2/جون 1962ء چوتھا سفر سعودی عرب، رابطہ عالم اسلامی، عمرہ اور 12/مئی تا 16 مئی 1962ء دوسرا حج۔ غسل کعبہ اور کعبۃ اللہ کے اندر شاہ فیصل کے ساتھ صلوٰۃ کی ادائیگی کی سعادت۔

355 • عمر۔ ساٹھ (۶۰) سال: 25 ستمبر 1962 تا 24 ستمبر 1963

پانچواں سفر سعودی عرب 13/دسمبر تا 17/دسمبر 1962 صرف پانچ دن کے لیے، چوتھا عمرہ رابطہ عالم اسلامی کے اجلاس میں شرکت، چھٹا سفر سعودی عرب (۳۴) دن کے لیے، جناب قدرت اللہ شہاب کے نام خط کا تذکرہ

362 • عمر۔ اِکسٹھ (۶۱) سال: 25 ستمبر 1963 تا 24 ستمبر 1964

ساتواں سفر سعودی عرب یکم دسمبر تا 22، دسمبر 1963ء (22) دن رابطہ عالم اسلامی میں شرکت، ایک سے زیادہ عمروں کی ادائیگی، صدر ایوب خاں کے اشارے پر دوران تقریر بندوق سے قاتلانہ حملہ، جماعت اسلامی کے ایک فدائی اللہ بخش کی شہادت، جماعت اسلامی پر حکومت کے مظالم، رفقاء کے ساتھ گرفتاری و جیل (7) ماہ (20) دن

370 • عمر۔ باسٹھ (۶۲) سال: 25 ستمبر 1964 تا 24 ستمبر 1965

حکومت اور دینی وسیاسی وسماجی اداروں کی جانب سے مولانا مودودیؒ کی متحدہ مخالفت عروج پر، دشنام طرازی اور فتوے بازی، 2/جنوری 1964ء صدارتی انتخاب، ایوب خاں کی دھاندلیاں، بانی پاکستان محمد علی جناح کی بہن فاطمہ جناح کی شکست، نواب فخر یار جنگ کا انتقال، 6/ستمبر 1965، ہندوستان اور پاکستان کی غیر ضروری بے مقصد فساد فی الارض کی احمقانہ جنگ۔ شاہ سعود کی معزولی، شاہ فیصل کی تخت نشینی

377 • عمر۔ تریسٹھ (۶۳) سال: 25 ستمبر 1965 تا 24 ستمبر 1966

14/مارچ تا 15/اپریل (۳۳) دن کا سعودی عرب کا آٹھواں سفر، رابطہ عالم اسلامی اور موتمر عالم اسلامی کے راہ نما اصولوں کا خاکہ پیش کیا۔ 29/اگست سید قطب اور دیگر پانچ اخوان المسلمین کے قائدین کی شہادت، کتاب ''خلافت وملوکیت'' کی اشاعت اور مقبولیت ومخالفت۔ مولانا مودودی کے خلاف متعصب

اور ضمیر فروش مولویوں کی مہم۔

- 383 عمر۔ چونسٹھ (۶۴) سال: 25 ستمبر 1966 تا 24 ستمبر 1967

25/ اکتوبر تا 22 نومبر 1966 (29) دن کا نواں سفر سعودی عرب، مسلم حکومتوں کو جوڑنے کی رابطہ عالم اسلامی کے ذریعہ سعیٔ مسلسل، چوتھی بار حراست اور جیل کی سزا، جون 1967 میں عرب اسرائیل جنگ میں عربوں کی بدترین شکست پر تبصرہ، بھٹو کی پیپلز پارٹی کا قیام، مقصد قیام پاکستان کی تباہی کا نیا اور شاطر آلہ کار۔

- 386 عمر۔ پینسٹھ (۶۵) سال: 25 ستمبر 1967 تا 24 ستمبر 1968

صحت کی خرابی کے باوجود مشرقی پاکستان کا طویل دورہ، حکومت کے منظم سرکاری غنڈوں کا مولانا مودودیؒ کے دورے کو ناکام بنانے کی سازش، ۲۳/ اگست 1968ء چار ماہ چھ دن بغرض علاج لندن کا پہلا سفر، 9/ ستمبر 1968ء گردے کا آپریشن۔

- 390 عمر۔ چھیاسٹھ (۶۶) سال: 25 ستمبر 1968 تا 24 ستمبر 1969

ایوب خان، یحییٰ خاں، بھٹو، بھاشانی، مجیب، مسلم لیگ، متحدہ ملٹری، تقسیم پاکستان کی تیاری، مولانا مودودیؒ کی اسلام و متحدہ پاکستان کی کوششوں کی مخالفت۔ مراکش کی بین الاقوامی اسلامی تعلیمی رباط کانفرنس میں شرکت۔

- 399 عمر۔ سڑسٹھ (۶۷) سال: 25 ستمبر 1969 تا 24 ستمبر 1970

مکروہ سوشل ازم کے خلاف جون 1970ء میں ''شوکتِ اسلام'' کے شاندار جلوس کی قیادت، اکتوبر 1969ء میں رابطہ عالم اسلامی مکہ مکرمہ میں شرکت، 17 تا 23/ دسمبر 1969ء پاکستان کا مشترکہ مجلس شوریٰ کا اجتماع، 26/ اگست 1970ء جماعت اسلامی کے (29) سال ایک تاریخی تقریر جامع خدمات کا تذکرہ۔ مولانا مودودیؒ کے چار حج وعمرے کی تفصیلات۔

- 405 عمر۔ اڑسٹھ (۶۸) سال: 25 ستمبر 1970 تا 24 ستمبر 1971

ریڈیو اور ٹیلی ویژن پر جماعت اسلامی کے انتخابی منشور کی وضاحت، دسمبر 1970ء کے انتخابات میں ناکامی پر مولانا مودودیؒ کا پُرعزیمت کردار، مولانا مودودیؒ کی علالت و کمزوری کی وجہ سے میاں طفیل محمد قائم مقام امیر جماعت، جماعت کی تمام تنظیمی ذمہ داریوں سے سبکدوشی، عالمی سازشی سانحہ تقسیم پاکستان، وجود بنگلہ دیش

- 412 عمر۔ انہتّر (۶۹) سال: 25 ستمبر 1971 تا 24 ستمبر 1972

قیام بنگلہ دیش کے لیے اندرونی اور بیرونی سازشوں کا آغاز وانجام، اپنوں کے ہاتھوں ملک کی تباہی کے صدمہ کی

وجہ۔مولانا مودودیؒ پر پہلا ہارٹ اٹیک،30/جون 1972 تکمیل ''تفہیم القرآن'' کی تقریب تشکر، بین الاقوامی دینی نمائندوں اور قائدین کی انفرادی واجتماعی ملاقاتوں کا سلسلہ۔

- 422 عمر۔ ستّر (۷۰) سال: 25 ستمبر 1972 تا 24 ستمبر 1973

''تفہیم القرآن'' کی چھٹی جلد کا پہلا ایڈیشن، میاں طفیل محمد امیر جماعت منتخب ہوئے۔مئی 1973ء مرتب احمد ابوسعید کے نام سید مودودیؒ کا پہلا خط، ''تفہیم القرآن''، جلد ششم کا دوسرا ایڈیشن بھی شائع ہوا۔

- 435 عمر۔ اکہتّر (۷۱) سال: 25 ستمبر 1973 تا 24 ستمبر 1974

اکتوبر جامع مسجد منصورہ، لاہور کا سنگ بنیاد رکھا، دسمبر 1973 وزیر اعظم بھٹو نے بنگلہ دیش تسلیم کرلیا۔ پاکستان کی بدقسمتی پر سید مودودیؒ کو حکومت اور ملت کی نادانی پر صدمہ، اپریل 1974ء میں سید مودودیؒ کا بغرض علاج امریکہ، بفلو روانگی، ڈاکٹر احمد فاروق کے پاس قیام، ''قادیانیوں'' کو پارلیمنٹ نے غیر مسلم قرار دیا، مولانا مودودیؒ کی سعی کامیاب ہوئی۔عصری مجالس کی ایک عمومی جھلک

- 446 عمر۔ بہتّر (۷۲) سال: 25 ستمبر 1974 تا 24 ستمبر 1975

''ترجمہ قرآن مجید مع مختصر حواشی'' کی تکمیل، عام مسلمانوں کے لیے قرآن کی عظیم خدمت، مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ کا مرتب احمد ابوسعید کے نام دوسرا خط، بھٹو حکومت کی جماعت اسلامی اور مولانا مودودیؒ کے خلاف منظم مظالم کا سلسلہ، امریکہ کے اشاروں پر حاکم سعودی عرب شاہ فیصل کی شہادت، مولانا عامر عثمانی فاضل دیوبند، شمالی ہند مدیر تجلی کا انتقال، مولانا عبدالرزاق لطیفیؒ، امیر حلقہ آندھرا پردیش جنوبی ہند کا انتقال، سید ابو الاعلیٰؒ کے مختلف ممالک کے اسفار کی تفصیلات۔

- 461 عمر۔ تہتّر (۷۳) سال: 25 ستمبر 1975 تا 24 ستمبر 1976

صحت کی خرابی کے باوجود اسلامی جمعیتِ طلباء کے سالانہ اجتماع میں تاریخی خطاب، بھٹو کی خواہش پر گورنر ہاوز میں ملاقات اور پاکستان کو بچانے کی تجاویز، مفتی محمد شفیع صاحب مفسر ''معارف القرآن'' کی مولانا مودودیؒ کے گھر پر ملاقات، ''ترجمہ قرآن مجید مع مختصر حواشی'' کی اشاعت، مولانا کے تربیت یافتہ تین عظیم صحافیوں کی اکٹھے ملاقات

- 470 عمر۔ چوہتّر (۷۴) سال: 25 ستمبر 1976 تا 24 ستمبر 1977

معروف عالمی اسلامی نمائندوں کی گھر پر مختلف مواقع پر آمد، ملاقات اور دعوتِ دین کی اہمیت سے متعلق ہدایات، مارچ 1977 کے پُرفریب انتخابات، بھٹو کی مولانا مودودیؒ سے مکارانہ ملاقات، جنرل ضیاء الحق کا

چند منتخب یادگار تصاویر (حصہ دوم)

○○○

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

عرضِ مؤلف و مرتب

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ ، اَلرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ،مٰلِکِ یَوۡمِ الدِّیۡنِ ، ھُوَ اللّٰہُ الۡخَالِقُ الۡبَارِئُ الۡمُصَوِّرُ لَہُ الۡاَسۡمَآءُ الۡحُسۡنٰی یُسَبِّحُ لَہٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ وَھُوَ الۡعَزِیۡزُ الۡحَکِیۡمُ ،غَافِرِ الذَّنۡبِ وَقَابِلِ التَّوۡبِ ، لَا تُدۡرِکُہُ الۡاَبۡصَارُ وَھُوَ یُدۡرِکُ الۡاَبۡصَارَ وَھُوَ اللَّطِیۡفُ الۡخَبِیۡرُ ،عٰلِمُ الۡغَیۡبِ وَالشَّھَادَۃِ ،وَھُوَ الرَّءُوۡفُ الرَّحِیۡمُ ، ھُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الۡقُوَّۃِ الۡمَتِیۡنُ ،لَہٗ مَقَالِیۡدُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ ،یَبۡسُطُ الرِّزۡقَ لِمَنۡ یَّشَآءُ وَیَقۡدِرُ ،اَللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الۡحَیُّ الۡقَیُّوۡمُ ، اَللّٰہُ وَلِیُّ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا یُخۡرِجُھُمۡ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوۡرِ ، اِنَّہٗ ھُوَ یُبۡدِئُ وَیُعِیۡدُ ، وَھُوَ الۡغَفُوۡرُ الۡوَدُوۡدُ ،ذُو الۡعَرۡشِ الۡمَجِیۡدُ ،فَعَّالٌ لِّمَا یُرِیۡدُ ، خَالِقُ الشَّمۡسِ وَالۡقَمَرِ وَالنُّجُوۡمِ ، بَدِیۡعُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ ،یَعۡلَمُ مَا فِی الۡبَرِّ وَالۡبَحۡرِ ،وَالسَّمَآءِ وَالطَّارِقِ○وَمَآ اَدۡرٰکَ مَا الطَّارِقُ○النَّجۡمُ الثَّاقِبُ○اِنۡ کُلُّ نَفۡسٍ لَّمَّا عَلَیۡھَا حَافِظٌ○وَاِنۡ یَّمۡسَسۡکَ اللّٰہُ بِضُرٍّ فَلَا کَاشِفَ لَہٗٓ اِلَّا ھُوَ وَاِنۡ یَّمۡسَسۡکَ بِخَیۡرٍ فَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیۡءٍ قَدِیۡرٌ ،وَھُوَ الۡقَاھِرُ فَوۡقَ عِبَادِہٖ وَھُوَ الۡحَکِیۡمُ الۡخَبِیۡرُ ،وَمَنۡ شَکَرَ فَاِنَّمَا یَشۡکُرُ لِنَفۡسِہٖ وَمَنۡ کَفَرَ فَاِنَّ رَبِّیۡ غَنِیٌّ کَرِیۡمٌ ، ھُوَ الَّذِیۡ یُصَوِّرُکُمۡ فِی الۡاَرۡحَامِ کَیۡفَ یَشَآءُ ط ○ھُوَ الَّذِیۡٓ اَرۡسَلَ رَسُوۡلَہٗ بِالۡھُدٰی وَدِیۡنِ الۡحَقِّ لِیُظۡھِرَہٗ عَلَی الدِّیۡنِ کُلِّہٖ ،وَمَآ اَرۡسَلۡنٰکَ اِلَّا کَآفَّۃً لِّلنَّاسِ ،فَجَعَلَہٗ شَاھِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِیۡرًا وَدَاعِیًا اِلَی اللّٰہِ بِاِذۡنِہٖ وَسِرَاجًا مُّنِیۡرًا ۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمۡ وَبَارِکۡ عَلٰی مُحَمَّدِنِ النَّبِیِّ الۡاُمِّیِّ خَاتَمِ الۡاَنۡبِیَآءِ وَالرُّسُلِ ، وَّعَلٰٓی اَزۡوَاجِہٖ اُمَّھَاتِ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ وَذُرِّیّٰتِہٖ وَاٰلِہٖ وَاَصۡحَابِہٖ وَمَنۡ تَبِعَھُمۡ بِاِحۡسَانٍ اِلٰی یَوۡمِ الدِّیۡنِ کَمَا صَلَّیۡتَ وَبَارَکۡتَ عَلٰٓی اِبۡرَاھِیۡمَ وَ عَلٰٓی اٰلِ اِبۡرَاھِیۡمَ اِنَّکَ حَمِیۡدٌ مَّجِیۡدٌ ۔

اَللّٰھُمَّ اِھۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِیۡمَ ، صِرَاطَ الَّذِیۡنَ اَنۡعَمۡتَ عَلَیۡھِمۡ غَیۡرِ الۡمَغۡضُوۡبِ عَلَیۡھِمۡ وَلَا الضَّآلِّیۡنَ ۔ رَبَّنَآ اَتۡمِمۡ لَنَا نُوۡرَنَا وَاغۡفِرۡ لَنَآ اِنَّکَ عَلٰی کُلِّ شَیۡءٍ قَدِیۡرٌ ۔ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ اَنۡتَ وَلِیّٖ فِی الدُّنۡیَا وَالۡاٰخِرَۃِ تَوَفَّنِیۡ مُسۡلِمًا وَّاَلۡحِقۡنِیۡ بِالصّٰلِحِیۡنَ ۔ رَبَّنَا فَاغۡفِرۡ لَنَا ذُنُوۡبَنَا وَ کَفِّرۡ عَنَّا سَیِّاٰتِنَا وَتَوَفَّنَا مَعَ الۡاَبۡرَارِ یَا عَزِیۡزُ یَا غَفَّارُ یَا رَبَّ الۡعٰلَمِیۡنَ ۔ رَبَّنَآ اٰتِنَا فِی الدُّنۡیَا حَسَنَۃً وَّفِی الۡاٰخِرَۃِ حَسَنَۃً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ ،رَبَّنَا ھَبۡ لَنَا مِنۡ اَزۡوَاجِنَا وَذُرِّیّٰتِنَا قُرَّۃَ اَعۡیُنٍ وَّاجۡعَلۡنَا لِلۡمُتَّقِیۡنَ اِمَامًا (آمین)

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اپنا بھرپور تعارف خلیفہ فی الارض حضرت انسان سے اپنی نازل ومحفوظ کردہ کتاب، اِنَّا نَحۡنُ نَزَّلۡنَا الذِّکۡرَ وَاِنَّا لَہٗ لَحٰفِظُوۡنَ، (الحجر:۹/۱۵) قرآن مجید میں کردیا ہے۔آغاز بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ○ اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ سے کرکے ہرسطح اورسمجھ کے انسان کے لیے آسان کردیا ہے۔سورۃ الفاتحہ کی بہترین تشریح اوراُس کے اعلیٰ وامتیازی مقام کی توضیح مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ نے ''تفہیم القرآن'' میں تحریر فرمائی ہے۔ پھرسورۃ الانبیاء میں لَقَدۡ اَنۡزَلۡنَاۤ اِلَیۡکُمۡ کِتٰبًا فِیۡہِ ذِکۡرُکُمۡ ؕ اَفَلَا تَعۡقِلُوۡنَ (الانبیاء:۱۰/۲۱) فرماکراللہ سبحانہ وتعالیٰ نے انسان کی تخلیق سے تدفین تک اوراس کے بعد کے حقائق کی وضاحت بھی فرمادی ہے۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے عطاکردہ انعامات کاانسان حساب نہیں لگاسکتا۔وَاِنۡ تَعُدُّوۡا نِعۡمَۃَ اللّٰہِ لَا تُحۡصُوۡہَا ؕ اِنَّ اللّٰہَ لَغَفُوۡرٌ رَّحِیۡمٌ ﴿۱۸﴾ (النحل:۱۸/۱۶) کتاب اللہ کانزول انسانوں کی ہدایت کے لیے ہے، اللہ تعالیٰ نے انسانوں کے حقیقی وتحقیقی دشمنِ ازلی واصلی سے حفاظت کے دفاعی آلات وہتھیارسے واقفیت اوراستعمال کے عام وآسان اصول بتانے کے لیے نبوت اوررسالت کے سلسلہ کوجاری فرمایا۔

آدم علیہ السلام کی تخلیق سے محمد رسول اللہ ﷺ تک آنے والے تمام افراد واقوام، انبیاء ورُسل، صلحاء ومومنین صادقین کے مقابل متکبرین ومنکرین، مشرکین ومفسدین کی مستند ومحفوظ تاریخ بھی قرآن مجید میں محفوظ ہے۔ جب اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے تخلیقِ آدم کے مقصدکوتکمیل تک پہنچانے اورزمین کواِذَا زُلۡزِلَتِ الۡاَرۡضُ زِلۡزَالَہَا ﴿۱﴾ وَاَخۡرَجَتِ الۡاَرۡضُ اَثۡقَالَہَا ﴿۲﴾ (الزلزال: ۱/۹۹۔۲) کَلَّاۤ اِذَا دُکَّتِ الۡاَرۡضُ دَکًّا دَکًّا ﴿۲۱﴾ (الفجر: ۲۱/۸۹) اورآسمان ودوسرے دیگر اشیاء کواِذَا السَّمَآءُ انۡفَطَرَتۡ ﴿۱﴾ وَاِذَا الۡکَوَاکِبُ انۡتَثَرَتۡ ﴿۲﴾ وَاِذَا الۡبِحَارُ فُجِّرَتۡ ﴿۳﴾ وَاِذَا الۡقُبُوۡرُ بُعۡثِرَتۡ ﴿۴﴾ (الانفطار:۱/۸۲۔۴) اورسارے عالَم کو اَلۡقَارِعَۃُ ﴿۱﴾ مَا الۡقَارِعَۃُ ﴿۲﴾ وَمَاۤ اَدۡرٰىکَ مَا الۡقَارِعَۃُ ﴿۳﴾ یَوۡمَ یَکُوۡنُ النَّاسُ کَالۡفَرَاشِ الۡمَبۡثُوۡثِ ﴿۴﴾ وَتَکُوۡنُ الۡجِبَالُ کَالۡعِہۡنِ الۡمَنۡفُوۡشِ ﴿۵﴾ (القارعۃ:۱/۱۰۱۔۵) ارشادفرماکرنسل انسانی اوراس دنیائے فانی کوفنا کرنے سے قبل جب آخری دور میں داخل کرنے کافیصلہ فرمالیاتوخاتم الانبیاء محمد مصطفیٰ ﷺ کو، ۹/ربیع الاول اوربعض روایات میں ۱۲/ربیع الاول سنہ (۱) عام الفیل مطابق ۲۰/اپریل ۵۷۱ء اوربعض محققین کی نظرمیں ۲۲/اپریل ۵۷۱ء کومکہ میں پیدافرمایا، اپنی راست نگرانی اورتربیت میں پروان چڑھایا، بچپن میں بکریاں بھی چروائی اورجوانی میں تجارت وسوداگری بھی کروائی، آپ ﷺ نے ۵۹۶ء میں ۲۵ سال کی عمر میں جوانی کو پہنچے تو چالیس (۴۰) سالہ ایک تاجرخاتون حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ سے شادی کی۔شادی سے قبل اورشادی کے بعد بھی تجارت کی غرض سے

بیرون شہر مکہ اور بیرون عرب ملک تجارتی مراکز ومقامات کا سفر بھی فرمایا۔

آپ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو (۹ ربیع الاول سنہ ۴۱ عام الفیل مطابق ۱۲ فروری ۶۱۰ء دوسری روایت کے مطابق ۲۱ رمضان المبارک مطابق ۱۰ اگست ۶۱۰ء) چالیس سال کی عمر میں نبی بنایا گیا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ ۝۱ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ۝۲ اِقْرَاْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ ۝۳ الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ۝۴ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ یَعْلَمْ ۝۵ سورۃ العلق کی ابتدائی ۵ آیات نازل کی گئیں۔ خالقِ کائنات نے عبدالمطلب کے پوتے اور عبد اللہ کے بیٹے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو منصب نبوت ورسالت پر فائز کر کے ساری دنیا کے انسانوں کی ہدایت ورہنمائی کے لیے منتخب فرمالیا۔ هُوَ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ كُلِّهٖ ؕ وَكَفٰی بِاللّٰهِ شَهِیْدًا ۝۲۸ (الفتح)

آپ (محمد مصطفیٰ) صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نبوت سے پہلے بھی مکہ مکرمہ کے سب سے زیادہ فہیم، خیر خواہ اور خوبصورت وخوب سیرت، امن پسند، حق گو، کسی سے تعلیم وتربیت حاصل کیے بغیر اچھی شستہ اور فصیح عربی میں میٹھی اور پُر تاثیر گفتگو کرنے والے، صادق اور امین، طہارت اور سلیقہ وصفائی میں یکتا، ہمدرد، صالح، صلح پسند، صاحب الرائے، قبیلہ قریش اور مکہ کے عوام وخواص میں ہر لحاظ سے بہترین واعلیٰ صفات وکردار کے حامل انسان کی حیثیت سے معروف ومشہور تھے۔ ۳۵ سال کی عمر (۶۰۶ء) میں مکہ مکرمہ کے تمام قبیلوں کے متفقہ طور پر حَکم کی حیثیت سے حجر اسود کی کعبہ میں تنصیب کا فریضہ نہایت خوش اسلوبی سے ادا فرمایا۔

لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی دعوت اور نبوت محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر سب سے پہلے ایمان لانے والوں میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اہلیہ محترمہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا، آزاد کردہ غلام اور مُنہ بولا بیٹا ونوجوان خادم زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ، بچوں میں چچازاد بھائی ابوطالب کے بیٹے حضرت علی رضی اللہ عنہ اور ہم عمر رفقاء میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، غلاموں میں بلال حبشی رضی اللہ عنہ تھے۔ دعوت دین اسلام کا پہلا تین سالہ دور (610ء تا 613ء) نہایت خاموش اور انفرادی ملاقاتوں تک محدود تھا۔ دوسرا دو سالہ دَور (613ء تا 615ء) علانیہ دعوت کا دور، تیسرا چار سالہ دَور (615ء تا 619ء) مخالفت اور مخالفت میں شدت کا دَور تھا یعنی ایمان قبول کرنے کا مطلب مخالفین کے مظالم کو قبول کرنے کے برابر تھا۔ کمزور، غریب اور غلام مسلمانوں پر ناقابل بیان وتصور ظلم کے باوجود جب محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعوتی سرگرمیوں میں کمی نہیں آئی تو سردارانِ قریش کا پچیس افراد پر مشتمل ایک وفد ابوطالب کی خدمت میں حاضر ہوا، متفقہ طور پر مصالحت کی کوشش کی۔ کہا اے محمد! (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سرداری اور لیڈری چاہتے ہو تو ہم تمہیں اپنا لیڈر یا سردار بنا لینے کو تیار ہیں۔ مال ودولت چاہتے ہو تو ہم سب اہل مکہ مل کر اتنا مال دار بنا دیں گے کہ ہم میں سب سے بڑے مال دار بن جاؤ گے، اور جس حسین عورت سے چاہو نکاح کروا دیں گے۔

جواب میں آپ ﷺ نے حٰمٓ السجدة کی آیات تلاوت فرمائی اور آیت سجدہ پر سجدہ فرمایا، پھر وفد سے مخاطب ہوکر فرمایا میں تم کو صرف ایک کلمہ کی دعوت دے رہا ہوں، عرب وعجم کی سرداری اور حکمرانی تم کو عطا ہوگی ورنہ آپ سب بہ شمول چچا ابوطالب مل کر میرے ایک ہاتھ میں سورج اور دوسرے ہاتھ میں چاند بھی لاکر رکھ دیں، تب بھی اللہ کے دینِ اسلام کی دعوت واشاعت کا میرا یہ کام جاری رہے گا۔ پھر مظالم سے تنگ آکر کچھ لوگوں نے 616ء میں ہجرت حبشہ قبول کر لی۔ 6 نبوی مطابق 617ء میں مکہ مکرمہ کے دو نامور اصحاب حضرت حمزہ اور حضرت عمرؓ نے اسلام قبول کیا۔ مسلمانوں کو بڑی تقویت حاصل ہوئی۔ لیکن پھر بھی تمام اہل مکہ نے مل کر مسلمانوں کو شعب ابی طالب (ایک گھاٹی) (کھلی جیل میں 617ء تا 620ء) میں محصور کر دیا۔ دعوت اور اشاعت دین حق کا کام مشکل سے مشکل ترین ہو گیا۔

حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ (زوجہ محترمہ) اور ابوطالب (چچا محترم) کا ایک ہی سال (۱۰ نبوی مطابق ۶۲۱ء) میں انتقال ہوگیا یہ صدمہ دیگر صدمات سے زیادہ شدید تھا اس لیے تاریخ میں اس سال کو ''عام الحزن'' کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ جب نبی ﷺ کے لیے مکہ میں دعوت وتبلیغ کا کام مشکل سے مشکل ترین ہوگیا تو آپ محمد ﷺ مکہ مکرمہ کے قریب ترین مقام طائف جہاں آپ ﷺ کے قبیلہ کے رشتہ دار بھی رہتے تھے، شوال ۱۰ نبوی اواخر ۶۲۱ء میں سفر فرمایا، مگر وہاں آپ (محمد) ﷺ کے ساتھ نہایت اذیت ناک، نا قابل تصور، دردناک سلوک کیا گیا۔ آپ ﷺ اپنے جاننے والے ایک ایک شخص کے پاس تشریف لے گئے۔ نہایت خلوص، محبت اور احسن طریقہ سے صرف لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی دعوت دی، لیکن جواب میں ہر ایک نے مذاق اڑایا۔ بدتمیزی کی اور آبادی کے لفنگوں اور غنڈوں کو آپ ﷺ کے پیچھے لگا دیا۔ ان بدقماشوں، بدمعاشوں، طائف بستی کے صاحب حیثیت کم بختوں نے دنیا کے سب سے عظیم ومتبرک، رحیم وکریم، اعلیٰ وارفع انسان اور ربّ العالمین کی محبوب ترین ہستی رحمت للعالمین کو گالیاں دیں اور دھکے دیئے۔ تھپڑ مارے اور پتھر برسائے۔ آپ (محمد) ﷺ کو لہولہان کر دیا آپ ﷺ کے ساتھ صرف آپ ﷺ کے آزاد کردہ غلام حضرت زید بن حارثہؓ تھے۔ وہ کبھی رحمت للعالمین ﷺ کی لہولہان حالت کو دیکھتے، روتے، اور پھر آسمان کی طرف عاجزی وبے بسی کے آنسوؤں سے لبریز آنکھوں سے دیکھتے۔ اور اللہ سے فریاد کرتے کہ اے رب کائنات یہ کیا ماجرا ہے؟ بڑی مشکل سے لہولہان حالت میں آپ محمد ﷺ پیدل طائف شہر سے باہر نکل پائے۔ ایک باغ کی دیوار سے ٹیک لگا کر بیٹھ گئے اور رب کائنات سے اس نا قابل بیان کرب ناک حالت میں جو دعا کی اسے ابن ہشام، طبری، ابن قیم، حافظ ابن کثیر (رحمہم اللہ) نے اپنی کتابوں میں نقل کیا ہے۔ اور سیدی ابوالاعلیٰ مودودیؒ نے اس کی ترجمانی کم وبیش یوں فرمائی ہے:

''اے اِلٰہ العالمین! اے میرے خالق اور مالک وآقا! میں تیرے ہی حضور اپنی بے بسی وبے چارگی اور لوگوں کی نگاہ میں اپنی بے قدری کا شکوہ کرتا ہوں۔ اے ارحم الراحمین! تُو سارے ہی کمزوروں کا رب ہے

اور میرا رب بھی تُو ہی ہے۔(اے میرے رب! تُو) مجھے کس کے حوالے کر رہا ہے؟ کیا کسی بے گانے کے حوالے جو مجھ سے درشتی کے ساتھ پیش آئے؟ یا کسی دشمن کے حوالے جس کو تُو نے مجھ پر قابو پانے کا یارادے دیا ہے؟ اے رب کریم اگر تو مجھ سے ناراض نہیں ہے تو مجھے کسی مصیبت کی پروا نہیں۔ مگر تیری طرف سے عافیت مجھے نصیب ہو جائے تو اس میں میرے لیے زیادہ کشادگی ہے۔(اے اللہ!) مَیں پناہ مانگتا ہوں تیری ذات کے اُس نور کی جو اندھیرے میں اجالا کرتا ہے اور دنیا و آخرت کے معاملات کو درست کرتا ہے۔(اے میرے رب!) مجھے اس سے بچالے کہ تیرا غضب مجھ پر نازل ہو، یا مَیں تیرے عتاب کا مستحق ہو جاؤں (اے اللہ! اے میرے مالک!) میں تیری مرضی پر راضی ہوں، یہاں تک کہ تو مجھ سے راضی ہو جائے۔ کوئی زور آور طاقت تیرے سوا نہیں۔“

(سیرت سرورِ عالمؐ حصہ دوم۔ صفحہ 634۔ سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ)

طائف کے تکلیف دہ سفر کے بعد اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے 27/رجب 12 نبوی 623ء کو یہ آیت نازل فرمائی۔

سُبۡحٰنَ الَّذِیۡۤ اَسۡرٰی بِعَبۡدِہٖ لَیۡلًا مِّنَ الۡمَسۡجِدِ الۡحَرَامِ اِلَی الۡمَسۡجِدِ الۡاَقۡصَا الَّذِیۡ بٰرَکۡنَا حَوۡلَہٗ لِنُرِیَہٗ مِنۡ اٰیٰتِنَا ؕ اِنَّہٗ ہُوَ السَّمِیۡعُ الۡبَصِیۡرُ ۝ (سورۃ بنی اسرائیل: ۱۷/۱)

آپ (محمد) صلی اللہ علیہ وسلم کو تاریخ انسانی کے اعلیٰ سے اعلیٰ ترین عزت و عظمت، یعنی سرورِ عالم کے مقام و مرتبہ سے سرفراز فرمایا اور معراج عطا فرمائی۔ معجزۂ معراج کے بعد مشرکین مکہ کی مخالفت جب انتہا کو پہنچ گئی تو ہجرت مدینہ کا حکم ہوا، مکہ سے مدینہ سے مخالف سمت پر چار کلومیٹر کے فاصلہ پر واقع غارِ ثور میں حضرت ابوبکر صدیقؓ کے ساتھ تین راتیں اور چار دِن گزارے۔ ”لاتحزن ان اللہ معنا“ کا مرحلہ بھی آیا، سُراقہ بن مالکؓ کو کسریٰ کے کنگن کی بشارت بھی دی۔ ۲۰ دِن بعد مدینہ کے قریب کی بستی قبا اور پھر مدینہ منورہ پہنچے۔ اِس طرح ہجرت کا تاریخ ساز واقعہ نبوت کے تیرہ سال بعد 624ء میں عمل میں آیا۔

ہجرت کے بعد ایک اسلامی ریاست کا قیام اور ہجری تقویم (کیلنڈر) کا آغاز ہوا۔ جہاد و قتال کے احکامات نازل ہوئے۔ ۱۷/رمضان ۲ھ مطابق 626ء غزوۂ بدر، شوال ۳ھ غزوۂ احد، شوال ۵ھ غزوۂ احزاب۔ ذی قعدہ ۶ھ میں صلح حدیبیہ واقع ہوئی۔ عمرہ کی نیت سے مدینہ سے نکلے، مکہ میں داخل نہ ہو سکے، یہ بہ ظاہر دبتی ہوئی صلح تھی، عمرہ کے بغیر واپسی ہوئی، ”انافتحنالك فتحامبینا“، سورۃ الفتح کا نزول ہوا۔ صفر ۷ھ خیبر فتح ہوا۔ ۸ھ جنگ موتہ پیش آئی۔ ۱۷/رمضان ۸ھ، دسمبر 630ء کو فتح مکہ حاصل ہوئی۔

شوال ۸ھ میں غزوۂ حنین، رجب ۹ھ مطابق جنوری 631ء میں غزوۂ تبوک۔ پھر اس کے بعد پورے جزیرۃ العرب پر محیط اسلامی ریاست قائم ہوگئی، اس طرح پورا ملک سرورِ عالم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں میں آ گیا۔ ذی الحجہ ۱۰ھ

مطابق 632ء میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ہجرت کے بعد اسلامی نظام کے تحت پہلا اور آخری حج ادا فرمایا، جسے ''حجۃ الوداع'' کہا جاتا ہے، پھر ۱۲؍ربیع الاول ۱۱؍ھ مطابق 25؍مئی یا (بعض محققین کی تحقیق کے مطابق) 8؍جون 632ء کو حضور اکرم محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم عمر چالیس (۴۰) سال نبوت سے پہلے اور تیئس (۲۳) سال بحیثیت نبی آخرالزماں جملہ ۶۳ سال ۴؍ دن کی عمر میں دنیائے فانی سے انتقال فرما گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ

بہرحال بعثت خاتم الانبیاء والرسل رحمۃ للعالمین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم، دراصل اس بات کا من جانب اللہ اعلان ہے کہ اب یہ دنیائے فانی کے فنا کے آخری دور کا آغاز اپنے انجام کو پہنچنے والا ہے۔

اِنَّہُمۡ یَرَوۡنَہٗ بَعِیۡدًا ۙ﴿۶﴾ وَّنَرٰىہُ قَرِیۡبًا ؕ﴿۷﴾ (سورۃ المعارج: ۰۷۰/۶۔۷)

مٰلِکِ یَوۡمِ الدِّیۡنِ - کی تشریح کرتے ہوئے مولانا مودودیؒ تحریر فرماتے ہیں:

''یعنی اُس دن کا مالک جب کہ تمام اگلی پچھلی نسلوں کو جمع کر کے ان کے کارنامۂ زندگی کا حساب لیا جائے گا اور ہر انسان کو اس کے عمل کا پورا صِلہ یا بدلہ مل جائے گا۔ اللہ کی تعریف میں رحمان اور رحیم کہنے کے بعد مالک روزِ جزا کہنے سے یہ بات نکلتی ہے کہ وہ نرا مہربان ہی نہیں ہے بلکہ منصف بھی ہے، اور منصف بھی ایسا بااختیار منصف کہ آخری فیصلے کے روز وہی پورے اقتدار کا مالک ہوگا، نہ اس کی سزا میں کوئی مزاحم ہو سکے گا اور نہ جزا میں مانع۔ لہٰذا ہم اس کی ربوبیت اور رحمت کی بنا پر اس سے محبت ہی نہیں کرتے بلکہ اس کے انصاف کی بنا پر اس سے ڈرتے بھی ہیں اور یہ احساس بھی رکھتے ہیں کہ ہمارے انجام کی بھلائی اور بُرائی بالکلیہ اُسی کے اختیار میں ہے۔''

اِیَّاکَ نَعۡبُدُ وَاِیَّاکَ نَسۡتَعِیۡنُ ؕ﴿۴﴾ اِہۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِیۡمَ ۙ﴿۵﴾ صِرَاطَ الَّذِیۡنَ اَنۡعَمۡتَ عَلَیۡہِمۡ ۬ۙ غَیۡرِ الۡمَغۡضُوۡبِ عَلَیۡہِمۡ وَلَا الضَّآلِّیۡنَ ﴿۷﴾ کی تشریح تفہیم القرآن میں کرتے ہوئے مولانا مودودیؒ تحریر فرماتے ہیں:

''یعنی زندگی کے ہر شعبہ میں خیال اور عمل اور برتاؤ کا وہ طریقہ ہمیں بتا جو بالکل صحیح ہو، جس میں غلط بینی اور غلط کاری اور بدانجامی کا خطرہ نہ ہو، جس پر چل کر ہم سچی فلاح وسعادت حاصل کرسکیں۔ یہ ہے وہ درخواست جو قرآن کا مطالعہ شروع کرتے ہوئے بندہ اپنے رب کے حضور پیش کرتا ہے۔ اس کی گزارش یہ ہے کہ آپ ہماری رہنمائی فرمائیں اور ہمیں بتائیں کہ قیاسی فلسفوں کی اس بھول بھلیاں میں حقیقت نفس الامری کیا ہے، اخلاق کے ان مختلف نظریات میں صحیح نظامِ اخلاق کون سا ہے، زندگی کی ان بے شمار پگڈنڈیوں کے درمیان فکر وعمل کی سیدھی اور صاف شاہراہ کون سی ہے۔''

یہ اُس سیدھے راستہ کی تعریف ہے جس کا علم ہم اللہ تعالیٰ سے مانگ رہے ہیں۔ یعنی وہ راستہ جس پر ہمیشہ سے تیرے منظورِ نظر لوگ چلتے رہے ہیں۔ وہ بے خطا راستہ کہ قدیم ترین زمانہ سے آج تک جو شخص اور جو گروہ بھی اس پر چلا، وہ تیرے انعامات کا مستحق ہوا اور تیری نعمتوں سے مالا مال ہو کر رہا۔

یعنی 'انعام' پانے والوں سے ہماری مراد وہ لوگ نہیں ہیں جو بظاہر عارضی طور پر تیری دُنیوی نعمتوں سے سرفراز تو ہوتے ہیں مگر دراصل وہ تیرے غضب کے مستحق ہوا کرتے ہیں اور اپنی فلاح وسعادت کی راہ گم کیے ہوئے ہوتے ہیں۔ اس سلبی تشریح سے یہ بات خود کھل جاتی ہے کہ 'انعام' سے ہماری مراد حقیقی اور پائدار انعامات ہیں جو راست روی اور رب کی خوشنودی کے نتیجہ میں ملا کرتے ہیں، نہ کہ وہ عارضی اور نمائشی انعامات جو پہلے بھی فرعونوں اور نمرودوں اور قارونوں کو ملتے رہے ہیں اور آج بھی ہماری آنکھوں کے سامنے بڑے بڑے ظالموں اور بدکاروں اور گمراہوں کو ملے ہوئے ہیں۔'' (تفہیم القرآن ج ۱ ص: ۴۵)

اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ صراطِ مستقیم بتانے کی ذمہ داری رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد تا قیامت کس پر عائد ہوتی ہے۔ فرمانِ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ۝۳ خود سورۂ بقرہ آیت ۱۴۳ میں ہے وَ كَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا صاحب ''تفہیم القرآن'' سیدی مودودیؒ اس کی توضیح میں فرماتے ہیں:

''یہ اُمّتِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امامت کا اعلان ہے۔ 'اسی طرح' کا اشارہ دونوں طرف ہے: اللہ کی اُس رہنمائی کی طرف بھی، جس سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی قبول کرنے والوں کو سیدھی راہ معلوم ہوئی اور وہ ترقی کرتے کرتے اِس مرتبے پر پہنچے کہ 'اُمّتِ وَسَط' قرار دیے گئے، اور تحویل قبلہ کی طرف بھی کہ نادان اسے محض ایک سَمت سے دُوسری سَمت کی طرف پھرنا سمجھ رہے ہیں، حالاں کہ دراصل بیت المقدس سے کعبے کی طرف سَمتِ قبلہ کا پھرنا یہ معنی رکھتا ہے کہ اللہ نے بنی اسرائیل کو دُنیا کی پیشوائی کے منصب سے باضابطہ معزُول کیا اور اُمّت محمدیہ کو اس پر فائز کر دیا۔

'اُمّتِ وَسط' کا لفظ اس قدر وسیع معنویت اپنے اندر رکھتا ہے کہ کسی دُوسرے لفظ سے اس کے ترجمے کا حق ادا نہیں کیا جاسکتا۔ اس سے مراد ایک ایسا اعلیٰ اور اشرف گروہ ہے، جو عدل وانصاف اور توسّط کی روش پر قائم ہو، جو دنیا کی قوموں کے درمیان صدر کی حیثیت رکھتا ہو، جس کا تعلق سب کے ساتھ یکساں حق اور راستی کا تعلق ہو اور ناحق، ناروا تعلق کسی سے نہ ہو۔

پھر یہ جو فرمایا کہ تمھیں 'اُمّتِ وسط' اس لیے بنایا گیا ہے کہ 'تم لوگوں پر گواہ ہو اور رسُول تم پر گواہ ہو' تو اس سے مراد یہ ہے کہ آخرت میں جب پوری نوعِ انسانی کا اکٹھا حساب لیا جائے گا، اُس وقت رسُول

ہمارے ذمّہ دار نمائندے کی حیثیت سے تم پر گواہی دے گا کہ فکرِ صحیح اور عمل صالح اور نظامِ عدل کی جو تعلیم ہم نے اُسے دی تھی، وہ اس نے تم کو بے کم وکاست پوری کی پوری پہنچادی اور عملاً اس کے مطابق کام کر کے دکھادیا۔ اس کے بعد رسُول ﷺ کے قائم مقام ہونے کی حیثیت سے تم کو عام انسانوں پر گواہ کی حیثیت سے اُٹھنا ہوگا اور یہ شہادت دینی ہوگی کہ رسُول ﷺ نے جو کچھ تمہیں پہنچایا تھا، وہ تم نے انہیں پہنچانے میں، اور جو کچھ رسُول ﷺ نے تمہیں دکھایا تھا وہ تم نے انہیں دکھانے میں اپنی حد تک کوئی کوتاہی نہیں کی۔

اس طرح کسی شخص یا گروہ کا اس دُنیا میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے گواہی کے منصب پر مامور ہونا ہی درحقیقت اس کا امامت اور پیشوائی کے مقام پر سرفراز کیا جانا ہے۔ اس میں جہاں فضیلت اور سرفرازی ہے، وہیں ذمہ داری کا بہت بڑا بار بھی ہے۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ جس طرح رسُول اللہ ﷺ اس اُمّت کے لیے تقویٰ، راست روی، عدالت اور حق پرستی کی زندہ شہادت بنے، اِسی طرح اس اُمّت کو بھی تمام دُنیا کے لیے زندہ شہادت بننا چاہیئے، حتیٰ کہ اس کے قول اور عمل اور برتاؤ، ہر چیز کو دیکھ کر دُنیا کو معلوم ہو کہ تقویٰ اس کا نام ہے، راست روی یہ ہے، عدالت اس کو کہتے ہیں، اور حق پرستی ایسی ہوتی ہے۔ پھر اس کے معنی یہ بھی ہیں کہ جس طرح اللہ تعالیٰ کی ہدایت ہم تک پہنچانے کے لیے رسُول اللہ ﷺ کی ذمّہ داری بڑی سخت تھی، حتیٰ کہ اگر وُہ اِس میں ذراسی کوتاہی بھی کرتے تو اللہ تعالیٰ کے ہاں ماخوذ ہوتے، اُسی طرح دُنیا کے عام انسانوں تک اس ہدایت کو پہنچانے کی نہایت سخت ذمّہ داری ہم پر عائد ہوتی ہے۔ اگر ہم اللہ تعالیٰ کی عدالت میں واقعی اس بات کی شہادت نہ دے سکے کہ ہم نے تیری ہدایت، جو تیرے رسُول ﷺ کے ذریعے سے ہمیں پہنچی تھی، تیرے بندوں تک پہنچادینے میں کوئی کوتاہی نہیں کی ہے، تو ہم بہت بُری طرح پکڑے جائیں گے اور یہی امامت کا فخر ہمیں وہاں لے ڈوبے گا۔ ہماری امامت کے دَور میں ہماری واقعی کوتاہیوں کے سبب سے خیال اور عمل کی جتنی گمراہیاں دُنیا میں پھیلی ہیں اور جتنے فساد اور فتنے اللہ کی اس زمین میں برپا ہوئے ہیں، اُن سب کے لیے اَئمۂ شر اور شیاطین انس وجن کے ساتھ ساتھ ہم بھی ماخوذ ہوں گے۔ ہم سے پوچھا جائے گا کہ جب دُنیا میں معصیت، ظلم اور گمراہی کا یہ طوفان برپا تھا، تو تم کہاں مر گئے تھے۔"

(تفہیم القرآن، جلد اول، سورۃ البقرۃ، آیت 143 کی تفہیم)

مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ کی پوری شعوری زندگی کا بغور مطالعہ کیا جائے اور ان کی غیر محیط وسیع وعریض سیرت و اعلیٰ کردار کو چند جملوں میں بیان کرنے کی جسارت کی جائے تو وہ لِتَكُونُوا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ (البقرۃ: ۲/ ۱۴۳)

اورسورۃ الشوریٰ کی آیت شَرَعَ لَكُمۡ مِّنَ الدِّيۡنِ مَا وَصّٰى بِهٖ نُوۡحًا وَّالَّذِىۡۤ اَوۡحَيۡنَاۤ اِلَيۡكَ وَمَا وَصَّيۡنَا بِهٖۤ اِبۡرٰهِيۡمَ وَمُوۡسٰى وَعِيۡسٰٓى اَنۡ اَقِيۡمُوا الدِّيۡنَ وَلَا تَتَفَرَّقُوۡا فِيۡهِ‌ؕ كَبُرَ عَلَى الۡمُشۡرِكِيۡنَ مَا تَدۡعُوۡهُمۡ اِلَيۡهِ‌ؕ اَللّٰهُ يَجۡتَبِىۡۤ اِلَيۡهِ مَنۡ يَّشَآءُ وَيَهۡدِىۡۤ اِلَيۡهِ مَنۡ يُّنِيۡبُ۝۱۳ (الشوریٰ: ۴۲/ ۱۳) کی روشنی میں ''اقامتِ دین'' اورسورۃ آل عمران آیت وَلۡتَكُنۡ مِّنۡكُمۡ اُمَّةٌ يَّدۡعُوۡنَ اِلَى الۡخَيۡرِ وَيَاۡمُرُوۡنَ بِالۡمَعۡرُوۡفِ وَيَنۡهَوۡنَ عَنِ الۡمُنۡكَرِ‌ؕ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الۡمُفۡلِحُوۡنَ۝۱۰۴ (آل عمران: ۳/ ۱۰۴) اوردیگرآیات کی روشنی میں خیرامت ہونے اورسورہ حٰمٓ السجدۃ کی آیات وَمَنۡ اَحۡسَنُ قَوۡلًا مِّمَّنۡ دَعَاۤ اِلَى اللّٰهِ وَعَمِلَ صَالِحًا وَّقَالَ اِنَّنِىۡ مِنَ الۡمُسۡلِمِيۡنَ۝۳۳ وَلَا تَسۡتَوِى الۡحَسَنَةُ وَلَا السَّيِّئَةُ‌ؕ اِدۡفَعۡ بِالَّتِىۡ هِىَ اَحۡسَنُ فَاِذَا الَّذِىۡ بَيۡنَكَ وَبَيۡنَهٗ عَدَاوَةٌ كَاَنَّهٗ وَلِىٌّ حَمِيۡمٌ۝۳۴ وَمَا يُلَقّٰٮهَاۤ اِلَّا الَّذِيۡنَ صَبَرُوۡا‌ۚ وَمَا يُلَقّٰٮهَاۤ اِلَّا ذُوۡ حَظٍّ عَظِيۡمٍ۝۳۵ وَاِمَّا يَنۡزَغَنَّكَ مِنَ الشَّيۡطٰنِ نَزۡغٌ فَاسۡتَعِذۡ بِاللّٰهِ‌ؕ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيۡعُ الۡعَلِيۡمُ۝۳۶ (حٰمٓ السجدۃ: ۴۱/ ۳۳-۳۶) کی روشنی میں دعوت الی اللہ کی مسلسل سعی وجہد ہے بلکہ سید مودودیؒ کی زندگی کا ایک ایک واقعہ اورتحریروتقریر کاایک ایک جملہ قرآنی ہدایات وتعلیمات اورحضوراکرم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت وسنت کے عین مطابق ہے۔ اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ‌ؕ اِنَّهٗ يَعۡلَمُ الۡجَهۡرَ وَمَا يَخۡفٰى۝۷ (الاعلی)

مولانا ابوالحسن علی میاں ندویؒ نے اپنی کتاب ''پرانے چراغ'' حصہ دوم صفحہ (۲۶۵ تا ۲۸۰) میں ۱۳/ اگست ۱۹۴۰ء کومولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ کے نام مولانا عمران ندویؒ کے ایک خط کا ذکر کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں۔

> ''ہندوستان کے مشاہیر اہل علم واہل فکر کو دعوت دی گئی تھی کہ وہ ان کتابوں کا ذکر کریں جنھوں نے ان کے ذہن کی تشکیل اورسیرت کی تعمیر میں خاص حصّہ لیاہے، اوران کے دماغ پرگہرے اوردیرپانقوش چھوڑے ہیں۔

مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ اس خط کا جواب دیتے ہوئے (برجستہ) تحریر فرماتے ہیں:

> ''جاہلیت کے زمانہ میں مَیں نے بہت کچھ پڑھاہے، قدیم وجدید فلسفہ، سائنس، تاریخ، معاشیات، سیاسیات وغیرہ پراچھی خاصی ایک لائبریری دماغ میں اتار چکا ہوں، مگر جب آنکھیں کھول کرقرآن کو پڑھاتو بہ خدایوں محسوس ہواکہ جوکچھ پڑھا تھاسب ہیچ تھا، علم کی جڑ، اب ہاتھ آئی، کانٹ، ہیگل، نٹشے، مارکس اوردنیاکے دوسرے تمام بڑے بڑے مفکرین اب مجھے ''بونے'' نظرآتے ہیں، بے چاروں پرترس آتاہے کہ ساری ساری عمرجن گتھیوں کوسلجھانے میں الجھتے رہے، اورجن مسائل پر بڑی بڑی کتابیں تصنیف کرڈالیں، پھربھی حل نہ کرسکے، ان کواس کتاب نے ایک دوفقروں میں حل کرکے رکھ دیا، اگر یہ غریب اس کتاب سے ناواقف نہ ہوتے توکیوں اپنی عمریں اس طرح ضائع کرتے؟ میری اصل محسن بس یہی

ایک کتاب ہے، اس نے مجھے بدل کر رکھ دیا ہے، حیوان سے انسان بنا دیا ہے، تاریکیوں سے نکال کر روشنی میں لے آئی ہے، ایسا چراغ میرے ہاتھ میں دے دیا ہے کہ زندگی کے جس معاملہ کی طرف نظر ڈالتا ہوں حقیقت اس طرح برملا مجھے دکھائی دیتی ہے، گویا اس پر کوئی پردہ ہی نہیں ہے، انگریزی میں اس کنجی کو 'شاہ کلید' (Master Key) کہتے ہیں، جس سے ہر قفل کھل جائے، سو میرے لیے یہ قرآن مجید شاہ کلید ہے، مسائل حیات کے جس قفل پر اسے لگاتا ہوں وہ کھل جاتا ہے، جس رب العالمین نے یہ کتاب بخشی ہے، اس کا شکریہ ادا کرنے سے میری زبان عاجز ہے۔"

خاکسار

ابوالاعلیٰ

اسی طرح ماہنامہ "زندگی نو" دہلی اگست 2015ء میں ڈاکٹر ابوذر اصلاحی نے "سید مودودیؒ کے نظریۂ تعلیم" کے عنوان پر ایک شاندار مضمون لکھا ہے۔ اس میں وہ ایک جگہ مولانا مودودیؒ کی تحریر کو نقل کرتے ہیں:

"درحقیقت علم سے مراد فلسفہ وسائنس اور تاریخ وریاضی وغیرہ درسی علوم نہیں ہیں۔ بلکہ صفاتِ الٰہی کا علم ہے۔ قطع نظر اس سے کہ آدمی خواندہ یا ناخواندہ۔ جو شخص اللہ سے بے خوف ہے وہ علّامۂ دہر بھی ہو تو اس علم کے لحاظ سے جاہل محض ہے۔" (تفہیم القرآن۔ چہارم۔ ص ۲۳۲، سورہ فاطر: ۲۸)

ڈاکٹر ابوذر صاحب آگے لکھتے ہیں: "سید مودودیؒ علم کا مقصد معرفتِ الٰہی کو قرار دیتے ہیں، اور ظاہر سی بات ہے کہ ہمیں یہ معرفت انبیاء ہی کی لائی ہوئی تعلیم سے مل سکتی ہے۔ اب اگر کوئی اس اصل کو پسِ پشت ڈالتا ہے تو وہ ضلالت میں ضرور جا گرے گا، جیسا کہ علمی دنیا کے ہزاروں، لاکھوں بابائے آدم کہے جانے والے کہیں 'سولن' کی شکل میں، کہیں 'فیثاغورث' کی شکل میں، کہیں 'گلیلیو' کی شکل میں، کہیں 'کوپرنیکس' کی شکل میں، تو کہیں ہابز، والٹیر، روسو، ہیوم ڈارون، کانٹ ہیگل، اور مارکس وغیرہ کی شکل میں ضلالت سے بچ نہیں پائے ہیں۔ اس علم کو ٹھکرا کر انہوں نے اپنے آپ کو جاہلین میں لا کھڑا کر لیا ہے۔" سید مودودیؒ آگے لکھتے ہیں:

"علم کی بنیاد قرآن مجید ہے۔ اس کتاب پاک میں وہ تمام اصول اور قوانین بیان کر دیے گئے ہیں جن پر اسلام کا مدار ہے۔ علم کا دوسرا سرچشمہ رسول اللہ ﷺ کی زندگی ہے۔ آپ ﷺ نے ایک نبی ﷺ کی حیثیت سے ۲۳ سال تک جو کچھ کیا اور جو کچھ کہا وہ سب قرآن کی تفسیر ہے۔ علم کا تیسرا سرچشمہ صحابۂ کرام کی زندگی ہے۔ انھوں نے قرآن کو خود حامل قرآن سے سمجھا ہے...... جو لوگ ان تینوں سرچشموں (قرآن مجید، سیرت رسول ﷺ اور سیرت صحابہؓ) سے استفادہ کر کے اسلام کے

اصول اور زندگی کے جزوی مسائل پر ان کو منطبق کرنے کے طریقوں کو اچھی طرح سمجھ لیں ان میں یہ قابلیت پیدا ہوجاتی ہے کہ زندگی کے عام معاملات میں جو ہر ملک اور ہر زمانے میں نئے ڈھنگ اور نئے طور سے پیش آتے ہیں، اصول اسلام کے مطابق احکام اور قوانین بنا سکیں۔''

(دین کے اصل مطالبات اور ہمارا طرزِ عمل، سید مودودیؒ صفحہ ۱۴)

بہرحال حیاتِ سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ، قرآن مجید، سیرت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہؓ کی اتباع کی عملی تصویر ہے۔ اسی مناسبت سے میری یہ کتاب جو آپ کے ہاتھوں میں ہے، ماہ وسال یعنی زمانی ترتیب کے لحاظ سے غالباً اپنی نوعیت کا ایک مشکل ترین اور منفرد کام ہے۔

ا۔ سید مودودیؒ کو جن مسائلِ حیات سے سابقہ پیش آیا ہے اُن حالات کو قرآن مجید سے حتی المقدور تلاش کر کے متعلقہ معاملہ پر مولانا مودودیؒ کی حیات کے ہر ہر مرحلے میں (سال بہ سال) ایک آدھ یا چند ایک آیات کی نشان دہی اور قرآن مجید سے مطابقت کی سعادت حاصل کرنے کی سعی کی گئی ہے۔ اکثر مقامات پر ترجمہ نہیں دیا ہے، البتہ حوالہ دیا گیا ہے۔ قارئین سے گذارش ہے کہ ان آیات کی ترجمانی تفہیم القرآن یا ترجمہ قرآن مجید مع مختصر حواشی سے دیکھ لیں۔

یہ کتاب دراصل میری ایک کتاب ''بیسویں صدی کا قائداعلیٰ'' جس کے تین ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں، کتاب کی مقبولیت سے تحریک پا کر مفصل انداز سے ترتیب دی گئی ہے۔ یہ کتاب ''عصر حاضر کے امام العالم وقائد اعلیٰ۔ سید ابو الاعلیٰ مودودیؒ حیات وخدمات ماہ وسال کے آئینے میں'' مختصر کتاب کا اضافہ شدہ ایڈیشن بھی کہا جاسکتا ہے۔

استنبول قسطنطنیہ کا سفر اور کچھ تصاویر شامل اشاعت ہیں، سہ روزہ قیام کے دوران استنبول کی جامع مسجد محمد قطب Blue Mosque کے محترم خطیب اور امام صاحب سے یادگار ملاقات ہوئی۔ محترم امام صاحب ایک تو پُرنور اور متاثر کن چہرے سے اللہ نے نوازا تھا، ان کا معمول فجر کے بعد مخصوص اذکار ودعاؤں کا اہتمام تھا، ان کا چہرہ اتنا پُرنور ہے کہ ان کو دل چاہتا ہے کہ دیکھتے ہی رہے۔ میں پہلی صف میں بالکل ان کے پیچھے نماز ادا کرنے کا اہتمام کرتا تھا اور ہر روز مصافحہ کرتا وہ بہت محبت سے مسکراتے ہوئے مصافحہ کرتے تھے۔ تیسرے دن اذکار ودعا اور صلوٰۃ الاشراق کے بعد ان کے ساتھ ان کے کمرہ میں گیا۔ میرے ساتھ حیدرآباد ہی کے میرے ایک ساتھی حسن البنا (حیدرآباد) بھی تھے، امام وخطیب صاحب اپنے کمرہ میں بڑی محبت اور اہتمام سے ہم کو بٹھایا اور قہوہ اور کھجور پیش کیا۔ دوران گفتگو میں نے ان سے سوال کیا۔ هل انت تعرف سيد ابو الاعلىٰ مودودی۔ وہ چونک کر بڑے احترام سے فرمایا۔ سید ابو الاعلیٰ مودودی رحمۃ اللہ علیہ وهو " امام العالم" صاحب " تفهيم القرآن" عندی تفهيم القرآن، ترجمة فی اللغة التركية، انا قرأت ستة مجلدات فی اللغة التركية، انہوں نے اور بھی بہت کچھ مولانا مودودیؒ کی تعریف وعظمت میں فرمایا۔ مولانا مودودیؒ کا یہ مقام اور عالمگیر شہرت وحیثیت سن کر

میری آنکھوں سے آنسو نکل گئے۔ دراصل یہ اللہ کا شکر واحسان ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مولانا مودودیؒ کو یہ مقام وشہرت ان کے علم وقلم اور خلوص وللّٰہیت کی وجہ سے عطا فرمائی ہے۔ اور ساتھ ہی ساتھ میرے لئے میری کتاب کے نام کے ساتھ ''امام العالم'' کا تاریخی واضافی عنوان بھی مل گیا۔ الحمد للہ۔

۲۔ حیات مودودیؒ کے (۷۶) سالوں کی سال بہ سال تقسیم کی نوعیت: (اس میں ہر متعلقہ سال کے (۷۶) عنوانات کے تحت قابل ذکر اہم واقعات کی مختصر اور کہیں بہت مختصر نشاندہی کی گئی ہے) صفحہ نمبر ۳ تا صفحہ ۱۴ میں ملاحظہ فرمائیے۔

25 ستمبر 1903ء سے 24 ستمبر 1904ء تک۔ پہلا سال

25 ستمبر 1904ء سے 24 ستمبر 1905ء تک۔ دوسرا سال

پھر اسی طرح تیسرا، چوتھا، پانچواں تا ۱۲واں سال۔۔۔۔ 17واں سال

25 ستمبر 1920ء سے 24 ستمبر 1921ء تک اٹھارواں سال

25 ستمبر 1921ء سے 24 ستمبر 1922ء تک 19واں سال

25 ستمبر 1939 سے 24 ستمبر 1940ء تک 37واں سال

پھر اسی طرح 37 سال سے 74واں سال تک

25 ستمبر 1977ء سے 24 ستمبر 1978ء تک 75واں سال

25 ستمبر 1978ء سے 24 ستمبر 1979ء تک 76واں سال

دنیائے فانی سے دارِ آخرت اور دائمی دنیا کو روانگی ورحلت کا سال۔

میری محدود معلومات کے مطابق، اس طرح سال بہ سال، تقسیمِ خدمات کا کام، حیاتِ مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ پر بشمول ہند اور پاک کے علاوہ دنیا میں کہیں بھی نہیں ہوا ہے۔

جب کہ میری معلومات کے لحاظ سے سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ کی ''حیات وخدمات'' اور ''سوانح حیات'' پر ہندوستان اور پاکستان میں کم وبیش 90 کتابیں منظر عام پر آچکی ہیں۔ اگر عرب دنیا، یورپ، امریکہ، افریقہ اور آسٹریلیا وغیرہ مما لک میں مختلف زبانوں میں حیات مودودیؒ اور ان کی علمی وفکری خدمات پر کتابوں کو اکٹھا کیا جائے تو ان کی تعداد کم ازکم 150 سے تجاوز کر جائے گی۔ میرے لیے اس مشکل ترین کام کا بیڑا اٹھانا دراصل امام عالی مقام مولانا مودودیؒ کا ایک سنہری فرمان وہدایت پر عمل کی سعادت کا حصول بھی ہے۔

”اگر کوئی نیا کام کر رہے ہو تو وہ ایسا ہو جو قارئین کی کسی ایسی ضرورت کو پورا کرے جو پچھلے کاموں سے پوری نہ ہوتی ہو، ورنہ کیے ہوئے کام پر کوئی نیا کام یا کتاب کی اشاعت وقت اور محنت کا صحیح مصرف نہیں ہے۔“

اسی لیے میں نے ہر سال کو تاریخ پیدائش ۲۵ ستمبر سے ۲۴ ستمبر تک متعلقہ سال پر محیط کر کے اپنے آپ کو ایک مشکل میں ڈال لیا ہے۔ اس طرح خود کی منتخب کردہ مشکل راہ کو سر کرنے میں کم از کم تین سال لگ گئے۔ از سر نو مولانا کی حیات وسیرت پر کتابوں کا مطالعہ اور تواریخ کے حساب سے اس کی ترتیب کا کام میری بساط سے باہر تھا۔ مگر ہر ناممکن کو ممکن بنانے والی ذاتِ واحد ربّ کائنات سے ہر ہر مرحلہ میں ہدایت و راہ نمائی ملی، بھیک کے لیے ہاتھ پھیلانا میرا معمول بن گیا۔

قَالَ رَبِّ اشۡرَحۡ لِیۡ صَدۡرِیۡ ﴿۲۵﴾ وَیَسِّرۡ لِیۡۤ اَمۡرِیۡ ﴿۲۶﴾ وَاحۡلُلۡ عُقۡدَۃً مِّنۡ لِّسَانِیۡ ﴿۲۷﴾ یَفۡقَهُوۡا قَوۡلِیۡ ﴿۲۸﴾ ۔(طٰہٰ)
اور حدیث کی اتباع میں رَبِّ یَسِّرۡ وَلَا تُعَسِّرۡ وَتَمِّمۡ بِالۡخَیۡرِ یَا رَبَّ الۡعَالَمِیۡنَ۔

۳۔ تیسرا اضافی کام۔ مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ کی جائے پیدائش سے جائے وفات تک کے بیشتر مقامات جن میں اورنگ آباد، حیدرآباد، بھوپال، جبل پور، بیدر، دہلی، دار الاسلام پٹھان کوٹ، سری نگر، کشمیر، سعودی عرب، حرمین شریفین، بیت المقدس، اردن و فلسطین اور وہ مقامات جہاں مولانا مودودیؒ نے ”تفہیم القرآن“ کے سلسلہ میں ارضُ القرآن کا سفر کیا ہے، ان میں سے بیشتر مقامات کا میں نے خصوصی سفر کیا ہے۔ فالحمدللہ علی ذالك۔ ان مقامات کو میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا اور خود تصاویر لی ہیں۔ بعض دیگر ضروری تصاویر بھی اس میں شامل ہیں جو دوسری کتابوں سے لی گئی ہیں، جن کا حوالہ دے دیا ہے اور بعض تصاویر انٹرنیٹ اور تفہیم القرآن کی اشاعت جدید ۲۰۱۸ء سے بھی لی گئی ہیں۔

میں مولانا مودودیؒ کی حیات میں پاکستان کا سفر، صرف مولانا سے ملاقات کے لیے خواہش کے باوجود نہ کر سکا، جو بہر حال میری محرومی اور بدنصیبی ہے۔ وَمَا تَشَآءُوۡنَ اِلَّاۤ اَنۡ یَّشَآءَ اللّٰهُ رَبُّ الۡعٰلَمِیۡنَ ۔ اس لیے پاکستان کی جو تصاویر ہیں وہ دیگر کتب سے حاصل کردہ ہیں۔ متعلقہ مقامات کے علاوہ بعض شخصیات کی تصاویر بھی اس کتاب میں شامل ہیں۔ جن کا کسی نہ کسی نسبت سے مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ سے تعلق رہا ہے۔

۴۔ کتاب میں بیشتر جگہ قرآنی آیات، اوت تفہیم القرآن کی حواشی مختصر ترین بھی ہیں اور ضرورتاً بعض جگہ صرف مختصر ہیں۔ بعض جگہ ضروری نوٹ بھی ہیں۔ بعض ضروری واقعات کے انطباقی حوالہ جات اور ان کا موجودہ حالات سے تعلق واضح کرنے کی سعی بھی کی گئی ہے۔ ان قرآنی حوالوں کا ایک اور مقصد اس کتاب کے قاری کو قرآنی آیات

کی تلاوت کی سعادت معنی ومفہوم سے واقفیت، برکات اور اجر عظیم کے حصول کا ذریعہ بھی بنانا ہے۔

۵۔ زیر نظر کتاب دو مرتبہ یعنی ستمبر 2013ء اور ستمبر 2014ء میں اشاعت کے مرحلہ میں پہنچ چکی تھی، لیکن ہر مرتبہ ترامیم کی ضرورت محسوس ہوتی گئی۔

پروفیسر سلیم منصور خالد (لاہور) سے فروری 2015ء میں عالمی کتاب میلہ دہلی میں ملاقات کے بعد ''دارالاسلام'' (پٹھان کوٹ، پنجاب) کے سفر کا ارادہ ہوا۔ غالباً اسی لیے اللہ تعالیٰ نے اشاعت کو موخر کروایا تھا۔ اس مرتبہ بہت عاجزی کے ساتھ خصوصی دعاؤں کے ساتھ اور غالباً قبولیتِ دعا کی شرائط کی تکمیل کے اہتمام کی بدولت 25/ستمبر 2015ء سے قبل اضافہ وتصحیحات کا کام مکمل ہوگیا۔ وَمَا تَوْفِيْقِيْ اِلَّا بِاللّٰهِ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَاِلَيْهِ اُنِيْبُ۔

مَن لَّمْ يَشْكُرِ النَّاسَ لَمْ يَشْكُرِ اللّٰه۔ جو قوم یا ملت اپنے محسنوں کو فراموش کردے اس کا بے آبرو ہونا ایک امر یقینی ہے۔ محترم سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ کی ہمہ گیر وہمہ پہلو شخصیت کی عظمت کا اعتراف ان کے پیغام ودعوت سے وابستگی کا اظہار ہے۔ الحمد للہ مولانا مودودیؒ کے حالات، تصانیف ودیگر سرگرمیوں سے متعلق یہ کتاب از سر نو ترتیب دے کر پیش کی جارہی ہے۔

تحریک اسلامی کے کارکنوں وسید مودودیؒ کی تحریر سے متاثر ہونے والے افراد میں ہر عمر کے لوگ (متاثرین، ہمدرد، متفقین، کارکنان اور ارکان جماعت اسلامی اور ذمہ داران جماعت، امراء مقامی وامراء اضلاع وامراء حلقہ اور خود امراء جماعت انڈیا وپاکستان بھی) شامل ہیں۔ سید مودودیؒ سے محبت وعقیدت کا معیار ان کے مشن ومقصد کے لیے جدوجہد وقربانی کے جذبہ پر منحصر ہے۔ ہر قاری کو یہ دیکھنا چاہیے اور اپنا محاسبہ بھی کرنا چاہئے کہ میرے قائد نے میری ہی عمر میں کیا کیا کارہائے نمایاں اللہ کی رضا کی خاطر، کن کن مسائل ومصائب اور دشواریوں کے باوجود انجام دیے ہیں۔ یہ کتاب دراصل اسی بات کا جائزہ لینے اور تقابلی مطالعہ (comparative study) کی ایک ادنیٰ کوشش ہے۔ سید مودودیؒ کی شخصیت اور خدمات پر ریسرچ ورک (Research Work) اور اس کے لیے ایک ریسرچ اکیڈمی (Research Academy) کی ہند میں بھی اعلیٰ پیمانے پر قائم کرنے کی ضرورت ہے۔ محترم امیر جماعت اور ہندوستان کے حلقہ میں موجود ذمہ داروں سے ہے کہ وہ اپنی ترجیحات میں اس کو بطور خاص جگہ دیں۔ کاش! اہل علم وفکر اس کام کے لیے میرے حین حیات آگے بڑھیں تو ان کا ہر ممکنہ تعاون میرے لیے باعث سعادت ہوگا۔

علیم وخبیر، بصیر وشکور، رحیم وکریم، قریب ومجیب، حلیم وغفور، سمیع وستار، رب العالمین سے مجھ حقیر وفقیر کی دعا ہے کہ میری اس کتاب کی سعی کو قبول فرمائے اور جماعت اسلامی کی مجلس شوریٰ اور مجلس نمائندگان، امراء وارکان، طلباء اور نوجوان اور کارکنان کی روح کو گرمانے اور قلب کو تڑپانے میں مفید وکارآمد بنائے۔ یاربی انك انت السمیع العلیم

مولانا مودودیؒ اور جماعتِ اسلامی کا مقصد ومطمحِ نظر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع میں تمام انسانوں کے عقیدہ وخیال، فکر ونظر، تعلیم وتربیت، معاشرت، معیشت، سیاست، عدالت، قانون وتمدن اور بین الاقوامی تعلقات میں اللہ تعالیٰ کے اقتدار اعلیٰ کو قرآنی ہدایات اور سیرت محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روشنی میں زمین پر عملاً قائم کرنے کی سعی ہے۔ یہی ''اِقامتِ دین'' جماعت اسلامی کا مقصد ہے، اور اس مقصد کا محرک صرف اور صرف رضائے الٰہی اور فلاح آخرت ہے۔

خُذِ الْعَفْوَ وَاْمُرْ بِالْعُرْفِ وَاَعْرِضْ عَنِ الْجٰهِلِیْنَ﴿۱۹۹﴾ وَاِمَّا یَنْزَغَنَّكَ مِنَ الشَّیْطٰنِ نَزْغٌ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ ؕ اِنَّهٗ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ﴿۲۰۰﴾ اِنَّ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا اِذَا مَسَّهُمْ طٰٓىٕفٌ مِّنَ الشَّیْطٰنِ تَذَكَّرُوْا فَاِذَا هُمْ مُّبْصِرُوْنَ﴿۲۰۱﴾ وَاِخْوَانُهُمْ یَمُدُّوْنَهُمْ فِی الْغَیِّ ثُمَّ لَا یُقْصِرُوْنَ﴿۲۰۲﴾ (سورۃ الاعراف:۱۹۹ تا ۲۰۲)

ترجمہ: (اے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)! نرمی ودرگزر کا طریقہ اختیار کرو، معروف کی تلقین کیے جاؤ، اور جاہلوں سے نہ اُلجھو۔ (۱۹۹) اگر کبھی شیطان تمہیں اُکسائے تو اللہ کی پناہ مانگو، وہ سب کچھ سُننے اور جاننے والا ہے۔ (۲۰۰) حقیقت میں جو لوگ متقی ہیں اُن کا حال تو یہ ہوتا ہے کہ کبھی شیطان کے اثر سے کوئی بُرا خیال اگر انہیں چُھو بھی جاتا ہے تو وہ فوراً چوکنے ہو جاتے ہیں اور پھر انھیں صاف نظر آنے لگتا ہے کہ ان کے لیے صحیح طریقِ کار کیا ہے۔ (۲۰۱) رہے ان کے (یعنی شیاطین کے) بھائی بند، تو وہ انہیں ان کی کج روی میں کھینچے لیے چلے جاتے ہیں اور انہیں بھٹکانے میں کوئی کسر اُٹھا نہیں رکھتے۔ (۲۰۲) (سورۃ الاعراف: آیات، ۱۹۹ تا ۲۰۲)

تفہیم: ان آیات میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دعوت وتبلیغ اور ہدایت واصلاح کی حکمت کے چند اہم نکات بتائے گئے ہیں اور مقصود صرف حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کو تعلیم دینا نہیں ہے بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذریعہ سے اُن سب لوگوں کو یہی حکمت سکھانا ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قائم مقام بن کر دنیا کو سیدھی راہ دکھانے کے لیے اُٹھیں۔ ان نکات کو سلسلہ وار دیکھنا چاہیے:۔

(ا) داعی حق کے لیے جو صفات سب سے زیادہ ضروری ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ اسے نرم خو متحمل اور عالی ظرف ہونا چاہیے۔ اس کو اپنے ساتھیوں کے لیے شفیق، عامۃ الناس کے لیے رحیم اور اپنے مخالفوں کے لیے حلیم ہونا چاہیے۔ اس کو اپنے رفقا کی کمزوریوں کو بھی برداشت کرنا چاہیے۔ اور

اپنے مخالفین کی سختیوں کو بھی۔ اسے شدید سے شدید اشتعال انگیز مواقع پر بھی اپنے مزاج کو ٹھنڈا رکھنا چاہیے۔ نہایت ناگوار باتوں کو بھی عالی ظرفی کے ساتھ ٹال دینا چاہیے، مخالفوں کی طرف سے کیسی ہی سخت کلامی، بہتان تراشی، ایذارسانی اور شریرانہ مزاحمت کا اظہار ہو، اُس کو درگزر ہی سے کام لینا چاہیے۔ سخت گیری، درشت خوئی، تلخ گفتاری اور منتقمانہ اشتعالِ طبع اِس کام کے لیے زہر کا حکم رکھتا ہے اور اس سے کام بگڑتا ہے بنتا نہیں ہے۔ اسی چیز کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں بیان فرمایا ہے کہ میرے رب نے مجھے حکم دیا ہے کہ ''غضب اور رضا دونوں حالتوں میں انصاف کی بات کہوں، جو مجھ سے کٹے میں اس سے جڑوں، جو مجھے میرے حق سے محروم کرے میں اسے اس کا حق دوں، جو میرے ساتھ ظلم کرے میں اس کو معاف کردوں۔'' اور اسی چیز کی ہدایت آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان لوگوں کو کرتے تھے جنہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم دین کے کام پر اپنی طرف سے بھیجتے تھے کہ بَشِّرُوْا وَلَا تُنَفِّرُوْا وَ يَسِّرُوْا وَلَا تَعَسِّرُوْا یعنی ''جہاں تم جاؤ وہاں تمہاری آمد لوگوں کے لیے مژدۂ جانفزا ہو نہ کہ باعثِ نفرت، اور لوگوں کے لیے تم سہولت کے موجب بنو نہ کہ تنگی و سختی کے۔'' اور اسی چیز کی تعریف اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں فرمائی ہے کہ فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ یعنی ''یہ اللہ کی رحمت ہے کہ تم اِن لوگوں کے لیے نرم ہو ورنہ اگر تم درشت خو اور سنگدل ہوتے تو یہ سب لوگ تمہارے گردوپیش سے چھٹ جاتے۔'' (آل عمران، ۱۵۹)

(۲) دعوتِ حق کی کامیابی کا گُر یہ ہے کہ آدمی فلسفہ طرازی اور دقیقہ سنجی کے بجائے لوگوں کو معروف یعنی اُن سیدھی اور صاف بھلائیوں کی تلقین کرے جنھیں بالعموم سارے ہی انسان بھلا جانتے ہیں یا جن کی بھلائی کو سمجھنے کے لیے وہ عقلِ عام (Common Sense) کافی ہوتی ہے جو ہر انسان کو حاصل ہے۔ اس طرح داعیِ حق کا اپیل عوام وخواص سب کو متاثر کرتا ہے اور ہر سامع کے کان سے دل تک پہنچنے کی راہ آپ نکال لیتا ہے۔ ایسی معروف دعوت کے خلاف جو لوگ شورش برپا کرتے ہیں وہ خود اپنی ناکامی اور اس دعوت کی کامیابی کا سامان فراہم کرتے ہیں۔ کیونکہ عام انسان، خواہ کتنے ہی تعصبات میں مبتلا ہوں، جب یہ دیکھتے ہیں کہ ایک طرف ایک شریف النفس اور بلند اخلاق انسان ہے جو سیدھی سیدھی بھلائیوں کی دعوت دے رہا ہے اور دوسری طرف بہت سے لوگ اس کی مخالفت میں ہر قسم کی اخلاق وانسانیت سے گری ہوئی تدبیریں استعمال کر رہے ہیں، تو رفتہ رفتہ ان کے دل خود بخود مخالفینِ حق سے پھرتے اور داعیِ حق کی طرف متوجہ ہوتے چلے جاتے ہیں، یہاں تک کہ آخر کار میدان مقابلہ میں صرف وہ لوگ رہ جاتے ہیں جن کے ذاتی مفاد نظامِ باطل کے قیام ہی سے وابستہ ہوں، یا پھر جن کے دلوں میں

تقلید اسلاف اور جاہلانہ تعصبات نے کسی روشنی کے قبول کرنے کی صلاحیت باقی ہی نہ چھوڑی ہو۔ یہی وہ حکمت تھی جس کی بدولت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو عرب میں کامیابی حاصل ہوئی اور پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد تھوڑی ہی مدّت میں اسلام کا سیلاب قریب کے ملکوں پر اس طرح پھیل گیا کہ کہیں سو فیصد اور کہیں ۸۰ اور ۹۰ فیصد باشندے مسلمان ہو گئے۔

(۳) اس دعوت کے کام میں جہاں یہ بات ضروری ہے کہ طالبین خیر کو معروف کی تلقین کی جائے وہاں یہ بات بھی اتنی ہی ضروری ہے کہ جاہلوں سے نہ اُلجھا جائے خواہ وہ اُلجھنے اور اُلجھانے کی کتنی ہی کوشش کریں۔ داعی کو اس معاملہ میں سخت محتاط ہونا چاہیے کہ اس کا خطاب صرف ان لوگوں سے رہے جو معقولیت کے ساتھ بات کو سمجھنے کے لیے تیار ہوں۔ اور جب کوئی شخص جہالت پر اُتر آئے اور حجت بازی، جھگڑالو پن اور طعن وتشنیع شروع کر دے تو داعی کو اس کا حریف بننے سے انکار کر دینا چاہیے۔ اس لیے کہ اس جھگڑے میں اُلجھنے کا حاصل کچھ نہیں ہے اور نقصان یہ ہے کہ داعی کی جس قوت کو اشاعتِ دعوت اور اصلاح نفوس میں خرچ ہونا چاہیے وہ اس فضول کام میں ضائع ہو جاتی ہے۔

(۴) نمبر ۳ میں جو ہدایت کی گئی ہے اسی کے سلسلہ میں مزید ہدایت یہ ہے کہ جب کبھی داعی حق مخالفین کے ظلم اور ان کی شرارتوں اور ان کے جاہلانہ اعتراضات والزامات پر اپنی طبیعت میں اشتعال محسوس کرے تو اسے فوراً سمجھ لینا چاہیے کہ یہ نزغ شیطانی (یعنی شیطان کی اکساہٹ) ہے اور اسی وقت اللہ تعالیٰ سے پناہ مانگنی چاہیے کہ اپنے بندے کو اس جوش میں بہہ نکلنے سے بچائے اور ایسا بے قابو نہ ہونے دے کہ اُس سے دعوتِ حق کو نقصان پہنچانے والی کوئی حرکت سرزد ہو جائے۔ دعوت حق کا کام بہر حال ٹھنڈے دل سے ہی ہو سکتا ہے اور وہی قدم صحیح اُٹھ سکتا ہے جو جذبات سے مغلوب ہو کر نہیں بلکہ موقع ومحل کو دیکھ کر، خوب سوچ سمجھ کر اُٹھایا جائے۔ لیکن شیطان، جو اس کام کو فروغ پاتے ہوئے کبھی نہیں دیکھ سکتا، ہمیشہ اس کوشش میں لگا رہتا ہے کہ اپنے بھائی بندوں سے داعی حق پر طرح طرح کے حملے کرائے اور پھر ہر حملے پر داعی حق کو اکسائے کہ اس حملے کا جواب تو ضرور ہونا چاہیے۔ یہ اپیل جو شیطان داعی کے نفس سے کرتا ہے، اکثر بڑی بڑی پرفریب تاویلوں اور مذہبی اصطلاحوں کے غلاف میں لپٹا ہوا ہوتا ہے۔ لیکن اس کی تہ میں بجز نفسانیت کے اور کوئی چیز نہیں ہوتی۔ اسی لیے آخری دو آیتوں میں فرمایا کہ جو لوگ متقی (اللہ سے ڈرنے اور بدی سے بچنے کے خواہش مند) ہیں وہ تو اپنے نفس میں کسی شیطانی تحریک کا اثر اور کسی بُرے خیال کی کھٹک محسوس کرتے ہی فوراً چوکنے ہو جاتے ہیں اور پھر انہیں صاف نظر آ جاتا ہے کہ اس موقع پر دعوتِ دین کا مفاد کس طرزِ عمل کے اختیار کرنے میں ہے اور حق

پرستی کا تقاضا کیا ہے۔ رہے وہ لوگ جن کے کام میں نفسانیت کی لاگ لگی ہوئی ہے اور اس وجہ سے جن کا شیاطین کے ساتھ بھائی چارے کا تعلق ہے، تو وہ شیطانی تحریک کے مقابلہ میں نہیں ٹھہر سکتے اور اس سے مغلوب ہو کر غلط راہ پر چل نکلتے ہیں۔ پھر جس جس وادی میں شیطان چاہتا ہے انہیں لیے پھرتا ہے اور کہیں جا کر ان کے قدم نہیں رُکتے۔ مخالفت کی ہر گالی کے جواب میں ان کے پاس گالی اور ہر چال کے جواب میں اس سے بڑھ کر چال موجود ہوتی ہے۔

اس ارشاد کا ایک عمومی محل بھی ہے اور وہ یہ کہ اہلِ تقویٰ کا طریقہ بالعموم اپنی زندگی میں غیر متقی لوگوں سے مختلف ہوتا ہے، جو لوگ حقیقت میں اللہ سے ڈرنے والے ہوتے ہیں اور دل سے چاہتے ہیں کہ بُرائی سے بچیں اُن کا حال یہ ہوتا ہے کہ بُرے خیال کا ایک ذرا سا غبار بھی ان کے دل کو چھو جاتا ہے تو انہیں ویسی ہی کھٹک محسوس ہونے لگتی ہے جیسی کھٹک اُنگلی میں پھانس چُبھ جانے یا آنکھ میں کسی ذرے کے گر جانے سے محسوس ہوتی ہے۔ چونکہ وہ بُرے خیالات، بُری خواہشات اور بُری نیتوں کے خوگر نہیں ہوتے اس وجہ سے یہ چیزیں ان کے لیے اُسی طرح خلاف مزاج ہوتی ہیں جس طرح اُنگلی کے لیے پھانس یا آنکھ کے لیے ذرہ یا ایک نفیس طبع اور صفائی پسند آدمی کے لیے کپڑوں پر سیاہی کا ایک داغ یا گندگی کی ایک چھینٹ۔ پھر جب یہ کھٹک انہیں محسوس ہو جاتی ہے تو اُن کی آنکھیں کھل جاتی ہیں اور ان کا ضمیر بیدار ہو کر اس غبارِ شر کو اپنے اوپر سے جھاڑ دینے میں لگ جاتا ہے۔ بخلاف اس کے جو لوگ نہ اللہ سے ڈرتے ہیں، نہ بدی سے بچنا چاہتے ہیں، اور جن کی شیطان سے لاگ لگی ہوئی ہے، ان کے نفس میں بُرے خیالات، بُرے ارادے، بُرے مقاصد پکتے رہتے ہیں اور وہ ان گندی چیزوں سے کوئی اُپراہٹ اپنے اندر محسوس نہیں کرتے بالکل اسی طرح جیسے کسی دیگچی میں سور کا گوشت پک رہا ہو اور وہ بے خبر ہو کہ اس کے اندر کیا پک رہا ہے، یا جیسے کسی بھنگی کا جسم اور اس کے کپڑے غلاظت میں لتھڑے ہوئے ہوں اور اسے کچھ احساس نہ ہو کہ وہ کن چیزوں میں آلودہ ہے۔

اور اس کے ساتھ وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ۝ وَاذْكُرْ رَّبَّكَ فِيْ نَفْسِكَ تَضَرُّعًا وَّخِيْفَةً وَّدُوْنَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ وَلَا تَكُنْ مِّنَ الْغٰفِلِيْنَ ۝ (الاعراف: ۲۰۴، ۲۰۵)

ترجمہ: جب قرآن تمہارے سامنے پڑھا جائے تو اسے توجہ سے سنو اور خاموش رہو، شاید کہ تم پر بھی رحمت ہو جائے۔ (اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم!) اپنے رب کو صبح و شام یاد کیا کرو دل ہی دل میں زاری اور خوف کے ساتھ اور زبان سے بھی ہلکی آواز کے ساتھ۔ تم ان لوگوں میں سے نہ ہو جاؤ جو غفلت میں پڑے ہوئے ہیں۔

تفہیم: یعنی یہ جو تعصب اور ہٹ دھرمی کی وجہ سے تم لوگ قرآن کی آواز سنتے ہی کانوں میں انگلیاں ٹھونس لیتے ہو اور شور وغل برپا کرتے ہو تاکہ نہ خود سنو اور نہ کوئی دوسرا سن سکے، اس روش کو چھوڑ دو اور غور سے سنو تو سہی کہ اس میں تعلیم کیا دی گئی ہے۔ کیا عجب کہ اس کی تعلیم سے واقف ہو جانے کے بعد تم خود بھی اُسی رحمت کے حصہ دار بن جاؤ جو ایمان لانے والوں کو نصیب ہو چکی ہے۔ مخالفین کی طعن آمیز بات کے جواب میں یہ ایسا لطیف وشیریں اور ایسا دلوں کو مسخر کرنے والا انداز تبلیغ ہے کہ اس کی خوبی کسی طرح بیان کی متحمل نہیں ہوسکتی۔ جو شخص حکمتِ تبلیغ سیکھنا چاہتا ہو وہ اگر غور کرے تو اس جواب میں بڑے سبق پاسکتا ہے۔

یاد کرنے سے مراد نماز بھی ہے اور دوسری قسم کی یاد بھی، خواہ وہ زبان سے ہو یا خیال سے۔ صبح وشام سے مراد یہی دونوں وقت بھی ہیں اور ان اوقات میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی یاد سے مقصود نماز ہے، اور صبح وشام کا لفظ 'دائماً' کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے اور اس سے مقصود ہمیشہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی یاد میں مشغول رہنا ہے۔ یہ آخری نصیحت ہے جو خطبہ کو ختم کرتے ہوئے ارشاد فرمائی گئی ہے اور اس کی غرض یہ بیان کی گئی ہے کہ تمہارا حال کہیں غافلوں کا سا نہ ہو جائے۔ دنیا میں جو کچھ گمراہی پھیلی ہے اور انسان کے اخلاق واعمال میں جو فساد بھی رونما ہوا ہے اس کا سبب صرف یہ ہے کہ انسان اس بات کو بھول جاتا ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ اس کا رب ہے اور وہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا بندہ ہے اور دنیا میں اُس کو آزمائش کے لیے بھیجا گیا ہے اور دنیا کی زندگی ختم ہونے کے بعد اسے اپنے رب کو حساب دینا ہوگا۔ پس جو شخص راہ راست پر چلنا اور دنیا کو اُس پر چلانا چاہتا ہو اُس کو سخت اہتمام کرنا چاہیے کہ یہ بھول کہیں خود اُس کو لاحق نہ ہو جائے۔ اسی لیے نماز اور ذکر الٰہی اور دائمی توجہ الی اللہ کی بار بار تاکید کی گئی ہے۔

(تفہیم القرآن، جلد دوم، سورۃ الاعراف، ۱۹۹ تا ۲۰۲ اور ۲۰۴، ۲۰۵)

سید مودودیؒ کی حیات کا جہاں تک میں (مرتب: احمد ابوسعید) نے مطالعہ کیا ہے، دراصل ان کی پوری زندگی قرآن وسیرت طیبہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے مطابق ہے۔ انہوں نے اپنی تحریر وتفہیم پر عمل کر کے قول وفعل میں یکسانیت کا ثبوت پیش کیا ہے۔ یہ تحریر اگرچہ ۱۹۴۴ء کی ہے مگر اس سے قبل اور بعد کی مکمل حیاتِ مودودیؒ اس تحریر کی عکاس ہے۔

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ ---۔ (الاحزاب:۲۱) درحقیقت تم لوگوں کے لیے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں ایک بہترین نمونہ ہے۔

اس کتاب کی تیاری میں ''تفہیم القرآن'' کے ساتھ ساتھ مندرجہ ذیل کتابوں سے خاص طور پر مدد لی گئی ہے یہ

کتابیں اس عظیم شخصیت سے متعلق تفصیلی معلومات حاصل کرنے میں ہر داعی دین کے لیے بہت مفید اور مددگار رہیں۔

(۱) مولانا مودودیؒ سے ملئے۔ سید اسعد گیلانی

(۲) المودودیؒ۔ نعیم صدیقی

(۳) ایک شخص ایک کارواں۔ مجیب الرحمن شامی

(۴) مولانا مودودیؒ: افکار وتاثرات۔ عطاء الرحمن وجدی

(۵) سید مودودیؒ کی زندگی کے چند سبق آموز گمنام گوشے۔ محمد حسین شمیم

(۶) مولانا سید مودودیؒ کی شگفتہ مزاجی۔ عبد المغنی عثمان

(۷) سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ سوانح، افکار وتحریک۔ ابوالآفاق

(۸) مکاتیبِ سید مودودیؒ۔ پروفیسر نور ور جان، پشاور

(۹) گفتار وافکار (سید مودودیؒ) عاصم نعمانی

(۱۰) مولانا مودودیؒ: حالات و دینی خدمات، آخری سفر۔ ڈاکٹر خالد حامدی

(۱۱) روزنامہ ''جسارت'' کراچی کا سید مودودیؒ نمبر۔ ایڈیٹر: محمد صلاح الدین

(۱۲) تذکرہ سید مودودیؒ (جلد اول، دوم، سوم، جملہ دو ہزار سات سو صفحات) ادارہ معارف اسلامی۔ لاہور۔
تدوین وترتیب: پروفیسر سلیم منصور خالد، پروفیسر جمیل احمد رانا

(۱۳) مولانا مودودیؒ اپنی اور دوسروں کی نظر میں۔ محمد یوسف بھٹہ

(۱۴) میں بھی حاضر تھا وہاں۔ خواجہ اقبال احمد ندویؔ

(۱۵) تاریخ جماعت اسلامی۔ ڈاکٹر سید اسعد گیلانیؒ

(۱۶) مولانا مودودیؒ کی ۱۲ ریڈیائی تقریریں۔ مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ

(۱۷) ترجمان القرآن کا انڈکس۔ ڈاکٹر محمد رفیع الدین فاروقی، حیدرآباد، دکن

(۱۸) تحریک اسلامی: ایک تاریخ، ایک داستان۔ پروفیسر خورشید احمد

(۱۹) مولانا مودودیؒ کا آخری سفر۔ انتظار نعیم

(۲۰) ابوالاعلیٰ مودودیؒ علمی وفکری مطالعہ۔ پروفیسر رفیع الدین ہاشمی، پروفیسر سلیم منصور خالد

(۲۱) اقبال، دار الاسلام اور مودودیؒ۔ سید اسعد گیلانی

(۲۲) سفر نامہ ارض القرآن۔ محمد عاصم الحداد (نیا ایڈیشن شاندار رنگین تصاویر کے ساتھ)

(۲۳) سقوط حیدرآباد۔ ڈاکٹر عمر خالدی، ڈاکٹر معین الدین عقیل

(۲۴) جماعت اسلامی: میری یادیں۔ حمایت المقیت صدیقی، حیدرآباد

(۲۵) مولانا مودودیؒ اور جماعت اسلامی: ۱۹۴۱ء تا ۱۹۷۹ء۔ محمد اسحٰق صاحب بھٹی

(۲۶) ایک چشم دید کہانی ''مریم جمیلہ اور سید مودودیؒ کی مراسلت'' محمد یوسف خاں۔ (شوہر مریم جمیلہ)
(۲۷) داستان 1947: دردناک کہانی۔ فاروق ارگلی، دہلی
(۲۸) سید مودودیؒ ایک جامع تعارف۔ عبدالحفیظ رحمانی، ویلور۔ تامل ناڈو
(۲۹) مولانا مودودیؒ کی ادبی خدمات۔ پروفیسر عبدالمغنی
(۳۰) مولانا مودودیؒ کے ساتھ میری رفاقت کی سرگزشت۔ مولوی محمد منظور نعمانی صاحب
(۳۱) تحریک اسلامی کے عالمی اثرات۔ خلیل احمد الحامدی
(۳۲) سید مودودیؒ کا عہد۔ سید نقی علی
(۳۳) مولانا مودودیؒ کی تقاریر۔ ثروت صولت (اول، دوم)
(۳۴) اعترافِ عظمت۔ عتیق الحسن نون
(۳۵) سید مودودیؒ کے تعلیمی نظریات۔ پروفیسر محمد حسین
(۳۶) جامعہ عثمانیہ۔ ڈاکٹر حسن الدین احمد
(۳۷) تحریک اسلامی (اہداف ومسائل اور حل) خرم مراد
(۳۸) حکمتِ مودودیؒ۔ ابوالکلام حجازی
(۳۹) مکتوباتِ مودودیؒ۔ حکیم محمد شریف
(۴۰) مولانا مودودیؒ کے انٹرویوز۔ ابوطارق
(۴۱) مولانا مودودیؒ اور معاصر علماء۔ محمود عالم
(۴۲) مولانا مودودیؒ اور مدینہ یونی ورسٹی۔ خلیل حامدی
(۴۳) مولانا مودودیؒ چند یادیں چند باتیں۔ پروفیسر منظور الحق صدیقی
(۴۴) مولانا مودودیؒ پر اعتراضات کا علمی جائزہ، اول، دوم۔ مولانا مفتی محمد یوسف صاحب دیوبندی۔ پاکستانی، شاگرد خاص مفتی کفایت اللہ صاحب (صفحات ۸۸۰) 1996ء
(۴۵) علامہ ابوالاعلیٰ مودودیؒ۔ ڈاکٹر ابوذر راصلاحیؔ، یوپی
(۴۶) مولانا مودودیؒ کے حوالے سے علماء کرام کی خدمت میں۔ شفیق الرحمان عباسی
(۴۷) سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ: بحیثیت نثر نگار۔ ڈاکٹر محمد جاوید اصغر
(۴۸) مولانا عبدالسلام نیازی۔ راشد اشرف۔ اشاعت اول 2014، کراچی
(۴۹) تاریخ جماعت اسلامی۔ ڈاکٹر آبادشاہ پوری
(۵۰) تاریخ جماعت اسلامی، حصہ دوم، آبادشاہ پوری
(۵۱) سقوط حیدرآباد۔ خلیل اللہ حسینیؒ۔ حیدرآباد، بانی کل ہند مجلس تعمیر ملت۔ اشاعت اول 1998ء
(۵۲) میری تحریکی یادداشتیں۔ چودھری محمد اسلم، اشاعت اول اگست 2010ء

(۵۳) مولانا مودودیؒ اور تصوف۔ عاصم نعمانی

(۵۴) اقوالِ مودودیؒ۔ سعد بن اسعد

(۵۵) مشاہدات۔ (مولانا مودودیؒ، جماعت اسلامی اور پاکستان) میاں طفیل محمد، ترتیب وتدوین: پروفیسر سلیم منصور خالد

(۵۶) ماہنامہ ترجمان القرآن۔ اشاعت خاص، بہ سلسلۂ صد سالہ ''یوم ولادت مولانا مودودیؒ (1903ء تا 2003ء)'' جلد اول اکتوبر 2003ء جلد دوم مئی 2004ء جملہ صفحات 894۔ ترتیب وپیشکش، پروفیسر خورشید احمد۔ پروفیسر سلیم منصور خالد

(۵۷) خطوط مودودیؒ جلد اول، جلد دوم۔ پروفیسر رفیع الدین ہاشمی، پروفیسر سلیم منصور خالد

(۵۸) سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ کی عصری مجالس، جلد اول تا جلد سوم۔ حفیظ الرحمان احسن، لاہور

(۵۹) تحریک اسلامی۔ ایک تاریخ، ایک داستان۔ انتخاب وترتیب: پروفیسر خورشید احمد

(۶۰) سفر عرب اور حج بیت اللہ۔ محمد عاصم الحداد۔ مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی کا سفرنامہ۔ ترتیب جدید: پروفیسر سلیم منصور خالد

(۶۱) مولانا مودودی کی رفاقت میں۔ خواجہ اقبال احمد ندوی، ترتیب جدید: سلیم منصور خالد

(۶۲) مولانا مودودی کے خطوط۔ سید امین الحسن رضوی۔ ایڈیٹر ریڈینس، دہلی

(۶۳) مولانا مودودیؒ۔ چند یادیں، چند آثار۔ پروفیسر منظور الحق صدیقی

(۶۴) اسلامی انسائیکلو پیڈیا۔ حصہ اول ودوم۔ سید قاسم محمود، پاکستان

(۶۵) پرانے چراغ حصہ اول، دوم۔ مولانا ابوالحسن علی میاں ندویؒ

(۶۶) پاکستان گولڈ کوئز۔ ہارون الرشید تبسم

(۶۷) روداد جماعت اسلامی ہند، اول تا پنجم۔ شعبۂ تنظیم جماعت اسلامی ہند

(۶۸) مرکزی مجلس شوریٰ جماعت اسلامی ہند، قراردادیں جولائی 1961ء تا 1997ء

(۶۹) ہندوستان کے اہم مدارس۔ محمد قاسم اسحاق، دہلی

(۷۰) سفرنامہ ارض القرآن۔ محمد عاصم الحداد۔ ترتیب جدید رنگین۔ الفیصل ناشر۔ لاہور۔ پہلا سفر 1956ء صرف حج عمرہ۔ دوسرا سفر۔ مقاماتِ ''ارض القرآن'' نومبر۔1959ء تا جنوری 1960ء

(۷۱) ترجمۂ قرآن مجید۔ مع مختصر حواشی۔ سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ

[ترجمان القرآن الکریم، آیت بہ آیت تفہیم ترجمانی مع لغات القرآن ومختصر حواشی۔ ترتیب وتدوین جدید: احمد ابوسعید]

(۷۲) تفہیم القرآن: جلد اول تا جلد ششم۔ سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ

(۷۳) المعجم المفهرس لالفاظ القرآن الكريم۔ محمد فواد عبد الباقی

(۷۴) یادوں کے خطوط۔ محمد یونس صاحبؒ حیدرآباد

(۷۵) انجمن: حصہ اول، دوم، حسن الدین احمد (آئی اے ایس IAS) حیدرآباد۔ 2011ء

(۷۶) برہان قاطع۔ مولانا عامر عثمانی، فاضل دیوبند، مدیر ''تجلی'' دیوبند

(۷۷) مولانا مودودیؒ۔ شفیق الرحمان عباسی، راولپنڈی

(۷۸) آزادئ ہند میں مسلمانوں کا حصّہ۔ سیدابوالاعلیٰ مودودیؒ

(۷۹) سیدابوالاعلیٰ مودودیؒ کے بین الاقوامی اسفار۔ پروفیسر نورور جان پشاور وغیرہ وغیرہ

یہ سب وہ کتابیں ہیں، جو مڈل ایسٹ میں ملازمت سے واپسی کے بعد گزشتہ (1980ء تا 2017ء) ۳۵ سالہ تجارتی دَور میں، مَیں اپنی ذاتی لائبریری کے لیے فراہم کر سکا۔ بفضلِ ربی اس وقت میری ذاتی لائبریری میں کم و پیش آٹھ ہزار پانچ سو (8500) چھوٹی بڑی کتابیں قرآنیات، اسلامیات، وادبیات وغیرہ پر مشتمل موجود ہیں۔ الحمد للہ علیٰ ذلك

''تفہیم القرآن'' کا معاملہ میرے ساتھ زیرِ نظر کتاب کی اشاعت کے دوران میں ''اُم الکتاب'' کا رہا ہے۔ ایک چھوٹا بچہ جس طرح اپنے ہر مسئلے اور ہر مشکل مرحلے میں حل کے لیے اپنی ماں کی طرف رجوع کرتا ہے، وہی میرا حال ''تفہیم القرآن'' کی قرأت وسماعت سے ہے۔ پھر جماعت اسلامی پاکستان کے ادارۂ سمع وبصر نے پروفیسر مسلم سجاد کی سرپرستی میں ''تفہیم القرآن'' کی چھ (6) جلدوں کو چھ (6) آڈیو سی ڈیز (Audio.CDS Mp3) کی شکل میں نہایت موثر انداز میں ریکارڈ کر کے سارے عالم میں عام کر دیا ہے۔ اب چھ جلدوں کی تفسیر Cell phone کی میموری کارڈ اور Pen Drive کی شکل میں بہ آسانی دستیاب ہے، اس میں تلاوت قرآن مجید فضیلۃ الشیخ علی عبدالرحمان الحذیفی (امام وخطیب مسجد نبوی و پروفیسر جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ) کی دلکش آواز میں ہے اور ترجمانی ''تفہیم القرآن'' پروفیسر عظیم سرور (کراچی) اور تفہیم القرآن کی تشریحات کا بیشتر حصہ پروفیسر سید سفیر حسنؒ سبزواری صاحب کا ہے۔ ان کے انتقال کے بعد 15% سے 20% حصہ پروفیسر اشفاق حسین صاحب اور پروفیسر عبدالقدیر سلیم صاحب کی موثر آواز میں ہے، جیب کے Cell اور دوران سفر کار میں، یا بیڈروم میں سرہانہ میں موجود آڈیو ریکارڈ پلیر کی مدد سے ''تفہیم القرآن'' کی سماعت وقرأت آج کل میرا معمولِ حیات ہے۔ ''تفہیم القرآن'' کی تشریحات میں مولانا سیدابوالاعلیٰ مودودیؒ کی زندگی کے تمام پہلو چلتی پھرتی تصاویر کی شکل میں مجھے نظر آتی ہیں اور ہر مخلص قاری کو ان شاءاللہ نظر آئیں گی۔

مولانا مودودیؒ کی حیات وخدمات ایک وسیع وعریض سمندر کے مماثل ہے۔ لہٰذا میرا یہ احساس ہے کہ میری یہ کتاب سیدی ابوالاعلیٰ مودودیؒ کے خدمات کے ایک جز کا احاطہ بھی بڑی مشکل ہی سے کر سکتی ہے۔

میرا یہ مختصر کام حرف آخر میں ہے۔ اس پر مزید کام مجھ سے زیادہ باصلاحیت لوگ مزید احسن طریقہ سے انجام دینا چاہیں تو تادم زیست میرا ہر ممکن تعاون اُن کے لیے حاضر ہے۔

اس کتاب کی اشاعت میں میرے پیش نظر کوئی مالی منفعت نہیں ہے۔ صرف میرے اور محسن قوم وملت مولانا مودودیؒ سے محبت رکھنے والوں کی خوشی اور ''شہادتِ حق'' کا فریضہ ادا کرنے والوں کی دعا مطلوب ہے، اگر مل جائے تو یہ

میری خوش نصیبی ہے۔ سرور کائنات خاتم الانبیاء محمد رسول اللہ ﷺ کے فرمان "خیر الناس من ینفع الناس" کی اقتداء میں مولانا مودودیؒ کی شخصیت کو اپنی حیثیت وصلاحیت کے مطابق مسلمانوں اور عوام الناس میں حتی المقدور متعارف کروانا میرا مقصد رہا ہے۔ قارئین کرام ان شاء اللہ اس سے ضرور مستفید ہوں گے، مگر ایک بات وثوق سے کہہ سکتا ہوں کہ خود مجھ مرتب کو اس کتاب کی ترتیب سے عظیم اور سب سے زیادہ فائدہ ہوا۔

اس سعی میں جو کمی، کمزوری، نقص اور جو خلا ہے وہ میری کم علمی وکم فہمی کی غماز ہے، میری سعی میں موجود نقص کی نشاندہی اور تعمیری تجویز وترمیم کی۔ اگر عمر اور صحت نے ساتھ دیا تو ان شاء اللہ آئندہ اشاعت میں اصلاح کرلی جائے گی۔ مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ سے میری محبت وعقیدت کی وجہ ان کی عزیمت سے لبریز سیرت کا نمایاں پہلو محمد رسول اللہ رحمۃ للعالمین ﷺ سے سچی محبت واتباع میں ایثار وقربانی اور اللہ کی خوشنودی کے حصول کی سعی میں مقصدِ اقامتِ دین کی مشکل ترین راہ مستقیم کا انتخاب ہے۔

مولانا سیدی ابوالاعلیٰ مودودیؒ کا مجھ پر خصوصی احسان ہے اور وہ یہ ہے کہ ان کی تحریروں نے اللہ کے فضل وکرم سے مجھے حقیقی مسلمان بنایا، بامقصد زندگی گزارنے کا شعور دیا، پڑھنا، لکھنا سکھایا، غنا اور خودداری کے ساتھ جینا سکھایا، معاشرہ کو سمجھ کر لوگوں سے ان کے مراتب کے لحاظ سے روابط قائم کرنے اور ان کو قائم ودائم رکھنے کا ڈھنگ سکھایا۔ بڑوں کا ادب چھوٹوں سے پیار، دوستوں اور رشتہ داروں کے حقوق ادا کرنے کی اہمیت بتائی، مخالفین اور حاسدین سے الجھنے سے حتی المقدور بچایا۔ وقت، صحت، عزت اور دولت کی قدر کرنا سکھایا۔ ملازمت اور تجارت، فروخت وخرید میں دیانت اور امانت، لین دین کے کامیاب اصول بتائے۔ تعلق باللہ، تعلق بالرسالۃ تعلق بالقرآن اور انفرادی واجتماعی زندگی میں متعلقہ حالات کے مطابق تعلقات کی اہمیت وضرورت کی وضاحت فرمائی۔

میرے تعلق سے کچھ مزید معلومات میری ذات سے دلچسپی رکھنے والے قارئین کے لیے اس کتاب میں ایک نشان راہ کی طرح ہیں۔

بچپن میں دوران قیام سنگاریڈی میں ایک صباحی مدرسہ "اردو مدرسہ اسلامیہ" میں قرآن مجید کے ساتھ اردو وعربی کی تعلیم حاصل کی، اس مدرسہ میں کوئی فیس نہیں لی جاتی تھی، محترمہ نصیرہ آپا صاحبہؒ اور محترمہ عظیمہ حافظ خلیل صاحبہؒ نے ۸، ۹ سال کی عمر میں قرآن پڑھنا سکھایا اور مولانا مودودیؒ سے بچپن میں ہی متعارف کرایا، میرے محسنین میں ان کا بھی شمار ہوتا ہے۔ اللہ ان کی مغفرت فرمائے اور میرے ہر خیر کے کام میں، مولانا سیدی مودودیؒ، میرے والدین اور ان اساتذہ کو بھی اجر عطا فرمائے۔

اس صباحی مدرسہ میں سلسلۂ تعلیم تقریباً چار، پانچ سال تک رہا اس کے ساتھ ساتھ عصری سرکاری اسکول میں بھی تعلیم جاری رہی۔ بارہویں کلاس ملٹی پرپز (Inter mediate) کے بعد عثمانیہ یونیورسٹی حیدرآباد سے گریجویشن بی ایس سی (B.Sc.)

کے بعد سرکاری ملازمت بحیثیت گورنمنٹ ہائی اسکول ٹیچر مکمل ایک سال تک کرنے کے بعد 1970 سے 1980ء مڈل ایسٹ گیا، مکہ مکرمہ میں ایک سال ملازمت کی پھر دبئی میں ڈھائی سال اور ابوظبی میں جاپان آئیل کمپنی ADOC LTD. (Japan) میں ۶ سال ملازمت کی جس کا تذکرہ اس کتاب کے متعلقہ صفحات میں بھی موجود ہے۔ الحمدللہ

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے مجھے دو بیٹے اور ایک بیٹی عطا فرمایا ہے ، میرے بڑے بیٹے ابوالاعلیٰ ثاقب کی عمر ۴۴ سال ہے، ان کو ایک بیٹی اور دو بیٹے ہیں ۔ میرے چھوٹے بیٹے ابوالاعلیٰ کاشف ہیں، ان کی عمر ۴۳ سال ہے، ان کو ایک بیٹا اور ایک بیٹی ہے۔ میری بیٹی تسنیم فاطمہ کی عمر ۴۰ سال ہے، ان کو ایک بیٹا اور ایک بیٹی ہے۔ وہ اپنے شوہر محمد ظہیر احمد انجینئر کے ساتھ شارجہ میں رہتی ہیں۔ میرے دونوں بیٹے میرے ساتھ میرے گھر میں رہتے ہیں۔ بڑے بیٹے نے عثمانیہ یونیورسٹی سے بی۔ کام کے بعد ایم۔ بی۔ اے کیا ہے، اور انہوں نے اب میرے بزنس کو بتدریج مکمل سنبھال لیا ہے اور کبھی کبھار مشوروں کے سوا مجھے کاروباری مصروفیات سے فارغ کر دیا ہے۔ میری اس کتاب کی تیاری کے دوران میں کاروباری فراغت میں وی عبدالجبار صاحب اینڈ سنس کا بہت بڑا حصہ ہے۔ اس لیے مولانا مودودیؒ، میرے والدین اور اساتذہ کے ساتھ میرے دونوں بیٹے اور دونوں بہویں اور میری بیٹی اور میرے تمام متعلقین بھی میری دعاؤں اور اجر کے مستحق ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان سب کو اجر عطا فرمائے۔ آمین

۲۷ رجب ۱۴۳۰ھ مطابق ۲۰ جولائی ۲۰۰۹ء صبح ۷ بجے میری شریک حیات شاہین ناز کی وفات ہوئی اور رات میں (جو حُسنِ اتفاق سے شبِ معراج تھی) تدفین عمل میں آئی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ۔ اللہ مرحومہ کی مغفرت فرمائے، بڑی خوبیوں کی مالک خاتون تھیں۔ ان کی وفات کے بعد ان کی رفاقت کی محرومی نے مجھے بُری طرح متاثر کیا، مَیں اپنے آپ کو سنبھال نہیں پا رہا تھا، اِس لیے چند دنوں بعد ہی اپنے چھوٹے بیٹے ابوالاعلیٰ کاشف کے ساتھ عمرہ اور سکونِ قلب کے لیے حرمین شریفین گیا۔ عمرے کے بعد بڑی مشکل سے دوبارہ اپنے کاروبار اور علمی مصروفیات میں اللہ تعالیٰ کی خاص مہربانی اور عنایت کی بدولت مشغول ہو سکا۔ میری علمی مصروفیات ''تفہیم القرآن'' اور مولانا مودودیؒ کی سوانح تک محدود ہیں۔ مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ کی فکر اور تحریر کو عوام الناس تک پہنچانا میرا مشن ومقصدِ حیات ہے۔

یہ اپنی ذاتی داستان حیاتِ فانی قارئین کے لیے بہت ممکن ہے کہ بڑی حد تک غیر ضروری ہو، مگر میری اس مختصر فیملی کے ہر ہر فرد کا میرے ساتھ ہر ہر مرحلے پر احترام کے ساتھ احسن سلوک اور میری خدمت، میری ذہنی یکسوئی کا باعث ہے۔ اس لیے میری مختصر فیملی کا ہر فرد میری حقیر علمی خدمات میں میرا شریک ہے۔ میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا شکر بجالاتا ہوں کہ یہ سب مولانا مودودیؒ کے لٹریچر اور ''تفہیم القرآن'' کے باقاعدہ قاری ہیں۔ الحمدللہ۔

مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ جہاں بیسویں صدی کے قائد اعلیٰ ہیں ، وہیں میرے معلم اعلیٰ بھی ہیں۔ مولانا مودودیؒ کی قرآنی خدمات کے جمع وترتیب کی حقیر سعی ذیل میں درج ہے۔

اللہ کا شکر و احسان ہے کہ میری ان حقیر کاوشوں کو پروفیسر خورشید احمد صاحب اور پروفیسر انیس احمد صاحب اور پروفیسر مسلم سجاد صاحب (پاکستان) نے بہت پسند کیا ہے اور انھوں نے لندن اور پاکستان سے فون کر کے میری خدمات کو سراہا ہے۔ ہر ایک نے مجھ سے چند مزید نسخے اپنے لندن اور پاکستان کے احباب کے لیے منگوائے اور مَیں نے بذریعہ ڈاک انھیں بھجوا دیا ہے۔ ان تمام کتابوں کی اشاعت کی انھوں نے اجازت مانگی ہے اور میں نے بغیر کسی مالی مطالبہ کے اس کی اجازت دے دی ہے۔ متعلقہ کتابوں کی سافٹ کاپی کی C.D's مزید نظر ثانی کے بعد ارسال کی جائے گی۔ ان شاء اللہ

۱۔ ذٰلِكَ الْكِتٰبُ۔ مکمل قرآن مجید کی مختصر ترجمانی و تفہیم رکوع بہ رکوع۔ پہلی اشاعت 1992ء اور چھٹی اشاعت 2012ء سے اس کتاب سے نمازِ تراویح کے بعد مُلک کے کئی مقامات کے اکثر مساجد میں باقاعدہ استفادہ کیا جا رہا ہے۔ اور E.T.V اردو پر سحر سے قبل پروگرام ''انوارِ سحر'' میں مَیں نے خود اپنی آواز میں ریکارڈ کروایا ہے، جو دو سال نشر ہوا ہے۔

۲۔ ترجمان القرآن الکریم ــــــ ترجمۂ قرآن مجید مع مختصر حواشی کی آیت بہ آیت تقسیم مع لغات القرآن و مختصر حواشی ۔ اشاعت اول 2010ء اور اشاعت چہارم 2014ء ۔ سری نگر، کشمیر (جس پر عالمی ترجمان القرآن، لاہور ماہ اکتوبر ۲۰۱۵ء میں تبصرہ بھی شائع ہو چکا ہے۔) اشاعت پنجم 5 رفروری 2017 حیدرآباد سے عمل میں آئی۔

۳۔ ترجمان القرآن الکریم و تفہیم القرآن العظیم ـــــ مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ کی تحریری ہدایت کے مطابق۔

تیسواں پارہ ''عم'' مع سورۃ الفاتحۃ۔ آیت بہ آیت ترجمہ مع لغات القرآن مختصر و مفصل حواشی مع حوالہ جات تفہیم القرآن جلد اول تا جلد ششم، اشاعتِ اول 2012ء صفحات (۷۰۴) اشاعت دوم مارچ 2014ء صفحات (۷۲۰) جماعت اسلامی سری نگر کشمیر۔

۴۔ ترجمان القرآن الکریم و تفہیم القرآن العظیم ـــــ مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ کی تحریری ہدایت کے مطابق۔

انتیسواں پارہ تبارك الذی۔ آیت بہ آیت ترجمہ مع لغات القرآن و مختصر و مفصل حواشی مع حوالہ جات تفہیم القرآن جلد اول تا جلد ششم اشاعت اول جولائی 2014ء صفحات (۵۸۴)

۵۔ ترجمان القرآن الکریم و تفہیم القرآن العظیم ـــــ مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ کی تحریری ہدایت کے مطابق۔

اٹھائیسواں پارہ مع سورۃ محمد اور سورۃ الحدید (گیارہ مدنی سورتوں کا گلدستہ) آیت بہ آیت ترجمہ مع لغات القرآن و مختصر و مفصل حواشی مع حوالہ جات تفہیم القرآن جلد اول تا جلد ششم اشاعت اول اکتوبر 2014ء، صفحات (۶۶۸)

۶۔ مقصدِ تخلیق انسان اور موجبات فلاح وموجبات خسران ۔قرآن حکیم کی روشنی میں ۔
ماخوذ از تفہیم القرآن، اشاعت اول اپریل 2013ء (صفحات ۴۵۰)

۷۔ بیسویں صدی کے قائد اعلیٰ ۔مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ ۔ حیات وخدمات ماہ وسال کے آئینے میں، اشاعت اول فروری 1998ء صفحات (۱۲۰) اشاعت سوم 2009ء۔صفحات (۱۸۰)

۸۔ ترجمان القرآن الکریم، (سہ پارہ) ۲۸، ۲۹ اور ۳۰واں پارہ آیت بہ آیت تفہیم مع لغات القرآن ومختصر حواشی

۹۔ ترجمان القرآن الکریم، (پنج پارہ) ۲۳، ۲۴، ۲۵، ۲۶ اور ۲۷واں پارہ //

۱۰۔ ترجمان القرآن الکریم، (پنج سورہ) سورۃ الفاتحہ تا سورۃ المائدۃ) //

۱۱۔ عصر حاضر کے امام العالَم و قائد اعلیٰ سیّد ابوالاعلیٰ مودودی رحمۃ اللہ علیہ : حیات و خدمات، ماہ و سال کے آئینہ میں (جلد اول) اشاعت اول نومبر 2015ء، صفحات (250) مع منتخب تصاویر

۱۲۔ عصر حاضر کے قائد اعلیٰ مولانا سیّد ابوالاعلیٰ مودودی رحمۃ اللہ علیہ: حیات و خدمات، ماہ و سال کے آئینہ میں (جلد اول و دوّم) مکمل سوانح حیات، جملہ صفحات کم وبیش 700، مع منتخب تصاویر (جو آج آپ کے ہاتھوں میں ہے)

اس کتاب کی تیاری میں تھکا دینے والے اور بار بار ترمیم وتصحیح وتوضیح کے ساتھ حذف واضافہ کے کام میں اردو کمپوزنگ کی ذمہ داری ارشاد سہیل عمریؔ نے بڑے صبر وسکون سے نبھائی ہے۔ان کی محنت کا معقول معاوضہ ادا کر دینے کے باوجود میں ان کا مشکور ہوں کہ انھوں نے میرے ساتھ میری مرضی کے مطابق کمپوزنگ کی ذمہ داری میرے مزاج کے مطابق اگر چہ کہ پوری طرح نہیں ہے، ہاں البتہ بڑی حد تک احسن طریقہ سے نبھانے کی کوشش کی گئی ہے۔

پروف ریڈنگ کے کام میں حافظ عبداللطیف اثریؔ، مئوناتھ بھنجن، اعظم گڑھ، یوپی اشاعت اول کے بعد نظر ثانی اور پروف ریڈنگ اور مفید مشوروں کا ممنون ومشکور ہوں۔ میں برادر محترم مولانا حافظ رفیق احمد صاحب حیدر آباد (شریعہ اسکالر،کنسلٹنٹ اسلامی بینکنگ و فینانس) کا بھی ممنون ومشکور ہوں کہ انہوں نے، حیدر آبادی شخصیات و واقعات کے متعلق وضاحتی اضافہ کی نشاندہی فرمائی۔ اللہ تعالیٰ ان تمام احباب کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

پروفیسر سلیم منصور خالد صاحب نے مولانا مودودیؒ کی سوانح حیات، اور افکار ونظریات پر بہت عمیق اور ماہرانہ انداز سے مختلف زاویوں سے کام کیا ہے، پروف ریڈینگ کی میری درخواست منظور کرلی اور پاکستان سے متعلق مولانا مودودیؒ کی میری بعض معلومات کی تفصیلات کی وضاحت فرمائی اوران صفحات کی دوبارہ کمپوزنگ کی اطلاع بھی دی مگر

ان کی مصروفیات اور ''عالمی ترجمان القرآن'' کی ادارت کی ذمہ داریوں کی وجہ سے اب تک میری کتاب کی فائنل کاپی نہیں آسکی ہے۔ اجتماع ارکان کل ہند، جماعت اسلامی ہند، حیدرآباد ۱۱ / ۱۲ / اور ۱۳ ڈسمبر ۲۰۱۵ میں، مَیں نے بہت غور وفکر کے بعد فیصلہ کرلیا کہ مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ کی سوانح حیات، دارالاسلام تک کی ''حیات وخدمات'' کے حصہ کو جلد اول کی شکل میں شائع کردوں اور قارئین اور ماہرین کے مزید مشوروں کو بعد کی اشاعت میں شامل کرلوں، اس کے فیصلہ پر عمل کرتے ہوئے کتاب شائع کردی گئی۔ یقینا ہے کہ حتی الوسع کوشش کے بعد اس میں متوقع معیار کو قائم رکھنے میں مجھے جو بھی کامیابی نصیب ہوگی اس میں میرے رب رحیم وکریم ہی کی مہربانی وکرم فرمائی کا حصہ ہے۔

میری نااہلی، کم علمی، صحت کی کمزوری اور دیگر مصروفیات کی بنا پر چار (۴) سال کی تاخیر سے یہ جلد اول و دوم ملا کر ایک ہی جلد میں شائع کررہا ہوں۔ متعلقہ موجود ومیسر اور منتخبہ فوٹوز کے مشکل مراحل سے گزرتے ہوئے اس اشاعت کے کام کرنے میں تکلیف دہ تاخیر کے باوجود ہر حال میں اللہ رب العزت کے آگے سجدۂ شکر بجالاتا ہوں۔

اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ ؕ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ ۚ وَعَلَيْهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُوْنَ ﴿۶۷﴾ (یوسف)

اللہ تعالیٰ میری سعی کو قبول فرمائے، اس کے تیاری میں مددگار کتابوں کے مصنفین ومرتبین میں سے ہر ایک کو اس کے حصہ کا اجر عطا فرمائے۔

میرے سفر لندن اور محترم پروفیسر خورشید احمد صاحب سے ملاقات اور مقدمہ لکھنے میں ایک سال کی تاخیر اور دیگر صحت کی خرابی اور میری مصروفیات ومجبوریات کے باوجود اب یہ کتاب آپ کے ہاتھوں میں محض رب کائنات اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی مہربانی وکرم فرمائی اور فضل عظیم کا بین ثبوت ہے۔ یہ بھی عجیب اتفاق وفضل ربی ہے کہ جس طرح مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ کی پیدائش ووفات ستمبر ہے، اس کتاب کا آغاز واختتام بھی ستمبر اور میرے دونوں بیٹوں کی پیدائش کا مہینہ بھی ستمبر ہی ہے۔ الحمد للہ

مَا عِنْدَكُمْ يَنْفَدُ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ بَاقٍ وَّلَنَجْزِيَنَّ الَّذِيْنَ صَبَرُوْٓا اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ (النحل: ۹۶)
رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ، رَبَّنَا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَ كَفِّرْ عَنَّا سَيِّاٰتِنَا وَتَوَفَّنَا مَعَ الْاَبْرَارِ، رَبِّ اشْرَحْ لِيْ صَدْرِيْ، وَيَسِّرْ لِيْٓ اَمْرِيْ وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِّنْ لِّسَانِيْ، يَفْقَهُوْا قَوْلِيْ. فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اَنْتَ وَلِيّٖ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ تَوَفَّنِيْ مُسْلِمًا وَّاَلْحِقْنِيْ بِالصّٰلِحِيْنَ. سُبْحَانَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ، وَسَلٰمٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ، وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ۔ (آمین) یارب العالمین۔

خاکسار
احمد ابوسعید
Cell: 09949035356

یوسف گوڑہ، طاہر ولا، حیدرآباد، انڈیا
یکم محرم ۱۴۴۱ھ مطابق یکم ستمبر 2019ء

مقدمہ

پروفیسر خورشید احمد
(چیف ایڈیٹر ماہنامہ ''عالمی ترجمان القرآن''، لاہور)

تجدید واحیاے دین، اسلامی تاریخ کی ایک روشن روایت اور عقیدۂ ختم نبوت، دین کے مکمل ہونے کا فطری تقاضا ہے۔ ہر دور میں اللہ تعالیٰ نے اپنے کچھ برگزیدہ بندوں کو اس توفیق سے نوازا کہ وہ دین کی اصل دعوت اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفاے راشدینؓ کے نمونے کی روشنی میں، اپنے دور کے حالات کا جائزہ لیں اور اللہ کے اصل پیغام کو اپنے حالات کے پس منظر میں بلاکم وکاست پیش کریں۔ دورِ حاضر میں جن عظیم ہستیوں کو یہ سعادت حاصل ہوئی، ان میں مولانا سیّد ابوالاعلیٰ مودودی (۱۹۰۳ء-۱۹۷۹ء) کا نام سرفہرست ہے۔

ویسے تو مسلم تاریخ کے ہر دور میں نشیب وفراز نظر آتا ہے، لیکن ۱۹ویں صدی عیسوی اس اعتبار سے منفرد ہے کہ ساڑھے چودہ سو سال کی تاریخ میں پہلی بار مسلمان ایک عالمی قوت کی شناخت اور حیثیت سے محروم ہوئے۔ اس طرح چار کمزور ممالک اور نام نہاد حکومتوں کو چھوڑ کر پورا عالمِ اسلام مغرب کی توسیع پسندانہ اور سامراجی قوتوں کے زیر تسلط آ گیا۔ یہ دور بیس (۲۰)ویں صدی کے وسط تک جاری رہا۔ یہ دور ہماری تاریخ کا تاریک ترین دور تھا۔ یہ دور فکری ونظریاتی اور اخلاقی انحطاط کے ساتھ ساتھ معاشی، سیاسی اور تہذیبی محکومی کا دور بھی رہا ہے۔

تجدید واحیائے دین کی خدمت انجام دینے والی عظیم شخصیات، جن میں: جمال الدین افغانی، مفتی محمد عبدہٗ، ابوالکلام آزاد، سیّد رشید رضا، حسن البنا، علّامہ اقبال، سعید نورسی، مولانا سیّد ابوالاعلیٰ مودودی اور مالک بن نبی نمایاں ترین رجال ہیں۔ ان سب کی سوچ اور بہت سے معاملات میں اختلاف کے باوجود رُخ ایک ہی سمت میں رہا، اور وہ یہ کہ: اللہ کے دین کو اس کی اصل شکل میں پیش کرنا اور مسلمانوں کو اس دین کے مطابق اپنی اور انسانی زندگی کی تشکیل نو اور تعمیر نو کی دعوت دینا۔ اللہ تعالیٰ ان سب محسنوں پر اپنی رحمت کی بارش فرمائے، اور ان کے رفقاے کار کی کاوشوں کو قبولیت اور فروغ عطا فرمائے۔ یہی ہیں وہ رہنما جن کی مساعیِ جمیلہ کے نتیجے میں، اللہ تعالیٰ کے فضلِ خاص سے تاریخ نے کروٹ لی اور محکومی کی تاریک اور طویل رات آج ختم ہو رہی ہے۔ اسلام ایک دعوت اور انقلابی قوت اور پیغام کی حیثیت سے ایک بار پھر اپنا کردار ادا کرنے کی طرف رواں دواں ہے۔

○

مولانا سیّد ابوالاعلیٰ مودودی ۱۹۰۳ء میں پیدا ہوئے۔ ۱۹۲۰ء سے انھوں نے صحافت اور علم وادب کے میدان میں گراں قدر خدمات کا آغاز کیا۔ ۲۴ برس کی عمر میں انھوں نے ''الجہاد فی الاسلام'' جیسی معرکہ آرا کتاب لکھی جو ۱۹۳۰ء میں، برعظیم میں تعلیم، تحقیق اور اشاعت کے بڑے باوقار ادارے دارالمصنّفین، اعظم گڑھ نے شائع کی۔ اس کتاب کے لیے تحقیق وجستجو مولانا مودودی کے فکری ارتقا میں ایک سنگِ میل کا درجہ رکھتا ہے۔ پھر یہی ہے وہ موڑ (turning point) جہاں سے انھوں نے پیغامِ دین کے لیے ایک عزم وہمت کا عہد کیا اور عملی قدم اُٹھایا۔ ۱۹۳۲ء سے ماہ نامہ ترجمان القرآن، حیدرآباد دکن کے ذریعے فکر اور دعوت کے نئے چراغ روشن کرتے رہے۔ ۱۹۳۸ء میں ادارہ دارالاسلام قائم کیا۔ ۲۶/اگست ۱۹۴۱ء کو جماعت اسلامی قائم کی اور اس کے امیر منتخب ہوئے۔ فروری ۱۹۴۲ء میں ''تفہیم القرآن'' کی تحریر واشاعت کا آغاز کیا۔ ستمبر ۱۹۷۹ء سے اپنی وفات تک فکر ورہنمائی کے ہر میدان میں اور تجدید واحیائے دین اسلام کے بارے میں گراں قدر خدمات انجام دیتے رہے۔ مولانا مودودی کی زندگی اور ان کی فکر میں سب سے نمایاں چیز ان کا اللہ تعالیٰ سے تعلق اور قرآنِ کریم کو زندگی کے ہر ہر پہلو کے لیے اپنا رہنما بنانا ہے۔

الحمدللہ، میرا تیس (۳۰) برس تک مولانا مودودی سے ایسا تعلق رہا ہے کہ جس میں وہ میرے استاد، قائد، محسن اور مربی کی حیثیت سے قدم قدم پر رہنمائی سے نوازتے رہے ہیں۔ اس مناسبت سے گواہی دیتا ہوں کہ مَیں نے جس چیز کو مولانا کی زندگی میں فکر وعمل کا سرچشمہ اور روشنی وہدایت کا منبع پایا ہے، وہ قرآن پاک ہے۔ اسی بنا پر مولانا کی زندگی کی اہم ترین متاع جن چیزوں کو قرار دیا جاسکتا ہے، ان میں سب سے پہلی متاع قرآنِ کریم ہے۔ پھر قرآنِ کریم ہی کی روشنی میں دینِ حق کا تصور اور اس کی جامعیت اور تیسری چیز ان دونوں کا تقاضائے دعوت، اصلاح اور اقامتِ دین کی منظم جدوجہد۔ یہی وہ تین میدان ہیں، جن میں مولانا مودودی نے تاریخ ساز کردار (contribution) ادا کیا ہے۔

قرآنِ پاک سے مولانا کے تعلق کو سمجھنے کے لیے تین چیزیں میری نگاہ میں بڑی اہم اور چشم کشا ہیں۔

۱۹۴۰ء میں عمران ندوی صاحب نے پورے غیر منقسم ہندستان کے اکابر علما، دانش وروں اور رہنماؤں سے دریافت کیا کہ آپ کی پسندیدہ اور محسن کتاب کون سی ہے؟ .... افراد نے اپنی اپنی پسندیدہ کتاب کے بارے میں بتایا، لیکن ان میں واحد مولانا مودودی تھے جنھوں نے سب سے مختصر جواب دیا اور جو سب کتب اور تمام مضامین پر حاوی تھا اور وہ جواب مولانا مودودی کی شخصیت اور پوری زندگی کا غماز ہے۔ انھوں نے لکھا:

مَیں قدیم وجدید فلسفۂ سائنس، معاشیات، سیاسیات وغیرہ پر اچھی خاصی ایک لائبریری دماغ میں اُتار چکا ہوں، مگر جب آنکھیں کھول کر قرآن کو پڑھا تو بخدا یوں محسوس ہوا کہ جو کچھ پڑھا تھا، سب ہیچ تھا، علم کی جڑ اب ہاتھ آئی ہے۔ کانٹ ہیگل، نٹشے، مارکس اور دنیا کے تمام بڑے بڑے مفکرین اب مجھے بونے (بچے) نظر آتے ہیں، بے چاروں پر ترس آتا ہے کہ ساری ساری عمر، جن گتھیوں کو سلجھانے میں اُلجھتے رہے، جن مسائل پر بڑی بڑی کتابیں تصنیف کر ڈالیں، پھر بھی حل نہ کرسکے۔ ان کو اِس کتاب نے ایک ایک دو دو فقروں میں حل کر کے رکھ دیا ہے۔ اگر یہ غریب اس کتاب سے ناواقف نہ ہوتے تو کیوں اپنی عمریں اس طرح ضائع کرتے۔ میری اصلی محسن بس یہی ایک کتاب ہے۔ اس نے مجھے بدل کر رکھ دیا

ہے، حیوان سے انسان بنا دیا ہے، تاریکیوں سے نکال کر روشنی میں لے آئی۔ ایسا چراغ میرے ہاتھ میں دے دیا کہ زندگی کے جس معاملے کی طرف نظر ڈالتا ہوں، حقیقت اس طرح برملا مجھے دکھائی دیتی ہے کہ گویا اس پر کوئی پردہ ہی نہیں ہے۔ میرے لیے یہ قرآن 'شاہِ کلید' ہے۔ مسائلِ حیات کے جس قفل پر اسے لگاتا ہوں وہ کھل جاتا ہے۔ جس خدا نے یہ کتاب بخشی ہے، اس کا شکر ادا کرنے سے میری زبان عاجز ہے۔

قرآن سے تعلق و رہنمائی لینے کی اس کوشش کا یہ حاصل تھا کہ ان کے لیے سب سے بڑی دولت اور زندگی کی سب سے بڑی ضرورت اللہ کی آخری ہدایت ہے۔ قرآن ہی وہ ہدایت ہے جسے خود خالق حقیقی نے اپنے بندوں کی رہنمائی اور ان کو زندگی میں کامیابی کا راستہ دکھانے کے لیے عطا فرمائی۔ مولانا مودودی کے الفاظ میں:

قرآن کی سب سے بڑی خصوصیت اس کا کتاب اللہ ہونا ہے، یعنی یہ رہنمائی کسی انسان کی طرف سے نہیں ہے، نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی اس میں ذریعہ اور وسیلہ ہیں۔ اللہ کو جاننے، اللہ سے جوڑنے اور اللہ کی خوش نودی حاصل کرنے کا واحد راستہ قرآن کی ہدایت کو تسلیم کرنا، اور اس کے مطابق اپنے کو اور ساری دنیا کو ڈھالنا ہے۔ اس کے تین پہلو ہیں۔

پہلا اور سب سے اہم خداشناسی ہے جس سے ہم اللہ کو پہچان سکتے ہیں، اللہ کی مرضی کے مطابق زندگی کو ڈھال سکتے ہیں۔ اس لیے اللہ پر ایمان اور اللہ کی معیت میں زندگی ڈھالنا اور زندگی گزارنا، قرآن سے تعلق جوڑنا، قرآن کا فہم حاصل کرنا نہایت بنیادی اہمیت رکھتا ہے۔ قرآن کا اصل مخاطب انسان اور قرآن کا اصل مقصود تمام انسانوں کی دست گیری ہے اور خصوصیت سے جو اسے قبول کریں، ان کے لیے سراپا ہدایت و رہنمائی ہے۔ یہی خداشناسی اسلام کی بنیاد اور اسلام پر عمل پیرا ہونے کے لیے اصل سہارا اور قوت ہے۔

خداشناسی کے ساتھ دوسرا پہلو خودشناسی ہے، یعنی یہ سمجھنا اور جاننا کہ اللہ ہمیں کیسے انسان کی حیثیت سے دیکھنا چاہتا ہے؟ یہ دیکھنا ہے کہ ہمارے آقا نے ہمیں کیا کام سونپا ہے، اور کس معیار پر ہمیں کامیابی اور اجر ملے گا؟ اس چیز کو اگر ایک لفظ میں بیان کیا جائے تو وہ ہے 'استخلاف'۔ اس کے لیے فرد کا تزکیہ، اس کی کردارسازی اور علم و عمل کے اعتبار سے اس لائق بنانا کہ وہ اللہ کی زمین پر، اللہ کے خلیفہ کی حیثیت سے اپنا کردار ادا کرے۔

یہیں سے قرآن کے ساتھ تعلق کا تیسرا پہلو سامنے آتا ہے اور وہ ہے خلق شناسی۔ جس سے مراد انسانوں سے، اداروں سے، معاشروں سے، اقوام سے اور کائنات میں خلق کی ہوئی ہر شکل سے قرآن وسنت کی ہدایت کے مطابق ربط، تعلق اور معاملہ کرنا، تاکہ اللہ کی رضا حاصل ہو اور دنیا عدل اور احترامِ آدمیت کا گہوارا بنے۔

ان تینوں بنیادوں کو قرآن نے جامع اصطلاح 'اقامتِ دین' میں سمو دیا ہے اور یہی معنی عبادت کے ہیں۔

یہ دوسرا پہلو ہے مولانا سید مودودیؒ کے قرآنِ کریم سے تعلق کا، جسے انھوں نے بڑی تفصیل سے مختلف اسالیب میں بیان کیا ہے اور وضاحت فرمائی ہے۔

تیسری چیز، مولانا نے کہا ہے کہ قرآن صرف اللہ کی کتاب اور کتابِ ہدایت ہی نہیں بلکہ کتابِ انقلاب ہے۔ جہاں اس کے مخاطب تمام انسان ہیں، وہاں اس کا خاص خطاب ان انسانوں سے ہے جو اسے قبول کرتے ہیں۔ پھر قرآن

انھیں رہنمائی فراہم کرتا ہے اور تیار کرتا ہے کہ وہ کس طرح خود کو اور پوری انسانی زندگی کو اس کے ہر شعبے اور دائرہ کار کو تبدیل کرنے کی کوشش کریں۔ اس کے لیے دعوت، شہادتِ حق، امر بالمعروف ونہی عن المنکر کو جہاد فی سبیل اللہ قرار دیا ہے اور ہدف دین کے پیغام کو عام کرنا اور اللہ کی مرضی کو غالب کرنا ہے۔ اس مقصد کو ''تفہیم القرآن'' ہی کے مقدمے میں مولانا مودودیؒ نے ان الفاظ میں بیان کیا ہے:

فہم قرآن کی اِن ساری تدبیروں کے باوجود آدمی قرآن کی رُوح سے پوری طرح آشنا نہیں ہونے پاتا جب تک عملاً وہ کام نہ کرے جس کے لیے قرآن آیا ہے۔ یہ محض نظریات اور خیالات کی کتاب نہیں ہے کہ آپ آرام کرسی پر بیٹھ کر اسے پڑھیں اور اس کی ساری باتیں سمجھ جائیں۔ یہ دُنیا کے عام تصورِ مذہب کے مطابق ایک نری مذہبی کتاب بھی نہیں ہے کہ مدرسے اور خانقاہ میں اس کے سارے رُموز حل کر لیے جائیں...... جیسا کہ اس مقدمے کے آغاز میں بتایا جاچکا ہے، یہ ایک دعوت اور تحریک کی کتاب ہے۔ اس نے آتے ہی ایک خاموش طبع اور نیک نہاد انسان کو گوشۂ عزلت سے نکال کر خدا سے پھری ہوئی دنیا کے مقابلے میں لا کھڑا کیا۔ باطل کے خلاف اس سے آواز اُٹھوائی اور وقت کے علَم بردارانِ کفر وفسق و ضلالت سے اس کو لڑا دیا۔ گھر گھر سے ایک ایک سعید رُوح اور پاکیزہ نفس کو کھینچ کھینچ کر لائی اور داعیِ حق کے جھنڈے تلے ان سب کو اکٹھا کیا۔ گوشے گوشے سے ایک ایک فتنہ جُو اور فساد پرور کو بھڑکا کر اُٹھایا اور حامیانِ حق سے ان کی جنگ کرائی۔ ایک فردِ واحد کی پکار سے اپنا کام شروع کر کے خلافتِ الٰہیہ کے قیام تک پورے ۲۳ سال یہی کتاب اس عظیم الشان تحریک کی رہنمائی کرتی رہی، اور حق و باطل کی اس طویل وجاں گسل کش مکش کے دوران میں ایک ایک منزل اور ایک ایک مرحلے پر اسی نے تخریب کے ڈھنگ اور تعمیر کے نقشے بتائے۔ اب بھلا یہ کیسے ممکن ہے کہ آپ سرے سے نزاعِ کفرو دین اور معرکۂ اسلام و جاہلیت کے میدان میں قدم ہی نہ رکھیں اور اس کش مکش کی کسی منزل سے گزرنے کا آپ کو اتفاق ہی نہ ہوا ہو اور پھر محض قرآن کے الفاظ پڑھ پڑھ کر اس کی ساری حقیقتیں آپ کے سامنے بے نقاب ہو جائیں۔

اسے تو پوری طرح آپ اُسی وقت سمجھ سکتے ہیں جب اسے لے کر اُٹھیں اور دعوت الی اللہ کا کام شروع کریں اور جس جس طرح یہ کتاب ہدایت دیتی جائے اُس طرح قدم اُٹھاتے چلے جائیں۔ تب وہ سارے تجربات آپ کو پیش آئیں گے جو نزولِ قرآن کے وقت پیش آئے تھے۔ مکّے اور حبش اور طائف کی منزلیں بھی آپ دیکھیں گے اور بدر واُحد سے لے کر حُنین اور تبوک تک کے مراحل بھی آپ کے سامنے آئیں گے۔ ابوجہل اور ابولہب سے بھی آپ کو واسطہ پڑے گا، منافقین اور یہود بھی آپ کو ملیں گے، اور سابقین اوّلین سے لے کر مؤلفۃ القلوب تک سبھی طرح کے انسانی نمونے آپ دیکھ بھی لیں گے اور برت بھی لیں گے۔ یہ ایک اور ہی قسم کا 'سلوک' ہے جس کو میں 'سلوکِ قرآنی' کہتا ہوں۔

اس سلوک کی شان یہ ہے کہ اس کی جس جس منزل سے آپ گزرتے جائیں گے، قرآن کی کچھ آیتیں اور سورتیں خود سامنے آ کر آپ کو بتاتی چلی جائیں گی کہ وہ اسی منزل میں اُتری تھیں اور یہ ہدایت لے کر آئی تھیں۔ اس وقت یہ تو ممکن ہے کہ لُغت اور نحو اور معانی اور بیان کے کچھ نکات سالک کی نگاہ سے چھپے رہ جائیں، لیکن یہ ممکن نہیں ہے کہ قرآن اپنی رُوح کو اس کے سامنے بے نقاب کرنے سے بُخل برت جائے۔

پھر اسی کُلیّہ کے مطابق قرآن کے احکام، اس کی اخلاقی تعلیمات، اس کی معاشی اور تمدنی ہدایات اور زندگی کے مختلف پہلوؤں کے بارے میں اس کے بتائے ہوئے اُصول وقوانین آدمی کی سمجھ میں اُس وقت تک آ ہی نہیں سکتے جب تک کہ وہ عملاً ان کو برت کر نہ دیکھے۔ نہ وہ فرد اس کتاب کو سمجھ سکتا ہے جس نے اپنی انفرادی زندگی کو اس کی پیروی سے آزاد کر رکھا ہو اور نہ وہ قوم اس سے آشنا ہو سکتی ہے جس کے سارے ہی اجتماعی ادارے اس کی بنائی ہوئی روش کے خلاف چل رہے ہوں۔ (تفہیم القرآن، اوّل، ص ۳۳-۳۵)

قرآن سے اس تعلق کے ساتھ مولانا نے دوسری اہم فکری خدمت (contribution) یہ کی ہے کہ دین اسلام کو آج کی زبان میں ایک مکمل لائحہ عمل کے طور پر وضاحت سے پیش کیا ہے، جس میں دین اور دنیا کی کوئی تقسیم نہیں ہے۔ ایمان اس کی بنیاد ہے اور عبادت اس کا مظہر بھی ہے اور اس کے تقاضوں کے لائق بنانے کا ذریعہ بھی۔ لیکن اصل ہدف اور مقصود اللہ کی رضا کا حصول ہے۔ ہر شعبۂ زندگی کو اللہ کی مرضی کے رنگ میں رنگنے کی کوشش کرنا ہے اور اس میں نجی، خانگی، معاشی، اجتماعی، معاشرتی، سیاسی، ملکی، عالمی سطح کے تمام تعلقات شامل ہیں۔

اس ضمن میں مولانا مودودیؒ نے مزید چار کام انجام دیے، جو ان کی فکری خدمات میں نمایاں ترین مقام رکھتے ہیں:

● پہلا یہ کہ انھوں نے قرآنی بصیرت ورہنمائی کی روشنی میں، مسلم معاشرے اور اُمتِ مسلمہ کی فکر، اس کی تنظیم اور اس کے اجتماعی اہداف پر تنقیدی نظر ڈالی۔ جہاں ان بنیادی وسائل کی قدر، تائید اور پشت پناہی کی جو اسلام کے پیغام اور دعوت کو محفوظ کرنے اور دین کے علم کو لوگوں تک پہنچانے کے لیے کی گئی، وہیں اس امر پر گہری تشویش کا اظہار کیا کہ عملاً ہر دور میں اہلِ خیر کی کوششوں کے باوجود ایسی کمزوریاں اور خامیاں دَر آئیں جو آخر کار مسلمانوں کی کمزوری اور زوال کی راہوں کو ہموار کرنے کا سبب بنیں اور آج بھی اسلام کی اشاعت اور مسلمانوں کے وقار میں اضافے کی راہ میں رکاوٹ ہیں۔

● دین سے عدم واقفیت، اور جہالت ایک بہت بڑا مسئلہ ہے۔ ایک صاحبِ ایمان مسلمان علم، اخلاق اور دیانت کے بغیر کسی بھی میدان میں کام نہیں کر سکتا۔ علم کی تقسیم دین اور دنیاوی دائروں میں اس حد تک قابل گوارا ہے کہ مختلف علوم کے دائرے کو متعین کیا جائے لیکن اسلام کے تصورِ علم میں اللہ کی مرکزیت اور اللہ کی ہدایت کو علم کے ہر شعبے میں مطابقت (relevance) کے ساتھ پیش کرنا اور ہر وقت اس کا احساس بیدار کرنا بنیادی اصول ہے۔ ہمارے دورِ زوال میں شعوری یا غیر شعوری طور پر علم کا تصور محدود تر ہو گیا۔ کم از کم علمی سطح پر دین کے دائروں اور ہدایت کو شخصی زندگی اور عبادات تک محدود کر دیا گیا۔ اجتماعی زندگی اور اجتماعی علوم کے باب میں دینِ حق نے جو رہنمائی فراہم کی ہے جو دورِ عروج میں ہماری شان رہی ہے، اس سے ہم بہت ہٹ گئے ہیں۔ جب تک یہ ترتیب اور مطابقت علوم اور تربیت کا حصہ نہیں بنتی، احیاے اسلام ممکن نہیں ہوگا۔ اس مقصد کے لیے مولانا مودودی نے مسلم معاشروں کی فکری ساخت پر تنقیدی نظر ڈال کر بنیادی مرض کی نشان دہی کی۔

اسی طرح انھوں نے بتایا کہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ہدایت کے سلسلے میں جو ترتیب عطا فرمائی ہے، اس میں روشنی کا اصل سرچشمہ قرآنِ پاک ہے۔ اللہ کی اس مکمل ہدایت کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم تک

پہنچایا ہے۔ اس کی تعلیم دی ہے اور اس کے مطابق زندگی گزارنے کا نمونہ ہمارے لیے چھوڑا ہے۔ اس طرح قرآن کے بعد ہدایت کا دوسرا ذریعہ سنتِ رسول ﷺ ہے۔

اس کے بعد قرآن وسنت کی روشنی میں نئے مسائل حل کرنے کے لیے استدلال، قیاس، استنباط اور اجتہاد کی بنیاد پر قانون سازی ہے۔ یہی ہے وہ عمل کہ جس سے فقہ کا قیمتی سرمایہ وجود میں آیا، پھر فقہ کے مطابق عمل کرتے ہوئے تقلید اور علم کی روایت نے سفر شروع کیا۔

مولانا مودودی علیہ الرحمہ کے نزدیک احیائے دین کے لیے صحیح ترتیب قرآن، حدیث، فقہ اور تاریخ ہے۔ جس کی روشنی میں نئے مسائل کا حل قرآن وسنت اور اجتہاد واستنباط ہے۔ لیکن دورِ زوال میں یہ ترتیب اُلٹ گئی۔

یوں تقلید وتاریخ نے اوّلیت اختیار کی، پھر فقہ، اس کے بعد سنتِ رسولؐ، حکایاتِ بزرگانِ دین اور اس کے بعد قرآن۔ گویا کہ جس چیز، یعنی قرآن کو سب سے پہلے ہونا چاہیے تھا وہ سب سے آخر میں چلا گیا۔ یہی بدقسمتی نظامِ تعلیم کے ساتھ ہوئی اور وہاں بھی ترتیب اُلٹ گئی، اور قرآن سب سے آخر میں اور وہ بھی محدود تر دائرے میں شاملِ نصاب ہوا۔

مولانا مودودی نے اس بات کی طرف متوجہ فرمایا کہ مسلم معاشرے کی اصل اصلاح طلب چیز، حقیقی اور مطلوب ترتیب کو بحال کرنا ہے۔ فقہ کو نظرانداز کرنا یا دریابُرد کرنا خودکشی کے مترادف ہے، مگر رہنمائی کے لیے ترتیب میں قرآن، سنت اور پھر فقہ وتقلید۔ یہ بڑا انقلابی نکتہ ہے، جسے مولانا مودودی نے ابن تیمیہ، امام غزالی اور شاہ ولی اللہ رحمہم اللہ سے گاہے اتفاق اور اختلاف کے ساتھ پیش کیا اور اس جرأتِ اظہار کی قیمت بھی ادا کی۔

تیسرا نکتہ ہے مغربی فکر اور مغربی تہذیب کے غلبے سے پیدا شدہ صورتِ حال۔ مولانا نے زور دیا کہ مسجد، مدرسہ اور خاندان کو محفوظ، مضبوط اور خیر وفلاح کا قلعہ بنایا جائے اور انھی کو تجدید واحیائے دین کا ذریعہ بنایا جائے۔

مولانا مودودی نے علامہ اقبالؒ اور دوسرے علما و مصلحین کے ساتھ مغربی تہذیب پر بھرپور تنقید کی اور بہت صاف صاف الفاظ میں یہ بات کہی کہ مغربی سامراج سے صرف سیاسی آزادی مطلوب نہیں بلکہ فکری، نظریاتی، معاشی، معاشرتی، تہذیبی آزادی بھی مطلوب ہے، تاکہ مسلمان اسلام کے اصولوں کے مطابق زندگی کو مرتب اور منظم کرسکیں۔ اس مقصد کے لیے محض مسجد بنادینا اور صرف نماز پڑھ لینا کافی نہیں ہے بلکہ اس کے لیے سیاسی آزادی اور اپنی دینی اقدار کی بالادستی کے ذریعے اجتماعی زندگی کی تعمیر مطلوب ہے:

مُلّا کو جو ہے ہند میں سجدے کی اجازت
ناداں یہ سمجھتا ہے کہ اسلام ہے آزاد

اسلام، درحقیقت سیاسی وتہذیبی اور فکری وسیاسی میدان میں آزادی کا مطالبہ کرتا ہے۔ وہ غلامی کی ہر رمز اور علامت کو رَد کرتا ہے تاکہ اسے قبول کرنے والے زندگی کی تشکیلِ نو کرسکیں۔ مولانا مودودی نے اس موقف کو بڑی وضاحت اور صفائی سے پیش کیا ہے۔ مولانا مودودیؒ کے متوازن ذہن اور قلم نے مغرب زدگان کو دلیل کے میدان میں بے بس کردیا ہے اور یہی چیز مغرب کو کھائے جارہی ہے جس کے لیے کبھی اس کے نمایندے 'سیاسی اسلام' جیسی نامعقول، مہمل اور مضحک

(absurd) اصطلاح استعمال کرتے ہیں۔ کبھی اسلام کے ڈانڈے فاشزم اور انتہا پسندی سے جوڑتے ہیں۔ حالاں کہ سچ بات صرف یہ ہے کہ مسلمان اپنا حق حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ یہ حق کہ وہ اپنی انفرادی اور اپنی اجتماعی زندگی کو اپنی اقدار وتہذیب اور قانون وضابطے کے مطابق گزار سکیں۔

جس طرح مولانا مودودیؒ نے مسلم معاشروں کا جائزہ لے کر اس کی خامیوں کو متعین کیا، اسی طرح انھوں نے مغربی تہذیب کا ناقدانہ جائزہ لیا ہے۔ یہاں بھی انھوں نے نہ اندھی تنقید کی ہے اور نہ اندھی تقلید۔ انھوں نے تعصب پر مبنی تحقیق ومطالعے کو عدل اور شرفِ انسانی کے لیے نقصان دہ قرار دیا ہے۔ مولانا نے مغرب اور مغربی تہذیب کو اس کے ماخذ کے مطالعے سے جاننے کی جستجو کی ہے۔ پھر ان بنیادوں پر تنقید کی ہے جو خدا ناشناسی یا خدا کے محدود تصور پر مبنی ہیں۔ انھوں نے مغرب کے سامراجی کردار اور نظریاتی وسیاسی پہلوؤں کا محاکمہ کیا ہے۔ پھر مسلم دنیا کو مغرب کے اس اثر سے نکالنے کے لیے سیاسی، فکری، اجتماعی جدوجہد کی دعوت دی ہے۔ ساتھ ہی یہ بھی کہا ہے کہ مغرب میں یا مغرب کی ہر چیز غلط نہیں، اور نہ مشرق میں اور مشرق کی ہر چیز خیر ہے۔ دنیا میں محض شر کا کوئی وجود نہیں ہوتا، بلکہ شر کو بھی اپنے وجود کے لیے کچھ نہ کچھ خیر کا سہارا لینا پڑتا ہے۔ اس لیے ہمیں کھلے ذہن اور کھلی آنکھوں سے دیکھنا چاہیے کہ خیر کے لیے کس چیز سے فائدہ اُٹھانا چاہیے۔ اس ضمن میں انسانی زندگی کے معاملات، سیاسی تجربات، سائنسی علوم کو ایک صاحبِ ایمان فرد کی حیثیت سے پرکھنا چاہیے کہ کہاں اور کس قدر خیر ہے، خیر کو شر سے چھانٹ کر انسانی زندگی کا حصہ بنانا چاہیے اور شر سے انسانیت کو بچانا چاہیے۔ یہ حس اور یہ صلاحیت کھلے ذہن سے پیدا ہوسکتی ہے کہ جس کی میزان لازمی طور پر اسلامی ایمانیات ہے اور جس کی کسوٹی اسلامی اصولوں کے ساتھ تصادم یا مطابقت کے سوال سے مشروط ہے۔ جو چیز اسلام کے بنیادی اصولوں سے متصادم نہیں، وہ انسانیت کی میراث ہے۔ البتہ اندھی تقلید اور اندھی تنقید غلط چیز ہے۔ جو اچھا ہے اسے قبول کرلو اور جو بُرا ہے اسے مسترد کردو۔ خیر تک رسائی اور خیر کے استعمال واختیار کے لیے پوری دنیا ایک میدان ہے۔ ایک صاحبِ ایمان فرد کسی ایک علاقے اور کسی ایک زمانے تک محدود نہیں رہ سکتا۔ اسے معتدل طریقے سے یہ خدمت انجام دینی چاہیے۔

مولانا مودودی کا تیسرا کارنامہ یہ ہے کہ مسلم اور مغربی معاشروں کے تنقیدی جائزے کے بعد انھوں نے بتایا ہے کہ اسلامی احیا ہی انسانی زندگی کے لیے خیر اور فلاح کا سرچشمہ ہے، جس کا ماخذ قرآن ہے۔

قرآن کی بنیاد پر دین کو سمجھنا چاہیے۔ قرآن کی حکمت عملی کو سمجھا جائے اور قرآن کے زیرسایہ اسلامی احیا کی تحریک کو منظم کیا جائے۔ یہ کام دعوت سے، نظم وضبط سے، افراد کی تیاری سے اور اداروں کی تعمیر وترقی سے ہی ممکن ہے۔ جس میں سب سے مرکزی اور بنیادی ادارہ خاندان ہے۔ مولانا محترم نے زور دے کر بتایا ہے کہ جدید دور میں جدید ذرائع اور جدید اسلوب کو دعوت وتنظیم اور عمومی بیداری کا ذریعہ بننا چاہیے۔ اسی لیے انھوں نے جدید زمانے میں تنظیم سازی کے لیے بہترین انداز سے جماعت اسلامی اور دوسرے دعوتی اداروں کو منظم کیا۔

چوتھا کارنامہ یہ ہے کہ مولانا مودودیؒ نے صرف دین ہی کا جامع تصور نہیں دیا، بلکہ عملاً یہ بھی بتایا کہ اسلامی نظام کے خدوخال کیا ہوں گے؟ تبدیلی کا عمل اور تدریج کیا ہوگی؟ جہاد اور قتال کے بارے میں مداہنت نہیں برتی بلکہ اس کی

حدود کو واضح کیا۔ آج کے معاشرے، ریاست اور قانون کو اسلامی شریعت سے قریب تر لانے کے لیے اجتہادی اُمور کی جانب متوجہ کیا ہے۔ یہ بتایا ہے کہ آج ریاست کو کیسے چلانا ہے؟ دستور کس طرح بنانا ہے؟ اسلامی خاندان اور مسلم معاشرے کی وسیع بنیادیں کیا ہیں؟ مسلم اکثریتی علاقوں میں کس طرح زندگی بسر کرنی ہے اور مسلم اقلیتی ممالک میں زندگی کو کس طرح برتنا ہے؟ انسانی معاشرہ مجموعی طور پر کن بنیادوں پر استوار ہونا چاہیے یا اس کے اصول کیا ہونے چاہییں؟ خاص طور پر سیاست، معیشت اور تعلیم میں بہت ہی متعین انداز میں رہنمائی دی اور سمت بتائی ہے۔ اس پورے سفر میں مولانا مودودی کے ہاں ارتقا ہے، تضاد نہیں۔ اجتہاد اور علم کی بنیاد پر کئی راستے کھولے ہیں اور کئی شاہراؤں کی نشان دہی کی ہے۔

مولانا مودودی نے یہ بھی بتایا ہے کہ مسلمانوں کی قومی ریاستیں منزل نہیں بلکہ مسلم اُمہ کے اتحاد و اشتراک کی جانب رواں سفر کا ایک سنگ میل ہیں۔ ہماری قومی ریاستیں (نیشن سٹیٹز) مغرب کی طرح علاقائی اور جغرافیائی اکائیاں نہیں بلکہ ایک جسدِ واحد کا حصہ ہیں جنھیں جان دار جسم سے الگ نہیں کیا جا سکتا۔ یہ وہ سبق ہے جو قرآنِ کریم نے ہر مسلمان کو پڑھایا اور سمجھایا ہے۔ مراد یہ ہے کہ مولانا مودودیؒ کی فکر کو سمجھنے کے لیے بنیادی نکات دو ہیں: قرآن اور اقامت دین۔ پھر ان کا سارا علمِ کلام اور ان کی تمام سرگزشتِ زندگی انھی کے مدار میں رواں رہتی اور پھلتی پھولتی ہے۔

برادرم احمد ابوسعید ایک علم دوست اور پُرعزم انسان ہیں۔ انھوں نے مولانا مودودیؒ کی زندگی پر یہ کتاب مرتب کی ہے۔ جو ان معنوں میں منفرد کوشش ہے کہ اس میں مولانا کی زندگی کو ماہ و سال کے آئینے میں دیکھنے کا اہتمام ملتا ہے۔ مجموعی طور پر یہ ایک مفید کاوش ہے۔

پھر اس کی ایک خوبی یہ ہے کہ اس میں مولانا کے افکار کا خلاصہ بھی آ گیا ہے جو قاری کو فکری رہنمائی دیتا ہے۔

الحمدللہ، مولانا مودودیؒ نے زندگی بھر، جماعت اسلامی اور اپنے رفقا سے ذاتی اور مادی مفاد حاصل نہیں کیا، بلکہ جماعت کے رفقا اور جماعت سے باہر مستحق افراد کے لیے بھی ایثار اور حُسنِ سلوک روا رکھا اور مقدور بھر بلکہ بڑھ کر دستِ تعاون بڑھایا۔ وہ میرے لیے محسن اور مربی، قائد اور رہنما تھے۔ احمد ابوسعید صاحب نے اس کتاب کی صورت میں، مولانا سے کسبِ فیض کا اعتراف کیا ہے۔

مولانا مودودیؒ سے ہمارا رشتہ دینی، اخلاقی اور روحانی بنیادوں پر استوار ہے۔ اس رشتے کی بنیاد حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کے لیے رہنمائی کا ذریعہ بننے میں مولانا کی خدمات اور احسانات شامل ہیں۔ ان شاء اللہ، آیندہ زمانوں میں بھی مولانا کی فکر کے اثرات برگ و بار لاتے رہیں گے، کہ اس سدابہار فکر کا سرچشمہ قرآن پاک ہے۔ جو تاریک راہوں کو منور کرتا ہے ہمیں قرآن سے رشتہ جوڑنا اور مشکلات و مسائل کا صبر، حکمت اور تدبر سے حل تلاش کرنا چاہیے۔

میں دعا گو ہوں کہ یہ کتاب دعوتِ حق کا ذریعہ بنے۔

خورشید احمد

لیسٹر، برطانیہ (۱۱/ اکتوبر ۲۰۱۸ء)

حرفِ چند

از: محمد عارف اقبال، مدیر اعلیٰ اردو بک ریویو، دہلی

برصغیر ہند و پاک میں تحریک جماعت اسلامی کے بانی، ادیب و محقق علامہ سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ کی شخصیت قابل مطالعہ و عمل ہے۔ ان کی تحریروں میں ایسی تڑپ ہے کہ ایک طرف اگر کچھ کھونے کا احساس ہوتا ہے تو دوسری طرف متاعِ گم گشتہ کے پانے کا فرحت بخش اطمینان ہوتا ہے۔ ان کی تحریروں کا دیگر ممتاز شخصیات کی تحریروں سے اگر موازنہ کیا جائے تو ایک واضح فرق یہ محسوس ہوگا کہ سید مودودیؒ نے اپنی تحریر میں نہ اپنے آباء واجداد کا ذکر کیا ہے اور نہ اپنی زندگی کی نشیب وفراز کا۔ انہوں نے امت مسلمہ کی صورت حال کا جس باریک بینی سے مشاہدہ ومطالعہ کیا تھا اور ان کی آنکھوں نے جو کچھ دیکھا تھا اس سے وہ مسلسل کرب واضطراب میں مبتلا تھے۔ اور جب انہوں نے و ننزل من القرآن ما ھو شفاء و رحمۃ للمومنین کے مطالعہ کا موقع ملا تو ان کے ذہن کی تمام گتھیاں خود بخود سلجھنے لگیں اور انہیں ایسا شرح صدر ہوا کہ پھر انہوں نے اس کو حرزِ جان بنالیا۔

کئی علمی وتحقیقی کتابوں کے مولف ومرتب محترم احمد ابوسعید حیدرآبادی، مولانا سید الابواعلیٰ مودودیؒ کے سچے عقیدت مند ہیں۔ انہوں نے مودودیؒ صاحب کی حیات اور علمی کارناموں کا گہرائی سے مطالعہ کیا ہے۔ اور ان کو محض عقیدت ہی نہیں ہے بلکہ ان کے علمی وتحریکی مشن کو آگے بڑھانا چاہتے ہیں۔

۱۹۹۸ء میں انہوں نے سید مودودیؒ کی حیات پر ایک مختصر کتاب ''بیسویں صدی کا قائد اعلیٰ، سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ۔ حیات و خدمات سال بہ سال کے آئینے میں ترتیب دے کر شائع کیا تھا۔ اس کام کو داد وتحسین ملی تو ان کے ذہن میں سید مودودیؒ کی حیات و خدمات کا مکمل خاکہ بننے لگا۔ ایک ایسی کتاب ان کے ذہن میں ترتیب پانے لگی جس میں سید مودودیؒ کی تحریکی وانقلابی زندگی کی ہر بات درج ہوجائے۔ یہی وجہ ہے کہ برسوں کی محنت کے بعد اب یہ ضخیم کتاب تحقیق وتنقید کی کسوٹی پر پرکھنے کے بعد منظر عام پر آئی ہے جس کا نام ہے ''عصر حاضر کے امام العالم وقائد اعلیٰ سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ۔ حیات وخدمات ماہ وسال کے آئینے میں''۔

یہ کتاب اس لحاظ سے بھی بے حد تاریخی ہے کہ احمد ابوسعید صاحب نے بچپن سے لے کر تحریکی سفر کے ہر مرحلے کو تاریخ وار ماہ وسال کے آئینے میں اس طرح مزین کردیا ہے کہ بعض باتیں جو دیگر کتابوں میں نہیں ملتیں، اس میں تاریخی حوالے سے مل جاتی ہیں۔ ضرورتاً وضاحتی حواشی کا بھی اہتمام کیا گیا ہے جس سے قاری کو حقائق تک رسائی میں آسانی ہوتی ہے۔ یہ کتاب بلاشبہ سید مودودیؒ کی حیات وخدمات (مع تحریکی نشیب وفراز) کے موضوع پر ایک تاریخی پیش کش ہے جو مستند حوالوں سے موثق ہے۔ تاریخی تصاویر کی شمولیت نے کتاب کی قدر وقیمت کو دوچند کردیا ہے۔

محترم احمد ابوسعید صاحب قابل مبارکباد ہیں کہ اللہ رب العزت نے ان کو اس بڑے کام کے لئے منتخب کیا اور اسے پایۂ تکمیل کو پہنچانے کا حوصلہ عطا کیا۔ اللہ تعالیٰ انہیں اس تحقیقی اور تاریخی کام کے صلے میں عظیم نعمتوں سے نوازے اور بہترین جزا عطا فرمائے۔ آمین

اشاعت دوم ستمبر ۲۰۱۹ء کے بعد اس کتاب کو غیر معمولی مقبولیت حاصل ہوئی، بعض ہفتہ روزہ، ماہناموں میں معروف اہل قلم اور صاحب نظر حضرات کے تبصرے آئے، ان میں سے چند ایک منتخب تبصروں کو شامل اشاعت کیا جا رہا ہے۔

تبصرہ : ماہنامہ معارف، نومبر ۲۰۲۰ء مبصر: محمد عمیر الصدیق ندوی

اپنے عنوان سے اس درجہ انصاف کرنے والی کتابیں کم ہی ملتی ہیں، مولانا مودودیؒ کی زندگی کا سفر ۱۹۰۳ء سے شروع ہوا، ۱۹۷۹ء میں انہوں نے حیات و مستعار کی مدت پوری کی، اس پورے عرصہ کو ہر سال کی تحدید و تعیین کے ساتھ بیان کرنا واقعی آسان نہیں مگر جب سوانح نگار، محض محقق نہ ہو، غایت درجہ محب و معتقد ہو تو ہر مشکل آسان ہو ہی جاتی ہے، انوکھا پن دیکھئے کہ 'عمر ایک سال' کے تحت پیدائش، قیام اورنگ آباد، والدین کی دینی کیفیت کو بیان کیا گیا، اسی طرح ہر سال کے اہم اور غیر اہم واقعات کو ایک ترتیب میں پرو دیا گیا، مصنف کوئی پیشہ ور صاحب قلم نہیں، ان کی زندگی کا خارجی حصہ کسب معاش کا عنوان لیے ہے۔ لیکن دنیائے دوں سے الگ جہان اندرون میں صرف ایک ہی تصویر ہے اور وہ ان کے ممدوح مولانا سید مودودیؒ کی ہے، ایسی محبت و عقیدت اور تعلق کی ایسی سرشاری بلکہ جاں نثاری پرانے تذکروں میں مشائخ اور ان کے مریدین اور ائمہ کرام اور ان کے بعض متبعین میں ضرور ملتی ہے، بس وہی مناظر اس کتاب کے صفحات میں بھی دیکھے جاسکتے ہیں، مولانا مودودیؒ کی کتاب زیست کی ہر تحریر کو آنکھوں سے دل تک اتارنے اور بسانے کے عمل میں کوئی ان کا ہمسر نظر نہیں آتا، تفہیم القرآن کی تلخیص، ترجمان القرآن العظیم وغیرہ ان کی کئی کتابیں ہیں مگر حیات مودودیؒ پر یہ کتاب ان کا سب سے بڑا کارنامہ ہے، اصلاً کئی سال پہلے انہوں نے ''بیسویں صدی کا قائد اعلیٰ'' کتاب مرتب کی تھی، اس کے تین ایڈیشن نکلے، اس مقبولیت سے ان کو زیر نظر انوکھی کتاب کی تالیف کی ہمت ہوئی، ان کو علم ہے کہ مولانا مودودیؒ پر کم و بیش ڈیڑھ سو کتابیں لکھی جاچکی ہیں، اس لئے کام کی انفرادیت اور جدت ان کے مدنظر رہی اور اس حوصلہ کو طاقت مولانا مودودی کے ان الفاظ سے ملی کہ اگر کوئی نیا کام قارئین کی اس ضرورت کو پورا کرے جو اور کتابوں سے پوری نہ ہوئی تب تو ٹھیک ہے ورنہ کیے ہوئے کام پر کوئی نیا کام یا کتاب کی اشاعت وقت اور محنت کا صحیح مصرف نہیں، اس لحاظ سے یہ کتاب اپنے وجود کا جواز ہی نہیں ضرورت بھی ثابت کرتی ہے، البتہ عقیدت کب غلو بن جائے اور مداحی کہاں مدلل ہوجائے۔ یہ الگ سوالات ہیں، مثلاً یہ کہنا کہ ''بہر حال حیات سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ، قرآن مجید، سیرت رسولؐ اور صحابہؓ کی اتباع کی عملی تصویر ہے'' یا کسی کی ایسی عبارت کی داد دینا کہ ''نام ابوالاعلیٰ، بندہ باری تعالیٰ، دارا و سکندر سے یہ مرد فقیر اعلیٰ، بندہ خاکی مگر جبریلؑ کا ہم سایہ۔۔۔'' یا یہ عنوان کہ ''ایک طرف تن تنہا سید مودودی، دوسری طرف تاریخ کے سارے فتنے'' پوری کتاب میں بس یہی کیفیت طاری ہے، قصیدے کی شعریات کا ذکر او پر آیا۔ یہ کتاب قصیدے کی نثریات کا در بھی کھولتی نظر آتی ہے۔ بہر حال اپنے موضوع پر یہ کتاب دیگر معلومات کے اعتبار سے بھی بڑی جامع ہے اور یہ ضمیموں کی شکل میں ہے، آخر میں اہم اور تاریخی تصویروں کا ایک گلدستہ بھی ہے۔

تبصرہ : حافظ مفتی سید آصف الدین ندوی قاسمی ایم اے

بانی انسٹیٹیوٹ آف عربک اسٹیڈیز، حیدرآباد

پیش نظر کتاب ''عصر حاضر کے امام العالم وقائد اعلیٰ، مولانا سید ابوالاعلی مودودی'' محترم جناب احمد ابوسعید صاحب کی وہ تحقیق ہے کہ اس پر ڈاکٹریٹ کی ڈگری دی جائے تو بے جانہ ہوگا، یہ وہ ترتیب ہے کہ مرتبین اس سے تصنیف وتالیف کا طریقہ سیکھیں، اور بندے کے حق میں وہ گراں قدر تحفہ ہے کہ جس کو محبت کے ہاتھوں لیا، سر کی آنکھوں سے پڑھا اور دل کی اپنائیت کی دنیا میں بسایا، دل ودماغ نے فکر وعمل کو مہمیز دی، کتاب نے بہت سارے افواہوں، الزام تراشیوں، شکوک وشبہات کو دور کیا، اور محقق مکرم نے جو لکھا وہ پورے دلیل وثبوت اور سند وسلسلہ کے ساتھ لکھا ہے۔ مولف محترم کے نام سے تو دودہوں سے بندہ واقف ہے لیکن لاک ڈاؤن میں اللہ نے ملاقات کے دروازے کھولے تو ان ملاقاتوں میں مشاہدہ ہوا کہ یہ تو نام اور کام دونوں کے سعید ہیں اور ابوسعید ذات اور صفات میں اسم بامسمی ہے۔

حضرت مولانا سید ابوالاعلیٰ حسینی چشتی مودودی رحمہ اللہ تعالیٰ (حسینی اور چشتی کے ثبوت کتاب ہذا میں موجود ہیں) بیسوی صدی عیسوی کی وہ عبقری ونادرہ روزگار شخصیت ہے کہ جن کو دنیائے ادب وصحافت نے سلامی دی، زبان وبیان کے اساتذہ نے تسلیم کیا، طالبان حق نے قائد اعلی کی صورت میں پایا ہے، جو ساری دنیا میں دعوت، اصلاح، تفسیر، تحریک، انقلاب کے داعی وامام بنے، مولانا حسینی چشتی سید مودودی علیہ الرحمہ کے قلم میں نکھار اور بیان میں رعنائی کے ساتھ ساتھ سوز نبوی ہے، اور جن کی کتابیں دنیا کی کم وبیش 130 زبانوں میں ترجمہ ہوئی ہیں، حقیقت یہ ہے کہ اگر کوئی کسی بھی زبان میں آپ کی کوئی صرف ایک کتاب ہی غور سے پڑھ لے تو وہ دل کی اتھاہ گہرائیوں سے گواہی دے گا کہ قلم کی جادوگری اور بیان کی سحر آفرینی سے بڑھ کر جذبہ دروں کی گرم انگھیٹی اس حسینی مرد مجاہد کو گھلا رہی ہے۔

الفاظ ومعانی میں تفاوت نہیں لیکن — ملا کی اذاں اور مجاہد کی اذاں اور

پیش نظر کتاب حضرت مولانا سید ابوالاعلیٰ حسینی چشتی مودودی علیہ الرحمہ کی پیدائش سے لے کر وفات تک، سال بہ سال، ماہ بہ ماہ، واقعہ بہ واقعہ لکھی گئی ہے، جس میں مصنف کے تحقیق وتلاش کا بڑا امتحان ہے، کتاب کی خوبی یہ ہے کہ یہ صرف پیش منظر ہی کو پیش نہیں کرتی بلکہ پس منظر میں رہ جانے والے ان حقائق اور سچائیوں کو بھی دستاویز بنادیا ہے جسے پڑھ کر آنکھیں اشکبار اور دل گرفتہ ہوجائے، جہالت کے مارے، مخالفت کے اسیر، تعصب کے شکار، حسد کی آگ میں جلنے والے افراد کے لئے یہ ایک چشم کشا کتاب ہے۔ اس قدر تلاش وجستجو اور تحقیق وترتیب کا مشکل ترین کام ایک سچا عاشق ہی کرسکتا ہے، اور خوبی یہ ہے کہ مصنف باتوفیق نے حالات وواقعات، تذکرہ وکوائف کو آیات قرآنیہ سے مربوط کرکے فہم قرآن کی راہ ہموار کی ہے۔

۷۰۰ صفحات پر مشتمل ضخیم وعلمی اور نظر کشا وحقیقت بیاں کتاب کیا کہیں بلکہ حضرت مولانا سید ابوالاعلی حسینی چشتی

مودودی رحمہ اللہ کے ۷۶ سالہ حیات وخدمات کے ساتھ ساتھ معمولات ومعاملات ، مشاہدات ، ان سے وابستہ مقامات ومکانات کے محل وقوع اور تصاویر وجغرافیہ، ان کے دور کی تحریکات وشخصیات کی ایک یادگار وتاریخی دستاویز بڑی جانفشانی وعرق ریزی اور صرف کثیر وخطیر کے بعد تیار کردی ہے۔ جسے پڑھیں گے تو اعتراضات کے اطمینان بخش جوابات، اشکالات کی دل نشین وضاحتیں، اور پس منظر وپیش منظر کی تمام تر سچائیاں آپ کے سامنے خود بخود آجائیں گی، اور اندازہ ہوگا کہ بیسوی صدی عیسوی میں ایک حسینی مرد مجاہد کس اخلاص واستقلال کے ساتھ اپنے مشن پر استقامت کا پہاڑ بنا رہا، اور آج اس ہمالیہ علم وفکر، کوہ صبر واستقلال کا نظارہ کرنے والے دور سے اس کی بلندی کو دیکھتے رہ جائیں گے، بقول عامر عثمانی مرحوم

یہ قدم قدم بلائیں، یہ سواد کوئے جاناں　　　وہ یہیں سے لوٹ جائے جسے زندگی ہو پیاری

کتاب تو آپ پڑھیں گے لیکن یہ ضرور کہنا چاہوں گا کہ یہ کتاب بیسوی صدی کے قائداعلی، حسینی نمونہ کی تابناک حیات سے معمور اور مثالی وانقلابی خدمات سے مرصع ہے بلکہ ہند وپاک اور بنگلہ دیش کی تاریخ کی ایک اہم کڑی ہے۔ وہیں امام عالم کے جلو میں دنیا بھر کی دینی تحریکات، علمی وعملی شخصیات، اور تحریک اسلامی کے قیام وتوسع، نظام کار، میدان عمل، بلکہ اس کے نشیب وفراز کی تفصیلی روئیداد، اور اس سے وابستہ شخصیات کی زندگیاں اس میں زندہ ہیں۔

امید کرتا ہوں کہ اہل علم واصحاب دانش اس دستاویزی مجموعہ سے فائدہ اٹھائیں گے اور مستقبل کا مورخ اس کو سامنے رکھ کر قائداعلی کے عملی وانقلابی پہلوؤں سے ملت اسلامیہ کو روشناس کرائے گا۔ وقت کے ساتھ ساتھ اس کی اہمیت وافادیت کو خود زمانہ تسلیم کرے گا۔

حافظ مفتی سید آصف الدین ندوی قاسمی ایم اے
۲۲ رنومبر ۲۰۲۰ء

تبصرہ: مفتی کلیم رحمانی پوسد، مہاراشٹرا

میں نے مؤلف موصوف (احمد ابوسعید، حیدرآباد) کی کتاب ''عصر حاضر کے امام العالم وقائداعلیٰ سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ'' حیات وخدمات ماہ وسال کے آئینہ میں۔ پوری کتاب شروع سے آخر تک بڑے انہماک اور دلچسپی سے پڑھی ہے، اور کئی مرتبہ اشکبار بھی ہوا ہوں۔ میرے اپنے علم واندازہ کے مطابق یہ کتاب اپنے موضوع کے لحاظ سے پانچ حیثیتوں سے ممتاز ہے۔

اول: یہ کہ یہ کتاب زمانی ترتیب کے مطابق ہے۔ دوم: یہ کہ آج تک مولانا مودودیؒ کی حیات وخدمات پر جتنی کتابیں ہیں، ان میں سب سے ممتاز ہے۔ سوم: یہ کہ مؤلف ومرتب کی پوری زندگی میں مولانا سید مودودیؒ سے بالمشافہ کبھی ملاقات نہیں ہوئی، اگرچہ مؤلف ومرتب کی مودودیؒ سے ملاقات کی شدید خواہش تھی۔ چہارم: یہ کہ اس کتاب میں مولانا سید مودودیؒ کی حیات وخدمات کے مطابق ایک بات بھی غیر مستند وغیر ضروری نہیں ہے۔ پنجم: یہ کہ اس کتاب میں مولانا مودودیؒ کی شخصیت پرستی کی

بات اور دعوت نہیں ہے، بلکہ شخصیت کی پیروی کی دعوت ہے۔

کتاب کی یہ پانچ خصوصیات موصوف مؤلف کو علمی، تحقیقی ، وتصنیفی میدان میں بہت اونچا مقام عطا کر دیتی ہیں۔جس کے قریب پہنچنا عام مؤلفین کے لیے دشوار ہے۔ جہاں تک کتاب کی پہلی خصوصیت مولانا مودودیؒ کی حیات وخدمات کو زمانی ترتیب یعنی سال بہ سال کو تحریر میں لانے کی بات ہے تو یہ کام تالیفی لحاظ سے سب سے مشکل ترین کام ہے،لیکن موصوف مولف کو مولانا مودودیؒ کی سیرت سے جو عشق ومحبت ہے،اس جذبہ نے ان کے لیے یہ کام آسان بنادیا۔

کسی شخصیت کی حیات وخدمات پر سو یا دو سو صفحات لکھ دینا آسان ہے،لیکن کسی شخص کی حیات وخدمات پر مکمل چھ سو صفحات لکھ دینا اور وہ بھی تمام صفحات میں بامقصد گفتگو یہ بہت کم کتابوں میں ملتی ہے۔

براہ راست کسی شخصیت کی صحبت میں چند سال رہ کر اس کی حیات وخدمات پر لکھنا آسان ہے،لیکن حیرت ہے کہ موصوف مؤلف کی مولانا مودودیؒ سے ملاقات تک نہیں ہوسکی صرف زندگی میں چند خط وکتابت کا سلسلہ ہی قائم ہوسکا،لیکن صرف علمی وفکری تعلق کی وجہ سے موصوف مؤلف ومرتب کے دل ودماغ میں مولانا مودودیؒ کی محبت وعقیدت کا سمندر جمع ہوگا۔ایسا لگتا ہے کہ صرف علم وفکر کے تعلق کی بنا پر کسی سے محبت وعقیدت کا رشتہ قائم کرلینا محترم احمد ابوسعید صاحب کی زندگی کا خاصہ ہے۔خود راقم الحروف کو بھی اس کا سابقہ پیش آیا ہے وہ یہ کہ چند سال قبل ، ماہنامہ زندگی نو میں ''حقیقت نماز'' کے عنوان سے میرے قسط وار مضامین شائع ہورہے تھے،تو یہ مضامین پڑھ کر ہی موصوف مؤلف نے مجھ سے ربط قائم کیا اور مجھے حیدرآباد آنے کی دعوت دی اور میں نے آپ موصوف کی دعوت کو قبول کیا، اور یوں مجھے موصوف مؤلف سے شرف ملاقات حاصل ہوا، اور آج تک میرے ساتھ نوازشوں کا سلسلہ جاری ہے۔جب کہ میں عمر میں ان کے بیٹے کے درجے میں ہوں۔موصوف مؤلف میرے لیے باپ کا درجہ رکھتے ہیں، اور یہی تفاوت علم میں بھی ہے۔مگر جوہری، جوہری ہوتا ہے۔وہ ہر ہیرے کی قدر کرتا ہے، چاہے چھوٹا ہو یا بڑا ہو، اسی طرح وہ ہر کھرے کھوٹے کو پرکھ کر لیتا ہے۔

برصغیر میں زیادہ تر علماء وبزرگوں کی سوانح حیات شخصیت پرستی کی بنیاد پر لکھی گئی ہے۔جس کی وجہ سے ان کی سوانح حیات سے بعد میں آنے والوں کو فائدہ کم اور نقصان زیادہ ہوا ہے۔لیکن موصوف مؤلف احمد ابوسعید صاحب اس لحاظ سے مولانا سید مودودیؒ کے ایک کامیاب ومنفرد سوانح نگار ہیں کہ آپ نے اپنے قلم کو شخصیت پرستی کی بوتک نہیں لگنے دی۔اور قلم کا پورا رخ شخصیت کی پیروی کی طرف رکھا جو دین اور ایمان کا بنیادی تقاضا ہے۔اور جو سورہ فاتحہ کی دعا میں شامل ہے۔چنانچہ سورہ فاتحہ میں جن انعام یافتہ بندوں کے راستے پر چلنے کی تعلیم وتلقین ہے ان سے مراد انبیاء، صدیقین، شہداء، اور صالحین ہیں اور الحمد للہ مولانا مودودیؒ کا شمار قرآنی لحاظ سے صالحین میں ہوتا ہے۔

تبصرہ

مولانا محمد فاروق خاں

(مترجم ''قرآن مجید'' ومصنف '' کلام نبوت'')

کسی کا قول ہے کہ ''آدمی کو دو میں سے ایک کام لازماً کرنا چاہئے یا تو وہ اپنی زندگی میں ایسا کام کر جائے کہ لکھا جائے یا پھر وہ ایسا لکھ جائے کہ پڑھا جائے''۔

مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی علیہ الرحمۃ نے اپنی زندگی میں ایک نہیں بلکہ یہ دونوں ہی کام کر کے دکھا دیئے۔انھوں نے اپنے قلم سے وہ بیش قیمت لٹریچر پیش کیا کہ جن کی اکثر کتب دنیا میں پڑھی جا رہی ہیں اور ان شاءاللہ پڑھی جاتی رہیں گی۔ اس کے علاوہ انھوں نے دین کی جو عظیم خدمت انجام دی ہے اور فکر اسلامی کو ایک تحریک کی شکل دے کر انھوں نے امت کی جو رہنمائی فرمائی ہے وہ کبھی فراموش نہیں کی جا سکتی۔ایک ایسے دور میں جب کہ مغربی افکار کے غلبہ کے زیر اثر اہل مذہب کا اسلام کا موقف مدافعت کا ہرگز نہیں ہوسکتا۔وہ ایک قوت ہے اور اسے قوت ہی بن کر رہنا چاہئے۔وہ ایک تحریک ہے جس کی راہ میں رکاوٹیں کھڑی کرنے والے خود اپنے لیے رسوائی وتباہی کا راستہ ہموار کریں گے۔

ضرورت اس بات کی ہے کہ مولانا مودودی علیہ الرحمہ کی زندگی اور ان کی خدمات کا جائزہ لے کر آئینہ کی طرح اسے اس طریقے سے پیش کیا جائے کہ ہر شخص بہ آسانی یہ دیکھ سکے کہ مولانا مودودیؒ کی زندگی کیسی رہی ہے اور ناسازگار حالات میں بھی وہ کس طرح اپنے قافلے کو لیے ہوئے آگے بڑھتے رہے ہیں۔محترم احمد ابوسعید صاحب ہم سب کے شکریئے کے مستحق ہیں کہ موصوف نے بیسویں صدی کے عظیم قائد سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ کی حیات اور خدمات کا سن وار جائزہ اس طرح لیا ہے کہ ہر شخص ایک نظر میں دیکھ سکتا ہے کہ مولانا علیہ الرحمۃ اپنی زندگی کے کس مرحلہ میں کہاں تھے اور انھوں نے اس وقت کیا خدمت انجام دی ہے۔کسی مرحلہ میں اگر کوئی قابل ذکر واقعہ پیش آیا ہے تو موصوف نے اس کا ذکر بھی کر دیا ہے۔محترم احمد ابوسعید صاحب کی یہ کوشش ہر لحاظ سے لائق تحسین ہے۔اس کے مطالعہ سے ہمارے اندر یہ حوصلہ پیدا ہوگا کہ ہم بھی زندگی میں کچھ ایسا کام کر جائیں جو اللہ کی نگاہ میں باوزن ہو سکے۔

محمد فاروق خاں

۲۷ر جنوری ۲۰۰۰ء

نوٹ: انڈیا اور پاکستان کے کئی اخباروں میں تبصرے شائع ہوئے ہیں، ان میں سے مزاج مودودیؒ کے پیش نظر صرف دو تبصروں کو جو دینی اور دنیوی علوم کے ماہرین ہیں بطور نمونہ شامل کر رہا ہوں۔(مرتب)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

SYED HASHIM ALI

Formerly
Vice-Chancellor Aligarh Muslim University, India
Vice-Chancellor Osmania University, Hyderabad
Principal Secretary to the Govt.of AP
Of the Indian Administrative Service.

25W181 Salem.
Naperville, IL 60540, USA

Phone: (630) 717 7668
Fax; (630) 778 9908
E. Mail: hashimali@aol.com

۱۱ر مارچ سنہ ۲۰۰۰

مکرمی جناب ابو سعید صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

میں آپ کا مشکور ہوں کہ آپ نے از راہ کرم اپنی کتاب "مولانا سید ابوالاعلیٰ" میرے مطالعہ کے لئے بھیجی۔

مولانا مودودی اس صدی کے مسلمان علماء میں بہت اونچا مقام رکھتے اور ان کی کتابوں کے ترجمے اب ساری دنیا میں پڑھے جاتے ہیں

آپ نے ماہ وسال کے آئینے میں ان کی سوانح عمری مرتب کر کے ایک بڑی خدمت کی ہے

میں نے کتاب دو نشست میں ختم کرلی۔ محترم ڈاکٹر سید عبد اللطیف صاحب سے ان کی ابتدائی زندگی کے حالات سنے تھے جو جامعہ عثمانیہ کے ابتدائی زمانے میں حیدرآباد میں گزرے تھے۔ آپ کی کتاب نے ان کی ساری زندگی کی جہد کو بڑے اچھے انداز میں پیش کیا ہے۔ جس سے ان کی زندگی کے ہر پہلو پر روشنی پڑتی ہے اور اس کا مطالعہ ان کے معتقدین کے بہت کام آئے گا

اس کا انگریزی ترجمہ آپ کی اس کاوش کو دنیا بھر کے مسلمانوں تک پہنچا دے گا

میں آپ کو اس کتاب کے لئے مبارکباد پیش کرتا ہوں

مخلص
ہاشم علی
۱۱ر ۳ر ۲۰۰۰

Syed Hashim Ali
25W181 Salem Ave
Naperville IL 60540-3402

نوٹ: سید ہاشم علی اختر، آئی اے ایس، وائس چانسلر عثمانیہ یونیورسٹی، حیدرآباد، ووائس چانسلر علی گڑھ مسلم یونیورسٹی

مولانا مودودیؒ: ایک تعارفی خاکہ

نام، ابوالاعلیٰ! بندۂ باری تعالیٰ۔ دارا وسکندر سے یہ مردِ فقیر اعلیٰ۔ لطافتوں کا پیرایہ ـــــ شفقتوں کا کنایہ ـــــ مسکراہٹوں کا سایہ ـــــ خواجہ مودود چشتی کا سرمایہ ـــــ پاکیزگی کا جایا ـــــ بندۂ خاکی مگر جبرئیل کا ہمسایہ۔

رنگ گورا شفق بکھیرتا ہوا ـــــ پیشانی کشادہ و بلند، گویا عالی دماغ کا احاطہ کیے ہوئے ایک استخوانی بند ـــــ بحرِ موّاج کے تلاطم جس میں نظر بند۔

آنکھیں بڑی بڑی، اشیاء کی حقیقتوں کو دیکھتی ہوئیں ـــــ دیکھنے سے زیادہ بولتی ہوئیں ـــــ بولنے سے زیادہ سوچتی ہوئیں، سوچنے سے زیادہ روشنی بکھیرتی ـــــ رہگزر کو منوّر کرتی ہوئیں، ملّت کے کاروانِ گُم گشتہ کے لیے روشن مینار ـــــ تاریخ کے نشیب وفراز کی رازدار ـــــ واقفِ رموز واسرار ـــــ مستقبل ان پر آشکار ـــــ مئے توحید سے سرشار ـــــ دو گوہر آبدار ـــــ اُن پر آویزاں چشمہ زرنگار۔ جیسے خوبصورت فریم میں مصوّر کا شاہ کار۔

عزائم بلند، استقامت کا کوہِ الوند، فلسفے، تحقیق اور تاریخ کے سیّاروں پر فکرِ رسا کی کمند، گفتگو شکر قند، اللہ کی سوگند، گھر جس کا نہ دِلّی، نہ صفاہاں، نہ سمرقند۔

میٹھے بول بولنے والے پتلے لب، جانِ ادب۔ نہ مبالغے سے شناسا ـــــ نہ جھوٹ سے آشنا ـــــ سرچشمۂ صدق وصفا ـــــ خاموش ہوں تو رفتارِ زمانہ گوش برآواز ـــــ کُھلیں تو خود سخن کو وجہِ افتخار و ناز ـــــ

شِیریں دہن، چمکتے دانتوں سے مزین۔ پانوں کی مسلسل رفاقت جن کے حُسن کو کبھی متاثر نہ کرسکی کہ انہیں جس شخص سے نسبت تھی وہ نہ رنگ بدلنے سے آگاہ تھا، نہ کسی کا رنگ قبول کرنا اُس کی سرشت میں تھا، نہ اللہ کے رنگ کے سوا کسی رنگ میں اُسے رنگنا ممکن تھا۔ ہونٹوں کو پیش بین آنکھوں سے ملاتی متوازن ناک، ذاتیات سے پاک ـــــ کوئی شخصی یا ذاتی معاملہ اس ناک کا مسئلہ نہ بنا، نہ اصول کے سوال پر یہ ناک کبھی نیچی ہوسکی۔

چہرے کے شگفتہ تاثر کی حفاظت کرتی ہوئی سفید داڑھی ۔ نہ طویل نہ قلیل۔

سَر کے بال پٹے دار، جیسے نقرئی تار۔ داڑھی کے ساتھ مِل کر چاند کے گرد ہالہ بناتے، جلال وجمال کو دوبالا کرتے اور اُجالا پھیلاتے۔ قد میانہ ـــــ سینہ چوڑا ـــــ شانے مضبوط مگر خمیدہ ـــــ جیسے علم وحکمت کا بوجھ اور ذمّہ داریوں کا احساس پوشیدہ ـــــ اک آئینۂ اوصاف حمیدہ ـــــ

صاحب ''تفہیم القرآن''، بولیں تو معانی کا اِک جہاں، اُٹھیں تو اِک طوفان، چلیں تو صورتِ ''عبدِ رحمان''، لکھیں تو ''ترجمان القرآن'' ـــــ کردار میں گفتار میں اللہ کی برہان، ''شکوۂ اقبال'' کے قبول فرمان، ''حاضر موجود سے بیزاری'' کا اعلان، اس صدی کا انسان ـــــ زندگی اِک عرصۂ امتحان ـــــ موت حیاتِ جاوداں۔

مجیب الرحمٰن شامی ۔عنوان ۔ملاقات ۔(ایک شخص ایک کارواں: صفحہ ۴۶)

ایک طرف تن تنہا - سید مودودیؒ

دوسری طرف تاریخ کے سارے فتنے

محمد صلاح الدین شہیدؒ

(چیف ایڈیٹر، روزنامہ ''جسارت'' کراچی)

محترم سامعین ———! (قارئین) السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

آج ہم جس شخصیت کو خراجِ عقیدت پیش کرنے کے لیے جمع ہوئے ہیں ان کے بارے میں، دین کے لیے ان کی خدمات کے بارے میں، کچھ عرض کرنا اور وہ بھی ہم جیسوں کے لیے عرض کرنا، انتہائی مشکل اور دشوار کام ہے، اور ایسے موقع پر جس کیفیت سے آدمی دوچار ہوتا ہے اس کی کچھ جھلک علامہ اقبالؒ کے اس شعر میں ملتی ہے۔ ع

اگر ماہی کہے دریا کہاں ہے   خضر کیوں کر بتائے کیا بتائے

اور جب بتانے والا خضر بھی نہ ہو اور معاملہ دریا سے نہیں سمندر سے ہو، تو پھر قلم و ذہن کی جو صورتِ حال ہو سکتی ہے، اس کا آسانی کے ساتھ آپ اندازہ کر سکتے ہیں۔

مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ کی خدمات کا جب ہم ذکر کرتے ہیں تو یہ بات تاریخ کے حوالے سے بلاخوف وخطر کہی جاسکتی ہے کہ خلافت راشدہ کے بعد بے شمار شخصیات ہمارے سامنے آئیں۔ اپنے اپنے محاذ پر انہوں نے اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے دین کی سربلندی اور اس کے دفاع کا حق ادا کیا، اس راہ میں جانیں کھپائیں اور تاریخ کے دھارے کو بھی موڑا، لیکن اپنے کام کی ہمہ گیری، وسعت اور اثر انگیزی کے لحاظ سے مولانا مودودیؒ کا مقام بہت اعلیٰ اور منفرد ہے۔

ایک عجیب بات جو اس دور میں محسوس ہوتی ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے مولانا مودودیؒ کو غلبۂ دین کے لیے اور دفاعِ دین کے لیے چنا تھا، اس دور میں وہ سارے فتنے یکجا جمع ہو گئے تھے جو ہمیں تاریخ کے مختلف ادوار میں ملتے ہیں، نبی کریم خاتم النبیّین حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے انتقال کے فوراً بعد دو بڑے فتنے پیدا ہوئے، ایک جھوٹے مدعیانِ نبوت کا فتنہ اور وہ فتنہ مولانا سید مودودیؒ کی زندگی میں بھی ابھرا، (غلام احمد قادیانی کے روپ میں، قادیانی فتنہ) دوسرا فتنہ (سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے فوری بعد اُبھرا) یہ تھا کہ قرآن کریم پر مکمل طور پر عمل کرنے کے بجائے (مسلمانوں کے) ایک گروہ نے یہ چاہا کہ اُسے قرآن کی بعض ہدایات سے استثناء مل جائے۔ نماز تو ہم پڑھ ہی لیں

گے لیکن زکوٰۃ ہم ادا نہیں کریں گے۔ یعنی اللہ کی ہدایت کو انہوں نے مختلف خانوں میں تقسیم کرنا چاہا اور کوشش یہ ہوئی کہ اس کی کچھ ہدایت پر عمل کر لیا جائے اور کچھ کو چھوڑ دیا جائے اور اس معاملہ میں وہ اللہ کی ہدایت کے پابند نہ ہوں، بلکہ اپنی خواہش کے پابند ہوں اور یہ فتنہ بھی مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ کے عہد میں پوری شدت سے سامنے آیا۔

آگے بڑھتے ہیں تو (خلافت کے بعد) کربلا میں ملوکیت اور آمریت کا ایک کردار سامنے آتا ہے۔ واقعات کی شدت میں فرق ہو سکتا ہے لیکن کسی نہ کسی شکل میں وہ فتنہ مولانا سید مودودیؒ کی زندگی میں بھی سامنے آیا اور آمریت اور ملوکیت سے انہیں نبردآزما ہونا پڑا۔ (پاکستان کے وجود میں آنے (اگست 1947ء) سے وفات مودودیؒ (ستمبر 1979ء) تک اور وفات مودودی سے آج تک یہ فتنہ بھیانک انداز میں باقی ہے)

اس کے بعد ہم دیکھتے ہیں کہ خلافت بنوعباسیہ میں نظریات و افکار کا ایک اور فتنہ اُٹھتا ہے۔ معتزلہ کا ایک گروہ سامنے آتا ہے۔ یونان اور روم کے افکار اُبھر آتے ہیں۔ لوگوں کے ذہنوں کو متاثر کرتے ہیں۔ دین سے اُن کا رشتہ کٹتا اور کمزور ہوتا ہے اور لوگ نئے نظریات کی سحر آفرینی سے متاثر ہوتے ہیں۔ اُس دور میں یہ بات بھی کہی گئی کہ حدیث محض روایات کا مجموعہ ہے۔ لہٰذا قرآن کو تفکر و تدبر کے ذریعہ آدمی خود سمجھنے کی کوشش کرے۔ یہ فتنہ انکارِ حدیث (غلام احمد پرویز و پرویزی گروہ کا تھا) کا فتنہ بھی مولانا مودودیؒ کے سامنے آیا۔

مولانا مودودیؒ کو جو عہد کام کے لیے ملا، اس میں بھی بیرونی اقتدار برطانیہ (Birtish Empire) کا تسلط تھا۔ مسلمان آزاد نہ تھے، غلام تھے۔ افکار دوسروں کے تھے، تعلیم دوسروں کی تھی، اقتدار دوسروں کا تھا، اختیار دوسروں کا تھا، اور مسلمان بدترین محکومیت میں جکڑے ہوئے تھے۔ اس کے بعد تاریخ میں ہمیں خلافت عثمانیہ (1924ء) کے بعد سیکولرازم کا جو فتنہ ترکی میں نظر آتا ہے اس فتنہ نے بھی پوری شدت سے سر اُٹھایا اور الحاد کا ایک طوفان اُٹھا اور مسلمانوں کی ایک اپنی درسگاہ سے اُٹھا۔ علی گڑھ کی درس گاہ (مسلم یونیورسٹی علی گڑھ) جو مسلمانوں کے لیے قائم ہوئی تھی، الحاد کا منبع بن گئی، اور بے شمار افراد وہاں سے اُٹھ کر مسلمانوں کے درمیان کھڑے ہوئے، جنہوں نے ہمیں مادہ پرستی اور الحاد کا درس دینا شروع کیا۔ ترقی پسند ادب اور دین بے زاری کا ایک طوفان اٹھ کھڑا ہوا۔

مولانا سید مودودیؒ کا عظیم الشان کارنامہ یہ ہے کہ انہوں نے نئی نسل کو اشتراکیت و سرمایہ دارانہ سودی نظام کے چنگل سے نکالا، اور اسلام کی واضح شاہراہ پر ڈال دیا۔ آپ تاریخ سے مختلف فتنوں کی ایک فہرست مرتب کرتے چلے جایئے۔ یہ سارے کے سارے فتنے آپ کو یکجا ہوتے نظر آئیں گے۔ اس عہد میں جس میں اللہ تعالیٰ نے مولانا مودودیؒ کو نہ صرف اسلام کے دفاع کی ذمہ داری سونپی، بلکہ اسلام کے غلبہ و سربلندی کی ذمہ داری بھی سونپی۔

لیظھرہ علی الدین کلہٖ ولو کرہ المشرکون O

پھر یہ بھی غور کرتے جایئے کون سا محاذ ہے، کون سا زندگی کا گوشہ ہے اور معاشرے کا کون سا طبقہ ہے جس کی یکساں رہنمائی اور ہدایت کا حق سید مودودیؒ نے ادا نہ کیا ہو۔

معلم یہ محسوس کرتا ہے کہ شاید مولانا مودودیؒ کو سب سے زیادہ عزیز مَیں ہی تھا۔

مزدور یہ محسوس کرتا ہے کہ سید مودودیؒ کی توجہ سب سے زیادہ مجھ پر تھی۔

طالب علم یہ سمجھتا ہے کہ نہیں نہیں سب سے زیادہ ابوالاعلیٰ مودودیؒ مجھے چاہتے تھے۔

یہی کیفیت معاشرے کے ہر طبقے کی ہے۔

خواتین یہ سمجھتی ہیں کہ مولانا سید مودودیؒ نے ''پردہ'' لکھ کر اور ''حقوق الزوجین'' لکھ کر اُن کی زندگیوں میں جو انقلاب برپا کیا ہے، اس لیے مولانا سب سے بڑے محسن اُنہیں کے ہیں۔

قانون داں یہ سمجھتا ہے کہ نفاذِ شریعت کے سلسلے میں جن کٹھن مراحل سے اس دور میں اُن کا واسطہ تھا، اور جہاں اس ملک (ہندو پاک) کے بڑے بڑے نامور وکلاء یہ چیلنج کرتے تھے کہ ذرا دکھایئے تو جانیں کہ قرآن میں اسلامی دستور کا ذکر کہاں ہے (درس گاہوں کے بڑے بڑے علماء خاموش و مرعوب تھے) وہاں یہ شخص ذہنوں کو متاثر کرتا چلا جاتا ہے اور ملک کے ایک ایک وکیل سے یہ سند حاصل کرتا ہے کہ جو کچھ آپ نے کہا ہے اس کی نہ صرف واضح نشان دہی قرآن میں ہے، بلکہ اتنا واضح نقشہ اُبھر کر سامنے آتا ہے کہ دنیا کے سارے نظاموں پر سے آدمی کا اعتماد اُٹھ جاتا ہے اور قلب میں یقین پیدا ہوتا ہے کہ اگر دستور دنیا کے اندر ممکن ہوسکتا ہے، تو وہ صرف اسلامی دستور ہے، باقی سارے دساتیر فریب ہیں۔ یہ سارے دساتیر انسانوں کو (انسانوں کا) غلام بنانے کے لیے اور انسان پر انسان کی خدائی جمانے میں معاون ہیں اور اگر دستور کوئی ایسا ہے، جو ہمیں صرف اللہ کی بندگی کا راستہ دکھاتا ہے اور بندوں کی غلامی سے نجات دلاتا ہے، تو وہ صرف وہ دستور ہے جو قرآن نے اور نبی اکرم حضرت محمد مصطفی ﷺ کی سنت نے ہمارے سامنے واضح طور پر رکھا۔ وکلاء کی ہدایت کا اس طرح فرض ادا کیا کہ ملک کا ایک ایک وکیل پکار اٹھا ہاں اس شخص نے وہ بات کہی جس کے ہم متلاشی تھے اور وہ لوگ جو کسی زمانے میں سید مودودیؒ کا مذاق اڑاتے تو کبھی مودودیؒ کو چیلنج کیا کرتے تھے وہ آگے بڑھ کر سید مودودیؒ کے ہاتھ پر بیعت ہوئے اور پھر اُن کے معاون و مددگار ثابت ہوئے۔

ایک وقت تھا کہ جب اس بات کا مذاق اڑایا جاتا تھا کہ کیا واسطہ ہے اسلام کا اقتدار سے، اسمبلیوں سے، عدالتوں سے، یہ (اسلام تو) مسجدوں اور درس گاہوں کی چیز ہے۔لوگ مصلے پر کھڑے ہوں تو اسلام کی باتیں کریں۔ کسی دینی درس گاہ میں بیٹھے ہوں تو وہاں اسلام کا چرچا کریں۔ یہ کاروبار میں، یہ بینکنگ کے اندر اور یہ مملکت کے امور میں اسلام کا ذکر کہاں سے آیا؟

مولانا سید مودودیؒ نے ایک نعرے سے اپنے کام کا آغاز کیا تھا اور وہ (نعرہ یہ تھا کہ) اسلام ایک مکمل نظامِ حیات ہے۔آج اندازہ کیجئے کہ یہ جملہ ایک عام آدمی کی زبان سے منتقل ہوتا ہوا ایک مولوی و معلم کی زبان سے منتقل ہوتا ہوا، ایک وکیل کی زبان سے منتقل ہوتا ہوا، ایک جج کی زبان سے ہوتا ہوا، آج حکمرانوں کی اپنی زبان پر ہے کہ اسلام ایک مکمل نظامِ حیات (Islam is a complete system of Life) ہے۔

یہ یقین، یہ اعتماد جو انہوں نے ایک عام شہری کے اندر پیدا کیا ہے اور ایک ایک مسلمان کے قلب و ذہن کے اندر اُتارا ہے، یہ ایک شخص سید مودودیؒ کا کام ہے۔

درحقیقت سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ کو نہ صرف طالب علم عزیز تھا، نہ صرف معلم عزیز تھا، نہ صرف مزدور و سرمایہ دار عزیز تھا، نہ صرف مرد یا خواتین عزیز تھے، انہیں تو ہر ایک انسان عزیز تھا، انہیں ہر مسلمان عزیز تھا۔

وہ یہ چاہتے تھے کہ ایک مسلمان خواہ وہ دکان پر بیٹھا تجارت کر رہا ہو، خواہ وہ عدالت میں اپنے فرائض منصبی ادا کر رہا ہو، خواہ وہ سیاست دان کی حیثیت سے ایوان اقتدار میں بیٹھا ہو، یا وہ معلم کی حیثیت سے کسی درس گاہ کے اندر موجود ہو، کسی محکمہ و کمپنی میں ملازم ہو، کہیں بھی، کسی بھی مقام پر ہو، اگر وہ مسلمان ہے، تو اپنی ذمہ داریاں ایک مسلمان کی حیثیت سے ادا کرے۔ پھر انہوں نے ہر مسلمان کو جس محاذ پر وہ کام کر رہا تھا اس محاذ پر کام کرنے کے آداب سکھائے، جن دلائل کی اُسے ضرورت تھی اپنے حریفوں سے نمٹنے کے لیے وہ توانا اور مستحکم دلائل اس کو قرآن مجید و حدیث شریف سے مہیا کئے، کہ اس کے (اسلام دشمن) حریف اس کے سامنے سے بھاگ کھڑے ہوئے۔

میں (محمد صلاح الدین ایڈیٹر ''جسارت'') ایک صحافی کی حیثیت سے یہ محسوس کرتا ہوں کہ شاید سب سے زیادہ احسان مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ نے صحافیوں پر کیا ہے آج اس ملک اور برصغیر کے اندر اور دنیا کے مختلف حصوں میں جہاں جہاں مسلمان صحافت کے میدان میں کام کر رہے ہیں، وہاں لکھنے والوں اور ابلاغِ عامہ کے ذرائع سے جو لوگ وابستہ ہیں، اُن میں سے اُن افراد کو چھانٹ دیجئے جو آج اسلام کے ''کاز'' کے لیے کام کر رہے ہیں۔ پھر اس حساب

سے ان کا نقشہ مرتب کر لیجئے کہ کتنے افرادتنِ تنہا سید مودودیؒ کے تیار کردہ ہیں اور کتنے افراد کی تیاری میں باقی تمام علماء وقائدین ملت کا حصہ ہے۔

ایک فرد نے وہ کام کیا ہے جو بڑے بڑے ادارے نہیں کرتے، بلکہ ایک فرد نے اتنے ادارے قائم کردیئے ہیں کہ آج کوئی شہر ایسا نہیں ہے جہاں کوئی نہ کوئی ادارہ ایسا موجود نہ ہو جو سید مودودیؒ کی فکرِ اسلامی یا اسلام کی حقیقی فکر پھیلانے کے لیے پوری تن دہی، اعتماد اور یقین کے ساتھ کام نہ کررہا ہو۔ (یہ سب خوش نصیب بشمول میرے سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ کو اپنا امام تصور کرتے ہیں کہ یہ استدلال کا بادشاہ اور عقلیات کا امام ہے جس نے واضح طریقہ سے بتادیا کہ اسلام کس چیز کا علمبردار ہے)

آج آپ برطانیہ، امریکہ، کوریا، ہانگ کانگ، افریقہ کے صحراؤں اور پورے عالمِ اسلام میں ان اداروں کا چرچا سن سکتے ہیں۔ دنیا کا کوئی گوشہ ایسا نہیں جہاں اس شخص نے ایسے افراد کھڑا نہ کردیئے ہوں اور ان افراد کو ایک منظم شکل وصورت بنا کر کھڑا نہ کردیا ہو کہ وہ دوسروں کی ہدایت اور راہنمائی کا ذریعہ بن سکے ہوں۔ ایک سبق آموز و قابل تقلید واقعہ عرض کرتا ہوں جس سے اندازہ کیجئے کہ اُس شخص کے کام کی وسعت اور اثر انگیزی کا حال کیا تھا۔

یہ ذُوالفقار علی بھٹو کے دَور کا ذکر ہے، کراچی سنٹرل جیل میں عید کے موقع پر ہمیں یہ سہولت ملی کہ ہم پوری جیل میں گھوم پھر سکتے ہیں (اُس وقت محمد صلاح الدین اور اُن کے ساتھی قید میں حق گوئی کی سزا بھگت رہے تھے) اور وہاں ہمیں اس وارڈ میں بھی لے جایا گیا جو CONDEMNED وارڈ کہلاتا ہے جہاں قتل کے مجرم اس انتظار میں رکھے جاتے ہیں کہ اُن کو پھانسی لگنے کی باری کب آتی ہے۔ جب وہاں پہنچا تو ایک کوٹھری میں دیکھا کہ سامنے ''تفہیم القرآن'' رکھی ہوئی ہے۔ میں نے اُن صاحب سے پوچھا اور اُن سے تفصیل معلوم کی کہ وہ کس جرم میں یہاں آئے ہیں۔ انہوں نے بتایا کہ وہ ایک خاندانی تنازعے کے اندر ملوث ہوگئے، وہ درزی (Tailor) کا کام کرتے تھے، بہت معمولی پڑھنا لکھنا جانتے تھے۔ اُس شخص نے جیل خانہ کے کسی شخص کے مشورہ پر مولانا سید مودودیؒ کے نام ایک خط لکھ دیا کہ میں جیل میں زندگی کے آخری دن گزار رہا ہوں، معمولی اُردو پڑھ لکھ سکتا ہوں، عربی نہیں جانتا، میں نے یہ سنا ہے کہ آپ نے قرآن کریم کا ایک ترجمہ کیا ہے جس کی زبان بڑی سلیس ہے اور ایک عام آدمی بھی اس سے ہدایت حاصل کرسکتا ہے، لہٰذا مہربانی فرما کر اس کی ایک جلد مجھے جیل میں بھیج دیجئے۔

مولانا مودودیؒ اُس وقت نہ صرف پوری اسلامی دنیا کی قیادت کررہے تھے، بلکہ ایک ایک فرد پر ان کی نظر تھی، اس شخص نے بتایا کہ اس خط کے جواب میں دس دن کے بعد مجھے قرآن کریم کی ایک جِلد ملتی ہے جس پر سید مودودیؒ

کے دستخط ہیں اور فخر سے اُس شخص نے قرآن کھول کر مجھے دکھایا۔ چوں کہ پھر بعد میں اس شخص کی سزائے موت معاف ہوگئی تو اُس نے (عمر قید کے دوران) اپنا وطیرہ بنالیا کہ اب قرآن کا درس لوگوں کو دوں گا اور میں نے دیکھا کہ (72) آدمیوں کے وارڈ میں چرس پینے والے، جوا کھیلنے والے اور بدترین جرائم میں ملوث لوگ نیت باندھے، وضو کئے، صاف ستھرے کپڑے پہنے، توجہ کے ساتھ اُس شخص کا درس سن رہے تھے۔ اور آپ یہ سن کر حیران ہوں گے کہ جب میں نے اپنے آپ پر قیاس کیا کہ ان آیات کا اور قرآن کریم کے اُن حصوں کا اتنی خوبصورتی کے ساتھ کیا میں خود بھی درس دے سکتا ہوں؟ تو میں نے اپنے آپ کو اُس شخص سے کم تر محسوس کیا۔ اتنی شستہ زبان کے ساتھ اور اتنے اعتماد کے ساتھ ترجمہ پڑھ پڑھ کر اسرار و رموز کھولے کہ وہ شخص معلم قرآن کی حیثیت سے بے شمار لوگوں کی ہدایت کا سبب بنا۔ یہ ہے اُس شخص سید مودودیؒ کے کام (افراد سازی و ذہنی و علمی انقلاب) کی وسعت۔

اس کے بعد میں جیل کی اگلی کوٹھری میں جاتا ہوں۔ یہ تیسرے نمبر کی کوٹھری کا واقعہ ہے۔ ایک شخص مجھے ملتا ہے پوچھتا ہے کہ کیا آپ کا جماعت اسلامی سے تعلق ہے؟ میں نے کہا آپ کیا کہنا چاہتے ہیں؟ اُس نے کہا کہ میری آنکھوں پر یہ موٹا سا چشمہ جو آپ دیکھ رہے ہیں آپ کو معلوم ہے کہ یہ چشمہ کہاں سے آیا۔ پھر اس نے بتایا کہ مجھے جب موت کی سزا سنائی گئی تو میں دن رات بہت زیادہ روتا تھا جس کے نتیجہ میں میری بینائی کمزور ہوگئی، جیل کے ڈاکٹر نے مجھے مشورہ دیا کہ تم چشمہ بنوالو، لیکن میرا ایسا کوئی عزیز نہیں تھا جس سے میں اس چشمہ کی فرمائش کر سکتا۔ مجھے ایک شخص نے مشورہ دیا کہ تم مولانا سید مودودیؒ کو ایک خط لکھ دو۔ میں نے مولانا مودودیؒ کو ایک پوسٹ کارڈ لکھ دیا اور اس کے جواب میں ایک ہفتے کے بعد ایک جانماز، ایک تسبیح، دوسو روپئے نقد اور جس نمبر کا ڈاکٹر نے چشمہ بنانے کو کہا تھا یہ جو میری آنکھوں پر آپ دیکھتے ہیں یہ سید مودودیؒ کا بھیجا ہوا ہے۔

آپ اندازہ کیجئے کہ ایک شخص اتنے سارے کاموں میں منہمک ہے، پھر بھی لوگوں کے انفرادی معاملات پر اس کی اتنی بھر پور توجہ ہے۔ چوبیس گھنٹے ہمارے پاس بھی ہوتے ہیں۔ چوبیس گھنٹے ہی اُس شخص سید مودودیؒ کے پاس بھی تھے۔ شب و روز کا نظام اُس کے لیے بدلا نہیں گیا تھا، لیکن ہم لوگ خط کا جواب دینے میں مہینوں انتظار کرتے رہتے ہیں، لیکن یہ شخص سید مودودیؒ کا یہ عالم تھا کہ قرآن مجید کی تفسیر بھی لکھی جارہی ہے، سیرتِ سرورِ عالم ﷺ بھی لکھی جارہی ہے، تنظیمی اور دعوتی کام بھی، جماعتی اور گھریلو مسائل و مشکلات کا مقابلہ بھی ہو رہا ہے، سیاسی لائحہ عمل بھی تشکیل دیئے جارہے ہیں اور لوگوں کی ذاتی زندگیوں پر بھی اتنی نظر اور توجہ ہے۔ (غور فرمایئے مولانا مودودیؒ نے ہمارے لیے اتباعِ رسول عربی محمد ﷺ کا کتنا اعلیٰ نمونہ پیش کیا ہے)

سیدابوالاعلیٰ مودودیؒ نے ایک نہایت وسیع اور بہت ہی جامع لٹریچر تیار کیا ہے۔ زندگی کا کوئی ایسا مسئلہ نہیں ہے ، زندگی کے متعلق کوئی ایسا سوال نہیں ہے جو کسی مسلمان کے ذہن میں اُبھرا ہو یا کسی غیر مسلم کی ذہن میں اُبھرا ہو، اور اُس کا جواب سید مودودیؒ کے لٹریچر میں موجود نہ ہو۔ یہ میرا چیلنج ہے کہ کوئی صاحب مجھے زندگی سے متعلق ایک ایسا سوال بتادیں جس کا جواب مولانا سیدابوالاعلیٰ مودودیؒ کے لٹریچر میں نہیں ہے۔ وہ اپنا کام اس درجے تک مکمل کر گئے ہیں۔

اس عظیم واعلیٰ شخصیت کا یہ عالم ہے کہ وہ شخص جو عید کارڈ بھیجنے والے کو رسید بھیجنا اپنے اُوپر لازم سمجھتا تھا۔ جسے (ہر روز جب کہ وہ جیل میں یا سفر پر نہ ہو) عصر سے مغرب تک آنے والوں سے ملاقات کرنا تھی، جسے تنظیمی کام بھی کرنا تھا اور جس نے پہلی بار محسوس کیا کہ آج جس نوعیت کا ہمیں چیلنج درپیش ہے اس کا مقابلہ انفرادی عبادات سے اور نیک کرداری کے انفرادی اصلاحی سعی وجہد سے نہیں ہو سکے گا، بلکہ آج کے دور میں باطل بڑا منظّم ہو کر سامنے آیا ہے ، اب صورت یہ نہیں ہے کہ یونان ویورپ کے افکار محض ترجمے کی صورت میں سامنے آ گئے ہوں، بلکہ ان افکار کے پیچھے ذرائع ابلاغ، ریڈیو، ٹیلی ویژن ہے، امریکہ میں بیٹھنے والا فلم سے براہ راست یلغار کر رہا ہے وہ ہم پر ثقافتی یلغار کرتا ہے۔ وہ ایک بٹن دباتا ہے اور یہاں ذہنوں کو مسخر کرتا چلا جاتا ہے۔ ایک شخص بی بی سی کے ریڈیو اور ٹی وی اسٹیشن پر بیٹھتا ہے اور پوری کی پوری قوم کو اپنے خیالات سے ہم آہنگ کر لیتا ہے۔

یہ دَور تھا جس میں سید مودودیؒ کو وہ کام انجام دینا تھا، اُن کے سامنے ذرا منظّم قوتوں کا اندازہ کیجئے ، اُن کے سامنے خود اپنے حکمران تھے۔ ان کے سامنے بیرونی قوتوں کے منظّم گروہ کے گروہ، یہاں ان کے اپنے ملک میں موجود تھے۔ ان کے سامنے وہ لوگ تھے جنہیں سرمایہ مہیا کیا جاتا تھا کہ کسی طرح بھی ہو سید مودودیؒ کو بدنام کریں، ایک دَورِ مخالفت ومخاصمتِ مودودیؒ کا ایسا بھی گزرا ہے، جبکہ ہندوستان، پاکستان کا ہر چھوٹا بڑا مولوی مسند نشین دین کا ٹھیکیدار، سنجیدہ عالموں میں بیشتر اور نام نہاد خادمانِ ملت وداعیانِ دینِ متین میں سے ہر ایک مولانا ابوالاعلیٰ مودودیؒ کو بدنام کرنا، نئے نئے الزامات تراشنا، مولانا مودودیؒ کی تحریروں کو توڑ مروڑ کر سیاق عبارت اور مضمون کے تسلسل سے الگ کر کے ہر روز ایک نیا فتویٰ جاری کرنا، ایک نئے فتنہ کو جنم دینا اور اس کو مولانا مودودیؒ سے منسوب کرنا، اپنا فرضِ منصبی، دینی فریضہ اور حکومت وقت کی خدمت سمجھتا تھا، ان تمام کے جواب میں سید مودودیؒ نے اپنے آقا سیدِ عالم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس سنت پر عمل پیرا ہونے کا عملی نمونہ پیش کیا کہ مخالف اگر متعصب اور حاسد ہے تو خاموشی اختیار کرو اور صبر واستقامت سے حق پر ڈٹے رہو، اللہ سے اپنے اور مخالف کے حق میں دعائے خیر کرتے رہو، اِدْفَعْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَن (حم السجدۃ : ۳۴) ان کے سامنے ریاستیں وحکومتیں تھیں۔ ان کے سامنے عالمگیر قوتیں تھیں، مگر وہ شخص سب کا تنہا حریف تھا، لیکن اُس نے کس شاندار طریقے سے :

یَآاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اصْبِرُوْا وَصَابِرُوْا وَرَابِطُوْا وَاتَّقُوا اللّٰہَ لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ۔ (ال عمران: ۲۰۰)

کا عملی نمونہ پیش کرتے ہوئے دین کے تحفظ کا حق ادا کیا اور کس طرح ان میں سے ایک ایک قوت کو اس نے اللہ کی مدد سے پچھاڑا۔ وہ جب اس دنیا سے رخصت ہوئے، اس اطمینان کے ساتھ کہ اُنہوں نے باطل نظریات کو وہ شکستِ فاش دی ہے کہ اب کبھی پاکستان کی سرزمین پر باطل کو سر اُٹھانے کا موقع نہیں مل سکتا۔ اپنی زندگی میں وہ مکمل فتح مند ہو کر رخصت ہوئے ہیں۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

یہ صحیح ہے کہ ان کے کام کی تکمیل کا کچھ حصہ ہمیں بھی انجام دینا ہے، ہمیں اپنی منزل تک پہنچنا ہے، لیکن اللہ نے کتنی بڑی امارت اُس شخص کو بخشی اور کتنا بڑا انعام سید مودودیؒ کو عطا فرمایا ہے کہ انہوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھ بھی لیا کہ ان کے دشمن جو بڑے لاؤلشکر کے ساتھ، بڑے وسائل کے ساتھ صف آرا تھے، سرنگوں ہونے پر مجبور ہوئے اور کس طرح اُس ایک شخص نے پورے عالمِ اسلام پر اسلام کا پرچم لہراتا ہوا اپنی نظروں سے دیکھا، یہ ہے اُس شخص کے کام کی ہمہ گیری اور اثر انگیزی۔ مولانا مودودیؒ کے کام میں اگر ہم ترجیحات کا تعین کرنا چاہیں تو بڑا مشکل کام ہے۔

اُن کے کام کے اثرات پر اب تحقیق ہوگی۔ دنیا سے اپنی عظمت منوانے کی جو آخری شرط تھی، مولانا مودودیؒ وہ بھی پوری کر چکے ہیں۔ وہ اس دنیا سے رخصت ہو چکے ہیں، شاید وہ لوگ بھی اب اُن کے بارے میں سوچنا شروع کر دیں گے جو زندگی میں اُن کی طرف متوجہ ہونا اپنی شان کے خلاف یا کسرِ شان سمجھتے تھے۔ اب اکیڈیمیاں (Academies) قائم ہوں گی۔ لوگوں کو پی ایچ ڈی (Ph.d) کی ڈگریاں مولانا مودودیؒ پر ریسرچ ورک کے لیے ملیں گی۔ اُن کے کام کا چرچا ہوگا اور یہ ان شاء اللہ قیامت تک باقی رہے گا۔ اللہ نے اُن کی زندگی میں اس کام میں جو برکت ڈالی تھی اس کا سلسلہ جاری رہے گا اور ان شاء اللہ یہ فکر غالب آ کر رہے گی۔

میں جب اس لحاظ سے دیکھتا ہوں کہ آخر اُن کا ہم پر سب سے بڑا احسان کیا ہے؟ سب سے بڑا احسان سید مودودیؒ کا میرے نزدیک یہ ہے کہ اُنہوں نے ایک عام مسلمان (احمد ابوسعید جیسے شخص) کا رشتہ قرآن کریم سے جوڑ دیا ہے۔ اپنے رب سے جوڑ دیا ہے۔ بے شمار چیزیں بندے اور اُس کے رب کے درمیان حائل ہو گئی تھیں، کہیں کچھ افراد حائل ہو گئے تھے، کہیں عقیدتیں اور مدارات حائل تھیں، مختلف رکاوٹیں تھیں جو ایک عام آدمی کا راستہ روک کر کھڑی ہو جاتی تھیں۔ کہیں اس کی بے علمی اور عربی زبان سے اُس کی ناواقفی رکاوٹ بنتی تھی کہ وہ اللہ کی کتاب سے براہِ راست رہنمائی حاصل کر سکے۔ یہاں وہ کسی مولوی یا مولانا کا محتاج تھا۔ مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ نے ہم پر اور دنیا بھر کے مسلمانوں پر جو احسانِ عظیم کیا ہے وہ یہ کہ ''تفہیم القرآن'' پڑھتے ہوئے یہ محسوس ہوتا ہے کہ ہم خود اُسی دَور میں زندہ ہیں جس میں

قرآن اُتر رہا ہے۔کوئی واسطہ ہمارے درمیان نہیں ہے۔کسی سے ہمیں پوچھنے کی ضرورت نہیں ہے (جیسا کہ تفہیم القرآن کا ہر قاری جانتا ہے کہ) قرآن کی خطابت براہِ راست ہم سے (یعنی قرآن کے ہر قاری سے) ہے اور ہمارے اور اللہ کے درمیان ایک ایسا تعلق ہے جس کے درمیان حضور اکرم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات گرامی کے سوا کوئی دوسرا فرد موجود نہیں۔

یہ عظیم الشان کام جو میرے نزدیک اپنی اہمیت کے حساب سے زیادہ وزنی ہے۔مولانا سید مودودیؒ نے قرآن کو سمجھنے میں راہنمائی کے جتنے ذرائع ممکن ہو سکتے تھے وہ مہیا کئے۔مولانا مودودیؒ اگر ''تفہیم القرآن'' نہ بھی لکھتے وہ اس کا صرف انڈیکس (Index) ہی مرتب کر دیتے تو یہ بھی اتنی بڑی خدمت ہوتی جس کا اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے یہاں انہیں بہت بڑا اجر ملتا۔آج مجھے جب کوئی مسئلہ پیش آتا ہے، میں اس انڈیکس سے متعلقہ مسئلہ نکال لیتا ہوں اور ایک منٹ میں قرآن کی بہت ساری ہدایات میرے سامنے آجاتی ہیں۔میری ہدایت ورہنمائی کے لیے جو سہولت اُنہوں نے مہیا کی ہے اس سے بڑا احسان مجھ پر اور کوئی کیا کرسکتا ہے کہ میں اللہ کی کتاب آسانی سے سمجھ لوں۔ [(مولانا سید مودودیؒ اور ''تفہیم القرآن'' کے بے شمار مخالفین میں سے وہ بے چارے بھی ہیں جو دین اور قرآن کو اپنا روزگار اور جاہ وعزت کا ذریعہ بنائے ہوئے ہیں۔جو دین وایمان وقرآن کے (Champion) بنے ہوئے ہیں۔جب ایک کالج ویونیورسٹی کا طالبِ علم وعام پڑھا لکھا آدمی راست قرآن فہمی سے بہرہ مند ہونے لگے تو ان بے چاروں کی دوکان پر اور دینی کاروبار میں مسند ودستار کی بندشیں ڈھیلی پڑنے لگیں تو یہ بلبلا بلبلا کر الزامات وجھوٹے پروپگنڈے کے دلدل میں کود پڑے اور اپنی دنیا وآخرت دونوں کو داؤ پر لگا دیا، افسوس ان کے حال کیسا برا گھاٹے کا سودا انھوں نے کر لیا۔

اَفَلَمۡ یَسِیۡرُوۡا فِی الۡاَرۡضِ فَتَکُوۡنَ لَہُمۡ قُلُوۡبٌ یَّعۡقِلُوۡنَ بِہَاۤ اَوۡ اٰذَانٌ یَّسۡمَعُوۡنَ بِہَا ۚ فَاِنَّہَا لَا تَعۡمَی الۡاَبۡصَارُ وَ لٰکِنۡ تَعۡمَی الۡقُلُوۡبُ الَّتِیۡ فِی الصُّدُوۡرِ ؀ (سورۃ الحج:46)

کاش یہ لوگ زمین میں چلے پھرے ہوتے (قوموں کے عروج وزوال پر غور کیے ہوتے) کاش ان کے دل سمجھنے والے اور کان سننے والے ہوتے۔حقیقت یہ ہے کہ آنکھیں اندھی ہونے سے اتنا نقصان نہیں ہوتا جتنا ان کے دل کے اندھے ہو جانے سے ہوتا ہے جو سینوں میں ہے۔)]

پھر اس کے بعد سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ کا دوسرا عظیم الشان کام یہ ہے کہ اُنہوں نے نبی اکرم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات گرامی سے ہمارا رشتہ جوڑا ہے۔محبت کے دعوے دار بہت ہیں۔عاشقانِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بھی کوئی کمی نہیں، لیکن عالم یہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہدایت ایک طرف ہو اور اُن کے پیر صاحب کی ہدایت دوسری طرف، تو انہیں

یاد نہیں رہتا کہ اس معاملہ میں نبی اکرم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کیا فرمایا تھا۔ ان کے نزدیک پیر صاحب کا قول، قول فیصل، ان کے امام صاحب کا قول، قولِ فیصل ہے۔ بدترین فرقہ بندی میں ہم جکڑے ہوئے تھے۔ ہماری آنکھوں پر پٹیاں بندھی ہوئی تھیں۔ ہم آپس میں بٹے ہوئے تھے۔ اگر تمام دنیا کے مسلمانوں کو مجتمع کرنا ہے اور انہیں ایک پلیٹ فارم پر لانا ہے تو اس کے سوا کوئی صورت نہیں کہ سارے افراد کی خدمات کا ضرور اعتراف کیجئے، ان سے ضرور محبت کیجئے، لیکن اُن کی محبت میں اتنی شدت سے گرفتار نہ ہونا چاہئے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت مغلوب ہوجائے۔ آپ دوسروں کو اپنا رہنما بنالیں اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت ثانوی (Secondary) ہوکر رہ جائے۔ آج وہ سارے لوگ جو مولانا مودودیؒ کے لٹریچر کو پڑھنے کی سعادت حاصل کر چکے ہیں وہ اپنے قلب کی کیفیت کا جائزہ لیں کہ اس سے پہلے انہیں حضور اکرم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت اور عقیدت کتنی تھی اور اس لٹریچر کو پڑھنے کے بعد حضور اکرم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے محبت کا، جاں نثاری کا، قربانی کا، اطاعت کا جذبہ اُن کے اندر کتنا توانا ہوا ہے۔ اپنا اپنا جائزہ ہر فرد خود لے لے، کسی دعوے کی، اس بارے میں ضرورت نہیں ہے۔

[(قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۔(ال عمران: ۳۱) (اے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم !) آپ لوگوں سے کہہ دو کہ اگر تم حقیقت میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے محبت رکھتے ہو، تو میری پیروی واتباع کرو، اللہ تم سے ضرور محبت کرے گا اور تمہاری خطاؤں کو معاف فرمائے گا۔ وہ بڑا معاف فرمانے والا اور رحیم ہے)]

مولانا مودودیؒ کے اس عظیم الشان کام کے نتیجہ میں بیچ کے سارے فاصلے مٹ گئے ہیں اور ایسا محسوس ہوتا ہے کہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہدایت ہمیں براہِ راست مل رہی ہے اور یہی وہ چیز ہے جو فرقہ بندیوں کو ختم کرتی ہے۔ فرقہ وارانہ منافرتوں کو ختم کرتی ہے اور عالمگیر اسلامی اتحاد کے لیے مستحکم ترین بنیاد مہیا کرتی ہے۔

آپ ''دیوبند'' کا حوالہ دے کر دنیا کے سارے مسلمانوں کو مجتمع نہیں کر سکتے، آپ ''بریلی'' کا حوالہ دے کر انہیں ایک پلیٹ فارم پر نہیں لا سکتے۔ آپ ''بغداد'' کا حوالہ دے کر دنیا کو مجتمع نہیں کر سکتے۔ آپ ''اہلِ سنت'' اور ''اہلِ حدیث'' کا حوالہ دے کر دنیا کے مسلمانوں کو ایک عالمگیر اتحاد کے لیے مجتمع نہیں کر سکتے۔ اس مقصد کے لیے آپ کے پاس توحید اور رسالت کے سوا کوئی بنیاد نہیں۔ [(واعتصموا بحبل اللہ جمیعاً ولا تفرقوا ۔ (ال عمران: ۱۰۳) اے مسلمانو! تم سب مل کر اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی رسی (قرآن وسنت) کو مضبوط پکڑ لو اور تفرقہ میں ہرگز مت پڑو۔)]

وہ ساری ہستیاں جن کے لیے آپ عقیدت سے سر جھکاتے ہیں ان حضرات کی خدمات اپنی اپنی جگہ یقیناً قابلِ قدر ہیں ان سے ہماری محبتیں بھی کسی سے کم نہیں، لیکن شریعت کے اندر اور دینِ اسلام کے اندر جو مقام اللہ سبحانہ

وتعالیٰ اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ہے، اور کسی کو نہیں دیا جا سکتا، ور جب تک باقی ساری محبتوں کو اللہ سبحانہ وتعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی محبت کے تابع کر کے براہِ راست اطاعت کا رشتہ نہ جوڑ لیں، اُس وقت تک یہ ممکن ہی نہیں کہ دنیا کے مسلمان متحد ہو جائیں۔ اتحاد کی اولین شرط یہ ہے کہ دائرۂ اسلام کا ایک مرکز ہو اور اس مرکز (توحید) کے گرد ہم سب (جیسے ہم کعبہ کے گرد طواف کرتے ہیں اس طرح ہم سب بغرض اتباع) رسالتِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے گرد مجتمع ہوں۔

آج پورا ایران، افغانستان، عرب، عجم، اور (یورپ وامریکہ، چین وجاپان) اور دنیا کے ہر جگہ کا رہنے والا مسلمان ایک دوسرے سے اپنی وابستگی محسوس کر رہا ہے، ایک دوسرے کے دکھ میں شرکت محسوس کر رہا ہے، عالمِ اسلام کا اتحاد ٹھوس شکل اختیار کرتا چلا جا رہا ہے اور کوئی شخص مصر سے اٹھتا ہے، کوئی شخص بغداد سے اُٹھتا ہے، کوئی شخص ترکی سے اٹھتا ہے، کوئی شام سے اٹھتا ہے، اور کوئی شخص ایران سے اٹھتا ہے اور جو اٹھتا ہے وہ یہ کہتے ہوئے اٹھتا ہے کہ میری اس تحریک کا اور میرے اس سفر کا راستہ، اس کی منزل، اگر کسی نے متعین کی ہے تو وہ سید مودودیؒ ہیں۔ اندازہ کیجئے کہ یہ کام ہمارے اپنے ملک (پاک) تک محدود نہیں بلکہ پورا عالمِ اسلام اس سے بیدار ہوا ہے۔ پورے عالمِ اسلام میں یکجہتی کا رشتہ قائم ہوا ہے اور جیسے جیسے وہ لٹریچر اپنا راستہ بناتا چلا جا رہا ہے، ذہن قریب آ رہے ہیں، دلوں کی دھڑکنیں مشترک ہو رہی ہیں۔ (دنیا کی تقریباً اسّی (80) سے زیادہ معروف زبانوں میں سیدی ابوالاعلیٰ المودودیؒ کے لٹریچر کا ترجمہ شائع ہو چکا ہے اور لاکھوں لوگوں نے اس سے استفادہ کیا ہے اور یہ سلسلہ دن بہ دن بڑھتا ہی جا رہا ہے۔)

بات یہیں آ کر رک نہیں جاتی بلکہ تحریر مودودیؒ کا کمال یہ ہے کہ ایک اُمنگ پیدا ہوتی ہے، اس بات کی کہ جو کچھ ہم نے محسوس کیا، جو ہدایت ہم نے اپنے اندر محسوس کی، اب ہماری ذمہ داری ہے کہ اُسے دوسروں تک پہنچائیں۔ ہم مطمئن ہو کر نہیں بیٹھ جاتے کہ ہمیں تو عبادت کا بہت اچھا طریقہ آ گیا ہے۔ ہم قرآن اچھی طرح سمجھنے لگے ہیں۔ اور آخرت میں یہ ہماری نجات کا ذریعہ بن جائے گا بلکہ کچھ یوں محسوس ہوتا ہے جیسے اسلام ہم سے تقاضا کر رہا ہو کہ جو کچھ تم نے دین سے حاصل کیا ہے اور جسے تم اپنے لیے سعادت، سربلندی اور فخر کا سرمایہ سمجھتے ہو، اسے دوسروں تک منتقل کرتے چلے جاؤ۔ جسم میں حرارت وحرکت پیدا ہوتی ہے، آنکھیں کھلتی ہیں، آدمی خوابِ غفلت سے چونکتا ہے اور اس کے بعد جو پیغام اسے ملا ہے وہ دوسروں تک منتقل کرتا چلا جاتا ہے۔ یہ ایک سید مودودیؒ کا ایسا صدقۂ جاریہ ہے جو ان شاء اللہ تیزی کے ساتھ بڑھتا چلا جائے گا، اور سید مودودیؒ کی خدمات کا اعتراف آج جتنے بڑے پیمانے پر کیا جا رہا ہے اس سے کہیں بڑھ کر کل کیا جاتا رہے گا۔

قیامِ پاکستان کے بعد تحریکِ پاکستان ختم نہیں ہوگئی، بلکہ پاکستان کی تحریک ۱۴/اگست ۱۹۴۷ء سے شروع ہوتی ہے۔ لے آیئے اپنا اپنا نامۂ اعمال اور جمع کر لیجئے، اپنے تمام وزیروں کی خدمات کو یکجا کر لیجئے، اُن سارے

افراد کی خدمات کو جمع کر لیجئے اور بتایئے کہ پاکستان کو دنیا میں صحیح طور پر کس نے متعارف کرایا۔ پاکستان کو فخر کا مقام کس کے ذریعہ ملا۔ پاکستان کو عالمِ اسلام کے ایک ایک فرد کی نظر میں عزت کا مقام کس نے دلایا۔ جب کسی شخص کے ہاتھ میں خواہ وہ دنیا کے کسی گوشہ میں ہو، ایک کتاب سید مودودیؒ کے نام سے آتی ہے اور جس کے نیچے لکھا ہوتا ہے ''لاہور پاکستان'' تو یہ بتایئے کہ اُس وقت اُس فرد کے دل ودماغ میں پاکستان کی عزت وعظمت کتنی بڑھ جاتی ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی دیکھتے جایئے کہ ایک ملک کے بارے میں یہ تصور قائم ہوتا ہے کہ اس ملک کے اندر اتنا بڑا مفکر موجود ہو، اس ملک کے اندر دین کا اتنا بڑا خدمت گار پیدا ہوا ہو تو خود اُس ملک کا تقدس نگاہوں میں کتنا بڑھ جاتا ہے، جس شخص نے یہ محسوس کیا ہے کہ اسلام کا اتنا بڑا مفکر اور علمبردار جس سے میری زندگی میں انقلاب برپا ہوا، آخر وہ کون سی سرزمین ہے جس نے اتنا بڑا عالم پیدا کیا، کون سا ملک ہے جہاں یہ شخص بستا ہے اور اس کے بعد اس نے یہ قیاس یقیناً کیا ہوگا کہ علم کے میدان میں اس ملک کا کتنا بڑا مقام ہے۔ اُسے ہماری (پاکستانیوں کی) جہالتوں کا کیا علم، اُس نے تو پاکستان کو سید مودودیؒ کے حوالے سے جانا اور سید مودودیؒ کے سارے لٹریچر کو پڑھ کر اندازہ لگایا کہ یہ بڑا عالیشان ملک ہے، جس کے اندر ایسے عظیم افراد پیدا ہوتے ہیں۔

اس ملک (پاکستان) کو عزت ملی مولانا مودودیؒ کے وجود سے اور بعض لوگ ہیں کہ بے حیائی اور ڈھٹائی کے ساتھ یہ الزام لگاتے ہیں کہ مولانا مودودیؒ پاکستان کے دشمن تھے۔ (یقیناً مولانا مودودیؒ اُس پاکستان کے دشمن تھے جو اسلام کے نام پر حاصل کیا گیا اور جہاں پر آج تک اسلامی دستور کا نفاذ نہیں ہوسکا) اس کو بھی چھوڑیے، خود پاکستان کے اندر سید مودودیؒ نے تیس بتیس سال کی طویل عمر گزاری ہے، اس میں اُن کی جس طرح کش مکش جاری رہی، بنیادی حقوق کے لئے، اسلام کی شریفانہ زندگی کے لیے، تو ذرا ہمیں بتایئے کہ اُن کے مقابلہ میں کون ذاتِ شریف ہے، جو آگے بڑھ کر یہ دعویٰ کرے کہ خود اہل پاکستان کی خدمت اور پاکستان کی نظریاتی بنیادوں کو مستحکم کرنے کے معاملے میں اُس کا حصہ مولانا مودودیؒ کے مقابلہ میں کیا رہا ہے۔

ایک فرد جو ہماری آبرومندانہ زندگی کے لیے، ہماری خوش حالی کے لیے آمریت (Dictator Ship) سے لڑ رہا ہے، الحاد، اشتراکیت، داخلی اور خارجی خطرات سے لڑ رہا ہے، ملک کے لیے اپنی زندگی کا ایک ایک لمحہ وقف کیے ہوئے ہے، اور ملک کے لیے لڑمرنے کا جذبہ رکھنے والے نوجوانوں کو تیار کر رہا ہے، وہ شخص جس نے بتدریج یہاں باطل کی ساری قوتوں کو زیر کیا، ہم نے دیکھا کہ بڑے بڑے ''علمبردارانِ تحریکِ پاکستان'' اس ملک کے درودیوار کو ڈھاتے رہے۔ وہ تنہا شخص تھا جو نہ صرف اس ملک کی نظریاتی بنیادوں کے تحفظ کے لیے ڈٹ گیا، بلکہ انہیں مستحکم بھی کیا

اور لا تعداد ایسے افراد بھی تیار کیے جو اس کام میں اس کا تعاون کرتے چلے جائیں۔

یہ وہ واحد شخص تھا جس نے اس ملک کو اپنی نظریاتی بنیاد سے ہٹنے نہیں دیا۔ اگر یہ ملک ایک بار اس نظریاتی بنیاد سے کھسک جاتا تو پھر اس ملک کے وجود، اس کی بقاء کا کوئی امکان باقی نہیں رہتا۔

میرا یہ بھی دعویٰ ہے کہ فلاح وخیر کے لیے بیرونی دنیا میں بھی اس نے ہمیں بے شمار دوست مہیا کر کے دیے، آج سعودی عرب اگر پاکستان کی طرف متوجہ ہے، آج عالمِ اسلام کی برگزیدہ ہستیاں یہاں کھینچی چلی آتی ہیں۔ اس سے ان کے محبت بھرے جذبات کا اندازہ کیجئے جو بیرونِ ملک ہمارے ملک کے لیے پائے جاتے ہیں۔ ذرا اندازہ کیجئے کہ اس میں کس کس شخص کا کتنا کام ہے۔ محبتوں کے یہ جذبات کس نے پیدا کیے ہیں، عقیدتوں کا رخ اس ملک کی طرف کس نے موڑا ہے، آپ خود اندازہ کر سکتے ہیں کہ اس کی دینی وملی خدمات کا یہ کتنا وسیع اعتراف ہے۔

[(فی الحقیقت اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی زمین پر اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے پیدا کیے ہوئے بندوں پر اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے سوا کسی کو حکم چلانے کا کوئی اختیار نہیں۔ انسانوں کے لیے شریعت دینے والا ''Law Giver'' خالق وحقیقی مالک اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے سوا نہ کوئی ہے اور نہ ہوسکتا ہے اور نہ کسی کو یہ حق پہنچتا ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے اقتدار اعلیٰ (Supreme Authority) کو چیلنج کرے۔

ومن لم یحکم بما انزل اللہ فاولئك هم الکفرون O (المائدة:۴۴)

ومن لم یحکم بما انزل اللہ فاولئك هم الظلمون O (المائدة:۴۵)

ومن لم یحکم بما انزل اللہ فاولئك هم الفسقون O (المائدة:۴۷)]

میں اس دعا پر اپنے کلمات کا اختتام کرتا ہوں کہ جو راستہ سید ابوالاعلیٰ المودودیؒ نے ہمارے لیے متعین کیا ہے اور جو منزل ہمیں دکھائی ہے ۔اللہ کرے اس راستے پر چلتے ہوئے ہمارے قدم کبھی نہ ڈگمگائیں۔

ہم استقامت کے ساتھ اس کی طرف بڑھیں اور وہ منزل سر کر کے رہیں اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے دین کا تقاضا ہے۔

آمین ۔ وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔

جنم جنم سے اندھیروں کو دے رہا ہے شکست — وہ اک چراغ جو اپنے لہو سے روشن تھا

محمد صلاح الدین

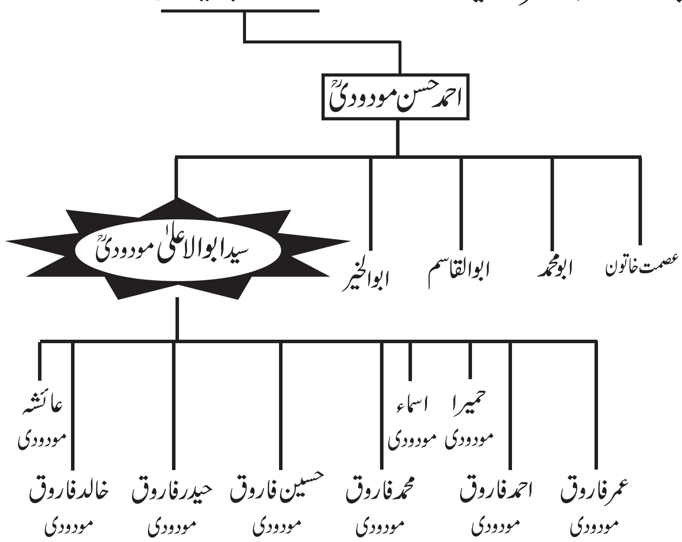
(چیف ایڈیٹر۔ روزنامہ ''جسارت'')

موت سے کس کو رستگاری ہے — آج اُن کی توکل ہماری باری ہے

[(نوٹ: معذرت کے ساتھ۔ بریکٹس ''()'' اور '' [ ] '' کی وضاحتی تحریر اور آیات کے حوالے مرتب کے ہیں۔)]

مودودی خاندان: ایک نظر میں

امام المتقین حضرت علی رضی اللہ عنہ، سید الشہداء امام حُسین رضی اللہ عنہ، امام زین العابدین رحمۃ اللہ علیہ، سادۃ الاسلام ابوجعفر محمد الباقر رحمۃ اللہ علیہ، الامام الزکی ابوعبداللہ جعفر صادقؒ، الامام الزاہد ابوالحسن موسیٰ کاظمؒ، الامام الحسن ابوالحسن علی الرضاؒ، الامام الجواد ابوجعفر محمد المتقیؒ، الامام الصابر ابوالحسن علی النقیؒ، السید الزاہد ابوابراہیم عبداللہ علی اکبرؒ، السید العابد ابومحمد الحسینؒ، السید الورع الجواد ابوعبداللہ محمدؒ، السید المجتہد ابوجعفر ابراہیمؒ، السید النبیل ابوالنصر سمعانؒ، السید العارف ابوالحسن محمدؒ، سید الطائفۃ ابویوسف یعقوب چشتیؒ، سید المشائخ قطب الدین مودود چشتیؒ، السید الفقیہ نجم الدین ابواحمدؒ، السید المتقی رکن الدین محمدؒ، السید العابد نظام الدین احمدؒ، السید المناسک قطب الدین ابومحمدؒ، السید الضابط ضیاء الدین محمدؒ، السید المستالہ اوحد الدین احمدؒ، السید الزاہد تقی الدین محمدؒ، السید المفید المعارف قطب الدین ابواحمدؒ، السید الخاشفے نظام الدین علیؒ، السید العلام ناصح الدین محمد شاہ خواجگی، السید منتخب الدین شاہ ابوالاعلیٰ جعفر مودودیؒ، السید الفاضل النبیل ثقۃ الدین شاہ عبدالعلیؒ، السید الفقیہ شاہ عبدالحیؒ، السید المتکلم شاہ عبدالصمدؒ، السید المتورع شاہ عبدالغنیؒ، السید الزاہد عبدالشکورؒ، العبد الزاہد السید المحدث شاہ عبدالہادیؒ، سید المناسک شاہ عبدالباقیؒ، السید الحافظ شاہ عبدالوالیؒ، السید المعارف عبدالمعزؒ، السید التقی وارث علیؒ۔ المتقی الزاہد سید حسنؒ



(تذکرہ سید مودودی)۔ ایک شخص ایک کارواں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
الحمدللہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ سید المرسلین وعلیٰ آلہ واصحابہٖ أجمعین
ومن تبعھم بإحسان إلیٰ یوم الدین والحمدللہ رب العالمین

آغازِ حیات سید ابوعلیٰ مودودیؒ، وخاندانی، ملی وعالمی حالات اور ماحول کا مختصر تعارف

عصر حاضر کے قائدِ اعلیٰ - مولانا محترم سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ (25 ستمبر 1903ء - 22 ستمبر 1979ء مطابق ۳ رجب ۱۳۲۱ھ - ۲۹ شوال ۱۳۹۹ھ) کا تعلق سید الشہداء حضرت امام حسینؓ کے سادات گھرانے سے ہے، جو حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیریؒ کے سلسلۂ چشتیہ کے شیخ الشیوخ حضرت خواجہ قطب الدین مودود چشتی (527ھ-430ھ) کی اولاد کے پہلے بزرگ، خواجہ ابوالاعلیٰ مودودی چشتیؒ (م 935ھ-1510ء) ہیں، جو مغلیہ دور کے آخری بادشاہ، شاہ عالم، کے زمانے میں افغانستان کے مشہور صوبے ہرات کے ایک معروف مقام چِشت سے آکر ہندوستان کے دارالحکومت دہلی میں آباد ہوئے۔ ہجرت و جہاد، خاندانِ مودودیؒ کا امتیاز رہا ہے۔ مودودی خاندان میں ایک ہزار سال سے سلسلۂ بیعت و ارشاد جاری رہا۔ سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ کے دادا کا نام سید حسن مودودیؒ (1903ء-1801ء) اور والد کا نام سید احمد حسن مودودیؒ (1920ء-1855ء) تھا۔

آپ کے دادا کا انتقال، ۱۰۳ سال کی عمر میں (1903ء) دہلی میں ہوا۔ اس وقت سید حسن مودودیؒ کی ماہانہ آمدنی ڈیڑھ سو (150) روپے تھی، اس میں سے پچاس (50) روپے گھر کے خرچ کے لیے، پچاس (50) روپے غریب عورتوں کے لیے اور پچاس (50) روپے محلے کی تین مسجدوں کے انتظامی اخراجات کے لیے ہوتے تھے۔ سید احمد حسن مودودیؒ (سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ کے والد محترم) ۱۸۵۵ء میں دہلی میں پیدا ہوئے۔

ابتداء میں سید احمد حسن مودودی کی تعلیم گھر پر ہوئی۔ بعد میں شاہ عبدالعزیزؒ (1746ء-1834ء) شاہ رفیع الدینؒ (1750ء-1818ء) اور شاہ عبدالقادرؒ، (1753ء-1815ء) کے شاگردِ خاص' مولوی رشید الدینؒ صاحب کے زیر نگرانی ہوئی۔ احمد حسن مودودیؒ کی والدہ یعنی سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ کی دادی سر سید احمد خان کی قرابت

دار تھیں ۔سرسید احمد خان نے امت مسلمہ کی انگریزوں سے نفرت، اور انگریزی تعلیم سے دوری، اور مستقبل میں مسلمانوں کی معاشی پستی کے پیشِ نظر، مسلمانوں میں تعلیمی شعور اور اصلاح کا بیڑا اٹھایا۔[1] چنانچہ وہ اپنے رشتہ داروں کے کچھ لڑکوں کو حصولِ علم کے لیے علی گڑھ لے آئے، ان ہی میں احمد حسن مودودیؒ بھی تھے۔سرسید احمد خاں بانی علی گڑھ مسلم یونیورسٹی (1898ء-1817ء) رشتے میں احمد حسن مودودیؒ صاحب کے ماموں تھے۔احمد حسن مودودیؒ کو دوران قیام دہلی، نماز کی ادائیگی کے سوا، کسی اور کام وملاقات کے لیے گھر سے بلاضرورت، باہر جانے کی اجازت نہیں تھی۔انہوں نے علی گڑھ مسلم یونیورسٹی (جو''مدرسۃ العلوم'' کے نام سے 1875ء میں قائم ہوئی) میں تعلیم کے دوران، قدرے کھلے ماحول میں سانس لی۔خاندانِ مودودی میں پینٹ' شرٹ پہننا اور کرکٹ کھیلنا ودیکھنا، بہت معیوب تھا، مگر علی گڑھ کے ماحول میں، احمد حسن مودودیؒ کے لیے یہ سب کچھ معیوب نہیں رہا۔اسی طرح مودودی خاندان میں مَردوں کے لیے کرتا' پاجامہ' شیروانی اور ٹوپی پہننا لازمی اور محبوب لباس تھا۔مگر کالج کے ماحول نے ان انگریز مخالف پابندیوں کو غیر اہم قرار دیا۔جس کی وجہ سے سید حسن مودودیؒ نے احمد حسن مودودیؒ کو علی گڑھ سے، ایف۔اے۔ (F.A) کی سند حاصل کرنے کے فوری بعد واپس بلالیا۔

سید ابوالاعلیٰ کے دادا سید حسن مودودیؒ کا نام بانیانِ علی گڑھ مسلم یونیورسٹی میں تھا[2] لیکن انہوں نے سرسید احمد خاں سے کافی بحث کے بعد اپنا نام نکلوادیا، کیوں کہ اُن کی نظر میں یہ ''مدرسۃ العلوم'' جو''دارالعلوم'' سے علی گڑھ مسلم یونیورسٹی بنتے بنتے مسلمانوں میں انگریزی زبان کے ساتھ ساتھ مغربی تہذیب، آزاد خیالی کے مرض کو پھیلانے کا مرکز بنتا جارہا تھا، اور آگے چل کر یہ یونیورسٹی، اسلامی تہذیب کی تباہی کا باعث بننے والی تھی، ان کا خیال تھا کہ یہاں سے فارغ ہوکر نکلنے والا مسلمان انگریزوں کا اچھا خادم وغلام تو بن کر نکلے گا، مگر ایک مخلص مسلمان باقی نہ رہے گا۔[3] احمد حسن مودودیؒ نے علی گڑھ سے نکل جانے کے بعد وکالت کی تعلیم الٰہ آباد میں حاصل کی تھی، مولوی رشیدالدین احمد صاحبؒ[4] سے صحاح ستہ اور مولانا سید نذیر حسین صاحب محدث دہلویؒ سے مشکوٰۃ پڑھی تھی، مولانا رشید احمد گنگوہیؒ (1829ء-1905ء) کی تعلیم وتربیت سے بھی فیض یاب ہوئے تھے اور وہ مشہور شاعر مولانا الطاف حسین

---

[1] سرسید احمد خان ایک دردمند مخلص مسلمان رہنما تھے۔اپنی مخلصانہ سعی کا اجر وہ ان شاءاللہ ضرور پائیں گے۔اللہ غفور ورحیم ہے۔''سرسید کی بصیرت'' اسرار عالم۔دہلی، اشاعت اول 2012ء

[2] آثار الصنادید، مصنف سرسید احمد خاں۔

[3] ترقی پسند ادب، ترقی پسند مسلمان، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی ہی کی دین ہے۔

[4] مولوی رشیدالدین خاں صاحبؒ وہی بزرگ ہیں جن کے شاگرد مولوی مملوک علی صاحبؒ ہیں۔ان سے مولوی احمد علی صاحب سہارنپوریؒ، ومولوی قاسم صاحب نانوتوی، مولویؒ رشید احمد صاحب گنگوہیؒ، مولوی محمد یعقوب صاحبؒ (اولین صدر دارالعلوم دیوبند) جیسے علماء کو شرف تلمذ حاصل ہے۔

حالیؒ (1837ء۔1914ء) کے بھی شاگرد تھے۔

الٰہ آباد سے وکالت کی سند حاصل کرنے کے بعد، پیشۂ وکالت ابھی شروع بھی نہیں کیا تھا کہ ریاست دیوگڑھ کے راجہ کے ولی عہد کے اتالیق کی حیثیت سے ملازمت قبول کر لی۔ اس کے بعد میرٹھ، بلند شہر اور غازی آباد، میں وکالت کی۔ مگر کہیں بھی مستقل قیام نہ کر سکے۔ 1894ء یعنی 39 سال کی عمر میں حیدرآباد دکن میں کچھ مدت وکالت کی پریکٹس کے بعد حکومتِ آصفیہ کے ایک مشہور و معروف شہر ''اورنگ آباد'' کا رخ کیا۔ اورنگ آباد میں احمد حسن مودودیؒ صاحب کے رشتہ کے چچا مولوی محی الدین صاحب تھے جو ایک اعلیٰ درجہ کے قانون داں ہونے کی وجہ سے آصف جاہی حکومت کی عدالت عالیہ کے میر عدل (سیشن جج) تھے۔ ''اورنگ آباد'' آنے سے قبل ہی غازی آباد میں وکالت کے زمانے میں، احمد حسن مودودی اُس وقت کے ترقی پسند ماحول کا رنگ اختیار کر چکے تھے۔ انگریزی معاشرت' انگریزی لباس اور ترقی پسند ماحول کے اثرات و خیالات نے ابتدائی سخت دینی مزاج کو بدل دیا تھا۔ لیکن یہ اللہ کا کرم ہوا کہ ''اورنگ آباد'' میں، ایک نیک اور متقی جج، مولوی محی الدین خاں صاحبؒ (جو ایک بڑے صوفی، عالم اور مرشد بھی تھے) کی صحبت اور تربیت نے، سید احمد حسن مودودی کی طبیعت اور مزاج کو دوبارہ دین دار بنا دیا۔

مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ کے والد سید احمد حسن مودودیؒ صاحب کی دو شادیاں ہوئیں، پہلی بیوی امۃ الحبیب جن سے تین بچے، دو بیٹے ابو محمد اور ابوالقاسم اور ایک بیٹی عصمت خاتون تھیں۔ ان کی ان پہلی بیوی کے انتقال کے کم و بیش بارہ سال بعد، جب وہ ۱۸۹۴ء میں دہلی سے حیدرآباد دکن کے شہر اورنگ آباد آئے تو شہر حیدرآباد کے ایک علمی و معزز گھرانے کے، جناب مرزا قربان علی بیگ سالکؔ، شعر و سخن میں مرزا غالب (1869ء-1797ء) کے شاگرد، نواب عماد الملک بلگرامی کے رسالے ''مخزن الفوائد'' کے معاون مدیر کی سب سے چھوٹی دختر، محترمہ رقیہ خاتون (عمر 23/سال، پ1873ء-م1957ء مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ کی والدہ) سے ۱۸۹۶ء میں دوسری شادی کی، اس وقت اُن کی عمر 41 سال تھی۔ ان سے سید ابوالخیر مودودی اور سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ پیدا ہوئے۔ مرزا قربان علی بیگ سالکؔ ترک نژاد تھے، گویا سید ابوالاعلیٰ مودودی ننھیال کی طرف سے ترکی الاصل تھے۔ سید ابوالاعلیٰ مودودی کو ان کی والدہ محترمہ ''مُنّا'' اور سید ابوالخیر مودودی کو ''خَیر و'' کہتی تھیں۔ انھوں نے اپنے بچوں کے برابر تینوں سوتیلے بچوں کی حقیقی ماں کی طرح مشفقانہ پرورش و سرپرستی کی۔

دوسری بیوی سے پہلے لڑکے ابوالخیر مودودی کی پیدائش کے بعد سے ہی احمد حسن مودودیؒ میں انگریزی وضع و قطع سے اجتناب و احتیاط کا پہلو، روزمرہ زندگی میں ماضی کی طرح پھر بتدریج غالب ہونے لگا تھا، اور جسٹس مولوی محی

الدین سے بیعت کے بعد، دینی مزاج میں فرائض کی ادائیگی کے ساتھ ساتھ، نفل عبادات اور ذکر وریاضت میں مشغولیت بڑھتی گئی۔ سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ کی پیدائش سے دوسال قبل، وکالت میں جھوٹ ونکتہ سازی سے بے زاری اور کسب حلال کی فکر پیدا ہوگئی۔ صوم وصلوٰۃ کی پابندی کے ساتھ ساتھ جھوٹے مقدمات سے اجتناب، اور مشکوک مال وجائیداد سے دست برداری شروع کردی۔ (سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ کے والد صاحب) سید احمد حسن مودودیؒ اور (سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ کی والدہ صاحبہ) رقیہ خاتون نے بالکل یکسوئی کے ساتھ صبغۃ اللہ اور تقرب الی اللہ کا طرزِ عمل اختیار کرلیا، جس کی بدولت دینی رنگ مکمل طور پر غالب آ گیا۔

صِبْغَةَ اللّٰهِ وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ صِبْغَةً وَّنَحْنُ لَهٗ عٰبِدُوْنَ (البقرۃ 138)

مغربی طرزِ زندگی کو مکمل طور پر ترک کردیا اور وکالت میں حلت وحرمت کے فرق کو ملحوظ رکھتے ہوئے مقدمات کی پیروی کرتے رہے۔ وکالت کو مخصوص شرائط سے مشروط کرنے سے آمدنی گھٹتی گئی، مگر فکرِ آخرت غالب رہی۔ سید احمد حسن مودودیؒ کو مُرشد محی الدینؒ خاں صاحب نے شاہ احمد کا خطاب دیا اور خرقۂ خلافت بھی عطا کیا۔

جب بفضل اللہ، والدین کامل طور سے صالحین میں شمار ہونے لگا، تو اس کیفیت کے ایک سال بعد 25 ستمبر 1903ء مطابق ۳/رجب ۱۳۲۱ھ بروز جمعہ ساڑھے گیارہ بجے دن قبل از اذانِ جمعہ، سابق ریاست حیدرآباد دکن کے شہر اورنگ آباد، محلہ چیلی پورہ کے ایک متوسط گھرانے میں سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ پیدا ہوئے۔ والد احمد حسن مودودیؒ نے ایک بزرگ کی پیشین گوئی اور ہدایت کے مطابق اس نومولود کا نام سید ابوالاعلیٰ رکھا۔

ابوالاعلیٰ کے معنی۔ اعلیٰ صفات والا۔ عظمت والا، بلند مرتبہ والا کے ہیں، جیسے ابوہریرہ، ابوتراب، ابوالحسن، ابوالخیر وغیرہ۔ ''الاعلیٰ'' جہاں اللہ تعالیٰ کا اسم صفت ہے وہیں قرآن مجید میں اس کو مومنوں اور انبیاء کرام کے لیے بھی استعمال کیا گیا ہے جیسے:

وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ o (اٰل عمران: 139) لَا تَخَفْ اِنَّكَ اَنْتَ الْاَعْلٰى o (طٰهٰ: 68) بِالْاُفُقِ الْاَعْلٰى o (النجم: 71) بِالْمَلَاِ الْاَعْلٰى۔ (صٓ۔ 69)

اگست ۱۹۴۱ء میں جماعت اسلامی کے قیام کے بعد ہی سے شیطانی ذہنیت ومعاصرانہ عصبیت میں مبتلا بعض جاہل، کم ظرف وحاسد، متعصب، بدنصیب وبدراہ معروف اور غیر معروف مولوی ومفتی حضرات نے مولانا مودودیؒ کے نام ''ابوالاعلیٰ'' پر نہ صرف اعتراضات کیے بلکہ فتوے بازی وفتنہ گری کا بازار گرم کیا تھا۔[1]

---

[1] سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ۔ نام سے متعلق وضاحت۔ (مرتب ابوالاُ فاق)

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسٰۤى اَنْ يَّكُوْنُوْا خَيْرًا مِّنْهُمْ وَلَا نِسَآءٌ مِّنْ نِّسَآءٍ عَسٰۤى اَنْ يَّكُنَّ خَيْرًا مِّنْهُنَّ ۚ وَلَا تَلْمِزُوْۤا اَنْفُسَكُمْ وَلَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ ؕ بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوْقُ بَعْدَ الْاِيْمَانِ ۚ وَمَنْ لَّمْ يَتُبْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ⑪ (الحجرات: 11)

''ابو'' کے معنی جہاں ''باپ'' کے ہیں وہیں، والا، رکھنے والا۔ قابلیت والا، خصوصیت رکھنے والا Possessor کے بھی ہیں۔ نام سے متعلق جہاں بعض دینی ٹھیکیدار، نادان، کم ظرف، حاسد لوگوں کو ابوالاعلیٰ پر اعتراض تھا تو وہیں، بے دین کمیونسٹوں، سوشلسٹوں، ترقی پسند ادیبوں وشاعروں کو بھی ایک اعتراض، سید ابوالاعلیٰ کے ساتھ مودودی لکھنے پر تھا، جس کا جواب خود مولانا مودودیؒ نے ان الفاظ میں دیا ہے۔

''میں حضرت قطب الدین مودود چشتی رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد میں سے ہوں، اس لیے اپنے آپ کو مودودی لکھتا ہوں۔ یہ کسی نشرِ عام یا شہرت کے لیے نہیں ہے اور نہ اس سے کوئی فائدہ اٹھانا مقصود ہے، بلکہ اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو شعوب اور قبائل میں تعارف و امتیاز کے لیے تقسیم کیا ہے۔

وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا۔ (الحجرات: 13) اس لیے میں جس قبیلہ کا ہوں محض اس کا اظہار کرتا ہوں۔ 'مودودی' کسی مسلک یا مذہب کا نام نہیں ہے[1]۔''

سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ کے خاندانی پس منظر کے ساتھ ساتھ ، ان کے اُس عہد کے بھی پس منظر کی مناسبت محسوس کرتے ہوئے، نہایت مختصر تاریخی جائزہ کچھ اس طرح ہے:

عہدِ رسالت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم (انتقال ۱۱ھ مطابق 632ء) کے بعد، خلافتِ راشدہ سیدنا حضرت ابوبکرؓ (۱۱ھ 632ء تا ۱۳ھ 634ء) سیدنا حضرت عمرؓ (۱۳ھ 634ء تا ۲۳ھ 644ء) سیدنا حضرت عثمانؓ

[1] مکاتیبِ مودودیؒ۔ مرتب عاصم نعمانی
کتاب کے ابتداء ہی میں نام سے متعلق یہ وضاحت ضروری تھی، کیوں کہ ناواقف کو واقف کرانا اور سمجھانا آسان ہے مگر متعصبین ومخالفین کو سمجھانا بہت مشکل ہے:
وَاللّٰهُ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الْفَاسِقِيْنَ o (الصّف: ۵) وَاللّٰهُ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ o (البقرہ: 282)
لَعْنَتُ اللّٰهِ عَلَى الْكٰذِبِيْنَ o (آل عمران: ۶۱)
اس کے ساتھ غلطی کے احساس پر اصلاح کی صورت میں جہالت اور اندھی مخالفت کے بعد توبہ کر لینے سے اللہ کی پھٹکار سے بچنے کی امید ہے۔
قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰۤى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ o (سورۃ الزمر: 53)

(۲۳ھ 644ء تا ۳۵ھ 656ء) سیدنا حضرت علیؓ (۳۵ھ 656ء تا ۴۰ھ 661ء) کے بعد بنوامیہ کی حکومت (ملوکیت) نے اسلام کو ریاستی وحکومتی معاملات سے خارج کر کے مسجد تک محدود کر دیا۔ مسلم معاشرے میں، یہودیت، عیسائیت، قدیم یونانی فلسفۂ حیات نے جگہ بنانا شروع کر دیا۔

حضرت امام حسینؓ (شہادت 59ھ مطابق 680ء) نے خلافت کو ملوکیت سے بچانے کے لیے جام شہادت نوش فرمالیا۔ اس کے بعد امام ابوحنیفہؒ (م۔ 767ء)، امام احمد بن حنبلؒ (م۔ 768ء) امام مالکؒ (م۔ 795ء) امام شافعیؒ (م۔ 819ء) امام غزالیؒ (م۔ 1111ء) شیخ عبدالقادر جیلانیؒ (م۔ 1163ء) صلاح الدین ایوبیؒ (م۔ 1187ء) حضرت معین الدین چشتیؒ (م۔ 1236ء) امام ابن تیمیہؒ (م۔ 1328ء) نے مشرکوں، منافقوں، یہودیوں اور نصرانیوں کی سازشوں، سے اسلامی قوت کو، فرقوں پھر مسلکوں میں تقسیم کر کے کمزور کرنے کی شیطانی کوششوں کا حتی المقدور مقابلہ کیا۔ اسلام بدستوران تمام سازشوں کے باوجود، اخلاق وکردار، عدل وانصاف اور جہاد فی سبیل اللہ کے ذریعہ باطل طاقتوں وسلطنتوں پر فتوحات کے ذریعہ پھیلتا گیا۔ ایشیا، افریقہ اور یورپ کے بیشتر علاقوں پر خلافت اور مسلم قیادت کو غلبہ حاصل ہوا۔ دنیا کو جہالت سے نکال کر علم وحکمت سے متعارف کرایا۔

يُرِيدُونَ لِيُطْفِئُوا نُورَ اللَّهِ بِأَفْوَاهِهِمْ وَاللَّهُ مُتِمُّ نُورِهِ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ (الصف:8)

شیطانی طاقتوں نے ایک نیا کامیاب حربہ، دین کے بھیس اور تقویٰ کی آڑ میں، یہ چلایا کہ مسلمانوں کے ہاتھوں میں غیر محسوس چالاکی سے تلوار کی جگہ تسبیح تھمادی۔ برصغیر ہند کے مسلم حکمرانوں نے اسلام کی اشاعت وتبلیغ اور جہاد فی سبیل اللہ کا کام ترک کر دیا۔

مغل بادشاہوں نے حکومت کو اسلامی بنانے کے بجائے، ہندوستانی بنانے کا کام شروع کر دیا، حضرت مجدد الف ثانی (1034ء۔ 971ء) نے ایک طرف ارباب حکومت، دوسری طرف موقع پرست علماء سُوء اور بعض گمراہ صوفیاء، کی اصلاح کا بیڑا اٹھایا۔ بادشاہ اورنگ زیب عالمگیرؒ نے (م۔ 1707ء) جو اعلیٰ وارفع مومن اور مثالی مسلم حکمراں، نہایت سادہ اور پابند شریعت تھے، پورے برصغیر بشمول سری لنکا وافغانستان پر محیط وسیع وعریض عظیم الشان سلطنت پر مثالی کنٹرول اور عدل وانصاف کے ساتھ حکومت کی۔ انھوں نے حکومت کو از سر نو اسلامی راہ (Track) پر لانے کی سعی کی۔

پھر عالی مقام عالم دین حضرت شاہ ولی اللہؒ (1762ء-1703ء) نے اسلام کو ہمہ گیر نظام کی حیثیت سے اُس کی اصلی صورت میں پیش کیا۔ پیشہ ور دین داروں نے مسلمان اور قرآن مجید کے درمیان جو دوری پیدا کی

تھی، قرآن سے مسلمانوں کی اس دوری کوختم کرنے اور مسلمانوں کوقرآن مجید کے فہم وتعلیمات سے جوڑنے کے لیے حضرت شاہ ولی اللہؒ کے تربیت یافتہ فرزندوں شاہ عبدالقادرؒ (1815ء-1753ء) اور شاہ رفیع الدینؒ (1818ء-1750ء) نے قرآن مجید کا اردو میں رواں اور تحت اللفظ ترجمہ کیا۔ بنگال میں سراج الدولہ (م۔1757ء) اور جنوبی ہند میسور میں ٹیپو سلطان (شہید 1799ء) نے عظمتِ اسلام کی بقا کی سرفروشانہ جدوجہد کی۔ سید احمد شہیدؒ (1831ء-1782ء) اور شاہ اسمٰعیل شہیدؒ (1831ء-1779ء) نے انگریزوں کے خلاف اسلام اور مسلمانوں کے تحفظ کے لیے جہاد کیا اور شہید ہوئے۔

1857ء کی جنگ آزادیٔ ہند (غدر) سے مسلمانوں کے اقتدار کا چراغ جو 1707ء سے مدھم پڑتا چلا آرہا تھا، 1857ء کے بعد بجھ گیا۔ مگر اسلامی جذبہ باقی تھا۔ جو اپنے تاریک دور میں بھی کبھی فرائضی تحریک، کبھی ریشمی رومال، کبھی خلافت تحریک کی شکل میں اسلامی نظام کے قیام کے لیے کوشاں رہا۔ اور ہندو مسلم متحدہ جدوجہد کو شیطانی ذہنیت اور انگریز کی یہودی سازش نے آزادیٔ ہند کی تحریک کو تقسیم ہند میں تبدیل کر دیا۔ اور پھر سازش در سازش کے نتیجہ میں مسلم قیادت نے مجبوراً تحریک پاکستان کی شکل اختیار کرلی۔ سیکڑوں صفحات کے تاریخی حقائق کی کڑیوں کو دو ایک جلدوں میں جوڑنے کا کام سید مودودیؒ ہی کا حق ہے۔[1]

بہرحال برصغیر ہند میں انگریز حکومت کی غلامی سے ہندوستان کو آزاد کرانے کی جدوجہد اور قربانیوں میں مسلمانوں کا رول بہت نمایاں رہا ہے[2]۔ انگریز اور حکومت برطانیہ نے مغربی فلسفہ، دہریت، الحاد، لامذہبیت، مادہ پرستی کی آبیاری کی۔ انگریزی تعلیم کو روزگار سے جوڑ دیا، اور مسلمانوں کو مسلکی مخالفت کی لت میں مصروف کر دیا۔

سرسید احمد خانؒ (1898ء-1817ء) نے مسلمانوں کو معاشی پستی سے بچانے کے لیے علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے قیام کا بیڑا اٹھایا۔ انگریز اور انگریزی مخالف، دینی طبقہ نے حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتویؒ (1880ء-1832ء) کی زیر سرپرستی دارالعلوم دیوبند (1866ء) کے قیام کا بیڑا اٹھایا اور ۳۰ مئی 1867ء کو "دارالعلوم" دیوبند قائم ہوا[3]۔ اسلامی علوم کے ساتھ ساتھ جدید علوم سے آگاہی کی ضرورت محسوس کرتے

۱۔ تحریک آزادیٔ ہند اور مسلمان حصہ اول و دوم جس کی پہلی شکل مسلمان اور سیاسی کشمکش، حصہ اول تا حصہ سوم

۲۔ آزادیٔ ہند میں مسلمانوں کا حصہ۔ فاروق ارگلی۔

تحریک آزادیٔ ہند میں مسلمانوں کی قربانیاں۔ ڈاکٹر رضی احمد کمال۔

۳۔ ہندوستان کے اہم مدارس۔ محمد قاسم اسحاق۔ ہند۔

ہوئے 1894ء میں ندوۃ العلماء کا قیام عمل میں آیا۔ جس کا مقصد طریقِ تعلیم کی اصلاح اور باہمی نزاع کا خاتمہ قرار پایا۔ 1914ء میں ''دارالمصنّفین'' اعظم گڑھ کا قیام ''علمی احیاء'' کے سلسلہ کی ایک اہم کڑی ہے۔ مسلمان حکمرانوں سے اقتدار انگریز نے ''ایسٹ انڈیا کمپنی'' East India Co. کے روپ میں ہند میں آکر ایک لانگ ٹرم پلاننگ کے تحت چھین لیا، حاکم قوم کو محکوم بنانے میں مسلم حکمرانوں کی اسلام سے دوری اور عیش پرستی کے مرض نے چند ہزار انگریزوں کو حاکم بنا دیا۔ مسلم حکمرانوں کی نااہلی اور شکست کے بعد مسلم علماء نے انگریز سے نجات کا مورچہ سنبھال لیا۔ یہ ایک طویل داستان ہے، جس کی یہ مختصر کتاب متحمل نہیں ہے۔ بہرحال۔۔۔۔۔۔۔

مولانا محمود حسن صاحب، شیخ الہند، اسیر مالٹا، عظیم مجاہد اور مترجم قرآن (1920ء-1851ء)

مترجم قرآن مجید مولانا احمد رضا خانؒ صاحب (1921ء-1856ء)

مترجم ومفسر قرآن مجید، حکیم الامت مولانا اشرف علیؒ صاحب تھانوی (1943ء-1863ء)

ان تمام بزرگوں نے اپنے اپنے فکر وفہم کے لحاظ سے مسلمانانِ ہند کو دین اسلام اور قرآن مجید کی دعوت سے جوڑے رکھنے کے لیے آپسی مسلکی اور گروہی اختلاف کے مرض کے علاج کے لیے جہد مسلسل کی خدمت انجام دی۔[1]

انگریز حکومت نے اسلام کی بیخ کنی اور اسلام کو عیسائیت زدہ کرنے کے لیے ایک مبلغ اور مناظرے کے ماہر فتنہ پرور مرزا غلام احمد قادیانی، (1908ء-1837ء) کو نبیؑ کاذب بنا کر کھڑا کر دیا۔ دوسری طرف سے غلام احمد پرویز (1985ء-1903ء) نے انکارِ حدیث کے نئے فتنے کی قیادت سنبھال لی اور اپنے باطل اور گمراہ کن نظریات سے بہت سے تعلیم یافتہ لوگوں کو متاثر اور گمراہ کیا۔ ان دونوں گروہوں نے پاکستان میں انگریزی تہذیب وثقافت کے تحفظ اور ترویج میں بنیادی رول ادا کیا اور حکومت، عدلیہ وانتظامیہ کے اہم مناصب پر اپنا قبضہ جمالیا۔ نتیجہ کیا ہوا؟

(دیکھئے کتاب کے آخر میں، ضمیمہ نمبر ۳، عالمی ترجمان القرآن، لاہور، اگست 2015ء، اشارات، پروفیسر خورشید احمد صاحب)

سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ کو خاندانی شرافت، بہترین اساتذہ کی تربیت اور عمیق مطالعہ کے علاوہ، مولانا الطاف حسین حالیؔ (1914ء-1837ء)، شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ اسیر مالٹا (9120ء- 1851ء) مولانا حسرت موہانیؒ (1951ء-1878ء)، مولانا شبیر احمد عثمانیؒ (1949ء-1885ء) علامہ شبلی نعمانیؒ (1914ء-1857ء)، شاعر مشرق علامہ اقبال (1938ء-1877ء)، مولانا ابوالکلام آزادؒ، (1958ء-1888ء) مولانا محمد علی جوہرؒ، (1978ء-1931ء) محمد علی جناحؒ (1948ء-1876ء) تبلیغی جماعت کے بانی حضرت مولانا محمد الیاسؒ (1944ء-1886ء)

[1] اسلامی انسائیکلو پیڈیا۔ سید قاسم محمود۔ پاکستان صفحہ 157 اور 227

ملتِ اسلامیہ ہند کے ان تمام قائدین کے فکری، علمی اور عملی سعی و جہد کے مثبت و منفی پہلوؤں کا بیش قیمت نمونہ نصیب ہوا، جو ملتِ اسلامیہ کے مقصدِ حیات، طریقۂ کار اور سمتِ سفر کے تعین میں مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ کے لیے نہایت مددگار و معاون ثابت ہوا۔

لِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنْكُمْ شِرْعَةً وَّمِنْهَاجًا وَّلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَعَلَكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّلٰكِنْ لِّيَبْلُوَكُمْ فِيْ مَآ اٰتٰكُمْ فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرٰتِ... (المآئدة: آیت،48)

”متاعِ فقیر“

آخر مولانا مودودیؒ میں وہ کیا چیز ہے جس کی وجہ سے اس کی قید اور اس کی رہائی سے اَن گنت لوگ دل چسپی رکھتے ہیں۔ وہ کوئی فرشتہ یا کوئی فوق البشر ہستی نہیں، ایک انسان ہے اور اسی طرح کا خاکی انسان ہے جیسے ہم سب ہیں۔ وہ کسی مقامِ خاص کا مدعی نہیں، اپنے آپ کو محض اُمّت محمدیہ کے ایک مسلمان فرد کی حیثیت میں پیش کرتا ہے۔ وہ پیری کی مسند بچھا کر نہیں بیٹھتا بلکہ عام آدمیوں کی طرح رہتا سہتا ہے اور عام آدمیوں سے ملتا جلتا ہے۔ وہ اپنے لیے خصوصی امتیازات اور القاب و آداب نہیں چاہتا، بلکہ کسی تکلف و تصنع کے بغیر، ہر قسم کے لوگ اس سے معاملات رکھتے ہیں۔ وہ کرامات اور شعبدے دکھا کر، اور خواب اور کشف بیان کر کے، کسی کو مسحور نہیں کرتا بلکہ سیدھے سیدھے استدلال سے بات کہتا اور بات کا جواب دیتا ہے۔ اس کے پاس ملک کا کوئی انتظامی و وزارتی منصب نہیں ہے کہ وہ اس کے ذریعے لوگوں پر دھونس جماتا ہو۔ اس کے قبضے میں کوئی ایسا اختیار نہیں ہے کہ وہ لوگوں کے نام الاٹ منٹیں کر کر کے، درآمدی برآمدی لائسنس بانٹ بانٹ کر، پاسپورٹ دے دے کر، ان کی سفارشوں پر ان کے کام بنا بنا کر، یا ان کی آزادیوں اور ان کی عزتوں پر چھاپے مار مار کر ان کو اپنا حمایتی اور قصیدہ خواں بنا رکھے۔ وہ فنِ سازش میں کوئی درک نہیں رکھتا کہ لوگوں کو شر پسندانہ نجویٰ کے ذریعے باہم دیگر توڑ توڑ کر اپنے اثر و رسوخ کا راستہ نکالے۔ یہ سب کچھ نہیں تو پھر وہ کیا چیز ہے جس نے مولانا مودودی کو ایک نمایاں حیثیت دے دی ہے۔ ایک متاعِ ایمان! ایک نورِ علم! ایک دعوتِ حق! ایک نظریہ و اصول! ایک پاکیزہ مقصد و نصب العین! ایک نقشۂ تعمیر! ایک جذبۂ خدمت! ایک متاعِ کردار! بس ”یہی کچھ ہے ساقی متاعِ فقیر۔“

(اشارات، نعیم صدیقی، ترجمان القرآن، جلد ۴۴ عدد ۲۔ ۳، شعبان ۷۴ ۱۳ ھ مئی ۱۹۵۵ء ص ۴۔ ۵)

عمر۔ایک (۱) سال

(25/ستمبر 1903ء تا 24/ستمبر 1904ء)

پیدائش۔قیام اورنگ آباد۔والدین کی دینی کیفیت

سیّد ابوالاعلیٰ مودودی ۳/رجب ۱۳۲۱ھ مطابق 25/ستمبر 1903ء بروز جمعہ اذانِ جمعہ سے قبل گیارہ بج کر تیس منٹ (11:30 AM) سابق ریاست آصف جاہ حیدرآباد دکن کے ایک معروف شہر ''اورنگ آباد'' محلہ چیلی پورہ کے ایک متوسط گھرانے میں پیدا ہوئے۔

هَلْ اَتٰى عَلَى الْاِنْسَانِ حِيْنٌ مِّنَ الدَّهْرِ لَمْ يَكُنْ شَيْـًٔا مَّذْكُوْرًا ① اِنَّا خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ اَمْشَاجٍ ۖ نَّبْتَلِيْهِ فَجَعَلْنٰهُ سَمِيْعًاۢ بَصِيْرًا ② اِنَّا هَدَيْنٰهُ السَّبِيْلَ اِمَّا شَاكِرًا وَّاِمَّا كَفُوْرًا ③ (سورۃ الدھر: آیات، ۱ تا ۳)

والد احمد حسن مودودیؒ نے ایک معروف بزرگ کی پیشین گوئی اور ہدایت کے مطابق اس نومولود کا نام سید ابوالاعلیٰ رکھا۔ ننھے ابوالاعلیٰ نے مجاہد خاندان کے مرزا قربان علی بیگ سالک، ترکی النسل، مردم شناس، اور حیدرآباد کے محکمۂ تعلیمات سے تعلق رکھنے والے، صاحبِ علم کی، بیٹی، رقیہ بیگم صاحبہ جیسی نیک، قناعت وسادگی پسند، اور سلیقہ مند صالحہ خاتونِ عالی مقام، والدہ کا دودھ پیا۔ رات دن ننھے ابوالاعلیٰ کے کانوں کو اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام وذکر سے معمور بولیوں اور لوریوں سے سیرابی نصیب ہوتی رہی۔ ننھے ابوالاعلیٰ، ایک سال کے ہی تھے اور ابھی رینگنا ہی شروع کیے تھے کہ والد سید احمد حسنؒ صاحب نے وکالت بالکل ترک کردی، اور اورنگ آباد کا تمام اثاثہ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کی خوشنودی اور قربت کے حصول کی خاطر خیرات کردیا۔ وہ جس حالت میں دہلی سے اورنگ آباد آئے تھے، تقریباً اُسی حالت میں اورنگ آباد چھوڑ کر، اپنے آبائی اصلی وطن دہلی، اہل وعیال کے ساتھ تشریف لے گئے۔ اس طرح شیر خوار سید ابوالاعلیٰ مودودی کی زندگی کا پہلا سال ''اورنگ آباد'' کی آب وہوا سے مستفید ہوتا رہا۔ اورنگ آباد اپنی بے شمار تاریخی اور جغرافیائی اہمیت کے ساتھ سید ابوالاعلیٰؒ کی جائے ولادت کی بدولت، عالمِ اسلام میں

ایک خاص اہمیت کا حامل شہر شمار ہوتا ہے۔[1]

انسان کی شخصیت کے مطالعہ میں جہاں آغاز حیات کے معاشرتی ماحول کی اہمیت ہے وہیں اس کی جائے پیدائش کے جغرافیائی ماحول کو بھی اہمیت حاصل ہے۔ اورنگ آباد اپنے جغرافیائی محل وقوع، معتدل موسم اور آب و ہوا کے لحاظ سے پورے برصغیر ہند میں اعلیٰ مقام کا حامل ہے۔ سید ابوالاعلیٰ کی پیدائش کے لیے شہر ''معمورہ'' اورنگ آباد کا انتخاب بھی بفضلہٖ تعالیٰ حکمت و مصلحت سے معمور ہے۔۔۔۔

وَمَا يَعْزُبُ عَنْ رَّبِّكَ مِنْ مِّثْقَالِ ذَرَّةٍ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِي السَّمَآءِ وَلَآ اَصْغَرَ مِنْ ذٰلِكَ وَلَآ اَكْبَرَ اِلَّا فِيْ كِتَابٍ مُّبِيْنٍ o (سورۃ یونس:61)

اَللّٰهُ يَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ ثُمَّ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ o (سورۃ الروم:11)

آج کا دور تاریخ میں ایک داستان عبرت کی حیثیت سے باقی رہ جائے گا کہ اسلام جیسی عالمگیر اور جہاں کشا طاقت کے نام لیوا کبھی اتنے بیوقوف ہو گئے تھے کہ عصائے موسیٰؑ بغل میں تھا اور رسیوں کو دیکھ دیکھ کر کانپ رہے تھے۔

شہادتِ حق: سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ

---

[1] شہر اورنگ آباد کی ایک خصوصیت اور خوبی یہ بھی ہے کہ یہیں حضرت محی الدین اورنگ زیب عالمگیرؒ (1707ء-1618ء) کی آخری استراحت وقیام گاہ (قبر نہایت سادی سیدھی حالت میں) ہے۔ سید ابوالاعلیٰؒ کی سیرت اور سوانح حیات اور محی الدین اورنگ زیب عالمگیرؒ کی شخصیت کے بغور مطالعہ سے، مَیں نے ان دونوں شخصیات میں عالمگیریت کی نسبت سے مماثلت کے بعض اہم پہلو محسوس کیے ہیں۔ جن کا اس مختصر کتاب میں احاطہ ممکن نہیں ہے۔ موجودہ ہندوستان کے شہر اورنگ آباد کو مہاراشٹرا اسٹیٹ میں شامل کیا گیا ہے، آج بھی یہاں مسلمانوں کی آبادی 40% کے قریب ہے۔ مسلمان اسلامی حمیت کے حامل ہیں۔ مگر 2015ء سے اس شہر کے نام کو بدلنے کی سازشیں شروع ہو چکی ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس تاریخی شہر کو اس شر سے محفوظ رکھے۔

اس کتاب کے مکمل مطالعہ کے ساتھ ساتھ سیرت اورنگ زیب عالمگیرؒ کا مطالعہ کیا جائے تو قارئین خود مقام و مرتبہ میں ان دونوں عالمگیر شخصیات میں مماثلت کے بہت سے پہلو مشترک پائیں گے۔ ان شاءاللہ۔ (مؤلف)

عمر۔ دو (۲) سال

(25 ستمبر 1904ء تا 24 ستمبر 1905ء)

اورنگ آباد سے دہلی ہجرت

قیام دہلی کے اس سال، ننّھے مُنّے سید ابوالاعلیٰ کے والد محترم سید احمد حسن مودودیؒ پر، فکرِ آخرت کے غلبہ کا یہ عالم تھا کہ اہم بشری ضروریات کے سوا، تمام دنیاوی مشغولیات کو ترک کر دیا تھا، اور دہلی کی آبائی عالیشان قیام گاہ کے بجائے عارضی طور پر قدیم بستی ''عرب سرائے'' کو اپنے قیام کے لیے منتخب کرلیا تھا، اور قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ o الَّذِیْنَ هُمْ فِیْ صَلَاتِهِمْ خٰشِعُوْنَ o وَالَّذِیْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ o (المومنون: ۱ تا ۳) والی صفات کے حامل صَالِحُ الْمُؤْمِنِیْنَ میں شامل ہو گئے۔ ننھے شیر خوار، ابوالاعلیٰ کی والدہ محترمہ کا حال بھی شوہر کے نقشِ قدم پر عمل پیرا رہتے ہوئے نہایت سادہ اور قناعت پسند ہو گیا تھا، عبادت واذکار اور تلاوتِ قرآن کے مشاغل، تمام دنیوی مصروفیات پر غالب تھے، اس طرح انہوں نے بھی اپنے آپ کو مُسْلِمَاتٍ مُّؤْمِنٰتٍ قٰنِتٰتٍ تٰٓئِبٰتٍ عٰبِدٰتٍ سٰٓئِحٰتٍ کی صف میں شامل کرلیا تھا۔

الحمدللہ سید ابوالاعلیٰ، اذکار کی بولیوں اور دعاؤں کی لوریوں اور والدین کی عبادات کے نظاروں سے فیضیاب ہوتے رہے۔ اور ننھے ابوالاعلیٰ نے بغیر سہارے کے اپنے قدموں پر چلنا شروع کر دیا۔

درگاہ حضرت نظام الدین اولیاءؒ کے قریب بستی ''عرب سرائے'' کے قیام کے دوران حضرت مولانا محمد الیاسؒ کاندھلوی (1944ء-1886ء) بانی تبلیغی جماعت کے والد مولانا محمد اسمٰعیلؒ اور سید ابوالاعلیٰ کے والد سید احمد حسن مودودیؒ کے قدیم تعلقات زمانۂ طالب علمی (۱۸۸۰ء) ہی سے تھے۔ یہ بھی ایک عجیب حسن اتفاق ہے کہ دو عالمی داعیان دین کے والد صاحبان کی رفاقت میں من جانب اللہ ایک مصلحت اور نصیحت پوشیدہ ہے۔

ابوالاعلیٰ کی والدہ محترمہ رقیہ خاتون اور نانا مرزا قربان علی بیگ سالکؔ، حضرت مولانا قاسم نانوتویؒ (بانی

دارالعلوم دیوبند، ولادت ۱۲۴۸ھ مطابق 1832ء وفات ۱۲۹۷ھ مطابق 1878ء دارالعلوم دیوبند کا قیام 1866ء) سے بیعت تھے۔محترمہ رقیہ خاتون صاحبہ نو سال ہی کی عمر سے مولانا قاسم نانوتویؒ کے حلقۂ ارادت میں شامل ہوگئی تھیں۔اور کم عمری ہی سے وہ صوم وصلوٰۃ کی پابند ہوگئی تھیں۔

والد محترم کا اورنگ آباد سے دہلی ہجرت کا مقصد اولاد کی تعلیم وتربیت تھا۔''یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قُوْۤا اَنْفُسَكُمْ وَ اَهْلِیْكُمْ نَارًا ''(التحریم:۶)

اس آیت کی تفہیم میں مولانا مودودیؒ لکھتے ہیں:

''ایک شخص کی ذمہ داری صرف اپنی ذات ہی کو اللہ کے عذاب سے بچانے کی کوشش تک محدود نہیں ہے بلکہ اس کا کام یہ بھی ہے کہ نظامِ فطرت نے جس خاندان کی سربراہی کا بار اس پر ڈالا ہے اس کو بھی وہ اپنی حد استطاعت تک ایسی تعلیم وتربیت دے جس سے وہ اللہ تعالیٰ کے پسندیدہ انسان بنیں، اور اگر وہ جہنم کی راہ پر جارہے ہوں تو جہاں تک بھی اس کے بس میں ہو، ان کو اس سے روکنے کی کوشش کرے۔اس کو صرف یہی فکر نہیں ہونی چاہیے کہ اس کے بال بچے دنیا میں خوشحال ہوں بلکہ اس سے بھی بڑھ کر اسے یہ فکر ہونی چاہیے کہ وہ آخرت میں جہنم کا ایندھن نہ بنیں۔''

(تفہیم القرآن، جلد ششم، التحریم، صفحہ ۲۹ تحریر ڈسمبر 1969)

نوٹ (۱) سیدابوالاعلیٰ کی اپنے والدین کے ساتھ پہلی ہجرت۔عمر دو (۲) سال۔اورنگ آباد سے دہلی۔1905ء

(۲) مولانا الیاس صاحبؒ کی والدہ بھی ممکن ہے اسی سلسلہ سے بیعت ہوں گی (تحقیق طلب معاملہ ہے) (مرتب)

عمر۔ تین (۳) سال

(25 ستمبر 1905ء تا 24 ستمبر 1906ء)

قیام دہلی، والدین کی ریاضت، ننھے مُنے ابوالاعلیٰ کی تسمیہ خوانی

ننھے ابوالاعلیٰ کے والد، احمد حسن مودودیؒ ، دہلی کے اعلیٰ اور باذوق علمی شخصیتوں سے میل ملاپ کے سوا، باقی اوقات قرآن کی تلاوت اور تربیتِ اولاد میں صرف کرتے تھے۔ جب ابوالاعلیٰ نے اپنے الفاظ سے جملوں میں بولنا شروع کیا تو قرآن مجید کی چند آیات یاد کر لیں۔ ابتدائی تعلیم بغدادی قاعدہ کے ذریعہ کروائی گئی۔ دہلی کے ایک نامور عالمِ دین وحافظِ قرآن مولانا عبدالسلام نیازیؒ جن کا علمی مقام، مفتی کفایت اللہؒ، مولانا حسین احمد مدنیؒ، مولانا ابوالکلام آزادؒ سے بلند تھا، ابوالاعلیٰ کے اتالیق مقرر ہوئے۔ سید احمد حسن مودودیؒ سے مولانا حافظ عبدالسلام نیازیؒ کا تعلق بہت خاص تھا۔ سید ابوالاعلیٰ کی ابتدائی تعلیم، کلام اللہ کی تعلیم ہی سے شروع کروائی گئی۔

تین سال ۱۱ ماہ کی عمر میں سید ابوالاعلیٰ نے اپنے خاندان کے عادات واطوار کے مطابق تسمیہ خوانی کے دوران بسم اللہ الرحمن الرحیم کے ساتھ سورۂ علق کی ابتدائی پانچ آیات تک بلا جھجک، نہایت ہی پرسکون اور باوقار انداز میں پڑھ ڈالیں۔

اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ o خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ o اِقْرَاْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ o الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ o عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَالَمْ یَعْلَمْ o (سورۃ العلق: ۱ تا ۵)

ننھے ابوالاعلیٰ خوبصورت تو تھے ہی، مگر اس تسمیہ خوانی کی تقریب[۱] میں بہت ہی خوبصورت لگ رہے تھے۔ تقریب میں شریک تمام بزرگوں نے ننھے ابوالاعلیٰ کو بہت پیار کیا اور دعائیں دیں۔ والدین اس تقریب سے بے انتہا خوش

۱۔ بسم اللہ خوانی کی تقریب جو دراصل بڑے بھائی ابوالخیر مودودی کی تھی، جو سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ سے ۳ سال ۹ ماہ بڑے تھے، اس تقریب میں چھوٹے بھائی سید ابوالاعلیٰ نے یہ سب کچھ کر دکھایا۔

تھے۔ مہمانوں کی بہترین خاطر تواضع سلسلۂ چشتیہ کا ایک خصوصی وصف تھا، جو آج تک اس چشتیہ سلسلہ میں موجود ہے۔ 1906ء کا مکمل سال احمد حسن مودودیؒ اپنے اہل و عیال کے ساتھ دہلی میں مقیم رہے۔ اس طرح ابوالاعلیٰ کا یہ سال دہلی میں اپنے والدین کے آبائی مکان میں گزرا۔ یہ جامع مسجد دہلی کے قریب اور ''سوئی والان'' بازار کے علاقے کے ''کوچہ چیلان'' میں تھا اس دور کے لحاظ سے وہ ایک عالی شان گھر تھا۔

اللہ سبحانہ تعالیٰ جن انسانوں سے مستقبل میں کوئی اہم اور اعلیٰ خدمات لینا چاہتا ہے ان کو ایسے حالات، ماحول، خاندان اور والدین سے خاص طور پر منسلک فرماتا ہے، جن کے اندر غیر معمولی خوبیاں اور خصوصیات ہوتی ہیں۔ جن کو دنیا کی حقیقت اور خالق کے احسانات و انعامات کا شعور ہوتا ہے اور وہ اپنے منعم حقیقی کے احکامات معلوم کرنے اور اتباع رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذریعہ مطلوبہ منصبی مقام کے حصول کی پُرخلوص سعی کرتے ہیں۔

وَاللّٰہُ یَدۡعُوۡۤا اِلٰی دَارِ السَّلٰمِ ؕ وَیَہۡدِیۡ مَنۡ یَّشَآءُ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسۡتَقِیۡمٍ ﴿۲۵﴾ (یونس)

ترجمہ: اور اللہ تمہیں دارالسلام کی طرف دعوت دے رہا ہے۔ (ہدایت اس کے اختیار میں ہے) جس کو وہ چاہتا ہے سیدھا راستہ دکھا دیتا ہے۔

تفہیم: یعنی دنیا میں زندگی بسر کرنے کے اس طریقے کی طرف جو آخرت کی زندگی میں تم کو دارالسلام کا مستحق بنائے۔ دارالسلام سے مراد ہے جنت اور اس کے معنی ہیں سلامتی کا گھر، وہ جگہ جہاں کوئی آفت، کوئی نقصان، کوئی رنج اور کوئی تکلیف نہ ہو۔

(تفہیم القرآن، جلد دوم، تحریر: اپریل 1946ء)

عمر۔ چار (۴) سال

(25 ستمبر 1906ء تا 24 ستمبر 1907ء)

دوران قیام دہلی، منتخب اساتذہ سے گھر پر ابتدائی بنیادی تعلیم، دہلی سے اورنگ آباد واپسی، گھر پر تعلیم وتربیت کا تسلسل

ابتدائی تعلیم والدہ رقیہ خاتون اور والد محترم سید احمد حسنؒ سے گھر پر ہی حاصل کی۔ سید ابوالاعلیٰ کے والد صاحب نے ننھے ابوالاعلیٰ کو ایک عالم دین بنانے کا مصمم ارادہ کرلیا تھا۔ والدین دہلی کے علاقہ عرب سرائے نظام الدین سے آبائی گھر سوئی والان دہلی منتقل ہوگئے۔ دورانِ قیام دہلی گھر ہی پر منتخب مخلص اساتذہ سے بنیادی تعلیم بھی دلائی۔ والد محترم ان کی حرکات وسکنات پر گہری نظر رکھتے تھے۔ سید ابوالاعلیٰ بڑے متحرک تھے اور ذہین وسنجیدہ بچوں کی طرح نت نئی دلچسپ و مزیدار باادب، باوقار حرکات بھی کرتے تھے۔ کھانے کے معاملہ میں ہر لذیذ چیز کے شوقین تھے۔ والد ماجد سید احمد حسنؒ صاحب کے مزاج میں بالکل تبدیلی آچکی تھی۔ اکلِ حلال وترکِ تکلفاتِ دنیا کا غلبہ بڑھتا ہی جارہا تھا۔ مولوی، مرشد جسٹس محمد محی الدین صاحب نے سید احمد حسن مودودیؒ کو دہلی سے اورنگ آباد بطور خاص بلا کر سرزنش کی کہ اپنے خالق ورب سے لَو لگانے کا یہ مطلب بالکل غلط اور غیر شرعی ہے کہ دنیا کی ذمہ داریوں سے منہ موڑ لیا جائے۔ عشرہ ومبشرہ صحابہ میں مالدار ترین تاجر صحابی حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوفؓ کی مثال دے کر حقیقت تقویٰ اور دنیاداری کے فرق کو واضح فرمایا۔ چنانچہ اپنے مربی ومرشد کی تنبیہ پر پھر دہلی سے اورنگ آباد بیوی بچوں کے ساتھ واپس آئے اور پیشہ وکالت سے دوبارہ تعلق قائم کرلیا۔

نوٹ: قرآن مجید بغدادی قاعدہ یا نورانی قاعدہ یا یسرنا القرآن کے ذریعہ پڑھانا اگرچہ غلط نہیں ہے، مگر جب بچے قرآن ناظرہ پڑھنے کے قابل ہوجائیں تو ان کو شروع ہی سے قرآن کو سمجھ کر پڑھانے کی کوشش کرنی چاہئے۔ دنیا کی ہر کتاب کو سمجھ کر پڑھا جاتا ہے اور اس کو سمجھا جاتا ہے، مگر قرآن کے ساتھ ہمارا طریقۂ تعلیم اصلاح کا محتاج ہے۔ مسلمان بچوں کے ذہن میں یہ غلط احساس بیٹھ جاتا ہے کہ قرآن کو سمجھنے کی ضرورت نہیں ہے، بس اس کے الفاظ پڑھ لینے ہی کافی ہیں۔ اس غلط طریقہ میں تبدیلی لانا چاہئے۔ ضرورت ہے کہ مسلمان بچوں کو اس غلطی سے بچایا جائے اور قرآن کے ساتھ اس کا ترجمہ پڑھنے کی عادت ڈالی جائے۔ مولانا مودودی نے فرمایا کہ میں نے خود بھی قرآن سمجھ کر پڑھنے کی باقاعدہ کوشش شعور سنبھالتے ہی شروع کردی تھی، یہ مجھ پر اللہ کا خاص فضل ہے۔ (مؤلف)

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُحَرِّمُوْا طَيِّبٰتِ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوْا اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ o (سورۃ المائدۃ:87)

برسرِ حق مظلوم موکل کا دفاع ، اکلِ حلال کی طلب ، اور آخرت کی فکر کا غلبہ اس قدر تھا کہ ہر موکل سے خوب جرح کرتے ، جب یقین ہوجاتا کہ مقدمہ میں جھوٹ نہیں ہے ، تو پھر صاحبِ حق اور مظلوم کے کیس کی بھرپور انداز سے پیروی کرتے۔

منتخب اساتذہ ، سید ابوالخیر اور سید ابوالاعلیٰ مودودی کو گھر پر ہی آکر پڑھایا کرتے تھے۔ ننھے سید ابوالاعلیٰ اپنے سبق کے علاوہ بڑے بھائی کے اسباق بھی غور سے سنتے ، نماز کے لیے والد صاحب کے ساتھ مسجد جایا کرتے۔ اپنے بزرگوں سے (عمر کے لحاظ سے عام بچوں سے مختلف) نہایت سنجیدہ سوالات کیا کرتے۔ ابوالاعلیٰ سے گفتگو کرنے میں بڑوں کو بہت لطف آتا تھا اور وہ متاثر ہوتے تھے۔ چہرہ بھی ماشاءاللہ پُرکشش اور نورانی تھا۔ بات بھی عمدہ اور پُرکشش کرتے تھے۔

اَللّٰهُ لَطِيْفٌۢ بِعِبَادِهٖ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَهُوَ الْقَوِيُّ الْعَزِيْزُ ﴿۱۹﴾ (الشوریٰ)

نوٹ : اسی سال امام ومرشد عام ، بانی ''الاخوان المسلمون'' ، حسن البنا شہیدؒ ''مصر'' میں 1906ء میں پیدا ہوئے۔ وہ ایک حافظ قرآن ، ایک معلم ، ایک منتظم ، مجاہد ، مربی ، مومن کامل اور ایک قائد اعلیٰ تھے۔ 10 فروری 1949ء ان کا یوم شہادت ہے۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ o اللہ امام حسن البنا کی شہادت کو اعلیٰ ترین درجہ کی شہادت میں شمار فرمائے اور جنّت الفردوس میں اعلیٰ سے اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور ہم سب کو اپنی راہ میں شہادت کی سعادت نصیب فرمائے آمین۔ حسن البنا شہید ایک مبلغ ، ایک مجاہد اور متقی انسان تھے۔

برصغیر ہند میں تجدید واحیائے دین کا جو کام وفریضہ سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ نے ادا کیا ، وہی خدمت مصر اور عالمِ عرب میں حسن البنا شہیدؒ نے انجام دیا۔ مولانا مودودیؒ نے مایوس اور منتشر ملت اسلامیہ ہند کو جگانے اور داعی دین بنانے کے لیے ''جماعت اسلامی'' کے نام سے اگست 1941ء میں ایک تحریک کی بنیاد ڈالی۔ اسی طرح حسن البنا شہیدؒ نے عرب دنیا کو گمراہیوں سے نکال کر ، دین کا داعی بنانے کے لیے 1927ء میں ''الاخوان المسلمون'' کے نام سے ایک تحریک کی (۲۱) اکیس سال کی عمر ہی میں داغ بیل ڈالی۔ جہاں مولانا مودودیؒ نے مشکل ترین حالات منافق وفاسق اور فاجر وظالم حکمراں ٹولے کی شدید مخالفت اور مایوس کن مخالف ماحول کے باوجود ، دینِ حق کی سربلندی کے لیے ، بے شمار مشکلات ومصائب کا سامنا کیا ، وہیں الاخوان المسلمون کو بھی بدترین حالات اور منافق ، فاسق وفاجر اور ظالم حکمرانوں سے سابقہ پڑا ، بالآخر حسن البناؒ کو ۴۳ سال کی عمر ہی میں جام شہادت نوش فرمانا پڑا۔ اس لیے حسن البنا شہید اور الاخوان المسلمون کا ذکر کرنا افادیت سے خالی نہیں ہے۔ یہی دو ایسی عالمی تحریکات ہیں جن کی فکری اور عملی بنیادیں قرآن مبین اور سیرتِ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر قائم ہیں۔ یہود ونصاریٰ اور مشرکین عالم اِن کے خلاف پہلو بدل بدل کر حملے کر رہے ہیں اور ان شاءاللہ عنقریب وہ دور بھی آئے گا :

فَوَقَعَ الْحَقُّ وَبَطَلَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ o فَغُلِبُوْا هُنَالِكَ وَانْقَلَبُوْا صٰغِرِيْنَ o (سورۃ الاعراف : ۱۱۸۔۱۱۹) کی تاریخ ایک بار پھر دہرائی جائے گی۔ دنیا ان شاءاللہ عن قریب حق کا غلبہ اور باطل کی مغلوبیت کو اپنی آنکھوں سے دیکھے گی۔ حسن البنا کے حالات جاننے کے لئے مطالعہ کریں۔ (حسن البنّا شہید : ایک مطالعہ۔ عبدالغفار عزیز ، سلیم منصور خالد)

نوٹ : اسی سال 1906ء میں مسلم لیگ قائم ہوئی۔ کانگریس کے جلسہ بنگال میں ، محمد علی جناح نے شرکت کی اور پہلی تقریر کی۔

نوٹ : سید ابوالاعلیٰ۔ عمر ۴ سال۔ دوسری ہجرت۔ دہلی سے اورنگ آباد 1907ء

عمر۔ پانچ (۵) سال

(25؍ستمبر 1907ء تا 24؍ستمبر 1908ء)

محلہ کی مسجد میں پہلی اذان، ابتدائی تعلیم کے ساتھ تربیت کا نظم

جب ابوالاعلیٰ پانچ سال کی عمر کو پہنچے تو قرآن مجید کی تیس آیات معنوں کے ساتھ یاد کرلیں۔ ساتھ ہی مختلف اذکار و دعائیں بھی یاد کرلیں۔ اورنگ آباد میں گھر سے چند ہی قدم کی دوری پر واقع محلہ چیلی پورہ کی قریب ترین مسجد میں، والد صاحب کے ہمراہ نماز کے لیے جایا کرتے۔ البتہ جمعہ کے دن، پوری تیاری کے ساتھ والد محترم کے ہمراہ پابندی کے ساتھ، شہر کی جامع مسجد جایا کرتے تھے۔

یَآاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا نُوْدِیَ لِلصَّلٰوۃِ مِنْ یَّوْمِ الْجُمُعَۃِ فَاسْعَوْا اِلٰی ذِکْرِ اللّٰہِ وَذَرُوا الْبَیْعَ ذٰلِکُمْ خَیْرٌ لَّکُمْ اِنْ کُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ o (سورۃ الجمعۃ:۹)

ہر روز ایک نماز سے دوسری نماز کا اور ایک جمعہ سے دوسرے جمعہ کی نماز کا انتظار ننّھے منّے ابوالاعلیٰ کی عادت ثانیہ بن چکی تھی۔ ایک دن محلے کی مسجد میں موذن کی غیر حاضری میں، بزرگوں کے حکم و اجازت سے بالکل درست اور بلا جھجک اذان دی۔ گھر آکر والد نے مسرورانہ انداز میں اپنی بیوی سے کہا: ''آج ہمارے بیٹے منّا نے کمال کردیا۔ آج اس نے مسجد میں اذان کہی، نہ کہیں بھولا اور نہ کہیں اٹکا۔''

والدہ رقیہ بیگم صاحبہ، والد سید احمد حسن مودودی گھر میں انبیاءؑ و صالحین کے قصے اور تاریخِ اسلام کے واقعات سناتے، اس کے علاوہ گھر پر تعلیم کے لیے استاد مامور کیے گئے تھے، جنھوں نے قرآن کریم کے ساتھ ساتھ اردو، فارسی، عربی، اور حدیث کی بھی ابتدائی تعلیم دی۔ غیر مسلم بچوں سے میل جول پر سخت پابندی تھی، اور نگرانی بھی ہوتی تھی۔ نہ کوئی ہم عمر بچہ گھر آتا، اور نہ انہیں پاس پڑوس کے گھر جانے کی اجازت تھی۔ مطالعہ کے لیے بچوں کی عمر کے لحاظ سے مطلوبہ دینی کتب گھر میں والدین فراہم کردیتے تھے۔ بچوں سے دینی ادبی کتب پڑھوا کر سنتے اور خود پڑھ کر

نوٹ: اسی سال مسلم لیگ کا کراچی میں پہلا سالانہ جلسہ 1907ء میں ہوا۔

سناتے۔ بچوں سے سوالات کرتے اور بچوں کے سوالات کے اطمینان بخش جوابات دیتے۔ گھر میں تعلیم وتربیت کے اہم نکات میں شرک سے اجتناب اور اعلیٰ اخلاق کی تعلیم شامل تھی۔

يُرِيدُ اللّٰهُ لِيُبَيِّنَ لَكُمْ وَيَهْدِيَكُمْ سُنَنَ الَّذِينَ مِن قَبْلِكُمْ وَيَتُوبَ عَلَيْكُمْ ۗ وَاللّٰهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ﴿٢٦﴾ (النساء)

بچپن میں اپنی ابتدائی تعلیم سے متعلق مولانا مودودیؒ خود لکھتے ہیں:

"گھر کی اس تعلیم میں مجھے بہت سے استادوں سے سابقہ پیش آیا۔ بعض استاد تو ایسے تھے جنہوں نے مجھے کند ذہن بنانے کی کوشش کی اور ان کے اس طرز تعلیم کے اثر سے مجھے خود اپنے اوپر ہی شک ہونے لگا کہ شاید میں کچھ پڑھنے کی صلاحیت نہیں رکھتا۔ بعض استادوں نے مجھے اس سے زیادہ پڑھانے کی کوشش کی جتنا میں اپنی عمر کے لحاظ سے پڑھ سکتا تھا۔ البتہ بعض استادوں نے مجھے بہت اچھی تعلیم دی اور مجھے جو کچھ حاصل ہوا وہ انہیں کا فیض تھا۔ مجموعی طور پر میں اتنا ضرور کہہ سکتا ہوں کہ گھر کی یہ تعلیم میرے لیے مدرسہ یا اسکول کی بہ نسبت زیادہ مفید ثابت ہوئی۔

(مولانا مودودیؒ کی کہانی خود ان کی زبانی)

دنیا کی حقیقت

یہ دنیا سِرے سے انسان کا گھر ہے ہی نہیں، بلکہ یہ صرف ایک گزرگاہ ہے، ایک مسافر خانہ ہے، جس سے آدمی کو بہرحال رخصت ہو جانا ہے۔ اصل گھر وہی آخرت کا گھر ہے جو شخص اس کو سنوارنے کی فکر کرتا ہے وہی صاحب بصیرت ہے اور اللہ کے نزدیک لامحالہ اسی کو پسندیدہ انسان ہونا چاہئے، رہا وہ شخص جو اس مسافر خانے میں اپنی چندروزہ قیام گاہ کو سجانے کے لیے وہ حرکتیں کرتا ہے جن سے آخرت کا اصل گھر اُس کے لیے اُجڑ جائے، وہ عقل کا اندھا ہے۔ اور فطری بات ہے کہ ایسا آدمی اللہ کو پسند نہیں آسکتا۔ (سید مودودیؒ، تفہیم القرآن، جلد چہارم۔ صفحہ: ۳۴۳)

عمر۔ چھ (۶) سال

(25 ستمبر 1908ء تا 24 ستمبر 1909ء)

روزہ کا آغاز، اردو کے ساتھ عربی اور فارسی زبان کی تعلیم

ننھے ابوالاعلیٰ ذہانت بھری مہذب شرارتوں کے ساتھ خوش مزاجی کے باعث گھر کی رونق تھے۔ بدتمیزی کی عادت ہی نہ پڑی کیوں کہ کسی قسم کی نازیبا حرکت اور بے ہودہ، بے کار، بے محل گفتگو کی اِس گھر میں اجازت ہی نہ تھی۔ اپنے بڑے بھائی کے ساتھ گھر پر ہی تعلیم حاصل کرتے رہے۔

قرآن کریم کے ساتھ فارسی' عربی اور اُردو زبان کی تعلیم مروجہ نصابی کتابوں کے علاوہ ہوئی۔ اُردو کی جو پہلی کتاب والد صاحب نے منتخب کی وہ مولانا الطاف حسین حالیؒ (1837-1914ء) کی ''شکوۂ ہند'' تھی۔

سید ابوالاعلیٰ نے کسی کی ترغیب کے بغیر ایک دن رمضان میں حسب عادت سحری کر لی اور پھر صبح ہی اعلان کر دیا کہ آج میں نے روزہ رکھا ہے۔ اس طرح چھ (۶) سال کی عمر ہی سے صوم وصلوٰۃ کی پابندی شروع کر دی۔ والد سید احمد حسنؒ صاحب تعلیم کے ساتھ ساتھ، اخلاق وعادات کی تربیت کا خاص خیال رکھتے تھے۔ اچھا اور نیک کام کرنے پر بچوں کی ہمت افزائی کرتے، جس سے نیک کام کی ترغیب حاصل ہوتی گئی۔

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِیْكُمْ نَارًا وَّقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ عَلَیْهَا مَلٰٓئِكَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ لَّا یَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَآ اَمَرَهُمْ وَیَفْعَلُوْنَ مَا یُؤْمَرُوْنَ ۝ (سورۃ التحریم: آیت نمبر ۶)

ہر بچّہ سب سے پہلے دنیا کے جس حصّے اور جن افراد سے واقف ہوتا ہے وہ اس کے اپنے والدین، اس کا اپنا گھر، اس کا اپنا خاندان اور، اس کا اپنا ماحول ہوتا ہے۔ ماں، باپ، خاندان اور ابتدائی ماحول کے انتخاب میں

نوٹ: محمد علی جناحؒ۔ کلکتہ میں اسی سال یعنی 1908ء میں انڈین مسلم اسوسی ایشن (Indian Muslim Association) کے وائس پریسیڈنٹ چنے گئے۔

، کسی بشر اور بچّہ کا کوئی اختیار نہیں ہوتا۔ یہ من جانب اللہ ہوتا ہے۔ اس طرح اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے سید ابوالاعلیٰ کو ایک مثالی ومعیاری، ماں باپ اور ماحول عطا فرمایا۔

ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ۭ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ o (المائدۃ: ۵۴)

”میری ابتدائی تعلیم میں ایک خرابی ایسی تھی، جس کو بعد میں، مَیں نے محسوس کیا۔ وہ خرابی یہ تھی کہ عام دستور کے مطابق مجھے بھی پہلے بغدادی قاعدہ پڑھایا گیا۔ پھر قرآن مجید پڑھوایا گیا۔ یہ غلطی عام طور پر مسلمان اُس زمانے میں بھی کرتے تھے اور آج تک کیے جارہے ہیں۔ اس کا نقصان یہ ہے کہ بچہ دنیا کی اور ساری چیزیں تو سمجھ کر پڑھتا ہے مگر صرف قرآن ہی کے متعلق وہ خیال کرتا ہے کہ یہ ایک ایسی کتاب ہے، جسے سمجھنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ بس اس کے الفاظ کا پڑھ لینا کافی ہے۔ اس غلط طریقہ کی وجہ سے مجھے بے سمجھے قرآن مجید پڑھنے کی ایسی عادت پڑی کہ آگے چل کر جب میں نے عربی زبان سیکھ لی۔ اس وقت بھی برسوں قرآن بغیر سمجھے ہی پڑھتا رہا۔ بعد میں جب مجھ کو اپنی اس غلطی کا احساس ہوا تب میں نے قرآن مجید کو سمجھ کر پڑھنے کی کوشش شروع کی۔ میں چاہتا ہوں کہ اب مسلمان بچوں کو اس غلطی سے بچایا جائے اور انہیں قرآن مجید اس وقت پڑھایا جائے جب وہ کم از کم اتنی اردو پڑھ لیں کہ قرآن کا ترجمہ ساتھ ساتھ پڑھ سکیں“۔

(مختصر آپ بیتی، مولانا سید مودودیؒ، یوسف بھٹا، صفحہ 10)

عمر۔سات (۷) سال

(25 ستمبر 1909ء تا 24 ستمبر 1910ء)

تاریخ اسلام، شکوۂ ہند اور مسدس حالی کا آغاز

ابوالاعلیٰ کی ذہانت سے والدین و معلّمین بہت متاثر ہونے لگے۔ والد احمد حسن مودودیؒ مولانا الطاف حسین حالیؒ کے شاگرد بھی رہ چکے تھے، اپنے بچوں کو ''شکوۂ ہند'' پڑھاتے ہوئے تاریخِ اسلام کا درس، اس انداز سے دیتے کہ بچوں کو معلوم ہو جائے کہ وہ کس درخشندہ ماضی اور کن عظیم الشان روایات کے امین ہیں۔ پھر انہوں نے ''مسدّس حالی'' بھی شروع کرادی۔ اساتذہ اپنی بتائی ہوئی باتوں کو امتحاناً ابوالاعلیٰ سے سُن لیا کرتے تھے۔[1] آپ کے والد گفتگو اور زبان و کلام کے معاملہ میں انتہائی محتاط تھے۔

مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَيْهِ رَقِيْبٌ عَتِيْدٌ O (سورۃ ق 18)

گھر پر پڑھانے کے لیے متعین معلمین کا خود امتحان لیتے، اور وکالت کی مصروفیت کے بعد، پڑھائی کے وقت، غیر محسوس طریقہ سے، بچوں اور استاد کی باقاعدہ نگرانی کرتے۔ اگر کسی استاد نے تدریس میں تساہلی یا تلفظ میں غلطی کی، تو ان استاد صاحب کی اصلاح کرتے یا اُن کی چھٹّی کر دیتے۔

گھر میں اور والد کے تمام دوست واحباب میں سید ابوالاعلیٰ ''مُنّا جی'' کے نام سے بُلائے جاتے تھے۔ ننھے ابوالاعلیٰ کی طبیعت کی فطری شوخی وشرارت کو، والد محترم کی تربیت نے شرافت وظرافت میں ڈھال دیا تھا۔ والدہ

---

[1] والد کے علاوہ گھر میں تین بڑے بھائی ابومحمد، ابوالقاسم (سوتیلے بھائی عمر میں تقریباً ۱۰، ۱۲ سال بڑے) ابوالخیر اور ایک (سوتیلی) بہن عصمت خاتون، یہی ان کی کل فیملی تھی۔ انھیں سے ابوالاعلیٰ کی دوستی تھی۔

(ان سوتیلے بھائیوں اور بہن کے اورنگ آباد میں قیام کی میری ممکنہ سعی کے باوجود تصدیق نہیں ہوسکی۔ مرتب)

نوٹ: اسی سال 1910ء میں علّامہ اقبالؒ نے مسلمانوں کے عروج وزوال کے اسباب پر ایک لکچر دیا۔ جو ''ملّتِ بیضاء پر ایک عمرانی نظر'' کے نام سے مشہور ہوا۔ (مرتب)

رقیہ خاتون بہت شگفتہ مزاج تھیں۔ سید ابوالاعلیٰ کو گفتگو میں شیرینی اور اس میں مزاح وچست فقروں کی چاشنی اپنی والدہ سے ملی، جنہیں خاتونِ جنت حضرت فاطمہؓ کی سیرت سے گہری نسبت تھی۔ والد احمد حسنؒ صاحب نے دنیوی اور قرآنی تعلیم کے ساتھ مولانا رشید احمد گنگوہیؒ (1829ء-1905ء) سے دورۂ حدیث مکمل کیا تھا۔ ان کے شریک درس مولانا خلیل احمد سہارنپوری (مصنف بذل الجهود علی سنن ابی داؤد) تھے۔

تلاوت قرآن کا اہتمام ان تمام تعلیمی مصروفیات کے ساتھ نہایت پابندی سے جاری رہتا۔ یہ تلاوتِ قرآن مجید تجوید اور معنوں کے ساتھ اس طرح تعلق بالقرآن کی تربیت نصیب ہوئی۔

اَلَّذِیۡنَ اٰتَیۡنٰہُمُ الۡکِتٰبَ یَتۡلُوۡنَہٗ حَقَّ تِلَاوَتِہٖ ؕ اُولٰٓئِکَ یُؤۡمِنُوۡنَ بِہٖ ؕ وَمَنۡ یَّکۡفُرۡ بِہٖ فَاُولٰٓئِکَ ہُمُ الۡخٰسِرُوۡنَ ﴿۱۲۱﴾ (البقرۃ)

ترجمہ: ”جن لوگوں کو ہم نے کتاب دی ہے، وہ اسے اس طرح پڑھتے ہیں جیسا کہ پڑھنے کا حق ہے۔ وہ اس پر سچے دل سے ایمان لاتے ہیں۔ اور جو اس کے ساتھ کفر کا رویہ اختیار کریں، وہی اصل میں نقصان اٹھانے والے ہیں۔“

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے، جو ساری کائنات کا خالق اور مالک اور فرماں روا ہے، اپنی بے پایاں مملکت کے اِس حصّے میں، جسے زمین کہتے ہیں، انسان کو پیدا کیا۔ اُسے جاننے اور سوچنے اور سمجھنے کی قوتیں دیں۔ بھلائی اور بُرائی کی تمیز دی۔ انتخاب اور ارادے کی آزادی عطا کی۔ تصرّف کے اختیارات بخشے۔ اور فی الجُملہ ایک طرح کی خود اختیاری (Autonomy) دے کر اسے زمین میں اپنا خلیفہ بنایا۔

(مقدمہ تفہیم القرآن، تحریر 1942)

عمر۔ آٹھ (۸) سال

(25 ستمبر 1910ء تا 24 ستمبر 1911ء)

اردو مضمون نگاری، اور انگریزی زبان سیکھنا شروع کیا

ابتدائی اُردو ادب، دینیات و مذہبی مسائل کی کتب کا مطالعہ و درس والدِ محترم اور شہر کے ایک معروف استاد کی نگرانی میں گھر پر ہوا۔ ساتھ ہی صاف ستھری ادبی زبان بولنے کی تربیت بھی حاصل کرتے رہے۔ سید ابوالاعلیٰ اپنے بڑے بھائی کی کتابیں بھی پڑھا کرتے تھے۔ انگریزی پڑھانے کے لیے ایک نومسلم انگریز کو بطور معلم مقرر کیا گیا تھا۔ انگریزی زبان سیکھنے یعنی پڑھنے لکھنے کے ساتھ ساتھ، بول چال اور انگریزی میں گفتگو کرنا بھی شروع کر دیا۔ والد صاحب اپنے ساتھ سنجیدہ، تعلیم یافتہ و شائستہ لوگوں کی مجالس میں ابوالاعلیٰ کو لے جایا کرتے تھے، جس کے نتیجے میں مہذب عادات و اخلاق کے نقوش نے ننھے ابوالاعلیٰ کے ذہن میں جگہ بنالی۔ گفتگو میں نرمی اور پُرسکون انداز غالباً اسی دور کی تربیت کا بڑی حد تک نتیجہ تھا۔ ابوالاعلیٰ ذہین تھے اور بچوں جیسی شرارتیں بھی کرتے تھے، مگر بدتمیزی نہیں کرتے تھے۔

ایک مرتبہ ملازم کے بچے کی پٹائی کر دی، والد نے اُس ملازم کے بچہ سے ابوالاعلیٰ پر طمانچہ لگوا کر بدلہ دلوا دیا، جس کا اثر یہ ہوا کہ ساری زندگی کسی زیر دست پر ہاتھ نہیں اٹھایا۔ اس طرح سیرت میں انصاف و اعتدال پسندی کی تربیت حاصل کر لی۔

وَجَزٰٓؤُا سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا فَمَنْ عَفَا وَاَصْلَحَ فَاَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِيْنَ o (سورۃ الشوریٰ: ۴۱-۴۳)

ابوالخیر مودودیؒ اور ابوالاعلیٰ مودودیؒ کی عمر کے لحاظ سے، اس زمانے کی چند منتخب درسی، دینی اور عام معلوماتی کتب اور بچوں کے رسائل منگوا کر مطالعہ کے لیے گھر پر رکھے گئے تھے۔ اس طرح تعلیم و تربیت کے ساتھ مطالعہ کا ذوق بھی بچوں کو اپنے والدین کی سرپرستی میں نصیب ہوا۔ اساتذہ کی نگرانی میں درسی کتابوں کے سوالات جوابات لکھوائے جاتے اور منتخب عناوین پر مضمون نویسی کی مشق بھی ہوتی۔

نوٹ: مولانا محمد علی جوہرؒ نے دہلی سے ایک روزنامہ ''ہمدرد'' اسی سال اواخر 1910ء میں جاری کیا۔

مشقی کاپیوں پر معلم کی تصحیح اور Remarks پر والد محترم خاص توجہ دیتے تھے۔ والد محترم احمد حسن مودودی اپنی وکالت کی مصروفیات کے باوجود اپنے بچوں کی تعلیم و تربیت پر خاص توجہ دیتے تھے۔

یٰبُنَیَّ اِنَّهَآ اِنۡ تَكُ مِثۡقَالَ حَبَّةٍ مِّنۡ خَرۡدَلٍ فَتَكُنۡ فِیۡ صَخۡرَةٍ اَوۡ فِی السَّمٰوٰتِ اَوۡ فِی
الۡاَرۡضِ یَاۡتِ بِهَا اللّٰهُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَطِیۡفٌ خَبِیۡرٌ ﴿١٦﴾ یٰبُنَیَّ اَقِمِ الصَّلٰوةَ وَاۡمُرۡ بِالۡمَعۡرُوۡفِ
وَانۡهَ عَنِ الۡمُنۡكَرِ وَاصۡبِرۡ عَلٰی مَاۤ اَصَابَكَ ؕ اِنَّ ذٰلِكَ مِنۡ عَزۡمِ الۡاُمُوۡرِ ﴿١٧﴾ وَلَا تُصَعِّرۡ
خَدَّكَ لِلنَّاسِ وَلَا تَمۡشِ فِی الۡاَرۡضِ مَرَحًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا یُحِبُّ كُلَّ مُخۡتَالٍ فَخُوۡرٍ ﴿١٨﴾

(سورۃ لقمان)

ترجمہ: (اور لقمان نے کہا تھا کہ) "بیٹا، کوئی چیز رائی کے دانہ برابر بھی ہو اور کسی چٹان میں یا آسمانوں یا زمین میں کہیں چھپی ہوئی ہو، اللہ اُسے نکال لائے گا وہ باریک بیں اور باخبر ہے۔ بیٹا، نماز قائم کرنے کا حکم دے، بدی سے منع کر، اور جو مصیبت بھی پڑے اس پر صبر کر، یہ وہ باتیں ہیں جن کی بڑی تاکید کی گئی ہے اور لوگوں سے منہ پھیر کر بات نہ کر، نہ زمین میں اکڑ کر چل، اللہ کسی خود پسند اور فخر جتانے والے شخص کو پسند نہیں کرتا۔

عمرِ نو (۹) سال

(25 ستمبر 1911ء تا 24 ستمبر 1912ء)

مولانا ابوالکلام آزادؒ کا پرچہ ''الہلال''، شیخ سعدیؒ کی کتاب ''گلستاں وبوستاں'' کے مطالعہ کا آغاز

عام معاشرہ اور ماحول کے منفی اثرات سے والد محترم نے محفوظ رکھا۔ نو سال کی عمر تک اورنگ آباد میں سید ابوالاعلیٰ مودودی کا کوئی ہم عمر ساتھی دوست نہ بن سکا۔ دینی کتب کی تعلیم کے بعد والد صاحب، ابوالاعلیٰ سے مجلہ ''الہلال''[1] سے مولانا ابوالکلام آزادؒ کے انقلاب انگیز وروح پرور مضامین پڑھوا کر سنتے، معنی ومطلب سمجھاتے اور تلفظ بھی درست کرتے۔ اسی سال شیخ سعدیؒ کی فارسی زبان کی کتاب ''گلستاں وبوستاں'' بھی مکمل کر لی۔ انہوں نے اپنی زندگی کا پہلا مضمون، اپنے استاد اور قریبی رشتہ دار جناب اشفاق احمد زاہدی کی ہدایت پر لکھا، اور خوب داد پائی۔ پھر لکھنے کا ذوق پروان چڑھا۔ والدین، اساتذہ اور بڑے بھائیوں کی ہمت افزائی سے خود اعتمادی کی دولت میسر ہوئی۔ تاریخ اسلام وتاریخ ہند کے موضوع پر منتخب کتب کا مطالعہ، ہر روز تلاوت قرآن، سیرت النبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم وسیرت صحابہ رضوان اللہ علیہم ومطالعہ احادیث مبارکہ کا معمول سلسلہ وار رہتا، اس طرح ابوالاعلیٰ نے اعلیٰ درجہ کی اُردو زبان سیکھ لی۔

قدیم طرزِ تعلیم وتربیت کے اہم اجزاء، ماہر اساتذہ، صالح ماحول ونیک والدین، سید ابوالاعلیٰ کو ملے۔ سید ابوالاعلیٰ ایک تو خوب رُو اور نہایت گورے تھے اور کپڑے بھی نہایت صاف ستھرے اور سلیقہ سے پہنتے تھے۔ اس لیے بڑے ہی وجیہ اور خوبصورت ومہذب طالب علم معلوم ہوتے تھے۔

فِيْهِ رِجَالٌ يُّحِبُّوْنَ اَنْ يَّتَطَهَّرُوْا وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِيْنَ O (سورۃ التوبۃ:108)

---

[1] اسی سال یکم جون 1912ء کو مولانا ابوالکلامؒ نے ''الہلال'' جاری کیا۔ ''الہلال'' بیک وقت ایک دینی، سیاسی اور ادبی مجلہ تھا۔

اِنَّ اللہ جَمِیۡلٌ یُحِبُّ الْجَمَالَ (حدیث)

احمد حسن مودودیؒ صاحب اپنے بیٹے ابوالاعلیٰ کو مولوی بنانے کے مصمم ارادہ کی وجہ سے عصری تعلیم کے سرکاری اسکول میں داخلہ دلانے کے مخالف تھے۔ اسکول میں ہر قسم کے بچوں سے میل ملاپ، بُرے ماحول کی خرابی اور بُرے اثرات کے خوف سے انہوں نے ابوالاعلیٰ کو خاص طور پر اسکول اور مدارس سے دور رکھا۔

فَاٰمِنُوۡا بِاللّٰہِ وَ رَسُوۡلِہٖ وَ النُّوۡرِ الَّذِیۡۤ اَنۡزَلۡنَا ؕ وَ اللّٰہُ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ خَبِیۡرٌ ۸

(سورۃ التغابن)

ترجمہ: پس ایمان لاؤ اللہ پر، اور اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر، اور اُس روشنی پر جو ہم نے نازل کی ہے، جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اس سے باخبر ہے۔

تشریح: یعنی جب یہ واقعہ ہے اور پوری انسانی تاریخ اس بات پر گواہ ہے کہ قوموں کی تباہی کا اصل موجب ان کا رسولوں کی بات نہ ماننا اور آخرت کا انکار کرنا تھا، تو اسی غلط روش پر چل کر اپنی شامت بلانے پر اصرار نہ کرو اور اللہ اور اس کے رسول اور قرآن کی پیش کردہ ہدایت پر ایمان لے آؤ۔ یہاں سیاق وسباق خود بتا رہا ہے کہ اللہ کی نازل کردہ روشنی سے مراد قرآن ہے۔ جس طرح روشنی خود نمایاں ہوتی ہے اور گردوپیش کی ان تمام چیزوں کو نمایاں کر دیتی ہے جو پہلے تاریکی میں چھپی ہوئی تھیں، اسی طرح قرآن ایک ایسا چراغ ہے جس کا برحق ہونا بجائے خود روشن ہے، اور اس کی روشنی میں انسان ہر اس مسئلے کو سمجھ سکتا ہے جسے سمجھنے کے لیے اس کے اپنے ذرائع علم وعقل کافی نہیں۔ یہ چراغ جس شخص کے پاس ہو وہ فکر وعمل کی بے شمار پُر پیچ راہوں کے درمیان حق کی سیدھی راہ صاف صاف دیکھ سکتا ہے اور عمر بھر صراط مستقیم پر اس طرح چل سکتا ہے کہ ہر قدم پر اسے یہ معلوم ہوتا رہے کہ گمراہیوں کی طرف لے جانے والی پگ ڈنڈیاں کدھر کدھر جا رہی ہیں اور ہلاکت کے گڑھے کہاں کہاں آرہے ہیں اور سلامتی کی راہ ان کے درمیان کون سی ہے۔

(تحریر تفہیم القرآن، جلد پنجم، جون 1969)

عمر۔ دس (۱۰) سال

(25/ستمبر 1912ء تا 24/ستمبر 1913ء)

اورنگ آباد کے تالاب میں تیراکی سیکھی، بنوٹ (Club Fighting Self Defence) کا فن سیکھا

اخبارات، رسائل، تاریخ ہند، تاریخ دکن، تاریخِ اسلام کے مطالعہ سے مسلمانوں کے عروج وزوال پر غور وفکر کا جذبہ پروان چڑھنے لگا۔ عربی ادب، صرف ونحو کے ساتھ فقہ وسیرت کی تعلیم کا بھی سلسلہ گھر پر جاری رہا۔ عام ماحول سے دس (۱۰) سال کی عمر تک محفوظ رہنے کی وجہ سے اعلیٰ اخلاق وکردار کی تربیت بھی تعلیم کے ساتھ ساتھ حاصل ہوئی۔ اس دوران سید ابوالاعلیٰ نے بہترین اور دہلی کی ستھری اُردو زبان بولنے اور اعلیٰ ادبی اُردو زبان میں اظہار خیال کی تربیت بھی حاصل کی۔

وَاللّٰهُ يَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهِ مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ o (سورۃ البقرۃ:105)

مولانا سید ندیم اللہ حسینیؒ[۱]، جو احمد حسن مودودی صاحب کے دوست اور ابوالخیر اور ابوالاعلیٰ کے معلم تھے، اُن کے مشورہ اور مختلف دلائل سے احمد حسن مودودی صاحب کو رضامند کر کے، نظام دکن کے سرکاری ہائی اسکول میں داخلہ (ایڈمیشن) کی صورت پیدا ہوگئی۔ دس (۱۰) سال کی عمر تک ہمیشہ والد کے ساتھ ہی رہتے تھے اور اکثر اوقات ان کے ساتھ ہی سوتے تھے۔ گھر کا ماحول، والدین و اساتذہ کی صحبت ہی اولین تربیت گاہ تھی۔ مہذب وشریف اور معروف گھرانوں میں تعلیم کے ساتھ تربیت کو بہت اہمیت دی جاتی ہے۔ اکثر والدین ہی مربی ومعلم کے فرائض

نوٹ: (۱) اسی سال 1912ء میں مخلص مسلمانوں کی ایک تنظیم ''حزب اللہ'' کے نام سے وجود میں آئی۔

(۲) 15/فروری 1913ء کو مولانا ابواللیث اصلاحی ندویؒ (1913ء-1990) امیر جماعت اسلامی ہند پیدا ہوئے۔ مولانا ابواللیث اصلاحی جماعت اسلامی ہند کے دوبار (1947 تا 1972) پھر (1981 تا 1990) امیر رہے۔

[۱] جن کے صاحبزادے مولانا سید صبغۃ اللہ بختیاری ابتدا ہی سے مولانا مودودیؒ اور جماعت سے وابستہ رہے۔ دار السلام میں بھی وقت گزارا اور جماعت اسلامی، جنوبی ہند کے قیم کے فرائض بھی انجام دیے۔ اپنے آخری دور میں اگرچہ وہ جماعت سے علحدہ ہو گئے تھے مگر اپنی زبان وقلم سے تنقید کا ایک حرف بھی ظاہر نہیں فرمایا۔

انجام دیتے تھے۔ اخبارات اور رسائل کے ذریعہ مولانا مودودیؒ مولانا محمد علی جوہرؔ کی سیاسی قیادت، مولانا حسرت موہانی، ابوالکلام آزادؔ کی تاریخی، علمی و ادبی حیثیت اور مولانا الطاف حسین حالیؔ اور علامہ اقبالؔ کی شاعری اور شبلی نعمانیؒ کی تحقیقی تحریروں سے متاثر ہو چکے تھے۔

سید ابوالاعلیٰ نے اپنے ماموں ولی اللہ بیگ صاحب اور اپنے خالہ زاد بھائیوں سے تیرنا (ایک دفعہ خالہ زاد بھائیوں کے ساتھ تالاب گئے، ان کو تیرتے دیکھا، تیرنا سمجھ گئے، بے خطر تالاب میں چھلانگ لگائی اور تیرنا سیکھ گئے) اور بنوٹ (Club fighting Self Defence) کا فن سیکھا، جس کے ذریعہ چاقو و خنجر، تلوار اور پتھراؤ کے حملہ کا کامیابی سے دفاع کیا جاسکتا ہے۔ اُس دور کے متوسط گھرانے کی معروف سواری سائیکل ہی تھی، مگر سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ نے سائیکل چلانا سیکھا ہی نہیں، کیوں کہ والدین کی جانب سے اس کی اجازت نہیں تھی۔

وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ ۔۔۔(الحج:۷۸)

ترجمہ: اور دین میں تم پر کوئی تنگی نہیں رکھی۔

تشریح: یعنی تمہاری زندگی کو ان تمام بے جا قیود سے آزاد کر دیا گیا ہے جو پچھلی امتوں کے فقیہوں اور فریسیوں اور پاپاؤں نے عائد کر دی تھیں۔ نہ یہاں فکر و خیال پر وہ پابندیاں ہیں جو علمی ترقی میں مانع ہوں اور نہ عملی زندگی پر وہ پابندیاں ہیں جو تمدن اور معاشرے کی ترقی میں رکاوٹ بنیں۔ ایک سادہ اور سہل عقیدہ و قانون تم کو دیا گیا ہے جس کو لے کر تم جتنا آگے چاہو بڑھ سکتے ہو۔

(تفہیم القرآن، جلد سوم، تحریر، جولائی 1945)

عمر۔ گیارہ (۱۱) سال

(25 ستمبر 1913ء تا 24 ستمبر 1914ء)

ہائی اسکول آٹھویں جماعت میں داخلہ، تحریری مقابلہ میں حصہ، درسی کتابوں کا بغور مطالعہ

عربی سے اردو اور اردو سے عربی ترجمہ اسی طرح اردو سے انگلش اور انگلش سے اردو ترجمہ کا آغاز

پہلی مرتبہ گھریلو ماحول سے نکل کر اورنگ آباد، نظامِ دکن کے سرکاری ہائی اسکول کی آٹھویں جماعت میں، داخلہ دلوایا گیا، اور اس طرح عام ماحول وہم عمر لڑکوں سے میل جول کا موقع ملا، ورنہ اس سے قبل صرف بڑوں اور بزرگوں ہی کا ماحول میسر تھا۔

ابوالاعلیٰ اپنی کلاس میں سب سے کم عمر مگر سب طلباء سے زیادہ معلومات رکھنے والے طالب علم تھے۔ بارعب، سنجیدہ مزاج، بہترین، نفیس اور ہمیشہ صاف ستھرا لباس زیب تن کرتے۔ میل ملاپ اور بات چیت میں ایک خاص پُروقار انداز پیدا ہو چکا تھا۔ اسکول میں تھوڑے دن اجنبی رہنے کے بعد مدرسہ کے محنتی و ذہین، شریف وشوقین طلبا کے ساتھ دوستانہ تعلقات پیدا کر لئے۔

سید ابوالاعلیٰ ایک خوش کلام وظریف، شگفتہ بیان، لڑکے کی حیثیت سے بہت جلد معروف ہو گئے۔ محض اپنی ظرافت اور حاضر جوابی کے ذریعہ، شریر طلبا کی ٹولی کے دوتین سرغنوں کو اپنی لطیفہ گوئی اور پُرمزاح گفتگو کی وجہ سے دوست بنالیا۔ شریف طلباء کے دوست بھی بنے رہے اور شریر ٹولی سے تعلقات بھی نہیں بگاڑے۔ اسکول کی ہر محفل میں محبوب ومکرم اپنی معلومات کی بدولت اسکول کے اساتذہ اور طلباء میں ایک اچھا مقام بنالیا۔

نوٹ: ● 1913ء میں ہندوستان میں آئینی اصلاحات کے لیے کانگریس پارٹی کا جو وفد انگلینڈ گیا تھا، اس کی قیادت، قائداعظم محمد علی جناح نے کی تھی۔

● علامہ شبلی نعمانیؒ کا انتقال 1914ء میں ہوا۔

● اگست 1914 میں جنگ عظیم اوّل کا آغاز ہوا۔ یہ جنگ نومبر 1918 تک جاری رہی۔

اسکول کی تعلیم کے ساتھ ساتھ گھر پر فقہ وفتاویٰ اور علم فرائض کے علاوہ زبان سیکھنے کا سلسلہ جاری رہا۔ عربی سے اردو، اُردو سے عربی، اسی طرح انگریزی سے اُردو اور اُردو سے انگریزی میں ترجمہ کی مشق کا سلسلہ جاری رہا۔ فارسی لکھنے پڑھنے کے ساتھ ساتھ اُردو اور فارسی میں شعر گوئی کا شوق بھی شروع ہو گیا تھا۔ ڈاکٹر مختار احمد انصاری جب کبھی گھر آتے ابوالاعلیٰ کو ننھے شاعر کے نام سے بلاتے، اور فارسی زبان میں تبادلۂ خیال کرتے۔ ڈاکٹر مختار احمد انصاری (1880-1936) سید ابوالاعلیٰ کے والد احمد حسن مودودیؒ کے دوست تھے۔

ہائی اسکول کے اساتذہ کی خواہش پر ایک تحریری مقابلہ میں حصّہ لیا اور سیرت رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم "وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ" پر ایک معیاری و موثر اور سب سے بہترین مضمون لکھا اور امتیازی انعام حاصل کیا۔ یہ صلاحیت اور صالحیت اِس دور کے عربی درس گاہوں کے فارغ طلبا کو بھی نصیب نہ ہو سکی تھی۔

اَفَحُكْمَ الْجَاهِلِيَّةِ يَبْغُوْنَ ؕ وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ حُكْمًا لِّقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ ﴿۵۰﴾
(سورۃ المائدۃ)

ترجمہ: (اگر یہ اللہ کے قانون سے منہ موڑتے ہیں) تو کیا پھر جاہلیت کا فیصلہ چاہتے ہیں؟ حالانکہ جو لوگ اللہ پر یقین رکھتے ہیں ان کے نزدیک اللہ سے بہتر فیصلہ کرنے والا کوئی نہیں ہے

تشریح: جاہلیت کا لفظ اسلام کے مقابلہ میں استعمال کیا جاتا ہے۔ اسلام کا طریقہ سراسر علم ہے کیونکہ اس کی طرف اللہ نے رہنمائی کی ہے جو تمام حقائق کا علم رکھتا ہے۔ اور اس کے برعکس ہر وہ طریقہ جو اسلام سے مختلف ہے جاہلیت کا طریقہ ہے۔ عرب کے زمانہ قبل اسلام کو جاہلیت کا دور اسی معنی میں کہا گیا ہے کہ اس زمانہ میں علم کے بغیر محض وہم یا قیاس وگمان یا خواہشات کی بنا پر انسانوں نے اپنے لیے زندگی کے طریقے مقرر کر لیے تھے۔ یہ طرز عمل جہاں جس دور میں بھی انسان اختیار کریں اسے بہر حال جاہلیت ہی کا طرز عمل کہا جائے گا۔ مدرسوں اور یونیورسٹیوں میں جو کچھ پڑھایا جاتا ہے وہ محض ایک جزوی علم ہے اور کسی معنی میں بھی انسان کی رہنمائی کے لیے کافی نہیں ہے۔ لہٰذا اللہ کے دیے ہوئے علم سے بے نیاز ہو کر جو نظام زندگی اس جزوی علم کے ساتھ ظنون واوہام اور قیاسات وخواہشات کی آمیزش کر کے بنا لیے گئے ہیں وہ بھی اسی طرح "جاہلیت" کی تعریف میں آتے ہیں جس طرح قدیم زمانے کے جاہلی طریقے اس تعریف میں آتے ہیں۔

(تفہیم القرآن، جلد اول، تحریر ستمبر/اکتوبر 1943)

عمر۔ بارہ (۱۲) سال

(25/ستمبر 1914ء تا 24/ستمبر 1915ء)

تحریری اور تقریری مقابلوں میں انعامات کا حصول، درسی کتابوں میں موجود مشقی سوالات کے جوابات لکھنے کی مشق وتمرین۔

سرکاری اسکول میں پڑھائے جانے والے مضامین میں زبان اول اردو کے ساتھ ریاضی (Mathematics) کے علاوہ تاریخ، (History) سائنس، (Science) انگریزی زبان، (English Language) جغرافیہ، (Geography) دینیات واسلامیات (Islamic Studies) تھے۔

اسکول کے دوسرے ہی سال میں شفیق اساتذہ کے نزدیک کم عمری کے باوجود سید ابوالاعلیٰ کا شمار فہیم ومحنتی اور امتیازی لڑکوں میں شمار ہونے لگا۔ مضامین لکھنے اور تقریری مقابلوں اور مباحثوں میں حصہ لینے لگے اور اپنی صلاحیتوں کا لوہا منوالیا اور انعامات بھی حاصل کیے۔ طالب علم سید ابوالاعلیٰ کے مضامین ملک کے معروف ومشہور رسالوں جیسے ''نگار''، ''مولوی''، ''تمدن'' اور ''خلافت'' میں شائع ہوئے۔ علامہ اقبالؒ، مولانا الطاف حسین حالیؒ، مولانا ابوالکلام آزادؒ، مولانا محمد علی جوہرؒ، علامہ شبلی نعمانیؒ، مولانا حسرت موہانیؒ کی تحریروں، تقاریر اور کلام وشاعری کے مسلسل مطالعہ نے، تحریر وتقریر اور گفتگو کے علاوہ اخلاق وتہذیب، میں بارہ سالہ نویں جماعت کے اس طالب علم (ابوالاعلیٰ) کو، اپنے اسکول میں ایک اعلیٰ ونمایاں مقام والا نمایاں اور اعلیٰ صلاحیتوں کا حامل طالب علم بنادیا۔

...يُمَتِّعْكُمْ مَّتَاعًا حَسَنًا اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى وَّيُؤْتِ كُلَّ ذِىْ فَضْلٍ فَضْلَهٗ۔ (ھود: 3)

نوٹ: ● 31/دسمبر 1914ء کو مولانا الطاف حسین حالیؒ کا انتقال ہوا۔
● 1914ء میں پہلی جنگ عظیم کا ''فساد فی الارض'' گہرا ہونے لگا۔
● استاذ الاساتذۃ اولین فارغ دیوبند شیخ الہند مولانا محمود حسن صاحبؒ سرکردہ علماء کے ساتھ اسی سال اکتوبر 1915ء میں حج بیت اللہ کے لیے مکہ مکرمہ پہنچے۔ مولانا محترم محمود حسن صاحبؒ کا یہ دوسرا حج تھا، انگریزوں کے خلاف ایک عالمگیر مسلم محاذ کا قیام بھی ان کے پیش نظر تھا۔ (مرتب)

گندی زبان کبھی نہیں بولی، نہ کبھی گندی جگہ اور نہ بدتمیز طلباء کے قریب گئے، بے کار اور گپ باز باتونی وبکواسی بچوں سے دُور رہتے۔ اسکول میں ایک اچھا خاصہ شائستہ سرکل بنالیا۔ بڑے بھائی کی تحریک پر علمی ومشقی تربیت کے طور پر ترکی النسل مصنف قاسم امین بے کی عربی کتاب "المرأة الجدیدة" کا اُردو میں ترجمہ کیا۔ والدین، بڑے بھائی اور اساتذہ سے اس ترجمہ کی روانی، چٹخارے دار محاورے اور زبان کی سلاست پر خوب داد وتحسین حاصل کی اور اس طرح مضامین لکھنے کی تحریک پیدا ہوئی۔[1]

اسکول میں فٹ بال اور کرکٹ، ساتھیوں کے ساتھ کھیلنا شروع کیا، مگر کھیل میں زیادہ دلچسپی نہ لی اور اچھے کھلاڑی نہ بن سکے۔ گھر پر اسکول میں پڑھائے جانے والے اسباق اچھی طرح ذہن نشین کر لیتے اور اگلے روز پڑھائے جانے والے تمام مضامین کی تیاری کے علاوہ، والدمحترم سے زبان و بیان کی اصلاح کی تربیت کے لیے، ملک کے مشہور ومعروف اخبارات و رسائل پڑھ کر سنایا کرتے ۔ والدمحترم اخبارات او رمنتخب رسائل کے اہم واقعات ومضامین کی ضروری توضیح وتشریح کر دیا کرتے ۔اسکول میں پڑھائے جانے والے تمام مضامین کی کتابیں گھر پر پہلے ہی پڑھ لیتے اور ضروری تیاری اور متعلقہ سوالات متعلقہ درس کے دوران معلم سے دریافت کرنے کے لیے تیار کر لیتے ۔ اس لیے اساتذہ اور ہیڈ ماسٹر کی نظر میں اس بارہ سالہ نفیس زبان استعمال کرنے والے، پاک و صاف لباس زیب تن کرنے والے نو وارد طالب علم ابوالاعلیٰ کا اورنگ آباد ہائی اسکول میں نمایاں اور ایک اعلیٰ ترین مقام بن گیا۔

---

[1] اکثر ناواقف اور مولانا مودودیؒ سے بغض رکھنے والے حاسد حضرات کے لیے جو مولانا سید مودودیؒ کی عربی دانی سے متعلق شکوک وشبہات پیدا کرنے کی خدمت انجام دیتے ہیں، ان کے لیے یہ کارنامہ عبرت کا مقام رکھتا ہے۔ وہ تمام حضرات اپنی بارہ سال کی عمر کی قابلیت پر غور کریں تو خود جان لیں گے کہ وہ سید ابوالاعلیٰ مودودی سے علمی، فکری اور ذہنی حالت میں کتنے پست اور کمزور ہیں۔ اس کے علاوہ سید ابوالاعلیٰ نے دورانِ قیام دہلی عمر انیس سال سے چوبیس سال کے درمیان میں ان تمام معروف اور مروجہ دینی علوم کو مستند اساتذہ سے حاصل کیا، جو اُس وقت سے آج تک کے ہمارے برصغیر ہند و پاک تمام ہی معروف دینی جامعات ودارالعلوم میں داخل نصاب ہیں۔ اس کا تفصیلی تذکرہَ اسناد اسی کتاب میں متعلقہ صفحات پر ملاحظہ کیا جا سکتا ہے:

يُؤْتِي الْحِكْمَةَ مَنْ يَّشَآءُ وَمَنْ يُّؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ أُوْتِيَ خَيْرًا كَثِيْرًا وَّمَا يَذَّكَّرُ إِلَّآ أُولُوا الْأَلْبَابِ٥

(سورة البقرة:168.169)

عمر۔ تیرہ (۱۳) سال

(25/ستمبر 1915ء تا 24/ستمبر 1916ء)

میٹرک میں داخلہ، میٹرک کے امتحان میں کامیابی، میٹرک (Matriculation) کے مضامین کی تفصیلات

سید ابوالاعلیٰ اپنے لڑکپن کے اس تیرھویں سال میں اسکول کے ماحول سے اتنے مانوس ہوگئے تھے کہ تعطیلات اور چھٹیوں سے ناگواری پیدا ہوگئی تھی۔ اسکول کے چند ذہین ومحنتی لڑکوں کو ساتھ لے کر چھٹیاں گزارنے کا پروگرام بنالیتے اور ہر روز مل کر تفریح کے ساتھ ساتھ کچھ مطالعہ کے لیے بھی وقت نکال لیتے۔ کلاس میں پڑھائے جانے والے مضامین اور اسباق کے پیشگی مطالعہ اور تیاری کی عادت نے کلاس اور امتحانات میں کیے جانے والے سوالات کا صحیح اور بہترین جواب دینے اور اساتذہ کی نظروں میں محبوب طالب علم بننے کو آسان کردیا۔

وَاَنۡ لَّيۡسَ لِلۡاِنۡسَانِ اِلَّا مَا سَعٰىۙ ﴿۳۹﴾ وَاَنَّ سَعۡيَهٗ سَوۡفَ يُرٰىۖ ﴿۴۰﴾ ثُمَّ يُجۡزٰٮهُ الۡجَزَآءَ الۡاَوۡفٰىۙ ﴿۴۱﴾ (سورۃ النجم)

نویں جماعت میں پڑھتے ہوئے جب سید ابوالاعلیٰ مودودی نے اپنے بڑے بھائی ابوالخیر مودودی کے ساتھ میٹرک (مولوی) کا امتحان وقت سے پہلے ہی دینا چاہا تو سب حیران ہوئے کہ تیاری کے بغیر امتحان کیسا؟ بھائی کی تمام کتابیں ابوالاعلیٰ پڑھ چکے تھے۔ جب امتحان لیا گیا تو بشمول صدر مدرس ہر ایک کو حیرت میں ڈال دیا۔ صدر مدرس ملّا داؤد صاحب نے Special Authority of Headmaster کے حق اختیاری کے ذریعہ ۱۳/سالہ سید ابوالاعلیٰ کے لیے قابلیت وصلاحیت کی بنیاد پر عمر کی قانونی گنجائش نکال کر مولوی (Matriculation) کا امتحان دلوانے کے لیے تیاری شروع کروائی۔

اسی تیرہ (۱۳) سال کی عمر میں مدرسہ فوقانیہ مشرقیہ اورنگ آباد حیدرآباد دکن سے مولوی (میٹرک) کا امتحان پاس کیا۔ سوائے ریاضی (Mathematics) جس میں کامیابی کے لیے 48% نمبرات حاصل کیے دیگر دوسرے تمام مضامین میں اعلیٰ نمبرات حاصل کرتے ہوئے 1916ء مطابق ۱۳۳۵ھ میں میٹرک کا امتحان بدرجۂ دوم کامیاب ہو کر سرٹیفکیٹ حاصل کرلیا۔

حکومت آصفیہ نظام دکن کے مولوی (میٹرک) کا نصاب (Syllabus) حسب ذیل ہے۔

(۱) اُردو ادب، نظم ونثر، قواعد (Grammer) و مضمون نگاری۔

(۲) عربی زبان و ادب، صرف ونحو، ادب اُردو کا عربی میں اور عربی کا اُردو میں ترجمہ

(۳) دینیات، فقہ و فرائض، سیرت و اخلاق۔

(۴) سائنس، حیاتیات (Biology) طبیعیات (Physics) کیمیاء (Chemistry)

(۵) ریاضی (Mathamatic) حساب (Arthmetic)، الجبرا (Algebra)، جیومیٹری (Geometry) مساحات (Mensuration)

(۶) تاریخ وجغرافیہ وسماجی علم (Histrory,Geography and Social Study)

(۷) انگریزی نثر (Prose) اور نظم (Poetry)، گرامر (grammer) اُردو سے انگریزی اور انگریزی سے اُردو ترجمہ (Translation from Urdu to English & English to Urdu) اور مضمون نویسی (Essay Writing)

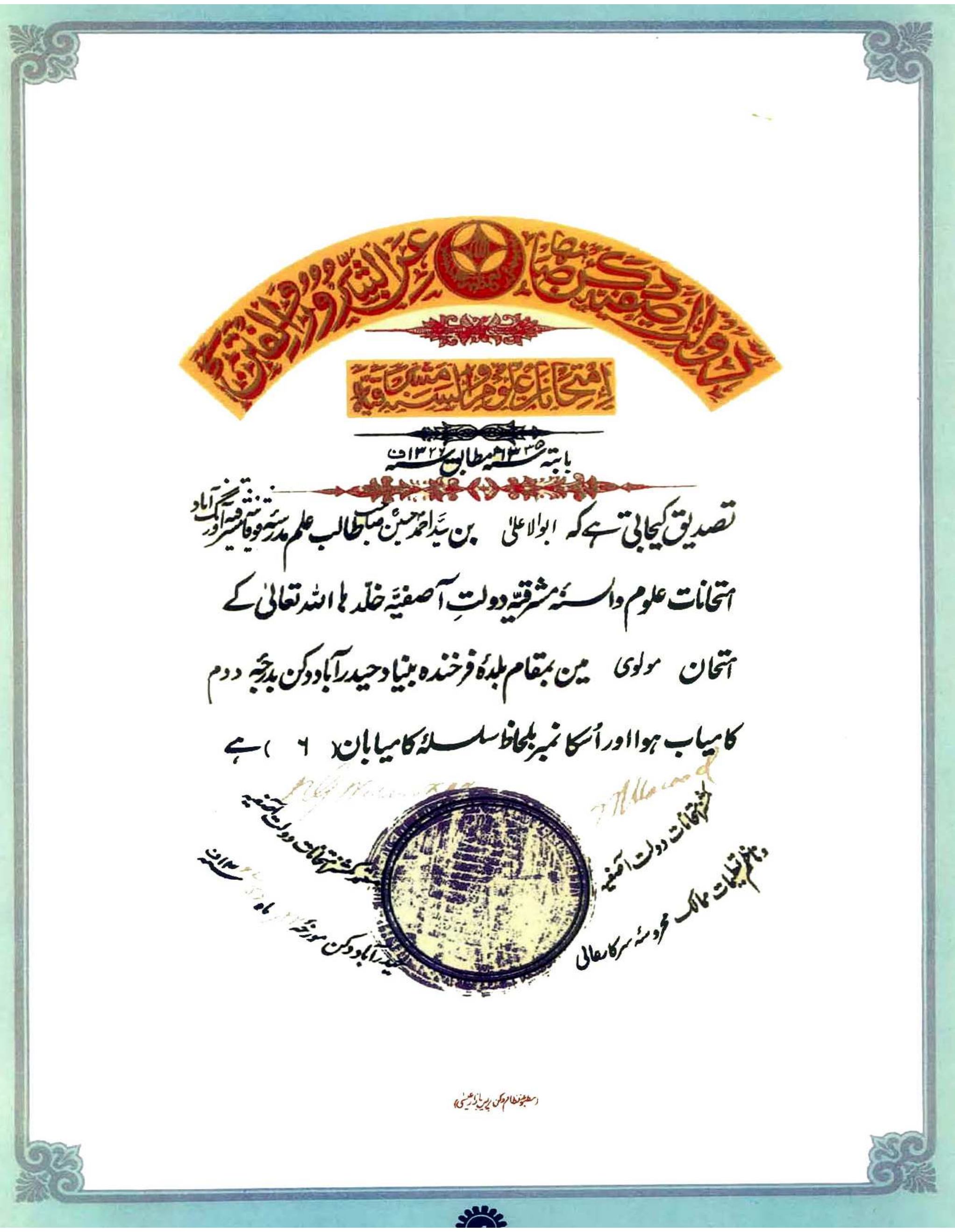
گھر کی تعلیم وتربیت کے نتیجہ میں، مسلمانوں کے عروج وزوال کے اسباب کا شعور حاصل ہو چکا تھا۔ اس لیے مضمون نگاری میں ایسی باتیں لکھ جاتے کہ اساتذہ کرام بھی متاثر ہوجاتے۔

دوران قیامِ اورنگ آباد، والدین یا رشتہ داروں کے ساتھ مسلمانوں کے شاندار ماضی کی یادگار عمارات اور مساجد دیکھنے جاتے، جیسے دولت آباد، پن چکی، مقبرہ اورنگ زیب عالمگیر وغیرہ وغیرہ۔ "تفہیم القرآن" میں سورۃ الحجر کی تفسیر کے ضمن میں پیٹرا (Petra) اردن کے ذکر کے ساتھ ساتھ ایلورہ اور اجنتا کے آثار قدیمہ کا تذکرہ بھی آیا ہے۔ ان مقامات کو دیکھنے سے وہاں ہزاروں سال قبل مسیح کی سنگ تراشی اور اجنتا کی پینٹنگ کے حیرت انگیز کارناموں کا اندازہ بھی ہوتا ہے۔ ایلورا، ایجنٹا اور پیٹرا Petra کے بعض تصاویر کتاب میں شامل ہیں۔

نوٹ: الحمدللہ احقر مرتب احمد ابوسعید کو مارچ 1914ء میں اتباع مولانا مودودیؒ کی سعادت میں بیت المقدس اور پیٹرا Petra، اردن کے سفر کا شرف حاصل ہوا ہے۔

میٹرک سرٹیفکیٹ کا عکس

Matriculation Certificate



امتحانات علوم و السنہ مشرقیہ

بابتہ ۱۳۳۵ھ مطابق ۱۳۲۶ ف

تصدیق کیجاتی ہے کہ ابوالاعلیٰ بن سید احمد حسن صاحب طالب علم مدرسہ فوقانیہ اورنگ آباد

امتحانات علوم و السنہ مشرقیہ دولتِ آصفیہ خلدہا اللہ تعالیٰ کے

امتحان مولوی میں بمقام بلدۂ فرخندہ بنیاد حیدرآباد دکن بدرجہ دوم

کامیاب ہوا اور اُسکا نمبر بلحاظ سلسلۂ کامیابان (۶) ہے

ناظم امتحانات دولت آصفیہ

ناظم تعلیمات ممالک محروسۂ سرکار عالی

عمر۔ چودہ (۱۴) سال

(25/ستمبر 1916ء تا 24/ستمبر 1917ء)

دارالعلوم حیدرآباد کے پری ڈگری (Intermediate , F.A) کورس میں داخلہ

والد احمد حسن مودودیؒ کے سخت شرعی شرائط اور اپنے موکلوں پر شدید جرح، جھوٹے اور مشکوک مقدمات کے معاملہ میں اپنے اصولوں سے دست برداری یا چشم پوشی سے اجتناب کی بدولت آمدنی بتدریج گھٹتی گئی اور بالآخر وکالت بالکل ٹھپ ہوگئی۔ لہٰذا اُنہیں اورنگ آباد سے دوبارہ نقل مکانی کرنا پڑا، اور اپنا سارا اثاثہ خیر خیرات کر کے بالآخر شہر حیدرآباد منتقلی عمل میں آئی۔

سید ابوالاعلیٰ نے ہائی اسکول کی تعلیم اورنگ آباد میں مکمل کر لی تھی اور میٹرک کے بعد انٹرمیڈیٹ (F.A) کی تعلیم اور اس کے بعد گریجویشن (Graduation) کی اعلیٰ تعلیم حاصل کرنا چاہتے تھے۔ ان میں اعلیٰ تعلیم کے حصول کا شوق دیکھتے ہوئے انہیں حیدرآباد یعنی ننھیال میں چھوڑ دیا گیا۔

'دارالعلوم حیدرآباد' سلطنت دکن کا مشہور و معروف تعلیمی ادارہ جہاں اس وقت مولانا حمیدالدین فراہیؒ صدر مدرس تھے، سید ابوالاعلیٰ مودودی کو مولوی عالم (F.A. Pre Degree Course) میں داخلہ دلوایا گیا۔

دارالعلوم، حیدرآباد میں کالی کمان، پنجہ شاہ کے قریب کی مسجد میں مولانا حمیدالدین فراہیؒ صاحب کا پابندی سے

نوٹ: ''دارالعلوم'' حیدرآباد کی بناء 1890ء سے شروع ہوئی۔ 1899ء میں نظام کالج شروع ہوا۔ 1911ء میں میر عثمان علی خاں تخت نشین ہوئے۔ انہوں نے ایک فرمان شاہی جاری کیا: ''چوں کہ مابدولت کو اپنی عزیز و وفادار رعایا کی فلاح و بہبود بدرجہ اتم مدِّنظر ہے، اور یہ مقصد اعلیٰ اس صورت میں بوجہ احسن حاصل ہوسکتا ہے جب کہ موجودہ انتظام تعلیم ممالک محروسہ سرکار عالی کو بیرونی جامعات سے مناسب حد تک مستثنیٰ کر کے، اعلیٰ انتظام ملکی خصوصیات و حالات کے اعتبار سے، خود اندرون ملک کیا جائے۔'' لہٰذا اس فرمان کے تحت 15/اگست 1918ء مطابق یکم محرم 1337ھ کو جامعہ عثمانیہ کا قیام عمل میں آیا۔ (پہلے نظام کالج 1899ء کی شکل میں پھر 1918ء میں عثمانیہ یونیورسٹی کی شکل میں)

جامعہ عثمانیہ کی ایک اہم خصوصیت حاکم دکن نواب میر عثمان علی خاں کے فرمان کے مطابق یہ طے پائی کہ اس جامعہ (University) میں جملہ علوم کی تعلیم اردو زبان میں دی جائے گی اور اس کے ساتھ انگریزی زبان و ادب کی تعلیم لازمی ہوگی۔ فارسی اور عربی زبان بھی پڑھائی جائے گی۔ جامعہ (University) کا مقصد یہ ہوگا کہ مذہبی، اخلاقی، ادبی، تاریخ و فلسفہ، طب اور قانون، صنعت و تجارت اور دیگر علوم و فنون کے ساتھ علمی و عصری تحقیقات کا کام بھی اردو زبان میں ہوگا۔ [(۱) جامعہ عثمانیہ۔ ڈاکٹر حسن الدین احمد (I.A.S)۔ (۲) عہد عثمانی میں اردو کی ترقی۔ ڈاکٹر محی الدین زورؔ]

درس قرآن ہوا کرتا تھا، جس میں سید ابوالاعلیٰ مودودی پابندی سے شرکت فرماتے تھے۔ بہت ممکن ہے مولانا فراہی صاحب سے درس کے بعد گفتگو بھی ہوتی رہی ہو۔ سب سے بڑے سوتیلے بھائی سید ابومحمد مودودی بھوپال میں ملازم تھے۔ والد احمد حسن صاحب اپنے دونوں بچوں، سید ابوالاعلیٰ سید ابوالخیر اوران کی والدہ رقیہ بیگم صاحبہ کو حیدرآباد میں بچوں کی تعلیم کے لیے ننھیال میں چھوڑ کر چھ (6) ماہ بعد خود بڑے بیٹے، ابومحمد مودودی کے پاس بھوپال چلے گئے۔

چھ، آٹھ ماہ بعد بھوپال میں والد پر فالج کا حملہ ہوا۔ حیدرآباد سے سید ابوالاعلیٰ اپنی والدہ محترمہ کے ساتھ بھوپال چلے گئے اور والد کی تیمارداری میں دن اور رات ایک کردیئے۔ اس طرح تعلیم کا سلسلہ منقطع ہوگیا۔

وَقَضٰی رَبُّكَ اَلاَّ تَعْبُدُوْٓا اِلآَّ اِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا اِمَّا يَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ اَحَدُهُمَآ اَوْ كِلاَهُمَا فَلاَ تَقُلْ لَّهُمَآ اُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا o وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَقُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيَانِىْ صَغِيْرًا o (الاسرآء: ۲۳، ۲۴)

شروع جوانی ہی میں سید ابوالاعلیٰ مودودی کے لیے مالی مشکلات کا دور شروع ہوچکا تھا، اس لئے باضابطہ تعلیم کا سلسلہ ترک کرنا پڑا، اس طرح اسکول، مدرسہ، دارالعلوم یا درس گاہ میں باقاعدہ درجہ، جماعت یا کلاس میں بیٹھ کر محدود درسی اور مروجہ تعلیم، صرف ڈھائی، تین سال ہی جاری رہ سکی۔ اس طرح کالج کی عصری تعلیم و ماحول سے اللہ نے محفوظ رکھا:

یوں قتل سے بچوں کے وہ بدنام نہ ہوتا
افسوس کہ فرعون کو کالج کی نہ سوجھی

(اکبرالہ آبادی)

اُسی طرح اللہ سبحانہ تعالیٰ نے مدارس کی مسلکی تنگ نظری سے بھی سید ابوالاعلیٰ مودودی کو محفوظ رکھا:

گلا تو گھونٹ دیا اہلِ مدرسہ نے تیرا
کہاں سے آئے صدا، لا الٰہ الا اللہ

(علامہ اقبال)

سید ابوالاعلیٰ میں مطالعہ کا شوق آٹھ، نو سال کی عمر ہی سے پروان چڑھنا شروع ہوگیا تھا۔ ۱۴ر سال کی عمر ہی سے سید ابوالاعلیٰ مودودی کے مطالعہ میں معیاری، علمی و ادبی و تاریخی، معاشرتی و سیاسی، مذہبی و سماجی اردو، فارسی، عربی اور انگریزی کتابیں رہا کرتی تھیں۔

سید ابوالاعلیٰ مودودی کے سب سے بڑے بھائی ابو محمد مودودی، بھوپال میں سرکاری ملازم تھے۔ بھوپال میں نواب آف بھوپال عبدالحمید صاحب کی حکومت تھی۔ نواب سلطان جہاں بیگم، نواب عبدالحمید صاحب کی والدہ بہت دین دار خاتون تھیں۔ [۱]

ہماری ذہنی غلامی اور اس کے اسباب

اسلام میں ایک نشاۃِ جدید Renaissance کی ضرورت ہے۔ پرانے اسلامی مفکرین و محققین کا قابل قدر سرمایہ مزید موثر بنانے کی ضرورت کا اظہار فرماتے ہوئے۔ سید مودودیؒ 1938ء میں لکھتے ہیں۔

''علم و عمل کے میدان میں وہی رہنمائی کرسکتا ہے جو دنیا کو آگے کی جانب چلائے نہ کہ پیچھے کی جانب۔ لہٰذا اب اسلام دوبارہ دنیا کا رہنما بن سکتا ہے تو اس کی بس یہی صورت ہے کہ مسلمانوں میں اسے مفکر اور محقق پیدا ہوں جو فکر و نظر اور تحقیق و انکشاف کی قوت سے ان بنیادوں کو ڈھادیں جس پر مغربی تہذیب کی عمارت قائم ہے۔''

(تنقیحات، صفحہ 17)

---

[۱] والدین کے ساتھ ہجرت سوم اورنگ آباد سے حیدرآباد 1916ء میں اور اسی عمر 14/سال 10/ماہ میں ہجرت چہارم حیدرآباد سے بھوپال والدہ کے ساتھ۔

سید ابوالاعلیٰ مودودی نے اورنگ آباد اور حیدرآباد میں اپنی زندگی کے ابتدائی چودہ (۱۴) سال گزارے لیکن اس کے باوجود ان کی زبان حیدرآبادی لہجے سے والدین کی سخت توجہ اور تربیت کی بدولت محفوظ رہی۔ (مرتب احمد ابوسعید)

نوٹ: انگریز سازش، نفاق و مکر اور جوڑ توڑ میں ماہر تھے۔ انھوں نے مسلمان حکمراں سے جھوٹ، دھوکا اور مکر سے حکومت حاصل کی۔ آپس میں ہندو مسلم میں نفرت کے بیج بو کر اس کی آبیاری کی پالیسی پر لندن میں بیٹھ کر ہندوستان کو لوٹا۔ مسلمان اکثریت والے علاقہ کا حاکم ہندو راجہ کو بنایا جیسے جموں و کشمیر میں اور ہندو اکثریت والے علاقہ میں مسلمان نواب کو حاکم بنا کر اقتدار چلایا جیسے بھوپال۔

اُس وقت ہندوستان مرکزی انگریز حکومت کے ساتھ ساتھ بیسیوں چھوٹی بڑی حکومتوں کے ماتحت تھا، جن میں نوابوں اور راجاؤں کی حکومتیں تھیں اور یہ سب انگریزوں کے باج گزار تھے۔

(دولت آصفیہ اور حکومت برطانیہ۔ سید ابوالاعلیٰ مودودی۔ اشاعت اول۔ 1927ء دہلی)

عمر۔ پندرہ (۱۵) سال

(25 ستمبر 1917ء تا 24 ستمبر 1918ء)

بھوپال میں والد کی تیمارداری کے لیے قیام، معاشی بدحالی و تنگ دستی کی وجہ سے ترک تعلیم، تلاش معاش کا آغاز، اخبار ''مدینہ بجنور'' میں ملازمت، ملت کے مسائل پر گہری نظر

بھوپال میں قیام کے دوران، والد کی تیمارداری کے ساتھ ساتھ، معاشی بدحالی دور کرنے کا شدید احساس ہوا۔ آمدنی کے لیے تجارت یا ملازمت ہی کر سکتے تھے۔ لیکن تجارت کے لیے سرمایہ اور تجربہ چاہیے، جو نہیں تھا۔ اس لیے ملازمت کی فکر و ضرورت لاحق ہوئی جس کی وجہ سے اخبار ''مدینہ'' بجنور کے دفتر میں اپنے بھائی ابوالخیر کے ساتھ معاون مدیر کی حیثیت سے ملازمت اختیار کر لی۔ اس طرح سید ابوالاعلیٰ کو پندرہ سال کی عمر ہی سے خود مکتفی کی زندگی کا آغاز کرنا پڑا۔ دینی، ادبی، تاریخی، معاشرتی مضامین لکھنے اور ملک کے مختلف معیاری اخبارات میں اشاعت کے لیے بھجوانے کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ تحریر صاف ستھری اور معلوماتی ہوتی تھی، ہر معیاری پرچہ ایسے مضامین کی اشاعت کے لیے تیار رہتا تھا کچھ ہی دنوں بعد معاش کے لیے پروفیشن کے طور پر حقیقت پسند اور بے باک صحافی (Journalist) بننے کو ترجیح دی اور اخبار ''مدینہ'' بجنور کے ایڈیٹر بن گئے۔ تحریک خلافت اور ڈاکٹر مختار احمد انصاری (25 دسمبر 1880 — 10 مئی 1936) کے قائم کردہ ادارہ ''انجمن اعانتِ نظر بندانِ اسلام'' کی سرگرمیوں میں بھی شرکت کی۔ اس طرح علمی خدمات کے ساتھ ساتھ ملّی خدمات کے ذریعہ عملی میدان میں بھی قدم رکھ دیا۔

اخبار ''مدینہ'' میں دو تین ماہ سے زیادہ ملازمت نہ کر سکے اور دہلی چلے گئے۔ دفتری ملازمت مزاجِ مودودی سے میل نہ کھا سکی۔[۱] ابوالکلام آزادؒ کا ''الہلال'' جولائی 1912ء سے نومبر 1914ء تک پابندی سے نکلتا رہا، جس کے ذریعہ مسلمانوں میں ملی بیداری کی لہر پیدا ہوئی، مگر برطانوی حکومت ہند پر شدید اور بے باکانہ تنقیدوں کی وجہ سے اشاعت پر پابندی لگ گئی اور ''الہلال'' بند ہو گیا۔ مولانا ابوالکلام آزادؒ نے دوسرے نام سے ایک پرچہ ''البلاغ''

---

۱ اس وقت ہندوستان زبردست سیاسی انقلاب کی آماج گاہ بن چکا تھا۔

جاری کیا۔مگر وہ بھی بزدل برٹش بہادر کو برداشت نہ ہوا اور پھر ''البلاغ'' جو ابھی ماہ نومبر 1915ء میں جاری ہوا تھا، اپریل 1916ء صرف چھے (۶) ماہ میں ہی بند کروا دیا گیا اور ابوالکلام آزادؒ کو تین سال تک رانچی کی جیل میں قید رکھا گیا۔

سید ابوالاعلیٰ نے اس عمر میں ملک کے تمام سیاسی و مذہبی شخصیتوں کے علاوہ حاکم انگریز، محکوم ہندو، ومعزول مسلم، ذہن کا مطالعہ تاریخ کے ایک ذہین وفہیم نوجوان طالب علم کی حیثیت سے شروع کر دیا۔ پہلی جنگِ عظیم (1914ء1918ء) مغربی ممالک کی تباہی کے بعد یہود ونصاریٰ کی اسلام اور مسلمانوں کے خلاف سازشوں پر ایک نوجوان صحافی کی مفکرانہ ومدبرانہ صحافتی نظر کا آغاز ہوا۔ بچپن میں والد محترم کے سنجیدہ، شائستہ اور اعلیٰ تعلیم یافتہ دوستوں کی صحبتوں میں بیٹھنے کی وجہ سے وسعت نظری، معاملہ فہمی، دقت نظر، گہرائی، مہذب عادات اور بڑی بڑی باتوں کی سمجھ، اور مطالعہ کا ذوق تو پیدا ہو ہی چکا تھا۔ اب بھوپال کی سب سے بڑی لائبریری کی بیشتر کتابوں کا بھی مطالعہ کرلیا۔ بھوپال اس زمانہ میں سنٹرل انڈیا کا ایک معروف علمی مرکز تھا۔ بھوپال کے نواب ایک بہترین علم پرور مسلمان تھے۔

لڑکپن (10 تا 13) کے ڈھائی سالہ اورنگ آباد اسکول کی طالب علمی کے زمانہ (1913ء-1916ء) اور دارالعلوم حیدرآباد کے چھ ماہ (1917ء)، اس طرح سیّد مودودی نے اپنی زندگی کے بمشکل تین سال میں عام ماحول ومعاشرت میں رہتے ہوئے عصری علوم کے حصول کے ساتھ ساتھ اپنی ایک الگ پہچان بنالی تھی۔ انہوں نے وقت کو یوں ہی گزارنے کے بجائے کام میں لانے اور آج کے کام کو کل پر ٹالنے کے بجائے ہر کام کو مقررہ وقت سے قبل مکمل کر لینے کی عادت میں پختگی پیدا کر لی۔

سن بلوغ کے ابتداء ہی میں پندرہ سالہ عمر سے اپنی ذاتی آمدنی اور محنت ومشقت کی روزی کا، اعلیٰ علمی اور بلا لحاظ مذہب وملت انسانی معاشرہ کی خدمت کے ذریعہ آغاز کیا۔ والد محترم، بڑے بھائی کے پاس بھوپال میں مقیم تھے اور وہ بیماری وفالج کی وجہ سے معذور ہو چکے تھے۔ اس لیے خود بھائی پر بوجھ بن کر رہنا پسند نہیں کیا بلکہ خودداری کی صفت کو اللہ کی مدد سے پروان چڑھایا۔

نوٹ: (۱) دسمبر 1917ء میں محمد علی جناحؒ کی صدارت میں مسلم لیگ کا سالانہ اجلاس کلکتہ میں ہوا۔

(۲) انگریز 1876ء سے بلوچستان پر مکمل کنٹرول کی کوشش کر رہے تھے اور لڑائیاں، جھڑپیں جاری تھیں۔ قبائلی اور مسلکی اختلافات کو خوب ہوا دی گئی۔ بالآخر 1918ء میں انگریزوں نے بلوچستان پر حکومت قائم کر لی۔ (بلوچستان قدیم وجدید۔ میر گل خاں نصیر)

عمر۔سولہ(۱۶)سال

(25رستمبر1918ءتا24رستمبر1919ء)

سائنس پر ایک معلوماتی مضمون کی اشاعت، بھوپال، بجنور، جبل پور کے اسفار اور روزگار کی تلاش، امام ابن تیمیہؒ، ابن قیمؒ اور شاہ ولی اللہؒ کی کتابوں کا گہرا مطالعہ

ماہنامہ ’’معارف‘‘ اعظم گڑھ کے شمارہ اکتوبر 1918ء میں نوجوان ابوالاعلیٰ مودودی کا ایک علمی وسائنسی مضمون ’’برق یا کہرباء‘‘ (ELECTRICITY) شائع ہوا۔ بجلی کی توانائی پر یہ مضمون اتنا معلوماتی ہے کہ معلوم ہوتا تھا کہ کسی Science کے پروفیسر نے لکھا ہو۔[۱]

هُوَ الَّذِيْ يُرِيْكُمُ الْبَرْقَ خَوْفًا وَّطَمَعًا وَّيُنْشِئُ السَّحَابَ الثِّقَالَ o (الرعد، ۱۲)

والدین کی خدمت وصحبت کے لیے بھوپال میں قیام کے دوران اُردو، فارسی، عربی میں جو کچھ ملتا پڑھ ڈالتے۔ مولانا محمد علی جوہر، ڈاکٹر مختار احمد انصاری کے تعلقات ابو محمد مودودی صاحب سے تھے، ان دونوں شخصیتوں سے بھوپال میں بڑے بھائی ابو محمد مودودی صاحب کے گھر پر ہی تعارف وتبادلۂ خیال کا موقع ملا کرتا تھا۔ ابوالاعلیٰ کی علمی وسنجیدہ گفتگو نے اس وقت کی ان معروف شخصیات کو بہت متاثر کیا تھا۔ روزگار کی تلاش کا سلسلہ جاری رہا اور اس طرح بھوپال ودہلی آنا جانا رہا۔ مطالعہ کا ذوق اور علمی وتحقیقی مزاج، انشاء پردازی کی صلاحیت اور خودداری کو دیکھتے ہوئے مفتی کفایت اللہ صاحب، مولانا احمد سعید صاحب، ڈاکٹر مختار احمد انصاری اور مولانا محمد علی جوہر کی ترغیب اور تحریک پر، بے باک صحافت کو ذریعۂ معاش اور علمی وتحقیقی خدمات کو مشغلۂ حیات بنالیا۔ خلافت تحریک کے ساتھ کام کرنا اور اس کے پروگراموں میں سرگرمی سے حصہ لینا شروع کردیا۔ اس وقت کی مسلم اور ہندو قیادت کو، قریب سے دیکھنے اور ہر ایک کے بارے میں ایک رائے قائم کرنے کا موقع ملا۔

---

[۱] تذکرہ مودودی حصہ اول۔ صفحہ 150 تا158۔ ماخوذ معارف، اعظم گڑھ۔

مولانا محمد علی جوہر، مولانا حسرت موہانی، مولانا ابوالکلام آزاد، علامہ شبلی نعمانی، علامہ اقبال، بال گنگا دھر تلک، موتی لعل نہرو، موہن داس کرم چند گاندھی، محمد علی جناح، سبھاش چندر بوس، علامہ عنایت اللہ خاں مشرقی (خاکسار تحریک)، مولانا اشرف علی تھانوی، مولانا حسین احمد مدنی اور دیگر مذہبی اور سیاسی رہنماؤں کے نظریات و شخصیات کا تقابلی مطالعہ کیا۔ اُردو اور انگریزی رسائل واخبارات کا مطالعہ ایک معمول بن چکا تھا۔

موہن داس کرم چند گاندھی پر ایک پمفلٹ لکھا جس کو حکومت برطانیہ نے ضبط کرلیا۔ ایک اور تحریر جو ۳۲ صفحات پر مشتمل ہے، وہ کتابی شکل میں ''تاج''، جبل پور سے آنریبل پنڈت مدن موہن لال مالویہ آف الہ آباد کے عنوان سے شائع ہوئی۔[۱]

سید ابوالاعلیٰ کو عمر کے اس حصّہ میں انگریز حکومت کے خلاف چلائی جارہی تمام سیاسی تحریکوں اور خفیہ سازشوں (Under Ground Conspiracies & Planning and Movements) کو قریب سے دیکھنے، سمجھنے اور اس کے عواقب ونتائج کا جائزہ لینے، کا موقع ملا، اوران کے فوائد ونقصانات کا موازانہ کرنے والی گہری نظر کو پروان چڑھانے کی اکتسابی تربیت حاصل ہوئی۔[۲]

امام ابن تیمیہؒ، ابن قیمؒ اور شاہ ولی اللہؒ کی کتابوں کے مطالعہ سے ذہن وفہم میں پختگی پیدا ہوئی۔ اسی سال انگریزوں کے خلاف چل رہی ''تحریک عدمِ تعاون'' (Non- Cooperation Movement) میں شرکت کی اور علمی اور عملی رول ادا کیا۔ ڈاکٹر مختار احمد انصاری کی قائم کردہ انجمن ''اعانت نظر بندان اسلام'' کی جبل پور شاخ کے روح رواں بن گئے۔ ایک علمی، ادبی وسیاسی اخبار ''تاج''، جبل پور کے ذریعہ صحافت سے باقاعدہ منسلک ہوگئے مگر والد کی صحت کے پیشِ نظر جبل پور اور بھوپال آنا جانا لگا رہتا تھا۔ اپنی علمی وفکری سطح کی بلندی، بار بار ہجرت وتبدیلی مقام وقیام کی وجہ سے کوئی ہم عمر، رشتہ دار یا صحافی، سید ابوالاعلیٰ کے بے تکلف دوست نہ بن سکے۔ اخبار نویسی کی ضروریات نے مزید انگریزی پڑھنے، لکھنے اور اس پر عبور حاصل کرنے کی طرف مائل کردیا۔ بھوپال کی وہ لائبریری آج بھی موجود ہے جہاں سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ مسلسل آٹھ، آٹھ، نو، نو گھنٹے مطالعہ

---

[۱] ان کا تذکرہ ڈاکٹر ابوذر اصلاحی کی کتاب ''علامہ ابوالاعلیٰ مودودیؒ'' اشاعت اول ۲۰۱۳ء میں بڑی تفصیل سے مع متعلقہ مضمون جو خدابخش لائبریری پٹنہ سے حاصل کیا ہے، موجود ہے۔ اس وقت اس کتاب کا ہندی ایڈیشن خدابخش لائبریری، پٹنہ میں موجود ہے۔

[۲] مولانا مودودیؒ نے اس لئے تحریک اسلامی اور جماعت اسلامی کو ہمیشہ خفیہ Underground کام کرنے سے منع فرمایا ہے۔

میں مصروف رہتے تھے۔[1]

تلاوتِ قرآن اور صوم وصلوٰۃ کی پابندی جو زمانۂ طالب علمی ہی سے تھی اسی مشغولیت کے باوجود بھی برقرار رہی۔

اَلَّذِیۡنَ اٰتَیۡنٰھُمُ الۡکِتٰبَ یَتۡلُوۡنَهٗ حَقَّ تِلَاوَتِهٖ ؕ اُولٰٓئِکَ یُؤۡمِنُوۡنَ بِهٖ ؕ وَمَنۡ یَّکۡفُرۡ بِهٖ فَاُولٰٓئِکَ هُمُ الۡخٰسِرُوۡنَ ﴿۱۲۱﴾ (البقرۃ) ترجمہ: جن لوگوں کو ہم نے کتاب دی ہے، وہ اُسے اس طرح پڑھتے ہیں جیسا کہ پڑھنے کا حق ہے وہ اس پر سچے دل سے ایمان لاتے ہیں، اور جو اس کے ساتھ کفر کا رویہ اختیار کریں، وہی اصل میں نقصان اٹھانے والے ہیں۔

اِنَّ الَّذِیۡنَ یَتۡلُوۡنَ کِتٰبَ اللّٰهِ وَاَقَامُوا الصَّلٰوۃَ وَاَنۡفَقُوۡا مِمَّا رَزَقۡنٰھُمۡ سِرًّا وَّعَلَانِیَۃً یَّرۡجُوۡنَ تِجَارَۃً لَّنۡ تَبُوۡرَ ﴿۲۹﴾ ترجمہ: جو لوگ کتاب اللہ کی تلاوت کرتے ہیں اور نماز قائم کرتے ہیں، اور جو کچھ ہم نے اُنہیں رزق دیا ہے اس میں سے کھلے اور چھپے خرچ کرتے ہیں، یقیناً وہ ایک ایسی تجارت کے متوقع ہیں جس میں ہرگز خسارہ نہ ہوگا۔

...وَمَنۡ یَّتَّقِ اللّٰهَ یَجۡعَلۡ لَّهٗ مَخۡرَجًا ٥ وَّیَرۡزُقۡهُ مِنۡ حَیۡثُ لَا یَحۡتَسِبُ وَمَنۡ یَّتَوَکَّلۡ عَلَی اللّٰهِ فَهُوَ حَسۡبُهٗ... (الطلاق: ۲۔۳) ترجمہ: جو کوئی اللہ سے ڈرتے ہوئے کام کرے گا اللہ اُس کے لیے مشکلات سے نکلنے کا کوئی راستہ پیدا کردے گا۔ اور اسے ایسے راستے سے رزق دے گا جدھر اُس کا گمان بھی نہ جاتا ہو جو اللہ پر بھروسا کرے اس کے لیے وہ کافی ہے۔

---

[1] میں (مرتب: احمد ابوسعید) ستمبر 1998ء میں بھوپال کا سفر کیا اور وہاں کی لائبریری کا تین گھنٹے تک جائزہ لیا اور اس کی تصاویر لیں۔ میں نے اپنا تعارف کرا کر جب لائبریرین عبداللہ صاحب سے مولانا مودودی کے تعلق سے پوچھا تو انہوں نے بتایا کہ مولانا مودودی کے قیام بھوپال کے زمانے میں ان کے والد ہی لائبریرین تھے۔ مولانا مودودی کے عمیق مطالعہ کا ذکر بہت حیرت سے کرتے تھے کہ ان کی (لائبریرین کی) پوری سروس میں نوجوان سید ابوالاعلیٰ مودودی کی طرح کوئی محقق شخص میں نے نہیں دیکھا۔ میں جب بھوپال اپنے کاروبار کے سلسلہ میں گیا تھا اور سفر کو مولانا مودودی کی یادوں سے جوڑنے کے لیے جبل پور بھی گیا تو بھوپال میں دو دن اور جبل پور میں بھی دو دن قیام کیا۔ (مرتب)

نوٹ: نومبر 1918ء میں پہلی جنگ عظیم ختم ہوئی۔ دسمبر 1918ء میں مسلم لیگ کا اجلاس دہلی میں ہوا۔

عمر۔ سترہ (۱۷) سال

(25؍ستمبر 1919ء تا 24؍ستمبر 1920ء)

والد کا انتقال، ''تاج''، جبل پور کے ایڈیٹر، جبل پور کے جلسۂ عام میں پہلی تقریر، ''تاج جبل پور'' کی شہرت مقبولیت نے اس کو معروف ومقبول اخبار بنا دیا۔ مولانا محمود حسنؒ کی گرفتاری

والد سید احمد حسن مودودی، ابھی بقید حیات تھے اور اپنی پہلی مرحومہ بیوی جن سے دو بیٹے تھے ان میں سے، بڑے بیٹے سید ابو محمد مودودی کے پاس بھوپال میں قیام پذیر تھے۔ ڈھائی سال مسلسل بیماری کے بعد اسی سال (1920ء) بھوپال میں ان کا انتقال ہو گیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

سید ابوالاعلیٰ مودودی کے والد محترم سید احمد حسن مودودی دہلی میں پیدا ہوئے۔ دہلی، علی گڑھ اور الٰہ آباد میں تعلیم حاصل کی۔ عملی زندگی کا آغاز ایک معلم کی حیثیت سے کیا، پھر پیشۂ وکالت سے وابستہ ہو گئے۔ الٰہ آباد، حیدر آباد اور اورنگ آباد میں وکالت کی پریکٹس کی، ایک کامیاب وکیل ثابت ہوئے۔ ایک دین دار گھرانے سے تعلق کی وجہ سے دین داری دنیاداری پر غالب آ گئی۔ جس دور میں سید ابوالاعلیٰ کے والدین پر، دین داری، تقویٰ اور پرہیزگاری کی کیفیت غالب رہی، اسی دورِ تقویٰ اور ریاضت میں سید ابوالاعلیٰ کی ولادت ہوئی۔

سید ابوالاعلیٰ مودودی کی پرورش، تربیت وتعلیم اور رزق حلال اور اُن کی شخصیت کو نکھارنے اور اعلیٰ بنانے میں والدین کی بہترین اور اعلیٰ تربیت کا بہت بڑا دخل ہے۔ ابتدائی تعلیم، زبان اور بول چال، ابتدائی چال چلن، ماحول کے اثرات سے محفوظ رکھتے ہوئے تیرہ، چودہ سال تک والدین کی بھرپور توجہ ونگرانی اور سرپرستی حاصل رہی، جس نے سید ابوالاعلیٰ کی شخصیت کو اعلیٰ اور عالم گیر بنانے میں بہت اہم رول ادا کیا۔

ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ۝ (المآئدۃ: ۵۴)

سید زاہد علی صاحب جبل پور کی خواہش پر سید ابوالاعلیٰ مودودی نے ہفت روزہ ''تاج'' جبل پور کی ادارت کی

ذمہ داری سنبھال لی اور نہایت پُرمغز اور ولولہ انگیز اداریئے لکھتے رہے۔ اسی سال سید ابوالاعلیٰ مودودی کی نظر ایک مومن اور مخلص رہنما شیخ الہند اسیر مالٹا مولانا محمود حسنؒ پر پڑی، جنھیں جنوری 1917ء میں حکومت برطانیہ کے اشارہ پر حجاز کے اس وقت کے حکمران شریف مکہ نے گرفتار کر کے حکومت برطانیہ کے حوالے کیا تھا۔ اس طرح مولانا محمود حسنؒ (م۔ مارچ 1920) کو مکّہ میں گرفتار ہو گئے تھے۔[1] نوجوان سید مودودی اُن کی بڑی قدر وعزت کرتے تھے۔

جبل پور وہ پہلا مقام ہے، جہاں سے سید ابوالاعلیٰ نے عوام کی خدمت یعنی منظم خدمت خلق (Social Service) کا آغاز کیا، اور زندگی میں پہلی بار ایک جلسۂ عام، پبلک میٹنگ میں نہایت خود اعتمادی سے تقریر کی۔ اپنے اندر موجود اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ مخفی صلاحیتوں کو، کامل خود اعتمادی اور خود اختیاری سے، استعمال کا موقع آپ کو جبل پور ہی میں ملا۔[2]

روزنامہ ''زمیندار'' اخبار میں ''سامراج کی لغت میں دوستی کا مفہوم'' اسی سال 22/جون 1920 کو شائع ہوا۔ سید ابوالاعلیٰ نے انگریز قوم کی منافقت اور دوست نما دشمنی کا پردہ چاک کر دیا۔ اس طرح سید مودودیؒ نے جابر حکومت کے سامنے حق گوئی کی صبر آزما راہ کو اپنے لیے منتخب کر لیا۔

اِنَّمَا ذٰلِكُمُ الشَّيْطٰنُ يُخَوِّفُ اَوْلِيَآءَهٗ فَلَا تَخَافُوْهُمْ وَخَافُوْنِ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ٥ (سورۃ آل عمران: ۱۷۵)

1920ء کے بعد ابوالخیر مودودی نے اخبار نویسی کی نزاکتوں اور مشکلات کو دیکھتے ہوئے اِس کو عملاً چھوڑ دیا لیکن سید ابوالاعلیٰ یکسوئی کے ساتھ صحافت اور اخبار نویسی میں لگے رہے۔

---

[1] مولانا محمود حسن صاحبؒ کو مکہ سے جدہ اور جدہ سے مصر اور مصر سے بحیرۂ روم کے جزیرۂ مالٹا میں، جہاں دو ہزار سیاسی قیدیوں کے ساتھ صبر آزما مصائب میں رکھا گیا۔ تین سال دو ماہ کی قید کے دوران میں اس مجاہد آزادی یعنی مولانا محمود حسنؒ نے قرآن مجید کا اردو ترجمہ کیا۔ 20 مارچ 1920ء کو انھیں رہا کیا گیا۔ وہ جامعہ دارالعلوم دیوبند کے اولین طلباء اور فارغین اور علماء اور اساتذہ میں تھے۔ انگریز حکومت کے خلاف آزادئ ہند کی تحریک میں حصّہ لیا۔ قربانیاں دیں، قید وبند کے مصائب جھیلے، قرآن فہمی اور قرآن کا بامحاورہ ترجمہ وسیاسی بصیرت میں وہ اپنی مثال آپ تھے۔ ان کے شاگردوں (دیوبندی مکتبہ فکر) نے عزیمت کی راہ کے بجائے سہولت ورخصت کی راہ اختیار کی۔

[2] عمر 17 سال پانچویں ہجرتِ مودودی بھوپال سے جبل پور۔

عمر۔ اٹھارہ (۱۸) سال

(25 ستمبر 1920ء تا 24 ستمبر 1921ء)

''یہ انگریز بھیڑیئے'' کے عنوان سے اداریہ لکھنے پر اخبار ''تاج'' پر پابندی، دہلی کو ہجرت، مصائب وخانہ بدوشی کا دور، انگریزی زبان میں مہارت۔

ہفتہ وار ''تاج'' سید ابوالاعلیٰ کی تحریروں سے اس قدر مقبول ہو گیا کہ اس کو روزنامہ کر دیا گیا۔ اخبار کی اشاعت کئی گنا بڑھ گئی۔ علمی حلقہ میں اس اخبار نے ایک عجیب ہلچل و بیداری پیدا کی۔

روزنامہ ''تاج'' جبل پور کے دسمبر 1920 کے اداریے میں حکومت برطانیہ کو عوام کے مظالم اور ہندوستان کی دولت کو برطانیہ منتقل کرنے کی پالیسی پر للکارا گیا تھا۔ اداریے کا عنوان ''یہ انگریز بھیڑیئے'' تھا۔ پرچہ پر حکومت برطانیہ کی طرف سے پابندی لگادی گئی اور اس طرح سید مودودی کو جبل پور سے پھر دہلی کی طرف راتوں رات شہر بدر ہونا پڑا۔[1] اخبار ''تاج'' کے مالک مسلم لیگ کے صدر (جبل پور) تاج الدین صاحب تھے۔ جبل پور میں قیام کا سب سے بڑا افائدہ یہ ہوا کہ سید ابوالاعلیٰ کو عوام کو مخاطب کرنے کی جھجک دور ہوئی اور خود اعتمادی پیدا ہوئی۔ کسی عزیز یا دوست کے سہارے کے بغیر ذمہ داریوں کو نبھانا اور مسائل ومشکلات سے تنہا مقابلہ کرنے کا حوصلہ پیدا ہوا۔ اس طرح جبل پور کا قیام سید ابوالاعلیٰ کی زندگی میں ایک سنگ میل کی حیثیت رکھتا ہے۔[2]

1917ء سے سید مودودی نے باقاعدہ انشاء پردازی شروع کر دی تھی۔ 1921ء کے آتے آتے انہوں نے اپنا خود ایک اندازِ تحریر اختیار کر لیا جس میں کسی کی تقلید نہیں تھی۔ اسی سال قیامِ دہلی کے دوران میٹرک میں پڑھی ہوئی

---

[1] عمر 18 سال سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ کی چھٹویں ہجرت جبل پور سے دہلی۔

[2] اسی لیے میں (مرتب: احمد ابوسعید) نے سید ابوالاعلیٰ کی 92 ویں سالگرہ جو اتفاق سے 25 ستمبر 1998ء کو جمعہ کے دن ہی آئی تھی خاص طور پر جبل پور میں قیام کیا، کئی یادگاری تصاویر لیں اور نمازِ جمعہ اس مسجد میں ادا کی جہاں سید ابوالاعلیٰ نماز ادا کرتے تھے۔ وہیں سے امیر جماعتِ اسلامی ہند مولانا محمد سراج الحسن صاحب کے نام ایک خط روانہ کیا اور سید ابوالاعلیٰ کی خصوصی یادوں پر پروگرام کی تجویز پیش کی اور اس کے لیے حتی المقدور تعاون کی پیش کش بھی کی۔
(مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ کی حیات وخدمات کے سلسلہ میں کوئی خصوصی پروگرام آج تک جماعتِ اسلامی ہند نے پتہ نہیں کن وجوہات کی بنا پر نہیں کیا ہے۔)

نصاب مروجہ انگلش کے بعد، انگریزی ادب (English Literature) پروفیسر محمد فاضل کی نگرانی میں باقاعدہ چار ماہ اور حسب ضرورت تین سال تک پابندی سے اس طرح پڑھی کہ پھر اپنی ذاتی محنت وصلاحیت کی بدولت، استاد سے بے نیازی کی استعداد پیدا کر لی۔ تین (۳) سال کی مسلسل ذاتی محنت وکوشش اور دلچسپی سے انگریزی زبان میں، اس نوجوان ابوالاعلیٰ مودودی نے اتنا عبور حاصل کر لیا کہ فلسفہ، سیاسیات، معاشیات، مذاہب وعمرانیات کا اس وقت کے ہر معروف انگریزی مصنف ومحقق کی کتب کا پُورے اعتماد کے ساتھ مطالعہ کر لیا۔

سید ابوالاعلیٰ مودودی جب اورنگ آباد سے حیدرآباد (1917ء) آئے، اور حیدرآباد سے بھوپال 1918ء پھر جبل پور 1919ء۔ اس کے بعد جبل پور 1920ء سے دہلی، دہلی سے پھر بھوپال 1920ء۔ بھوپال سے پھر 1921ء میں دہلی منتقل ہوئے تو دہلی میں جن چند ایک احباب سے دوستانہ تعلق قائم ہوا، ان میں محترم نذیر احمد قریشی صاحب بھی تھے اور اُن کی عمر اس وقت ۲۴/۲۵ سال تھی، وہ علی گڑھ کے تعلیم یافتہ تھے۔ تجارت ان کا پیشہ تھا، مگر علمی اور ادبی ذوق بھی رکھتے تھے۔ دہلی میں نذیر احمد صاحب کے روابط وتعلقات مولانا محمد علی جوہر، مولانا ابوالکلام آزاد، مفتی کفایت اللہ (جمعیۃ العلماء) اور دہلی کے دیگر مسلم شرفاء کے طبقہ سے تھے۔[1]

ستمبر 1921ء میں پہلی کتاب ''حوادث سمرنا'' لکھی جس میں یونان کی تاریخ اور حکومت کی مَکاری اور مَظالم پر مُشتمل دستاویزی معلومات جمع کی گئی ہیں۔ یہ کتاب دہلی سے شائع ہوئی۔ اسی زمانے میں جمعیۃ العلماء ہند کے اخبار ''مسلم'' کی ادارت مفتی کفایت اللہ صاحب اور مولانا احمد سعید صاحب دہلی کی خواہش پر سنبھالی اور 26/جولائی 1921ء سے اخبار ''مسلم'' کے ایڈیٹر بن گئے۔

---

[1] نذیر احمد صاحب پروفیسر خورشید احمد صاحب (لندن) کے والد محترم ہیں۔ پروفیسر خورشید احمد آج 2020ء میں بھی مولانا مودودیؒ کے علمی جانشین، فکری امین، اور جماعت اسلامی پاکستان کے اعلیٰ رہنما ہیں۔ بقول پروفیسر خورشید اُن کی مولانا مودودی سے پہلی ملاقات 39-1938ء میں جب وہ ۶/چھ ۷/سات برس کے تھے ان کے والد کے ساتھ انہیں کے گھر پر ہوئی۔ ان کے والد کے کہنے پر خورشید احمد صاحب نے ایک نظم سنائی تھی، جس کا ایک شعر یہ ہے۔

اسلام کی فطرت میں قدرت نے لچک دی ہے
اتنا ہی یہ ابھرے گا جتنا کہ دبائیں گے

مولانا مودودی نے نظم سن کر خوب داد دی تھی۔ پروفیسر خورشید صاحب کی مولانا مودودی سے دوسری ملاقات فروری 1948ء میں لاہور میں ہوئی۔ 1948ء سے 1979ء تک پروفیسر خورشید احمد صاحب اپنے پیرومرشد مولانا مودودیؒ کے نقش پا پر چلتے رہے۔ اور آج تا دمِ تحریر ہذا اُسی مقصدِ حیات پر قائم ہیں۔ ترجمان القرآن۔ اشاعت خاص۔ سید ابوالاعلیٰ مودودی (2003-1903) یادیں ان کی باتیں میری۔ (میری پہلی ملاقات پروفیسر خورشید احمد صاحب سے ان کے گھر پر اکتوبر 2017ء لیسٹر لندن میں ہوئی۔ الحمدللہ) (مرتب)

بقول سید ابوالاعلیٰ مودودی:

''1916ء سے 1921ء تک کا زمانہ میرے لیے سخت مصائب، خانہ بدوشی اور پراگندہ حالی کا زمانہ تھا۔ اس لیے گو مجھے اپنی تعلیم کا سلسلہ منقطع ہو جانے کا افسوس تھا، مگر میں اس نقصان کی تلافی کرنے پر قادر نہ تھا۔ 1921ء میں جب مجھ کو اطمینان کے ساتھ دہلی میں بیٹھنا نصیب ہوا تو پھر تکمیل تعلیم کی طرف توجہ کی اور اخبار نویسی سے جو کچھ وقت بمشکل بچا، اُسے مختلف معروف اور مستند اساتذہ سے عربی ادب، تفسیر، حدیث، منطق اور فلسفے کی کتابیں پڑھنے میں صرف کیا اور ہر فن کے متعلق ضروری استعداد بہم پہنچائی۔''

مصری نژاد مصطفیٰ کامل پاشا (1874ء-1908ء) کی عربی کتاب ''المسئلة الشرقية'' کا سید ابوالاعلیٰ مودودی نے اردو میں ترجمہ کیا۔ یہ کتاب ایک عرصے کے بعد (یعنی آخری اشاعت 1994ء) میں ادارہ معارف اسلامی منصورہ، لاہور سے انہی کے نام سے شائع ہوئی۔[1]

قُلۡ هَلۡ يَسۡتَوِى الَّذِيۡنَ يَعۡلَمُوۡنَ وَالَّذِيۡنَ لَا يَعۡلَمُوۡنَ ؕ اِنَّمَا يَتَذَكَّرُ اُولُوا الۡاَلۡبَابِ ۝ (الزمر) اِن سے پوچھو، کیا جاننے والے اور نہ جاننے والے دونوں کبھی یکساں ہو سکتے ہیں؟ نصیحت تو عقل رکھنے والے ہی قبول کرتے ہیں۔

تشریح کے ملاحظہ ہو تفہیم القرآن، جلد چہارم، سورہ الزمر، صفحہ 363 تحریر جولائی 1964

---

[1] اس عربی کتاب کا شاندار ترجمہ سب سے پہلے ماہنامہ ''نگار'' میں قسط وار شائع ہوا۔ یہ اسلام اور مسلمانوں کے خلاف سازش پر مصر کے ایک بہترین اسلامی قائد کی عربی زبان میں تصنیف ہے۔ جس میں یورپ کے غاصبانہ ذہنیت کو آشکارا کیا گیا ہے۔ کتاب میں انیسویں صدی عیسوی کے اواخر سے بیسویں صدی کے اوائل تک مغربی ممالک نے مسلم مملکت کو زیر کرنے کے لیے جن سازشوں سے کام لیا اور مشرقی ممالک (یعنی شام، لبنان، فلسطین، مصر، عراق، اردن، لیبیا، سوڈان) کو آپس میں لڑا کر خود باہم (برطانیہ، فرانس اور دیگر مغربی ممالک) تقسیم (بندر بانٹ) کی ان ظالمانہ اور مکارانہ چالوں کی عبرتناک داستان ہے۔ (مرتب)

اس کتاب کی اشاعت اول نیاز فتح پوری کے زیر اہتمام صوفی پبلشنگ کمپنی منڈی بہاء الدین پنجاب سے ہوئی تھی اور نیاز فتح پوری نے بطور مترجم اس پر اپنا نام شائع کر دیا تھا۔ نیاز فتح پوری کی جب یہ جسارت اور چوری پکڑی گئی تو انہوں نے مولانا مودودیؒ سے معافی مانگ لی، اور معاف کر دیا اعلیٰ ظرف کے حامل نوجوان سید ابوالاعلیٰ مودودی صاحب نے نیاز فتح پوری صاحب کی اس علمی خیانت اور کم ظرفی کی تشہیر نہیں فرمائی۔

عمر۔اُنیس (۱۹) سال

(25 ستمبر 1921ء تا 24 ستمبر 1922ء)

دہلی میں قیام، مولانا عبدالسلام نیازی سے علمی استفادہ، ''مسئلہ خلاف الٰہیہ'' کی اشاعت، جمعیۃ العلماء ہند کے ہفتہ وار اسلامی پرچہ ''مسلم'' کی بحیثیت مدیر اعلیٰ خدمات، شعروشاعری سے رغبت۔ایک غزل

عمر کے اِس انیسویں سال میں قیامِ دہلی کے دوران مولانا حافظ عبدالسلام نیازی سے سید ابوالاعلیٰ نے عربی ادب وبلاغت اور معقولات کا علم حاصل کیا۔ مولانا عبدالسلام نیازی اُس زمانہ کے اکابر اہلِ علم میں شمار ہوتے تھے، اور وہ ایک بہترین مقرِر بھی تھے۔ درحقیقت تبحر علمی اور دُور اندیشی کی وجہ سے مولانا عبدالسلام نیازی علماءِ سلف کی یادگار تھے۔ مولانا مودودی اپنے استاد کے تعلق سے لکھتے ہیں:

> '' مولانا عبدالسلام نیازی مرحوم اپنے وقت کے اکابر اہل علم میں سے تھے اور بعض اعتبارات سے تو پورے ملک میں ان کا جواب نہ تھا۔خصوصیت کے ساتھ ان کی قوتِ تقریر اور پھر اس میں لذت تقریر ایسی بے نظیر تھی کہ جس مسئلے پر بھی کلام فرماتے تھے اس میں کلام کی گنجائش نہ چھوڑتے تھے اور ان کی خوش گفتاری کے باعث گھنٹوں ان کی تقریر سن کر بھی طبیعت سیر نہ ہوتی تھی۔علومِ قدیم میں سے کوئی علم ایسا نہ تھا جس میں ان کو کمال حاصل نہ ہو۔
>
> چوں کہ مولانا (عبد السلام نیازی) کا تعلق چشتیہ سلسلے سے تھا اس لیے ان کو میرے خاندان سے بڑی عقیدت تھی اور میرے والد مرحوم کا بہت احترام فرماتے تھے۔بچپن میں میری عربی زبان کی تعلیم انہی کی نظر عنایت سے شروع ہوئی تھی۔وہ از راہِ کرم دہلی میں چند مہینوں تک خود ہمارے ہاں (گھر) تشریف لا کر مجھے بڑی شفقت سے پڑھاتے تھے، لیکن چوں کہ میرے والد مرحوم کا قیام اورنگ آباد دکن میں تھا، اس وجہ سے اس زمانے میں زیادہ مدت تک مجھے ان سے شرفِ تلمذ حاصل نہ رہ سکا۔
>
> ایک مدت دراز کے بعد ۱۹۲۱ء میں جب مجھے مستقل طور پر دہلی میں رہنے کا موقع ملا تو میں نے مولانا سے گزارش کی کہ مجھے پھر تعلیم کے لیے کچھ وقت عنایت فرمائیں۔انہوں نے بڑی خوشی سے اس کو قبول فرمایا۔

محبت سے وہ مجھ کو ’’سید بادشاہ‘‘ کہا کرتے تھے۔ فرمانے لگے کہ سید بادشاہ روزانہ صبح اذان کے وقت تم میرے کمرے میں پہنچ جایا کرو۔ ان کا کمرہ میرے مکان سے کافی دور، ترکمان دروازے کے قریب تیلیوں کی گلی میں (کالی مسجد کی پتلی گلی میں ایک قدیم بلڈنگ کی پہلی منزل میں) تھا۔ میں جاڑے، گرمی، برسات ہر موسم میں بلاناغہ ٹھیک اذان کے وقت پہنچ جاتا تھا۔ وہ نماز کے بعد گھنٹہ ڈیڑھ گھنٹہ، جس قدر ان کا جی چاہتا مجھے درس دیتے تھے۔ کبھی جب ان کا جی نہ چاہتا تو اندر ہی سے ارشاد فرمادیتے کہ بھئی ’’سید بادشاہ‘‘! آج طبیعت حاضر نہیں ہے، کل آنا۔ کبھی کبھار ایسا اتفاق دو دو تین تین دن مسلسل ہوتا تھا، مگر میں کبھی بددل نہ ہوا اور وقت مقررہ پر حاضری دیتا رہا۔

اس زمانے میں مَیں نے ان سے ’’معانی و بلاغت‘‘ اور ’’معقولات‘‘ کی کتابیں پڑھیں۔ ان کا طریقہ یہ تھا کہ ایک فن کی کوئی ایک کتاب تجویز کردیتے اور اسی میں وہ پورا فن پڑھا دیتے تھے۔ کتاب کے چند فقرے مجھ سے پڑھوا کر سنتے، اس کا مطلب مجھ سے پوچھتے اور پھر اس پر مفصل تقریر کرکے فن کے تمام متعلقہ مسائل اس طرح بیان کرتے کہ وہ پوری طرح میرے ذہن نشین ہوجاتے۔ بعد میں گھر آکر میں ضروری چیزیں اپنی یادداشت اور فہم کو مستحکم کرنے کے لیے خود اپنے قلم سے لکھ لیتا۔ وہ فرماتے تھے کہ ایک فن پر بہت سی کتابیں پڑھنے کی ضرورت نہیں ہے۔ پڑھانے والا ایسا ہونا چاہیے کہ کسی ایک بنیادی کتاب کو اس طرح پڑھا جائے کہ طالبِ علم اس فن کی ہر کتاب خود پڑھنے اور سمجھنے کے قابل ہوجائے۔ دوران درس میں جتنے سوالات پیدا ہونے ممکن تھے ان کو وہ خود جانتے تھے اور ان میں سے ایک ایک کو خود چھیڑ کر اس کی وضاحت فرمادیتے تھے، اس لیے بہت ہی کم ایسا ہوتا تھا کہ مجھے ان سے کوئی چیز پوچھنے کی ضرورت پیش آتی۔

اس براہ راست تجربے کی بنا پر میں جانتا ہوں کہ علوم پر ان کی نظر کتنی وسیع تھی اور طالبِ علم کو سمجھانے کا کیسا زبردست ملکہ ان کو حاصل تھا۔ ایسے استاد فطری طور پر صرف اسی وقت پڑھا کر خوش ہوتے ہیں جب وہ دیکھتے ہیں کہ طالبِ علم ذہین ہے اور ان سے استفادہ کرنے کی اچھی صلاحیت رکھتا ہے۔

خصوصًا مولانا (عبدالسلام نیازی) مرحوم کا مزاج تو کچھ ایسا تھا کہ غبی آدمی کو پڑھانے سے صاف انکار فرمادیتے تھے اور پہلی نظر ہی میں بھانپ لیتے تھے کہ طالب علم ان سے پڑھنے کے قابل ہے یا نہیں۔

مولانا مرحوم نے مجھ پر اتنی توجہ اور محنت فرمائی مگر کبھی معاوضہ کا نام تک زبان پر نہ آنے دیا۔ بس کبھی کبھا کبھار کسی پھل کی فرمائش کردیتے تھے اور وہ میں درس کے وقت ان کے پاس لے جایا کرتا تھا۔

اس کے علاوہ ان کی محبت وشفقت ایسی تھی کہ وقتاً فوقتاً خود میرے ہاں (گھر) تشریف لے آتے تھے اور ان کی کشش بہت سے لوگوں کو کھینچ لاتی تھی۔ اس وقت اچھی خاصی محفل (میرے گھر پر) جم جاتی تھی اور کسی

مسئلے پر ان کی تقریر شروع ہو جاتی تو دو دو ڈھائی ڈھائی گھنٹے اس کا سلسلہ چلتا رہتا تھا۔ خوش گفتاری کا یہ عالم تھا کہ منہ سے پھول جھڑتے تھے۔

مزاج قلندرانہ تھا۔ بے نیاز طبیعت کے مالک تھے۔ کسی سے کچھ غرض نہ رکھتے تھے۔ خلوص اور محبت کے ساتھ ملنے والوں سے ان کا برتاؤ انتہائی مشفقانہ ہوتا تھا اور ان کی ناز برداری تک کر لیتے تھے، لیکن کسی کی اکڑ وہ برداشت نہ کر سکتے تھے۔ بڑائی کا زعم رکھنے والوں کے ساتھ ان کا برتاؤ کچھ دوسرا ہی تھا، جس کے صحیح اور غلط قصے اکثر مشہور ہیں۔

اسی قلندرانہ مزاج کی وجہ سے بظاہر وہ لوگوں کو آزاد منش نظر آتے تھے، لیکن ان کے اندر بہت گہری دین داری پائی جاتی تھی اور اپنی روحانیت کی نمائش سے ان کو اس قدر نفرت تھی کہ اس پر آزاد منشی کا پردہ ڈال کر انہوں نے اہلِ دین کے طبقے میں بدنام ہونا گوارا کر لیا، مگر ریا کار پیر یا مذہبی پیشوا بننا گوارا نہ کیا۔ دین سے ان کے گہرے تعلق کا اندازہ اس وقت ہوتا تھا جب ان کے سامنے کوئی دین اسلام کے خلاف زبان کھول بیٹھتا تھا۔ ایسے مواقع پر ان کا جلال دیکھنے سے تعلق رکھتا تھا۔

حق یہ ہے کہ میں ان کی تعریف کا حق ادا نہیں کر سکتا۔ میرے اوپر ان کے اتنے احسانات ہیں کہ اللہ ہی ان کا اجر دے سکتا ہے۔'' [1]

ابوالاعلیٰ

سید ابوالاعلیٰ نے اُن سے عربی ادب، علم صرف، علم نحو، تفسیر، حدیث، فقہ، منطق اور فلسفہ کی کتابیں پڑھیں اور ہر فن میں ضروری قابلیت واستعداد پیدا کر لی۔ کوچہ پنڈت، اس وقت سید ابوالاعلیٰ مودودی بلی ماران، قاسم جان دہلی میں اپنے آبائی گھر میں ہی رہتے تھے۔

اس دور کے اردو اور انگریزی میں شائع ہونے والے تمام مشہور ومعروف اخبارات ورسائل کا مطالعہ اور حالات پر غور وفکر اور تجزیہ بھی آپ کے روزانہ کے معمولات میں شامل تھا۔

اُسی زمانے (1921ء،1922ء) میں سید ابوالاعلیٰ مودودی نے ''مسئلہ خلافتِ الٰہیہ'' پر ایک کتاب شائع کی۔ ''ترکی میں عیسائیوں کی حالت'' کے نام سے ایک کتاب کا ترجمہ 1922ء میں کیا۔ اِس کتاب میں سلطنتِ عثمانیہ میں

---

[1] مولانا عبدالسلام نیازی: آفتابِ علم وعرفاں۔ مرتب: راشد اشرف، صفحات ۱۲۶۔۱۲۷، اردو اکیڈمی، بہاولپور (پاکستان)

عیسائیوں کے حالات اور ان کے ملکی حقوق کا بیان ہے۔[1]

مولانا مودودی ہفت روزہ اخبار ''مسلم'' (دہلی) کے مدیرِ اعلیٰ کی ذمّہ داری ذمّہ دارانہ انداز سے نبھاتے رہے۔ دہلی کے اس قیام (1921ء تا 1928ء) کے دوران اخبار کی ادارت کے ساتھ ساتھ مستند اساتذہ سے عربی ادب، تفسیر، حدیث وفقہ میں دسترس حاصل کرنے کی کوشش بھی کرتے رہے۔ ''المسئلة الشرقية'' کے اردو ترجمہ کا کام 1921ء میں شروع ہوا اور ستمبر 1922ء میں مکمل ہوا۔

شعروشاعری کی طرف بھی رغبت ہوئی، لیکن دو ایک غزلوں کے بعد ہی ملک اور ملت کے عالمی، سیاسی ومعاشرتی بحرانی حالات نے ان کو مضطرب کر دیا۔ خلافت عثمانیہ (ترکی) اور مسلمان ممالک کے حالات کی نزاکت کو محسوس کرتے ہوئے ایک نوجوان ایڈیٹر کو اپنے پرچے ''مسلم'' کے لیے اور قارئین ''مسلم'' کے لیے مفید مواد فراہم کرنے کی اہم ذمہ داری نبھانا تھا، جس نے سید ابوالاعلیٰ کو ایک مصروف اور معروف ترین مدیر بنا دیا۔ اساتذہ سے حصول علم کے سلسلہ کو تو جاری رکھا لیکن شعر گوئی سے اجتناب کر لیا۔

وَالشُّعَرَآءُ يَتَّبِعُهُمُ الْغَاوٗنَ ﴿٢٢٤﴾ اَلَمْ تَرَ اَنَّهُمْ فِیْ كُلِّ وَادٍ يَّهِيْمُوْنَ ﴿٢٢٥﴾ وَاَنَّهُمْ يَقُوْلُوْنَ مَا لَا يَفْعَلُوْنَ ﴿٢٢٦﴾ اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَذَكَرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا وَّانْتَصَرُوْا مِنْۢ بَعْدِ مَا ظُلِمُوْا ؕ وَسَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اَیَّ مُنْقَلَبٍ يَّنْقَلِبُوْنَ ﴿٢٢٧﴾ (سورۃ الشعراء)

---

[1] یہ کتاب دارالاشاعت سیاسیات مشرقیہ دہلی سے 1922ء میں شائع ہوئی ہے۔

نوٹ: ● ہندوستانی سیاست، آزادی کی جدوجہد، مسلم قیادت، کانگریس اور مسلم لیگ اور انگریز حکمرانوں کی Divide & Rule یعنی آپس میں لڑاؤ اور حکومت کرو کی کامیاب پالیسی اپنے عروج پر تھی۔

● 22 فروری 1922ء کو جمعیت اقوام (League of Nations) کا قیام عمل میں آیا۔

سید ابوالاعلیٰ مودودی کی ایک غزل ---تخلص طالبؔ

فطرت کی کانِ سنگ کا حاصل نہیں ہوں میں
پگھلوں نہ غم سے کیوں کہ ترا دِل نہیں ہوں میں

دِل میں جو ہے خیال لگا ہے وہ جاں کے ساتھ
ہر فکرِ نورسیدہ کی منزل نہیں ہوں میں

یہ عزم ہے کہ میں رُخِ دریا کو پھیر دوں
اس رَو پہ بہنے والوں میں شامل نہیں ہوں میں

انجامِ کوہکن سے ڈرانا مجھے عبث
جینے پہ جان دینے کا قائل نہیں ہوں میں

سچ ہے کہ مجھ میں خوئے گدائی کی بُو نہیں
ہاں تیرے التفات کے قابل نہیں ہوں میں

آساں ہے ہجر بھی مجھے توہینِ عشق سے
طالبؔ تو ہوں ضرور پہ سائل نہیں ہوں میں

سید ابوالاعلیٰ مودودی طالبؔ

اخبار ’’مسلم‘‘ دہلی کا عکس


مسلم

ہفتہ میں دوبار

عبدالحمید خان

’’مدیر مسئول‘‘

چندہ سالانہ پانچ روپیہ

ششماہی تین روپیہ

سہ ماہی دو روپیہ

نمونہ مفت

جمعیت علمائے ہند کا خدمتگزار

جو سرپرستی علامہ اجل مولانا مولوی مفتی محمد کفایت اللہ صاحب صدر جمعیت ومجاہد ملت مولانا احمد سعید صاحب ناظم جمعیۃ علماء ہند

ہر ماہ کی ۱-۴-۸-۱۲-۱۶-۲۰-۲۴-۲۷ کو دہلی سے شائع ہوتا ہے

نمبر ۲۶ | دہلی ۸/ اپریل سنہ ۱۹۲۳ء مطابق ۲۰ شعبان سنہ ۱۳۴۱ھ یوم یکشنبہ | جلد ۳

انگریزی عربی اخبارات کے تراجم

عاشقِ دین محمدؐ آریہ ہونے لگے

(جناب عبدالحمید خان صاحب ...)

نوٹ: نوجوان۔ 19 سالہ مدیر اعلیٰ اخبار مسلم۔ سید ابوالاعلیٰ مودودی۔ کے مضامین بشمول مقالات اور اداریوں کا ریکارڈ۔ یکم نومبر 1921ء تا اپریل 1923ء۔ جملہ ۷۱ مضامین کو جو ایک انمول ذخیرہ میں جناب محمد رفیع الدین فاروقی حیدرآباد، انڈیا نے برس ہا برس کی محنت شاقہ کے بعد جمع کرنے میں کامیابی حاصل کرلی ہے، اور یہ ’’متاعِ عظیم‘‘ کتابی شکل میں مقالات مسلم حصہ اول وحصہ دوم 2018 میں منظر عام پر آچکی ہے۔ اس کتاب میں نومبر 1921ء تا اپریل 1923ء کے ملکی، ملی اور بین الاقوامی حالات ملیں گے۔ بالخصوص ملت اسلامیہ، مسلم ممالک، اندرون ملک اور عالمی منظر میں۔ مسلمانوں کے دشمن یہود ونصاریٰ اور مشرکین کی مکاریاں۔ انگریز اور دیگر یورپی ممالک کی عیاریاں اور ریشہ دوانیاں مسلمانوں اور مسلم ممالک کے خلاف محاذ آرائیوں پر محیط مضامین ملیں گے۔ ظاہر ہے کہ ایک 18 سے 20 سالہ نوجوان کی فکر میں پختگی اور گہرائی اور قائدانہ صلاحیت، یہ سب کچھ عطیہ الٰہی ہے۔ ’’مسلم‘‘ کی ان تحریروں میں مستقبل کے لئے سید مودودی کی سیاسی وقائدانہ بصیرت نمایاں طور پر نظر آتی ہے۔ اس کتاب کی بحیثیت ناشر اشاعت کا شرف شان پبلیکیشنز، ہی کو حاصل ہوا ہے۔ (مرتب)

مقالات مسلم۔ دہلی کی تفصیلات اس طرح ہیں:

۱۔ یکم نومبر 1921ء۔ تا 22/ دسمبر 1923ء ہفت روزہ۔ ہر انگریزی مہینے کی 1، 8، 18، اور 22/ تاریخ کو ہر ماہ 4 پرچے۔

۲۔ یکم اکتوبر 1922ء تا 18 اپریل 1923ء ہر ماہ 8 پرچے۔ ہفتہ میں دوبار۔ ہر انگریزی مہینہ کی 1/4/8/12/16/20/24 اور 28 سرپرست مفتی کفایت اللہ صاحب صدر جمعیت علمائے ہند اور مولانا احمد سعید صاحب ناظم جمعیت علمائے ہند، مقام اشاعت، کوچہ چیلان دہلی، جملہ (77) شمارے

عمر۔ بیس (۲۰) سال

(25ستمبر 1922ء تا 24ستمبر 1923ء)

''مسلم''، دہلی کی ادارت دینی علوم کا حصول، معروف عربی تفاسیر واحادیث کی معروف کتابوں کی سبقاً سبقاً تکمیل، اخبار ''مسلم'' پر پابندی، دہلی سے بھوپال منتقلی، عمیق مطالعہ کا دور

مولانا اشفاق الرحمن کاندھلوی صاحبؒ، حدیث کے معروف ومستند استاد محترم سے حدیث کا درس (1922ء سے 1926ء تک) حاصل کیا۔ مولانا اشرف اللہ صاحب مستند استاد التفسیر سے (1923ء سے 1927ء تک) تفسیرِ بیضادی، فقہ کی مشہور کتاب ہدایہ ومطول (علم معانی وبلاغت) پڑھی۔ اُنہی سے حدیث کی کتاب ترمذی اور موطا امام مالک کی بھی سبقاً سبقاً تکمیل کی۔ باقی کتب حدیث، فقہ اور تفاسیر کا اپنے طور پر مطالعہ کیا، جو آج کل ہماری معروف بڑی بڑی درس گاہوں میں عالم اور مفتی کی سند کے لیے لازمی ہیں۔

اِنَّمَا یَخْشَی اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا اِنَّ اللّٰهَ عَزِیْزٌ غَفُوْرٌ ۝ (فاطر:28)

اخبار ''مُسلم'' سید ابوالاعلیٰ کی ادارت میں شائع ہو رہا تھا۔ آپ 18 اپریل 1923ء تک ''مسلم'' کے ایڈیٹر رہے۔ اخبار ''مسلم'' پہلے ایک سال تک ہفت روزہ تھا پھر ابوالاعلیٰ کی تحریروں کی بدولت اتنا مقبول ہوا کہ اس کو سہ روزہ کر دیا گیا تھا۔ تاج برطانیہ کی انگریز حکومت سید ابوالاعلیٰ مودودی کے حقائق سے معمور وموثر اِداریوں سے اس قدر پریشان رہی کہ ڈیڑھ سال یعنی 18 ماہ بعد ہی حکومت نے ''مسلم'' اخبار پر پابندی لگا کر اُسے بند کرا دیا۔

نوٹ: ● مسلم لیگ کا لاہور میں اہم اجلاس ہوا۔ ہندو انڈیا اور مسلم انڈیا (Hindu India and Muslim India) کی اصطلاح کا آغاز۔

● 23 نومبر 1919ء کو مولانا محمد علی جوہرؒ کی قیادت میں ''خلافت کانفرنس''، دہلی میں منعقد ہوئی۔

● عام مسلمانوں اور بالخصوص جماعتِ اسلامی اور اسلامی جمعیۃ الطلباء اسٹوڈنٹس اسلامک آرگنائزیشن (S.I.O) کے نوجوان کارکنوں کے لیے جن کی عمریں 16 سے 20 کے درمیان ہیں، ہمارے قائد اعلیٰ سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ کی زندگی کے اس دور میں درس ونصیحت کا پہلو بہت واضح ہے کہ اس عمر کو بے مقصد، اور والدین پر بوجھ بننے کے بجائے اپنے آپ کو تعلیمی مصروفیات کے ساتھ ساتھ، معاشی لحاظ سے بھی خود مکتفی (Independent) بنانے کی سعی کرتے رہنا چاہیے۔

اس کے بعد سید مودودی پھر بھوپال اپنے بڑے بھائی ابومحمد مودودی کے پاس واپس آ گئے اور مسلسل ڈیڑھ سال کے قیامِ بھوپال میں ہمہ تن وسیع وعمیق مطالعہ میں مشغول رہے۔ بھوپال کی لائبریری میں سب سے پہلے آنے والے اور لائبریری کے بند ہوتے وقت، سب سے آخر میں جانے والے، نوجوان سید ابوالاعلیٰ ہی ہوتے تھے۔

جناب ابومحمد مودودی بھوپال میں ملازمت میں ترقی کرتے ہوئے ڈپٹی کمشنر میونسپل کارپوریشن کے پوسٹ پر متعین تھے اور بھوپال کے معززین میں اُن کا شمار ہوتا تھا۔ سوتیلے بھائی ہونے کے باوجود وہ سید ابوالاعلیٰ اور سید ابوالخیر مودودی کو بہت چاہتے تھے۔

اس ڈیڑھ سالہ قیام بھوپال کے دوران میں وقفہ، وقفہ سے بھوپال سے دہلی جانا آنا رہتا تھا اور مذکورہ دینی اساتذہ سے قیام دہلی کے دوران علمی استفادہ کے علاوہ مناسب اور پُروقار ذریعہ معاش کی تلاش بھی رہتی تھی۔

دوران قیام بھوپال فجر وعشاء کی نماز رہائش گاہ کے قریب کی مساجد میں اور ظہر، عصر اور مغرب کی نماز دارالمطالعہ (لائبریری) کے قریب کی مسجد میں اور جمعہ کی نماز ''تاج المساجد'' میں بالعموم ادا کرتے تھے۔

سید ابوالاعلیٰ کی والدہ محترمہ کا قیام 1917ء سے 1920ء تک بھوپال اور دہلی میں رہا۔ سید ابوالاعلیٰ کے والدمحترم کے انتقال (1920ء) کے بعد دونوں بھائی ابوالخیر مودودی اور ابوالاعلیٰ مودودی تلاشِ معاش میں مختلف مقامات کا سفر کرتے رہے۔ 1921ء سے 1923ء تک سید ابوالاعلیٰ دہلی میں رہے اس دوران سید ابوالاعلیٰ کی والدہ محترمہ غالباً کچھ عرصہ بھوپال میں رہنے کے بعد دہلی میں سید ابوالاعلیٰ کے ساتھ ہی رہنے لگی تھیں۔ آبائی گھر کوچۂ پنڈت بلی ماران، قاسم جان نزد شاہی جامع مسجد دہلی میں تھا۔

نوٹ: یہ ایک عجیب اتفاق ہے کہ میں مرتب احمد ابوسعید ۱۸ سال کی عمر میں جب B.Sc میں داخلہ لے کر حیدرآباد اپنے Higher education کے لئے آیا تو میرے والدمحترم جو ایک کثیر العیال اور لور گریڈ کے کلرک تھے، وہ آگے پڑھانے کے لئے کسی قسم کا خرچ برداشت کرنے کی پوزیشن میں نہ ہونے کی وجہ سے مجھے تعلیم ترک کر کے ملازمت اختیار کرنے کا مشورہ دیا میں نے نہایت مودبانہ وعاجزانہ انداز سے والدمحترم کو منوالیا کہ میں حیدرآباد میں پرائیوٹ ٹیوشن پڑھا کر اپنے قیام وطعام کا اپنے تعلیمی اخراجات کا ان شاءاللہ بندوبست کرلوں گا اور آپ پر اخراجات کا بوجھ نہ ڈالوں گا۔ والدمحترم اور والدہ محترمہ نے آنسوؤں سے لبریز آنکھوں کے ساتھ دعائیں دیتے ہوئے مجھے آگے پڑھائی جاری رکھنے کی اجازت دے دی۔ الحمدللہ

عمر۔اکیس (۲۱) سال

(25 ستمبر 1923ء تا 24 ستمبر 1924ء)

بھوپال میں قیام، ''اخلاقیات اجتماعیہ اور اس کا فلسفہ'' معروف کتابچہ کی اشاعت، خلافت تحریک کی ناکامی کے اثرات، ''ہندوستان کا صنعتی زوال اور اس کے اسباب''، مضامین کی اشاعت، جمعیۃ العلماء کے اخبار ''الجمعیۃ'' کا آغاز اور اس کے پہلے مدیر اعلیٰ، معروف و معتبر محقق و مستند اساتذہ سے انفرادی اور خصوصی طالب علم کی حیثیت سے دینی علوم کی تحصیل

اکیس سالہ نوجوان سید ابوالاعلیٰ مودودی کے لیے زندگی کا یہی وہ اہم سال تھا جب انہوں نے اپنی زندگی کو ایک مقصد و منزل سے منسلک کرلیا۔

بھوپال سے دہلی واپسی[1] پر مولانا محمد علی جوہرؒ سے ملاقات و مراسم بڑھے۔ ایک مضمون ''اخلاقیات اجتماعیہ اور اس کا فلسفہ'' دس قسطوں (1922ء اور 1923ء) میں شائع ہوا اور علمی حلقوں میں بہت مقبول ہوا[2]۔

اسی سال 1924ء میں ''خلافت تحریک'' بدترین ناکامی کا شکار ہوگئی۔ چونکہ ترکی کے ایک احمق اعظم، مخالف دین اسلام، سیکولرازم کے حامی، جسے لوگ ترکوں کا عظیم رہنما بھی سمجھتے ہیں یعنی ''مصطفیٰ کمال اتاترک'' نے:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْیَهُوْدَ وَ النَّصٰرٰۤى اَوْلِیَآءَ بَعْضُهُمْ اَوْلِیَآءُ بَعْضٍ وَ مَنْ یَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاِنَّهٗ مِنْهُمْ اِنَّ اللّٰهَ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ ۝ (المائدۃ:51)

قرآنی ہدایت کو نظرانداز کرتے ہوئے، یہودیوں اور نصرانیوں کے ایک ایجنٹ و آلۂ کار کا رول ادا کرتے ہوئے، خلافت عثمانیہ کا خاتمہ کردیا۔ ہندوستانی مسلمان اپنی اِس عظیم اور بے مثال متحدہ جدوجہد کو اس طرح بے مقصد اور ملتِ اسلامیہ کے لیے نقصان دہ ثابت ہوتے ہوئے دیکھ کر مایوسی کا شکار ہوگئے۔ خلافت تحریک کی اس ناعاقبت اندیشانہ اور جذباتی و پرجوش مساعی کی بدولت ہندوستان کے تیس ہزار (30,000) بھولے بھالے مخلص جوشیلے

---

[1] عمر اکیس سال چھ ماہ (21½) سال۔ آٹھویں ہجرت بھوپال سے پھر دہلی۔

[2] اب اسی نام سے کتابی شکل میں موجود ہے۔ الاخوان پبلی کیشنز کراچی نے 1980 میں شائع کیا ہے۔ مرتب محمد خالد فاروقی ہیں۔

مسلمان جیل میں بند کردئے گئے۔ خود سید مودودی بھی اُس تحریک میں عملی لحاظ سے نہیں مگر فکری لحاظ سے شامل تھے، کیوں کہ خلافتِ عثمانیہ عالمی مسلم اتحاد کی کمزور مگر بہرحال ایک علامت ونشانی تھی۔ نوجوان سید مودودی کا بھروسہ و اعتماد غیر سنجیدہ، جذباتی اور ناعاقبت اندیش مُسلم قیادت پر سے اُٹھ گیا۔

خلافت تحریک کی ناکامی سے ہندوستانی مسلمانوں کی مایوسی اور پریشانی سے مُضطرب، نوجوان سید مودودی نے اسلام کی حفاظت وسربلندی کے امکانات پر آزادانہ غوروفکر کا آغاز کردیا اور قوموں کے عُروج وزوال کے آفاقی قانون کا قرآن کی روشنی میں مطالعہ کرنے لگے۔

تِلْكَ أُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَلَكُم مَّا كَسَبْتُمْ وَلَا تُسْأَلُونَ عَمَّا كَانُوا يَعْمَلُونَ o (سورۃ البقرۃ: 141)

ملکی وملی حالات وقیادت کے گہرے مطالعہ کے بعد سید ابوالاعلیٰ مودودی نے امت مسلمہ کے ضعف وزوال کی ''وجہ وحید'' قرآنی ہدایات سے دوری قرار دیا اور اپنی زندگی کی راہ کو قرآن مجید اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مکمل اتباع میں متعین کرلینے کا فیصلہ کرلیا۔

سید مودودی اپنے تعلق سے لکھتے ہیں:

''میری پرورش جس ماحول میں ہوئی تھی اس نے خود میرے مزاج اور افتادِ طبع کو بھی ایک نہ ٹوٹنے والا سانچہ بنادیا تھا۔''

''ہندوستان کا صنعتی زوال اور اس کے اسباب'' کے موضوع پر ایک طویل مضمون لکھا جو بعد میں پمفلٹ کی شکل میں شائع ہوا پہلے ''نگار'' بھوپال کے اکتوبر، نومبر اور دسمبر کے شمارہ میں شائع ہوا۔[1]

جون/جولائی 1924ء سے دسمبر 1928ء تک اپنے دوران قیام دہلی، بہ حیثیت مدیر اعلیٰ اخبار ''الجمعیۃ'' سید ابوالاعلیٰ مودودی اپنی والدہ محترمہ کے ساتھ دہلی میں اپنے آبائی مکان میں رہائش پذیر رہے۔

دورانِ قیام دہلی سید ابوالاعلیٰ ہمیشہ کی طرح نماز کی ادائیگی میں وقت کی پابندی اور جماعت سے مسجد میں ادائیگی کا اہتمام فرمایا کرتے تھے۔ جمعہ کی نماز بالعموم دہلی کی شاہی جامع مسجد ہی میں ادا کرتے تھے۔ ہر روز بعد نمازِ فجر

[1] یہ مقالہ ہندوستان کے صنعتی زوال اور اس کے اسباب پر ایک طویل تاریخی تبصرہ ہے۔ اس مضمون کی پہلی قسط نیاز فتحپوری نے اپنے نام سے چھاپ لی تھی۔ مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ نے اس علمی بددیانتی پر احتجاج کیا، پھر اس تحریر کی باقی ۲ قسطوں پر ان کا نام نہیں دیا گیا، اور کسی کا نام دیے بغیر شائع کردیا گیا۔ یہ مضمون اب مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ کے نام سے کتابی شکل میں موجود ہے۔

نوٹ: مسلم لیگ کا سالانہ اجلاس مئی 1924ء لاہور میں ہوا، جس میں محمد علی جناح کو دوبارہ صدر چن لیا گیا۔ (مرتب)

تلاوتِ قرآنِ مجید آپ کے معمولات کا حصہ تھا۔ تلاوت قرآن کے بعد ان تلاوت شدہ آیات پر غور اور تدبر کرتے اور آج کے حالات میں ان کا انطباق اور اپنے ذاتی مسائل کا حل ان آیات کی روشنی میں تلاش کرتے تھے۔ اس عمر میں اس طریقۂ تلاوت نے سید ابوالاعلیٰ کو قرآن سے بہت قریب کر دیا۔ ضروری نوٹ بھی ہر روز کے مطالعہ کا جز ہوتا۔

اخبار ''الجمعیۃ'' کا دفتر بلی ماران قاسم جان میں ہی تھا۔ سید مودودی کا قیام گاہ اور اخبار کا دفتر دونوں قریب ہی تھے۔ ایڈیٹر کی ذمہ داری کے ساتھ اخبار کی دیگر ذمہ داریاں تنہا سید ابوالاعلیٰ ہی نبھاتے۔ اساتذہ سے اُن کے مقررہ مقام اور وقت پر پہنچ کر تعلیم کا سلسلہ بھی جاری رکھا۔ کسی استاد کو کبھی شکایت یا ناراضگی کا موقع نہیں دیا۔ Time Management سید ابوالاعلیٰ کی ہمیشہ عادت عالیہ رہی ہے۔

وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِيْنَ يَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا وَّاِذَا خَاطَبَهُمُ الْجٰهِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا ﴿٦٣﴾ (الفرقان) ترجمہ: رحمان کے (اصلی) بندے وہ ہیں جو زمین پر نرم چال چلتے ہیں اور جاہل ان کے منہ کو آئیں تو کہہ دیتے ہیں کہ تم کو سلام۔

تشریح: مگر غور طلب پہلو یہ ہے کہ آدمی کی چال میں آخر وہ کیا اہمیت ہے جس کی وجہ سے اللہ کے نیک بندوں کی خصوصیات گناتے ہوئے سب سے پہلے اس کا ذکر کیا گیا؟ اس سوال کو ذرا تامل کی نگاہ سے دیکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ آدمی کی چال محض اس کے انداز رفتار ہی کا نام نہیں ہے بلکہ درحقیقت وہ اس کے ذہن اور اس کی سیرت و کردار کی اولین ترجمان بھی ہوتی ہے۔ ایک عیار آدمی کی چال، ایک غنڈے بدمعاش کی چال، ایک ظالم و جابر کی چال، ایک خود پسند متکبر کی چال، ایک باوقار مہذب آدمی کی چال، ایک غریب مسکین کی چال، اور اسی طرح مختلف اقسام کے دوسرے انسانوں کی چالیں ایک دوسرے سے اس قدر مختلف ہوتی ہیں کہ ہر ایک کو دیکھ کر بآسانی اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ کس چال کے پیچھے کس طرح کی شخصیت جلوہ گر ہے۔ پس آیت کا مدعا یہ ہے کہ رحمان کے بندوں کو تو تم عام آدمیوں کے درمیان چلتے پھرتے دیکھ کر ہی بغیر کسی سابقہ تعارف کے الگ پہچان لو گے کہ یہ کس طرز کے لوگ ہیں۔ اس بندگی نے ان کی ذہنیت اور ان کی سیرت کو جیسا کچھ بنا دیا ہے اس کا اثر ان کی چال تک میں نمایاں ہے۔ ایک آدمی انہیں دیکھ کر پہلی نظر میں جان سکتا ہے کہ یہ شریف اور حلیم اور ہمدرد لوگ ہیں، ان سے کسی شر کی توقع نہیں کی جا سکتی۔

(تفہیم القرآن، جلد سوم، صفحہ: ۴٦١، تحریر جولائی 1967)

نوٹ: واضح رہے کہ دارالعلوم دیوبند 1866ء اور دارالعلوم ندوۃ العلماء 1894ء دینی تعلیم کے ساتھ ساتھ انگریزوں کی اسلام دشمنی کا منظم مقابلہ کے لیے قائم ہوئے۔ غدر 1857ء کے بعد ''ہندوستان کے اہم مدارس'' کی سروے رپورٹ۔ جس میں کم وبیش 700 مدارس کا تعارف ہے۔ مرتب محمد قمر اسحٰق، دہلی۔ (یہ کتاب میری ذاتی لائبریری میں موجود ہے۔ الحمد للہ)

عمر بائیس (۲۲) سال

(25 ستمبر 1924ء تا 24 ستمبر 1925ء)

یہود و نصاریٰ کی سازش ''خلافت عثمانیہ'' کا خاتمہ، مطالعہ، تصنیف و تالیف اور اخبار ''الجمعیۃ'' کے شاندار اداریے

مسلمان ترکوں کی غفلت، عربوں کی نادانی، انگریزوں کی مکاری اور یہودیوں کی شیطانی و شاطرانہ سازش نے خلافت کا خاتمہ کر دیا اور عالم اسلام کے مسلمان مایوسی کا شکار ہونے لگے۔

انگریز حاکم نے اسلام دشمنی میں محکوم مسلمانوں کو عربی اور غیر عربی، ترکی، افغانی، ہندی اور ایرانی کے درمیان تقسیم کرنے اور ایک دوسرے میں نفرت و نسلی جذبات کو ابھارنے کی سازش شروع کر دی۔ سید مودودی نے انگریز کی اِن چالوں اور مکّاریوں پر مدبرانہ اور فکر انگیز مضامین لکھنے شروع کر دیے۔ اسلامی رشتہ کو جغرافیائی حُدود سے آزاد قرار دیا اور انگریز کے ''لڑاؤ اور حکومت کرو'' (Divide and Rule) کے فلسفہ و پالیسی پر سید مودودی نے بھرپور وار اور حقیقت کی بے باک وضاحت کرنا شروع کر دیا۔

مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب اور مولانا احمد سعید صاحب نے اِسی سال جمعیۃ علماءِ ہند کا ایک ہفت روزہ پھر سہ روزہ اخبار ''الجمعیۃ'' جاری کیا اور نوجوان سید ابوالاعلیٰ مودودی کو اس کی ادارت تفویض کی گئی۔ ہفت روزہ اخبار ''مسلم'' کی جگہ جب سہ روزہ ''الجمعیۃ'' جاری ہوا تو دوبارہ فروری 1925ء میں ''الجمعیۃ'' دہلی کی ادارت سنبھال لی۔ سید ابوالاعلیٰ کو اسی وقت مولانا محمد علی جوہرؔ نے ''ہمدرد'' میں کام کرنے کے لیے دعوت دی، مگر انھوں نے ''الجمعیۃ'' کو ترجیح دی کیونکہ ''الجمعیۃ'' میں وہ مکمل آزاد و خودمختار تھے اور ''ہمدرد'' میں اُن کو ایک ماتحت کے طور پر کام کرنا پڑتا، صحافت اور صحافتی آزادی کو ملازمت کے طور پر نبھانا مزاجِ مودودی کو زیب نہیں دیتا تھا۔ سید ابوالاعلیٰ کی صحافتی اور علمی خدمات، مالی منفعت اور شہرت کی طلب سے ہمیشہ مستغنی رہیں۔

قدیم زمانے سے تحصیل علم کا طریقہ جید علماء سے راست استفادہ کرنا تھا۔ اور یہ جید علماء معیاری اور اعلیٰ صلاحیت کے حامل طلباء کو اپنی خاص تربیت و توجہ سے مستفید کرتے تھے۔

''الجمعیۃ'' دہلی کی ادارت کے ساتھ ساتھ اپنے دورانِ قیام دہلی انہوں نے اس وقت کے جیّد عالم مولانا محمد شریف اللہ خان

صاحب فتح پوری مدرس دارالعلوم دہلی سے اعلیٰ درجات کی کتابوں کا درس لینے کا سلسلہ شروع کیا۔ مطالعہ میں قرآن، سیرت، تاریخ اہم موضوعات تھے۔ مُسلمان قوم محض ایک قوم نہیں بلکہ ایک مشنری، ایک داعی اور انسانیت کی خیر خواہ قوم ہونے کا جذبہ اسی سال سے پروان چڑھنا شروع ہوا۔

سید مودودی نے نظامِ تعلیم کی اصلاح، دین وسیاست کی عدمِ تفریق، قرآنی تعلیمات کے مطابق ملت میں اتحاد اور خیر امّت ہونے کے شعور کی بیداری کے لیے تعمیری صحافت اور تصنیفی صلاحیت کو بھرپور طریقے سے کام میں لانے کا بیڑا اٹھایا اور تعمیری صحافت اور تخریبی صحافت میں موجود فرق کو واضح کیا۔ ایک نہایت اہم اور قابلِ غور بات یہ ہے کہ ان تفصیلات سے مولانا ابوالاعلیٰ مودودیؒ کے سیرت نویسوں اور سوانح نگاروں کو تحقیقی مواد فراہم کرنا ہے کہ ذاتی زندگی میں مولانا مودودی کا یہ قیام اور ان کو درپیش مسائل کیا تھے؟ دہلی مولانا کے والدین وخاندان کا وطن تھا، ان کا خاندان علمی ودینی حلقوں میں معروف تھا۔ 1921ء سے 1928ء تک کا زمانہ، مولانا مودودی کے علمی ارتقاء، فکری گہرائیوں اور تحقیقی تحریروں سے مزین تھا۔

صحافتی مصروفیات سے وقت نکال کر اس زمانہ کے معروف علماء سے حصولِ علم کے لیے ذاتی جدوجہد کی نوعیت، ایک نوجوان، ذہین اور صالح طالب علم کو قرآن اور تفسیر، حدیث وفقہ، علم کلام، ادب وبلاغت کی انفرادی توجہ کے ساتھ تعلیم دینے کے لیے جید علماء کی آمادگی اور تکمیلِ تعلیم پر سند عطا کرنا، حصول سند کے بعد عالم ہونے کے کبر سے اجتناب بھی ایک نایاب اور نادر مثال ہے۔

صحافت (Journalism)

''محرک ادب میں صحافت انسانی ذہن کو ڈھالنے کا ایک موثر ذریعہ ہے۔ اس میں بھی اسلامی صحافت اور غیر اسلامی صحافت میں بنیادی امتیاز ہوگا۔ اسلامی صحافت کبھی جھوٹ پر مبنی نہ ہوگی۔ وہ ہمیشہ واقعات پر مبنی ہوگی۔ جو شخص واقعات کو توڑ مروڑ کر لوگوں کے سامنے لاتا ہے وہ ذہنی نامَردی (Intellectual Impotency) دکھاتا ہے، وہ ڈرتا ہے کہ جس طرف میں لوگوں کو لے جانا چاہتا ہوں وہ غرض اصلی واقعات بیان کردینے سے پوری نہ ہوگی۔ اسلامی صحافت ایک بہادرانہ اور مردانہ وار صحافت ہے، وہ اگر اپنے مخالف پر حملہ کرے گی تو اس کی اصلی پوزیشن بھی جوں کی توں سامنے رکھ کر حملہ کرے گی۔ اس کی طرف کوئی غلط پوزیشن منسوب نہ کرے گی۔ اس کی بنیادی خصوصیت یہ ہے کہ وہ حمایت ومخالفت دونوں میں صداقت کے بنیادی اصولوں پر قائم رہے گی۔''

(حکمتِ مودودی صفحہ 47)

عمر تیئس (۲۳) سال

(25 ستمبر 1925ء تا 24 ستمبر 1926ء)

دینی تعلیم و تخصص کی سند کا حصول، شردھانند کی ''شدھی تحریک'' کے فتنہ کا انجام، الجہاد فی الاسلام کے مضامین کا آغاز، محمد علی جوہرؒ کی شخصیت، مولانا محمد الیاسؒ کی تبلیغی تحریک کا آغاز

سید ابوالاعلیٰ نے مولانا شریف اللہ خاں صاحب (استاد دارالعلوم فتحپوری دہلی) سے 13 جنوری 1926ء کو علوم عقلیہ و ادبیہ، بلاغت اور علمِ منطق میں سندِ فراغت حاصل کی۔[1]

اسی سال مسلمانوں کو ہندو بنانے والی شُدّھی تحریک[2] کے بانی سوامی شردھانند کو انگریزوں نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی شان میں بدکلامی پر ابھارا۔

یہودیوں، مشرکوں اور انگریزوں کی یہ قدیم سازش رہی ہے کہ کسی مذہب یا تحریک یا جماعت کو بدنام یا بے اثر کرنا ہو تو اس کے پیغمبر، داعی یا بانی کو خوب خوب بدنام کیا جائے۔ کتاب ''رنگیلا رسول'' اُسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔ ''شدھی تحریک'' کی اس پوری سازش کو صرف تین غُیور مسلمانوں نے ناکام بنایا۔ ''دہلی'' میں غازی عبدالرشید (شہادت ۱۹۲۷) نے سوامی شردھانند کو گولی سے شوٹ کیا۔ پبلشر راج پال کو لاہور میں غازی علیم الدین نے قتل کر دیا، اور گستاخ رسول مشہور و معروف شعلہ بیان مقرر، نتھو رام کو عبدالقیوم پٹھان نے کراچی میں قتل کر دیا۔ شدھی تحریک نے ان تین سرکردہ اشرار کی موت کے بعد دم توڑ دی، بعد میں حکومت برطانیہ نے غازی عبدالرشید[3] علیم الدین

۱۔ اس سند کی فوٹو کاپی کتاب کے صفحات عمر ۲۵ سال کے بعد پر دیکھئے۔

۲۔ شدھی تحریک کا آغاز 1920ء کے آغاز سے قبل ہو چکا تھا۔

۳۔ قاضی عبدالرشید کی قبر دہلی کے دہلی گیٹ قبرستان میں نمایاں طور پر موجود ہے۔

اس وقت عمائدین امت کے ایک وفد نے علامہ اقبال سے مقدمہ کی وکالت اور وسزائے موت سے معافی کی درخواست کے لیے کہا۔ جس پر علامہ اقبال نے برہم ہو کر فرمایا جب وہ کہہ رہا ہے کہ میں نے شہادت خریدی ہے تو میں اس کے اجر و ثواب میں کس طرح حائل ہوں اور یہ مشہور قطعہ کہا۔

غازی اور عبدالقیوم پٹھان (شہادت ۱۹۳۵ء) کو پھانسی کی سزا دے کر شہید کر دیا، یہ تینوں مسلمان شہداء، سولی کی سزا پر نہ رنجیدہ ہوئے اور نہ معافی کی درخواست کی، بلکہ حضور اکرم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نام مبارک پر اپنی جان دینے کو بڑا انعام اور اپنی خوش نصیبی قرار دیا۔

ملک کے ہندو رہنماؤں اور برطانوی انگریز سرکاردونوں نے مل کر اس انفرادی عمل کو پریس میں خوب اچھالا اور اسے بہانہ بنا کر اسلام کے جذبۂ جہاد کے خلاف، ایک منظم مہم شروع کر دی۔ مولویوں اور علما کی اکثریت نے کانگریس کے دباؤ، ہندو پروپیگنڈے اور برطانوی انگریز حاکم کے ڈنڈے سے پریشان ہو کر اسلام کے ایک اہم رکن جہاد کے متعلق مدافعانہ ومعذرت خواہانہ موقف اختیار کر لیا۔ اس وقت کانگریس اور انگریز کی ذہنیت سے پوری مسلم قیادت ومسلم قوم پریشان تھی۔[ا]

اِسی سال مسلمانوں کے ایک مخلص رہنما مولانا محمد علی جوہرؒ نے جامع مسجد دہلی میں ایک موثر تقریر کی، اور دردمندانہ اپیل کی کہ کاش مسلمانوں کے اس بھرے مجمع میں سے کوئی عالم، کوئی فاضل، صاحب علم اُٹھے اور دشمنانِ اسلام کا ''جہاد'' کے متعلق مدلل دندان شکن جواب دے۔ اس خطاب کے سامعین میں نوجوان سید مودودی بھی تھے۔ ۲۳ سالہ سید مودودی نے فریضۂ جہاد پر ایک جامع کتاب لکھنے کا عزم کر لیا۔ اور کتاب ''الجہاد فی الاسلام'' تحریر کی، جو بین الاقوامی قوانین جنگ وامن پر لاجواب کتاب ہے۔ یہ کتاب دراصل ڈیڑھ سال پر محیط اس موضوع پر مُسلسل مضامین کی ایک مربوط شکل ہے۔

کتاب ''الجہاد فی الاسلام'' نے جہاں دنیا کو جہاد کے معنی ومقصد سے واقف کروایا وہیں خود سید مودودیؒ کے لیے قرآن مجید کی عالمگیریت اور قرآن کی بنیاد پر عالمی انقلاب کی راہ متعین کرنے میں مددگار ثابت ہوئی۔

وَمَنْ اَرَادَ الْاٰخِرَةَ وَسَعٰى لَهَا سَعْيَهَا وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِكَ كَانَ سَعْيُهُم مَّشْكُوْرًا ۝ كُلًّا نُّمِدُّ هٰٓؤُلَآءِ وَهٰٓؤُلَآءِ مِنْ عَطَآءِ رَبِّكَ وَمَا كَانَ عَطَآءُ رَبِّكَ مَحْظُوْرًا ۝ اُنْظُرْ كَيْفَ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ وَّلَلْاٰخِرَةُ اَكْبَرُ دَرَجَاتٍ وَّاَكْبَرُ تَفْضِيْلًا ۝ (سورۃ الاسراء: ۱۹۔۲۰۔۲۱)

نظر اللہ پر رکھتا ہے مسلماں غیور — موت کیا شئے ہے فقط عالم معنی کا سفر
ان شہیدوں کی دیت اہل کلیسا سے نہ مانگ — قدر وقیمت میں خوں جن کا حرم سے بڑھ کر
آہ اے مرد مسلماں تجھے کیا یاد نہیں — حرف لاتدع مع اللہ الھاً آخر (اقبالؔ)

مولانا مودودیؒ نے الجمعیۃ میں غازی عبدالرشید شہید کے نام سے ایک شاندار اداریہ بھی لکھا تھا۔

ا ہندو مسلم اتحاد کی جگہ ہندو مسلم فسادات نے جگہ بنانا شروع کر دی۔ کمزور ایمان والے اَن پڑھ، جاہل دیہاتی مسلمانوں کو غیر مسلم بنانے کا کام ''شدھی تحریک'' کے نام سے شروع ہوا۔ اس سال ''الجمعیۃ'' دہلی میں آپ کے لکھے ہوئے اداریے اور مضامین کا مجموعہ ''بانگ سحر'' کے نام سے مولانا مودودیؒ کے انتقال کے تینتیس (33) سال بعد شائع ہو کر منظر عام پر آ چکے ہیں۔ جس کے مرتب خلیل احمد حامدی ہیں اور پاکستان میں کئی اشاعتوں کے بعد ہندوستان میں ازسرنو پھر دوبارہ کتابت کروا کر شائع کیا گیا ہے۔

اِسی سال 1926ء میں ایک نیک سیرت مخلص مسلمان حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ نے اسلام اور مسلمانوں کے خلاف اٹھنے والے اس ارتداد کے سیلاب اور شدّھی تحریک کے خلاف بندھ باندھنے، اور اللہ کے پاس جواب دہی کے احساس سے اپنی صلاحیت وقابلیت کے لحاظ سے ابتداءً میواتی مُسلم دیہاتیوں سے تحفظ ایمان ودعوت دین کے کام کا آغاز کیا۔ اس دینی دعوت کا نام ''تبلیغ دین'' رکھا۔ جو بعد میں جماعت کی شکل میں ''تبلیغی جماعت'' کے نام سے اللہ کے دین کی خدمت انجام دے رہی ہے۔

> اسلام جو تزکیہ نفس کرتا ہے وہ اسی مقصد کے لیے کرتا ہے۔ اس کے نزدیک اللہ کے امتحان میں انسان کی کامیابی اور اللہ کے قرب سے اس کی سرفرازی کا تمام تر انحصار اس پر ہے کہ اس کی عبدیت کامل ہو اور وہ انفرادی واجتماعی طاقت سے زمین پر اللہ کے منشاء یعنی قیام حسنات وازالہ سیئات کو پورا کرے۔ اسی مقصد کی مناسبت سے اسلام نے انسانی صفات کو محمود اور غیر محمود اور مطلوب اور غیر مطلوب میں تقسیم کیا ہے۔ فرد اور جماعت دونوں میں جو صفات عبدیت کی مدد ہیں اور اقامت حق کی سعی میں جس سے مدد ملتی ہے وہی اسلام کی نگاہ میں محمود ہیں اور فرد اور جماعت کو ان سے آراستہ کرنا چاہتا ہے۔ قرآن وحدیث کا اگر غائر مطالعہ کیا جائے تو پوری تفصیل کے ساتھ ان صفات محمودہ اور غیر محمودہ کی ایک مکمل فہرست بنائی جاسکتی ہے اور ان تدابیر کا بھی پورا خاکہ مرتب کیا جاسکتا ہے جو اللہ اور اس کے رسول نے تزکیہ نفوس کے لئے تجویز کی ہیں۔ یہ چیز اس قدر واضح اور مکمل طریقے سے کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں ہمیں مل جاتی ہے کہ اس سے باہر کہیں اور اسے تلاش کرنے کی قطعاً کوئی حاجت باقی نہیں رہتی۔ البتہ جس کے پیش نظر اسلام کے مقصد سے الگ کچھ دوسرے مقاصد ہوں وہ بلاشبہ اس منبع میں اپنی پیاس بجھانے والی چیز نہیں پاسکتا اور مجبوراً اسے دوسرے چشموں کی طرف رجوع کرنا پڑتا ہے۔ (تفہیمات، جلد چہارم، صفحہ ۸۲، ۸۳)

نوٹ: تبلیغی جماعت کی تعریف اور تعارف کے لیے مولانا مودودیؒ کی 1939ء کی ایک تحریر کتاب کے اخیر میں ضمیمہ (۲) کے طور پر شامل کردی گئی ہے۔ فریضہ خیرامت کی ادائیگی کے لیے بلا کسی مادی ودنیوی مفادات، شہرت وشاباشی، سیاسی اور کانگریسی بازیگری سے اجتناب علّامہ محمود حسن اسیر مالٹا کی انگریز مخالفت، وعالم گیر انگریز مخالفت کی مہم میں ناکامی اور قید وبند اور کالے پانی کی سزا کی ناقابلِ برداشت وبیان آزمائشوں سے بچتے ہوئے دین کی پُرخطر راہوں، جہاد وشہادت سے کنارہ کشی کرتے ہوئے اس جماعت نے اپنی سکت، صحت، وصلاحیت کے لحاظ سے دین کے آسان پہلو کلمہ، نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج، اکرام مومن ومسلم تک اپنی سعی وجہد کو محدود کرلیا۔ اسلام اور دین کی اس تبلیغی خدمت کو کسی فرد اور کسی مسلک کے گرداب سے محفوظ رکھنے کی سعی حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ کی خواہش پر ان کی زندگی تک عمل ہوتا رہا۔ ان کے انتقال کے بعد کے حالات اور تبلیغی جماعت کے ان کے جانشینوں پر قلم اٹھانا میری کتاب کا موضوع نہیں ہے۔ بہرحال مولانا محمد الیاسؒ ایک ولی صفت انسان تھے، ان کی زندگی اللہ کی رضا کے حصول میں گزری۔ مولانا الیاسؒ تمام مسلمانوں کو ایک متحدہ مسلم ملت بنائے رکھنا چاہتے تھے۔

وَسَارِعُوٓا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ اُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِيْنَ ۝ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ فِي السَّرَّآءِ وَالضَّرَّآءِ وَالْكٰظِمِيْنَ الْغَيْظَ وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ۝

(آل عمران: ۱۳۳، ۱۳۴)

عمر۔ چوبیس (۲۴) سال

(25ستمبر 1926ء تا 24ستمبر 1927ء)

''الجہاد فی الاسلام'' دارالمصنفین اعظم گڑھ سے پہلی اشاعت، مستند اساتذہ سے دینی علوم عالیہ کا حصول، الجمعیۃ کی ادارتی ذمہ داری، انقلابی مضامین سے برطانوی حکومتی دباؤ

انگریزی اور ہندو پریس، ہندومہا سبھا اور کانگریس کے تمام ہندوذہن، اسلام دشمن گروہوں نے خصوصاً نظریۂ جہاد کے خلاف، جو ہنگامہ کھڑا کیا تھا اس پر چوبیس سالہ ترکی ٹوپی پہننے والے Clean Shave نوجوان سید ابوالاعلیٰ مودودی نے ایک مدلل کتاب ''الجہاد فی الاسلام'' لکھ کر ایک عظیم خدمت انجام دی۔اس کتاب کی پہلی اشاعت دارالمصنّفین اعظم گڑھ سے اسی سال یعنی 1927ء میں عمل میں آئی۔ اس کتاب سے علامہ اقبالؒ، مولانا ابوالکلام آزادؒ، مولانا محمد علی جوہرؒ، علامہ سید سلیمان ندویؒ، حکیم محمد اجمل خاںؒ، مولانا مناظر احسن گیلانیؒ اور اپنے وقت کے جید علما اس قدر متاثر ہوئے کہ نوجوان مودودی کا شمار جیّد عالم دین، محقق ومفکر اسلام میں ہونے لگا۔[1]

سید ابوالاعلیٰ مودودی کی یہ کتاب ''الجہاد فی الاسلام'' اولین شاہکار کتاب ہے جس میں انہوں نے اسلام کو ایک حقیقی امنِ عالم کے داعی کی حیثیت سے پیش کیا ہے۔ ظالم کو ظلم سے روکنے کے لیے جہاد کی ضرورت کو ثابت کیا ہے اور بتایا ہے کہ مسلمان ایک ایسی عالم گیر اُمت کا نام ہے، جس کو قرآن کی تعلیمات کے آئینہ میں ایک اُولُو الامر امت بن کر رہنا ہے۔ محکومی کی زندگی مسلمان کے لیے ایک معیوب زندگی ہے۔ اللہ کی زمین پر اللہ ہی کا قانون امن کا باعث بن سکتا ہے۔ یہ کتاب دراصل مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ کا پہلا عظیم علمی کارنامہ ہے۔

ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ اَيْدِي النَّاسِ لِيُذِيْقَهُمْ بَعْضَ الَّذِيْ عَمِلُوْا لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ۝ (سورۃ الروم: ۴۱)

---

[1] اس کتاب کے مضامین کی اشاعت پہلے ''الجمعیۃ'' دہلی میں ''اسلام کا قانونِ جنگ'' کے عنوان سے ہوئی۔ اس کا سلسلہ 2رفروری 1927ء کو شروع ہوا اور 15رجون 1927ء تک یہ تحریر مقالات کی شکل میں شائع ہوتی رہی۔ مولانا نے اسے مستقل کتاب کی شکل دیتے ہوئے مباحث میں بہت کچھ اضافہ کیا ہے۔ اس کے صفحات کی تعداد اس وقت 504 ہے۔ اِس کتاب کے کئی ایڈیشن نکل چکے ہیں۔

دیگر مذاہب کی جنگوں اور پہلی عالمی جنگ عظیم کی تباہیوں اور انسانی، اخلاقی حقوق کی پامالی اور قتل و غارت گری کا تقابل ''جہاد فی اللہ'' اور اسلامی اصول جنگ و صلح سے بھی کیا گیا ہے۔ جہاد فی سبیل اللہ کے فیوض و برکات اور امنِ عالم (World Peace) کے لیے اس کی ضرورت اور اہمیت کو بھی واضح کیا گیا ہے۔[1]

اس کتاب کے بارے میں مصنف کی اپنی رائے بھی پڑھ لیجیے جو انہوں نے اپنی خودنوشت میں لکھی ہے:

> ''اس کتاب نے سب سے زیادہ فائدہ خود مجھے پہنچایا ہے۔ میں نے جب اس کتاب کے لکھنے کا ارادہ کیا تھا تو میرے اندر دینی حمیّت سے زیادہ قومی حمیّت کا جذبہ کام کر رہا تھا۔ لیکن تالیف و تحقیق کے دوران جب مجھے ایک ترتیب کے ساتھ اسلام کے اساسی نظریات اور اس کے تفصیلی احکامات کا غور سے مطالعہ کرنے کا موقع ملا، تو اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ مجھ میں نہ صرف نظامِ شریعت کا فہم اور اس کی حقّانیت کا غیر متزلزل یقین اُبھر آیا، بلکہ اس نظام کے احیاء کا ولولہ بھی مجھ میں پیدا ہو گیا اور اس کے لیے کام کرنے

---

[1] ''الجہاد فی الاسلام'' کا فارسی ترجمہ 1972ء میں پانچویں بار ایرانی انقلاب سے قبل تہران سے شائع ہوا۔ اب تک فارسی زبان میں اس کے بیسیوں ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں۔ مگر افسوس کہ عربی اور انگلش یا دیگر کسی بھی زبان میں اب تک مکمل کتاب کا ترجمہ نہیں ہوا ہے۔ الحمدللہ انگریزی میں اس کا شاندار ترجمہ ایک ماہر مترجم ڈی عبدالکریم (D.Abdul Kareem) میسوری صاحب نے دو سال میں پوری ذمہ داری اور انتھک محنت سے کیا ہے۔ اس ترجمہ کے دوران وہ عارضۂ قلب (Heart Attack) اور Open heart surgery سے بھی گزر چکے ہیں۔ جب مجھے (مرتب: احمد ابوسعید کو) اس کی اطلاع ملی تو ان سے ملاقات اور رفاقت کی سعادت حاصل ہوئی۔ الحمدللہ مرکزی مکتبہ ''جماعت اسلامی ہند'' نے اس کو نومبر 2016 میں Jihad in Islam کے نام سے شائع کیا ہے۔ پروفیسر خورشید احمد صاحب نے بھی اس کتاب کا ترجمہ انگلش میں مکمل کر لیا ہے مگر منظر عام پر ابھی تک نہیں آیا ہے۔ مجھ مرتب کو اپنے نومبر 2017 کے سفر ترکی میں معلوم ہوا کہ ترکی زبان میں بھی اس کا ترجمہ شائع ہو چکا ہے۔

یورپ اور امریکہ نے بیسویں اور اکیسویں صدی میں، اپنے سیاسی اغراض کے لیے اسلام اور مسلمانوں پر جو بہتان تراشے ہیں ان میں سب سے بڑا بہتان یہی ہے کہ اسلام ایک خوں خوار مذہب ہے اور وہ مسلمانوں کو خوں ریزی کی تعلیم دیتا ہے۔ اب تو 9/11 (2001) ۹/نومبر ۲۰۰۱ء کے امریکی فتنہ کے بعد اسلام اور مسلمانوں کو دہشت گرد Terrorist قرار دے کر فلسفۂ جہاد کے اسلامی نظریہ پر منصوبہ بندی کے ساتھ حملہ کیا جا رہا ہے۔

انسان کی یہ فطری کمزوری ہے جس کا شکار خاص طور پر مسلمان بھی ہوئے ہیں کہ جب وہ میدان جنگ میں مغلوب ہوئے تو درس گاہ و مدرسہ میں بھی مغلوب ہو گئے۔ اس کتاب ''الجہاد فی الاسلام'' میں جہاد سے متعلق تمام کُلّی و جزوی مسائل قرآن مجید، احادیث نبویؐ، معتبر کتب فقہ اور مستند تفاسیر کی روشنی میں پیش کیے گئے ہیں۔

تعجب ہے اس کتاب کے عربی ترجمہ کا کام آج تک نہیں ہوا ہے۔ میں (مرتب: احمد ابوسعید) نے ایک ماہر عربی مترجم کی خدمات حاصل کرنے میں کامیابی حاصل کر لی ہے اور کام شروع بھی ہو چکا ہے۔ ان شاء اللہ 2019ء میں یہ عربی ترجمہ منظر عام پر آ جائے گا۔ اللہ مجھ احقر کی یہ خدمت قبول فرمائے۔ جماعتِ اسلامی ہند اور پاکستان کی جماعت اسلامی اور ''ترجمان القرآن'' کے جناب مسلم سجاد اور پروفیسر خورشید احمد صاحب سے 2014 میں اور سلیم منصور خالد صاحب سے فروری 2015ء میں اس کے عربی ترجمہ کے تعلق سے دریافت کیا تو انہوں نے جواب دیا کہ افسوس ہے کہ یہ کام پاکستان میں بھی نہیں ہو پایا ہے اور آج ستمبر 2019ء تک کہیں بھی نہیں ہوا ہے۔

کا طریقہ بھی میری سمجھ میں آ گیا۔ اس کے بعد میں نے اخبار نویسی کے مروّج اور پامال راستے کو خیر باد کہنے کی ٹھان لی۔ 'الجمعیۃ' سے علیحدگی اختیار کر لیا اور یہ طے کیا کہ صحافت کی دنیا میں اگر آئندہ قدم رکھوں گا تو صرف اس شرط پر کہ اسے دین حق کی خدمت کا ایک ذریعہ بناؤں۔ اس کے بعد میں مزید پانچ سال تک پھر صرف مطالعہ، لکھنے پڑھنے اور اپنی علمی استعداد بڑھانے کا کام کرتا رہا۔[1]

اس سال مولانا مودودیؒ نے سہ روزہ ''الجمعیہ دہلی'' کے مضامین اور اداریے اور دیگر معاشرتی، معاشی اور سیاسی، دینی وملکی مسائل پر بہت سے اہم مضامین تحریر کیے۔

اسی سال مولانا اشفاق الرحمن کاندھلوی (مدرس مدرسہ عالیہ عربیہ فتح پوری دہلی) سے حدیث، فقہ اور عربی ادب کی تعلیم اور جامع ترمذی وموطا امام مالک کی سماع وقرأت کی تکمیل کے بعد سند فراغت حاصل کی۔ حصولِ علم کے یہ سب کام سہ روزہ ''الجمعیۃ'' کی ادارتی ذمہ داریوں کو نبھاتے ہوئے کیے گئے۔

مولانا رشید احمد گنگوہی کے شاگرد مولانا محمد صاحب کے بیٹے مولانا محمد اسمٰعیل صاحب اور ان کے چھوٹے صاحب زادے، ایک نہایت نیک سیرت، متقی ومخلص مسلمان رہنما حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ نے اسلام اور مسلمانوں کے خلاف پروپگنڈے اور ارتداد کے سیلاب سے بچاؤ کے لیے بندھ باندھنے کے لیے، اور اللہ کے پاس جواب دہی کے تصور کے پیش نظر اپنی صلاحیت اور وسعت کے لحاظ سے ابتداءً میواتی دیہاتیوں میں تحفظ دین، اور اقامت صلوٰۃ کا، فریضہ فرقہ بندیوں سے بلند ہو کر، کلمہ کی بنیاد پر، انجام دینے کے کام کا جو آغاز ایک سال قبل کیا تھا اس کام کو صرف میوات تک محدود رکھنے کے بجائے بتدریج پھیلانے کا پروگرام، مخلص مبلغین کی مشاورت سے طے کیا۔ مسلمانوں کی تنظیمیں ہر کام سے پہلے چندہ جمع کرنے کی فکر کرتی ہیں، مگر اس مشاورت میں مال اور چندہ جمع کرنے کی ذہنیت سے بچتے رہنے کی پالیسی اپنائی گئی۔ چونکہ ''خلافت تحریک'' نے بے حساب پیسہ جمع کیا تھا، مگر جب تحریک ناکام ہوگئی تو ملّت کے پیسے کو چند چالاک لوگوں نے ہضم کر لیا تھا، اس لیے مولانا محمد علی جوہرؒ جیسے مخلص مسلمان قائد کو، جہاں اپنی لاحاصل سعی کی ناکامی کا غم تھا، وہیں ملّت کے جذبہ وپیسے کی بربادی کا بھی شدید دکھ تھا۔

سید ابوالاعلیٰ مودودی نے تبلیغی جماعت کے کام کی نوعیت جاننے اور حضرت مولانا محمد الیاس صاحب سے ملاقات کے لیے میوات کا خصوصی سفر کیا۔ دین اور ملت کا درد رکھنے والے مدیر ''الجمعیۃ'' ۲۴ رسالہ سید ابوالاعلیٰ مودودی حضرت مولانا محمد الیاسؒ کی پُرخلوص، ہمدرد، اور دینی حمیت کی حامل متقی شخص سے بہت متاثر ہوئے، اُن کے حق میں دعا کی اور ہمیشہ خیر خواہ رہے۔

---

[1] مولانا مودودی اپنی اور دوسروں کی نظر میں: ۶۳۔۳

نوٹ: 20 مارچ 1927ء کو ہندوستان کے تیس (۳۰) سرکردہ رہنماؤں کی ایک کانفرنس محمد علی جناحؒ کی صدارت میں منعقد ہوئی۔ جس میں مولانا حسین احمد مدنیؒ، مولانا محمد علی جوہرؒ، ڈاکٹر مختار احمد انصاریؒ، راجہ صاحب محمود آباد وغیرہ بھی شریک ہوئے۔

عمر۔ پچیس (۲۵) سال

(25/ستمبر 1927ء تا 24/ستمبر 1928ء)

دینی علوم میں تخصص، حصول اسناد کی تفصیلات، جمعیۃ علما ہند کی پالیسی سے اختلاف، الجمعیۃ کی ادارت سے استعفیٰ، اخبار ''مسلم'' اور اخبار ''الجمعیۃ'' کے مضامین کی کتابی شکل میں اشاعت کا تذکرہ

سید مودودی نے 25/مئی 1928ء کو ''الجمعیۃ'' اخبار کی ادارت کو خیرباد کہہ دیا کیوں کہ وہ حکومت برطانیہ پر تنقید سے گریز اور اخبار کی اشاعت میں اضافہ کے لیے برصغیر ہند اور بالخصوص دہلی سے نکلنے والے اخبارات، اور اہم شخصیات کی کردار کشی اور دیگر ہلکے گھٹیا (Mean) قسم کے تحقیر آمیز ہتھکنڈے استعمال کرنے پر تیار نہ تھے۔ 25 سالہ نوجوان صحافی کی فکر انگیز تحریریں، بعنوان ''جلوۂ نور'' جو ''الجمعیۃ'' دہلی 1925ء میں چھپنے والے مضامین و اداریوں کا مجموعہ جو سید ابوالاعلیٰ مودودی کی شخصیت کا ارتقائی مطالعہ ہیں۔[1] آپ جون 1925ء سے 15/مئی 1928ء تک ''الجمعیۃ'' کی ادارت سے منسلک رہے۔ اس دور کی تحریریں چار مجموعوں کی صورت میں شائع ہوئیں۔ ''آفتاب تازہ''۔ ''صدائے رستاخیز''۔ ''بانگِ سحر''۔ ''جلوۂ نور''۔ ان چاروں کتابوں کو اپریل 1993ء میں ادارہ ''معارف اسلامی'' لاہور نے شائع کیا۔[2]

دہلی سے حیدر آباد ہجرت سے قبل 1924ء سے 1928ء کے دوران سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ دہلی میں کافی حد تک Settle ہو چکے تھے۔ کوچہ پنڈت دہلی کے ایک اچھے مکان میں والدہ محترمہ کے ساتھ خوش حال زندگی گزار رہے

---

[1] اس کتاب کے مرتب خلیل احمد حامدی ہیں اور اس کو پہلی بار ادارہ معارف اسلامی لاہور نے مئی 1993ء میں شائع کیا۔

[2] (۱) صدائے رستاخیز 1925ء (۲) بانگ سحر 1926ء (۳) آفتاب تازہ 1927ء (۴) جلوۂ نور 1928ء۔ ان چاروں کتابوں کی اشاعت و تدوین کا کام خلیل احمد حامدی صاحب نے کیا ہے اور چاروں کتابوں کے لیے مکمل مواد فراہم کرنے والے ڈاکٹر رفیع الدین فاروقی، حیدرآباد دکن ہیں۔ یہ مواد اس وقت کے ''الجمعیۃ'' سے اخذ کیا گیا ہے۔ اسی طرح اخبار ''مسلم'' میں مولانا مودودی کے (1921 تا 1923) اداریوں اور مضامین پر مشتمل تحریروں کے جمع وتدوین کا کام محمد رفیع الدین فاروقی صاحب نے کیا ہے، اور 2017ء میں شان پبلی کیشنز سے دو جلدوں میں شائع ہو کر منظر عام پر آ چکی ہے۔ الحمدللہ (مرتب)

تھے۔ کھانا پکانے، گھر کی صاف صفائی کے لیے ملازم بھی تھے۔ دوست احباب بھی گھر آتے تو اچھی خاطر تواضع فرماتے۔نوجوان سید مودودی کی تحریر سے متاثر معروف شخصیات میں نواب نثار جنگ بہادر اور مولانا ماہر القادری بھی ہیں جو آپ کے گھر آئے۔سید مودودی کسی صاحب حیثیت یا نواب کے پاس اپنی صفت خودداری کی وجہ سے خود نہیں جاتے تھے۔ ہاں اس وقت کے اکابر علماء اور ملت کے معروف رہنماؤں کے پاس جاتے۔نواب نثار احمد صاحب جیسے لوگوں کو زکوٰۃ اور حج کی ترغیب دلاتے۔کسی سے کبھی مالی امداد قبول نہیں کی، ہاں البتہ اپنی طرف سے ضرورت مندوں کی حتی المقدور امداد کرتے رہے۔[1]

1903ء سے 1916ء تک اورنگ آباد میں بچپن اور لڑکپن گزارنے کے بعد سید ابوالاعلیٰ کو حیدرآباد دکن سے سلسلۂ تعلیم ترک کر کے 1917ء میں بھوپال جانا پڑا تھا، پھر جبل پور 1920ء پھر 1921ء دہلی میں قیام، 1923ء کے بعد پھر بھوپال، پھر 1924ء سے 1928ء تک دہلی میں قیام رہا۔یقیناً یہ مسائل، مشکلات، جہد مسلسل و ہجرت کے مراحل، اس بات کے غماز ہیں کہ مشیت الٰہی کو کوئی اعلیٰ خدمت ابوالاعلیٰ سے لینا مطلوب تھی۔

وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوْعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَالْاَنْفُسِ وَالثَّمَرَاتِ وَبَشِّرِ الصَّابِرِيْنَ ۝ الَّذِيْنَ اِذَآ اَصَابَتْهُمْ مُّصِيْبَةٌ قَالُوْٓا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ ۝ اُولٰٓئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوَاتٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ وَّاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُوْنَ ۝ (البقرۃ: ۱۵۵ تا ۱۵۷)

اسی سال ''دولت آصفیہ اور حکومت برطانیہ سیاسی تعلقات کی تاریخ پر ایک نظر'' کے نام سے سید مودودیؒ نے ایک کتاب تصنیف کی۔[2] جو دراصل انگریز حکومت کی مکروفریب اور جھوٹ اور معاہدہ شکنی کی عبرتناک داستان ہے۔

قیامِ دہلی کے دوران میں، ادارتی مشاغل اور تصنیف و تالیف کی مصروفیات کے ساتھ ساتھ، اپنی دینی، علمی، اور تعلیمی استعداد بڑھانے کی جہد مسلسل میں مصروف رہے۔ پہلے اُستاذ الاساتذہ مولانا حافظ عبدالسلام نیازی صاحب سے درس لیا۔پھر دہلی کے معروف ادارہ دارالعلوم مسجد فتح پوری سے رجوع ہوئے، اور وہاں کے فاضل اساتذہ مولانا محمد شریف اللہ خاں صاحب اور مولانا اشفاق الرحمٰن صاحب کاندھلوی کے سامنے زانوے تلمذ نہایت ذوق وشوق اور ادب واحترام کے ساتھ تہہ کیا۔اس مختصر کتاب میں مذکورہ اساتذہ کی جاری کردہ تین اسناد کی

---

[1] یادرفتگاں۔از: ماہرالقادری۔

[2] یہ کتاب جو ایک تاریخی مطالعہ ہے کوچہ چیلان دہلی سے 1928ء میں پہلی بار چھپی ہے، صفحات 192 ہیں۔

فوٹو (Scanned) کاپی مع ترجمہ قارئین کی افادیت اور مخالفین مودودیؒ کی عبرت و نصیحت و اصلاح کے لیے پیشِ خدمت ہے۔ (عمر ۲۶ سال سے قبل والے صفحات پر ملاحظہ فرمائیے)

یہ اسناد بالعموم عوام الناس اور بالخصوص بعض بے چارے کم ظرف، مفاد پرست اور اپنی عاقبت کے دشمن اُن مولویوں اور سند یافتہ حاسد عُلماء کے لیے بھی بطورِ عبرت ہیں، جو مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ کی کتابوں اور تحریروں کا مطالعہ کیے بغیر بدگمان حاسد معاصرین کی اندھی متعصّبانہ تحریروں کی تقلید میں مولانا مودودی پر سند یافتہ نہ ہونے کا الزام لگاتے ہیں[1]۔

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ فَاَصْلِحُوْا بَيْنَ اَخَوَيْكُمْ وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ o يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسٰٓى اَنْ يَّكُوْنُوْا خَيْرًا مِّنْهُمْ وَلَا نِسَآءٌ مِّنْ نِّسَآءٍ عَسٰٓى اَنْ يَّكُنَّ خَيْرًا مِّنْهُنَّ وَلَا تَلْمِزُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَلَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوْقُ بَعْدَ الْاِيْمَانِ وَمَنْ لَّمْ يَتُبْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ o يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا كَثِيْرًا مِّنَ الظَّنِّ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ وَّلَا تَجَسَّسُوْا وَلَا يَغْتَبْ بَّعْضُكُمْ بَعْضًا اَيُحِبُّ اَحَدُكُمْ اَنْ يَّاْكُلَ لَحْمَ اَخِيْهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوْهُ وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ رَّحِيْمٌ o

(الحجرات: ۱۰، ۱۱، ۱۲)

۱۔ سند فراغت: علوم عقلیہ و ادبیہ، بلاغت اور علوم اصلیہ و فروعیہ۔ 1926ء
۲۔ سند فراغت: علم حدیث، علم فقہ، اور ادب عالیہ۔ 1927ء
۳۔ سند فراغت: جامع ترمذی اور موطا امام مالک کی سماعت و قرأت کی تکمیل۔ 1928ء

---

[1] اپنے آپ کو مستند عالم ثابت کرنے والے مولانا مودودی کے مخالف مولوی، مدرس اور اکثر بے چارے مساجد کے دیوبندی، بریلوی و اہل حدیث امام، چندے، اور زکوٰۃ پر چلنے والے مدارس سے فراغت کی سند حاصل کیے ہوئے ہوتے ہیں۔ جن میں مومن کے مقام و منصب اعلیٰ کا شعور بیدار نہ ہونے کی وجہ سے یہ درس گاہیں انگریز حاکم کی حد بندیوں میں نصاب مرتب کر چکے ہیں۔ بظاہر برطانیہ و انگریز دشمنی میں دنیا برباد کر لی اور حکومت کی حد بندیوں کی وجہ سے مسلکی منافرت پھیلا کر منافقت کی آبیاری کر کے مسلمانوں کی آخرت بھی برباد کی۔ درس گاہوں نے کفر کے فتوے دے دے کر مسلمانوں کو کافر بنانے کی خدمت بڑے خلوص سے انجام دی۔ غیر مسلموں تک اسلام کی دعوت نہ پہنچنے میں اسلام دشمن عناصر کامیاب ہو گئے۔ (مرتب)

نوٹ: ● آج بھی ہمارے علمائے دین کھلے دل و ذہن سے مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ کی کتابیں پڑھیں تو یہ کتب انہیں کے لیے دنیا اور آخرت کی فلاح کے حصول میں بہت معاون مددگار رہوں گی۔ معاصرین و متعصبین و حاسدین کی تحریریں پڑھ کر رائے قائم کرنا کم علمی اور کم ظرفی، کم زوری کی علامت ہے۔ یہ میرا ذاتی تجربہ ہے کہ جب میں نے کئی معاندین و مخالفین سید مودودیؒ کو دو ایک کتابیں پڑھانے میں کامیاب ہوا تو وہ نہ صرف موافق مودودی بن گئے، بلکہ اپنی جاہلانہ مخالفت پر شرمندہ اور اللہ سے مغفرت کے طالب اور میرے بھی قریبی دوست بن گئے، الحمد للہ۔

● پاکستان جہلم کے انجینئر محمد علی مرزا صاحب فکر مودودیؒ کے داعی کا فریضہ الکٹرانک میڈیا پر بہت ہی فاتحانہ انداز سے ادا کر رہے ہیں۔ الحمد للہ

استاد کی رائے اپنے شاگرد کے حق میں ایک خاص اہمیت اور سند کا مقام رکھتی ہے۔ جہاں وقت کی پابندی، سلیقہ، استاد کا ادب و احترام۔ سید ابوالاعلیٰ کی امتیازی خصوصیت تھی، وہاں اساتذہ کی نظر میں سید ابوالاعلیٰ ایک انتہائی ذہین، سریعُ الفہم، بفضلہٖ تعالیٰ بہترین حافظہ (Memory) کے حامل شاگرد تھے۔

اَلرَّحۡمٰنُ ﴿۱﴾ عَلَّمَ الۡقُرۡاٰنَ ﴿۲﴾ خَلَقَ الۡاِنۡسَانَ ﴿۳﴾ عَلَّمَہُ الۡبَیَانَ ﴿۴﴾ (الرحمٰن)

رحمٰن نے (۱) اِس قرآن کی تعلیم دی ہے (۲) اُسی نے انسان کو پیدا کیا (۳) اور اسے بولنا سکھایا (۴)۔

تشریح: بولنا دراصل انسان کے ذی شعور اور ذی اختیار مخلوق ہونے کی صریح علامت ہے۔ اور یہ امتیازی وصف جب اللہ تعالیٰ نے انسان کو عطا فرمایا ہے تو ظاہر ہے کہ اس کے لئے تعلیم کی نوعیت بھی وہ نہیں ہوسکتی جو بے شعور اور بے اختیار مخلوق کی رہنمائی کے لیے موزوں ہے۔ اسی طرح انسان کا دوسرا اہم ترین امتیازی وصف یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے اندر ایک اخلاقی حس (Moral Sense) رکھ دی ہے جس کی وجہ سے وہ فطری طور پر نیکی اور بدی، حق اور ناحق، ظلم اور انصاف، بجا اور بے جا کے درمیان فرق کرتا ہے، اور یہ وجدان اور احساس انتہائی گمراہی و جہالت کی حالت میں بھی اس کے اندر سے نہیں نکلتا۔ ان دونوں امتیازی خصوصیات کا لازمی تقاضا یہ ہے کہ انسان کی شعوری و اختیاری زندگی کے لیے تعلیم کا طریقہ اس پیدائشی طریق تعلیم سے مختلف ہو جس کے تحت مچھلی کو تیرنا اور پرندے کو اڑنا، اور خود انسانی جسم کے اندر پلک کو جھپکنا، آنکھ کو دیکھنا، کان کو سننا، اور معدے کو ہضم کرنا سکھایا گیا ہے۔ انسان خود اپنی زندگی کے اس شعبے میں استاد اور کتاب اور مدرسے اور تبلیغ و تلقین اور تحریر و تقریر اور بحث و استدلال جیسے ذرائع ہی کو وسیلہ تعلیم مانتا ہے اور پیدائشی علم و شعور کو کافی نہیں سمجھتا۔ پھر یہ بات آخر کیوں عجیب ہو کہ انسان کے خالق پر اس کی رہنمائی کی جو ذمہ داری عائد ہوتی ہے اسے ادا کرنے کے لیے اس نے رسول اور کتاب کو تعلیم کا ذریعہ بنایا ہے؟ جیسی مخلوق ویسی ہی اس کی تعلیم۔ یہ سراسر ایک معقول بات ہے "بیان" جس مخلوق کو سکھایا گیا ہو اس کے لیے قرآن" ہی ذریعہ تعلیم ہوسکتا ہے نہ کہ کوئی ایسا ذریعہ جو ان مخلوقات کے لیے موزوں ہے جنہیں بیان نہیں سکھایا گیا ہے۔

(تفہیم القرآن، جلد پنجم، تحریر جولائی 1967)

سندِ فراغت کا عکس

دار العلوم فتح پوری، دہلی جنوری ۱۹۲۶ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سُبحان الملك الحی الذی لاینام ولایموت سبّوح قدّوس ربّنا ورب الملئکة والروح، عالم الغیب والشهادة، وهو اللطیف الخبیر، والصلوٰة والسّلام علیٰ حبیبه الاعظم وخلیله الاکرم، سید ولد آدم، وصفوة الصفوة من جمیع العالم محمد المصطفیٰ وعلیٰ آله المجتبیٰ

وبعدُ فان العلوم علیٰ تشعب فنونها وتکثر شجونها ارفع المطالب وانفع المآدب، وقد منّ الله تعالیٰ من عباده علیٰ من اعتنیٰ لطلبها واخذها وفاز بحصولها واتقانها، وکان منهم من حویٰ الفضائل الانسیة ورقی المعارج السنیة فقرأ جملة الکتب الانتهائیة من العلوم العقلیة والنقلیة والادبیه، بغایة من التحقیق ونهایة من التدقیق، فبرع فیما قرأ علیَّ، وهو الفاضل الذکی والمتوقد الالمعی المولوی السید ابوالاعلیٰ المودودی، وبعد البلوغ مرتبة التکمیل، طلب منی اجازة عامة لعلوم العقلیة والبلاغة، والادبیه وسائر العلوم الاصلیة والفرعیه، فاسعفته بمطلوبه ومرغوبه وارجو منه ان لاینسانی من صالح دعواته فی جمیع اوقاته واوصیه و ایای بتقویٰ الله فی السر والعلن، ومتابعة الکتاب والسنن، واخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمین والصلوٰة والسلام علیٰ سید المرسلین محمد وعلیٰ آله وصحبه اجمعین

حرره المجیز الحقیر الراجی الی الله محمد شریف الله عفی عنه الله المدرس فی مدرسة دار العلوم فتحپوری دهلی۔ فقط

۲۲ جمادی الثانی سنه ۱۳۴۴ھ

سند فراغت کا ترجمہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پاک ہے وہ بادشاہ جو زندۂ جاوید ہے۔ نہ وہ سوتا ہے اور نہ اُس پر موت آتی ہے۔ وہ انتہائی پاک ہے۔ وہ ہمارا اور تمام فرشتوں، خصوصًا جبریل کا رب ہے۔ وہ کھلی اور چھپی سب چیزوں کو جانتا ہے اور وہ لطیف وخبیر ہے۔ درود وسلام ہو اُس کے عظیم المرتبت حبیب اور قابلِ عزت دوست پر جو اولادِ آدم کے سردار اور پوری دنیا کے پسندیدہ افراد میں سب سے نمایاں ہیں۔ (ہماری مراد) حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ ہیں۔ اُن پر اور اُن کے آل پر درود وسلام ہو۔

اس کے بعد عرض یہ ہے کہ علم، باوجود کثرتِ فنون کے، بلند ترین نصب العین اور اللہ کی طرف سے انسانوں کے لیے مُفید ترین ضیافت ہے۔ جو لوگ علم کی طلب کرتے ہیں، اُسے حاصل کرتے ہیں اور اُسے اپنے دل ودماغ میں راسخ کرتے ہیں، اُن پر اللہ تعالیٰ کا بڑا احسان ہے۔ اُن میں سے بعض نے تو عقلی ونقلی اور ادبی عُلوم کی ساری کتابیں انتہائی تحقیق اور باریک بینی سے پڑھ کر انسانی فضیلتوں کو سمیٹا اور اُونچے اُونچے مراتب حاصل کر لیے۔

انتہائی ذہین، سریع الفہم اور بلا کا حافظہ رکھنے والے فاضل، مولوی سید ابوالاعلیٰ مودودی نے مجھ سے علوم عقلیہ ونقلیہ وادبیہ کی فقہی کتابیں پڑھیں اور ان میں مہارت حاصل کی اور اُنھوں نے مجھ سے عُلوم عقلیہ، علم ادب، علم بلاغت اور دوسرے اصولی وفروعی عُلوم کے لیے عمومی اجازت کا پروانہ طلب کیا۔ میں نے بھی اُن کے مطالبے اور رغبت میں دلچسپی لی اور اُن کو یہ سند جاری کی مجھے اُمید ہے کہ وہ مجھے اپنی نیک دعاؤں میں نہیں بھولیں گے اور ہر وقت میرے لیے دعا گو رہیں گے۔ میں انھیں اور خود اپنے آپ کو بھی وصیت کرتا ہوں کہ خلوت وجلوت میں تقویٰ کا دامن تھامے رکھیں اور کتاب وسنت کی پیروی کرتے رہیں۔

وآخر دعوانا أن الحمد للہ رب العالمین ۔ والصلوۃ والسلام علی سید المرسلین محمد صلی اللہ علیہ وسلم وعلیٰ آلہ وصحبہ أجمعین o

یہ سند اجازت اللہ کی رحمت کے اُمیدوار، حقیر وفقیر محمد شریف اللہ عَفی عنہ، مُدرس دار العلوم فتح پوری دہلی نے خود لکھ دی ہے۔ فقط

مہر۔ دار العلوم فتح پوری دہلی

۲۲ رجمادی الاخریٰ ۱۳۴۴ھ

۱۳ رجنوری ۱۹۲۶ء

سند فراغت کا عکس



سند فراغت :۔ ۱۹۲۷ء میں مولانا اشفاق الرحمان کاندھلوی
مدرسہ عالیہ عربیہ دہلی سے حدیث، فقہ اور ادب میں حاصل کی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ المتأزر بإزار العظمة والعلاء، المرتدی برداء المجد والعزة والكبرياء، اللهم لا نحصی علیك الثناء، انت كما اثنیت علی نفسك بلا امتراء، فانت اللهم من درك العقول والظنون والاوهام وراء الوراء، ثم وراء الوراء ثم وراء الوراء، سبحانك ما اعظم شانك، و احكم برهانك، مننت علینا بارسال الرسل، وكرمتنا بانزال الكتب من السماء، وهدیتنا الملة الحنفیة السمحة السهلة البیضاء، التی لیلها ونهارها سواء، وعلمتنا من العلوم النبویة والحكم المصطفویة ما لم نعلم فعلونا به مدارج السماء۔

اللهم فصل وسلم، وزد وتفضل، وبارك وانعم، علی سیدنا سید الرسل وخیر خلقك عبدك محمد، داعی الخلق والهادی الی الحق، الماحی سبل الضلال والفسق، تنور العالم بنور هدایته وضیاءه، وتزینت السماء والارض بزینته وبهائه وعلی اله واصحابه۔

اما بعد فان اخانا فی الدین السید ابا الاعلی المودودی قد قرأ علی الحدیث والفقه والادب، وانی قرأت مبادی الکتب فی الخانقاه الامدادیه ثم بعد ذلك دخلت فی المدرسة المسماة بمظاهر علوم الواقعة ببلدة سهارنفور، وقرأت بقیة الکتب فی هذه المدرسة وحصلت السند فلما طلب هذا الشیخ منی السند واستجازنی علی الشروط المعتبرة عند علماء هذه الفنون، اعطیت هذه الصحیفة سندا وهو بحمد الله شاب صالح ذکی بارع اهل للدرس والافادة، فاوصیه بتقوی الله فی السر والعلانیة وان لا ینسانی فی دعواته فی خلواته وجلواته، وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین۔

حررہ اشفاق الرحمٰن عفی عنہ الکاندھلوی مدرس مدرسہ فتحپوری دہلی

سند فراغت کا ترجمہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تمام تعریفیں اُس ذات کے لیے جس نے عظمت کو اپنے ساتھ مخصوص کر رکھا ہے اور شان و شوکت اور کبریائی بھی اُسی کو سزاوار ہے۔

اے اللہ! ہم تیری تعریف اس طرح نہیں کر سکتے جس طرح تُو نے اپنی حمد و ثنا کی ہے۔ اے اللہ! تُو عقل اور ظن و تخمین سے بہت بالاتر ہے، بہت ہی زیادہ بالاتر ہے۔ اے اللہ! تُو پاک ہے، تیری شان کتنی اونچی ہے اور تیری دلیلیں کتنی محکم ہیں۔ تُو نے پیغمبر بھیج کر ہم پر بڑا احسان کیا اور تُو نے کتابیں نازل کر کے بہت بڑا فضل فرمایا۔ تُو نے اس بابرکت، سہل اور روشن ملت کی طرف ہماری رہنمائی کی جو حنیفیت کی صفت سے آراستہ ہے اور اُس کی رات اور دن ایک جیسے ہیں تُو نے ہمیں علمِ نبوت سے نوازا اور حکمت مصطفیٰ سے سرفراز فرمایا۔ تُو نے ہمیں وہ طریقہ سکھایا جسے ہم نہ جانتے تھے اور اُس کے ذریعے ہم آسمان کی سیڑھیاں چڑھ گئے۔

اے اللہ، درود و سلام ہو ہمارے آقا، رسولوں کے سردار اور مخلوقات میں سب سے افضل، تیرے بندے محمد ﷺ پر جو لوگوں کو اللہ کی طرف بُلانے والے، حق کی طرف ہدایت دینے والے اور فسق و گمراہی کے راستوں کو مٹانے والے ہیں۔ اُن کے نُورِ ہدایت کی ضیا پاشیوں سے سارا عالم منوّر رہوا، اور آسمان و زمین آپ ﷺ کی زینت سے مزین ہوئے۔ اے اللہ! ان کی آل اور صحابہ پر بھی فضل و احسان فرما۔

اس کے بعد عرض یہ ہے کہ ہمارے دینی بھائی سید ابوالاعلیٰ مودودی نے مجھ سے حدیث، فقہ اور ادب کی کتابیں پڑھیں۔ خود میں نے کتابوں کے مبادی خانقاہ امدادیہ میں پڑھے تھے، پھر سہارنپور کے ''مظاہر العلوم'' نامی مدرسے میں داخل ہوا اور باقی کتابیں اس مدرسے میں پڑھیں۔ یہیں سے میں نے سند حاصل کی۔

اس صاحب (ابوالاعلیٰ مودودیؒ) نے مُجھ سے سند کا مطالبہ کیا اور ان شرطوں کے ساتھ مُجھ سے سندِ اجازت مانگی جو اس فن کے علماء کے ہاں معتبر سمجھی جاتی ہیں۔ تو میں نے اُن کو یہ صفحہ بطور سند لکھ دیا ہے۔

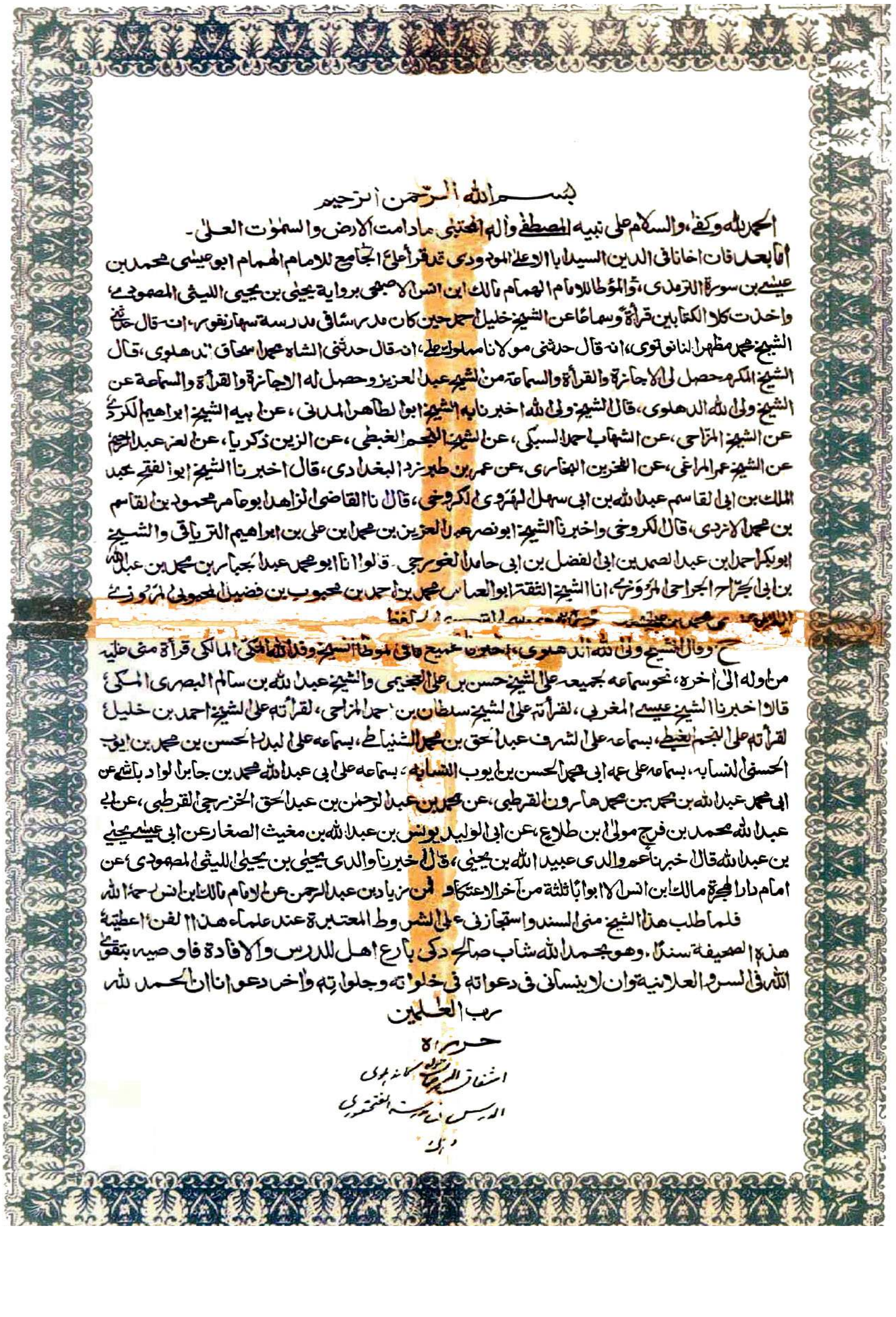
وہ بحمد اللہ ایک صالح، ذہین اور تجربہ کار نوجوان ہیں۔ وہ تدریس و افادے کے اہل ہیں۔ میں انھیں یہ وصیت کرتا ہوں کہ کُھلے اور چُھپے ہر حال میں اللہ کا تقویٰ اختیار کریں اور ہمیں اپنی خلوت و جلوت کی دعاؤں میں یاد رکھیں۔ وآخر دعوانا أن الحمد اللہ رب العالمین۔

تحریر کنندہ: اشفاق الرحمن غفرلہ (کاندھلوی)

مدرس، مدرسہ فتح پوری، دہلی۔

۱۹۲۷ء

سند فراغت کا عکس



بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله وكفى، والسلام على نبيه المصطفى وآله المجتبى ما دامت الارض والسموات العلى۔

اما بعد فان اخانا فى الدين السيد ابا الاعلى المودودى قد قرأ علىّ الجامع للامام الهمام ابو عيسى محمد بن عيسى بن سورة الترمذى، والموطا للامام الهمام مالك ابن انس الاصبحى برواية يحيى بن يحيى الليثى المصمودى، واخذت كلا الكتابين قراءة وسماعا عن الشيخ خليل احمد حين كان مدرسا فى مدرسة سهارنفور، انه قال حدثنى الشيخ محمد مظهر النانوتوى، انه قال حدثنى مولانا مملوك على، انه قال حدثنى الشاه محمد اسحاق الدهلوى، قال الشيخ المكرم حصل لى الاجازة والقراءة والسماعة من الشيخ عبد العزيز وحصل له الاجازة والقراءة والسماعة عن الشيخ ولى الله الدهلوى، قال الشيخ ولى الله اخبرنا به الشيخ ابو الطاهر المدنى، عن ابيه الشيخ ابراهيم الكردى عن الشيخ المزاحى، عن الشهاب احمد السبكى، عن الشيخ النجم الغيطى، عن الزين زكريا، عن العز عبد الرحيم عن الشيخ عمر المراغى، عن الفخر بن البخارى، عن عمر بن طبرزد البغدادى، قال اخبرنا الشيخ ابو الفتح عبد الملك بن ابى القاسم عبد الله بن ابى سهل الهروى الكروخى، قال نا القاضى الزاهد ابو عامر محمود بن القاسم بن محمد الازدى، قال الكروخى واخبرنا الشيخ ابو نصر عبد العزيز بن محمد بن على بن ابراهيم الترياقى والشيخ ابو بكر احمد بن عبد الصمد بن ابى الفضل بن ابى حامد الغورجى. قالوا انا ابو محمد عبد الجبار بن محمد بن عبد الله بن ابى الجراح الجراحى المروزى، انا الشيخ الثقة ابو العباس محمد بن احمد بن محبوب بن فضيل المحبوبى المروزى [illegible] محمد بن عيسى [illegible]

ح وقال الشيخ ولى الله الدهلوى، اخبرنا جميع ما فى الموطا الشيخ وفد الله المكى المالكى قراءة منى عليه من اوله الى آخره، نحو سماعه بجميعه على الشيخ حسن بن على العجيمى والشيخ عبد الله بن سالم البصرى المكى قالا اخبرنا الشيخ عيسى المغربى، لقراءته على الشيخ سلطان بن احمد المزاحى، لقراءته على الشيخ احمد بن خليل لقراءته على النجم الغيطى، بسماعه على الشرف عبد الحق بن محمد السنباطى، بسماعه على ابى الحسن بن محمد بن ايوب الحسنى النسابه، بسماعه على عمه ابى محمد الحسن بن ايوب النسابه، بسماعه على ابى عبد الله محمد بن جابر الوادياشى عن ابى محمد عبد الله بن محمد بن محمد هارون القرطبى، عن محمد بن عبد الرحمن بن عبد الحق الخزرجى القرطبى، عن ابى عبد الله محمد بن فرج مولى ابن طلاع، عن ابى الوليد يونس بن عبد الله بن مغيث الصفار عن ابى عيسى يحيى بن عبد الله قال اخبرنا عم والدى عبيد الله بن يحيى، قال اخبرنا والدى يحيى بن يحيى الليثى المصمودى عن امام دار الهجرة مالك ابن انس الا ابوابا ثلثة من آخر الاعتكاف فعن زياد بن عبد الرحمن عن الامام مالك ابن انس رحمه الله۔

فلما طلب هذا الشيخ منى السند واستجازنى على الشروط المعتبرة عند علماء هذا الفن اعطيته هذه الصحيفة سندا. وهو بحمد الله شاب صالح ذكى بارع اهل للدرس والافادة فاوصيه بتقوى الله فى السر والعلانية وان لا ينسانى فى دعواته فى خلواته وجلواته وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العلمين

حرره

اشفاق الرحمٰن الکاندهلوی

المدرس فی مدرسة الفتحپوری

دہلی

سند فراغت کا ترجمہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ و کفیٰ، والسلام علیٰ نبیہ المصطفیٰ و آلہ المجتبیٰ مادامت الارض والسمٰوت العلیٰ۔ امابعد۔

ہمارے دینی بھائی سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ نے مُجھ سے عالی قدر امام حدیث ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورۃ ترمذی کی الجامع، امام مالک بن انس الاصبحی کی موطا بروایت یحییٰ بن یحییٰ اللیثی المصمودی پڑھی ہیں۔ یہ دونوں کتابیں میں نے جناب خلیل احمد صاحب سے پڑھی اور سُنی تھیں۔ یہ اس وقت کی بات ہے جب وہ مدرسہ سہارن پور میں مدرس تھے۔

وہ کہتے ہیں: مجھے مولانا محمد مظہر نانوتوی صاحب نے (اور) وہ کہتے ہیں: مُجھے مولانا مملوک علی صاحب نے اور وہ کہتے ہیں: مجھے شاہ محمد اسحاق صاحب دہلوی نے حدیث پڑھائی (اور) وہ فرماتے ہیں: مجھے مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی سے پڑھنے، سننے اور اجازت کی سعادت حاصل ہوئی۔ اور انھیں یہ سعادت شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی سے ملی۔ شاہ ولی اللہ فرماتے ہیں کہ ہمیں علم حدیث شیخ ابوالطاہر مدنی نے سکھایا۔ انھیں اپنے والد شیخ ابراہیم کردی سے حدیث پڑھنے کی سعادت حاصل ہوئی، انھیں شیخ مزاحی سے (اور) انھیں شہاب احمد السبکی سے، انھیں شیخ نجم الغبطی سے، انھیں زین زکریا سے، انھیں عز عبدالرحیم سے، انھیں شیخ عمر المراغی سے، انھیں فخر بن بخاری سے اور انھیں عمر بن طبرزد بغدادی سے یہ سعادت نصیب ہوئی۔ وہ کہتے ہیں: ہمیں شیخ ابوالفتح عبدالملک بن ابی القاسم عبداللہ بن ابی سہل ہروی الکروخی نے تعلیم دی (اور) وہ کہتے ہیں کہ ہمیں قاضی زاہد ابوعامر محمود بن قاسم بن محمد الازدی نے کہا کہ الکرخی فرماتے ہیں کہ شیخ ابونصر عبدالعزیز بن محمد بن علی بن ابراہیم التریاقی اور شیخ ابوبکر احمد بن عبدالصمد بن ابی الفضل بن ابی الحامد غورجی نے ہمیں یہ علم سکھایا۔ اور یہ تینوں کہتے ہیں کہ ہمیں ابومحمد عبدالجبار بن محمد بن عبداللہ بن ابی الجراح الجراحی مروزی نے، انھیں شیخ ابوالعباس محمد بن احمد بن محبوب بن فضیل المحبوبی المروزی نے......

دوسرے سلسلے کے بارے میں شاہ ولی اللہؒ دہلوی فرماتے ہیں کہ ہمیں شروع سے آخر تک پوری موطا شیخ وفد اللہ المکی مالکی نے اس طرح سکھائی کہ میں پڑھتا تھا اور وہ سُنتے تھے، جس طرح انھوں نے خود یہ پوری کی پوری شیخ حسن بن علی العجیمی اور شیخ عبداللہ بن سالم بصری مکی سے پڑھی تھی۔ وہ دونوں فرماتے ہیں کہ ہمیں شیخ عیسیٰ المغربی نے بتایا کہ انھوں نے یہ کتاب شیخ سلطان بن احمد المزاجی سے، انھوں نے شیخ احمد بن حنبل سے اور انھوں نے شیخ نجم الضبطی سے پڑھی۔ جب کہ انھوں نے اس کے سماع کا شرف عبدالحق بن محمد الشنیاطی سے، انھوں نے بدرالحسن بن محمد بن ایوب الحسنی النّسابہ سے حاصل کیا ہے۔ وہ ابومحمد عبداللہ بن محمد بن ہارون قرطبی سے، اور محمد بن عبدالرحمن بن عبدالحق خزرجی قرطبی سے، وہ ابن طلاع غلام ابوعبداللہ محمد بن فرج سے، وہ ابوالولید یونس بن عبداللہ بن مغیث حضار سے اور وہ ابوعیسیٰ یحییٰ بن عبداللہ سے روایت کرتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں اپنے والد کے چچا عبداللہ بن یحییٰ نے موطا پڑھائی اور وہ کہتے ہیں کہ ہمیں والد یحییٰ بن عیسیٰ لیثی مصمودی نے بتایا کہ انھوں نے امام دارالہجرۃ مالک بن انس سے موطا پڑھی سوائے کتاب الاعتکاف کے آخری تین ابواب کے، جو ہم نے زیاد بن عبدالرحمن سے پڑھے اور انھوں نے امام مالک بن انس رحمہ اللہ سے [براہِ راست] کسب فیض حاصل کیا تھا۔

جب اس صاحب [سید ابوالاعلیٰ مودودی] نے مجھ سے سند مانگی اور علمائے فن کے متفقہ شرائط کے مطابق مجھ سے سند کا مطالبہ کیا تو میں نے یہ ایک صفحہ اُن کو بطور سند لکھ دیا۔ وہ الحمد للہ ایک اچھے، ذہین اور سریع الفہم نوجوان ہیں۔ درس و تدریس کے اہل ہیں۔

میں انھیں وصیت کرتا ہوں کہ وہ کھلے اور چھپے، ہر حال میں اللہ کا تقویٰ اختیار کریں گے اور ہمیں اپنی خلوت و جلوت کی دعاؤں میں نہ بھولیں۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العٰلمین۔

تحریر کنندہ، اشفاق الرحمن غفرلہٗ (کاندھلوی) مدرس مدرسہ فتح پوری، دہلی

اسناد کی روشنی میں مخالفین سید مودودیؒ کے لیے مقام عبرت اور دعوت رجوع الی اللہ

نوجوان مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی کافی عرصہ تک معاصرانہ عصبیت ومخالفت سے محفوظ اپنے علمی وتحقیقی مطالعہ اور تصانیف میں مصروف تھے۔ ''ترجمان القرآن'' کی ادارت ''دارالاسلام'' اور ''جماعت اسلامی'' کے قیام کے بعد سے مخالفت کا ہمہ پہلوطوفان برپا ہوا۔ جس کا تذکرہ آئندہ صفحات میں تادم زیست جاری رہنے، سال بہ سال یعنی ہر سال نئے نئے نہایت عیاری ومکاری سے شیطانی حرکات کو نہایت اختصار کے ساتھ ملاحظہ فرمائیے۔

مشرکوں، دہریوں، ملحدوں، کمیونسٹوں، عریانیت اور مغربی تہذیب کے علمبرداروں، ترقی پسند بے دین ادیبوں، شاعروں ومقرروں کی مولانا سید مودودی سے مخالفت اور کم بختی اور بدنصیبی پر اتنا تعجب نہیں ہوتا، کیوں کہ یہ لوگ اپنے خالق کی ربوبیت، محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت وختم نبوت اور آخرت پر یقین سے محروم ہیں۔ مگر دلی دکھ وصدمہ حیرت وتعجب تب ہوتا ہے جب بعض نادان اچھے خاصے شریف، صوم وصلوۃ کے پابند، متشرع، متعصب مولوی حضرات جو مولانا مودودیؒ کی مخالفت میں اپنی عاقبت برباد کر لینے کی حماقت، شیطان کی اتباع میں تعصب اور جہالت کی وجہ سے نہایت بے شرمی وڈھٹائی سے، بے ہودہ باتیں کرتے ہیں، اور لوگوں کو گمراہ کر کے اپنی آخرت کے نقصان کو محسوس نہیں کرتے۔ اگر ہم علم کے ٹھیکیداروں، کاروباری علماء، پیری مریدی کے دکان دار مرشدوں اور اساتذہ، کے علم کو مولانا ابوالاعلیٰ مودودیؒ کے علم اور تحریروں سے تقابل کریں تو اِن تمام مخالف ومتعصب ذہن کے حامل سند یافتہ عُلماء واَساتذہ، مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ کے سامنے علم وادب اور تحقیق وتصنیف کے میدان میں آج بھی طفلِ مکتب نظر آتے ہیں۔

فَاعۡتَبِرُوۡا يٰۤاُولِى الۡاَبۡصَارِ ٥ (الحشر:2) اِنَّ الشَّيۡطٰنَ لِلۡاِنۡسَانِ عَدُوٌّ مُّبِيۡنٌ ٥ (یوسف:۵)

جو لوگ حق کو سمجھتے نہیں ہیں، وہ بغیر مطالعہ وتحقیق کے مخالفین کی بدگمانیوں سے متاثر ہو کر، مولانا کی تحریر میں تحریف ورد وبدل کر کے الزام تراشی وبہتان تراشی اور اندھی مخالفت میں لگے رہتے ہیں۔ ان کے متعلق اللہ تعالیٰ سورۃ

روم آیت 32 میں فرماتا ہے: كَذٰلِكَ يَطْبَعُ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ o (سورۃ الروم: آیت، ۳۲)

اور سورۂ نور میں فرماتا ہے:

اِذْ تَلَقَّوْنَهٗ بِاَلْسِنَتِكُمْ وَتَقُوْلُوْنَ بِاَفْوَاهِكُمْ مَّا لَيْسَ لَكُمْ بِهٖ عِلْمٌ وَّتَحْسَبُوْنَهٗ هَيِّنًا وَّهُوَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِيْمٌ o وَلَوْلَاۤ اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ قُلْتُمْ مَّا يَكُوْنُ لَنَاۤ اَنْ نَّتَكَلَّمَ بِهٰذَا سُبْحٰنَكَ هٰذَا بُهْتَانٌ عَظِيْمٌ o يَعِظُكُمُ اللّٰهُ اَنْ تَعُوْدُوْا لِمِثْلِهٖۤ اَبَدًا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ o وَيُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ o (سورۃ النور: آیات، ۱۵ تا ۱۸)

۔۔۔بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ اَنْفُسُكُمْ ۔۔۔ (سورۃ یوسف: آیت، ۱۸)

اس کے علاوہ جو لوگ مولانا سید ابوالاعلیٰ کو بدنام کرنے کی مہم میں جٹے ہوئے ہیں ان کے تعلق سے مولانا خود لکھتے ہیں: ''میری کوئی چیز چُھپی ہوئی نہیں ہے بلکہ چَھپی ہوئی ہے۔قرآن وحدیث کی روشنی میں میری جو چیز دلائل سے غلط ثابت ہوجائے تو میں اپنی رائے اور اپنے موقف کی اصلاح کے لیے ہر وقت تیار ہوں ۔مخالفت برائے مخالفت جہالت ہے۔ورنہ حسد یا عصبیت لاعلاج مرض ہے۔'' سید ابوالاعلیٰ مودودی نے مخالفوں کا مُنہ بند کرنے کے لیے کبھی اپنی ان اسناد کو استعمال نہیں کیا اور نہ ہی اس کی ضرورت محسوس کی۔

[ددھیال اور ننھیال دونوں خاندان سید مودودی کے لیے یقیناً قابل افتخار تھے ،لیکن انھوں نے بہت سے دوسرے اصحاب کی طرح لوگوں کے دلوں پر اپنے بزرگوں کے دینی مقام اور اپنی نسلی برتری کا سکہ جمانے اور شہرت کو پَرلگانے اور مرعوب کرنے کا ذریعہ نہیں بنایا۔سید مودودی نے اپنے بزرگوں کا جب بھی تذکرہ کیا، ایک بیانِ حقیقت کے طور پر اور اس وقت کیا جب ان کے متعلق کسی نے کوئی استفسار کیا۔سید مودودی نے اپنا طرۂ فضیلت بلند کرنے کے لیے کبھی کسی کا سہارا نہ لیا۔ان کے انتقال کے بعد یہ حقیقت آشکارا ہوئی کہ ان کا سلسلۂ تلمذ اپنے وقت کے دو بڑے علمی خاندانوں سے جاملتا ہے اور انھوں نے معقول ومنقول کے وہ تمام علوم باضابطہ طور پر پڑھے ہیں جو مسند علم وارشاد کو زینت دینے کے لیے ضروری اور ناگزیر قرار دیے گئے ہیں۔ان باتوں کا انکشاف بھی استفسارات کے جواب میں مودودی کے لکھے ہوئے خطوط نیز ان دستاویزات سے ہوتا ہے جو ان کے بڑے بھائی سید ابو الخیر مودودی کے ہاں محفوظ تھیں اور کسی موقع پر انھوں نے محمد یوسف بھٹہ (م: نومبر 1990ء) کے حوالے کردیں۔]

(ابوالاعلیٰ مودودی علمی وفکری مطالعہ۔رفیع الدین ہاشمی ،سلیم منصور خالد ،صفحہ ۵۳۵)

عمر۔چھبیس (۲۶) سال

(25/ستمبر 1928ء تا 24/ستمبر 1929ء)

کتاب ''دولت آصفیہ اور حکومت برطانیہ'' کی اشاعت، دہلی سے حیدرآباد ہجرت، تصنیف وتالیف اور مسلسل مطالعہ، کتاب ''آل سلجوق'' کی تکمیل، علامہ اقبالؒ سے پہلی ملاقات

اکتوبر 1928ء میں ''حضور نظام اور حکومتِ ہند'' کے عنوان سے لکھے گئے مضامین کو (جو ''الجمعیۃ'' میں شائع ہو چکے تھے) کتابی شکل میں ''دولتِ آصفیہ اور حکومتِ برطانیہ'' کے نام سے دہلی سے شائع کیا۔ یہ کتاب 25 26 سالہ مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی کی سیاسی بصیرت اور انگریزوں کی مکاری وعیاری پر مدلل دستاویزی حیثیت کی آئینہ دار ہے۔

نومبر 1928ء ''مسئلہ برار'' پر تاریخی شواہد اور مستند سرکاری ریکارڈ کے ذریعہ حکومت برطانیہ BIRTISH GOVERNMENT کی بے وفائیوں اور مکاریوں کو آشکارا کیا۔ یہ کتاب اپنے موضوع پر مستند معلومات پر مبنی مدلل اور معقول تجزیہ کے اعتبار سے ایک عظیم تحقیقی کام ہے، جس کو ایک فرد تو کجا ایک اکیڈیمی ہی مشکل سے انجام دے سکتی ہے۔

1928ء کے اختتام تک سید ابوالاعلیٰ مودودی برصغیر ہند کے شمال سے جنوب اور مشرق سے مغرب تک تقریباً تمام اہل علم، دینی، سیاسی اور صحافی حلقوں میں ایک معروف محقق، مصنف، مترجم، مدبر اور مسلمان رہنما کی حیثیت سے متعارف ہو چکے تھے۔ بڑے بھائی ابوالخیر مودودی حیدرآباد منتقل ہو چکے تھے اور عثمانیہ یونیورسٹی کے ''ادارے دارالترجمۃ'' میں ملازم تھے۔ بھائی کے مشورے پر اُن کی دسمبر 1928ء میں دہلی سے حیدرآباد منتقلی عمل میں آئی[1]۔

دسمبر 1928ء میں مولانا سید ابوالاعلیٰ کا اپنے والد صاحب کے آبائی وطن دہلی سے ہجرت کر کے اپنی والدہ صاحبہ کے آبائی وطن حیدرآباد دکن ہجرت ہوئی۔

ہفتہ وار ''تاج''، جبل پور کے 1920ء تک ایڈیٹر، پھر دہلی میں ''مسلم'' کے ایڈیٹر 1921ء سے 1923ء تک

---

[1] ۲۵ سالہ سید ابوالاعلیٰ کی یہ نویں ہجرت ہے۔ (دہلی سے حیدرآباد)

پھر دسمبر 1924ء سے اپریل 1928ء تک ''الجمعیۃ'' دہلی کے ایڈیٹر رہے۔

صحافتی مصروفیات اور حصول علوم دینیہ۔(۱)اخلاقیات اجتماعیہ(۲)اسلام کا سرچشمۂ قوت(۳)الجہاد فی الاسلام جیسی کتابوں اور ''مسلم'' اور ''الجمعیۃ'' کے اداریوں سے نوجوان سید ابوالاعلیٰ مودودی برصغیر ہند میں ایک اعلیٰ عالمِ دین، اعلیٰ صحافی، اعلیٰ مصنف، اعلیٰ مدبر، اردو کے اعلیٰ ادیب، اور عربی کے اعلیٰ مترجم کے نام سے اعلیٰ مقام ومرتبہ حاصل کر چکے تھے، اور اب ابوالاعلیٰ اس وقت کے اعلیٰ علمی ذوق رکھنے والوں، میں عزت واحترام سے دیکھے جانے لگے تھے۔

دسمبر 1928ء میں دہلی سے حیدرآباد منتقلی کے بعد مستقل رات دن مطالعہ اور تصنیف وتالیف میں مشغول رہتے۔ ضرورت پڑنے پر اپنا کھانا خود ہی پکایا کرتے۔

پہلے پہل حیدرآباد کے ایک صاف ستھرے محلے ''حمایت نگر'' میں ایک کرایہ کے گھر میں رہتے تھے۔ ان ہی ابتدائی دنوں یعنی جنوری 1929ء میں جب شاعر مشرق علّامہ اقبالؒ حیدرآباد تشریف لائے تو وہ حضور نظام میر عثمان علی خاں حاکم دکن کے مہمان خصوصی تھے۔ ڈاکٹر علامہ اقبال کی حیدرآباد آمد اور قیام کے دوران علامہ مودودیؒ کی ان سے یادگار ملاقات ہوئی، شاہی مہمان خانہ (نامپلی باغ عامہ) میں علامہ اقبال قیام پذیر تھے اور نوجوان اسلامی اسکالر، معروف مدیر ومصنف مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی، شیروانی ورومی ٹوپی کے ساتھ Clean shave تھے۔ ''الجہاد فی الاسلام'' کا علامہ اقبال مطالعہ کر چکے تھے۔ سید ابوالاعلیٰ کے علم وقلم کے قائل تو تھے ہی، ملاقات وگفتگو کے بعد نوجوان مودودی سے علامہ اقبالؒ بہت متاثر بھی ہوئے تھے۔

تاریخ ''آل سلجوق'' کی تالیف 3/جون 1929ء کو مکمل کی۔ ابن خلکان کے ان حصوں کا ترجمہ کیا جو فاطمی خلفاء سے تعلق رکھتے تھے۔

ستمبر 1929ء میں جہاں سید ابوالاعلیٰ مودودی نے چھبیس (26) سال مکمل کر لیے، وہیں اسلام کی تعلیمات اور دعوتِ دین کے کام کی ضرورت کو مسلمانوں کے ساتھ ساتھ غیر مسلموں میں بھی عام کرنے کی موثر سعی کو بڑی حد تک مقصدِ حیات بنالیا تھا۔

مولانا مودودی اس سال جہاں علامہ اقبال سے ملے وہیں حیدرآباد کی معروف علمی، ادبی، دینی شخصیات اور ملت اسلامیہ کا درد رکھنے والی مقامی (حیدرآبادی) اور غیر مقامی (دیگر علاقوں خصوصاً شمالی ہند سے آئے ہوئے) حیدرآباد میں مقیم شخصیات سے ملاقات کر کے ملی مسائل پر گفتگو بھی کیا کرتے تھے۔ تاہم نوابوں اور رئیسوں سے کبھی کسی قسم کا مالی تعاون حاصل نہیں کیا۔ وَّقَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ﴿۱۷۳﴾ (آل عمران: ۱۷۳)

عمر۔ستائیس (۲۷) سال

(25/ستمبر 1929ء تا 24/ستمبر 1930ء)

حکومت آصفیہ کی بقا کے لیے ایک عظیم اسکیم کی تیاری، "الجہاد فی الاسلام" کی دوسری اشاعت، صحت کی خرابی، بھوپال اور دہلی کا سفر وقیام، تصوف کے چاروں سلسلوں کے اکابر سے ربط، "رسالۂ دینیات" (Towards understanding Islam) کی اشاعت

نظام حیدرآباد دکن کی عظیم الشان سلطنت کی بقاء کی کوشش اور اس کے لیے تبلیغ اسلام کی ضرورت کو واضح کیا۔نواب یوسف علی خاں سالار جنگ سوم کی اس خواہش پر کہ نظام دکن کی اس عظیم سلطنت کو کن خطوط پر باقی رکھا جا سکتا ہے، ایک قابلِ عمل خاکہ (اسکیم) تیار کر کے پیش کیا۔

مولانا مودودیؒ نے تقسیمِ ہند کی جدوجہد اور اس کے انجام کا اندازہ لگا لیا تھا۔سلطنت نظام دکن کی نوعیت اور عبرت ناک انجام کے پیشِ نظر، نظامِ دکن کی حکومت کو مضبوط بنانے کے لیے، دین کی دعوت کو عام کرنے، اور مسلمانوں کی اقلیت کو اکثریت میں لانے کے لیے، 7/جنوری 1930ء کو چند تجاویز پیش کیں۔

نواب سالار جنگ (سوم) نے جو سید ابوالاعلیٰ مودودی کی تحریر اور دور اندیشی سے بہت متاثر تھے۔حیدرآباد میں سید ابوالاعلیٰ سے ایک ملاقات میں غالبًا اواخر 1929ء میں تحفظ نظام شاہی کے لیے ایک قابل عمل اسکیم تیار کرنے کی خواہش کی۔

سید ابوالاعلیٰ مودودی نے دو ماہ کے اندر کافی غور وفکر اور بڑی عرق ریزی سے اسکیم تیار کی تھی۔کاش اُس کی کوئی عملی صورت پیدا ہوتی، مگر اُس اسکیم کو نظام دکن تک پہنچنے ہی نہیں دیا گیا۔اُس اسکیم میں اُردو، تلنگی (تلگو)، مرہٹی، کنڑی، ہندی اور مارواڑ زبان میں (۱) اسلام کی بنیادی تعلیمات کی اشاعت (۲) زبانی تلقین، مبلغین کا گھر گھر door to door پہنچ کر غیر مسلموں کو اسلام اور قرآن وسیرت محمدی سے واقف کرانا اور چند سال کے اندر اندر مجبور اور عام اَن پڑھ، نام نہاد ہندو آبادی کو ملتِ اسلامیہ میں شامل کر کے مسلم اقلیت کو اکثریت میں تبدیل کرنے کی قابلِ عمل اسکیم پیش کی تھی۔اس تحریر کے آخر میں مولانا مودودی کی دستخط، تاریخ کے ساتھ ۷/جنوری ۱۹۳۰ درج ہے۔

اس اسکیم کے تحت غیر مسلموں کو اسلام کی اصل تعلیمات سے متعارف کرانا اور اچھا مسلمان بنانا تھا۔اس کے لیے تلنگی بولنے والے ۵۰/لاکھ سے زیادہ باشندوں، مراٹھی کے تقریباً ۲۹/لاکھ، کنٹری زبان بولنے والے ۱۶/لاکھ باشندوں پر کس طرح منصوبہ بند کام اور اس کے لیے لٹریچر اور داعیوں کے اخراجات کا مکمل بجٹ، اور طریقۂ کار کا مکمل نقشہ بھی پیش کر دیا تھا۔مگر مسلمانوں میں موجود منافقین اور مکروہ سازشی ٹولے نے نظامِ دکن میر عثمان علی خاں کو انتظامی امور سے بتدریج بے دخل کرنے اور عیش وعشرت میں مشغول کرنے میں کامیاب ہو گئے۔اور مسلمانوں کی ایک تابناک اور اعلیٰ وخوش حال سلطنت کو انگریز و کانگریس سے بچانے کی ممکنہ تدابیر پر کوئی مخلصانہ ومدبرانہ توجہ نہیں دی گئی۔[1]

(تبلیغ اسلام کی ایک قابل عمل اسکیم)

سید ابو الاعلیٰ مودودی کی نہایت تحقیقی اور تاریخی حقائق پر مشتمل کتاب ''دولتِ آصفیہ اور حکومتِ برطانیہ'' کی اشاعت 1928ء میں ہو چکی تھی اور اس کتاب کی اشاعت سے قبل اخبار ''الجمعیۃ'' میں ان مضامین کی اشاعت ہوئی۔ جس نے سید مودودی کو حیدر آباد آنے سے قبل ہی حیدر آباد کے علمی حلقہ میں بہت معروف ومقبول بنا دیا تھا۔نظام ہفتم میر عثمان علی خاں بہادر، لقب سلطان العلوم جن کی علم پروری کی وجہ سے شہر حیدر آباد متحدہ ہندوستان کا ''مدینۃ العلم'' بنا ہوا تھا۔جہاں برصغیر ہند کے ہر ذی علم کی قدر کی جاتی تھی، ملک کے نامور علماء یہاں تشریف لائے شہر حیدر آباد کو اپنا محبوب وطن بنایا اور یہیں مدفون بھی ہیں۔چنانچہ تین اہم علمی ادارے ''دائرۃ المعارف'' ''دارالترجمہ'' اور ''جامعہ عثمانیہ'' اپنے دور کے عالمی معیار کے ادارے تھے۔

نظام گورنمنٹ کے شعبۂ دینیات کی خواہش و ناظمِ تعلیمات حیدر آباد دکن مولانا مناظر احسن گیلانی صاحب کی فرمائش پر میٹرک کے لیے نصابی کتاب کے طور پر رسالہ ''دینیات'' تیار کیا۔اس کتاب میں اسلامی عقائد واعمال، مقتضیات اور ضروریات کی تشریح وتوضیح عام فہم انداز میں کی گئی ہے۔[2] ''رسالہ دینیات'' کی مقبولیت کا عالمی ریکارڈ یہ

نوٹ: نواب سالار جنگ (سوم) کو دی گئی دعوتِ دین کی اِس منظم اسکیم کے بغور مطالعہ سے مجھ پر یہ بات واضح ہوئی ہے کہ مولانا سید ابو الاعلیٰ مودودیؒ نے بعد میں ''دارالاسلام'' کے قیام کا جو تصور پیش کیا وہ انہی نقوش کی عکاسی کرتا ہے۔علامہ اقبال، علامہ محمد اسد (جن کا سابقہ نام لیوپولڈوس تھا)1900ء-فروری1992ء اور چودھری نیاز علی صاحب سے ملاقات کے بعد 1937ء میں دارالاسلام۔جمال پور، پٹھان کوٹ کے منصوبے کو عملی جامہ پہنانے کے لیے مارچ1938ء میں حیدر آباد سے ہجرت کا فیصلہ کر لیا۔(مرتب)

وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا وَاِنَّ اللّٰهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِيْنَ ۝ (العنکبوت:۶۹)

ا تلخیص ''وثائق مودودیؒ''۔لاہور۔صفحہ (۵۱ تا ۵۴) خلیل احمد حامدی۔سلیم منصور خالد۔

۲ با قاعدہ کتابی اشاعت تیسری بار ادارہ ''ترجمان القرآن'' لاہور سے مارچ ۱۹۳۹ء میں ہوئی۔صفحات ۱۳۶ تھے۔سال 1929ء1930ء سے یہ کتاب حیدر آباد کے میٹرک نصاب میں شامل کر لی گئی۔یہ کتاب صرف پندرہ بیس دن میں تیار کی گئی۔

ہے کہ اس کا ترجمہ دنیا کے کم وبیش ستر (70) زبانوں میں ہو چکا ہے اور اس کا سلسلہ ہنوز جاری ہے۔ پروفیسر خورشید احمد صاحب کے انگلش ترجمہ Towards Understanding Islam نے ہزاروں غیر مسلموں کو مسلمان بنایا ہے جن میں، مشرک، یورپ وامریکہ، فرانس وجرمنی وجاپان کے نصاریٰ اور دیگر اہلِ کتاب بھی شامل ہیں۔ خود ہندوستان میں ہزاروں غیر مسلم بھائی اس کے مطالعہ کے بعد مشرف بہ اسلام ہو چکے ہیں۔

دورانِ قیام حیدرآباد تمام علوم دینیہ اور تاریخ کا گہرا مطالعہ کیا۔

اگست 1930ء میں بیمار ہوئے اور دہلی چلے گئے۔ چند ماہ دہلی میں قیام کیا اور پھر ابومحمد مودودی بڑے بھائی کے پاس بھوپال میں مقیم رہ کر مکمل تاریخ دکن کا مواد فراہم کر لیا۔

اسی سال 1930ء میں دار المصنّفین اعظم گڑھ سے ''الجہاد فی الاسلام'' کی دوسری مرتبہ اشاعت ہوئی۔ سید مودودی نے مستقل ذریعۂ معاش کی تلاش میں دہلی، بھوپال اور حیدرآباد دکن کے اسفار کیے۔ علمی وتحقیقی مطالعہ اور تحریری مصروفیات جاری تھیں، زندگی میں کبھی معاش کے لیے اپنے اصولوں سے مصالحت نہیں کی، ہمیشہ حق وصداقت، عدل وامانت اور توکل علی اللہ پر قائم رہے۔

وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا ۝ وَّيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ اِنَّ اللّٰهَ بَالِغُ اَمْرِهٖ قَدْ جَعَلَ اللّٰهُ لِكُلِّ شَيْءٍ قَدْرًا ۝ (الطلاق: ۲، ۳)

دہلی سے حیدرآباد ہجرت کے وقت حیدرآباد دکن ہی کو اپنی علمی خدمات کا مرکزی مقام اور وطن بنا لینے کا ارادہ کر لیا۔ حیدرآباد ان دنوں پورے متحدہ ہندوستان میں سب سے زیادہ خوش حال اور علمی خدمات کا مرکز تھا۔ مملکت آصفیہ اور میر عثمان علی خاں بہادر کی حکومت پورے ملک میں ایک مثالی حکومت تھی۔ ہندو مسلم متحد اور بالعموم عوام امن پسند تھے۔ نظام دکن عثمان علی خاں نے اہم ترین منصب صدر المہام یعنی وزیرِ اعظم کا عہدہ ایک ہندو ''کشن پرشاد'' کو عطا کیا تھا۔

سید ابوالاعلیٰ مودودی نے اپنے علمی وتحقیقی مطالعہ سے ملکی، ملی مسائل پر ''تحریک آزادیٔ ہند اور مسلمان'' کے نام سے ایک کتاب تحریر کی۔ ان کو اس بات کا بخوبی ادراک تھا کہ ہندو مسلم قیادت میں مخلصین اور منافقین، نیک نیت اور شاطر افراد موجود ہیں۔ انہوں نے گزشتہ پندرہ (۱۵) برسوں میں ایک مومن انسان، ایک خیر خواہ صحافی، ایک غیر متعصب مورخ، ایک مخلص مسلمان، ایک غیر جانب دار محقق، حقیقت بیں مصنف اور ذہین نوجوان رہنما کی حیثیت سے اپنا ایک اعلیٰ مقام، اللہ کی مدد ونصرت سے بنا لیا تھا۔

نوٹ: 1929ء میں مولانا عطاء اللہ شاہ بخاری نے ایک نئی تنظیم ''احرار ہند'' قائم کی۔ یہ پنجاب کے قوم پرست مسلمانوں کی تنظیم تھی۔

مولانا سید ابوالاعلیٰ کا حیدر آباد کی اس وقت کی تمام معروف شخصیات سے ملاقات اور اہم مسائل پر گفتگو کے ساتھ ان کی اپنی تالیفی و تصنیفی مصروفیت اور عمیق مطالعہ کا سلسلہ جاری تھا۔ حیدر آباد میں جہاں جامعہ عثمانیہ عصری یونیورسٹی (تاسیس یکم محرم ۱۳۳۷ھ مطابق اگست 1918ء) تھی وہیں جامعہ نظامیہ دینی درس گاہ (قیام ۱۲۹۲ھ مطابق 1874ء) بھی تھی۔ ابوالاعلیٰ مودودی کا تعلق دونوں تعلیمی مراکز کے ذمّہ دار و معروف علمی شخصیات سے تھا۔

ان دنوں حیدر آباد چاروں دینی تربیتی اور تصوف کے سلسلوں کا مرکز بھی تھا، ان تمام سلسلوں یعنی سلسلۂ چشتیہ، سلسلۂ قادریہ، سلسلۂ سہروردیہ، سلسلۂ نقشبندیہ کے معروف مرشدوں سے نوجوان سید ابوالاعلیٰ طویل ملاقاتیں بھی کرتے اور گفتگو بھی۔[1] سید ابوالاعلیٰ کو قرآن کی بنیاد پر عالمگیر انقلاب کے لیے تجربہ کار مخلص مومنین کی تلاش تھی۔

اس لیے دہلی، حیدر آباد، اور بھوپال میں انہوں نے اُس وقت کے تمام معروف اہل علم حضرات سے ملاقات و استفادہ کے ساتھ قرآن اور رسالتِ محمدی ﷺ کی اصل دعوت ''وَكَذٰلِكَ جَعَلۡنٰكُمۡ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوۡنُوۡا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ '' (سورۃ البقرۃ: ۱۴۳) کے بھولے ہوئے سبق کو یاد دلاتے ہوئے ان تمام معروف دینی و ملی شخصیات سے اپنی گفتگو کو مرکوز کرنے کی سعی بھی کی۔

اس سال خطیب و امام مسجد شاہی، باغ عامہ حافظ وقاری مولانا عبدالرحمن بن محفوظ جامع السلاسل سے بھی اہم قرآنی علوم سے استفادہ کیا۔[2] ان کے علاوہ صوفی سید شاہ عبدالقدیر صاحب، مولوی عبدالقادر صدیقی صاحب، علامہ عبداللہ العمادی صاحب، شاہ عبدالحامد قادری بدایونی صاحب، جناب ذوقی شاہ صاحب، اور وزیر علی خاں صاحب المعروف ابومحمد مصلح، پروفیسر ہارون خاں شروانی صاحب، پروفیسر الیاس برنی صاحب، پروفیسر انور اقبال قریشی صاحب، پروفیسر عبدالقادر صاحب اور دائرۃ المعارف کی معروف شخصیتوں سے ملت مسلمہ کے مسائل پر ملاقاتیں

---

[1] مولانا حافظ ولی اللہ (شیخ المعقولات والفقہ جامعہ نظامیہ) کی روایت کے مطابق مودودی صاحب اکثر سید کمال اللہ شاہ المعروف مچھلی والے شاہ صاحب جامع السلاسل (چاروں سلسلوں کی نمائندہ شخصیت، ان کی ایک نایاب فوٹو اس کتاب میں شامل کی گئی ہے) سے قرآن وسنت اور تزکیہ وتصوف پر علمی گفتگو کرتے۔ وہ نوجوان ابوالاعلیٰ مودودی کی علمی قابلیت کے قائل ہوگئے تھے۔ حافظ ولی اللہ صاحبؒ سے خود میری بھی ملاقاتیں رہیں، ان کے دو بیٹے حافظ عبداللہ اور حافظ عبداللطیف سے میری رفاقت آج بھی ہے۔ (مرتب)

[2] یہاں ہر جمعہ میر عثمان علی خاں حاکم دکن اپنے خانوادہ کے ساتھ نماز جمعہ ادا کرنے پابندی سے آتے تھے۔ اور عام مصلیوں کے ساتھ نماز جمعہ ادا کرتے تھے۔ سید ابوالاعلیٰ مودودی بھی کبھی اتفاقاً یہاں جمعہ ادا کرتے۔ مگر سید ابوالاعلیٰ نے کبھی شاہ عثمان علی خاں صاحب سے ملاقات ومصافحہ کی نہ خواہش کی اور نہ کوشش۔

''سیرتِ سرورِ عالم''، صلی اللہ علیہ وسلم جلد دوم وسوم ''تفہیم القرآن'' جلد ششم میں سورۃ اللیل، والضحیٰ، الم نشرح کی تشریحات کے مطالعہ کے وقت ایک مخلص مسلمان کی مطلوبہ سیرت وکیفیت کی جو تصوراتی تصویر بنتی ہے میری نظر میں کم وبیش وہی حالت اپنی عمر کے ۲۶۔۲۷۔۲۸ سالہ دور میں نوجوان سید ابوالاعلیٰ مودودی کی تھی۔ (مرتب)

کی۔ یہ سید ابوالاعلیٰ مودودی کی بے چین روح کی فکر اور اس کے تڑپتے ہوئے نوجوان دل کا معمول تھا۔

1918ء میں جامعہ عثمانیہ (Osmania University) کے قیام کے ساتھ ہی دار الترجمۃ (Translation Chamber) کا آغاز ہوا۔ اس ادارہ کے تحت علمی اور تعلیمی میدان میں موجود تمام مضامین کو ''اردو'' زبان میں ترجمہ کا کام ایک تحریکی انداز میں شاندار طور پر ہوا۔

یہ کام حیدر آباد دکن کو دنیا میں ایک امتیازی (Distinctive) شہر بناتا ہے۔

اس ادارہ میں 30 سے 40 منتخب افراد تھے جن میں قابل ذکر لوگ یہ تھے:

(۱) میر ولی الدین (۲) ڈاکٹر رضی الدین صدیقی (۳) مناظر احسن گیلانی (۴) سید ابوالخیر مودودی (۵) ڈاکٹر وحید الدین (۶) ڈاکٹر محمد حمید اللہ (۷) ڈاکٹر یوسف حسین خاں (۸) عبدالماجد دریابادی (۹) سید سلیمان ندوی (۱۰) ڈاکٹر سید عبداللطیف وغیرہ۔ (ابتدائی لوگوں میں مولوی عبدالحق ناظمِ ادارہ تھے) ان سب سے مولانا مودودی کی ملاقات تھی۔

المسئلة الشرقية۔ مصطفیٰ کامل پاشاہ (مصری) کی عربی کتاب کا اردو ترجمہ کیا جو 400 صفحات پر محیط ہے۔ اس میں خلافتِ عثمانیہ کی داستان عروج وزوال بیان کی گئی ہے۔ اس ترجمہ سے علمی حلقوں اور عربی مترجمین کی نظر میں سید ابوالاعلیٰ مودودی کا پورے ہندوستان میں ایک اعلیٰ مقام، ان کے قیام شمالی ہند کے علمی مرکز دہلی 1927ء میں ہی بنا دیا تھا۔ اب جنوبی ہند کے علمی مرکز حیدر آباد دکن کی علم دوست محققین اور معاشرہ کے شرفاء میں بھی ایک اعلیٰ مقام من اللہ حاصل ہوگیا۔ (الحمد للہ)

....وَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا ۙ فَإِنَّ اللّٰهَ شَاكِرٌ عَلِيمٌ ﴿١٥٨﴾ (البقرۃ)

اور جو کوئی بہ رضا و رغبت خیر اور بھلائی کا کام کرے گا اللہ کو اس کا علم ہے اور وہ اس کی قدر کرنے والا ہے۔

''ہم دیکھتے ہیں کہ 1929 تک سید مودودیؒ نے متنوع موضوعات پر اظہار خیال کیا ہے، مضامین کے موضوعات سے اندازہ ہوتا ہے کہ سید مودودیؒ نے محسوس کر لیا تھا کہ اب اگر اسلامی فکر کو مسجدوں اور خانقاہوں سے نکال کر استدلال کی قوت کے ساتھ پیش نہ کیا گیا تو خود مسلمانوں کا اسلام کی حقانیت اور مکمل ضابطہ حیات ہونے کے دعوے سے اعتماد اُٹھ جائے گا''

عمر۔ اٹھائیس (۲۸) سال

(25 ستمبر 1930ء تا 24 ستمبر 1931ء)

قیام بھوپال ودہلی، عربی کتاب ''الاسفار الاربعۃ'' کا اردو ترجمہ، ''عالمگیر تحریک قرآن مجید'' کا قیام اور ابو محمد مصلح صاحب کی سرپرستی، مختصر تاریخ دکن کی اشاعت

مولانا حمید الدین فراہیؒ کا انتقال 11 نومبر 1930ء کو ہوا۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔ مولانا مودودیؒ نے قیام حیدرآباد کے دوران ''دارالعلوم'' حیدرآباد میں ان سے جب وہ صدر مدرس تھے، (ملاقات وگفتگو) اسکول کے ایک نئے طالب علم کی حیثیت سے 1917ء میں ضرور کی مگر سید مودودی اُن کے باقاعدہ شاگرد نہیں رہے۔ البتہ علمی فیض سے مستفید ہوتے رہے۔

6 جنوری 1931ء کو لندن میں مولانا محمد علی جوہرؒ کا انتقال ہوا۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔ ان کے انتقال پر سید ابوالاعلیٰ بہت متاثر، مغموم اور بے حد ملول ہوئے۔ اکثر یاد کر کے روتے، ان کی تقاریر وتحریروں سے متاثر تھے اور ان سے فکری فیض حاصل کیا تھا۔ سید ابوالاعلیٰ لکھتے ہیں:

''مولانا محمد علی جوہر 1930ء میں حق اور سچائی پر ہونے کے باوجود بالکل یکہ وتنہا رہ گئے تھے۔'' [1]

اگست 1930ء سے جون 1931ء تک بھوپال اور دہلی میں رہے۔ دس (۱۰) ماہ بعد جولائی 1931ء میں پھر حیدرآباد آگئے اور اپنے بھائی ابوالخیر مودودی کے ساتھ انہی کے ایک بنگلہ میں رہنے لگے۔ ابوالخیر ''دارالترجمۃ'' عثمانیہ یونیورسٹی حیدرآباد کے رکن تھے۔ ابوالاعلیٰ تحقیقی مطالعہ کے ساتھ ساتھ پورے سال تصنیف وتالیف میں مصروف رہے۔

[1] 1924ء سے 1928ء تک سید مودودی کے مولانا محمد علی جوہر سے بہت قریبی تعلقات تھے۔ وہ لکھتے ہیں:
''محمد علی جوہر جیسا زعیم وعظیم شخص، غلام ہندوستان نے شاید کوئی پیدا نہیں کیا۔ وہ گدائے بے نوا تھے۔ آغا خاں اور مہاراجہ محمود آباد، ان کے حضور جھک کر آتے تھے۔ وہ مسلم اقلیت کے ایک فرد تھے، لیکن ہندو اکثریت کے سب سے بڑے لیڈر۔ گاندھی جی بھی، ان کی بہت عزت کرتے تھے۔ ولبھ بھائی پٹیل، موتی لعل نہرو، جواہر لعل نہرو، راجندر پرشاد وغیرہ تو ان کے سامنے دوسرے درجہ کے لیڈر تھے۔ وہ ایک غلام مُلک کے باشندہ تھے۔ لیکن دنیا کی سب سے بڑی سامراجی حکومت اس سے ڈرتی تھی۔'' (شخصیات نمبر سید ابوالاعلیٰ مودودی۔ ذکریٰ۔ اپریل 1979ء)

نظام الملک آصف جاہ اول کی سیرت پر کتاب لکھی اور ایک کتاب ''مختصر تاریخ دکن'' بھی لکھی جس میں دکن کی سیاسی اور معاشرتی تاریخ بہت موثر انداز میں پیش کی گئی ہے، شائع کی۔

''دارالترجمہ عثمانیہ'' حیدرآباد کے لیے عربی میں محمد صدرالدین شیرازی کی فلسفہ پر مشکل ترین کتاب "الحکمۃ المتعالیۃ فی الاسفار العقلیۃ المعروف بالاسفار الاربعۃ" (اس کتاب کے حصّہ دوم جس میں حصہ سوم اور حصہ چہارم شامل ہیں۔) کا، فی صفحہ پانچ (۵) روپے کے حساب سے اُردو میں ساڑھے تین ہزار (۳۵۰۰) صفحات پر محیط کتاب کا مسلسل آٹھ ماہ کی شب و روز محنت کے بعد بہترین ترجمہ کیا جس پر بطور معاوضہ سترہ ہزار پانچ سو (17500) روپے حالیہ (سکہ سلطنت آصفیہ دکن) مطابق (پندرہ ہزار 15000) روپئے کلدار (برطانوی سکّہ) ملے۔[1]

اس رقم سے انھوں نے اپنی ذاتی لائبریری کے لیے انسائیکلو پیڈیا کا مکمل سیٹ خریدا اور ایک مستعمل کار (Second Haend) بھی خریدی جسے وہ خود چلاتے تھے۔ اس طرح خوش حال رہن سہن میں بھی انہوں نے وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ پر عمل کر کے دکھایا۔[2]

ہندوستان کے معروف رسائل و اخبارات میں سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ کے مضامین کی اشاعت اور ملک و ملت کے مسائل پر مضامین ''ابوالاعلیٰ'' کے نام سے اُن کی مقبولیت کا سلسلہ جاری رہا۔

1930ء میں ''عالمگیر تحریک قرآن مجید'' کا قیام جناب مولوی ابو محمد مصلح کی سرپرستی میں عمل میں آیا۔ ابو محمد مصلح (م 30؍ستمبر 1968ء) ایک صالح انسان تھے۔ انہوں نے بہار کے ایک مقام سہسرام (ضلع رہتاس) سے حیدرآباد آ کر اسے اپنا وطن بنالیا تھا۔ جھیل حیدرآباد، حسین ساگر، دومل گوڑہ کے قریب ایک چھوٹی سی مسجد سے متصل

نوٹ: رئیس الاحرار مولانا محمد علی جوہرؔ 10؍دسمبر 1878ء کو رام پور میں پیدا ہوئے۔ وہ ایک مسلم رہنما، بہترین ادیب اور شاعر، ایک معتبر عالم اور خطیب بھی تھے، بیک وقت اردو اور انگریزی کے بہترین جرنلسٹ و مقرر تھے۔ آزادی ہند کے کارواں کے صف اول کے قائد اور ہندو مسلم اتحاد کے علمبردار بھی تھے۔ مولانا سید مودودی کی طرح علّامہ اقبالؒ، قائدِ اعظم محمد علی جناحؒ اور ابوالکلام آزادؒ بھی مولانا محمد علی جوہرؒ کی قدر اور عزت کرتے تھے۔ ان کی تدفین فلسطین میں بیت المقدس کے قبرستان میں ہوئی۔ دور سے قبر کے مقام کی زیارت مجھے بھی مارچ 2014ء میں نصیب ہوئی ہے۔ جب میں اتباعِ سید مودودی میں بیت المقدس اور ارض القرآن کے سفر کی سعادت حاصل کی تھی۔ (مرتب، احمد ابوسعید)

[1] مگر آج تک اس کتاب کی اشاعت نہیں ہوسکی۔ حیدرآباد کے محکمہ قدیم علمی ریکارڈ، آرکیالوجی .Archaic Dept میں یہ نسخہ آج بھی موجود ہے۔

[2] اسی کتاب "الأسفار الأربعة" کے حصّہ اول کا ترجمہ مولانا مناظر احسن گیلانی صاحبؒ نے کیا تھا۔ ''حصہ دوم'' کی اشاعت اول ستمبر 2018 کو ''شان پبلی کیشنز حیدرآباد سے محترم رفیع الدین فاروقی صاحب حیدرآباد نے کروائی ہے۔

کمرے میں ''عالمگیر تحریک قرآن مجید'' کا مرکزی دفتر تھا۔ آج تک وہ کمرہ اور تختی اور بورڈ بوسیدہ حالت میں بطور آثارِ قدیمہ موجود ہے۔ [1]

دورانِ قیامِ دہلی (1928ء-1920ء) ذاتی مطالعہ کے علاوہ جمعیۃ العلماء کا پرچہ ''مسلم'' اور ''الجمعیۃ'' کی ادارتی وصحافتی مصروفیات۔ تصنیفی وتالیفی مصروفیات، انگریزی زبان پر عبور حاصل کیا۔ دہلی میں موجود مستند ومعروف اساتذہ سے کسبِ فیض کیا اور تکمیل تعلیم پر فراغت کی سند حاصل کی۔ ملکی، ملی اور عالمی مسائل پر سیر حاصل تبصرے بھی کئے۔

یہ چند ایسی مصروفیات تھیں کہ دہلی میں قیام کے دوران انفرادی ملاقاتیں اور میٹنگیں تو بہت ہوئیں مگر پبلک میٹنگ وتقریر کے مواقع میسر نہیں آئے۔ سوائے قیامِ جبل پور (1920-1919)۔

> ہرقوم کا بگاڑ ابتداءً چند افراد سے شروع ہوتا ہے، اگر قوم کا اجتماعی ضمیر زندہ ہوتا ہے تو رائے عام بگڑے افراد کو دبائے رکھتی ہے اور قوم بحیثیت مجموعی بگڑ نہیں پاتی۔
>
> (اقوال مودودیؒ)

---

[1] اس یادگار جگہ کو محفوظ کرنے کی میں خود بھی بہرحال حتی المقدور سعی کررہا ہوں۔ اللہ میری مدد فرمائے، جماعت اسلامی ہند اس پر توجہ دے۔ (مرتب)

نوٹ: (۱) اسی سال علّامہ عنایت اللہ مشرقی نے ''خاکسار تحریک'' کے نام سے ایک تحریک شروع کی، جو مسلمانوں میں آپسی اختلاف ومسلکی تعصب پھیلانے اور انگریز حکومت کے ایجنٹ کا رول ادا کرنے والے مولویوں کے خلاف تھی۔ علامہ عنایت اللہ مشرقیؒ نیک اور مخلص آدمی تھے مگر وہ ایک شدت پسند، غیر متوازن سخت مزاج قائد بھی تھے۔ اللہ ان کی مغفرت فرمائے (آمین)

(۲) ماہر القادری صاحب رقمطراز ہیں: ''1930ء میں میرا حیدرآباد دکن جانا ہوا، مولانا مودودی وہاں پہلے سے پہنچ چکے تھے اور اپنے بڑے بھائی سیّد ابوالخیر مودودی کے ہاں مقیم تھے۔ ابوالخیر صاحب ''دار الترجمۃ'' عثمانیہ کے رکن تھے۔ عربی کتابوں کا ترجمہ ان سے متعلق تھا۔ بنگلے نما مکان تھا، سواری کے لیے موٹر تھی، نوکر چاکر تھے، اسی خوشحال ماحول میں مودودی صاحب اپنے بھائی کے ساتھ رہتے تھے۔ دونوں بھائیوں میں خوب میل جول تھا بلکہ قدرے بے تکلفی بھی تھی، اگرچہ طبیعتوں اور مزاجوں میں کافی فرق تھا۔ جب سید ابوالاعلیٰ مودودی صاحب نے ماہنامہ ''ترجمان القرآن'' کی ادارت سنبھالی تو وہ معظم جاہی مارکیٹ سے ڈیڑھ دو فرلانگ کے فاصلے پر ایک دومنزلہ مکان کے اوپر کے فلیٹ میں رہنے لگے اور ابوالخیر صاحب کے ہاں سے اُٹھ آئے تھے۔

(مولانا مودودی اپنی اور دوسروں کی نظر میں: ص ۳۴۴)

عمر۔ اُنتیس (۲۹) سال

(25 ستمبر 1931ء تا 24 ستمبر 1932ء)

فکری ترجمانی کے لیے ایک ذاتی پرچہ کی فکر دامن گیر، درس قرآن و درس حدیث، جامعہ نظامیہ و جامعہ عثمانیہ کے معروف علمی شخصیتوں سے ملاقاتیں اور مذاکرات

اگست 1930ء سے جولائی 1931ء کے درمیان میں دس گیارہ ماہ دہلی اور پھر بھوپال میں رہنے کے بعد حیدر آباد آئے۔ اس دوران انہوں نے اپنے علاج و معالجہ کے ساتھ ساتھ مطالعہ اور تالیف و تصنیف کا سلسلہ جاری رکھا۔

جب مولانا **ابومحمد مصلح** صاحب بانی **''ادارۂ عالمگیر تحریک قرآن مجید''** حیدر آباد دکن، نے ''ترجمان القرآن'' کے چھ شمارے نکال کر اسے بند کرنے کا ارادہ ظاہر کیا تو سید ابوالاعلیٰ مودودی نے ابومحمد مصلح صاحب کو اُن کی مطلوبہ قیمت ادا کر کے اسے اپنی ملکیت میں لے کر از سر نو اپنی ادارت میں جاری کیا اور پانچ ہزار روپے (Rs.5000) اس کام

نوٹ: مولوی ابومحمد مصلح﷫ مولانا ابوالکلام آزاد﷫ اور علاّمہ اقبال﷫ سے متاثر تھے۔ قرآن مجید کو امن عالم کا ضامن تصور کرتے تھے۔ عالم گیر تحریک قرآن مجید کے ذریعہ قرآن کریم کے تراجم مختلف زبانوں میں کرنا چاہتے تھے۔ انہوں نے خود قرآن مجید کی ترجمانی و تفسیر ''قرآن مجید مع بچوں کی تفسیر'' کے نام سے خدمت انجام دی ہے۔ وہ سادہ مزاج، متقی بزرگ تھے۔ موٹے کھدر کا کرتا پاجامہ ان کا لباس تھا۔ پاؤں میں نواڑ لگی ہوئی کھڑاؤں پہنتے تھے۔ مولانا مودودی نے حیدر آباد کے رئیسوں و جاگیرداروں کے مقابلہ میں اس درویش صفت شخصیت سے فکری ہم آہنگی کی وجہ سے تعلقات و مراسم قائم کر لیے۔ اس پر مستزاد ''حکومت الٰہی کا نظریہ'' قربت اور رفاقت کا باعث بنا۔

جنوری 1929ء سے اگست 1930ء تک پھر جولائی 1931ء سے اگست 1932ء تک مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی، حیدر آباد کے مقامی اصحاب اور ملک کے دیگر مقامات سے حیدر آباد آئے ہوئے علمی، ادبی معروف اصحاب سے ملاقاتیں کرتے رہے، مگر قرآن مجید کی بنیاد پر ملک و ملت و عالمگیر اصلاح کا درد رکھنے والا اور اپنے مقصد کے حصول کے لیے ہر چیز قربان کرنے والا مخلص انسان کوئی نہ ملا۔

ابو مصلح اگرچہ فکری لحاظ سے قریب تھے، مگر عملی تجربہ ان کو بھی نہیں تھا۔ ''عالمگیر تحریک قرآن مجید'' کے تحت ایک ماہ نامہ ''ترجمان القرآن'' کے نام سے رجب 1351ھ مطابق نومبر 1932ء میں جاری تو کر لیا مگر چھ ماہ بعد ہی پرچہ بند کرنے پر مجبور ہو گئے۔ محرم 1352ھ مطابق مئی 1933ء میں سید ابوالاعلیٰ مودودی نے اس پرچہ کو ایک معاہدے کے تحت پرچے کی مُنہ مانگی قیمت دے کر اپنی ملکیت و ادارت میں جاری رکھا۔ ''ترجمان القرآن'' بے شمار نشیب و فراز و مسائل کے باوجود تادم حیات مودودی﷫ جاری رہا۔ اور آج تک لاہور سے شائع ہو رہا ہے۔ یہی پرچہ فکر سید مودودی کی علمبرداری کا آج 2019 تک فریضہ انجام دے رہا ہے۔ الحمد للہ

کے لیے محفوظ کر دیے تا کہ ہر حال میں پرچہ جاری رہ سکے۔ یہ وہ رقم تھی جو، اُن کو "الأسفار الأربعة" عربی کتاب کے آخری دو حصّوں سوم اور چہارم کے پینتیس سو (3500) صفحات کے اردو ترجمہ سے ملی تھی۔ اس رسالہ ''ترجمان القرآن'' کو آپ نے نامساعد حالات کے باوجود تا دمِ حیات جاری رکھا۔

ماہ نامہ ''ترجمان القرآن'' بعد میں تحریک اسلامی اور مسلمانوں کے لیے روشنی کا ایک مینار ثابت ہوا۔ اس کا مقصد اعلاء کلمۃ اللہ اور دعوت جہاد فی سبیل اللہ تھا۔ برصغیر ہند و پاک کے مسلمان خصوصاً اور عالمِ اسلام عموماً اس رسالہ سے فیض یاب ہوتا رہا۔ ''ترجمان القرآن'' نے مسلمان کو ایک انقلابی قوم اور اسلام کو ایک انقلابی دین کی شکل میں پیش کیا، اور ثابت کیا کہ ایک قابلِ عمل نظام، جو ایک کامیاب حکومت چلانے کے لیے صرف اسلام ہی کی شکل میں حاصل ہے اور امت مسلمہ کو کامیاب حکومت کے قیام کے لیے جن اصول اور قوانین کی ضرورت ہے وہ اسلام کی شکل میں موجود ہے، انہیں کہیں سے بھیک مانگنے کی ضرورت نہیں ہے۔ ''ترجمان القرآن'' کا ابتدائی دور بہت صبر آزما اور کٹھن تھا۔ بعد میں ہندوستان کے علم دوست مسلمان طبقے کا یہ مقبول ترین پرچہ بن گیا۔

خود علّامہ اقبالؒ اس کے بڑے قدرداں بن گئے تھے اور حیدر آباد دکن کے عمائدین و مشاہیر میں اس کی پذیرائی ہوگئی تھی۔ نواب فخر یار جنگ اور نواب بہادر یار جنگ جیسے بااثر لوگ بھی دینی حمیت کی بدولت اسی (ترجمان القرآن) کے ذریعہ ہی سے سید ابوالاعلیٰ مودودی سے قریب ہوئے۔

سید ابوالاعلیٰ مودودی 1930ء سے 1936ء تک مختلف مساجد اور مجالس میں درس قرآن دیا کرتے تھے۔ ان مساجد میں حسین ساگر دول گنٹہ، حسین ساگر کی مسجد اور اس کے علاوہ معظم جاہی مارکٹ مالا کنٹہ اور فصیح جنگ کی مسجد، افضل گنج کی قطب شاہی جامع مسجد شامل ہیں، کتب خانہ آصفیہ، جہاں پر سید ابوالاعلیٰ کا بیشتر وقت مطالعہ، تالیف وتصنیف میں گزرتا تھا، اس کے سامنے کی چمن کی مسجد اور خیرت آباد کی جامع مسجد، بہادر یار جنگ کے قیام گاہ کے قریب کی مسجد اور ڈاکٹر سید عبداللطیف صاحب کے گھر آغا پورہ مکان نمبر 470 کے قریب کی مسجد میں درسِ قرآن موقع

---

۱ ابو محمد مصلح صاحب کا اصلی نام وزیر علی ولد چراغ علی خاں تھا، انہوں نے بہار کے ایک مقام سہسرام (ضلع رہتاس) سے آ کر حیدر آباد کو اپنا وطن بنالیا تھا۔ (بہ روایت۔ اسمٰعیل علی خاں۔ پوتے ابو محمد مصلح مقیم مسجد ٹیا نک بنڈ۔ حیدر آباد دکن)

نوٹ: حکومت آصفیہ، میر عثمان علی خان کی بادشاہت میں حیدر آباد دکن کو دنیا کی اوّلین اور واحد اردو میڈیم یونیورسٹی چلانے کا شرف حاصل ہے، اس عثمانیہ یونیورسٹی کے ایک عظیم ادارہ ''دارالترجمۃ'' کے ذریعہ دنیا کے تمام جدید تدریسی علوم جس میں انجینیر نگ میں .B.E، طب میں .M.B.B.S، قانونی تعلیم Law میں L.L.M دیگر یونیورسٹی Level کی تمام تعلیمی شعبوں (Faculties) کی نصابی کتب کا اردو میں ترجمہ کروا کر ایک تاریخی کام انجام دیا جو دیگر مسلم ممالک بشمول پاکستانی حکومت نے بھی آج تک نہیں کیا ہے۔

اور محل کے لحاظ سے دیا کرتے تھے۔[1] موضوع عام طور پر مسلمانوں کا بنیادی منصب اور مقصد ہوتا۔

مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی کے تعلقات اسلامی درس گاہ ''جامعہ نظامیہ'' کے اساتذہ اور ذمہ داروں سے بھی تھے اور عصری درس گاہ ''جامعہ عثمانیہ'' کے اساتذہ میں مولانا مناظر احسن گیلانی، جناب حسین علی خاں، جناب عبدالمجید صدیقی ،جناب ہارون خاں، جناب یوسف حسین خاں، جناب جمیل الرحمن، جناب الیاس برنی اور قاضی محمد حسین (نائب سکریٹری امیرِ جامعہ) سے بھی تھے۔[2]

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَلَا تُبْطِلُوْٓا اَعْمَالَكُمْ ﴿٣٣﴾ (محمد)

اے لوگو جو ایمان لائے ہو، تم اللہ کی اطاعت کرو اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت کرو اور اپنے اعمال کو برباد نہ کرلو۔

كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ ؕ وَلَوْ اٰمَنَ اَهْلُ الْكِتٰبِ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ ؕ مِنْهُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ وَاَكْثَرُهُمُ الْفٰسِقُوْنَ ﴿١١٠﴾ (سورہ اٰل عمران) ترجمہ: اب دنیا میں وہ بہترین گروہ تم ہو جسے انسانوں کی ہدایت و اصلاح کے لیے میدان میں لایا گیا ہے تم نیکی کا حکم دیتے ہو، بدی سے روکتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو یہ اہل کتاب ایمان لاتے تو انہی کے حق میں بہتر تھا اگرچہ ان میں کچھ لوگ ایمان دار بھی پائے جاتے ہیں مگر اِن کے بیشتر افراد نافرمان ہیں۔

اردو زبان کی خدمت اور ''میر عثمان علی خان'' حاکم دکن

حاکم دکن میر عثمان علی خان نے اردو کی وہ خدمت کی جو حکومت پاکستان نے اپنے قیام کے ساٹھ (60) سال بعد بھی اردو کی زبانی سرپرستی کے دعوے کے سوا کوئی قابلِ قدر خدمت نہیں کی۔ جب کہ حکومت آصفیہ حیدرآباد دکن نے متحدہ ہندوستان (جس میں مشرقی ومغربی پاکستان وسری لنکا سب شامل تھے) کے ہر 'اردو ادارہ' کی بھرپور مدد کی۔

مذہبی شخصیتوں کے معاملے میں بھی نظام دکن بڑے فراخ دل تھے۔ ہر انسان میں خوبیوں کے ساتھ کچھ کمزوریاں بھی ہوتی ہیں۔ حاشیہ بردار لوگ صحیح کو غلط اور غلط کو صحیح باور کروانے میں بڑے ماہر ہوتے ہیں۔ اور نظامِ دکن بھی ان اشرار کا شکار ہوگئے۔

[1] بقول ڈاکٹر حسن الدین (آئی۔اے۔ یس۔ اور پی۔اے۔ سابقہ وزیر اعظم ہند محترمہ اندرا گاندھی صاحبہ) جناب سید ابوالاعلیٰ مودودی صاحب جناب غلام محمود قریشی صاحب کے مکان پر خواتین کے لیے درس قرآن بھی دیتے تھے۔ اس محفل میں خود ان کی رشتہ دار محترمہ آغا بیگم جو اُن کے والد نواب دین یار کی بیگم تھیں اور بیگم غلام محمود قریشی بھی شرکت کرتی تھیں۔ پس پردہ مودودی صاحب خواتین کے سوالات کے جوابات بھی دیتے تھے۔ اس طرح تحریر کے ساتھ ساتھ تقریر وتدریس کا سلسلہ شروع ہوا۔ عمومی دعوتِ دین کا کام درس قرآن ہی سے شروع کیا۔ حسن الدین احمد صاحب سے مرتب احمد ابوسعید کے بہت قریبی ودیرینہ تعلقات تھے۔

[2] سید مودودی کا عہد۔ سید نقی علی۔ کورٹلہ کریم نگر۔ حیدرآباد دکن۔

عمر۔ تیس (۳۰) سال

(25/ستمبر 1932ء تا 24/ستمبر 1933ء)

مولانا مودودی کی داڑھی کا مسئلہ، ترجمان القرآن کی ادارت وملکیت، مقصد حیات اور طریق کار کا تعین

ماہ نامہ ''ترجمان القرآن''، رجب ۱۳۵۱ھ مطابق اکتوبر 1932ء سے ذی الحجہ ۱۳۵۱ھ مطابق مارچ، اپریل 1933ء تک مولانا ابو محمد مصلح صاحب کی ادارت اور ملکیت میں نکلتا رہا۔

محرم ۱۳۵۲ ہجری سال کے آغاز مطابق اپریل/مئی 1933ء سے مولانا سید ابوالاعلیٰ کی ادارت اور ملکیت میں پرچہ جاری ہوا۔ بعد میں از روئے قانون مولانا ابو محمد مصلح صاحب کو ان کی مطلوبہ رقم ادا کرنے کے بعد پرچہ کا ڈیکلریشن بھی مولانا مودودی نے اپنے نام کروالیا تاکہ جریدے میں شائع ہونے والے تمام مضامین کے وہ خود براہ راست مسئول وجواب دہ قرار پائیں۔

''تنقیحات'' کے مضامین کی ابتدا بھی اسی سال اکتوبر 1932ء میں ہوئی۔[۱]

مولانا مناظر احسن گیلانی صاحب جو ''جامعہ عثمانیہ'' کے صدر شعبہ دینیات اور دار الترجمہ کے ناظم الامور تھے۔ مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی کی عالمانہ بصیرت آمیز اور محققانہ، پُرتاثیر تحریر سے متاثر تھے۔ انہوں نے وزیرِ تعلیم سر اکبر حیدری کی اجازت سے مولانا مودودی کو ''عثمانیہ یونیورسٹی'' کے شعبۂ دینیات کی پروفیسری کی پیشکش کی۔ نوجوان مولانا سید مودودی نے اس اعلیٰ درجہ کی ملازمت سے انکار کر دیا۔ سید ابوالخیر مودودی جو یونیورسٹی میں دار الترجمۃ سے منسلک تھے۔ بڑے بھائی کے توسط سے سید ابوالاعلیٰ مودودی کو راضی کروانے کی کوشش کی۔ لیکن سید ابوالاعلیٰ مودودی نے بہترین تنخواہ والی یونیورسٹی کی سرکاری ملازمت کو قبول کرنے سے انکار کر دیا۔

بڑے بھائی سید ابوالخیر اور چھوٹے بھائی سید ابوالاعلیٰ کے درمیان اس موضوع پر چھ (6) گھنٹے کی طویل گفتگو رہی۔ بالآخر سید ابوالاعلیٰ مودودی نے بڑے بھائی سے دردمندانہ اور بھرائی ہوئی آواز میں کہا کہ

---

[۱] یہ کتاب 20 مضامین کا مجموعہ ہے۔ یہ مضامین اکتوبر ۱۹۳۲ء سے مارچ ۱۹۳۸ء کے دوران لکھے گئے ہیں۔ ان میں سے تین مضامین پر مشتمل ایک مجموعہ ''نشانِ راہ'' کے عنوان سے الگ بھی شائع ہوا ہے۔

''بھائی صاحب میں آپ کے مشورے کی قدر کرتا ہوں ۔مگر میں دیکھ رہا ہوں ۔حالات بہت خراب اور بھیانک ہو چکے ہیں ۔اور مجھے واضح طور سے وہ پُرخطر سیلاب نظر آ رہا ہے، جس سے ملتِ اسلامیہ ہند کو دو چار ہونا پڑے گا، اور وہ سیلاب 1857ء کے ظالم وجابر اور مکار انگریز کے 'غدر' کے سیلاب سے بھی کہیں زیادہ مہلک اور تباہ کن ہوگا۔مسلمانوں کو خاص طور پر اور تمام ہندوستانیوں کو عام طور پر اس خطرے سے آگاہ کرنا میرا فرض ہے۔اپنی ہمت، صلاحیت اور قوت کے مطابق ان شاء اللہ میں ملت کی کچھ نہ کچھ خدمت کی سعی کروں گا۔اگر میری آرزو اور قلم میں خلوص ہوگا تو ضرور میری سعی، اللہ کی مدد سے رنگ لائے گی اور میں عنداللہ اس کا اجر پاؤں گا''

میرے محترم بھائی جان! مجھے قوم اور ملت سے کوئی قدر و منزلت اور اجرت مطلوب نہیں ہے۔ بھائی صاحب! کسی سرکاری وحکمراں ادارے، یا بادشاہ ونواب کی سرپرستی میں چلنے والے اداروں میں تنخواہ کے عوض ملازمت سے، غلامانہ وموقع پرست ذہنیت ہی پروان چڑھتی ہے۔''

بڑے بھائی ابوالخیر مودودی نے تیس (۳۰) سالہ سید ابوالاعلیٰ مودودی کو سمجھانے کی پوری کوشش کی اور کہا:''کہ تم پندرہ (۱۵) سال سے مسلمانوں کو دیکھ اور آزما چکے ہو۔مولانا محمد علی جوہرؒ کا اُن کی قابلیت ،خلوص اور صداقت کے باوجود کیا حشر ہوا۔ان کی جیب خالی تھی، قوم نے ان پر اعتماد کے باوجود شک کیا۔اس کے برخلاف محمد علی جناح اپنے ذاتی مصارف کے لیے قوم کے محتاج نہیں تھے۔قوم نے اُن پر بھرپور اعتماد کیا اور ان کی ہر بات اور مشورے پر لبیک کہا۔ان حالات میں بہتر ہوگا کہ کالج میں دینیات کی پروفیسری قبول کرلو، کالج والے تم کو انتہائی بہترین گریڈ (Grade) دینے کے لیے تیار ہیں۔سال دو سال میں کچھ رقم پس انداز کرلو پھر جو چاہو کرو، علمی، ملّی اور سیاسی محاذ پر کام کرو۔'' اس دردمندانہ فہمائش کے باوجود سید ابوالاعلیٰ مودودی نے سید ابوالخیر بڑے بھائی سے کہا:''بھائی صاحب آپ مہربانی فرما کر مجھے میرے موقف پر قائم رہنے دیجئے۔'' بڑے بھائی ابوالخیر مودودی نہایت ناگواری سے ابوالاعلیٰ مودودی کی حالت ودلیل پر چپ ہو گئے۔

اِنَّهٗ مَنۡ يَّتَّقِ وَيَصۡبِرۡ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيۡعُ اَجۡرَ الۡمُحۡسِنِيۡنَ o (یوسف:۹۰)

نوٹ: امن وامان اور خوش حالی کے ساتھ حاکم دکن میر عثمان علی خاں کے دورِ حکومت میں ہندوستان کے بے شمار بیرونِ دکن کی علمی، دینی، سماجی وسیاسی، شخصیات مالی امداد اور وظائف حاصل کرتی تھیں۔ جہاں شخصی تعاون کا یہ حال ہے وہاں بعض ضرورت منداور غریب ریاستیں اور علاقے بھی فیض یاب ہوتے تھے۔اِس حقیقت کا علم بھی بعض کتابوں سے ہوتا ہے کہ اُس زمانہ میں خود سعودی عرب اور خادم حرمین کی مالی امداد ہوتی رہتی تھی اور یمنی عرب لوگ حیدرآباد آ کر بس گئے اور ان کو چاؤش کہا جاتا تھا آج بھی وہ لوگ بارکس محلہ اور دیگر مقامات میں آباد ہیں۔(مرتب)

محرم ۱۳۵۲ھ مطابق اپریل/مئی 1933ء میں ماہ نامہ ''ترجمان القرآن'' کی ادارت اور ملکیت اور اس کا نصب العین متعیّن ہو گیا۔

''ترجمان القرآن'' کا پہلا اداریہ: ''فاتحہ''

پہلے اداریہ کے بنیادی نکات

۱۔ 'ترجمان القرآن' کی ادارت سنبھالنے کا مقصد حصول زر نہیں ہے۔

۲۔ قرآنِ مجید کو اس کی اصلی شکل میں پیش کرنا۔ اس کے حقائق و معارف کو سیدھے اور صاف طریقے سے سمجھنا اور سمجھانا۔ مسلمانوں اور غیر مسلموں کو قرآن سے قریب کرنا۔ امن عالم کے لیے قرآنی تعلیمات کو عام کرنا۔

۳۔ میں اس کا مدعی نہیں ہوں کہ مجھ سے غلطی نہیں ہو سکتی۔ میں انسان ہوں اور مجھ سے غلطی کا امکان ہے۔ اہلِ علم حضرات سے اصلاح کی درخواست ہے۔

۴۔ اس رسالہ کے ہر ناظر کو قاری کے ساتھ ساتھ داعی بھی ہونا چاہئے۔ میرا کام رسالہ کو مفید سے مفید تر بنانا اور ناظرین کا کام اس کے حلقۂ اِشاعت کو وسیع سے وسیع تر کرنا ہے۔ اور یہ سب کچھ رضائے الٰہی کے لیے ہونا چاہئے۔

اسی سال مولانا مودودی نے ''اسلامی تہذیب اور اس کے اصول و مبادی'' پر مضامین لکھے جو ''ترجمان القرآن'' میں شائع ہوئے، اور بعد میں کتابی شکل میں شائع ہوئے۔[۱]

مسئلہ ''جبر و قدر'' پر بھی ایک علمی بحث کے طور پر مضامین لکھے جو بعد میں کتاب ''جبر و قدر'' کے عنوان سے شائع ہوئی۔[۲]

جب ماہ نامہ ''ترجمان القرآن'' کی ملکیت اور ادارت کی بات مکمل ہو گئی تب مولانا سید ابوالاعلیٰ نے اس ماہ نامہ کے ذریعہ اپنے معلوم مقصدِ حیات ''حکومتِ الٰہی کے قیام اور فریضۂ اقامتِ دین'' کی فکری و علمی جہد مسلسل کا ارادہ و عزم کر لیا۔ 1920ء سے 1928ء تک دہلی کی علمی، تحقیقی اور صحافتی زندگی کے دوران میں بہت کچھ حاصل کیا۔ ملکی،

۱۔ یہ سید مودودیؒ کے وہ مضامین ہیں جو 1933ء میں لکھے گئے تھے۔ یہ مضامین پہلے ''ترجمان القرآن'' میں شائع ہوئے تھے۔ آپ کے نظر بند ہونے کی وجہ سے 1955ء میں اسے نظر ثانی کے بغیر مکتبہ جماعت اسلامی لاہور نے شائع کر دیا تھا، لیکن جولائی 1966ء کی اشاعت آپ کی نظر ثانی کے بعد ہوئی ہے۔

۲۔ اسی موضوع پر مصنف کی ایک نشری تقریر بھی اس میں شامل ہے۔

ملّی اور بین الاقوامی حالات کا بہت گہرائی سے بھرپور مطالعہ کیا۔ مسلم اور غیر مسلم قیادت کو بہت قریب سے دیکھا اور پرکھا۔ ''الجہاد فی الا اسلام'' کی تصنیف نے مولانا سید مودودی کو ان کی منزل اور راہِ عمل متعین کرنے میں بہت بنیادی رول ادا کیا۔، ہفت روزہ وسہ روزہ ''مسلم'' اور ''الجمعیۃ'' کی ادارت سے ملکی اور بین الاقوامی حالات کا جائزہ اور نتائج اخذ کرنے کا نہج حاصل ہوا۔[1] اس طرح قرآن کریم کو شاہ کلید بنا کر مسائل کا حل بتلایا، رسول پاک حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی سیرت طیبہ کو نقوش راہ کے تحت تلاش کرنے کی صلاحیت پیدا کر لی۔

وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا ؕ (العنکبوت:٦٩)

غیر مستحکم معاشی حالات میں توکل علی اللہ کی صفت اللہ کی خاص عنایت ہے۔

...ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ۝ (الجمعۃ:٤)

مولانا سید مودودی 1929ء سے ڈاکٹر سید عبداللطیف (ایم اے، پی ایچ ڈی) جو ''عثمانیہ یونیورسٹی'' حیدرآباد میں انگریزی کے پروفیسر تھے، سے انگریزی لٹریچر کی اعلیٰ طرز تحریر کی تربیت حاصل کرنے لیے ہفتہ میں ایک دن اور اکثر چھٹیوں

يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ اِلَى اللّٰهِ ۚ وَاللّٰهُ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ ۝١٥

اے لوگو! تم ہی اللہ کے محتاج ہو اور اللہ تو غنی وحمید ہے۔ (سورۃ فاطر)

"غنی" سے مراد یہ ہے کہ وہ ہر چیز کا مالک ہے، ہر ایک سے مستغنی اور بے نیاز ہے، کسی کی مدد کا محتاج نہیں ہے۔ اور "حمید" سے مراد یہ ہے کہ وہ آپ سے آپ محمود ہے، کوئی اس کی حمد کرے یا نہ کرے مگر حمد (شکر اور تعریف) کا استحقاق اسی کو پہنچتا ہے۔ ان دونوں صفات کو ایک ساتھ اس لیے لایا گیا ہے کہ محض غنی تو وہ بھی ہوسکتا ہے جو اپنی دولت مندی سے کسی کو نفع نہ پہنچائے۔ اس صورت میں وہ غنی تو ہوگا مگر حمید نہ ہوگا۔ حمید وہ اسی صورت میں ہوسکتا ہے جبکہ وہ کسی سے خود تو کوئی فائدہ نہ اٹھائے مگر اپنی دولت کے خزانوں سے دوسروں کو ہر طرح کی نعمتیں عطا کرے۔ اللہ تعالیٰ چونکہ ان دونوں صفات میں کامل ہے اس لیے فرمایا گیا ہے کہ وہ محض غنی نہیں ہے بلکہ ایسا غنی ہے جسے ہر تعریف اور شکر کا استحقاق پہنچتا ہے کیونکہ وہ تمہاری اور تمام موجودات عالم کی حاجتیں پوری کر رہا ہے۔ (تفہیم القرآن، جلد چہارم، تحریر نومبر 1962)

---

[1] ''مسلم''، ہفت روزہ پھر سہ روزہ کے مضامین اور اداریہ، مرتبہ ڈاکٹر رفیع الدین فاروقی کتابی شکل میں۔ اکتوبر 2016ء میں شائع ہو چکی ہے اور جلد دوم بھی اکتوبر 2017 کو شان پبلی کیشنز حیدرآباد سے شائع ہو چکی ہے۔ (مرتب)

کے دوران ان کے گھر جا کر استفادہ کرتے۔ پروفیسر ڈاکٹر یوسف الدین صاحب نے مجھے(مرتب احمد ابوسعید کو) 1989ء کی ایک ملاقات میں حیدرآباد میں سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ کے قیام سے متعلق سوالات کے جواب میں بتایا کہ گورے رنگ والے اور(Clean Shave) سید ابوالاعلیٰ بہت ذہین تھے۔ ڈاکٹر سید عبداللطیف ،مولانا سید ابوالاعلیٰ کو بہت چاہتے اوران کا احترام بھی کرتے تھے۔ان دونوں کے آپس میں پرخلوص وبامقصد برادرانہ علمی تعلقات تھے۔

مولانا مودودیؒ کی داڑھی (ایک اہم تحقیقی انکشاف)

راقم (مرتب احمد ابوسعید) کا غالب گمان ہے کہ چونکہ یکم ذی الحجہ سے دسویں ذی الحجہ تک قربانی کرنے والا بال نہیں کٹواتا ہے۔ چنانچہ سید مودودی نے ممکن ہے کہ 28/مارچ 1933ء سے عیدالاضحیٰ تک چہرہ اور خط نہیں بنایا ہوگا اور بعد میں داڑھی کی سنت کی تکمیل بھی کر لی ہوگی۔ چنانچہ یکم محرم ۱۳۵۲ھ یعنی 26/اپریل 1933ء سے ماہ نامہ ''ترجمان القرآن'' کی ادارت وملکیت کے ساتھ پرچہ کے اجرا کی مناسبت کے ساتھ یعنی ذی الحجہ ۱۳۵۱ھ مطابق مارچ،اپریل 1933ء ہی سے آپ کے بارعب اور پُرنور چہرہ پر داڑھی کی سنت کا سلسلہ بھی شروع ہوگیا ہو۔سیدی ابوالاعلیٰ مودودیؒ کی داڑھی سے متعلق احقر (احمد ابوسعید) کا یہ ایک اہم تاریخی وتحقیقی انکشاف ہے۔ **ھذا من عندی والعلم عند اللہ۔**

> داڑھی رکھنا نہ صرف یہ کہ فعلی سنت ہے بلکہ نبی ﷺ نے اس کے رکھنے کا حکم دیا ہے،اور مونڈنے سے منع کیا ہے،اس لئے یہ سمجھنا کہ داڑھی رکھنا صرف علماء اور مولانا حضرات کا کام ہے اور عام مسلمان مختار ہیں،رکھیں یا نہ رکھیں،بالکل غیر اسلامی اور غلط طرز فکر ہے۔(رسائل ومسائل حصہ چہارم،صفحہ ۷۷)

نوٹ: غالبًا یا غالب گمان لکھنے کی وجہ یہ ہے کہ داڑھی رکھنے کے سلسلہ میں ماہ وسال معلوم کرنے کے لیے ان اصحاب سے میں نے ملاقات کی ہے جنھیں مولانا مودودیؒ سے بہت قریب رہنے کا شرف حاصل رہا ہے۔ان اصحاب کے اسمائے گرامی اس طرح ہیں:
(۱)مولانا صدرالدین اصلاحیؒ (۲) مولانا حسنینؒ سید دربھنگہ بہار (۳) مولانا ابوالبیان حماد صاحب عمریؔ (۴)صادق احمد صدیقی صاحب، حیدرآبادی(۵)جناب محمد یونس صاحبؒ حیدرآبادی (۶) عبدالحفیظ خاں صاحب، پونا(۷)حمایت المقیت صاحب، حیدرآباد (۸) سید حامد عبدالرحمان الکاف صاحب یمنی (۹) جناب ڈاکٹر یوسف الدین صاحب نائطی (۱۰) مولانا حافظ ولی اللہ صاحب شیخ الفقہ و المعقولات جامعہ نظامیہ(۱۱) میرے قیام دبئی(1980ء-1970ء) کے دوران پاکستان کے جناب خلیل احمد حامدی صاحب (۱۲) مسرت حسین صاحب (۱۳) عبداللہ عباس باوزیر (۱۴) محمد مقبول حسین صاحب حیدرآباد سندھ (۱۵) قربان حسین خاں صاحب (۱۶) اور نورالزماں صاحب بنگلہ دیش (۱۷) مولانا وصی مظہر ندوی وغیرہ مگران میں سے کسی نے کوئی قطعی بات نہیں بتائی اور ہر ایک نے سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ کی داڑھی سے متعلق اپنے غالب گمان کا ہی اظہار کیا۔میرا (مرتب: احمد ابوسعید کا) ذاتی غالب گمان ہے کہ محرم ۱۳۵۲ھ کے آغاز اور ماہ نامہ ''ترجمان القرآن'' کی ملکیت وادارت سے چہرہ سید ابوالاعلیٰ مودودی پر داڑھی کا سلسلہ ایک ساتھ ہی شروع ہوا ہے۔ **واللہ اعلم**

''ترجمان القرآن'' کا تعارف اور سید مودودیؒ کی مقصد حیات کا تعین

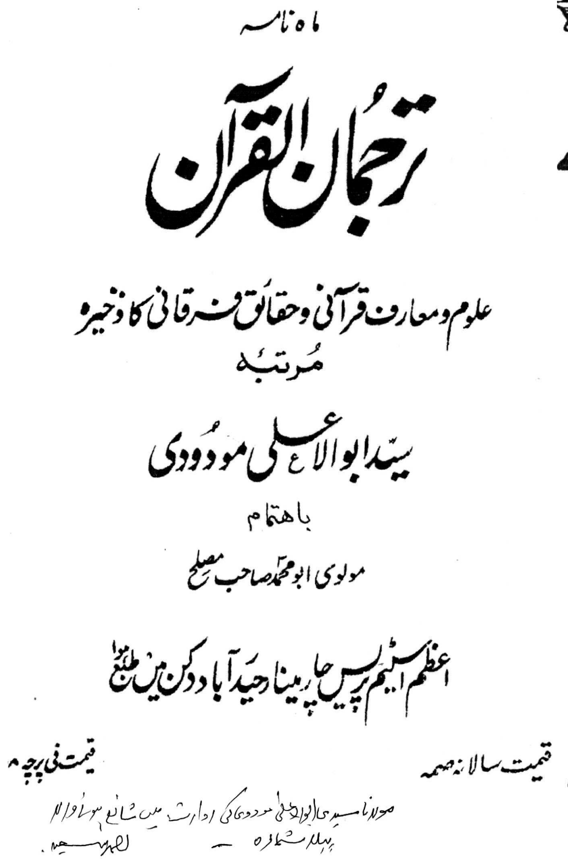
''تمام ہندوستان میں یہ اپنی نوعیت کا ایک ہی رسالہ ہے اس کا مقصدِ وحید اعلاءِ کلمۃ اللہ اور دعوت جہاد فی سبیل اللہ ہے۔ دنیا میں جو افکار وتخیلات اور اصول تہذیب وتمدّن پھیل رہے ہیں ان پر قرآنی نقطۂ نظر سے تنقید کرنا اور فلسفہ وسائنس، سیاست ومعیشت، تمدّن ومعاشرت ہر چیز میں قرآن وسنّت کے پیش کردہ اصولوں کی تشریح کرنا اور زمانۂ جدید کے حالات پر ان اصولوں کو منطبق کرنا اس رسالہ کا خاص موضوع ہے۔ یہ رسالہ اُمتِ مسلمہ کو ایک نئی زندگی کی دعوت دیتا ہے اور اس کی دعوت کا خلاصہ یہ ہے، کہ اپنے دل اور دماغ کو مسلمان بناؤ۔ جاہلیّت کے طریقے چھوڑ کر اسلام کی صراطِ مستقیم پر چلو۔ قرآن کو لے کر اُٹھو اور دُنیا میں غالب بن کر رہو۔'' (محرم ۱۳۵۲ھ اپریل، مئی ۱۹۳۳ء حیدر آباد، دکن)

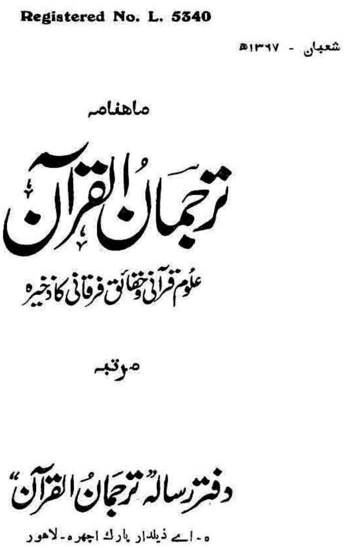
شریعتِ اسلامی کو مطلوب مسلمان

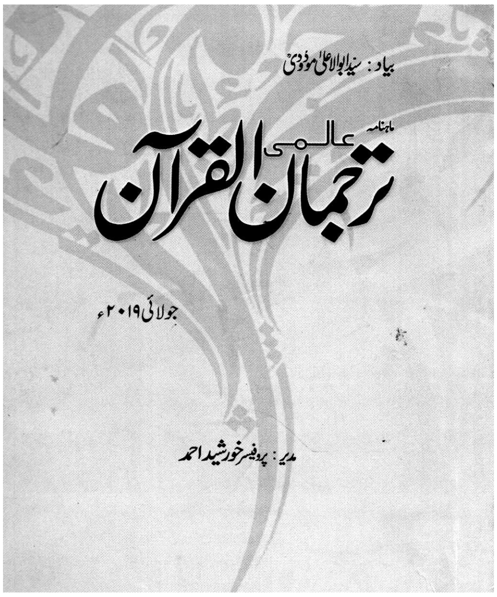
''یہ شریعت۔۔۔۔ بزدلوں کے لیے نہیں اتری ہے۔
نفس کے بندوں اور دنیا کے غلاموں کے لیے نہیں اتری ہے۔
ہوا کے رُخ پر اڑنے والے خس وخاشاک اور
پانی کے بہاؤ پر بہنے والے حشرات الارض اور
ہر رنگ میں رنگ جانے والے بے رنگوں کے لیے نہیں اتری ہے۔
یہ اُن بہادروں کے لیے اتری ہے
جو ہوا کا رُخ بدلنے کا عزم رکھتے ہوں
جو دریا کی روانی سے لڑنے اور اس کے بہاؤ کو پھیر دینے کی ہمت رکھتے ہوں،
جو صبغۃ اللہ کو دنیا کے ہر رنگ سے زیادہ محبوب رکھتے ہوں
اور اسی رنگ میں تمام دنیا کو رنگ دینے کا حوصلہ رکھتے ہوں۔''

مسلمان جس کا نام ہے وہ دریا کے بہاؤ پر بہنے کے لیے پیدا ہی نہیں کیا گیا ہے۔ اس کی آفرینش (پیدائش) کا مقصد ہی یہ ہے کہ زندگی کے دریا کو اس راستہ پر رواں دواں کردے جو اس کے ایمان اور اعتقاد میں راہ راست ہے۔ صراط مستقیم ہے۔ (سید مودودیؒ، تنقیحات: ص ۲۱۸)


الم یأن للذین آمنوا ان تخشع قلوبھم لذکر اللہ
کیا ایمان والوں کے لیے اب بھی وہ وقت نہیں آیا کہ ان کے دل اللہ کے ذکر قرآن کی طرف جھک پڑیں
القرآن
ترجمان
شوال ۱۳۵۱ھ - حیدرآباد - دکن
پہلا شمارہ ۱ - ترجمان القرآن


ماہ نامہ
ترجمان القرآن
علوم و معارف قرآنی و حقائق فرقانی کا ذخیرہ
مُرتبہ
سیّد ابوالاعلیٰ مودُودی
باہتمام
مولوی ابو محمد صاحب مصلح
اعظم اسٹیم پریس چارمینار حیدرآباد دکن میں طبع ہوا
قیمت سالانہ للعہ
قیمت فی پرچہ ۸
مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی کی ادارت میں شائع ہونے والا
پہلا شمارہ —


Registered No. L. 5340
شعبان - ۱۳۶۷ھ
جلد ۳۱
عدد ۴
ماھنامہ
ترجمان القرآن
علوم قرآنی و حقائق فرقانی کا ذخیرہ
مرتبہ
دفتر رسالہ "ترجمان القرآن"
۵-اے ذیلدار پارک اچھرہ - لاہور


بیاد: سید ابوالاعلیٰ مودودی
ماہنامہ
عالمی
ترجمان القرآن
جولائی ۲۰۱۹ء
مدیر: پروفیسر خورشید احمد

عمر۔ اکتیس (۳۱) سال

(25 ستمبر 1933ء تا 24 ستمبر 1934ء)

ترجمان القرآن، علوم و معارف قرآنی اور حقائق فرقانی کا ذخیرہ، نصب العین کا تعین، اسلامی دعوتِ انقلاب ’’قرآن کو لے کر اٹھو اور دنیا میں غالب بن کر رہو‘‘۔

سیّد مودودی حیدرآباد میں معظم جاہی مارکیٹ کے قریب اپنے بھائی ابوالخیر مودودیؒ سے الگ مالا کنٹہ کی محبوب شاہی مسجد سے متصل ایک دو منزلہ مکان کے اوپری فلیٹ میں رہنے لگے۔ ان دنوں سید ابوالاعلیٰ مودودی اپنی موٹر کار خود ڈرائیو کرلیا کرتے تھے۔ فلسفہ و سائنس، سیاست، تمدن و معیشت و معاشرت، اور دیگر دنیا میں اثر انداز افکار و تخیلات کا قرآنی نقطۂ نظر سے عمیق تقابلی مطالعہ کیا اور مُسلم اُمت کو دعوت انقلاب دی کہ قرآن کو لے کر اٹھو اور دنیا میں غالب بن کر رہو۔ اس کے لیے قرآن کی دعوت انقلاب کو دلائل کے ساتھ مضامین و مقالات کے ذریعہ پیش کیا۔ اسی سال نہایت مشہور و معروف کتاب ’’قرآن کی چار بنیادی اصطلاحیں‘‘ کی تصنیف عمل میں آئی۔ ماہنامہ ’’ترجمان القرآن‘‘ کی کل اشاعت (600) تھی۔ اُن میں سے تقریباً (300) رسالے نظام گورنمنٹ کے مذہبی امور کی وزارت خرید لیتی تھی۔ مگر متعلقہ وزیر نواب ذوالقدر جنگ صاحب نے سرکاری خریداری کو بند کردیا تاکہ سید مودودیؒ دربار میں حاضر ہو کر التجا کریں، مگر سید ابوالاعلیٰ مودودی نے اپنی خودداری کا سودا نہیں کیا اور اللہ پر کامل اعتماد کا مظاہرہ کیا۔ اس طرح ماہ نامہ ’’ترجمان القرآن‘‘ کی ملکیت وڈکلریشن کے فوری بعد اکتوبر 1933ء سے آزمائش کا سلسلہ شروع ہوگیا۔

مالی نقصان برداشت کرلیا مگر جی حضوری سے اجتناب کرتے رہے۔ اپنی کار فروخت کردی، مگر ’’ترجمان القرآن‘‘ بند ہونے نہ دیا۔[۱]

۱۔ سقوط حیدرآباد کے بعد نواب ذوالقدر جنگ کی ڈیوڑھی ایک سندھی مہاجر کو الاٹ کی گئی۔ فَاعْتَبِرُوْا يَآ اُولِی الْاَبْصَار۔

نوٹ: نواب ذوالقدر جنگ کی ڈیوڑھی کے اطراف ایک وسیع و عریض زمین کم و بیش (۹) ایکٹر، جس کے چاروں طرف ایک بڑی پانچ فٹ کی باؤنڈری وال کے اندران کی بلڈنگ کے علاوہ باغ اور دیگر نوابی سہولیات تھیں۔ 1966ء میں جب میں (مرتب) B.Sc. I st Year میں زیر تعلیم تھا، مہدی پٹنم میں ٹیوشن بھی پڑھاتا تھا، مولانا مودودیؒ کی کرامات میں سے ایک کرامت یہ بھی ہے کہ جس شخص نے مولانا کی ترجمان القرآن کو بند کروانا چاہا تھا اللہ تعالیٰ نے اس شخص کی اس مسجد ایک خانہ کو جو چھوٹی سی تھی اور مسمار ہونے والی تھی مجھے اس مسجد کو آباد کرنے کے ابتدائی مراحل میں الحمد للہ مسائل سے مقابلہ کرنے کے لئے منتخب فرمایا اور آج 2019 میں یہ مسجد، مسجد عزیزیہ کے نام سے مولانا مودودیؒ کی فکر کو عام کرنے کا حیدرآباد دکن میں بہت بڑا مرکز بن چکی ہے۔ جو تین فلور پر مشتمل ہے جس میں عیدین اور جمعہ کی نماز میں کم و بیش 4000 چار ہزار مصلی نماز ادا کرتے ہیں۔

وَاُفَوِّضُ اَمۡرِیۡۤ اِلَی اللّٰہِ ؕ اِنَّ اللّٰہَ بَصِیۡرٌۢ بِالۡعِبَادِ ﴿۴۴﴾ (المؤمن)

فَاِنۡ تَوَلَّوۡا فَقُلۡ حَسۡبِیَ اللّٰہُ ۫ۖ لَاۤ اِلٰہَ اِلَّا ہُوَ ؕ عَلَیۡہِ تَوَکَّلۡتُ وَ ہُوَ رَبُّ الۡعَرۡشِ الۡعَظِیۡمِ ﴿۱۲۹﴾ (التوبۃ)

وَمَنۡ یَّتَوَکَّلۡ عَلَی اللّٰہِ فَہُوَ حَسۡبُہٗ ؕ اِنَّ اللّٰہَ بَالِغُ اَمۡرِہٖ ؕ قَدۡ جَعَلَ اللّٰہُ لِکُلِّ شَیۡءٍ قَدۡرًا o (الطلاق:۳)

فَاِذَا عَزَمۡتَ فَتَوَکَّلۡ عَلَی اللّٰہِ ؕ اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الۡمُتَوَکِّلِیۡنَ o (سورۃ ال عمران:۱۵۹)

اشارات ترجمان القرآن: ''قرآن کو اسی پیشوائی کا مقام دیجئے جو دراصل اس کا مقام تھا۔ حدیث کو وہی مرتبہ دیجئے جو عہد رسالت میں خود رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب رضی اللہ عنہم واہلِ بیت رضی اللہ عنہم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اقوال واعمال کو دیتے تھے۔

فقہاء، متکلمین، مفسرین اور محدثین کے کارناموں کو وہی مرتبہ دیجئے جو خود ان بزرگوں نے دیا تھا۔ اس سے فائدہ اٹھایئے، جن چیزوں کو بدلنے کی ضرورت نہیں ہے انہیں بدستور رہنے دیجئے، مگر یہ نہ سمجھئے کہ جو کچھ وہ لکھ گئے ہیں وہ اٹل قانون ہے، یا ان کی کتابوں نے ہم کو قرآن مجید میں غور وفکر اور احادیث نبوی کی تحقیق سے بے نیاز کر دیا ہے، یا ان کے بعد کتاب وسنت سے براہِ راست اکتساب علم کا دروازہ بند ہو گیا ہے۔''

اسی سال ''ترجمان القرآن'' میں ''منکرین حدیث'' کے رد میں زمین کی شخصی ملکیت اور مزارعت پر ایک علمی بحث شائع کی۔ ''فتنۂ انکارِ حدیث'' کے ضمن میں بعض مشہور ومعروف منکرینِ حدیث کے اعتراضات کا جواب دیا۔

مقامِ عظمتِ صحابہ کو سمجھایا۔ دینِ اسلام کو رہبانیت زدہ عیسائی اولیاء اللہ اور مارکس زدہ ترقی پسند منکرین حدیث کے فتنوں سے بچانے کا مشکل ترین کام کا بیڑا اٹھالیا۔ قرآن مجید، اور سیرت مطہرہ کی بنیاد پر مسلم ملت اور عالمِ انسانیت کی اصلاح کا عزم کرلیا۔

قُلۡ اَطِیۡعُوا اللّٰہَ وَ الرَّسُوۡلَ ۚ فَاِنۡ تَوَلَّوۡا فَاِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ الۡکٰفِرِیۡنَ ﴿۳۲﴾ (ال عمران)

وَ اَرۡسَلۡنٰکَ لِلنَّاسِ رَسُوۡلًا ؕ وَ کَفٰی بِاللّٰہِ شَہِیۡدًا ﴿۷۹﴾ (النساء)

وَ لَقَدۡ بَعَثۡنَا فِیۡ کُلِّ اُمَّۃٍ رَّسُوۡلًا اَنِ اعۡبُدُوا اللّٰہَ وَ اجۡتَنِبُوا الطَّاغُوۡتَ ۚ فَمِنۡہُمۡ مَّنۡ ہَدَی اللّٰہُ وَ مِنۡہُمۡ مَّنۡ حَقَّتۡ عَلَیۡہِ الضَّلٰلَۃُ ؕ فَسِیۡرُوۡا فِی الۡاَرۡضِ فَانۡظُرُوۡا کَیۡفَ کَانَ عَاقِبَۃُ الۡمُکَذِّبِیۡنَ ﴿۳۶﴾ (النحل:۳۶)

نوٹ: دین اسلام کو بطور نظامِ حیات بہترین اور موثر پیمانے پر متعارف کرانے کے لیے 1934ء کے اوائل میں ایک سفر بمبئی کا بھی کیا۔ مگر وہاں کے عُریاں ماحول کی تباہ کاریاں دیکھ کر فوراً واپس حیدر آباد آ گئے۔

عمر۔ بتیس (۳۲) سال

(25 ستمبر 1934ء تا 24 ستمبر 1935ء)

ترجمان القرآن، باطل نظریات اور طاغوتی قوتوں سے اعلان جنگ، علامہ اقبالؒ کا خط مولانا مودودیؒ کے نام بتوسط چودھری نیاز علی، مولانا مودودیؒ کا جواب

ستمبر، اکتوبر 1934ء کے ''ترجمان القرآن'' کے اشارات میں تحریر فرمایا:

اشارات: ''اب اسلام دوبارہ دنیا کا رہنما بن سکتا ہے تو اس کی بس یہی صورت ہے کہ مسلمانوں میں ایسے مفکر اور محقق پیدا ہوں جو فکر و نظر اور تحقیق و اکتشاف کی قوت سے اُن بنیادوں کو ڈھا دیں جن پر مغربی تہذیب کی عمارت قائم ہوئی ہے۔ قرآن کے بتائے ہوئے طریق فکر و نظر پر آثار کے مشاہدے اور حقائق کی جستجو سے ایک نئے نظام فلسفہ کی بنیاد رکھیں، جو خالص اسلامی فکر کا نتیجہ ہو۔ ایک نئی حکمت طبعی (Natural Science) کی عمارت اٹھائیں جو قرآن کی ڈالی ہوئی داغ بیل پر اٹھے۔ ملحدانہ نظریہ کو توڑ کر الٰہی نظریہ پر فکر و تحقیق کی اساس قائم کریں اور اس جدید فکر و تحقیق کی عمارت کو اس قوت کے ساتھ اٹھائیں کہ وہ تمام دنیا پر چھا جائے اور دنیا میں مغرب کی مادی تہذیب کے بجائے اسلام کی حقانی تہذیب جلوہ گر ہو۔''

دسمبر 1934ء میں عالمی معیشت کا ناسور ''سود۔Interest'' کی تباہ کاریوں اور اسلام کے معاشی نظام ومسائل پر تحریری بحث کا آغاز کیا جس پر تین سال 1937ء تک بحث چلی۔ بعد میں اسے ''سود'' کے نام سے دو حصوں میں شائع بھی کیا گیا۔[1]

---

[1] پہلا حصّہ 1948ء میں شائع ہوا اور دوسرا حصّہ 1952ء میں۔ بعد ازاں ان مباحث کو جن کا تعلق مسئلہ سود سے نہیں تھا الگ کر دیا گیا اور یہ حصّہ ''اسلامی اور جدید معاشی نظریات'' کے نام سے تیسری بار دسمبر 1959ء میں شائع ہوا۔ سود سے متعلق مباحث کو ''سود'' نامی کتاب میں جنوری 1961ء تیسری بار شائع کیا گیا یہ کتاب 410 صفحات پر مشتمل ہے۔ آج دنیا کی ہر معروف ومقبول زبان بہ شمول انگلش، جرمن، جاپانی، ترکی اور ہندوپاک کی تمام علاقائی زبانوں میں اس کتاب کا ترجمہ موجود ہے۔ الحمدللہ

ملک کی آزادی کی طرف اہم پیش قدمی اور مسلم قیادت کی بے شعوری

عالمی جنگ عظیم دوم (2nd World War) میں شکست خوردہ انگریز حکومت، برطانوی پارلیمنٹ کی منظور شدہ دستوری سفارشات کی روشنی میں، ایکٹ 1935ء کے تحت ہندوستان کی حکومت سے دست برداری پر تیار ہوگئی۔

وَلَوۡلَا دَفۡعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعۡضَهُمۡ بِبَعۡضٍ لَّفَسَدَتِ الۡاَرۡضُ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ ذُوۡ فَضۡلٍ عَلَى الۡعٰلَمِيۡنَ ٥

(سورۃ البقرۃ:۲۵۱)

ترجمہ: ''اگر اس طرح اللہ انسانوں کے ایک گروہ کو دوسرے گروہ کے ذریعہ سے ہٹاتا نہ رہتا تو زمین کا نظام بگڑ جاتا، لیکن دُنیا کے لوگوں پر اللہ کا بڑا فضل ہے (کہ وہ اس طرح دفع فساد کا انتظام کرتا رہتا ہے)''

کانگریس قیادت کی مسلم بے زاری تھی، مسلم قیادت کی نااہلی و نادانی، اور وہیں علی گڑھ مسلم یونیوسٹی پر کمیونسٹ فکر کا غلبہ تھا ایسے وقت میں پڑھا لکھا مسلم طبقہ سوشلزم اور کمیونزم کا شکار اور مبلغ بننے لگا۔ ایسی صورت حال میں سب سے پہلے اب سید ابوالاعلیٰ کے لیے مسلمانوں کو بیرونی نظریات سے بچانا، اور پھر مسلمانوں کو یہ یقین دلانا ضروری تھا کہ دنیا کا سب سے اعلیٰ وارفع نظامِ زندگی ونظامِ حکومت، اسلام کے علاوہ کہیں نہیں ہے۔ سید ابوالاعلیٰ مودودی نے ''ترجمان القرآن'' کے ذریعہ دلائل فراہم کیے کہ اسلام کے علاوہ کوئی بھی دوسرا نظامِ حکومت، فساد اور تباہی و بربادی کا باعث ہوگا۔ اس لیے سید مودودی، مسلمانوں کو احساس کمتری سے بچانے کی کوشش، اور حق و باطل میں تمیز کرنے کی صلاحیت پیدا کرنے کی، ایک عظیم جدوجہد میں، نہایت انہماک اور اپنی تمام صلاحیتوں کے ساتھ جٹ گئے۔

ایک اور مضمون ''ملت کی تعمیر نو کا صحیح طریقہ'' ''ترجمان القرآن'' کے جولائی 1935ء کے شمارہ میں شائع ہوا، جو کتاب ''تنقیحات'' میں شامل کر دیا گیا ہے۔

''حقوق الزوجین'' کے عنوان سے ایک سلسلۂ مضامین بھی تحریر کیا۔[۱]

''اسلام اور ضبط ولادت'' پر سلسلہ وار مضامین بھی اسی سال لکھا۔ جو ہر ماہ ''ترجمان القرآن'' میں بطور خصوصی مضمون شائع ہوا۔[۲]

---

۱ یہی مضامین پہلی مرتبہ 1943ء میں کتابی شکل میں شائع ہوئے۔

۲ یہ کتاب پہلی بار 1943ء میں شائع ہوئی۔ پھر ایک عرصہ بعد نظر ثانی اور پروفیسر خورشید احمد صاحب کے ایک مضمون کے اضافے کے ساتھ اس کی نئی اور متداول اشاعت 1962ء میں ہوئی۔

مولانا مودودیؒ کا خط بنام چودھری نیاز علی خاں[1]

دفتر ترجمان القرآن حیدرآباد دکن

۱۲/ جمادی الاولیٰ ۱۳۵۴ھ (مطابق ۲۰ اگست ۱۹۳۵ء)

محترمی ومکرمی السلام علیکم

عنایت نامہ ملا، تین چار روز سے میں آپ کی تجویز پر غور کر رہا ہوں۔ کافی غور کے بعد جو صورت میرے ذہن میں آئی ہے، وہ عرض کیے دیتا ہوں۔

صوفیاء اسلام نے قدیم زمانے میں ایک خاص قسم کا ادارہ قائم کیا تھا جو ''اصحاب الصفہ'' کے نمونہ پر تھا۔ اس کا اصطلاحی نام ''خانقاہ'' مشہور ہے۔ آج یہ چیز بعض لوگوں کی بے اعتدالیوں کی بدولت بگڑ کر اتنی بدنما ہوگئی ہے کہ ''خانقاہ'' کا نام سنتے ہی طبیعت اس سے منحرف ہونے لگتی ہے۔ مگر حقیقت میں یہ ایک بہترین انسٹی ٹیوشن تھا جس سے اسلام میں بڑے بڑے آدمی پیدا ہوئے ہیں۔ ضرورت ہے کہ اس قدیم انسٹی ٹیوشن میں وقت اور زمانہ کے لحاظ سے ترمیم کر کے از سر نو جان ڈالی جائے۔ اور ہندوستان میں جگہ جگہ چھوٹی چھوٹی ''خانقاہیں'' ایسی قائم کی جائیں جن میں فارغ التحصیل لوگوں کو کچھ عرصہ تک رکھ کر اسلام کے متعلق نہایت صالح لٹریچر کا مطالعہ کرایا جائے۔ اور اس کے ساتھ وہاں ایسا ماحول ہو جس میں زندگی بسر کرنے سے ان کی سیرت خالص اسلامی رنگ میں رنگ جائے۔ اس انسٹی ٹیوشن میں کلب، لائبریری، اکیڈیمی اور آشرم کی تمام خصوصیات جمع ہونی چاہیں۔ اور اس کا صدر ایسا شخص ہونا چاہیئے جو نہ صرف ایک وسیع النظر اور روشن خیال عالم ہو بلکہ اس کے ساتھ ساتھ ہی ایک سچا اور مکمل عملی مسلمان

---

[1] چودھری نیاز علی خاں جنہوں نے خدمتِ اسلام کے لیے پٹھان کوٹ کے پاس ایک قطعہ زمین وقف کیا تھا۔ قصبہ جمال پور میں ایک ادارہ قائم کر کے اس کے ذریعہ تبلیغ اسلام کا کام کرنا چاہتے تھے۔ اس کام کے لیے ایک جامع اسکیم ترتیب دینے کے لیے انہوں نے مختلف مسلمان اکابرین اور علماء کرام کا مکتوب لکھ کر ان سے مشورے طلب کیے۔ جن میں ایک مولانا سید ابواعلیٰ مودودیؒ بھی تھے۔ مولانا مودودیؒ اس وقت حیدرآباد دکن سے اپنا مشہور ''ترجمان القرآن'' ماہنامہ نکال رہے تھے جس کے ذریعہ وہ مسلمانوں کو اس بات کی طرف بلا رہے تھے کہ وہ قرآن کو اپنی زندگی کا لائحہ عمل بنائیں، اپنے اندر قرون اولیٰ کے مسلمانوں کا جذبہ وجوش پیدا کریں۔ اپنے اعمال کو صالح بنائیں اور قرآن کی قوت سے ساری دنیا پر چھا جائیں۔ چودھری نیاز علی خاں کے مشورہ طلب مکتوب کے جواب میں مولانا مودودی نے انہیں یہ خط لکھا اور ان کے سامنے موجودہ دور میں ایک جدید خانقاہ کی تشکیل وقیام کا تصور پیش کیا۔ (اسعد گیلانی)

بھی ہو، تاکہ اس کی صحبت سے خانقاہ کے ارکان کی زندگیاں اسلامی سانچے میں ڈھل جائیں، اس کے دائرے کو زیادہ وسیع کرنے کی ضرورت نہیں۔ جتنے آدمیوں کے قیام وطعام اور ضروریات کا انتظام بآسانی کیا جاسکتا ہو انہی کے لیے گنجائش رکھی جائے اور اس میں ایسے لوگ لیے جائیں جنہوں نے مشرقی یا مغربی علوم کی تکمیل کر لی ہو۔ اور جن کو شخصی طور پر اچھی طرح جانچ کر دیکھ لیا جائے کہ وہ ذہانت وذکاوت، سنجیدگی ومتانت اور خوش اخلاقی کے اعتبار سے اس قابل ہیں کہ انہیں خانقاہ میں رکھا جائے۔

لیکن اس تمام اسکیم کا انحصار ''شیخ'' کے انتخاب پر ہے۔ اس مسئلہ میں تین چار روز سے سرگرداں ہوں مگر کوئی آدمی نظر نہیں آتا۔ مسلمانوں کے قحط الرجال کا یہ عالم ہے کہ سارے ہندوستان پر نظر ڈال جائیے۔ ایک ایسے معیاری مسلمان کامل جانا بھی مشکل ہے جو علم وعمل کے لحاظ سے کامل ہو۔ کم ازکم معروف اور نمایاں لوگوں میں تو مجھے کوئی بھی ایسا نظر نہیں آتا جس میں تمام شرائط متحقق ہوتی ہوں۔ اگر آپ اس کام کو کرنا چاہتے ہیں تو ایک مرتبہ ہندوستان کا دورہ کیجئے۔ شاید کسی گوشے میں کوئی ''عالم باعمل'' آپ کو مل جائے۔ جب عملی قدم اٹھانے کے لیے آپ مستعد ہو جائیں گے تو ان شاء اللہ اپنی اسکیم کی عملی تفصیلات بھی طے ہو جائیں گی۔ اصل مسئلہ ایسے مرد کامل کی تلاش ہے جس میں وہ صفات پائی جائیں۔ جو ایسی خانقاہ کے ''شیخ'' میں متحقق ہونا ضروری ہے۔

خاکسار
ابوالاعلیٰ

نوٹ: علامہ اقبال کا خط لاہور سے بتوسط جناب چودھری نیاز علی خاں صاحب بنام ڈاکٹر سید عبداللطیف صاحب موصول ہوا۔ جس میں علامہ نے اس جدید تعلیم یافتہ اسکالر جو علوم اسلامیہ سے واقف ہو، اس کی تلاش کا ذکر کیا۔ چونکہ سید ابوالاعلیٰ مودودی اور ڈاکٹر سید عبداللطیف کے درمیان اچھے تعلقات رہے تھے جس کی وجہ سے علامہ اقبال اور مولانا مودودی کے درمیان مراسلت کا آغاز بتوسط چودہری نیاز علی خاں صاحب ہوا۔
(''اقبال۔ دارالاسلام اور مودودی۔'' سید اسعد گیلانی۔ لاہور۔ اشاعت 2012ء)

عمر۔ تینتیس (۳۳) سال

(25/ستمبر 1935ء تا 24/ستمبر 1936ء)

شہر ’’بیدر‘‘ کا سفر، اور مدرسہ ’’محمود گاواں‘‘ کی زیارت، علامہ اقبالؒ سے مراسلت

اکتوبر 1935ء میں ’’ترجمان القرآن‘‘ حیدرآباد کے اشارات میں فرمایا:

’’مسلمان صدیوں تک قلم اور تلوار کے ساتھ فرماں روائی کرتے کرتے آخر کار تھک گئے۔ ان کی روحِ جہاد سرد پڑ گئی اور قوتِ اجتہاد شل ہوگئی۔ جس کتاب نے ان کو علم کی روشنی اور عمل کی طاقت بخشی تھی، اس کو انہوں نے محض ایک متبرک یادگار بنا کر غلافوں میں لپیٹ دیا۔ جس ہادی اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت نے ان کی تہذیب کو ایک مکمل فکری وعملی نظام کی صورت میں متشکّل کیا تھا، اس کی پیروی کو انہوں نے چھوڑ دیا، نتیجہ یہ ہوا کہ ان کے ترقی کی رفتار رک گئی۔‘‘

نیز ایک مضمون ’’عقلیت کا فریب‘‘ بھی لکھا ہے یہ مضمون ’’ترجمان القرآن‘‘ دسمبر 1935ء اور جون 1936ء میں دو قسطوں میں شائع ہوا۔ یہ مضمون بھی ’’تنقیحات‘‘ میں شامل ہے۔

صاحب ذوق اہل علم وفضل صالح، ہر عمر سے تعلق رکھنے والے عام وخاص مسلمانوں میں ’’ترجمان القرآن‘‘ اب کشمیر سے کنیا کماری تک اپنے علمی، فکری، مدلل انقلابی تحریروں کے کس بل پر پھیلنا شروع ہوگیا۔ اسلام کا بہترین انقلابی تعارف اور مسلمانوں کی غلامانہ ذہنیت کو حاکم ملت کے کھوئے ہوئے مقام کو حاصل کرنے کا پُرعظمت مگر پُرخطر تحریروں کا اثر تھا۔

’’ترجمان القرآن‘‘ قاریوں کی بھیڑ جمع کرنے کا قائل نہیں تھا، مگر سنجیدہ وبامقصد طبقہ کا ایک مؤقر حلقہ اثر ضرور بنانا چاہتا تھا۔

1928ء سے 1936ء تک دوران قیام حیدرآباد، مسلسل مطالعہ، تالیفی، تصنیفی مصروفیات، آزادی ہند سے متعلق حکومت برطانیہ کا 1935 Act. ء کے بعد ہندوستان کے تیزی سے بدلتے ہوئے سیاسی حالات، انگریز اور کانگریس

کی منظم مسلم دشمنی ومنصوبہ بند پالیسی، مسلم لیگ کے ناقابل بیان عجیب وغریب حالات، حکومتِ حیدرآباد دکن کی اپنے انجام سے غفلت، ''ترجمان القرآن'' کی ادارت سنبھالنے کے بعد ملّتِ اسلامیہ ہند کی قرآن سے دوری، اسلامی انقلاب کی دعوت پر مایوس کن ردِّعمل سے ۳۳ سالہ سید ابوالاعلیٰ کی صحت پر منفی اثرات ایک فطری عمل تھا۔ صحت خراب ہوتی دیکھ کر کچھ آب وہوا کی تبدیلی کی خاطر مارچ/اپریل 1936ء میں بیدر تشریف لے گئے جو آصف جاہی حکومت کا ایک تاریخی شہر ہے۔[۱] مسلمان حکمرانوں نے جب تک اپنی حکومتوں کو اسلام اور علمی خدمات سے جوڑے رکھا۔ اس وقت تک مسلمان حکومتیں مضبوط اور خوش حال تھیں۔

سید ابوالاعلیٰ کے لیے یہاں بیدر کی سب سے اہم چیز ''مدرسہ محمود گاواں'' ہے۔ جو اپنے زمانہ میں ڈیڑھ دوسو سال قبل پورے ہندوستان کا ایک دینی وعصری تعلیم کا مثالی مدرسہ تھا۔ صحن مدرسہ میں مسجد تھی اور چاروں طرف اقامتی حجرے تھے۔ طلبا کے قیام وطعام کا سرکاری انتظام تھا۔ حکمراں محمد شاہ بہمنی کے وزیر اعظم اور وزیرِ تعلیم محمود گاواں، کے علمی ذوق کا اندازہ، اُن کے پاس موجود اُس زمانے میں پینتیس ہزار (35,000) قلمی کتابوں کے ذخیرے سے ہوتا ہے۔[۲]

اپنے وقت کی یہ عالی شان درس گاہ کی عمارت اجڑی حالت میں نشانِ عبرت بنی ہوئی تھی اور آج تک بنی ہوئی ہے۔ سید ابوالاعلیٰ کے لیے بیدر کا سفر تبدیلی آب وہوا تک ٹھیک رہا، مگر بیدر کے مسلمانوں کی فکری اور عملی بے حسی سے مطلوبہ آرام وسکون قلب میسر نہ آیا۔

اسی سال علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے مطالبہ پر ایک جامع تعلیمی خاکہ کی تدوین کی۔ سید مودودیؒ نے ایک خط علامہ اقبالؒ کے نام لکھا جس میں اُن کی شخصیت اور مقصدِ حیات کا عکس موجود ہے۔ ''تنقیحات'' نامی کتاب میں وہ مضامین ہیں جو قوم کے ترقی پسند رہنماؤں کو راہ راست پر لانے کے لیے لکھے گئے ہیں۔ علّامہ اقبال، سید مودودی کی تحریروں اور ''ترجمان القرآن'' کے اداریوں سے بہت متاثر تھے۔ انہیں اندیشہ تھا کہ انگریز کسی بھی وقت نظام کے کاندھے پر بندوق رکھ کر سید ابوالاعلیٰ کو قتل کرواسکتا ہے، اس لیے انھوں نے سید ابوالاعلیٰ کو دوہری غلامی سے نکل کر شمالی ہند لاہور آنے کی دعوت دی، تاکہ قدرے کھلے اور آزاد ماحول میں تحریک ''ترجمان القرآن'' پروان چڑھ سکے۔

۱۔ تذکرہ سید مودودی جلد سوم مولانا مودودی اور حیدرآباد۔ رفیع الدین فاروقی۔ حیدرآبادی۔

۲۔ ہندوستان کی قدیم اسلامی درس گاہیں۔ ابوالحسنات ندوی۔ دارالمصنّفین اعظم گڑھ۔ یوپی۔

سید ابوالاعلیٰ نے اسی سال ندوۃ العلماء لکھنؤ میں ''نیا نظام تعلیم'' کے عنوان سے ایک فکر انگیز مقالہ پیش کیا۔علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کی طلب وخواہش پر ''ہمارے نظام تعلیم کا بنیادی نقص'' کے موضوع پر ایک مضمون لکھا۔ یہ دراصل علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے اس سوال نامے کا جواب تھا جو مختلف ماہرین تعلیم اور علماء کرام کو بھیجا گیا تھا۔اس میں علی گڑھ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ نے یہ خواہش ظاہر کی تھی کہ علوم اسلامیہ اور دینیات کے لیے ایک ایسا نصاب مرتب کر دیا جائے جو علی گڑھ ''مسلم یونیورسٹی علی گڑھ'' میں پڑھایا جا سکے اور جس کے نتیجے میں مسلمان جدید تعلیم کے ساتھ ساتھ دینی اور اسلامی تربیت بھی حاصل کر سکیں۔اس تحریر کے فوراً بعد آپ نے ایک اور عالمانہ مضمون لکھا تھا جس میں ان نصابی ضروریات کی نشان دہی کی تھی جو ایک جدید تعلیمی ادارے میں اور بالخصوص ایک ''مسلم یونیورسٹی'' میں پائی جانی چاہیے۔

اپنی مشہور کتاب ''پردہ'' سے متعلق مضامین کا آغاز اسی سال کیا۔

شاعر مشرق علامہ اقبال نے سید ابوالاعلیٰ مودودی کو حیدر آباد کے قدرے خوش حال اور پرسکون زندگی اور Re-settled Life کو چھوڑ کر فوری پٹھان کوٹ آنے کے لیے لکھا اور بقول سید مودودی، علامہ اقبالؒ نے مجھ سے وعدہ فرمایا کہ ''اگر تم اس جگہ آ کر اپنا منصوبہ بند ''دارالاسلام'' کا کام شروع کر دو تو میں بھی سال میں چھ ماہ وہاں تمہارے ساتھ ''دارالاسلام'' میں گزاروں گا۔اس بات میں اتنی جاذبیت تھی کہ جس کی وجہ سے میں نے فوراً ہی اس تجویز کو قبول کر لیا۔'' خط و کتابت اور حیدر آباد سے ہجرت کرتے کرتے مزید چند ماہ لگ گئے۔اس لئے کہ ''ترجمان القرآن'' کے تمام معاملات و مسائل کو حل کرنا تھا۔

سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ ایک منتظم مزاج تھے، اقدام سے قبل اس کے پورے عواقب ونتائج کا بھرپور جائزہ لیتے تھے۔ان کی زندگی کے اب تک کے تمام فیصلے پوری پلاننگ سے ہوئے۔نتائج کا معاملہ اللہ کی منشا پر منحصر ہے۔

وَمَا تَشَآءُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ (التکویر:۲۹)

یہ عجیب اتفاق ہے یا من جانب اللہ انتظام، کہ سید ابوالاعلیٰ ''ترجمان القرآن'' جیسے علمی رسالہ کے کام کے ساتھ عملی طور پر پہلے ہندوستانی مسلمانوں میں انقلاب اور رجوع الی اللہ اور دعوت دین کا جذبہ پیدا کرنے اور اس کے ساتھ ساتھ دعوت دینے اور اس دعوت کو ایک عالمگیر شکل دینے کی فکر میں اپنے آپ کو گھلائے جا رہے تھے، مگر اپنے آپ کو اس راہ میں تنہا محسوس کر رہے تھے۔اتباع رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا عزم مصمم اور عزیمت، آزمائشوں، مصائب ومشکلات کو دعوت دینے کے مماثل ہے۔

اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ کے بعد وَوَضَعْنَا عَنْكَ وِزْرَكَ o الَّذِيْٓ اَنْقَضَ ظَهْرَكَ کا دور شروع ہو چکا تھا۔ سید مودودی اپنے تبلیغ اسلام والے منصوبہ کو عملی جامہ پہنانے کے لیے ایک ''دارالاسلام'' کی ضرورت کو محسوس کر رہے تھے۔ اس کے لیے حیدرآباد کے قرب و جوار میں ایک زمین بھی خریدنی طے تھی مگر وسائل اور افراد محدود تھے۔ اس لئے کہ ہر حال میں حکم الٰہی پر عمل کی سعی نتائج کی فکر کیے بغیر توکل علی اللہ کے ساتھ ہر مسلمان پر لازم ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَاٰمِنُوْا بِرَسُوْلِهٖ يُؤْتِكُمْ كِفْلَيْنِ مِنْ رَّحْمَتِهٖ وَيَجْعَلْ لَّكُمْ نُوْرًا تَمْشُوْنَ بِهٖ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ o (الحدید:۲۸)

اُدھر پنجاب میں چودھری نیاز علی خاں نے پٹھان کوٹ کے قریب نہر کے کنارے جمال پور بستی میں تبلیغ اسلام کے لیے ایک ٹرسٹ قائم کرنے کا فیصلہ کر لیا تھا اور اپنی ذاتی جائداد میں سے کم وبیش 125 ایکڑ زمین ''تبلیغ اسلام'' کے لیے وقف کرنے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ ''علامہ اقبال'' سے مشاورت اور خط وکتابت چودھری نیاز علی خاں نے شروع کر دی۔

ہندوستان اور بیرون ہند ایک ہمہ پہلو علم وعزیمت سے آراستہ شخصیت کی تلاش میں ناکامی کے بعد اس کام کے لیے جس ''مرد کامل'' کی ضرورت تھی وہ مطلوبہ شخصیت ''مولانا مودودی'' کی شکل میں ''علامہ اقبال'' کو مل گئی۔ اس طرح ''دارالاسلام'' کا مثلث مولانا مودودی، علامہ اقبال اور چودھری نیاز علی صاحب کی شکل میں بن گیا۔

مارچ 1936ء سے 6 / جنوری 1938ء تک مولانا مودودی اور مولوی چودھری نیاز علی صاحب کے درمیان کم وبیش چالیس (40) خطوط کا تبادلہ ہوا۔ ان خطوط میں علامہ اقبالؒ کا رول بہت اہمیت کا حامل ہے۔

یہ تاریخی مراسلات مولانا مودودی کے حیدرآباد دکن سے ''دارالاسلام'' پٹھان کوٹ منتقل ہونے کے تاریخی پس منظر کو بیان کرتی ہے۔ [۲۳ خطوط چودھری نیاز علی صاحب ۱۷ خطوط کے جوابات سید مودودی] [۱]

ماہنامہ ''ترجمان القرآن'' کی اشاعت کا چوتھا سال شروع ہوا تو مولانا نے لکھا:

---

۱ ''اقبال۔ دارالاسلام۔ مودودی'' (صفحہ ۹۹ تا ۲۰۷) ڈاکٹر سید اسعد گیلانی۔ ترتیب وتدوین۔ اسلامی اکاڈمی۔ منصورہ۔ لاہور 1978ء یہ کتاب بہت اہم اور سیرتِ سید مودودی کی کڑیوں کو سمجھنے میں بہت مددگار ہے۔
اس کتاب کو پڑھنے کے بعد میں (مرتب) نے ''دارالاسلام'' پٹھان کوٹ کے سفر کا فیصلہ کر لیا۔ اور یکم جون 2015ء کو حیدرآباد سے دہلی، پھر دہلی سے مالیر کوٹلہ، وہاں سے کپورتھلہ اور پھر جمال پور پٹھان کوٹ کے اس پُرنور، پُرکشش بستی ''دارالاسلام'' کی زیارت کر لی۔ میرے ہم سفر حیدرآباد سے حافظ رفیق احمد صاحب رکن جماعت، اور دہلی سے محمد عارف اقبال صاحب ایڈیٹر اردو بک ریویو، اور جناب ارشد سراج رکن جماعت بھی تھے۔ جماعت اسلامی پنجاب کے امیر حلقہ جناب عبدالشکور اور رکن جماعت جناب یونس انصاری نے ہماری رہنمائی اور مہمان نوازی کا حق ادا کیا۔

''ترجمان القرآن'' کی اشاعت کو اب ذی الحجہ ۱۳۵۴ھ پورے تین سال گزر چکے ہیں اور محرم ۱۳۵۵ھ سے اس کی زندگی کا چوتھا سال شروع ہو رہا ہے۔ اس زمانے میں اللہ تعالیٰ کے فضل واحسان سے جو انعامات ہوئے ہیں ان کا شکر بجالانا میرا پہلا فرض ہے۔ اول تو یہی احسان کیا کم ہے کہ ایک حقیر گنہگار بندے کو دینِ حق کی خدمت کے لیے منتخب فرمایا گیا، حالاں کہ اگر انتخاب کا مدار علم، تقویٰ، اخلاص اور کمالات ظاہری و باطنی پر ہوتا تو شاید میں آخری شخص ہوتا، جس کی طرف نگاہِ انتخاب مائل ہوتی۔ پھر اس پر مزید احسان یہ ہے کہ میری تمام کوتاہیوں کی تلافی اپنے فضل وانعام سے کی گئی۔

بے علم تھا، نورِ علم عطا کیا گیا، ناواقفِ راہ تھا، راہِ راست کی طرف ہدایت بخشی گئی، کمزور اور پست ہمت تھا، صبر وثبات اور استقامت کی توفیق دی گئی، بے سر وسامان اور بے یار ومددگار تھا، خزانۂ غیب سے ہر قدم پر سامان بہم پہنچایا گیا، اور ہر مشکل کو ایسے ایسے طریقوں سے آسان کیا گیا کہ میری فکر وتدبر کا اس میں کچھ بھی دخل نہ تھا۔ یہ تو وہ احسانات ہیں، جن کو میں جانتا ہوں اور ان کا بھی پورا پورا شکر ادا کرنا میری قدرت سے باہر ہے، رہے وہ بے شمار احسانات جن کی مجھ کو خبر تک نہیں تو ان کا شکر کیسے بجالاؤں۔ بجز اس کے اور کیا کہہ سکتا ہوں کہ ''شکر نعمت ہائے تو چندانکہ نعمت ہائے تو۔''

پٹھان کوٹ ۔ جمال پور ۔ دارالاسلام ۔ مرتب احمد ابوسعید کا ایک سفر

جناب یونس انصاری کے پاس رات قیام وطعام رہا، وہاں سے ناشتہ کے لیے نماز فجر جماعت سے پڑھنے کے بعد ایک رفیق کے پاس گئے، ناشتہ کرلیا۔ ان کا بیٹا وکیل ہے اس کے ساتھ مولانا طفیل محمد صاحب کا گھر دیکھنے کے لیے نکلے۔ گھر کا پتہ خود رہبر کو بھی معلوم نہیں تھا، کپورتھلہ میں 1947ء میں آزادی سے قبل 90% مسلم آبادی تھی اور آج 1% بھی نہیں۔ ایک گھنٹہ بستی میں گھومنے کے باوجود گھر نہ ملا، نہ کوئی آثار ملے۔

پٹھان کوٹ ریلوے اسٹیشن سرنا ۔ جمال پور ۔ دارالاسلام

منزل مقصود تک پہنچنے کے لیے مقامی اور معروف، معلومات رکھنے والے افراد کو لے کر نکلے۔ منزل کی قربت کے ساتھ لمحہ بہ لمحہ بڑھتی ہوئی دلی کیفیت الفاظ کی شکل میں بیان سے باہر ہے۔ الحمدللہ جمال پور ۔ دارالاسلام ۔ کا بورڈ باقی ہے Railway برج کے اندر سے گزرے ۔ جمال پور دیہات میں داخل ہوئے۔ ''دارالاسلام'' کی جگہ میرے لیے بہت مقدس تھی۔ سیدی ابوالاعلیٰ نے اس غیر آباد دیہات کو ہندوستان اور پھر عالمی فکری انقلاب کا مرکز بنانے کے لیے منتخب کرلیا تھا۔ عمارات وہی قدیم حالت میں 40% موجود ہیں۔

مولانا مودودی کا گھر اس سے لگی ہوئی باولی (کنواں) ہاتھ سے چلانے کا چرخہ، لوہے کے قدیم ڈبے نما ڈول، وہاں سے پانی مولانا کے گھر میں حوض سے آنے کا سسٹم بھی آج تک مخدوش حالت میں محفوظ وموجود ہے۔ چرخہ میں آج بھی دس، بارہ ڈول نما ڈبے باقی ہیں۔ یہ کنواں، اس کا نورانی منظر اور اس کا ماضی قلب اور آنکھوں کی ٹھنڈک کا باعث ہے۔ فوٹوز لی گئیں، میں فوٹو لینے کی کیفیت میں نہیں تھا۔ ہر یادگار چیز کو دیکھتے ہوئے یہ تصور ذہن میں گھومتا کہ سید مودودی جن مسائل، مشکلات میں اعلیٰ عزائم کے حامل تھے، ہم سید مودودی سے محبت کے دعوے داروں کا کیا حال ہے؟

مولا مودودی کے گھر کی نشست گاہ میں دو رکعت نماز نفل ادا کی، رقت طاری ہوگئی۔ خوب دعائیں کی۔ اللہ کا شکر ادا کیا۔ یہ وہ مبارک ومتبرک اور میرے لیے وہ مقدس کمرہ ہے، جہاں 1942ء سے اگست 1947ء تک ''تفہیم القرآن''، لکھی گئی تھی۔

مگر حق تعالیٰ اپنے احسان وفضل میں جیسا فیاض ہے یہ بندہ اس سے فضل واحسان کی طلب میں ویسا ہی حریص ہے، اس نے جو کچھ دیا ہے اس پر شکر ضرور ہے مگر قناعت کیسی؟ اس کو اپنے غنا پر ناز ہے تو بندے کو اپنے فقر پر ناز ہے، اس کا یہ فیض بے پایاں ہے تو بندے کو بھی احتیاج بے پایاں ہے، وہ دینے سے نہیں تھکتا تو بندہ مانگنے سے کیوں تھکے اور اس سے نہ مانگے تو پھر کس سے مانگے ۔میں علم کا پیاسا ہوں اور اس پیاس کو بجھانے والا اس کے سوا کوئی نہیں ۔میری عقل وفہم میں ہزاروں کوتاہیاں ہیں اور اُن کو دور کرنے والا اگر کوئی ہے تو وہی ہے ۔ میرا دل بے چین ہے، میری روح مضطرب ہے ۔میرا دماغ سکون سے محروم ہے، اللہ ہی ہے جو اس بیماری کا مداوا کرسکتا ہے، میں گناہوں میں گھرا ہوں، میرے عمل میں لاکھوں خامیاں ہیں، میری فطرت کی کمزوریاں قدم قدم پر مرضیاتِ الٰہی کے اتباع سے مجھ کو روکتی ہیں ۔ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جو میرے ان عیوب کی اصلاح کرے اور عمل صالح کی توفیق بخشے ،میں اس سے خلوص نیت کا طلب گار ہوں ۔صحت فکر اور سدّاد نظر (سدّاد: سچائی، راستی مضبوطی) مانگتا ہوں، الحب فی اللہ والبغض فی اللہ کی توفیق چاہتا ہوں، میں اس سے دعا کرتا ہوں کہ مجھے بندوں سے بے نیاز کرکے صرف اپنا نیاز مند بنائے ۔محبت اور خوف اور طمع کا تعلق توڑ کر صرف اپنے ساتھ جوڑ دے اور اتنی قوت وطاقت عطا فرمادے کہ میں اسلام اور مسلمانوں کی خدمت میں اپنے دل کے سب حوصلے نکال سکوں ۔ وَاَدۡعُوۡ رَبِّیۡ عَسٰۤی اَلَّاۤ اَکُوۡنَ بِدُعَآءِ رَبِّیۡ شَقِیًّا ۔''اور میں اپنے رب سے دعا کروں گا امید ہے کہ میں اپنے رب کو پکار کر نامراد نہیں رہوں گا۔''

(ترجمان القرآن، محرم ۱۳۵۵ھ مطابق اپریل 1936ء)

میں نے اپنے سفر برطانیہ، لندن اور ترکی، استنبول اکتوبر نومبر ۲۰۱۷ء میں سید ابواعلیٰ مودودیؒ کے مقام، مرتبہ و مقبولیت کو دیکھ کر جہاں سجدہ شکر بجالایا وہاں رب کائنات کے کرم وعنایات پر سیدی ابوالاعلیٰ مودودیؒ کے ایمان ویقین، عزیمت واستقلال، جرات ودعوت کو سلام کرتے ہوئے سید مودودیؒ کے حق میں اللہ تبارک وتعالیٰ سے جنت میں اعلیٰ مقام کی دعا کرتا ہوں ۔(مرتب احمد ابوسعید)

نوٹ: اس کتاب کے تمام قارئین بالعموم ارکان جماعت اسلامی ہندوپاک کے لیے بالخصوص ضروری ہے کہ وہ دارالاسلام پٹھان کورٹ کی قدیم پُرنور اجڑی بستی اور اسلامی سنٹر لیسٹر، مارک فیلڈ (لندن) کی ترقی یافتہ تربیت گاہ کا عینی مشاہدہ کرنے کی کوشش کریں۔

''دارالاسلام'' کی مسجد کے کچھ قدیم بنیادی ڈھانچے کو باقی رکھتے ہوئے مندر بنالیا گیا ہے۔ مولانا سید مودودی نے یہاں وہ خطبات دیے تھے جو اپنی تاثیر میں مثالی مقام رکھتے ہیں۔ اس مسجد میں رمضان المبارک کے آخری عشرے میں مولانا مودودی اعتکاف فرمایا کرتے تھے۔ آج وہ مسجد نشانِ عبرت بنی ہوئی ہے۔ جماعت کو اپنی جان کی فکر ہے، تو ہم کو ہماری آن کھائے جارہی ہے۔

حافظ رفیق صاحب۔ عارف اقبال صاحب ایڈیٹر اردو بک ریویو، دہلی) نے تصاویر لیں۔ ان میں سے چند تصاویر کتاب میں شامل ہیں۔ الحمدللہ۔

عمر۔ چونتیس (۳۴) سال

(25 ستمبر 1936ء تا 24 ستمبر 1937ء)

سید مودودیؒ کی شادی، دارالاسلام کی پلاننگ، علامہ اقبالؒ کی طرف سے مولانا مودودی کو "بادشاہی مسجد" لاہور کی امامت وخطابت کی پیشکش

اکتوبر 1936ء سے مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی کی شادی کا سلسلہ والدہ محترمہ اور بڑے بھائیوں ابومحمد اور ابو الخیر مودودی اور دیگر رشتہ داروں کے اصرار پر شروع ہوا۔ مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی نے سسرال والوں کو خط لکھا اور اپنے موجودہ مالی موقف اور اپنے مستقبل کے پروگرام سے واقف کرایا اور متوقع مشکلات وآزمائشوں سے بھی مطلع کر دیا، تاکہ سسرال اور ہونے والی شریک حیات کو مکمل آگاہی ہوجائے۔ فروری 1937ء تک تمام معاملات طے ہو گئے۔ اور سید مودودی کی شادی نہایت سادگی سے ہوگئی۔

دہلی میں 5/مارچ 1937ء کو محترمہ محمودہ بیگم بنت نصیر الدین شمسی سے نکاح ہوا۔[1] ایک معزز اور معروف وخوش حال شمسی گھرانے کی یہ خاتون جو کوین میری اسکول Queen Mary School دہلی کی پڑھی ہوئی تھیں۔ نصیر الدین صاحب شمسی کی بیٹی تھیں، ان کے والدین صوم وصلوٰۃ کے پابند تھے اور شمسی صاحب دہلی میں کپڑے کے کامیاب تاجروں

---

[1] سید ابوالاعلیٰ مودودی کی زندگی کا نہایت اہم مرحلہ شادی اور شریک حیات کا انتخاب ہے۔ یہ رشتہ جامع مسجد دہلی کے شاہی امام بخاری خاندان سے تعلق رکھنے والی خاتون محترمہ محمودہ بیگم سے طے ہوگیا۔ ان کی ابتدائی تعلیم گھر ہی پر قرآن اور اسلام کے ابتدائی علوم اردو، عربی ان کے والد محترم ہی کی نگرانی میں ہوئی۔ بیگم ابوالاعلیٰ مودودی محترمہ محمودہ بیگم 1914ء میں دہلی میں پیدا ہوئیں۔ دہلی میں ایک عالی شان وآرام دہ گھر میں بڑی ہوئیں۔ اُن کے والد محترم کے پانچ لڑکے اور تین لڑکیاں تھیں۔ محمودہ بیگم بھائی اور بہنوں میں سب سے بڑی تھیں۔ "تحریک خلافت" کے زمانے میں اکثر غیور خاندانوں کی طرح مشنری اسکول Queen Mary سے انہیں نکال لیا گیا، پھر اردو، فارسی اور عربی کی تعلیم اپنے ماموں خواجہ عبدالحمید دہلوی سے حاصل کی۔ قرآن کا اردو ترجمہ بھی انہی سے پڑھا اور سیکھا۔

سید ابوالاعلیٰ مودودی کی والدہ دراصل محترمہ محمودہ بیگم کی دادی کی سگی خالہ تھیں۔ سید ابوالاعلیٰ مودودی کے بڑے بھائی ابومحمد مودودی صاحب نواب حمید اللہ خاں والئ بھوپال کے مشیر تھے۔ ابوالاعلیٰ مودودی اور محمودہ بیگم کی عمروں میں تاریخ پیدائش کے حساب سے کم وبیش گیارہ سال چھ ماہ کا فرق یعنی سید ابوالاعلیٰ مودودی کی عمر شادی کے وقت 33 سال۔ 5 ماہ 10 دن۔ بیگم محمودہ صاحبہ کی عمر 22 سال چند ماہ تھی۔ (بیگم مودودی کی 1914ء کے ماہ اور دن کے ساتھ صحیح تاریخ پیدائش کا علم نہ ہوسکا)

میں شمار کیے جاتے تھے۔ وہ کافی مالدار اور روشن خیال مسلمان تھے، دہلی میں ان کی حویلی ''شمسی کاٹیج'' کے نام سے معروف تھی، جو اس وقت کی بہت بڑی جائداد تھی۔ اس گھر کی یہ خاتون محمودہ بیگم سید مودودی کی بہترین شریکِ حیات ثابت ہوئیں، جنھوں نے ہر حال میں صبر وشکر کے ساتھ آخری دم تک اپنے شوہر کا ساتھ دیا۔

مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی نے ''تفہیمات''[1] کے عالمانہ مضامین اور کتاب ''پردہ'' اسی سال تحریر کیا۔ بعض مصادر سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے اس کتاب کے لکھنے کا آغاز 1936ء میں کیا تھا اور 1937ء میں یہ کتاب مکمل ہوئی ہے۔

مولانا مودودیؒ کی شادی کے بعد جب ڈاکٹر سید عبداللطیف صاحب حیدرآباد سے دہلی گئے اور دورانِ ملاقات جب پہلی مرتبہ سید مودودی کے چہرے پر داڑھی دیکھی تو مسکراتے ہوئے پوچھا کہ میاں ابوالاعلیٰ یہ چہرے پر داڑھی کا سلسلہ کب سے شروع ہوا ہے۔ ڈاکٹر سید عبداللطیف ''عثمانیہ یونیورسٹی'' حیدرآباد میں انگلش کے پروفیسر تھے۔ آکسفورڈ لندن یونیورسٹی سے انگریزی میں ڈاکٹریٹ کیا تھا۔

شادی کے بعد مارچ 1937ء ہی میں مولانا مودودی بیگم محمودہ صاحبہ کے ساتھ حیدرآباد آ گئے۔ بقول بیگم مودودی: ''میں حیدرآباد میں پانچ، چھ ماہ رہی، ہماری زندگی بہت اچھی گزری، اچھا معیاری گھر، رہن سہن کا معیار بہت عمدہ تھا۔ گاڑی، ڈرائیور، نوکر چاکر، اللہ کا فضل تھا۔ میری شادی سے قبل ہی ہجرت لاہور کا پروگرام بن رہا تھا۔ پھر اس کو قطعیت دینے کے لیے اکتوبر 1937ء میں مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی دہلی آئے تو مجھے بھی دہلی لے آئے۔ پھر وہ چودھری نیاز علی سے ملاقات کے بعد دہلی سے لاہور کا سفر کیا اور علّامہ اقبال سے ملاقات کی۔ ''دارالاسلام'' کی اسکیم کو قطعیت دینے کے بعد مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی لاہور سے دہلی اور دہلی سے پھر حیدرآباد گئے۔ حیدرآباد کے تمام معاملات ومسائل حل کرنے کے بعد بالآخر 2/جنوری 1938ء کو ''ترجمان القرآن'' کا دفتر حیدرآباد دکن سے جمال پور پٹھان کوٹ اور خود سید ابوالاعلیٰ مودودی بیگم محمودہ صاحبہ کے ساتھ 18/مارچ 1938ء کو جمال پور پٹھان کوٹ لاہور ''دارالاسلام'' منتقل ہو گئے۔ (تذکرہ سید مودودی۔ جلد سوم)

[1] یہ کتاب ''تفہیمات'' تین جلدوں میں ہے۔ حصہ اول میں بعض معرکۃ الآراء مسائل اسلامی کی تشریح وتوضیح ہے۔ ''ترجمان القرآن'' دسمبر 1933ء تا جون 1939ء میں شائع شدہ 24 مضامین اس میں شامل ہیں۔ حصہ دوم میں 1927ء سے 1950ء کے دوران ''ترجمان القرآن'' کے لیے لکھے ہوئے مضامین کے علاوہ ''الجمعیۃ''۔ ''معارف'' اور ''قاصد'' میں شائع شدہ مضامین بھی ہیں۔ حصہ سوم میں اس کے بعد 1964ء تک ''ترجمان القرآن'' میں شائع ہونے والے مضامین ہیں۔ یہ کتاب پہلی بار مصنف سید ابوالاعلیٰ کی نظر ثانی کے بغیر شائع ہوئی تھی، لیکن دوسری بار مصنف نے اس پر نظر ثانی کی ہے۔ حصہ اول سب سے پہلے دفتر رسالہ ''ترجمان القرآن'' لاہور سے 1940ء میں اور دوسرا حصہ ''مرکزی مکتبہ جماعت اسلامی'' لاہور سے 1955ء میں اور تیسرا حصہ ''اسلامک پبلیکیشنز'' لاہور سے مارچ 1965ء میں شائع ہوا ہے۔

سید ابوالاعلیٰ کے قیام حیدرآباد کے دوران ہی سے ان سے گہرے مراسم رہے۔[1]

ابوالآفاق کی کتاب ''سوانح افکار وتحریک'' میں رئیس احمد جعفری کے مولانا مودودی سے بمبئی میں ملاقات کے تذکرہ سے اس بات کی وضاحت ملتی ہے کہ بقول نعیم صدیقی سید مودودیؒ کی داڑھی کا اپنا ایک خاص سنت کی روشنی میں منتخب معیار تھا جو عمر کے ساتھ دراز ہوتا گیا۔

اسی سال لاہور میں علامہ اقبالؒ سے ملاقات ہوئی۔ علامہ اقبالؒ نے سید مودودیؒ کو حیدرآباد سے لاہور منتقلی کا مشورہ دیا۔ شاعر مشرق علّامہ اقبالؒ نے برصغیر ہند میں جس ''واحد مردِ مومن'' کو اپنے خوابوں کی تعبیر کے لیے منتخب کیا وہ دراصل سید ابوالاعلیٰ مودودی ہی تھے۔[2]

انگریز حکومت کے عطا کردہ دستور کے تحت ہندوستان میں انتخابات کا فیصلہ ہوا اور ''مسئلہ قومیت''[3] پر سید مودودیؒ نے جو مضامین لکھے وہ دو قومی نظریہ اور تخلیق پاکستان کی بنیاد بنائے گئے۔ ''مسلمان اور موجودہ سیاسی کشمکش''[4] کے نام

---

1. جہاں علّامہ اقبالؒ سے ان کے علمی تعلقات تھے وہاں آزادی سے قبل اور آزادیٔ ہند کے بعد بھی ڈاکٹر عبداللطیف صاحب مولانا ابوالکلام آزاد سے بہت قریب رہے۔ مولانا آزاد جب وزیر تعلیم تھے تو یہ ان کے P.A تھے۔ مولانا ابوالکلام آزاد کی تفسیر 18 پاروں یعنی سورہ نور تک کا انگلش ترجمہ بھی انہوں نے ہی کیا ہے اور ان کا حلقۂ احباب بہت وسیع تھا، ہر مکتبۂ فکر کے علماء سے تعلق تھا مگر انہوں نے داڑھی کبھی نہیں رکھی۔
ڈاکٹر سید عبداللطیف (1971-1891) حیدرآباد کے معروف علم دوست اور دین دار شخصیت تھے۔ King College London سے Ph.d کیا اور لندن میں اسلامک اسٹڈیز Islamic Studies کے صدر بھی تھے۔ (1937-1929) مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی کے قیام حیدرآباد کے دوران قریبی تعلقات کی بنا پر، ملاقاتیں اور علمی مباحث ہوا کرتے تھے۔ عموماً قرآن اور عالمِ اسلام موضوع ہوتا۔ ڈاکٹر سید عبداللطیف بہترین انگریزی زبان جانتے تھے۔ اور اردو، فارسی اور عربی کے بھی ماہر تھے۔ حیدرآباد میں علّامہ اقبالؒ اور قائد اعظم محمد علی جناحؒ سے طویل ملاقاتیں اور مشاورتی گفتگو کا بھی انہیں شرف حاصل تھا۔ انہوں نے خود بھی مکمل قرآن مجید کا ترجمہ دسمبر 1968ء میں مکمل کیا، جو اشاعت کے بعد اب بھی مارکٹ میں موجود ہے۔ 1937ء میں عثمانیہ یونیورسٹی سے حسن خدمت کے بعد وظیفہ پر علیٰحدہ ہوئے۔
[اقتباس ڈاکٹر سید عبداللطیف: ۔مصنف ڈاکٹر حسن الدین احمد (I.A.S)]
2. مگر علّامہ اقبال کے چاہنے والے، علّامہ اقبال اکیڈمیز (Iqbal Academies) چلانے والے، ادبی اور مذہبی شخصیات میں سے اکثریت مولانا مودودی کو علامہ اقبال کا مطلوبہ ''مردِ مومن'' ماننے اور تسلیم کرنے میں تکلف برتتا ہے۔ اس حقیقت کے اظہار کرنے کی بنیادی وجہ تعصب اور ایک مجرمانہ غفلت وجہالت معلوم ہوتی ہے۔
3. مسئلۂ قومیت پر مولانا مودودیؒ نے چند مضامین لکھے تھے، یہ مضامین دسمبر 1933ء تا جون 1934ء مختلف اوقات میں لکھے گئے تھے۔ ان مضامین کو 1939ء میں دفتر رسالہ ''ترجمان القرآن'' نے ''مسئلۂ قومیت'' کے نام سے کتابی شکل میں شائع کیا۔ بعد کی اشاعتوں میں اس کے اندر دو دیگر مضامین کا اضافہ کر دیا گیا ہے۔
4. یہ مضامین اسی سال لکھے گئے تھے اور ''ترجمان القرآن'' میں شائع ہوئے تھے۔

سے مضامین کی اشاعت کے بعد سید مودودیؒ کو اب تک جو مذہبی اور علمی حلقوں میں ایک عالم ومفکر کا مقام حاصل تھا اب سیاسی حلقوں میں ایک اعلیٰ سیاسی رہنما کی حیثیت سے بھی ان کا چرچہ ہونے لگا۔ انگریز حکمراں، کانگریسی اور مسلم لیگی سیاسی لیڈر ہر ایک میں سید مودودی ،فکرِ مودودی اور ''ترجمان القرآن'' کے مضامین و اداریے موضوع بحث بننے لگے۔ دارالعلوم دیوبند اور ندوۃ العلماء کے اساتذہ وطلبا کا محبوب پرچہ سید مودودی کا ''ترجمان القرآن'' قرار پایا۔ مولانا اشرف علی صاحب تھانوی، مولانا محمد منظور نعمانی، عبدالماجد دریابادی، مولانا ابوالحسن علی ندویؒ (رحمهم الله) سید ابوالاعلیٰ مودودی کی متاثر کن تحریر کے مداحوں اور چاہنے والے معتقدین میں تھے۔

مورخہ 26/جولائی 1937ء کو علامہ اقبال کی جانب سے سید مودودی صاحب کو بادشاہی مسجد لاہور کی امامت کی پیش کش ہوئی، مگر مولانا مودودی نے بطورِ ملازمت یا معاوضہ پر امامت وخطابت قبول کرنے سے انکار کردیا اور اعزازی طور پر امامت وخطابت کی یہ خدمت انجام دینے پر آمادگی کا اظہار کیا۔ حیدرآباد کے معاملات سے جلد از جلد یکسوئی کے بعد لاہور جانے کا ارادہ و عزم کرلیا۔ اسی سال علامہ اقبال نے سید مودودی اور نومسلم دانشور علامہ محمد اسد مصنف (The Road to the Mecca) کو ہدایت کی کہ وہ مجوزہ ادارہ ''دارالاسلام'' کا دستور العمل (PROSPECTUS) تیار کریں۔

مونالانا سید ابوالاعلیٰ مودودی ''ترجمان القرآن'' کے اشارات میں رقم طراز ہیں:

> ''محرم ۱۳۵۶ھ مارچ 1937ء'' اس اشاعت کے ساتھ ''ترجمان القرآن'' کی زندگی کا پانچواں ختم اور چھٹا سال شروع ہو رہا ہے۔ سفر کی اس نئی منزل میں قدم رکھنے سے پہلے مجھ پر اللہ کا شکر واجب ہے۔ پچھلے دور اس طرح گزرتے رہے ہیں کہ ہر سال کی ابتدا میں خوف ہوتا تھا کہ شاید اب

نوٹ: دراصل 1937ء اور عمر 34 سال، مولانا سید ابوالاعلیٰ کی حیات اعلیٰ کا بہت اہم سال ہے۔ شادی کی بات شروع ہوئی۔ حکم الٰہی اور اتباعِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں سنت کی ادائیگی کے پیش نظر شادی ہوگئی۔ شادی سے زیادہ اہم فریضہ مقصد تخلیق مودودی کی ادائیگی کا ہے۔ ''دارالاسلام'' کے سلسلہ کی بات فیصلہ کن موڑ پر پہنچ رہی تھی۔ ''دارالاسلام'' پٹھان کوٹ ہجرت کا فیصلہ سنت رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے عین اتباع میں کیا جارہا تھا یعنی مبلغین کو تیار کرنا۔ تعلیم وتربیت کے بعد پہلے پورے ملک ہندوستان میں اور اس کے بعد ''نورِ محمدی'' سے پورے عالم کو متعارف کرانا۔ اسلام کی دعوت کو ایک مکمل نظام حیات کی شکل میں پیش کرنا، یہ سب سے بڑا پُرعزیمت (Challenging) کام ہے اور یہ سب کچھ صبر اور توکل علی اللہ کے جذبۂ ایمانی کے تحت تکمیل کے مراحل طے کرتا ہے۔ بہرحال سید مودودی، مدیر ''ترجمان القرآن'' حیدرآباد نے چودھری صاحب کے اصرار پر علامہ اقبال سے ملاقات کے لیے لاہور کا سفر کیا، پھر جمال پور پٹھان کوٹ کا محل وقوع چودھری صاحب کی تعمیر کردہ تربیت گاہ اور وہاں موجود سہولتوں اور رہائشی مسائل ومشکلات کا جائزہ لینے کے بعد دوبارہ ''لاہور'' آکر علامہ اقبال کی قیام گاہ پر دو تین نشستوں میں مستقبل کا پروگرام طے کیا۔

یہ پرچہ پورا سال نہ پکڑ سکے گا اور ہر سال کے خاتمے پر حیرت ہوتی تھی کہ آخر یہ زندہ کیسے رہ گیا۔ نشیب وفراز کے ان مسلسل تجربات اور نصرت الٰہی کے پیہم مظاہرات نے اب دل میں اس امر کا اذعان سا پیدا کر دیا ہے کہ یہ خدمت بارگاہِ الٰہی میں کسی حد تک مقبول ضرور ہے اور اس مقبولیت کی بنا پر اس کے ساتھ وَيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ کا سا معاملہ ہو رہا ہے، گو ظاہر حالات کے لحاظ سے خارج میں کوئی تغیر نہیں ہوا۔

اب بھی زمانہ کا وہی رنگ ہے جسے دیکھ دیکھ کر دل ٹوٹ جاتا ہے، ہمت بیٹھتی جاتی ہے، حوصلے پست ہوئے جاتے ہیں لیکن اب باطن کا وہ حال نہیں جو پہلے تھا، اب دل میں ایک اطمینان ہے، روح میں ایک سکون ہے، حوصلوں میں ایک نئی قوتِ پرواز اور عزائم میں ایک خالص طاقتِ شباب محسوس ہوتی ہے، پہلے صبر وتوکل کے الفاظ ذہن میں تھے، روح میں ان کے معنی کا تحقق اب شروع ہوا ہے، پہلے صرف اعتقاداً یہ سمجھتے تھے کہ اللہ پر بھروسا کرنا چاہئے۔ چار سال کی مشق وتمرین کے بعد اب کچھ سمجھ میں آنے لگا ہے کہ اللہ پر بھروسا کرنے کے معنی کیا ہیں اور اس پر بھروسا کرنے والوں کے ساتھ کیا معاملہ ہوتا ہے، یہی وہ نعمت ہے برسوں سے جس کی طلب تھی اور اب اس بخشش کا آغاز ہوا ہے۔ صمیم قلب کے ساتھ بخشنے والے کا شکر ادا کرتا ہوں اور ادائے شکر کے ساتھ یہ دعا بھی کرتا ہوں کہ اس نعمت کا اتمام فرمایا جائے، کیوں کہ اب جو مرحلہ درپیش ہے اس میں سب سے بڑھ کر اس چیز کی ضرورت ہے۔

میں ایک مجاہد کے سے ایمان کا طلب گار ہوں۔ ایسا دل مانگتا ہوں جو سمندر کی طوفانی موجوں کے مقابلے میں ٹوٹی ہوئی کشتی لے جانے پر بے جھجک آمادہ ہو جائے۔ ایسی روح مانگتا ہوں جو شکست کھانے اور سپر رکھ دینے کا تصور ہی نہ کر سکتی ہو۔ ایسی عزیمت مانگتا ہوں جو مادی سہاروں سے قطعاً مستغنی ہو اور تمام سہاروں کے چھوٹ جانے پر بھی نہ ٹوٹ سکے۔ ایسا ارادہ مانگتا ہوں جسے کوئی طاقت اپنے مقصد کے راستے سے نہ ہٹا سکے۔"

(ترجمان القرآن، محرم ۱۳۵۶ھ مطابق مارچ 1937ء)

عمر۔ پینتیس (۳۵) سال

(25 ستمبر 1937ء تا 24 ستمبر 1938ء)

حیدر آباد سے دہلی اور لاہور کا سفر، علامہ اقبال سے لاہور میں تین ملاقاتیں، حیدر آباد سے دارالاسلام پٹھان کوٹ منتقلی، Majur turning Point of Life، دارالاسلام کا مقصد، عالم گیر اسلامی انقلاب کے لیے افراد سازی، پہلے لڑکے عمر فاروق مودودی کی پیدائش، علامہ اقبالؒ کا انتقال

اکتوبر 1937ء میں مجوزہ ''ادارہ دارالاسلام'' کے قیام پر غور وفکر کے لئے دہلی میں مشاورتی اجلاس ہوا، جس میں عبدالعزیز شرقی، علامہ اقبال کا پیغام لے کر دہلی آئے تھے۔

اکتوبر 1937ء میں دہلی کا سفر بھی کیا، وہاں سے چودھری نیاز علی کے ہمراہ لاہور آئے۔ اور یہاں تین روز قیام کیا۔ اس دوران علامہ اقبالؒ سے مختلف اوقات میں تین، چار طویل نشستیں ملّی وملکی مسائل پر رہیں۔

اس کے بعد جمال پور پٹھان کوٹ کا سفر کیا، مقام اور منصوبہ پر عمل کا جائزہ لیا، اور پھر دوبارہ لاہور آمد ہوئی اور علامہ اقبالؒ سے ملاقات ومشاورت کے بعد یہ طے ہو گیا کہ مولانا سید مودودی جلد ہی حیدر آباد چھوڑ کر جمال پور پٹھان کوٹ (پنجاب) منتقل ہو جائیں گے۔

''تنقیحات'' کے مضامین جن کی ابتداء اکتوبر 1932ء میں ہوئی تھی، اس سال دسمبر 1937ء میں مکمل ہوئی۔[1]

نومبر 1937ء میں مولانا مودودیؒ نے ''ادارہ دارالاسلام'' کا تعارف لکھ کر ''ترجمان القرآن'' میں شائع کیا۔ جس میں ''دارالاسلام'' کے اغراض ومقاصد کی توضیح کی گئی ہے۔

''دارالاسلام'' گویا ''جماعت اسلامی'' کی شاہ راہ کی پہلی منزل ثابت ہوا۔

---

[1] کتابی صورت میں یہ مجموعہ پہلی بار 1939ء میں شائع ہوا۔ اس مجموعہ میں بقول مولانا مودودیؒ وہ مضامین یکجا کر دئے گئے ہیں، جو اسلام اور مغربی تہذیب کے تصادم سے پیدا شدہ مسائل پر مختلف اوقات میں لکھے گئے ہیں۔ ان میں غیر اسلامی اثرات اور مسلمانوں کی کوتاہیوں پر تنقید بھی ہے اور غلط فہمیوں میں الجھے ہوئے حقائق کی تنقیح بھی۔ (کتاب تنقیحات)

دسمبر 1937ء میں ''تنقیحات'' کے ایک مضمون میں لکھا:

''اسلام میں عقائد کی وہی اہمیت ہے جو جسم میں قلب کی ہے۔ نظریۂ حیات اور مقصدِ زندگی گویا 'دماغ' ہے۔ معاشی، معاشرتی اور سیاسی اصول گویا جسم کے 'اعضائے رئیسہ' ہیں۔''

''دارالاسلام'' کا تصور اتباعِ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک ہمہ پہلو نتیجہ تھا۔ ہجرت مکہ نہایت مایوس کن حالات میں ہوئی۔ مگر مدینہ میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف 8 سالہ مدت میں وہ کام کیا کہ مدینہ ایک پاور ہاوز بن گیا اور اس پاور ہاوز میں وہ طاقت بھر دی کہ جس نے سارے عرب کو منور کر دیا۔

دین میں تفقہ حاصل کر کے لوگوں کو بہترین طریقہ سے اسلامی احکامات کی تعلیم دینے والے افراد کی تیاری، ہمہ وقت کارکنوں کو فکرِ معاش سے آزاد کرنا، تیسرا گروہ جماعت کے معاشی استحکام کے لیے کام کرتا رہے اور اسلامی نصب العین ہی مقصدِ حیات ہو۔

باہر سے آنے والے ''دارالاسلام'' کے ماحول میں رہ کر سب سے پہلے بہتر طریقہ سے بغور کلام اللہ کا اس طرح مطالعہ کریں کہ ''دارالاسلام'' کے ماحول میں قیام پذیر افراد کی زندگی کلام پاک کی عملی تفسیر ہو۔ ''دارالاسلام'' میں ہر مسلک کے لوگ آئیں اور کفر کے ماحول کے علی الرغم اسلام کے ماحول میں رہ کر قرآن کو زیادہ بہتر انداز سے سمجھ سکیں گے اور یہاں سے واپس جائیں گے تو ''قرآن اور سنت'' کے عملی نمونے کا نور، ان کے ماحول کو منور کر دے گا۔ یقین محکم کی تعلیم و تربیت، عمل پیہم کا نمونۂ محبت اور ایثار و قربانی کا نورانی ماحول۔ عالم گیر قرآنی انقلاب سیرت سرورِ عالم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی روشنی میں آئے گا اور عالمِ انسانیت کو عالمی امن و سکون نصیب ہوگا۔

يَآ اَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِىْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا وَّنِسَآءً وَّاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِىْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَالْاَرْحَامَ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا ۝ (سورۂ نساء:۱)

سید ابوالاعلیٰ مودودی کی سیرت کا ممتاز پہلو میرے مطالعہ کی روشنی میں یہی رہا ہے کہ انہوں نے کام کی سعی اس طرح کی کہ ''دین اسلام'' کی صحیح تصویر اور تصور واضح ہو، اس کے ساتھ ہی انہوں نے جرأت مندانہ اقدامات کے بدلے، عزت، دولت، شہرت کی قربانی بلا جھجک پیش کی۔

یقیں محکم عمل پیہم محبت فاتح عالم
جہادِ زندگانی میں ہیں یہ مردوں کی شمشیریں

اقبالؔ

دینِ حق کی خاطر ایک اور ہجرت، سید مودودیؒ کا ایک عظیم فیصلہ، نظریاتی تحریک کو علمی شکل دینے کا باعث بنا۔ حیدرآباد کی آسودہ حال زندگی، دسمبر 1928ء میں سید مودودیؒ دہلی سے حیدرآباد آئے۔ بتدریج تنگ دستی سے آسودگی میسر آئی، حیدرآباد کا علمی طبقہ اور صاحبِ حیثیت وصاحبِ ثروت افراد بھی سید مودودیؒ کی فکری بالیدگی اور قابلِ اعتماد علمی وسیاسی بصیرت، خودداری اور خوداعتمادی سے متاثر ہو چکے تھے۔ سید مودودی نے کبھی کسی صاحب ثروت سے مالی منفعت حاصل نہیں کی۔ ''عثمانیہ یونیورسٹی'' کی پروفیسری اور اعلیٰ درجہ کی تنخواہ کی پیشکش اور بڑے بھائی ابوالخیر مودودیؒ کا پروفیسری کی خدمت قبول کرنے پر اصرار، یہ سب اسی سلسلے کی کڑیاں ہیں۔

ہاں البتہ ملازمت سے ہٹ کر ''دائرۃ المعارف'' و ''دارالترجمۃ'' کے لیے عربی سے اردو ترجمہ کا کام، ''دارالترجمہ، عثمانیہ یونیورسٹی'' سے عارضی معاہدے (Contract Basis) پر علمی خدمات انجام دیتے رہے، وقت سے قبل مطلوبہ معیار کے مطابق کام اعلیٰ پیمانے پر کردیتے اور طے شدہ معاوضہ لیتے ''عثمانیہ یونیورسٹی'' کے شعبہ ''دارالترجمۃ'' کے ذمہ دار مناظر احسن گیلانیؒ خود ایک علمی اور اعلیٰ درجہ کے مصنف ہوتے ہوئے سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ کے متعلق فرماتے ہیں کہ:

> ''دینی تعلیمات کو آسان، عام فہم اور دل نشین انداز میں سمجھانے کا کام اعلیٰ پیمانے پر ابوالاعلیٰ مودودیؒ ہی کر سکتے ہیں۔ قدرت نے انہیں ایسا قلم دیا ہے کہ وہ دین کی مشکل اور فلسفیانہ باتوں کو آسان اور دل نشین مثالوں، سہل طرزِ ادا، اور دل میں اتر جانے والے الفاظ سے بیان کر سکتے ہیں، اور صرف وہی جدید نسل کی تشفی کر سکتے ہیں۔''[۱]

جہاں تک صاحبِ حیثیت وصاحبِ ثروت اصحاب سے سید ابوالاعلیٰ کے تعلقات کا معاملہ ہے اُن میں نواب فخر یار جنگ بھی تھے۔ 1928ء سے 1937ء کی ہجرت تک ان سے بہت قریبی تعلقات کی وجہ اُن کا اخلاص، دیانت وامانت اور اصول پسندی تھی۔ سید مودودی اگر مال ومناصب کے متلاشی ہوتے تو بہت کچھ حاصل کر سکتے تھے۔ مگر ایک اعلیٰ مقصدِ حیات سید ابوالاعلیٰ کو اتباعِ رسول عربی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جذبہ سے دنیا کی تمام آلائشوں سے بے نیاز اور اعلیٰ ترین مقام پر فائز ہی رکھا۔ بقول سید مودودی ''قیام حیدرآباد (دکن) میں میری اُن سے وقتاً فوقتاً ملاقات ہوتی رہی[۲]۔''

قیام حیدرآباد کے دوران میں اکثر اعلیٰ علمی ذوق کے لوگ خود سید مودودی کے گھر آتے۔ شادی سے قبل ایک

۱۔ سید ابوالاعلیٰ۔ سوانح، افکار، تحریک۔ ابوالآفاق

۲۔ شخصیات۔ سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ

کشادہ گھر میں لال ٹیکری (Red Hill) لکڑی کا پل کے قریب منتقل ہو چکے تھے۔ جمعہ کی نماز کے لیے اکثر خیرت آباد کی قطب شاہی جامع مسجد لکڑی کے پل سے ہوتے ہوئے جایا کرتے تھے۔ بہرحال سید مودودیؒ خود حیدرآباد کے قرب وجوار میں ''دارالاسلام'' کی اسکیم پر عملی صورت گری کی فکر میں تھے۔ اسی دوران علّامہ اقبال کی پیشکش کو من جانب اللہ سبحانہ وتعالیٰ تصور کرتے ہوئے ہجرت لاہور اور پٹھان کوٹ کو قبول کرلیا۔ اس وقت مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی کی بیگم امید سے (حاملہ) تھیں، ڈیڑھ ہزار میل کا لمبا سفر، نئی جگہ، نئے مسائل، ادارۂ ''ترجمانُ القرآن'' نو (۹) سال چار (۴) ماہ کی کوششوں کے بعد ایک اچھا خاصا مستحکم اور مضبوط ادارہ بن چکا تھا۔

بہرحال ان تمام قربانیوں کو محض اعلیٰ مقصد اور رضائے الٰہی کے اعلیٰ ترین جذبہ کی خاطر اور فَإِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللهِ کا ثبوت دیتے ہوئے سنّت رسول ﷺ کے اتباع میں پیش کیا۔ سید مودودی کا حیدرآباد سے یہ ہجرت کا فیصلہ اُن کی زندگی کا ایک عظیم Turning Point اہم انقلابی اقدام ہے۔

2/جنوری 1938ء کو ذاتی لائبریری اور ضروری کتابوں کے کئی ایک صندوق اور ''ترجمانُ القرآن'' کا دفتر حیدرآباد دکن سے، جمال پور، پٹھان کوٹ مُنتقل ہو گیا۔

اور 18/مارچ 1938ء کو سید مودودی حیدرآباد سے علّامہ اقبالؒ کی خواہش پر پنجاب کے شہر لاہور کے دیہات پٹھان کوٹ کی ایک بستی جمال پور منتقل ہو گئے۔[۱]

محرم ۱۳۵۷ھ مطابق مارچ 1938ء ''ترجمان القرآن'' کی زندگی کے ۶ سال ختم ہوئے اور ساتواں شروع ہوا تو مولانا نے پھر لکھا:

> ''اس اشاعت سے ''ترجمان القرآن'' کی زندگی کا ساتواں سال شروع ہو رہا ہے اور میں اس سال کا آغاز بھی اسی مالک عالم وعالمیان کی حمد وثنا کے ساتھ کرتا ہوں جس کے فضل واحسان سے مجھ کو اب تک اپنی یہ ناچیز خدمت جاری رکھنے کی توفیق نصیب ہوتی رہی۔
>
> اللہ اکبر، اس بخشش کا بھی کوئی ٹھکانہ ہے کہ ایک بے وسیلہ اور بے یار ومددگار آدمی، دینی بے حسی، سیاسی ومذہبی جتھے بندی اور اخلاقی انحطاط کے دور میں اس قسم کا ایک کڑوا اور بے لاگ رسالہ پورے چھ برس سے نکالتا رہا اور اس دوران میں اس کو کبھی مخلوق کا منت کش نہ ہونا پڑا۔ 'انا عند ظن عبدی بی'

---

[۱] عمر ۳۵ سال۔ شادی کے ایک سال بعد بیگم کے ساتھ یہ ۱۰ ویں اور سب سے اہم، اعلیٰ وارفع ہجرت۔ رَبِّ أَدْخِلْنِي مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّأَخْرِجْنِي مُخْرَجَ صِدْقٍ وَّاجْعَلْ لِّي مِنْ لَّدُنْكَ سُلْطَانًا نَّصِيرًا O (الاسراء: 80)

کسی کے لیے تو اذعانی چیز ہوگی مگر میرے لیے یہ برسوں کی آزمائی ہوئی، پرکھی اور جانچی ہوئی حقیقت ہے۔میں تو اس کو یوں جانتا ہوں جیسے کوئی آنکھوں دیکھی چیز کو جانتا ہے۔جیسا گمان میں نے اول روز سے اپنے رب کے ساتھ قائم کیا تھا قربان اس پاک ذات کے کہ ویسا ہی اس کو پایا اور برابر پائے جا رہا ہوں، ایک لمحہ کے لیے بھی اس نے مجھے اپنی خوشنودی کے سوا کسی کی خوشنودی کا طالب نہ بننے دیا۔اپنے غضب کے سوا کسی کے غضب سے خوف زدہ نہ ہونے دیا اور اپنے در کے سوا کسی در کی طرف نظر احتیاج سے دیکھنے تک کا موقع نہ دیا۔اس نے پوچھا تھا۔

اَلَیْسَ اللہُ بِکَافٍ عَبْدَہٗ ''کیا اللہ اپنے بندے کے لیے کافی نہیں۔''

میں نے دل سے اقرار کیا ''ہاں تو ہی میرے لیے کافی ہے۔'' اور وہ حقیقت میں میرے لیے کافی ہوگیا۔ایسا کافی ہوگیا کہ میرے اقرار کی لاج رکھنا بھی اس نے اپنے ذمہ لے لیا۔

اس کی کفایت اور کمال درجہ کی کفایت کو حیدرآباد کی گوشہ نشینی میں بھی دیکھ چکا ہوں اور پنجاب کی اس خانہ بدوشانہ زندگی میں بھی دیکھ رہا ہوں، پھر کیوں نہ میرا دل اس کے لیے شکر و احسان مندی کے جذبہ سے لبریز ہو جائے، اور کیوں میں اپنے رب سے بدگمانی کروں کہ اس کو چھوڑ کر دوسروں کی خوشنودی کا طالب بن جاؤں۔''

تبلیغ و تلقین کا فریضہ انجام دیتے ہوئے مولانا مودودی برابر راہِ سلوک (سلوک قرآنی) کے مراحل طے کیے چلے جا رہے تھے کہ 1937ء کے اواخر میں سرزمین پنجاب کے مشہور صوفی بزرگ علامہ اقبالؒ نے انھیں پکارا اور اس کام کے لیے پنجاب آنے کی دعوت دی۔ چناں چہ اس دعوتِ اسلامی کے ''مجاہدِ اعلیٰ'' نے ان کی پکار پر لبیک کہہ کر اور ان کی دعوت کو قبول کر کے اپنا گھر بار اُٹھایا، اور ڈیڑھ ہزار میل دور جا کر ایک دیہاتی علاقے میں ''تو کلاً علی اللہ'' ڈیرہ ڈال دیا۔لیکن ابھی پوری طرح وہ کام شروع ہی نہ کرنے پائے تھے کہ علامہ اقبالؒ انتقال فرما گئے۔

اگرچہ یہ ایک ہمت شکن اور بڑا ہی صبر آزما حادثہ تھا، مگر مخلص صوفی کا اصل اور حقیقی سہارا اسباب نہیں مسبب الاسباب ہوتا ہے۔ چناں چہ اس موقع پر ''ترجمان القرآن'' میں جو کچھ لکھا گیا اسے پڑھیے۔

''ساحل کے سکون و عافیت سے نکال کر سمندر کے منجدھار میں پھینک دیا گیا ہوں۔وہی خوابِ تصور والی ٹوٹی ہوئی کشتی میرے حوالے کی گئی ہے، جس کا تختہ تختہ الگ اور جس کے بادبان تار تار ہیں، سب سے بڑا امدادی سہارا جس کی مدد کی توقع تھی اقبالؒ کا سہارا تھا، سو وہ بھی یہاں قدم رکھتے ہی چھین لیا گیا۔خود اپنی طاقت کو دیکھتا ہوں تو وہ بہ منزلہ صفر ہے، دو چار ساتھی جو ملے ہیں، ان کو دیکھتا ہوں تو وہ مجھ

سے زیادہ خستہ و ماندہ ہیں اور دوسری طرف وہ حال نظر آتا ہے، جس کو دیکھ کر سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے اپنے پروردگار سے عرض کیا تھا۔

رَبَّنَآ اِنَّكَ اٰتَيْتَ فِرْعَوْنَ وَمَلَاَهٗ زِيْنَةً وَّاَمْوَالًا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا رَبَّنَا لِيُضِلُّوْا عَنْ سَبِيْلِكَ... (یونس:۸۸)

اے ہمارے رب بے شک تو نے فرعون اور اس کے وزیروں کو دنیا کی زینت اور مال و دولت عطا فرمائی ہے۔اے رب کیا یہ اس لیے کیا ہے کہ وہ تیرے بندوں کو تیری راہ سے گمراہ کریں۔

اب سوائے اللہ کے اور کوئی سہارا نہیں، سب مادی سہارے جھوٹے اور ناقابل اعتماد ہیں، وہی اصلی اور حقیقی سہارا ہے، وہی طاقت کا منبع ہے، وہی اسباب کا مالک اور مسبّب ہے اور وہی حامی و ناصر ہے۔

...عَلَى اللّٰهِ تَوَكَّلْنَا رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ o وَنَجِّنَا بِرَحْمَتِكَ مِنَ الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ o (یونس:۸۵،۸۶)

اللہ ہی پر ہم نے توکل کیا۔اے ہمارے رب تو ہم کو ظالم قوم کے لیے فتنہ و آزمائش نہ بنا اور اپنی رحمت سے ہمیں کافرین سے نجات عطا فرما۔''

(ترجمان القرآن، محرم ۱۳۵۷ھ مطابق مارچ 1938)

مولانا مودودیؒ کے دارالاسلام، جمال پور، منتقل ہونے کے بعد اسلام کی نشاۃ ثانیہ کے لئے اپنے چند رفقاء کے ساتھ ایک اسلامی مرکز ''دارُالاسلام'' قائم کیا، جس کی حیثیت اسلامی تحقیقی ادارے اور اسلامی تربیت گاہ کی تھی۔

علّامہ اقبال نے مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ کے مجوزہ ایک مثالی (IDEAL) بستی ''دارُالاسلام'' میں سال میں چھ ماہ اُس تربیت گاہ میں گزارنے کا وعدہ کیا تھا۔حیدر آباد دکن کی قدرے خوش حال زندگی کو خیر باد کہہ کے جب پٹھان کوٹ کے ایک گاؤں کے منجملہ 125 ایکڑ میں سے 70 ایکڑ پر مشتمل ایک اگائے ہوئے اور جنگلی بے ترتیب جھاڑوں اور باونڈری کے بغیر دیہاتی باغ کو منتخب کیا گیا تھا۔''دارُالاسلام'' کی بستی میں منتقلی عمل میں آئی تو گاؤں کا ایک سادہ گھر، بجلی نہ نل، نہ زندگی کی دوسری سہولتیں۔مگر سید مودودی کی بیوی محمودہ بیگم جو دہلی کے خوش حال گھرانے کی خاتون تھیں اور دیہاتی زندگی سے بالکل ناواقف تھیں، بڑی خُوش دلی سے اُن تمام صعوبتوں کو اللہ کی رَضا اور شوہر کی اطاعت میں خندہ پیشانی سے گوارہ کرلیا، یہ سید مودودی کی تربیت و ذہن سازی کا کمال تھا۔

اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَيَقْتُلُوْنَ وَيُقْتَلُوْنَ وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا فِي التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِيْلِ وَالْقُرْاٰنِ وَمَنْ اَوْفٰى بِعَهْدِهٖ مِنَ اللّٰهِ فَاسْتَبْشِرُوْا بِبَيْعِكُمُ الَّذِيْ

بَايَعْتُم بِهٖ وَذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ o (التوبۃ:۱۱۱)

تصنیفی، دینی ودعوتی مصروفیات کے بعد کچھ وقت نکال کر سید مودودی اپنا ٹانگا (ٹم ٹم) خود چلاتے ہوئے دو، چار کلومیٹر تک اپنی شریکِ حیات کو سیر وتفریح پر بھی لے جایا کرتے تھے۔ کبھی کبھار بیگم کے ساتھ چہل قدمی Walking بھی کرلیا کرتے تھے،اس طرح بیوی کے حقوق کی ادائیگی میں اتباعِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا عملی ثبوت پیش کیا۔ يَاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا وَّنِسَآءً ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَالْاَرْحَامَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا ① (النساء)

سیدابوالاعلیٰؒ کے پہلے فرزند سید عمر فاروق مودودی 12/اپریل 1938ء کودہلی میں پیدا ہوئے۔

مولانا سیدابوالاعلیٰ مودودی کے لیے مارچ اور اپریل 1938ء بہت مصروف ترین سال تھا۔دارالاسلام کی نئی بستی کو بسانا،''ترجمان القرآن'' کو مستقل طور پر جاری رکھنا ایک تھکا دینے والا عمل تھا۔علامہ اقبال کو مولانا مودودی کے ''دارالاسلام'' پہنچنے کی خبر سے بڑی مسرت ہوئی۔علامہ اقبال کی صحت خراب چل رہی تھی۔علامہ اقبال کے خادمِ خاص Private Secretary کا خط مولانا مودودی کے نام آیا کہ علّامہ اقبال آپ کی آمد سے بہت خوش ہیں۔آپ سے ملاقات کی خواہش رکھتے ہیں،آپ جلد ازجلد آجایئے،صحت بہت خراب ہے مگر اس بات کا تذکرہ کسی سے نہ کیا جائے۔

مولانا مودودی خود بھی علّامہ اقبال سے ملاقات کے متمنی تھے،مگر مسائل کی وجہ سے پہلے بیٹے کی پیدائش کی خوش خبری پر دہلی بھی نہ جاسکے تھے۔دارالاسلام آنے کے بعد علامہ اقبال سے مزید ملاقات کا ارادہ تھا اسی لیے دہلی جانے سے پہلے اس ملاقات کے ارادہ کو چند دنوں کے لیے موخر کرنا پڑا۔دریں اثنا علامہ اقبال کے انتقال کی خبر آئی۔انا للہ وانا الیہ راجعون

21/اپریل 1938ء کو علامہ اقبالؒ کا انتقال ہو گیا جو سید مودودیؒ کے لیے بہت بڑا صدمہ تھا۔علّامہ اقبالؒ کے تعلق سے سید مودودیؒ لکھتے ہیں:

> ''علّامہ اقبالؒ نے اسلامی تاریخ میں جو عظیم الشان اصلاحی کارنامہ انجام دیا ہے،اگرچہ وہ بجائے خود نہایت قیمتی ہے،لیکن اس کی قدر وقیمت اس وقت بہت زیادہ بڑھ جاتی ہے جب ہم اس بات پر نگاہ ڈالتے ہیں کہ انہوں نے کن حالات میں یہ کارنامہ انجام دیا ہے۔'' (شخصیات۔سید مودودی)

مولانا مودودی علّامہ اقبالؒ کی فکری عظمت کے بہت معترف تھے،اور اقبالؒ کو مسلمانانِ ہند کے عظیم مخلص ومحسن اور اعلیٰ ترین فکری رہنما اور اپنے لیے من جانب اللہ سب سے بڑا امادی دنیاوی کا سہارا سمجھتے تھے۔جب کہ علّامہ اقبال کی نظر میں اُس وقت پورے برصغیر میں سید ابوالاعلیٰ کے علمی مرتبہ اور عزیمت کا کوئی مخلص مسلم قائد نہیں تھا۔

کتاب ''حقوق الزوجین'' کی ترتیب اسی سال عمل میں آئی۔[1] اس موضوع پر ''ترجمان القرآن'' میں مضامین کئی ماہ سے شائع ہوتے رہے ہیں، انہی کو نظر ثانی کے بعد کتابی شکل میں شائع کیا گیا۔

اسی سال آپ کا ایک اہم مضمون ''نماز میں آلۂ مکبر الصوت (لاؤڈ اسپیکر) کا استعمال'' شائع ہوا۔ مولانا مودودیؒ نے لاؤڈ اسپیکر کے استعمال کو جائز قرار دیا اور دلائل سے ثابت کیا، کہ پہلے مسلمان ہی جب قرآن وسنت کے علم بردار تھے، عالمی طاقت، سلطان وحکمران، خلافت اور خلیفۃ الارض کے منصب پر فائز تھے۔

مغرب ومشرق، یورپ اور امریکہ علمی، ادبی، سائنسی، تہذیبی تمام میدانوں میں کم تر درجہ میں تھے۔ سائنس اور ٹیکنالوجی، طب اور فلکیات پر ابتدائی تحقیقی کام کے موجد اول مسلمان ہی تھے۔[2]

---

[1] اس کتاب میں اسلامی قانون ازدواج کے مقاصد اور نکاح وطلاق کے مسائل پر بحث ہے۔ یہ کتاب پہلی بار 1943ء میں دفتر ''ترجمانُ القرآن'' دارالاسلام پٹھان کوٹ سے شائع ہوئی۔ 1952ء میں چوتھی اشاعت کے لیے نظر ثانی کرتے ہوئے اس کے مصنف مولانا مودودیؒ نے ایلاء اور ولایت اجبار کی بحث کو اور زیادہ مدلل بنا دیا۔

''حقوق الزوجین'' کے مقدمہ میں محمڈن لاء (Mohammadan Law) کے بارے میں مولانا مودودی نے لکھا ہے کہ ''محمڈن لا کے نام سے جس قانون کو نافذ کیا گیا ہے، وہ اپنی شکل وروح، دونوں میں اصل اسلامی شریعت سے بہت مختلف ہے اور اس کے نفاذ کو صحیح معنوں میں شرع اسلامی کا نفاذ نہیں کہا جا سکتا۔ اس افسوسناک حالت نے مسلمانوں کی تمدنی زندگی کو جو نقصانات پہنچائے ہیں، ان میں سب سے زیادہ اہم نقصان یہ ہے کہ اس نے ہمارے (مسلمانوں کے) کم از کم پچھتّر فیصد گھروں کو دوزخ کا نمونہ بنا دیا ہے اور ہماری آبادی کے ایک بڑے حصّے کی زندگیاں تلخ بلکہ تباہ وبرباد کردی ہیں۔''

مگر افسوس ہے کہ آج تک (اکتوبر 2017 تک اس کتاب کی اشاعت دوم 2020ء) مسلمانوں کی خدمت کا دعویٰ کرنے والی کوئی تنظیم، قانونی محققین اور وکلاء، اور خود جماعت اسلامی ہند اور جماعت اسلامی پاکستان نے مولانا مودودی کی اس تحریر کی روشنی میں محمڈن لا (Mohammadan Law) جو آج بھی ہماری عدالتوں میں نافذ ہے نہ کوئی جائزہ لیا اور نہ عوام اور حکومت وقت کو اس حقیقت سے واقف کروایا۔ جب کہ محمڈن لا کے 1906ء سے اب تک 120 ایڈیشن منظر عام پر آ چکے ہیں۔ (مرتب)

[2] جب مسلمانوں نے قرآن پر تدبر ترک کر دیا، اور اُن کی توجہ تعویذ، گنڈوں اوراد، وظیفوں، تصوف اور سُکر پر مرکوز ہوئی تو زوالِ اُمّت کا دور شروع ہوا۔ مغرب حاکم ہوا اور مسلمان محکوم ہوئے۔ مغرب میں سائنس وٹیکنالوجی پر کام ہوا۔ ایجادات کا دور شروع ہوا۔ مگر سب ایجاد وٹیکنالوجی اللہ کی عطا کردہ ہے۔ اس پر کسی کی اجارہ داری نہیں ہے۔ اس لیے بجلی، ٹیلیفون، کار اور ہوائی جہاز کی طرح ہر ایجاد کا جائز استعمال حدود شریعت میں رہتے ہوئے حلال ہے۔ سائنس وٹیکنالوجی کو رب العلمین نے تمام انسانوں کی میراث قرار دیا ہے۔ وَاَنۡ لَّيۡسَ لِلۡاِنۡسَانِ اِلَّا مَا سَعٰىۙ (سورۃ النجم:39)

جب کہ اسی مسئلہ پر (دیوبندی مسلک کے امام) مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ کا فتویٰ تھا کہ نماز میں لاؤڈ اسپیکر کا استعمال حرام ہے۔

اِسی طرح بریلوی مسلک کے امام مولانا حضرت احمد رضاؒ خاں صاحب بریلوی کے فتوے میں بھی نماز کے وقت لاؤڈ اسپیکر کے استعمال کو حرام قرار دیا گیا ہے۔ اس مضمون سے دیوبندی حلقہ اور بریلوی حلقوں میں مولانا مودودیؒ کے خلاف کسی چندے اور زکوٰۃ پر چلنے والے درس گاہ سے سند یافتہ مولوی نہ ہونے کی منصوبہ بند مہم چلانے کا سازشی کام شروع ہوگیا۔ جو آج تک جاری ہے۔

اسی سال 1938ء میں مولانا سید ابوالاعلیٰ نے مسلمانانِ ہند کے سیاسی مستقبل کے بارے میں تین حل تجویز کیے:

(۱) اگر ملک تقسیم کے بغیر آزاد ہوا تو مسلمان رہنما دعوت وتبلیغ اور اشاعت دین کا کام مسلمانوں اور غیر مسلموں میں کس طرح کریں۔

(۲) اگر ملک تقسیم ہوا تو ہندوستانی مسلمان کیا کریں۔

(۳) اور اگر پاکستان وجود میں آ گیا تو اس کا نصب العین کیا ہو۔

''دارالاسلام'' کا مختصر تاریخی پس منظر

علّامہ اقبالؒ ماہ نامہ ''ترجمان القرآن'' کی تحریر اور تحریک سے بہت متاثر تھے، اور جب آپ نے ''الجہاد فی الاسلام'' کا مطالعہ کر لیا تو جس ''مردِ مومن'' کی تلاش میں اقبالؒ سرگرداں تھے وہ مطلوبہ مجاہد اور مردِ مومن اُن کو ''33 سالہ سید ابوالاعلیٰ مودودی'' میں مل گیا۔ مولانا مودودیؒ سے مراسلت، چودھری نیاز علی کے ذریعہ 1935ء، 1936ء میں شروع ہوئی اور 1937ء میں مولانا مودودیؒ سے ملاقات اور حیدرآباد سے لاہور ہجرت کی دعوت دینے کے لیے چودھری نیاز علی کو لاہور سے دہلی بھجوایا گیا۔ بالآخر علّامہ اقبالؒ سے لاہور میں تین تفصیلی ملاقاتیں ہوئیں جن میں ملّت اسلامیہ ہند کے مسائل پر طویل گفتگو ہوئی۔ اس کے بعد حیدرآباد سے منتقلی اور روانگی 2/جنوری 1938ء کو حیدرآباد سے ادارہ ''دارُالاسلام'' میں، ماہنامہ ''ترجمانُ القرآن'' کا دفتر بعد ازاں منتقل ہوا۔ خود مولانا مودودیؒ بھی 18/مارچ 1938ء کو ''دارالاسلام'' پٹھان کوٹ کے دیہات ''جمال پور'' منتقل ہو گئے۔

دارالاسلام کا قیام اور اغراض ومقاصد

اجتماعی بحث ومباحثہ ومشاورت کے بعد اس ادارے کے مقاصد مندرجہ ذیل طے کیے گئے تھے:

''ادارہ دارالاسلام اس مقصد کے لیے قائم کیا گیا ہے کہ تمام جائز ذرائع سے دینِ اسلام، اس کی تہذیب اور تاریخ کی تشریح اور نشر واشاعت کی جائے۔''

اس مجمل مقصد کی تشریح جو مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ نے اپنے ایک طویل مضمون ''دارالاسلام کی اسکیم'' میں کی، اس کا خلاصہ یہ ہے:

ا۔ خلافتِ راشدہ کا نظام درہم برہم ہونے کے بعد مسلمانوں کے سامنے فکر وعمل کے اعتبار سے مثالی ماحول ختم ہو گیا ہے اور آج مسلمانوں کے لیے نمونے کا دارالاسلام کہیں موجود نہیں ہے۔

۲۔ اب اس مقصد کی طرف مراجعت کرنے کے لیے آغاز کار کے طور پر ایک ایسی بستی کی ضرورت ہے، جہاں فکر و عمل، گفتار و کردار اور اخلاق و اطوار میں اسلام ہی غالب ہو اور اس کی پوری فضا اور سارے ماحول میں پوری روحِ اسلامی موجود ہو۔

۳۔ اس بستی میں اسلامی علوم کی تعلیم اور اسلامی کردار کی تربیّت و استواری کا اہتمام ہو اور وہاں جدید و قدیم علوم کے ماہرین تیار کیے جائیں جو نظام ہائے باطل کو فکری سطح پر چیلنج کر سکیں۔

۴۔ اس ادارے میں مبلغینِ اسلام کی ایک مستعد اور باکردار ٹیم تیار کی جائے جو مسلمانوں کی بستیوں میں اسلامی افکار و اعمال کی تبلیغ کریں اور پھر اس اسلامی دعوت قبول کرنے والوں کو منظم کیا جائے۔

۵۔ وہاں اسلامی ماحول میں رہنے کے لیے عارضی طور پر بھی لوگ باہر سے آ کر قیام کریں اور اس کے اثرات قبول کریں تا کہ ان کے اخلاق و عقائد کی اصلاح ہو۔ اس طرح چند روزہ قیام کر کے مطالعہ اور مشاہدہ کرنے والے مسلم و غیر مسلم اسکالر بھی وہاں آئیں اور وہاں آ کر اسلامی زندگی کا نمونہ دیکھیں۔ بس اسی طرح خلافتِ راشدہ کی اعلیٰ تہذیب کو فروغ دیا جا سکتا ہے۔

1938: قلمی تصویر مودودی۔ حلیہ و لباس

گورا اور سرخ رنگ، موٹی موٹی چمک دار آنکھوں پر نظر کی عینک، بھرے ہوئے بارُعب چہرے پر پھیلی ہوئی چھوٹی چھوٹی داڑھی کے بہترین انداز میں سلجھے ہوئے بال والا چہرہ، انگریزی کٹ کے سیاہ گھنے اور قدرے بڑے ہی خوبصورت نہایت سُلجھے ہوئے سر کے بال، گٹھا ہوا جسم اور میانہ قد۔ علی گڑھی طرز کا کھلے پائنچے کا سفید لٹھے کا پاجامہ، باریک ململ کا بہترین استری کا سفید کرتہ اور کرتے کے نیچے بغیر بازو کے بنیان جو صاف دکھائی دے۔ سید مودودی واقعی بہت خوبصورت تھے۔ سلام میں پہل کرتے۔ (ایک شخص ایک کارواں، مجیب الرحمٰن شامی)

دارالاسلام۔ ایک یادگار واقعہ

بقول مولانا یوسف صدیقی (م۔ 1967ء۔ جن سے مجھ احقر مرتب احمد ابوسعید کی اپنے طالب علمی کے زمانہ میں کل ہند اجتماع حیدرآباد میں ملاقات رہی ہے، مجھے ہر اس شخص سے محبت رہی ہے جو سیدی مودودیؒ سے محبت و نسبت رکھتا ہے۔ (مرتب)

مولانا مودودی نے ایک دفعہ فرمایا کہ ایک دفعہ جب میں حیدرآباد دکن سے پنجاب (دارالاسلام) نیا نیا آیا تھا، ''ترجمان القرآن'' کا تازہ شمارہ آتے ہی شائع کر دیا۔ اور دارالاسلام کے انتظامات میں مصروف ہوگیا۔ کمر کمر تک گھاس اور جھاڑی کھڑی تھی، کٹوا رہا تھا۔ ایک پختہ عمر سادہ دیہاتی لباس، ہاتھ میں لکڑی وتھیلا لیے، مجھ سے ملنے آئے، میرا نام دریافت کیا۔ تھیلے سے ''ترجمان القرآن'' کا ایک شمارہ نکال کر میرے مضمون کی عبارت دکھائی، جس پر انہیں اعتراض تھا۔ میرے جواب سے وہ بہت خوش اور مطمئن ہو گئے اور دوسرے ہی لمحہ واپس چلے گئے۔ میں نے کچھ آرام اور کچھ ماحضر کھا پی لینے کی خواہش کی، وہ فرمائے: ''جزاک اللہ۔ میں مضمون پڑھ کر بے چین ہوا، سب کام چھوڑ کر آپ سے ملنے آیا۔ چونکہ اب مجھے اطمینان ہو گیا ہے، میرا مقصد پورا ہو گیا۔'' مع السلام کہتے چلے گئے۔

یہ واقعہ سنا کر مولانا مودودیؒ نے فرمایا: ''میں نے اس صاحب کی آمد سے بڑا اطمینان محسوس کیا کہ میں زندوں کی بستی میں آ گیا ہوں۔ الحمدللہ۔''

[اشاعت خاص۔ ماہ نامہ ''ترجمان القرآن'' (حصہ اول) اکتوبر 2003ء مدیر پروفیسر خورشید احمد، مرتب پروفیسر سلیم منصور خالد]

عمر۔ چھتیس (۳۶) سال

(25/ستمبر 1938ء تا 24/ستمبر 1939ء)

صرف (5) افراد سے دارالاسلام کا آغاز، ''دارالاسلام'' جمال پور میں قیام کتاب، تجدید واحیائے دین کی اشاعت، دارالاسلام سے چودھری نیاز علی صاحب کی چودھراہٹ اور ہٹ دھرمی کی وجہ سے مجبوراً لاہور ہجرت، دوسرے لڑکے احمد فاروق کی پیدائش

ادارہ ''دارالاسلام'' میں مدینہ منورہ کے اتباع میں زندگی کا نقشہ استوار کرنا مقصود تھا۔ فرقہ بندی کے تدارک کے لیے ''دار الاسلام'' کے دروازے سب کے لیے کھلے رکھے گئے تھے۔ کم ازکم چالیس افراد کی رکنیت کے بعد ادارہ کا آغاز مقصود تھا۔ ''ترجمان القرآن'' کے اعلان پر پورے ہندوستان سے جن احباب نے دلچسپی کا اظہار کیا تھا ان میں سے صرف دو حضرات تشریف لائے۔ نو (۹) افراد نے اپنی آراء تحریری طور پر ارسال کیں۔ المختصر 14 اکتوبر 1938ء کو ادارہ ''دارالاسلام'' کا قیام پانچ (۵) افراد کی رکنیت کے ساتھ عمل میں آیا۔

(۱) سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ (۲) عبدالعزیز شرقیؒ

(۳) مولانا صدرالدین اصلاحیؒ (۴) مستری محمد صدیقؒ (۵) سید محمد شاہؒ ایم۔ اے

اور یہ ''دارالاسلام''، جملہ ۱۳۲ روپئے (Rs:132/=) کے سرمایہ سے عمل میں آیا۔[۱] کسی انقلابی کام کے لیے اجتماعیت ضروری ہے۔ فرد واحد کی مرکزی حیثیت اور کُلّی قیادت مفید ہوتے ہوئے بھی بعض وقت مضر ہو جاتی ہے۔ اسلام نے ہمیں یہ ایک اصول بتا دیا ہے۔ سید ابوالاعلیٰ مودودی کے ہر کام واقدام کی سند قرآن وسنت ہے۔ حیاتِ دنیا کے نشیب وفراز اور اپنی حیثیت اور حق وباطل کی کشمکش کا کامل ادراک اور نصرتِ الٰہی کے لیے قانونِ الٰہی کی شرائط

---

[۱] اس ۱۳۲/روپئے کا سرمایہ بھی اغلب یہی ہے کہ مولانا سید مودودی کا ہی فراہم کردہ تھا۔ ماہ نامہ ''ترجمان القرآن'' کے یہی مالک، ناشر، منشی، مزدور وخادم تھے، تمام خدمات حتیٰ کہ پوسٹنگ کا کام بھی ابوالاعلیٰ ہی انجام دیتے تھے۔ ''دارالاسلام'' آنے والوں میں اکثر خالی ہاتھ اور خالی جیب ہی تھے۔ شروع دن سے حاسد مولویوں اور علماء سو کا جماعت اسلامی پر سرمایہ دارانہ جماعت ہونے کا الزام ان کے کاذب ہونے کی دلیل ہے۔ فاعتبروا یا اولی الابصار

مولانا صدرالدین اصلاحی صاحبؒ سے ملاقات اور خدمت کا شرف مرتب کو حاصل ہوا ہے۔

کا سید مودودی کو علم کے ساتھ عملی ثبوت پیش کرنا تھا، اس لیے دارالاسلام کا قیام دراصل:

فَمَآ اُوْتِيْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَمَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ o وَالَّذِيْنَ يَجْتَنِبُوْنَ كَبٰٓئِرَ الْاِثْمِ وَالْفَوَاحِشَ وَاِذَا مَا غَضِبُوْا هُمْ يَغْفِرُوْنَ o وَالَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا لِرَبِّهِمْ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاَمْرُهُمْ شُوْرٰى بَيْنَهُمْ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ o وَالَّذِيْنَ اِذَآ اَصَابَهُمُ الْبَغْيُ هُمْ يَنْتَصِرُوْنَ o (سورۃ الشوریٰ: 36 تا 39)

ادارہ کے قیام کے ساتھ سب سے پہلے ایک علمی شعبہ قائم کیا گیا جو مولانا مودودی اور مولانا صدرالدین اصلاحی پر مشتمل تھا۔

کتاب ''تجدید واحیائے دین''[1] اور دوسری ایک کتاب ''اسلامی عبادات پر تحقیقی نظر''[2] کی ترتیب عمل میں آئی۔

ادارہ ''تحریک دارالاسلام'' کا طریقہ کار طے ہونے لگا تو ادارے کے اغراض و مقاصد کے سلسلہ میں چودھری نیاز علی صاحب اگرچہ کہ ایک اچھے اور مخلص مسلمان تھے مگر ان کی محدود فکر اور کوتاہ نظری وہٹ دھرمی کی وجہ سے ایک سال سے بھی کم عرصہ بعد سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ 26 / جنوری 1939ء کو جمال پور سے مشکل حالات کے باوجود لاہور منتقل ہو گئے۔

علّامہ اقبالؒ انتقال فرما چکے تھے اور مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ ایک بڑے مقصد کی خاطر حیدرآباد سے ہجرت کر چکے تھے۔ ایک جگہ مولانا نے عنایت اللہ اثری کے نام خط میں مودودیؒ نے تحریر فرمایا ہے کہ

> ''دارالاسلام ٹرسٹ جن لوگوں کے ہاتھ میں ہے وہ چاہتے تھے کہ میں ان کی ہدایت کے تحت کام کروں اور اس کے لیے میں تیار نہیں تھا۔ خصوصاً اس وجہ سے کہ اُن کا نصب العین نہایت پست تھا اور وہ پرانے طرز کا ایک مذہبی ادارہ بنانا چاہتے تھے۔''

چودھری نیاز علی صاحب اپنی کم ظرفی کی وجہ سے شیطان کی اکساہٹوں کا شکار ہو گئے۔ شیطانی حاسدانہ جذبہ سے مغلوب ہو کر انہوں نے بھی ایک پرچہ ''دارالاسلام'' کے نام سے نکالا، مگر چل نہ سکا اور جلد ہی بند ہو گیا۔

---

1. یہ مقالہ پہلے رسالہ ''الفرقان'' بریلی کے شاہ ولی اللہ نمبر میں شائع ہوا ہے۔ نظرِ ثانی کے بعد اسے کتابی شکل دے دی گئی۔ اس کتاب کو سب سے پہلے ''ترجمان القرآن'' لاہور نے دسمبر 1940ء میں شائع کیا۔
2. یہ نماز اور روزے سے متعلق دسمبر 1939ء جنوری و جولائی 1940ء کے ''ترجمان القرآن'' میں شائع شدہ مقالات کا مجموعہ ہے۔ نظرِ ثانی کے بعد کتابی صورت دے دی گئی ہے۔

ناقابلِ بیان مشکلات وصبر آزما آزمائشوں میں 26 جنوری 1939ء کولاہور آ کر سید ابوالاعلیٰ اپنی بیوی اور بچے کے ساتھ یکے بعد دیگرے دو محلوں میں تھوڑے تھوڑے دن قیام کے بعد آخر میں اسلامیہ پارک لاہور مستری عبد اللہ صاحب کے مکان میں منتقل ہو گئے۔[1]

بہرحال مقصد سے لگن کا مقامِ اعلیٰ، سید مودودیؒ کو شدید آزمائشوں اور امتحانوں سے گزرنے کے بعد ہی حاصل ہوا ہے۔

وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوْعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَالْاَنْفُسِ وَالثَّمَرَاتِ وَبَشِّرِ الصَّابِرِيْنَ o اَلَّذِيْنَ اِذَآ اَصَابَتْهُمْ مُّصِيْبَةٌ قَالُوْٓا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ o اُولٰٓئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوَاتٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ وَّاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُوْنَ o (سورۃ البقرۃ: ۱۵۵ تا ۱۵۷)

محمد علی جوہرؒ اور علّامہ اقبالؒ کے انتقال کے بعد برصغیر میں اب کوئی ایسی شخصیت باقی نہیں رہی تھی جو سید ابوالاعلیٰ پر فکری حیثیت سے اثر انداز ہو سکے۔ قائد اعظم محمد علی جناحؒ، اور مولانا ابوالکلام آزادؔ کے وہ قدردان تھے مگر ملت اسلامیہ ہند کی علمی، فکری قیادت میں وہ خود اپنی ایک اعلیٰ پہچان بنا چکے تھے۔ کسی کا اثر قبول کرنے کے بجائے، قرآن اور سنت پر پورے یقین کے ساتھ عمل پیرا ہونے کی وجہ سے، ہر ایک قائد پر پورے اعتماد کے ساتھ اثر انداز ہونے کے موقف میں آ چکے تھے۔ سید مودودی کی یہ فکری وعلمی فوقیت، متحدہ ہند کے بعض علما کو برداشت نہ ہوئی، شیطان نے ان کو بغض وحسد اور معاصرانہ عصبیت کے جال میں پھانس لیا۔

13 اپریل 1939ء یوم اقبال لاہور کے جلسے میں مقالہ ''جہاد فی سبیل اللہ'' پڑھا۔ جلسہ کی صدارت صادق محمد خان نواب بھاولپور پنجم نے کی۔[2]

دوسرے لڑکے احمد فاروق مودودی 11 مئی 1939ء کو دہلی میں پیدا ہوئے۔ (جو، اب امریکہ میں ایک ڈاکٹر ہیں)[3]

یکم ستمبر 1939 کو دوسری جنگِ عظیم کا آغاز ہوا۔ اُس زمانہ میں حکومتِ برطانیہ کے خلاف کچھ لکھنا موت کو دعوت دینے کے مماثل تھا۔ اس کے باوجود سید مودودی نے حکومت برطانیہ کو ''امنِ عالم کا دشمن نمبر ایک'' قرار دیتے ہوئے بھرپور دلائل کے ساتھ ایک طویل اور معرکۃ الآراء مضمون لکھا جو ملک میں نافذ قانون کے تحت مقامی محکمہ پولیس نے حکومتِ برطانیہ کے سنسر (Censor) برانچ کو بھجوا دیا۔ اس مضمون میں بھرپور دلائل کے ساتھ یہ ثابت کیا گیا تھا

---

[1] مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی کی یہ ۱۱ ویں ہجرت جبکہ بیگم مودودی محترمہ محمودہ بیگم کی یہ دوسری ہجرت تھی۔ شادی کے بعد محمودہ بیگم کی پہلی ہجرت حیدرآباد سے دارالاسلام (پٹھان کوٹ۔ جمال پور) اور اب ''دارالاسلام'' سے غیر متوقع لاہور۔ 26/جنوری 1939ء

[2] یہ مقالہ ''ترجمانُ القرآن'' 1939ء میں شائع ہوا۔ اگست 2003 میں منشورات لاہور نے یہ مقالہ ''راہِ خدا میں جہاد'' کے عنوان سے شائع کیا۔

[3] غالب گمان ہے کہ بچے کی ولادت (Delivery) سے ایک آدھ ماہ قبل بیگم مودودی والدین کے پاس دہلی گئی تھیں اور ایک ڈیڑھ ماہ بعد واپس ''دارالاسلام'' شوہر مولانا سید مودودی کے پاس پٹھان کوٹ، جمال پور آ گئی تھیں۔

کہ ایشیاء اور افریقہ کے کئی ایک ممالک پر، مکّاری اور قوت کے زور پر قابض ایک غاصب و بدترین ظالم حکومت، برٹش گورنمنٹ ہے۔ حکومت نے اس مضمون کو ضبط کرلیا اور سید مودودی کو معافی نامہ داخل کرنے کا حکم دیا، جس پر سید ابوالاعلیٰ نے مضمون میں جو حقائق وتاریخی شواہد بیان کیے تھے اُن کو خلافِ واقعہ ثابت کرنے کا Challenge کرتے ہوئے یہ بیان دے دیا کہ ”مَیں ابوالاعلیٰ مودودی حکومتِ برطانیہ کی وارننگ کو مچھر کے پر کے برابر بھی اہمیت نہیں دیتا۔ قرآنی تعلیم اور تاریخی واقعات کی روشنی میں لکھے گئے اِس مضمون کے ایک ایک لفظ کی ذمّہ داری قبول کرتا ہوں، مجھے موت منظور ہے مگر میں قرآن کا دامن مرتے دم تک نہیں چھوڑوں گا، اور ظالم کے آگے ہرگز نہیں جھکوں گا، اور نہ حقائق کو چھپاؤں گا۔“ [1]

اس واقعہ کے بعد سے انگریز حکومت نے سید ابوالاعلیٰ کی شخصیت اور تحریروں کا تعاقب شروع کردیا۔ پہلے سید مودودی کو شہید کروانے کی اسکیم بنائی، مگر اس اسکیم کو ترک کرکے بدنام کرنے کی ایک منظم مہم کا آغاز کردیا گیا۔ سید مودودی چھوٹی داڑھی پھندے (پُھنّے) دار ترکی ٹوپی میں مستقبل کے ایک تاریخ ساز شخص نظر آتے تھے، جس کا پروفیسر منظور الحق صدیقی نے اپنی کتاب میں تذکرہ کیا ہے۔ [2]

”ایک تنہا اور عجیب اجنبی مسافر“

”کروڑوں مسلمانوں کی اس آبادی میں اپنے آپ کو اجنبی اور غریب الوطن پاتا ہوں۔ جس جنون میں مبتلا ہوں اس کا مجنوں مجھے کہیں نہیں ملتا۔ برسوں جن لوگوں تک اپنے خیالات پہنچاتا رہا ہوں، اُن کے بھی قریب جب جاتا ہوں تو مُجھ سے دُور ہی نظر آتے ہیں۔ اُن کی دُھن میری دُھن سے الگ، اُن کی گرویدگیوں کے مرکز میری گرویدگی سے جُدا۔ اُن کی روح میری روح سے ناآشنا۔ اُن کے کان میری زبان سے بیگانہ۔ یہ دنیا کوئی اور دنیا ہے جس سے میری فطرت مانوس نہیں۔۔۔ میں ترمیم کا خواہش مند نہیں ہوں، بلکہ موجودہ زندگی کی پوری عمارت کو توڑ کر اُس کی جگہ خالص اسلامی اصولوں پر دوسری عمارت بنانے کا خواہاں ہوں۔۔۔ اس کُلّی اور ہمہ گیر بغاوت میں کوئی مجھے اپنا ساتھی نہیں ملتا۔ ہر طرف مجھے جزوی باغی ہی ملتے ہیں جو اس بُت خانے کے کسی نہ کسی بُت سے لو لگائے بیٹھے ہیں۔ ہر ایک کا مطالبہ ہے کہ سب بُتوں کو توڑ دو مگر میرے بُت کی طرف نظر اُٹھا کر نہ دیکھنا۔ ایسی حالت میں ناگزیر ہے جزوی باغی کسی نہ کسی مرحلہ پر پہنچ کر مجھ سے الگ ہوجاتے ہیں۔ میرا ساتھ صرف کُلّی باغی ہی دے سکتے ہیں اور وہ کمیاب ہیں۔ جب تک وہ نہ ملیں، مَیں اپنے محدود وسائل اور اپنی محدود طاقت سے محدود پیمانے پر، مَیں تنہا جو کچھ کرسکتا ہوں وہی کرتا رہوں گا۔ ان شاءاللہ“۔ (مارچ 1939ء ”ترجمان القرآن“ اشارات)

---

[1] ترجمان القرآن۔ دارالاسلام۔ لاہور۔ ۱۹۳۹ء

[2] مولانا مودودیؒ چند یادیں، چند باتیں۔ پروفیسر منظور الحق صدیقی

عمر۔ سینتیس (۳۷) سال

(25ستمبر 1939ء تا 24ستمبر 1940ء)

تبلیغی جماعت کے موسس، مولانا محمد الیاسؒ صاحب سے تفصیلی ملاقات، اسلامیہ کالج لاہور میں اعزازی پروفیسر کی حیثیت سے تقرر، پہلی لڑکی حمیرا مودودی کی پیدائش، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے طلباء سے خطاب، خطبۂ تقسیم اسناد، امرتسر کالج کے جلسہ تقسیم اسناد کی صدارت

مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ (اس وقت ان کی عمر ۳۷ سال تھی) نے حضرت مولانا محمد الیاس صاحب رحمہ اللہ کی بے لوث خدمت، پرخلوص اور رضائے الٰہی کے جذبے سے معمور دینی خدمت پر روشنی ڈالی اور اپنے موقر جریدے ''ترجمان القرآن'' (جلد ۱۵، عدد ۲، شعبان ۱۳۵۸ھ مطابق اکتوبر ۱۹۳۹ء) جو ہندوستان کے طول وعرض دہلی، لکھنؤ، حیدرآباد، مدراس، لاہور، کشمیر اور صوبہ سرحد تک متعارف تھا، میں ایک مفصل مضمون ''تبلیغی جماعت ایک اہم دینی تحریک''[۱] کے نام سے شائع فرمایا، جو اس اہم دینی تحریک کا اولین تحریری تعارف ہے، جس کے ذریعہ ملک کے مشاہر علمائے کرام مولانا الیاسؒ کی اس عظیم دینی تحریک سے متعارف ہوئے۔

سیرت سید ابوالاعلیٰ مودودی سے متعلق، اسی زمانہ کی ایک اور اہم قابل ذکر بات یہ کہ'' دار الاسلام'' جمال پور، پٹھان کوٹ سے چودھری نیاز علی صاحب کی بے وجہ، غیر متوقع لاہور منتقلی کے بعد سید مودودی ذاتی مسائل ومشکلات کے باوجود عالمی وملکی اور ملی مسائل کے مقابلہ کی کبھی ہمت نہ ہاری بلکہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ پر کامل توکل کا مظاہرہ کرتے ہوئے ''اسلامی نظام'' کے قیام اور''اقامت دین'' کے مقصدِ حیات سے منسلک رہے۔ تبلیغی جماعت اور مولانا محمد الیاسؒ صاحب سے ملاقات، مضطرب مولانا مودودی کی زندگی کا سبق آموز حصہ ہے۔

قیام جماعتِ اسلامی سے پہلے کے ان تمام مراحل پر غور وفکر، عزم وعزیمت اور اللہ کے فرمان پر ایمان ویقین کہ

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِن تَنصُرُوا اللَّهَ يَنصُرْكُمْ وَيُثَبِّتْ أَقْدَامَكُمْ ۝ (محمد:7)

۱؎ کتاب کے ضمیمہ نمبر ۲ میں صفحہ نمبر 656 میں شامل ہے۔ (جو کتاب کے جلد دوم میں موجود ہے) اور اس ضمیمہ کو تبلیغی جماعت کے اجتماع حیدرآباد منعقدہ ۲۱/ ۲۲/ ۲۳ نومبر 2015ء کے موقع پر ادارہ ''الکتاب پبلیشر'' حیدرآباد نے ایک کتابچہ کی شکل میں شائع کرکے تقسیم کیا۔ (مرتب)

ماہ اکتوبر 1939ء میں اسلامیہ کالج ریلوے روڈ لاہور میں اسلامیات کے اعزازی پروفیسر کے طور پر تقرر ہوا۔ پانچ (۵) کلومیٹر دور اپنی قیام گاہ سے ''اسلامیہ کالج لاہور'' لیکچرس دینے تانگے پر آتے تھے۔ نہ معاوضہ لیتے اور نہ آمدورفت کا خرچ۔

قُلْ لَّآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا ۭ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٰى لِلْعٰلَمِيْنَ ٥ (الانعام: 90)

قُلْ مَآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُتَكَلِّفِيْنَ ٥ (ص: 86)

وَمَآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ ۚ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلٰي رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ٥ (الشعراء: ۱۰۹)

۱۵/اکتوبر ۱۹۳۹ء کو انٹر کالجیٹ مسلم برادر ہڈ Muslim Brother hood کے زیر اہتمام جلسہ میں ''اسلام کا نظریہ سیاسی'' کے موضوع پر مقالہ پڑھا جو بعد میں اسی نام سے شائع ہوا۔

اکتوبر 1939ء سے اپریل 1940ء چھ ماہ استاذ ظہور الدین صاحب سے جرمن زبان سیکھنے کی کوشش کی۔ ساتھ میں قمر الدین خاں اور احمد بشیر صاحب بھی شریک درس تھے۔ برٹش (انگریز قوم) اپنی قوم کے علاوہ دوسری اقوام کے ساتھ جھوٹ اور مکاری میں ماہر قوم ہے، جرمن بہ نسبت انگریز کے محنتی، ذہین اور صاف گو Straight Forward قوم ہے۔ آپ نے یورپ میں اسلام کی دعوت موثر پیمانے پر پہنچانے کے لیے جرمن زبان سیکھنے کی سعی کی، مگر ''استاذ'' کے عدم تعاون کی وجہ سے یہ کوشش ناتمام رہی۔ کسی بھی نئی زبان سیکھنے کے تعلق سے سید مودودی فرماتے ہیں ''بول چال اور ہلکے پھلکے ادب سے ابتداء کرنی چاہیے۔''

۲۲/فروری 1940ء کو ایم اے او کالج امرتسر کے سالانہ جلسۂ تقسیم اسناد کے موقع پر صدارتی مقالہ پڑھا جو بعد ازاں خطبۂ تقسیم اسناد کے عنوان سے کتابچے کی صورت میں شائع ہوا۔[۱]

مئی 1940ء میں ''سلامتی کا راستہ'' کے عنوان سے ایک کتاب شائع کی۔ دراصل یہ ایک تقریر ہے جو آپ نے کپورتھلہ میں ہندوؤں، سکھوں اور مسلمانوں کے ایک مشترکہ جلسہ عام میں کی تھی۔[۲] جلسہ میں کم وبیش دس (۱۰) ہزار لوگوں نے شرکت کی۔

۱۔ تقسیم اسناد کے وقت جو خطبۂ صدارت سید مودودی نے پڑھا، وہ تاریخی اہمیت کا حامل ہے ''یہ ڈگریاں جو آپ کو ملنے والی ہیں، یہ دراصل موت کے صداقت نامے Death Certificates ہیں، جو قاتل کی طرف سے آپ کو اس وقت دیے جارہے ہیں جب کہ وہ اپنی حد تک اس بات کا اطمینان کر چکا ہے کہ اُس نے آپ کی گردن کا تسمہ تک لگا رہنے نہ دیا ہے، اب یہ آپ کی خوش قسمتی ہے کہ اس منضبط اور منظم قتل گاہ سے بھی جان سلامت لے کر نکل آئیں'' (خطبۂ تقسیم اسناد)

۲۔ اسے ''ترجمان القرآن'' دارالاسلام پٹھان کوٹ نے دوبارہ ۱۹۴۲ء میں شائع کیا ہے۔
(اس مسجد اور اس کے منبر کی تصاویر ملاحظہ فرمایئے، جہاں سے سلامتی کے راستہ پر تقریر کی گئی تھی۔ میں نے ''دارالاسلام'' کی زیارت کے سفر کے دوران اس مسجد کی زیارت کی اور تصاویر لیں، کچھ تصاویر اس کتاب میں شامل ہیں۔)

پہلی لڑکی ''حمیرا مودودی'' اسی سال ۲۲ رجولائی 1940ء کو دہلی میں پیدا ہوئیں۔

جون، جولائی، اگست، دیگر علمی مصروفیات کے ساتھ ساتھ تبلیغِ دین، کے دورے بھی ہوتے رہے، ہمدردوں اور مخلص کارکنوں کی تلاش کا سلسلہ بھی جاری تھا۔

۱۲ ستمبر ۱۹۴۰ء میں ''انجمن اسلامی تاریخ وتمدن'' کے تحت علی گڑھ مُسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے طلبہ کے سامنے ''اسلامی حکومت کس طرح قائم ہوتی ہے'' کے عنوان پر ایک زبردست چونکا دینے والا فکر انگیز مقالہ پڑھا۔[۱] اس عالمانہ بحث کے ساتھ آپ نے ایک بہترین مفکر کی حیثیت سے اپنی پہچان تعلیم یافتہ لوگوں میں بنالی۔ اس کے بعد اسلامی حکومت کا خاکہ تیار کرنے کے لئے مُسلم لیگ کی ایک کمیٹی میں بحیثیت ایک اہم رکن کے نامزدگی عمل میں آئی۔

اسلامیہ کالج لاہور کی انتظامیہ نے سید مودودی کی اعزازی پروفیسری کا سلسلہ بند کرنے پر غور وفکر کرنا شروع کردیا کیونکہ سید مودودی کی مقبولیت اور انقلابی اندازِ فکر سے کالج انتظامیہ خائف ہوگئی تھی، انگریز حکومت کی طرف سے کالج کو ملنے والی اعانت کے بند ہوجانے کے خوف اور انتظامیہ کے تذبذب کو دیکھتے ہوئے مودودی نے ستمبر میں اس اعزازی پُروفیسری کو انتظامیہ کی مجبوری کو محسوس کرتے ہوئے خود ہی چھوڑ دیا، مگر اس مختصر مدت میں کئی طلباء کو زندگی کا مقصد مل گیا۔

ستمبر 1940ء میں یوپی مسلم لیگ نے ''مجلس نظام اسلامی'' قائم کی جس کے ارکان میں مولانا سید سلیمان ندویؒ، مولانا آزاد سبحانیؒ اور مولانا عبدالماجد دریابادیؒ کے ساتھ مولانا مودودیؒ بھی شامل تھے۔

''اسلامی حکومت کی اسپرٹ:''

> ''دراصل جو چیز ہمارے پیشِ نظر ہے وہ ''مسلمانوں کی حکومت'' نہیں بلکہ ''اسلام کی حکومت'' ہے، اسی اسلام کا، جو مجموعہ ہے، دیانت، اخلاق اور مدنیت فاضلہ کے عالم گیر اصول کا۔ یہ اسلام ہماری یا کسی کے باپ کی میراث نہیں ہے۔ اس کا کسی سے کوئی خاص رشتہ نہیں، جو بھی ان اصولوں پر ایمان لائے اور اُن پر عمل کرے وہی دراصل اسلام کا علم بردار ہے۔ وہ اگر نسل کے اعتبار سے چمار یا جولاہا بھی ہو تو محمد رسول اللہ ﷺ کی مسند خلافت پر بیٹھ سکتا ہے، وہ نکٹا حبشی غلام زادہ ہو تو عرب وعجم کے شرفاء اور سادات کا امام بن سکتا ہے۔'' [۲]

---

۱ اس مقالہ کو اسی نام سے انجمن اسلامی تاریخ وتمدن مسلم یونیورسٹی علی گڑھ نے نومبر ۱۹۴۰ء میں شائع کیا، صفحات ۴۰ تھے۔ ۱۹۴۷ء میں اس کا انگریزی ترجمہ لاہور سے شائع ہوا اور ۱۹۵۰ء میں اس کا عربی ترجمہ قاہرہ سے ''منہاج الانقلاب الاسلامی'' کے نام سے شائع کیا گیا۔

۲ اشارات ''ترجمان القرآن'' 1939ء

نوٹ: مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی کے بچوں کی تواریخ پیدائش اور مقام پیدائش کی تفصیل جناب سلیم منصور خالد صاحب نائب مدیر ''ترجمان القرآن'' لاہور سے حاصل کی گئی ہے۔

ہم اپنا ایک مستقل اور عالمگیر مقصد رکھتے ہیں اور وہ یہ ہے کہ:

''ہر اُس نظامِ زندگی کو مٹایا جائے جس کی بنیاد اللہ تعالیٰ سے خودمختاری اور آخرت سے بے پرواہی اور انبیاء علیہم السلام کی ہدایت سے بے نیازی ہو، کیوں کہ وہ انسانیت کے لیے تباہ کُن ہے۔ اور اُس کی جگہ وہ نظام زندگی عملاً قائم کیا جائے جو اللہ تعالیٰ کی اطاعت، آخرت کے یقین اور انبیاء علیہم السلام کے اتباع پر مبنی ہو، کیوں کہ اسی میں انسانیت کی فلاح ہے۔''[ا]

یہ سال ستمبر 1939ء سے ستمبر 1940ء تک انتہائی مصروف ترین سالوں میں شمار ہوتا ہے۔ بطور اعزازی پروفیسر کالج کے حبیبیہ ہال میں لیکچر دیتے ہوئے طلبہ کی تعداد بتدریج بڑھتی گئی۔ اسلامیات پر لیکچر سننے کالج کے تمام طلباء اور اساتذہ بھی جمع ہونے لگے۔ ہفتہ میں تین لیکچر ہوا کرتے۔ کئی طلباء بعد میں عالم، محقق، مصنف اور صحافی، ایڈوکیٹ وجج، ڈاکٹر، انجینئر، پروفیسر اور ملٹری آفیسر بنے۔

اواخر ستمبر ۱۹۴۰ء میں انگریزی حاکموں کے اشاروں پر محکوم، کالج کے اہل کاروں کی مخالفت کے باعث اسلامیہ کالج لاہور میں تدریس اور لکچرس کا سلسلہ ختم ہوا۔ مگر کالج کے بے شمار متاثر طلباء اور لکچرس کا سید مودودی سے ملاقاتوں اور استفادہ کا انفرادی واجتماعی سلسلہ جاری رہا۔

اس سال علی گڑھ، ندوہ لکھنؤ، امرتسر، پشاور، دہلی کے کئی دعوتی اور علمی سفر کیے۔ دوسری طرف تصنیف وتالیف کے عظیم کام انجام دینے کے لیے رات رات بھر جاگ کر اپنے افکار قلمبند کرتے۔ عشاء کی نماز کے بعد لکھنے بیٹھتے تو فجر کی اذان ہو جاتی۔ رمضان میں تراویح پڑھ کر لکھنا شروع کرتے تو مسلسل سحر تک لکھتے رہتے، بالآخر بیگم مودودی آ کر بتاتیں کہ سحری تیار ہے، مہربانی فرما کر پہلے کچھ کھا لیجئے۔

وَمَنْ اَرَادَ الْاٰخِرَةَ وَسَعٰى لَهَا سَعْيَهَا وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِكَ كَانَ سَعْيُهُمْ مَّشْكُوْرًا ۝ (سورۃ الاسراء: آیت ۱۹)

اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَاْتِكُمْ مَّثَلُ الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ مَسَّتْهُمُ الْبَاْسَآءُ وَالضَّرَّآءُ وَزُلْزِلُوْا حَتّٰى يَقُوْلَ الرَّسُوْلُ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ مَتٰى نَصْرُ اللّٰهِ اَلَآ اِنَّ نَصْرَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ ۝ (سورۃ البقرۃ: آیت، 214)

ا (مولانا مودودیؒ کی تقاریر حصّہ دوم۔ (ثروت صولت)

نوٹ: 1939ء سے 1941ء تک لکھنے کا یہی حال رہا۔ ۲۰ رجنوری ۱۹۳۹ء دارالاسلام سے لاہور ہجرت، ۳۰ راگست ۱۹۴۱ء جماعت اسلامی کے قیام تک۔

ادارہ ''دارالاسلام'' کے اغراض ومقاصد

اجتماعی بحث ومباحثے کے بعد اس ادارے کے مقاصد مندرجہ ذیل طے کیے گئے تھے۔

''ادارہ دارالاسلام اس مقصد کے لیے قائم کیا گیا ہے کہ تمام جائز ذرائع سے دینِ اسلام، اس کی تہذیب اور تاریخ کی تشریح اور نشر واشاعت کی جائے۔''

اس مجمل مقصد کی تشریح جو مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ نے اپنے ایک طویل مضمون ''دارالاسلام کی اسکیم'' میں کی ہے، اس کا خلاصہ یہ ہے:

۱۔ خلافتِ راشدہ کا نظام درہم برہم ہونے کے بعد مسلمانوں کے سامنے فکروعمل کے اعتبار سے مثالی ماحول ختم ہو گیا ہے اور آج مسلمانوں کے لیے نمونے کا دارالاسلام کہیں موجود نہیں ہے۔

۲۔ اب اس مقصد کی طرف مراجعت کے لیے آغاز کار کے طور پر ایک ایسی بستی کی ضرورت ہے، جہاں فکروعمل، گفتار و کردار اور اخلاق واطوار میں اسلام ہی غالب ہو اور اس کی پوری فضا اور سارے ماحول میں پوری روحِ اسلامی موجود ہو۔

۳۔ اس بستی میں اسلامی علوم کی تعلیم اور اسلامی کردار کی تربیّت واستواری کا اہتمام ہو اور وہاں جدید وقدیم علوم کے ماہرین تیار کیے جائیں جو نظام ہائے باطل کو فکری سطح پر چیلنج کر سکیں۔

۴۔ اس ادارے میں مبلغینِ اسلام کی ایک مستعد اور باکردار ٹیم تیار کی جائے جو مسلمانوں کی بستیوں میں اسلامی افکار واعمال کی تبلیغ کریں اور پھر اس اسلامی دعوت قبول کرنے والوں کو منظم کیا جائے۔

۵۔ وہاں اسلامی ماحول میں رہنے کے لیے عارضی طور پر بھی لوگ باہر سے آ کر قیام کریں اور اس کے اثرات قبول کریں تاکہ ان کے اخلاق وعقائد کی اصلاح ہو۔ اس طرح چند روزہ قیام کر کے مطالعہ اور مشاہدہ کرنے والے مسلم وغیر مسلم اسکالر بھی وہاں آئیں اور وہاں آ کر اسلامی زندگی کا نمونہ دیکھیں۔ بس اسی طرح خلافتِ راشدہ کی اعلیٰ تہذیب کو فروغ دیا جا سکتا ہے۔

(تاریخ جماعت اسلامی، ڈاکٹر اسد گیلانی: صفحہ ۱۳۵، ۱۳۶)

عمر۔اڑتیس (۳۸) سال

(۲۵ ستمبر ۱۹۴۰ء تا ۲۴ ستمبر ۱۹۴۱ء)

دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ اور اسلامیہ کالج پشاور کے طلباء سے خطاب، سری نگر کشمیر کا سفر ''کل ہند جماعت اسلامی کا تاسیسی اجتماع'' جماعت اسلامی کا قیام۔ امارت کا انتخاب۔ ایک تاریخ ساز تقریر۔ زوال امت کا جائزہ اور مولانا کی تاریخی پیشین گوئیاں

اکتوبر، نومبر، دسمبر 1940ء ''دارالاسلام'' سے 20 رجنوری 1939ء کو غیر متوقع ہجرت لاہور ہوئی ساتھ میں وہ تمام رفقاء بھی تھے جو پورے ہندوستان سے ہجرت کر کے آئے تھے، ان کے قیام وطعام اور تربیت پھر ''ترجمان القرآن'' کی ادارت واشاعت بھی تھی، عالمی جنگ کی وجہ سے کاغذ کی عدمِ دستیابی مسئلہ تھا، رفقاء کی تکالیف کا احساس اور ان کو دور کرنے کی فکر دامن گیر تھی، ان تمام مسائل کو نہایت صبر اور عزم کے ساتھ اللہ کی مدد و نصرت کے یقین کے ساتھ منزل کی طرف کارواں کو تیز گام و منظم کرتے رہے۔ ''ترجمان القرآن'' حیدرآباد، دکن۔ ''دارالاسلام پٹھان کوٹ، علامہ اقبال کا انتقال، چودھری نیاز علی صاحب سے طے شدہ معاہدے کے خلاف موقف کی وجہ سے پھر ایک مصلحتی ہجرتِ لاہور۔ حیدرآباد سے ہجرت کی کیفیت۔ 9 سال قیام دہلی (1920 تا 1928) اور دس سال (1928 تا 1938) جو ایک جگہ (حیدرآباد۔دکن میں) رہا ہو اور من کلّ الوجوہ اس کو اپنا وطن بنا چکا ہو، اس کے لیے یکا یک اپنا گھر بار چھوڑ کر خالی ہاتھ ڈیڑھ ہزار میل دُور چلے جانا، پریشانیوں سے دوچار ہونا، پھر دار الاسلام پٹھان کوٹ سے لاہور، پھر قبل از قیام جماعتِ اسلامی کے سنگین مراحل یہ سب کچھ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سچی محبت کا ثبوت ہے۔

هُنَالِكَ ابْتُلِيَ الْمُؤْمِنُوْنَ وَزُلْزِلُوْا زِلْزَالًا شَدِيْدًا ﴿۱۱﴾ (سورۃ الاحزاب: ۱۱)

5 رجنوری 1941ء کو دارُالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ میں اساتذہ وطلبا کے اجتماع سے ''نیا نظام تعلیم'' کے موضوع پر خطاب کیا۔ اس تقریر میں جو خاکہ پیش کیا وہ اس وقت کے علماء اور ملت کے بہی خواہوں کو قرآن وحدیث کی روشنی میں دلائل کے ساتھ سمجھایا۔ درسگاہوں کے اُن فارغ علماء کو، مسجد کی امامت کے ساتھ ساتھ مُلک کو صالح قیادت فراہم کرنے

کی ضرورت اور ذمہ داری کا احساس دلایا اور واضح طور پر سمجھا دیا کہ اسلام مغلوب بن کر رہنے نہیں آیا، بلکہ غالب اور حاکم بن کر رہنے آیا ہے۔ یہ بھی مشورہ دیا کہ علم دین اور دینداری کو دنیا کمانے کا ذریعہ یا پیشہ بنانے سے پرہیز کیا جائے۔ ا؎

هُوَالَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ كُلِّهٖ ۙ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ ۝۹ (سورۃ الصّف:۹)

هُوَالَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ كُلِّهٖ ۙ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ ۝۳۳ (سورۃ التوبۃ:۳۳)

اس موقع پر مولانا عبدالماجد دریا بادیؒ اور مولانا سید سلیمان ندویؒ نے سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ کا تعارف ''عالمِ اسلام'' کے لیے امید کی کرن کے نام سے پیش کیا۔ ندوہ کے اُس وقت کے طلبا میں ابوالحسن علی میاں ندویؒ اور ابواللیث ندویؒ بھی شامل تھے۔

23رفروری 1941ء کو''مجلس اسلامیات''،''اسلامیہ کالج'' پشاور کے زیر اہتمام منعقدہ جلسہ میں ''اسلام اور جاہلیت'' کے موضوع پر خطاب کیا۔ ۲؎

26رفروری 1941ء کو''اسلامیہ کالج'' پشاور میں ایک مقالہ ''اسلام کا اخلاقی نظام'' پڑھا۔ ۳؎

مارچ 1941ء ''ترجمان القرآن'' کے شمارے میں آپ کا ایک مضمون ''ایک صالح جماعت کی ضرورت'' کے نام سے شائع ہوا (یہ دراصل جماعتِ اسلامی کی تاسیس کا دعوت نامہ تھا)۔

آل انڈیا ریڈیو لاہور سے 10راپریل 1941ء کو ایک تقریر ''سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم'' نشر ہوئی۔ بعد میں یہ تقریر ایک کتابچہ کی شکل میں اسی نام سے شائع ہوئی۔

مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ نے قیامِ جماعت اسلامی سے قبل 7رجون 1941ء کو سری نگر کشمیر کا بھی سفر کیا، ''ترجمان القرآن'' کے قارئین اور رفقاء سے ملاقات اور مشاورت ہوئی۔ عالمی اسلامی انقلاب میں کشمیری مسلمانوں

ا؎ یہ خطاب ''نیا نظامِ تعلیم'' کے نام سے انجمن اتحاد طلباء دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ نے 1941ء میں شائع کیا ہے۔

۲؎ اس خطاب کو دفتر ''ترجمان القرآن'' نے کتابی شکل میں اسی سال شائع کر دیا تھا۔ صفحات کی تعداد 40 تھی۔ یہ خطاب رسالہ ''ترجمان القرآن'' میں بھی شائع ہو چکا ہے۔

۳؎ یہ مقالہ جون 1944ء کے ''ترجمان القرآن'' میں نظر ثانی کے بعد دوبارہ شائع ہوا اور 1952ء میں یہ مقالہ ''اسلام کا اخلاقی نقطۂ نظر'' کے نام سے کتابی شکل میں شائع ہوا۔

کے اہم کردار کی اہمیت کی وضاحت فرمائی۔

کشمیر میں ایک ماہ کے قیام کے دوران مختلف مقامات کی سیر کی۔ دوران قیام کشمیر زیادہ تر وقت شوپیان کی وادی میں گزرا، جماعت اسلامی کے سابقون اولون میں جناب ایم اے شیداء بھی تھے۔ کشمیر میں مولانا مودودیؒ کا قیام عزیز اکرم شاہ کے بنگلہ میں تھا۔ جماعت اسلامی کے قیام اور تنظیمی سعی وجہد پر غور وفکر بھی ہوتا رہا۔

مولانا کے ہمراہ ان کی اہلیہ اور والدہ محترمہ اور ایک ملازمہ بھی تھی۔ دو بیٹے عمر فاروق اور سید احمد فاروق اور ایک بیٹی سیدہ حمیرا مودودی بھی اس قافلہ کے ہمراہ تھے۔

کل ہند جماعت اسلامی کا تاسیسی اجتماع

25/ اگست 1941ء کو مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ صاحب کی دعوت پر ایک اہم اجتماع لاہور میں منعقد ہوا۔ جس میں متحدہ ہندوستان کے مختلف حصوں سے آئے ہوئے کُل 75 (پچھتر) افراد نے شرکت کی۔

اس اجتماع میں جماعتِ اسلامی کی تشکیل کی گئی اور شرکاء اجلاس نے مولانا مودودی صاحب کو اتفاق رائے سے امیرِ جماعت منتخب کیا۔ انتخابِ امارت سے پہلے شرکاء اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے امیر جماعت، مولانا سید مودودیؒ نے ایک تاریخ ساز تقریر میں فرمایا:

> ”میرے متعلق کسی کو یہ غلط فہمی نہ ہونی چاہیے کہ جب دعوت میں نے دی ہے تو آئندہ اس تحریک کی رہنمائی کو بھی میں اپنا حق سمجھتا ہوں۔ ہرگز نہیں، نہ میں اس کا خواہش مند ہوں نہ اس نظریے کا قائل ہوں کہ داعی کو ہی آخر کار لیڈر بھی ہونا چاہئے، نہ مجھے اپنے متعلق یہ گمان ہے کہ اس عظیم الشان تحریک کا لیڈر بننے کی اہلیت مجھ میں ہے، اور نہ اس کام کی بھاری ذمّے داریوں کو دیکھتے ہوئے کوئی صاحب عقل آدمی یہ حماقت کرسکتا ہے کہ اس بوجھ کو اپنے کندھوں پر لادے جانے کی تمنا کرے۔ درحقیقت میری غایت تمنا اگر کچھ ہے تو وہ صرف یہ ہے کہ ایک صحیح اسلامی نظام جماعت موجود ہو اور میں اس میں شامل ہوں۔ اسلامی نظام جماعت کے ماتحت ایک چپراسی کی خدمت انجام دینا بھی میرے نزدیک اس سے زیادہ قابل فخر ہے کہ کسی غیر اسلامی نظام میں صدارت اور وزارتِ عظمیٰ کا منصب مجھے حاصل ہو۔ لہٰذا اس مفروضے پر نہ چلیے کہ تشکیل جماعت کے بعد بھی میں ہی آپ سے آپ امارت کا کام اپنے ہاتھ میں لوں گا۔ جماعت بن جانے کے بعد میری اب تک کی حیثیت ختم ہوجاتی ہے۔ آئندہ کے کام کی پوری ذمے داری جماعت کی طرف منتقل ہوئی جاتی ہے اور جماعت اپنی طرف سے اس ذمے داری کو جس کے بھی

سپرد کرنے کا فیصلہ کرے اس کی اطاعت اور خیر خواہی اور اس کے ساتھ تعاون کرنا ہر فردِ جماعت کی طرح میرا بھی فرض ہوگا۔'' (روداد جماعتِ اسلامی، حصّہ اوّل)

1920ء جبل پور کی 17 سالہ نوجوانی سے 38 سالہ بھرپور جوانی۔ قیام جماعت اسلامی اگست 1941ء تک کے فکری سفر کی مختصر داستان خود مسافر و مفکر مولانا سید مودودیؒ کی زبانی۔

جدوجہد آزادیٔ ہند کا جائزہ لیتے ہوئے فرمایا:

''جب ہندو مسلم اتحاد ہوا، اور کانگریس کے ساتھ مل کر مسلمانوں نے کام شروع کیا اور سوراج (آزادی) کی آوازیں ہر طرف بلند ہونے لگیں، تو میں نے اس مسئلے کا بھی مطالعہ کیا۔ کانگریس کی تاریخ پڑھی، اس کے مقاصد معلوم کیے۔ ہندوستان میں جمہوری ادارات کا ارتقا جس طرز پر ہوا تھا، اور کانگریس جس راہ پر اسے آگے بڑھانا چاہتی تھی، اس کو سمجھنے کی کوشش کی۔ اس مطالعے سے مجھے معلوم ہوا کہ انگریزوں نے ہندوستان میں آکر اپنے ملک پر قیاس کرتے ہوئے اس ملک کی آبادی کو بھی ایک قوم فرض کر لیا ہے اور اس مفروضے پر وہ اپنے ملک کے نظام کے مطابق یہاں بھی جمہوری ادارات قائم کر رہے ہیں۔ ہندو قوم کے لیے یہ بات سب سے زیادہ مفید تھی، کیونکہ وہ اکثریت میں تھے۔ وہ سمجھتے تھے کہ ہندوستان کے تمام باشندوں کو ایک قوم قرار دے کر جو جمہوری نظام بھی قائم ہوگا اس کا سارا فائدہ انہی کو حاصل ہوگا، اور آخر کار مسلمان ان کے ماتحت بلکہ ایک طرح سے ان کے عملاً غلام بن کر رہ جائیں گے۔ یہ بات کانگریس کی تحریک کا مطالعہ کرنے کے بعد جب میرے سامنے آئی، تو دوسری کھٹک میرے دل میں یہ پیدا ہوئی کہ ہماری قوم کے اکابر آخر کیا سوچ کر کانگریس کے ساتھ اتحاد کر رہے ہیں؟ میں اس بات پر حیران تھا کہ اسی زمانے میں نہیں، بلکہ اس کے بعد بھی کئی سال تک، مسلمانوں کے تمام بڑے بڑے سیاسی لیڈر اس بات کو تسلیم کرتے رہے کہ واقعی یہاں ہندوستان میں ایک آزاد جمہوری حکومت اسی اصول پر بننی چاہئے کہ یہاں کے باشندے ایک قوم ہیں، اور اس کے اندر مسلمانوں کو صرف آئینی تحفظات حاصل ہونے چاہییں۔ میرے دماغ میں یہ بات کسی طرح نہیں اُترتی تھی کہ مسلم اور غیر مسلم ایک قوم کیسے ہو سکتے ہیں، اور ان کو ایک قوم مان کر جو جمہوری نظام بنایا جائے گا اس میں مسلمانوں کے لیے آخر کیا تحفظ ہو سکتا ہے؟ آئینی تحفظات کے متعلق جتنا بھی مَیں غور کرتا تھا، مجھے یہ محسوس ہوتا تھا کہ وہ اس وقت تک تو کام دے سکتے ہیں جس وقت ہندوستان پر انگریزوں کی حکومت قائم رہے اور وہ ان آئینی تحفظات کا تحفظ کرے، لیکن اگر کبھی ہندوستان انگریزوں کے قبضے سے نکلے گا تو آزاد ہندوستان میں

مسلمان آئینی تحفظات کی دستاویز کو ہاتھ میں لیے پھریں گے اور ہندو جو چاہیں گے کریں گے۔

مسلمانوں کے پاس کوئی طاقت نہیں ہوگی کہ وہ ہندو اکثریت کی دست بُرد سے اپنے آپ کو بچاسکیں۔ یہ کھٹک بھی برابر میرے دل میں رہی لیکن جیسا کہ میں پہلے آپ سے کہہ چکا ہوں، ایک نوجوان کے لیے اپنے بارے میں یہ خیال کرنا بڑا مشکل تھا کہ میں قوم کے معاملات کو زیادہ سمجھتا ہوں اور میری قوم کے بڑے بڑے لیڈر نہیں سمجھتے، اس لیے میں دل کی اس کھٹک کے باوجود اس تحریک کے ساتھ چلتا رہا، جو اکابر ملت کی رہنمائی میں جاری تھی۔ (۱۹۲۱ء۔ ۱۹۲۳ء ادارتی دور۔ ہفت روزہ ''مسلم'' دہلی)

1924ء میں وہ تمام اندیشے جو میرے دل میں تھے یک لخت واقعے کی شکل میں سامنے آگئے اور اپنی قومی قیادت پر سے میرا اعتماد متزلزل ہوگیا۔

1924ء میں ترکی کے حکمرانوں نے اسی خلافتِ عثمانیہ کے خاتمے کا خود اعلان کر دیا، جس خلافت کی حفاظت کے لیے ہندوستان کی پوری مسلمان قوم کھڑی ہوئی تھی۔ اپنے ملک کے تمام مسائل کو نظر انداز کر کے جس خلافت کے لیے ہماری قوم دنیا بھر سے لڑنے کے لیے تیار تھی، اس خلافت کے حاملین نے خود ہی اس بوجھ کو اُتار کر پھینک دیا اور ہندوستان کے مسلمان دیکھتے کے دیکھتے رہ گئے۔ اس واقعے کا نتیجہ یہ ہوا کہ مسلمان قوم کی یکا یک کمر ٹوٹ گئی۔

دوسری طرف اسی ۱۹۲۴ء کے آخری زمانے میں وہ ہندو مسلم اتحاد بھی ختم ہوگیا جس کی بنا پر ہندوستان میں یہ زبردست تحریک اُٹھی تھی۔ ہندوستان میں جگہ جگہ ہندو مسلم فسادات کا ایک سلسلہ شروع ہوگیا اور ان فسادات میں گاندھی سے لے کر نیچے تک تمام ہندو لیڈروں کا متفقہ طرزِ عمل یہ رہا کہ جہاں تک ہوسکے ہر فساد پر مسلمانوں کی مذمت کی جائے، چاہے وہ مظلوم ہی ہوں اور جہاں تک ہوسکے ہندوؤں کی حمایت کی جائے، چاہے وہ ظالم ہوں۔ یہ طرزِ عمل 1924ء کے آخر میں کھلم کھلا سامنے آگیا تھا جس سے یہ معلوم ہوگیا کہ ہندو مسلم اتحاد کوئی معنی نہیں رکھتا اور یہ کبھی عملی جامہ نہیں پہن سکتا۔

اس کے بعد 1925ء میں سوامی شردھانند نے شدھی (مسلمانوں کو ہندو بنانے) کی تحریک شروع کی۔ یہ وہی شردھانند تھا جسے ہندو مسلم اتحاد کے زمانے میں مسلمان دہلی کی جامع مسجد میں خود لے کر گئے تھے اور وہاں مکبر پر کھڑا کر کے اس سے تقریر کرائی تھی (بعض لوگوں کو یہ غلط فہمی ہے کہ اسے منبر پر کھڑا کیا گیا تھا، حالانکہ دراصل اسے منبر پر نہیں بلکہ مکبر پر کھڑا کیا گیا تھا، یہ دہلی کی جامع مسجد کے صحن میں ایک چبوترہ ہے جس پر کھڑے ہو کر مؤذن تکبیر کی آواز بلند کرتے ہیں)۔ میں خود اس وقت اس مجمع میں موجود تھا جب شردھانند سے مکبر پر تقریر کرائی گئی اور میں حیران تھا کہ مسلمان کس جنون

میں مبتلا ہو گئے ہیں کہ اب یہاں تک نوبت پہنچ گئی تھی کہ ایک ہندوسوامی کو لا کر جامع مسجد میں مکبر پر کھڑا کر کے تقریر کرا رہے ہیں۔ دو تین سال کے اندر ہی مسلمانوں کو اس شخص نے یہ بدلہ دیا کہ وہ علانیہ شدھی تحریک لے کر کھڑا ہو گیا۔

جب شدھی کی تحریک اُٹھی، اس وقت پھر مَیں نے اس مسئلے کا مطالعہ کرنا شروع کیا کہ آخر وجہ کیا ہے کہ ایک زمانے میں تو مسلمان تمام دنیا کے اندر اسلام کی تبلیغ کرتے تھے، آج نوبت یہ پہنچ گئی کہ اس سرزمین میں کسی کو یہ ہمت ہو رہی ہے کہ وہ مسلمانوں کو ہندو بنانا شروع کر دے؟ مَیں نے اس زمانے میں جو کچھ مطالعہ کیا، اس سے مَیں اس نتیجے پر پہنچا کہ مسلمان حقیقت میں ایک مشنری قوم کا نام ہے، محض ایک قوم کا نام نہیں ہے۔ مسلمان اس قوم کا نام ہے جو دنیا میں اپنا ایک مشن رکھتی ہے۔ اسلام کی تبلیغ کبھی پیشہ ور مبلغین کے ذریعے سے نہیں ہوئی ہے، بلکہ ہر مسلمان، مسلمان ہونے کی حیثیت سے دراصل ایک مبلّغ ہے۔ اس کا کام یہ ہے کہ نہ صرف خود مسلمان ہو بلکہ اپنے قول سے، اپنے عمل سے، اپنے کردار سے، اپنی گفتار سے، اپنی رفتار، غرض ہر چیز سے اسلام کی تبلیغ کرے۔ جب تک مسلمانوں میں ایک مشنری قوم کی یہ حیثیت اور کیفیت برقرار رہی، اُنھوں نے تلوار کے بغیر محض اپنی تبلیغ سے ملک کے ملک فتح کر ڈالے۔

پورا انڈونیشیا اسی تبلیغ کی بدولت مسلمان ہوا، کبھی وہاں مسلمان تلوار لے کر نہیں پہنچے۔ ملایشیا، مشرقی افریقہ، مغربی افریقہ اور دوسرے متعدد ملک ایسے ہیں جہاں مسلمانوں نے اپنے کردار سے، اپنے اخلاق سے، اپنی گفتار سے، غرض اپنی ایک ایک چیز سے لوگوں پر اثر ڈالا اور قوموں کی قوموں کو مسلمان بنا دیا۔ خود اسی ہندوستان کو دیکھ لیجئے۔ یہاں کروڑوں مسلمان جو پائے جاتے ہیں یہ سارے باہر سے تو نہیں آئے۔

کبھی یہاں کی مسلمان حکومتوں اور بادشاہوں نے طاقت کے زور سے اسلام کی اشاعت نہیں کی۔ یہ سب تبلیغ ہی سے تو مسلمان ہوئے ہیں۔

مَیں نے غور کیا کہ آخر، اب کیا وجہ ہے کہ اسلام کی رفتارِ اشاعت رُک گئی ہے اور اس کے برعکس اب ہندوؤں کو یہ ہمت ہو رہی ہے کہ اُلٹی ہندو مذہب کی تبلیغ مسلمانوں میں شروع کر دیں؟ اس مسئلے پر مطالعہ اور غور وخوض کرنے کے بعد میں نے محسوس کیا کہ مسلمانوں نے، ایک مدت سے اپنے ایک مبلغ قوم ہونے کی حیثیت کو فراموش کر دیا ہے، اور اب وہ صرف ایک قوم بن کر رہ گئے ہیں۔ اب اگر وہ اپنے عمل سے کسی چیز کی تبلیغ کر رہے ہیں تو وہ یہ ہے کہ کلمہ پڑھنے اور نہ پڑھنے سے آدمی کی زندگی میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔ جتنا جھوٹا ایک غیر مسلم ہوسکتا ہے مسلمان بھی ہوسکتا ہے۔ مسلمان بھی بدکاریاں کرتا ہے

اور غیر مسلم بھی۔ مسلمان بھی رشوت خوری کرتا ہے اور غیر مسلم بھی۔ جب مسلمان اپنی یہ حیثیت دوسروں کے سامنے پیش کر رہے ہیں، تو کوئی معقول وجہ نہیں کہ یہاں اسلام پھیل سکے۔

اس کے بعد ہی تو ہندوؤں میں یہ ہمت پیدا ہو سکتی ہے کہ وہ مسلمانوں میں شدھی کی تحریک چلائیں اور ان سے کہیں کہ تمھارے آباو اجداد ہندو تھے، اب تم اپنے آبائی مذہب کی طرف پلٹ آؤ، کیوں کہ کوئی خاص فرق تمھارے مسلمان ہونے سے واقع نہیں ہوا ہے۔ اسی زمانے میں مَیں نے اخبار ''الجمعیۃ'' دہلی میں ایک سلسلۂ مضامین لکھا جواب ''اسلام کا سرچشمۂ قوت'' کے نام سے کتابی شکل میں بھی شائع ہو چکا ہے۔ میں نے اس میں اپنے مطالعے کے سارے نتائج بیان کر دیے تھے اور اس وقت سے آج تک میرے دماغ میں یہ بات بسی ہوئی ہے کہ مسلمانوں کی نجات اگر ہے تو اسی میں ہے کہ وہ پھر سے ایک مبلغ قوم کی حیثیت اختیار کر لیں۔

صرف اسی طرح ہندوستان میں مسلمان اس پیچیدگی سے نکل سکتے ہیں جس میں وہ مبتلا ہیں، ورنہ محض ایک قوم کی حیثیت سے یہاں ان کی خیر نہیں ہے۔

اس کے بعد دوسرے سال 1926ء میں سوامی شردھانند کو ایک مسلمان نے قتل کر دیا اور پورے ہندوستان میں اسلام اور مسلمانوں کے خلاف حملوں کا ایک زبردست سلسلہ شروع ہو گیا۔

گاندھی جی تک بول اُٹھے کہ اسلام تلوار کا مذہب ہے، یہ تشدد کا مذہب ہے۔ اس زمانے میں مجھے یہ خیال پیدا ہوا کہ میں جہاد کے پورے مسئلے کا مطالعہ کروں، اسے سمجھوں اور اسے واضح طور پر بیان کروں۔[1]

اس مطالعے کا نتیجہ میری کتاب ''**الجہاد فی الاسلام**'' ہے جو آج شائع شدہ موجود ہے، اس مطالعے کے دوران میں یہ بات مجھ پر واضح ہوئی کہ اسلام دراصل اس لیے دنیا میں نہیں آیا ہے کہ حکومت کفر کی ہو اور مسلمان اس کے ماتحت ذمی بن کر رہیں، بلکہ اسلام اس لیے آیا ہے کہ دنیا میں اقتدار اس کا ہو اور غیر مسلم اس کے ماتحت ہو کر رہیں۔

اس مطالعے سے مجھ پر یہ بھی منکشف ہوا کہ مسلمان قوم کی طرح اسلامی حکومت بھی دراصل ایک مشنری حکومت ہوتی ہے جو اپنے عدل وانصاف سے، اپنی دیانت داری سے، اپنی غربا پروری سے، اپنے نیک طرزِ عمل سے تمام دنیا کے سامنے اسلام کی صداقت کی شہادت پیش کرتی ہے۔ اس کی عدالت، اس کی

---

[1] مولانا مودودیؒ اپنی کتاب ''الجہاد فی الاسلام'' کے تعلق سے لکھتے ہیں: ''میرے دل میں یہ تحریک مولانا محمد علی جوہر مرحوم کی ایک تقریر سے پیدا ہوئی تھی جس میں انہوں نے بڑی دردمندی کے ساتھ اس ضرورت کا اظہار کیا تھا کہ کاش کوئی شخص اسلام کے مسئلۂ جہاد کی پوری وضاحت کرے تا کہ اس وقت اس معاملے میں اسلام کے خلاف جو غلط فہمیاں پھیلائی جا رہی ہیں، ان کا سدباب ہو سکے۔''

پولیس، اس کی فوج، اس کی سفارت، غرض اس کی ہر چیز سے یہ ظاہر ہونا چاہئے کہ مسلمان اور غیر مسلم میں کیا فرق ہے، اسلام ایک ملک اور ایک قوم کو کیا بنا دیتا ہے اور کفر اسے کیا بناتا ہے۔ اس طرح اسلامی حکومت فی الحقیقت ایک مبلغ حکومت ہے، اس کا کام دنیا میں اللہ کا کلمہ بلند کرنا ہے اور جہاد کا اصل مقصود یہ ہے کہ کفر پر اسلام غالب ہو۔ یہ چیز بھی اس زمانے میں میرے ذہن نشین ہوگئی تھی اور بعد میں مسلسل یہ میرے ذہن میں کام کرتی رہی۔

1924ء کے بعد ہندوستان کے مسلمانوں میں ایک شدید انتشار برپا ہوگیا، اور 14، 15 سال (1938، 1939) تک پوری قوم سخت پراگندگی میں مبتلا رہی۔ اس زمانے میں پے درپے ایسے حالات پیدا ہوتے چلے گئے، جنھیں دیکھ کر مجھے یہ محسوس ہو رہا تھا کہ مسلمان سیدھے تباہی کی طرف چلے جارہے ہیں۔ میں تین چار چیزیں بطور مثال آپ کے سامنے پیش کرتا ہوں۔

یہ وہی زمانہ تھا جب ترکی میں اور اس کی تقلید کرتے ہوئے دوسرے مسلمان ملکوں میں مغربی تہذیب وتمدن کی پیروی کا طوفان پورے زور وشور سے اُٹھ کھڑا ہوا۔ مسلمانوں کے قومی لباس کو تبدیل کیا گیا۔ ترکی میں یکا یک رسم الخط تبدیل کر دیا گیا۔ شریعت اسلامی کو منسوخ کیا گیا۔ مغربی مما لک سے قوانین لاکر نافذ کیے گئے۔ مسلمانوں کا پرسنل لا تک تبدیل کر دیا گیا، جس کی ہمت مغربی استعمار نے بھی مسلمان ملکوں میں نہ کی تھی۔ ان ساری چیزوں کا اثر ہندوستان کے مسلمانوں پر بھی پڑا۔ ہندوستان کے مسلمانوں میں بھی یہ خیال پیدا ہونا شروع ہوگیا کہ ہمیں مغربی لباس اختیار کرنا چاہیے، مغربی تہذیب اختیار کرنی چاہیے۔ حتیٰ کہ بہت سے لوگ ایسے کھڑے ہو گئے جو رسم الخط تک تبدیل کرنے کو تیار تھے۔ اس زمانے میں مَیں نے ایک مضمون لکھا تھا (1927ء) جس میں لباس کے مسئلے پر تفصیل سے بحث کر کے یہ بتایا تھا کہ لباس کوئی معمولی چیز نہیں ہے کہ آپ نے ایک طرح کا لباس اُتارا اور دوسری طرح کا پہن لیا بلکہ اس کے پیچھے بہت گہرے تہذیبی، تاریخی اور نفسیاتی عوامل کارفرما ہوتے ہیں اور اس کی تبدیلی کے اثرات بہت دُور رس ہوا کرتے ہیں۔ یہ مضمون 1929ء میں پہلی بار رسالہ ''معارف'' میں شائع ہوا تھا اور اب یہ میری کتاب ''تفہیمات'' میں شامل ہے۔

اسی زمانے میں کھلم کھلا مسلمانوں میں الحاد وبے دینی کی تبلیغ شروع ہوئی۔ پورے پورے پرچے اس غرض کے لیے نکالے گئے کہ مسلمانوں کے ایمان کی بنیادوں کو متزلزل کر دیا جائے۔ اسی زمانے میں ایسے پرچے بھی شائع ہونے لگے جنھوں نے ادب کے نام سے مسلمانوں میں علانیہ بداخلاقی، بے حیائی، عریانی اور عشق بازی کی وبا پھیلانی شروع کی۔ ان کے بعض نمونے میں نے اپنی کتاب

''**پردہ**'' میں نقل کیے ہیں۔ ان مضامین میں جس قسم کا پروپیگنڈا ہو رہا تھا اور جیسا لٹریچر لوگوں میں پھیل رہا تھا اس کو دیکھ کر مَیں نے محسوس کیا کہ ایسی قوم جو کفار کی اکثریت کے درمیان رہتی ہو، اگر اس کا ایمان بھی متزلزل ہو جائے اور اس کے اخلاق کا بھی ستیاناس کر دیا جائے تو اس کے بعد وہ کیسے زندہ اور قائم رہ سکتی ہے۔ اسی زمانے میں مسلمانوں کے اندر کمیونزم کی تبلیغ بھی شروع ہوئی۔

علی گڑھ مسلم یونی ورسٹی کو کمیونسٹوں نے اپنی تبلیغ کا اڈّا و گڑھ (مرکز Centre) بنالیا اور ملک کے تعلیم یافتہ لوگوں میں کمیونزم کا پروپیگنڈہ بڑے زور وشور سے شروع ہوگیا۔[1]

اسی زمانے میں مَیں نے یہ بھی محسوس کیا کہ مسلمانوں میں دو تعلیمی نظام بالکل الگ الگ قسم کے مزاج پیدا کر رہے ہیں۔ ایک جدید تعلیمی نظام ہے جس میں لوگ اسلام سے بے گانہ ہوتے ہیں اور ان کی پوری ذہنیت مغربی علوم سے تیار ہوتی ہے۔ دوسرا قدیم تعلیمی نظام ہے جس کے فارغ التحصیل دینی علوم سے تو بخوبی واقف ہوتے ہیں مگر دنیا کے معاملات سے واقف نہیں ہوتے۔

میرا احساس یہ تھا کہ یہ دونوں گروہ بجائے اس کے کہ مسلمان قوم میں ایک مزاج پیدا کریں، دو مختلف اور متضاد مزاج پیدا کر رہے ہیں۔ ایک مزاج وہ ہے جو اس دنیا کا نظام چلانے کی قابلیت تو رکھتا ہے مگر ذہنی طور پر لادینیت کی طرف چلا جا رہا ہے۔ اور دوسرا مزاج وہ ہے جو دین داری کی حفاظت تو کر رہا ہے مگر اس دنیا کا انتظام چلانے کے قابل نہیں ہے۔ میں دیکھ رہا تھا کہ دونوں کے درمیان بُعد بڑھتا جا رہا ہے حتیٰ کہ دونوں ایک دوسرے کی زبان تک سمجھنے سے قاصر ہیں۔ اس حالت کو دیکھ کر میرا یہ یقین بڑھتا جا رہا تھا کہ مسلمان جس نازک بحران سے دوچار ہیں اس سے بخیریت وہ نہیں گزر سکتے، جب تک یہ بُعد دور نہیں ہوتا۔

اب ذرا اس دور کی سیاسی صورت حال پر بھی ایک نظر ڈال لیجیے۔ ۱۹۲۸ء تک تو ہندوستان میں عام خیال یہ پایا جاتا تھا کہ آزادی کی کوئی تحریک مسلمانوں کو ساتھ ملائے بغیر نہیں چل سکتی، اور مسلمان بھی اس بھروسے پر تھے کہ کانگریس آزادی کے راستے پر ہمیں ساتھ لیے بغیر آگے نہیں بڑھ سکتی۔

---

[1] مولانا مودودیؒ ایک جگہ لکھتے ہیں: ''بعض لوگوں نے میرے اس بیان کو چیلنج کیا ہے، حالانکہ اس زمانے میں اسلامی ذہن رکھنے والے جو نوجوان علی گڑھ میں زیر تعلیم تھے، وہ اب بھی یہ شہادت دینے کے لیے زندہ موجود ہیں کہ مسلم یونی ورسٹی کو ان لوگوں نے کس طرح اپنی تبلیغ کا اڈّا بنالیا تھا۔ ۱۹۳۶ء میں خود مسلم یونی ورسٹی کورٹ نے اس صورتِ حال پر تشویش محسوس کی تھی کہ نئی نسل میں بے دینی پھیل رہی ہے اور اس کی اصلاح کے لیے تجاویز طلب کی تھیں۔ اس پر مَیں نے اگست اور ستمبر ۳۶ء میں دو مضامین لکھے تھے جو اَب میری کتاب ''**تنقیحات**'' میں شامل ہیں۔ ان میں سے ایک مضمون میں مَیں نے مسلم یونی ورسٹی کے ایک طالب علم کا خط بھی نقل کیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت وہاں کیا فتنے پھیل رہے تھے۔''

لیکن ۱۹۲۹ء تک پہنچتے پہنچتے گاندھی نے مسلمانوں کی اس کمزوری کو بھانپ لیا کہ یہ قوم پراگندہ ہو چکی ہے، اس کے اندر کوئی قیادت باقی نہیں رہی ہے۔ اس میں کوئی تنظیم باقی نہیں رہی ہے، اور اب میں صرف ہندوؤں کو لے کر انگریزی حکومت سے لڑ کر آزادی حاصل کر سکتا ہوں۔

۱۹۲۹ء میں پہلی مرتبہ اس نے مسلمانوں کو مخاطب کر کے کہا کہ میں آزادی کی جنگ لڑوں گا، تم ساتھ آؤ تو تمھیں ساتھ لے کر، تم نہ آؤ تو تمہارے بغیر، اور تم مزاحمت کرو تو تمہاری مزاحمت کے باوجود۔ اس کے الفاظ یہ تھے کہ: With you or without you or inspite of you

جب اس شخص (گاندھی جی) نے یہ بات کہی اسی وقت میں نے اندازہ کرلیا کہ اب اس ملک میں مسلمانوں کی خیر نہیں ہے، اس لیے کہ وہ واقعی اس وقت اس پوزیشن میں تھا کہ صرف ہندو قوم کو ساتھ لے کر انگریز قوم کو عاجز کر کے آزادی دینے پر مجبور کر سکتا تھا اور مسلمان اس بُری طرح بکھرے ہوئے تھے کہ وہ اس کا راستہ نہ روک سکتے تھے۔ اس نے مسلمانوں کو اس پوزیشن میں ڈال دیا کہ یا تو وہ غیر مشروط طور پر اس کی قیادت میں ہندو اقتدار قائم کرنے کے لیے آلۂ کار بنیں یا خاموش تماشائی بن کر اپنی قسمت کا فیصلہ ہوتے دیکھتے رہیں، یا مزاحمت کر کے انگریزی اقتدار کی حمایت کا الزام اپنے سر لیں۔

بدقسمتی سے اس وقت مسلمانوں کے تین گروہوں نے یہ تینوں راستے اختیار کیے اور پوری قوم متحد ہو کر کسی ایک قیادت کے تحت کوئی ایک راستہ اختیار نہ کر سکی۔ میں اس طوفان کو اُٹھتے دیکھ رہا تھا، اس کے نتائج کو بھی سمجھ رہا تھا، مگر (کسی لحاظ سے) اس وقت (جنوری 1929ء) میری یہ حیثیت نہ تھی کہ اس کے مقابلے میں کچھ کر سکتا۔ اپنی بے بسی پر کڑھنے کے سوا میرے لیے کوئی چارۂ کار نہ تھا۔

اسی زمانے میں مَیں دہلی سے حیدرآباد منتقل ہو گیا۔ وہاں ایک ایسی بڑی ریاست قائم تھی جو اپنے رقبے کے اعتبار سے، اپنی آبادی کے اعتبار سے، اپنی آمدنی کے اعتبار سے، دنیا کی بعض آزاد حکومتوں سے بھی زیادہ بڑی تھی۔ مسلمان اس کے حکمران تھے۔ مسلمانوں کے بہترین دماغ وہاں جمع تھے۔ ایک بڑی حکومت کا نظام وہ چلا رہے تھے۔ اس کے وسائل صرف حیدرآباد ہی میں نہیں، اس کے باہر بھی ہندوستان کے مسلمانوں کے لیے بڑی تقویت کا باعث بنے ہوئے تھے۔ اسی ریاست نے **عثمانیہ یونی ورسٹی** (Osmania University) کے نام سے ایسی عظیم یونی ورسٹی قائم کر کے اُردو زبان کو تمام علوم کی اعلیٰ تعلیم کا ذریعہ بنا کر دکھا دیا تھا۔ وہاں پہنچ کر مسلمان یہ فخر محسوس کرتا تھا کہ ہندوستان میں ایک ایسی سرزمین بھی ہے جہاں مسلمان ایک عظیم سلطنت کا نظام چلا رہے ہیں۔ لیکن اس ظاہری خوش نما پردے کے پیچھے نگاہ ڈال کر مَیں نے دیکھا تو نظر آیا کہ نظام کی عظیم الشان حکومت کا قصر ریت پر کھڑا ہے۔

ریاست حیدرآباد میں مسلمانوں کی آبادی صرف ۱۵فی صد 15% تھی، باقی ۸۵فی صد ہندو تھے۔ مسلمانوں کا تمام انحصار سرکاری ملازمتوں یا حکومت کے منصب پر تھا۔ دیہات میں مسلمان آٹے میں نمک کے برابر بھی نہ تھے۔ میں نے محسوس کیا کہ آزادی کی جو تحریک ہندوستان میں چل رہی ہے، اس کا ریلا جب یہاں پہنچے گا تو نظام کی حکومت کا یہ قصر جو اتنا عظیم الشان نظر آرہا ہے، ایک ٹھیس میں زمین پر آرہے گا۔

میں نے وہاں کے بعض بااثر لوگوں سے بات کر کے ان کو یہ سمجھانے کی کوشش کی کہ اللہ کے لیے یہاں اسلام کی تبلیغ کے لیے کچھ کرو تاکہ مسلمانوں کی آبادی بڑھے۔ مگر میں نے محسوس کیا کہ نظام کی حکومت گویا ایک افیون (Opium) ہے جسے کھا کر مسلمان غفلت میں پڑے ہوئے ہیں۔ ان کو اگر کچھ فکر تھی تو صرف یہ کہ نظام کی اور اس کی حکومت کی حفاظت کریں۔ لیکن یہ فکر نہیں تھی کہ اس کی جڑ کو مضبوط کریں، جو ظاہر ہے کہ اسلام کی اشاعت ہی سے مضبوط ہو سکتی تھی۔

یہ حالات تھے جب مَیں نے (بہ حیثیت مالک و مدیرِ اعلیٰ) حیدرآباد سے اپریل 1933ء میں رسالہ 'ترجمان القرآن' کی ابتدا کی۔ اس وقت کام کی جو ترتیب میرے ذہن میں تھی وہ یہ تھی کہ سب سے پہلے مغربی تہذیب وافکار کے اس غلبے کو توڑا جائے جو مسلمانوں کے ذہین طبقے پر مسلط ہو رہا ہے۔ یہ بات ان کے ذہن نشین کی جائے کہ اسلام اپنا ایک نظامِ زندگی رکھتا ہے، اپنا ایک نظام تہذیب رکھتا ہے، اپنا ایک سیاسی نظام رکھتا ہے، اپنا ایک معاشی نظام رکھتا ہے، اپنا ایک نظام فکر اور نظام تعلیم رکھتا ہے جو ہر لحاظ سے مغربی تہذیب اور اس کے متعلّقات سے فائق ہے۔ یہ خیال ان کے دماغ سے نکالا جائے کہ تہذیب وتمدن کے معاملے میں انھیں کسی سے بھیک مانگنے کی کوئی ضرورت ہے۔ ان کو بتایا جائے کہ تمھارے پاس اپنا ایک پورا نظامِ زندگی موجود ہے جو دنیا کے تمام نظاموں سے بہتر ہے۔ بھرپور تنقید کر کے ان پر یہ واضح کیا جائے کہ مغرب کے جس نظام سے وہ مرعوب ہیں وہ اپنے ہر پہلو میں کیا کیا کمزوریاں رکھتا ہے۔

مجھے یہ کام کرتے ہوئے چند سال گزرے تھے کہ (اپنی خود کی شادی کے لیے) 1937ء میں مجھ کو حیدرآباد سے دہلی آنے کا اتفاق ہوا۔ اس سفر کے دوران مَیں نے محسوس کیا کہ ہندوستان کے (6) صوبوں میں کانگریس کی حکومت قائم ہو جانے کے بعد مسلمانوں پر کھلی کھلی شکست کے آثار طاری ہو چکے ہیں۔ دہلی سے جب مَیں واپس حیدرآباد جا رہا تھا تو ریل میں ایک مشہور ہندو لیڈر ڈاکٹر کھرے (Dr. Khare) اتفاق سے اسی کمپارٹمنٹ میں سفر کر رہے تھے جس میں مَیں تھا اور بہت سے مسلمان بھی اس میں موجود تھے۔ مَیں نے دیکھا کہ مسلمان، 'ڈاکٹر کھرے' سے بالکل اس طرح باتیں کر رہے تھے

جیسے ایک محکوم قوم کے افراد ایک حاکم قوم کے فرد سے کرتے ہیں۔ یہ منظر میرے لیے ناقابل برداشت تھا۔ حیدرآباد پہنچا تو یقین کیجیے میری راتوں کی نیند اُڑ گئی۔ سوچتا رہا کہ یااللہ اب اس سرزمین میں مسلمانوں کا کیا انجام ہونا ہے۔ آخر کار مَیں نے وہ سلسلۂ مضامین لکھا جو 'مسلمان اور موجودہ سیاسی کش مکش' (حصّہ اول) کے نام سے شائع ہوا ہے۔ [۱]

۱۹۳۸ء میں مَیں نے دیکھا کہ کانگریس اب اپنی اس پالیسی سے ایک قدم آگے بڑھ رہی ہے جس کا اعلان ۱۹۲۹ء میں کیا گیا تھا۔ اب اس وقت تو صرف یہی کہا گیا تھا کہ ''مسلمان آتے ہیں تو آئیں ورنہ ہم اپنی آزادی کی جنگ خود لڑیں گے''، مگر اب یہ نئی پالیسی بنائی گئی کہ مسلمانوں کو فرداً فرداً کانگریس کی تحریک میں جذب کرلیا جائے اور مسلمانوں کی کسی جماعت سے بحیثیت جماعت کوئی معاملے کی بات سرے سے کی ہی نہ جائے۔ چنانچہ اسی غرض کے لیے مسلم رابطہ عوام (Muslim Mass Contact) کی مہم شروع کی گئی جس کے اصل کارکن مسلمان کمیونسٹ تھے۔ اور غضب یہ ہے کہ اس کام میں علمائے کرام (جمعیۃ العلماء) کا ایک گروہ بھی ان کا ساتھ دے رہا تھا۔ یہ گروہ اس بات کا قائل تھا کہ ہندو اور مسلمان مل کر ایک قوم بن سکتے ہیں اور ایک قوم کے اندر ایک ایسا جمہوری نظام رائج ہوسکتا ہے جس میں فیصلہ اکثریت کرنے والی ہو۔ اس پر مَیں نے وہ مضامین لکھنے شروع کیے جو ۱۹۳۸ء میں 'مسلمان اور موجودہ سیاسی کش مکش' (حصّہ دوم) اور 'مسئلۂ قومیت' کے نام سے شائع ہوئے۔

اس وقت میرے پیش نظر اوّلین کام یہ تھا کہ مسلمانوں کی کسی طرح اپنی قومی شخصیت اور قومی انفرادیت فراموش نہ ہونے دوں اور ان کو غیر مسلم قومیت کے اندر جذب ہونے سے بچاؤں۔ ظاہر بات ہے کہ جو شخص بھی اسلام کو یہاں سربلند کرنا چاہے گا وہ ضرور یہ خیال کرے گا کہ میرے پاس پہلے سے جو سرمایہ (مسلمانوں کی حیثیت سے) موجود ہے وہ ضائع نہ ہوجائے، اس کے بعد وہ مزید سرمایہ حاصل کرنے کی کوشش کرے گا۔ جو لوگ پہلے سے کلمہ لاالٰہ الااللہ پر قائم ہیں اور اپنے آپ کو مسلمان سمجھتے ہیں، پہلے ہمیں ان کی فکر ہونی چاہیے کہ کہیں وہ بھی ضائع نہ ہوجائیں۔ دوسروں

---

[۱] مولانا مودودیؒ ایک جگہ لکھتے ہیں: ''یہاں یہ امر قابلِ ذکر ہے کہ ستمبر ۱۹۳۷ء میں ایک مرتبہ مَیں نے شمالی ہند کا سفر کیا اور اس موقع پر لاہور میں علامہ اقبال مرحوم سے میری ملاقات ہوئی۔ انھوں نے مجھے مشورہ دیا کہ میں حیدرآباد چھوڑ کر پنجاب منتقل ہوجاؤں۔ ان کی رائے یہ تھی کہ آگے چل کر جنوبی ہند میں میرے لیے کام کے مواقع کم سے کم تر ہوتے چلے جائیں گے اور جو کام اب مجھے کرنا ہے اس کے لیے پنجاب زیادہ موزوں ہے۔ ان کی یہ بات میرے دل میں اُتر گئی اور مَیں نے اس پر عمل کرنے کا فیصلہ کرلیا۔ چنانچہ مارچ ۱۹۳۸ء میں ہمیشہ کے لیے حیدرآباد کو خیرباد کہہ کر مَیں پنجاب منتقل ہوگیا۔ یہاں ابتداءً میرا ارادہ ایک ایسا ادارہ قائم کرنے کا تھا جس میں جدید اور قدیم تعلیم یافتہ باصلاحیت نوجوانوں کو یک جا رکھ کر اخلاقی اور علمی حیثیت سے ایک نئی قیادت فراہم کرنے کے لیے تیار کیا جائے لیکن بعد کے حالات نے مجھے اس اسکیم کو بدلنے پر مجبور کردیا۔''

کو مسلمان بنانے کی فکر تو بعد ہی میں کی جاسکتی ہے۔

اس لیے میں نے اپنا پورا زور اس کام میں صرف کر دیا کہ (بہر حال بہر حیثیت وکیفیت) مسلمانوں کو غیر مسلم قومیت کے اندر جذب ہونے سے بچایا جائے اور ان کے اندر یہ احساس پیدا کیا جائے کہ تم اپنی ایک مستقل قومیت رکھتے ہو، تمھارے لیے کسی طرح یہ ممکن نہیں ہے کہ کسی دوسری قومیت میں ضم ہو جاؤ۔

اس کے بعد ۱۹۳۹ء اور اس کے بعد کا دور آیا۔ مسلم لیگ کی تحریک نے زور پکڑا۔ پاکستان کی تحریک اُٹھنی شروع ہوئی، جس نے آخر کار ۱۹۴۰ء میں قرار داد پاکستان کی شکل اختیار کی۔ اس زمانے میں جو بات میرے نزدیک اہم تھی وہ یہ تھی کہ مسلمانوں کو اس بات کا احساس دلایا جائے کہ تم محض ایک قوم نہیں اور تمھارا مقصود بھی محض ایک قومی حکومت کا قیام نہیں ہونا چاہئے۔ تم ایک مبلّغ قوم ہو، تم ایک مشنری قوم ہو، تم اپنے مشن کو کبھی نہ بھولو۔ تمھیں وہ حکومت قائم کرنی چاہئے جو دنیا میں اسلام کے لیے ایک مشنری حکومت بن جائے۔ مَیں اس وقت یہ دیکھ رہا تھا کہ مسلمان قوم اللہ کے فضل سے اب ہندو قوم کے اندر جذب ہونے سے تو بچ گئی ہے۔ اس کے اندر اپنی قومیت کا احساس اب اتنا مضبوط ہو گیا ہے کہ کسی نہرو اور کسی گاندھی کے بس کا یہ کام نہیں رہا ہے کہ ان کو ہندوؤں یا ہندوستانی قومیت کے اندر جذب کر سکے۔ اب جو مسئلہ میری نگاہ میں اہم تھا وہ یہ تھا کہ مسلمان قوم کو احساس دلایا جائے کہ اسلامی حکومت کیا چیز ہوتی ہے، اسے قائم کرنے کے لیے کس سیرت وکردار کی ضرورت ہے، کس طرح کی تحریک سے وہ قائم کی جاسکتی ہے، اور ایک اسلامی حکومت اور مسلمانوں کی قومی حکومت میں اصولاً اور عملاً کیا فرق ہوتا ہے۔ اسی غرض کے لیے مَیں نے وہ سلسلۂ مضامین لکھنا شروع کیا جو بعد میں 'مسلمان اور موجودہ سیاسی کش مکش' (حصّہ سوم) کے نام سے شائع ہوا۔

اس کے مضامین زیادہ تر ۱۹۳۹ء سے ۱۹۴۰ء تک لکھے گئے تھے اور اس کا کچھ حصّہ ۱۹۴۱ء کا لکھا ہوا ہے۔

آج اس کے متعلق جس کا جو جی چاہے کہتا رہے، مجھے اس کی کوئی پروا نہیں۔ میں اپنی جگہ ایمان داری سے یہ سمجھتا ہوں کہ اس وقت میرا فرض یہی تھا کہ مسلمانوں کو اس بات کا احساس دلاؤں کہ محض قومی حکومت تمھارا مقصود نہیں ہونا چاہئے بلکہ تمھارا مقصود یہ ہونا چاہئے کہ تم ایک اسلامی حکومت قائم کرو اور ایک اسلامی حکومت قائم کرنے کے لیے جس سیرت وکردار کی ضرورت ہے وہ اپنے اندر پیدا کرنے کی کوشش کرو۔ لیکن جب مَیں نے دیکھا کہ میری آواز صدا بصحرا ثابت ہو رہی ہے تو پھر دوسرا قدم جو

میری سمجھ میں آیا، یہ تھا کہ اپنی طرف سے ایک ایسی جماعت منظم کرنی چاہئے جو صاحب ِکردار لوگوں پر مشتمل ہو اور ان فتنوں کا مقابلہ کر سکے جو آگے آتے نظر آرہے تھے۔ جس وقت تحریک ِپاکستان اُٹھی ہے اور ۱۹۴۰ء میں قرار دادِ پاکستان منظور ہوئی ہے، ظاہر بات ہے کہ اس وقت کوئی شخص بھی یقین کے ساتھ یہ نہیں کہہ سکتا تھا کہ ملک یقیناً تقسیم ہو جائے گا یا پاکستان ضرور بن جائے گا۔ حتیٰ کہ 1947ء کے آغاز تک بھی یہ بات یقینی نہیں تھی کہ واقعی پاکستان بن جائے گا۔ اس وقت جو اہم ترین سوالات میرے سامنے تھے وہ یہ تھے کہ حالات جس رخ پر جا رہے ہیں ان میں ایک شکل تو یہ پیش آسکتی ہے کہ پاکستان کے لیے کوشش کر کے مسلم لیگ ناکام ہو جائے اور ہندوستان میں انگریز واحد ہندوستانی قومیت کی بنا پر ایک جمہوری حکومت قائم کر کے اسے ہندوؤں کے حوالے کر کے چلا جائے۔ اس صورت میں کیا کرنا ہوگا؟

دوسری شکل یہ پیش آسکتی ہے کہ مسلم لیگ اپنے مقاصد میں کامیاب ہو جائے اور ملک تقسیم ہو جائے۔

اس صورت میں جو کروڑوں مسلمان ہندوستان میں رہ جائیں گے ان کا کیا حشر ہوگا؟

اور خود پاکستان میں اسلام کا کیا حشر ہوگا؟

جس قسم کے عناصر پاکستان کی تحریک میں شامل ہو رہے تھے ان کو دیکھتے ہوئے میں یقینی طور پر یہ سمجھ رہا تھا کہ یہ عناصر جمع ہو کر ایک ملک بنا سکتے ہیں، ایک قومی حکومت قائم کر سکتے ہیں، لیکن ان عناصر سے کبھی یہ امید نہیں کی جا سکتی کہ یہ ایک اسلامی حکومت بنا لیں گے۔

میں اس کو بالکل صاف دیکھ رہا تھا۔ مسئلہ ایک شخص کا یا چند اشخاص کا نہیں ہے۔ مسئلہ یہ ہے کہ اس تحریک میں جو لوگ شامل ہو رہے تھے، جو اس میں پیش پیش تھے، جو اس تحریک کو چلا رہے تھے، ان کے کیریکٹر کو دیکھتے ہوئے ان سے کیا توقعات وابستہ کی جا سکتی تھیں۔ میں یہ اندازہ کر رہا تھا کہ یہ ایک ملک بنا سکتے ہیں لیکن اس کو اسلامی حکومت نہیں بنا سکتے۔ [1]

اب گویا تین مسئلے درپیش تھے۔

۱۔ اگر ملک تقسیم نہ ہو تو مسلمانوں کو بچانے کے لیے کیا کیا جائے۔

۲۔ ملک تقسیم ہو جائے تو جو مسلمان ہندوستان میں رہ جائیں گے ان کے لیے کیا کیا جائے۔

۳۔ اور جو ملک مسلمانوں کے قبضے میں آئے گا اس کو مسلمانوں کی کافرانہ حکومت بننے سے کیسے بچایا جائے اور اسے اسلامی حکومت کے راستے پر کیسے ڈالا جائے۔

---

[1] پاکستان سے متعلق آج جنوری ۲۰۲۱ء تک مولانا مودودیؒ کی پیشین گوئی صحیح ثابت ہو رہی ہے۔

یہ موقع تھا جب میں نے قطعی طور پر یہ فیصلہ کرلیا کہ ''جماعت اسلامی'' کے نام سے ایک جماعت قائم کی جائے۔ کئی سال سے مَیں جن خیالات کی اشاعت کررہا تھا، اگر چہ ان کی بنا پر مختلف حلقوں کی طرف سے مجھے گالیاں بھی دی جارہی تھیں لیکن بہت سے لوگ ایسے بھی تھے جو ان سے متفق تھے اور سمجھتے تھے کہ حق بات یہی ہے جو مَیں کہہ رہا ہوں۔ انہی لوگوں کے اتفاق واشتراک سے جماعت قائم کی گئی۔

جیسا کہ مَیں نے ابتدا میں آپ سے بیان کیا ہے، یہ اسکیم یکا یک میرے دماغ میں نہیں آگئی تھی بلکہ (۲۲) بائیس سال تک جو کچھ میں دیکھتا رہا تھا، جو میرے مشاہدات اور تجربات تھے ان سب کو پیش نظر رکھ کر مَیں نے اس جماعت کی تشکیل کی اور وہ تمام احتیاطیں ملحوظ رکھیں جو ان مشاہدات کی بنا پر ضروری تھیں۔ اب ان میں سے ایک ایک چیز کو میں آپ کے سامنے بیان کرتا ہوں۔

میں پہلے عرض کر چکا ہوں کہ ۱۹۲۵ء سے میں یہ یقین رکھتا تھا کہ مسلمانوں کی نجات اسی میں ہے کہ وہ ایک مشنری (بامقصد) قوم کی حیثیت اختیار کریں، اس بات کو نہ بھولیں کہ ایک مسلمان قوم ہونے کی حیثیت سے دنیا میں ان کا ایک مشن (مقصدِ حیات) ہے، اور اس غلط فہمی میں نہ پڑ جائیں کہ وہ بھی دوسری قوموں کی طرح محض ایک قوم ہیں۔ اس لیے میں نے اوّلین چیز یہ پیش نظر رکھی کہ ان لوگوں کو جمع کیا جائے جن کے اندر مشنری (تبلیغی) اسپرٹ موجود ہو، جو اپنے اندر بھی یہ احساس رکھیں کہ ہم ایک مشنری (اعلیٰ مقصد کے حامل) قوم کے فرد ہیں اور مسلمان قوم کو بھی ایک مشنری (بامقصد مبلغ اسلام) قوم بنانے کی کوشش کریں۔

میں یہ بات پہلے بھی عرض کر چکا ہوں کہ ۱۹۲۶ء سے، جب کہ مَیں نے اپنی کتاب **الجہاد فی الاسلام** لکھی تھی، میرے دماغ میں یہ تصور پوری طرح مستحکم ہو چکا تھا کہ مسلمانوں کا اصل نصب العین اسلامی نظام زِندگی کا قیام ہے۔ ان کا نصب العین اپنی ایک قومی حکومت کا قیام نہیں ہے بلکہ ان کا حقیقی نصب العین ایک ایسی ریاست قائم کرنا ہے جو دنیا میں اللہ کا کلمہ بلند کرے، جس کی تہذیب وثقافت، جس کا معاشرتی نظام، جس کا معاشی نظام، جس کا اخلاقی ماحول، جس کی عدالت، جس کی پولیس، جس کے قوانین، جس کی فوج، جس کی سفارت، غرض جس کی ہر چیز دنیا کے سامنے اسلام کا نمونہ پیش کرنے والی ہو، جس کو دیکھ کر دنیا یہ جانے کہ اسلام اور کفر میں کیا فرق ہے اور اسلام ہر حیثیت سے کتنا بلند ہے۔ اسی چیز کو ہم نے جماعت اسلامی کا نصب العین قرار دیا۔ اسلام کی اصطلاح میں اس کا

نام اقامتِ دین ہے، جیسا کہ قرآن مجید میں ارشاد ہوا ہے کہ:

شَرَعَ لَكُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا وَصّٰى بِهٖ نُوْحًا وَّالَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ وَمَا وَصَّيْنَا بِهٖٓ اِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى وَعِيْسٰٓى اَنْ اَقِيْمُوا الدِّيْنَ وَلَا تَتَفَرَّقُوْا فِيْهِ ۭ كَبُرَ عَلَى الْمُشْرِكِيْنَ مَا تَدْعُوْهُمْ اِلَيْهِ ۭ اَللّٰهُ يَجْتَبِيْٓ اِلَيْهِ مَنْ يَّشَاۗءُ وَيَهْدِيْٓ اِلَيْهِ مَنْ يُّنِيْبُ ؀ (سورۃ الشوریٰ: آیت، 13)''

(تحریک اسلامی، ایک تاریخ، ایک داستان صفحات: ۹۱ تا ۱۰۵، پروفیسر خورشید احمد، مدیر ''ترجمان القرآن'')

۲۹/رجب تا ۳/شعبان ۱۳۶۰ھ مطابق 26 تا 31 اگست 1941ء ظفر پارک لاہور میں متحدہ ہندوستان Sub-Continent (ہندوستان، پاکستان، برما، بنگلہ دیش) کے مختلف مقامات سے (150) مرد اور چار خواتین (بیگم ابوالاعلیٰ مودودیؒ، بیگم نصراللہ خاں عزیز، بیگم محمود یار جنگ (بیگم قریشی) اور محترمہ نیر بانو (حیدرآبادی) پر مشتمل ''ترجمان القرآن'' کے قاری اور معاون افراد کو ایک تاسیسی اجتماع کے لیے دعوت نامے مولانا مودودیؒ کی طرف سے بھیجے گئے۔ اُن ایک سو پچاس (150) میں سے پچہتر (75) افراد جمع ہوئے اور انہوں نے رکنیت کا حلف لیا اور ان اُفراد کی متفق آراء سے 27/اگست 1941 کو جناب سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ کو بحیثیت امیر جماعت اسلامی کل ہند منتخب کرلیا گیا۔ حلف وانتخاب امیر کل ہند جماعتِ اسلامی کے اس تاسیسی اجتماع کے وقت کل ہند جماعتِ اسلامی (غیر منقسم ہندوستان) کا کل سرمایہ صرف چوہتر روپے چودہ آنے -/Rs.74 اور 14/آنے) تھا۔ [1]

تاسیس جماعت اسلامی کے وقت مولانا سید مودودیؒ نے چند ایک بنیادی نکات کو واضح فرمایا:

''(۱) جماعت اسلامی کا نظم DISCIPLINE، نہایت سخت ہونا چاہیے۔ قلیل تعداد والی تنظیم یا جماعت جو کام انجام دے سکتی ہے وہ غیر منظم بڑی سے بڑی جماعت بھی انجام نہیں دے سکتی۔

(۲) جماعتِ اسلامی میں دینی علوم کے فارغ، روشن دماغ اصحاب کے علاوہ جدید تعلیم یافتہ بھی ہر مُتقی مُسلمان رکن بن سکتا ہے، مگر رکنیت سے پہلے ہمدرد، مُتفق، کارکن اور امیدوار رِکن کے مراحل سے گُزارتے ہوئے ایک خاص تربیت اور معیار پر پورے اُترنے کے بعد رُکن کی حیثیت سے جماعت میں شریک کرلیا جائے۔

(۳) عام چندہ خوری سے جماعت کو دُور رکھا جائے۔ ۱۹۲۴ء خلافت تحریک کی ناکامی کی مثال دیتے ہوئے کہا کہ

---

[1] مزید اگر دو آنے جمع ہوتے تو کل ارکان (75 افراد) کے برابر سرمایہ بھی 75 روپے ہوجاتا۔
تلخیص روداد جماعت اسلامی ہند۔ حصّہ اول۔

''قوم کا کروڑوں روپئے بد دیانت چندہ خوروں کی نذر ہوجانے سے تحریکیں بالعموم مفاد پرستوں کی نذر ہوکر اپنی موت آپ مرجاتی ہیں۔''

(۴) جماعت میں تربیت کا طریقۂ کار۔ تربیت گاہوں کے علاوہ بنی نوع انسان کے سامنے دین کی عام تبلیغ۔ مُخالفتوں کا مقابلہ صبر وتحمل، اور تدبیر واعلیٰ ظرفی کا مظاہرہ کرتے ہوئے کیا جائے۔ گالیوں اور جُھوٹے الزامات کے جواب میں گالیوں سے پرہیز کرتے ہوئے خیر خواہی وصبر اور دعاؤں کے ساتھ جواب دیا جائے۔

اُدْعُ إِلَىٰ سَبِيلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ ۖ وَجَادِلْهُم بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ ۚ إِنَّ رَبَّكَ هُوَ أَعْلَمُ بِمَن ضَلَّ عَن سَبِيلِهِ ۖ وَهُوَ أَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِينَ ﴿١٢٥﴾ وَإِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوا بِمِثْلِ مَا عُوقِبْتُم بِهِ ۖ وَلَئِن صَبَرْتُمْ لَهُوَ خَيْرٌ لِّلصَّابِرِينَ ﴿١٢٦﴾ وَاصْبِرْ وَمَا صَبْرُكَ إِلَّا بِاللَّهِ ۚ وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ وَلَا تَكُ فِي ضَيْقٍ مِّمَّا يَمْكُرُونَ ﴿١٢٧﴾ إِنَّ اللَّهَ مَعَ الَّذِينَ اتَّقَوا وَّالَّذِينَ هُم مُّحْسِنُونَ ﴿١٢٨﴾ (سورۃ النحل: ۱۲۵ تا ۱۲۸)

(۵) امیر جماعت پر ہر رکن کو معقول ومہذب انداز سے تنقید کا حق ہوگا۔ کوئی رکن جماعت امیر جماعت یا کسی بھی جماعتی منصب کا خواہش مند نہ ہو۔

مولانا سید مودودیؒ نے پہلے ادارہ ''دارُالاسلام'' کو اور پھر بعد میں ''جماعتِ اسلامی'' کے نام اپنی تمام کتابیں اور اُس کی آمدنی وقف کردی اور اپنے ذاتی خرچ اور گزر اوقات کے لیے ''الجہاد فی الاسلام'' اور ''رسالہ دینیات'' کو رکھ لیا۔ اس طرح امیر جماعت اسلامی اور بانی جماعت اسلامی کی حیثیت سے وہ جماعت اسلامی کی زندگی بھر مالی اور ہر قسم کی حتی المقدور مدد کرتے رہے اور کبھی اپنی ذات کے لیے جماعتِ اسلامی سے آخری دم تک کچھ نہیں لیا۔ لیکن افسوس کہ اس ایثار وقربانی اور واضح نصب العین، دستور اور طریقہ کار کی حامل جماعت کا قیام اور تقویٰ واخلاص سے متصف ایک منتخب امیر جماعت اسلامی ہند، علماء کی حمایت میں اضافہ کے بجائے معاصرانہ عصبیت، حَسد اور مخالفت میں اضافہ کا باعث بن گیا۔

26/اگست 1941ء کو 8 بجے صبح ''ترجمانُ القرآن'' کے دفتر (کوٹھی مستری محمد عبداللہ، متصل مبارک مسجد اسلامیہ پارک لاہور) میں جماعتِ اسلامی کا تاسیسی اجلاس شروع ہوا۔

27/اگست 1941ء کو سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ کو جماعتِ اسلامی کا امیر منتخب کرلیا گیا۔

28/اگست 1941ء کو ادارہ ''دارُالاسلام'' کو ''جماعتِ اسلامی'' میں ضم کردیا گیا۔

ماہ ستمبر 1941ء میں قیام جماعت کے پہلے ہی ہفتہ میں مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ کی ہدایت پر قمر الدین خانؒ صاحب ناظم جماعت اسلامی نے قائداعظم محمد علی جناحؒ سے اور مستری محمد صدیق صاحبؒ نے مولانا ابوالکلام آزادؒ سے ملاقات کر کے انھیں جماعت کی دعوت اور اغراض ومقاصد سے آگاہ کیا۔قائداعظم محمد علی جناحؒ کے تاثرات مولانا مودودیؒ اور جماعت سے متعلق کچھ اس طرح تھے کہ ’’جب میں ایک ملک حاصل کرلوں گا تب اُس کا اسلامی دستور بنانا اور اس کو اسلامی ملک بنانا مودودیؒ صاحب اور جماعتِ اسلامی کا کام ہوگا۔‘‘

مولانا ابوالکلام آزادؒ کا تاثر تھا کہ یہ انبیائی کام ہے، اس کے لیے بڑی عزیمت، اعلیٰ قیادت درکار ہے۔ میں مودودیؒ صاحب اور جماعتِ اسلامی کے حق میں بس دعا ہی کرسکتا ہوں۔

نوٹ: اگست 1941ء میں جماعتِ اسلامی کے قیام کے وقت ہندوستان میں چار جماعتیں موجود تھیں۔

۱۔ انڈین نیشنل کانگریس، جس میں ہندو، مسلم قائدین تھے۔مولانا ابوالکلام آزاد اور شیخ الحدیث مولانا حسین احمد مدنی کی قیادت میں دیوبند سے وابستہ علماء کا اچھا خاصا گروہ کانگریس میں شامل ہوگیا تھا۔

۲۔ جمعیۃ علمائے ہند، مولانا مودودیؒ اس جماعت کے ترجمان ’’مسلم‘‘ دہلی کے 1921ء سے 1923ء تک اور ’’الجمعیۃ‘‘ دہلی کے 1924ء سے 1928ء تک ایڈیٹر رہے۔

لیکن جب جمعیۃ العلماء ہند نے انڈین نیشنل کانگریس کے ساتھ تعاون کا فیصلہ کرلیا، تب مولانا مودودیؒ نے ’’الجمعیۃ‘‘ کی ادارت سے استعفیٰ دے دیا۔مسئلہ قومیت پر ایک مدلّل مختصر کتاب لکھی، علامہ اقبالؒ ، مولانا مودودیؒ کے موقف کے مؤید تھے اور علامہ اقبال کی خواہش پر مولانا مودودیؒ حیدرآباد سے ’’دار الاسلام‘‘ پٹھان کوٹ منتقل ہوگئے۔علاّمہ اقبالؒ بھی مولانا حسین احمد مدنی کے موقف کے مخالف تھے۔اس طرح علامہ اقبال اور مولانا مودودی کی مخالفت میں شیخ الحدیث مولانا حسین احمد مدنی اور دیوبندی علماء صف بستہ ہوگئے۔

۳۔ تیسری بڑی مسلمانوں کی نمائندہ جماعت خاکسار تحریک تھی۔عنایت اللہ مشرقی جدید تعلیم یافتہ بزرگ تھے، ہٹلر اور مسولینی کے انقلاب سے متاثر تھے، انہوں نے توحید، رسالت، خلافت، ہجرت اور جہاد جیسے اسلام کے بنیادی اصولوں کے مفاہیم کو بدل کر رکھ دیا۔اس تحریک میں عسکری عنصر غالب تھا اور وردی، بیلچہ، فوجی پریڈ لازم تھی۔نماز، روزہ کے ساتھ غلبۂ اسلام کی بات بھی کی جاتی تھی۔علماء دین اور مولویوں کا مذاق اڑاتے، اور مولوی کا مذہب، مذہب نمبر(۱) سے مذہب نمبر(۱۶) کے نام سے کتابیں لکھیں، جو جدید تعلیم یافتہ لوگوں میں مقبول ہوئیں۔مولانا مودودیؒ نے قرآن اور حدیث اور سیرتِ صحابہ کی بنیاد سے ہٹ کر کیے جانے والے ہر کام کو سراسر گمراہی قرار دیا۔خواہ اس کام کو کرنے والا کوئی شخص یا کوئی بھی جماعت ہو۔

۴۔ مسلم لیگ 1906ء میں قائم ہوئی۔اس کا مقصد مسلم مفادات کا تحفظ تھا۔1940ء میں قرارداد پاکستان کے بعد مسلم لیگ کو منزل مل گئی، قائداعظم محمد علی جناح کی جان دار قیادت نے مسلم لیگ میں مولانا محمد علی جوہر (م 1931ء) کے بعد جان ڈال دی۔

اس کے علاوہ ہندو جماعت R.S.S. اپنے ایجنڈے کے ساتھ کانگریس میں شامل تھی۔اور کمیونسٹ پارٹی آف انڈیا (C.P.I) بھی میدان میں تھی۔اس میں ہندو، مسلم، سکھ، اور کمال کی بات یہ ہے کہ عیسائی، ہندو نام کے ساتھ سب شامل تھے۔

دستور جماعت اسلامی۔25/اگست 1941ء۔بنیادی نکات

۱۔ بنیادی عقیدہ ۔ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ۔ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ۔

۲۔ نصب العین ۔ دنیا میں حکومت الٰہیہ کا قیام اور آخرت میں رضائے الٰہی کا حصول۔

۳۔ کلمۂ شہادت پر یقین کامل اور نصبُ العین پر عزم کامل کے سوا رکنیت کے لیے کوئی فیس نہیں ہے۔

جماعتِ اسلامی کے کاموں کے متعین حدود و حلقہ جات

۱۔ کالجوں اور جدید تعلیم یافتہ لوگوں کا حلقہ

۲۔ علماء اور دینی مدارس کا حلقہ

۳۔ صوفیاء اور مشائخ طریقت کا حلقہ

۴۔ سیاسی جماعتوں کا حلقہ

۵۔ عدالتوں اور وکلاء کا حلقہ

۶۔ شہری عوام کا حلقہ

۷۔ عورتوں کا حلقہ

۸۔ دیہاتی عوام کا حلقہ

۹۔ غیر مسلموں کا حلقہ

مجلس شوریٰ کے تمام ارکان کو ہدایت جاری کی گئی کہ وہ اپنی صلاحیت کا حقیقی جائزہ لے کر اپنے اپنے حلقۂ کار کا تعین کریں، اور حتی الوسع اسی حلقے اور دائرے میں کام کریں، جس کے لیے ان کی صلاحتیں موزوں اور مناسب ہوں، اپنے مخصوص حلقے سے باہر دوسرے حلقہ میں تبلیغ کرنے سے حتی الوسع پرہیز کریں۔ نامعقول اور مخالفانہ ذہن رکھنے والے لوگوں سے الجھنے سے پرہیز کریں۔ ''اِدْفَعْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ'' کا ہمیشہ لحاظ رکھیں۔ اللہ سے مدد و نصرت کی دعا مانگتے رہیں۔

قیامِ جماعت کے ساتھ ہی شیطان لعین نے جماعت کے مقصدِ قیام کو سبوتاژ کرنے کی ملعون کوشش شروع کردی

اوراس کوموثر انداز میں کام کرنے کے لیے اساسی ارکان میں سے رقت آمیز دعا کرنے ،خود بھی رونے اورشرکاء کورلانے والے، امارت کے منصب پر مولانا مودودیؒ ہی سب سے زیادہ مناسب ،ہرلحاظ سے علمی، فکری، تنظیمی اورقائدانہ صلاحیت رکھنے کی گواہی دیتے ہوئے نام تجویز کرکے آگے بڑھ کرپہل کرنے والے شخص مولانا منظورنعمانی صاحب ہی کواپنا آلہٗ کار بنانے کے لیے منتخب کرلیا۔

اِنَّ الشَّیۡطٰنَ کَانَ لِلۡاِنۡسَانِ عَدُوًّا مُّبِیۡنًا ﴿۵۳﴾ (سورۃ الاسراء 53)

یہ ایک شرمناک اورعبرت ناک دکھ بھری داستان ہے۔

اس داستان کا احاطہ جہاں مشکل ترین ہے وہاں انتہائی اہم اورضروری بھی ہے۔مولانا سید مودودیؒ سے اپنی فوقیت کوجتانے کے لیے شیطانی افعال اورحاسدانہ پھرمتعصّبانہ، پھرمعاندانہ حرکات کرکے اپنی تھوڑی بہت نیک اعمال وخدمات کوبھی مولانا مودودیؒ کے اعمال نامہ میں جمع کروادیے۔

محترم مولانا محمد منظورنعمانی صاحب، سید جعفر صاحب، قمرالدین خاں صاحب جیسی محترم شخصیات مولانا مودودیؒ کی تحریروں سے متاثر ہونے اورمولانا سید مودودیؒ سے ملاقات کا شرف حاصل کرکے، ہرلحاظ سے مطمئن ہونے کے بعد جماعت کے ۲۶،۲۷،۲۸،۲۹،۳۰/اگست کے اساسی مشاورتی اجلاسوں میں شرکت اوررکنیت قبول کرلینے کے بعد شیطان کے خیرخواہانہ مکر کا شکار ہوکر جس طرح برادرانِ یوسف کا رول ادا کیا اس کی عبرت بھری داستان کے لیے، ہندوستان کے عالم دین مولانا عامرعثمانی فاضل دیوبند، مدیر ''تجلّی'' کی تحریریں، اقبال احمد ندوی (شاگرد مولانا ابوالحسن علی میاں ندوی) کی کتاب ''مولانا مودودیؒ کی رفاقت میں'' اور پروفیسر سید انورعلی کی کتاب ''ردِّ سرگزشت'' کا مطالعہ قارئین کے لیے بہت ''مفید معلومات'' فراہم کرے گا۔

وَلَا تَلۡبِسُوا الۡحَقَّ بِالۡبَاطِلِ وَتَكۡتُمُوا الۡحَقَّ وَاَنۡتُمۡ تَعۡلَمُوۡنَ (سورۃ البقرۃ:42)

ترجمہ: اور باطل کا رنگ چڑھا کرحق کومشتبہ نہ بناؤ اورجانتے بوجھتے حق کو چھپانے کی کوشش نہ کرو۔

عمر۔ اُنتالیس (۳۹) سال

(۲۵رستمبر ۱۹۴۱ء تا ۲۴رستمبر ۱۹۴۲ء)

چودھری نیاز احمد کی ندامت اور دوبارہ دارالاسلام جمال پور، پٹھان کوٹ ہجرت، ابوالحسن علی میاں ندوی رکن شوریٰ منتخب، ''تفہیم القرآن'' کے نام سے تفسیر لکھنے کا آغاز، محترم منظور نعمانیؒ کی مہربانیاں، جماعت اسلامی کو ختم کرنے کی مکروہ سازش (جماعت اسلامی کا قیام دراصل شیطان اور شیطانی طاقتوں کو موت کا پیغام)

30راگست 1941ء کو قیامِ جماعتِ اسلامی کے بعد، محترم چودھری نیاز علی صاحب نے ''دارالاسلام'' سے متعلق اپنے جنوری 1939ء کے موقف پر پشیمان اور نادم ہو کر ستمبر 1941ء میں مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ سے دوبارہ ''دارالاسلام''، بستی جمال پور، پٹھان کوٹ، میں غیر مشروط منتقلی کی درخواست کی۔ اِس تجویز کو مولانا مودودیؒ نے موجودہ جماعت اسلامی کی مجلس مشاورت میں رکھا اور اجتماعی منظوری کے بعد قبول فرمالیا، مگر منتقلی ۱۰رماہ بعد عمل میں آئی۔ محترم چودھری نیاز علی صاحب تاسیس جماعت اسلامی کی اکثر مجالس میں شریک تھے، مگر وہ کبھی جماعت کے رکن نہیں بنے۔ اواخر ستمبر 1941ء میں مولانا سید ابوالحسن علی میاں ندوی لاہور تشریف لائے، اور سید مودودیؒ سے ملاقات کی اور جماعت اسلامی کے نصب العین اور اغراض ومقاصد وطریقہ کار سے دلی اتفاق کے اظہار کے بعد رکن جماعت بنا لیے گئے، اور ان کو لکھنو کی جماعت اسلامی کی ذمہ داری دی گئی۔

30راکتوبر 1941ء کو مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کی انجمن ''اسلامی تاریخ وتمدن'' کے زیر اہتمام منعقدہ ایک تقریب میں مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ نے خطاب کیا۔ [1]

مولانا مودودیؒ کے ساتھ نومبر 1941ء میں بیگم مودودیؒ لاہور سے دہلی آ گئیں۔

اسی سال 23ردسمبر 1941ء کو دوسری لڑکی اسماء مودودیؒ دہلی میں پیدا ہوئیں۔

---

[1] یہ خطاب ''انسان کا معاشی مسئلہ اور اس کا اسلامی حل'' کے نام سے فروری 1945ء میں جماعت اسلامی دارالاسلام پٹھان کوٹ نے شائع کیا ہے۔

اس طرح مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ دو(۲) لڑکوں (۱) عمر فاروق مودودی (۲) احمد فاروق مودودی اور دولڑکیوں (۱) حمیرا مودودی (۲) اسماء مودودی یعنی شادی کے چار(۴) سال (۱۰) ماہ میں چار(۴) بچوں کے باپ بھی اس سال تک بن چکے تھے۔

29رد سمبر 1941ء کو آل انڈیا ریڈیو۔ لاہور سے ''عید قرباں'' کے عنوان سے آپ کی ایک تقریر نشر ہوئی۔ جو بعد میں اسی نام سے ایک کتابچہ کی شکل میں شائع ہوئی۔ اس تقریر سے 39 سالہ سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ کی مقبولیت اور علمی مقام کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔

علمی مراکز کے دورے

جماعت اسلامی کے قیام کے بعد مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ نے نومبر، دسمبر 1941ء اور جنوری 1942ء میں دہلی، علی گڑھ، اِلٰہ آباد، مدرسۃ الاصلاح سرائے میر، ندوۃ العلماء، لکھنؤ اور بریلی کے دورے کیے۔

ایک بار مولانا مودودیؒ نے فرمایا:

> ''جماعت اِسلامی یا تحریک اسلامی میرے لیے عین مقصدِ زندگی ہے میرا جینا و مرنا اسی مقصدِ حیات (اقامت دین کی سعی) کے لیے ہے۔''

فروری 1942ء سے ہی مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ نے تفسیر ''تفہیم ُالقرآن'' لکھنے کا آغاز کیا، جو سات (۷) جون 1972ء تک جاری رہا۔ (30 سال 4 ماہ)

ماہنامہ ''ترجمانُ القرآن'' میں قسط وار اشاعت کا سلسلہ فروری 1942ء میں سورۃ الفاتحۃ سے شروع کیا اور اُس کی اشاعت از ابتداء تا انتہاء فروری 1942ء تا اپریل 1973ء جاری رہی۔ اِس تفسیر کے علاوہ میرے (مرتّب کے) علم میں اور کوئی ایسی تفسیر نہیں ہے جس کو از اوّل تا آخر کسی علمی رسالہ میں شائع کیا گیا ہو اور اِس پر علماء و عوام کی جانب سے وارد کئے گئے اعتراضات و اشکالات کو اِسی رسالہ کی اگلی اشاعت میں دُور کیا گیا ہو، یا اگلے تفسیری مباحث میں اُس کا احاطہ کرلیا گیا ہو۔ اور یہ سلسلہ ۷رجون 1972ء یعنی 30 سال 4 ماہ تک جاری رہا۔ تفسیر ''تفہیم ُالقرآن'' سید مودودیؒ کا ایک عظیم کارنامۂ حیات ہے جو آنے والی نسلوں پر آپ کا ناقابلِ فراموش احسان ہے۔ یہ علوم اسلامی کا ایک انسائیکلوپیڈیا ہے، جو عام فہم اور سادہ و سلیس اُردوئے مُبین میں قرآن کی ترجمانی اور تفسیر بھی ہے۔

30رمارچ 1942ء کو آل انڈیا ریڈیو سے ''میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم'' کے موضوع پر تقریر نشر فرمائی۔

اس طرح 5/جون 1942ء کو پٹھان کوٹ کے قریب ایک غیر معروف قریہ ''جمال پور'' میں جماعت اسلامی ہند کے لیے ''دارُالاسلام'' کے نام سے دوبارہ ایک مرکز کی بنیاد رکھی گئی۔ اور اللہ کی زمین پر ایک مثالی آئیڈیل (IDEAL) بستی بسانے کے عزم کو عملی صورت دینے کا دوبارہ ازسرنو آغاز کیا گیا، تاکہ افراد جماعت کی تربیت اِس طرح کی جائے کہ اقامت دین یا حکومت الٰہیہ کے قیام کی سعی میں آنے والے حالات ومسائل کا مقابلہ پامردی اور پلاننگ سے کیا جاسکے۔

جون 1942ء ہی میں سب سے پہلے خود سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ اپنی بیوی، چار بچوں، ساز وسامان، کتابوں کی الماریاں، گھر کا فرنیچر وغیرہ کے ساتھ جنگل جیسے ویران دیہات جہاں ابھی مطلوبہ سہولتیں برائے نام نہیں تھیں دوبارہ ''دارالاسلام''، منتقل ہوگئے۔ [1]

اس سال کانگریس کی ہندو دوستی اور مسلم لیگ کی اسلام کے نام پر غیر مخلص قیادت کی اصلاح کے لیے اسلامی نظامِ حیات پر مدلل لٹریچر تیار کرنے کی اسکیم بنائی گئی۔

اسی سال ماہ فروری میں ''تفہیمُ القرآن'' کی سورۃ الفاتحۃ اور ستمبر 1942ء میں سورۃ البقرۃ کی ماہنامہ ''ترجمانُ القرآن''، میں قسط وار اشاعت کا آغاز ہوا۔

مارچ، اپریل، مئی، جون، جولائی 1942ء: ملکی اور بین الاقوامی زبانوں میں لٹریچر تیار کرنے کی ضرورت،

---

[1] یہ سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ کی ۱۲ ویں ہجرت بیگم اور (۴) بچوں کے ساتھ جبکہ بیگم مودودیؒ کی تیسری ہجرت تھی۔ جب کہ اس ہجرت میں چار چھوٹے چھوٹے بچے بھی ساتھ تھے۔ (کتاب کے آخر میں چند یادگار تصاویر دارالاسلام کی دی گئی ہیں)

بقولِ بیگم سید مودودیؒ: حیدرآباد کی ہماری (میاں، بیوی کی) خوشحال زندگی کے بعد ''دارالاسلام'' کی زندگی میں بہت بڑا فرق تھا۔ گھر میں بجلی نہ پانی، رات کے وقت سانپ، بچھو، گیدڑ وغیرہ گھر کے باہر پھرتے تھے۔ گھر سے تھوڑی دور پر ہندوؤں کا مرگھٹ تھا، جہاں سے مُردوں کے جلنے کی بو آتی تھی۔ نوکر نہ آنے کی صورت میں لکڑی کاٹنے اور کنویں سے پانی لانے کا کام بھی سید مودودیؒ کرتے، مگر دارالاسلام کے رفقاء فوراً جمع ہوجاتے اور خود یہ کام کردیتے۔ ایک دفعہ میری صحت بہت خراب ہوگئی، ڈاکٹر نے (50) دن انجکشن لگانے کا کورس لکھ دیا، سید ابوالاعلیٰ خود ٹانگا چلاتے، مجھے پٹھان کوٹ لے جاتے اور لاتے، اس میں ان کا تقریباً پورا دن لگ جاتا۔ لکھنے، پڑھنے کا کام متاثر ہوتا، مگر سید مودودیؒ میری صحت اور علاج کے لیے فکرمند رہتے۔ میرے والدین کو جب یہاں کی تکالیف اور پریشانیوں کا علم ہوا تو مجھے دہلی لے جانے کی کوشش کی، مگر میں نے شوہر کے ساتھ ہر حالت میں رہنے کا فیصلہ کرلیا تھا۔ کیوں کہ میرے دادا نے شادی کے وقت یہ بات کہی تھی کہ ''ہماری بچی محل کی زندگی کی عادی ہے مگر شوہر کے ساتھ جھونپڑی میں بھی خوشی خوشی رہ لے گی۔''

(تذکرہ سید مودودیؒ _ ترجمان القرآن خاص نمبر 2003ء)

(خوش بخت معتقدین اور بدسلیقہ بدبخت وکم ظرف مخالفین ومعترضین کے لیے سید ابوالاعلیٰؒ کی سیرت میں، نصیحت اور عبرت کے بے شمار پہلو پوشیدہ ہیں۔) (فاعتبروا یا اولی الابصار)

اسلامی انقلاب کے لیے رائے عامہ ہموار کرنے کی سعی کی فکر، سرمائے اور وسائل کی شدید کمی کا احساس۔ایک عظیم واعلیٰ قائد کی معاشرے کے تمام مسائل اور ان کے حل پر نظر رہتی ہے۔متعدد زراعتی ،صنعتی اور تجارتی کام قلیل یا کثیر سرمائے سے شروع کرنے کا مشورہ وہدایت ،صاحب خیر احباب کو اجتماعات، انفرادی ملاقات اور ''ترجمان القرآن'' کے ذریعہ متوجہ کیا جاتا رہا، جمال پور میں زرعی زمین کی قیمت 200 سے Rs 500 فی ایکڑ آسانی سے دستیاب ہے۔ہندوستان کے کسی بھی علاقے کا صاحب ثروت اور ہمدردِ جماعت زمین خرید سکتا ہے۔کاشت کاری اور کوئی بھی صنعت (Industry) شروع کرسکتا ہے۔اس سے دینی تربیت گاہ دارالاسلام کو معاشی حیثیت سے بھی استحکام مل جانا، زیرِ تربیت لوگوں کو کام کی تربیت ملازمت کے بجائے صنعت وتجارت سے وابستگی بھی مقصود تھی۔ سید مودودیؒ کی کتاب ''ہندوستان کا صنعتی زوال'' میں اس سلسلہ میں رہنمائی ،سید مودودیؒ کی فراست مومن اور دوراندیشی کی ذہنی کڑیاں ملتی ہیں۔

''جماعتِ اسلامی'' کی دعوت تمام انسانوں کے لیے حتی المقدور دنیا اور آخرت میں فلاح وکامیابی کی دعوت، نشان دہی، اور راہ نمائی ہے۔اس لیے دینی تربیت کے ساتھ ساتھ کاشت کار، صنعتی ماہرین، مال دار اور مزدور تمام اہلِ خیر اور اہلِ ہنر افراد کے لیے جماعتِ اسلامی کی دعوت کو عام اور کھلا رکھا گیا ہے۔

وَّاَنِ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْٓا اِلَيْهِ يُمَتِّعْكُمْ مَّتَاعًا حَسَنًا اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى وَّيُؤْتِ كُلَّ ذِيْ فَضْلٍ فَضْلَهٗ ۔۔۔۔(سورۃ ھود:۳)

محترم منظور نعمانی صاحب کی مہربانیاں:

جون 1942ء میں ''دارالاسلام'' میں حصول تربیت کے لیے محمد منظور نعمانی صاحب بھی صرف ایک مختصر صندوقچی (Attachi) کے ساتھ آئے، آتے ہی ''تقویٰ کے ہیضہ'' سے متاثر ہوئے۔ہیضہ کا حملہ (attack) شدت اختیار کرتا گیا۔ڈیڑھ دو ہفتہ کے قیام کے دوران تقویٰ کے ہیضہ اور دیگر (نفسیاتی بیماریوں میں مبتلا) چار چھ افراد قمرالدین خاں صاحب ، شاہ محمد جعفر پھلواروی صاحب، عبدالعزیز مشرقی صاحب ،مستری محمد صدیق صاحب ،عطاء اللہ صاحب، جیسے ہم نواؤں اور ہم پیالہ وہم نوالہ افراد کی ہفتہ دس دن کی مشاورت سے چودہ پندرہ صفحات کی بدگمانیوں پر مشتمل ایک چارج شیٹ امیر جماعت کے خلاف تیار کرلی، اور امیر جماعت کے ہاتھ میں ان صفحات کا لفافہ پکڑا کر میدانِ امتحان ''دارالاسلام'' تربیت گاہ سے کوچ کر گئے۔مزید مہربانی یہ کی کہ اس تحریر کو راز میں رکھنے کی مولانا مودودیؒ سے خواہش بھی کر گئے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا كَثِيْرًا مِّنَ الظَّنِّ ۡاِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ وَّلَا تَجَسَّسُوْا وَلَا يَغْتَبْ بَّعْضُكُمْ بَعْضًا ؕ اَيُحِبُّ اَحَدُكُمْ اَنْ يَّاْكُلَ لَحْمَ اَخِيْهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوْهُ ؕ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۲﴾ (الحجرات)

مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ کا محترم منظور نعمانی کے نام خط کا جواب دراصل محترم منظور نعمانی صاحب کے اگلے پچھلے کردار کو بہت حد تک آشکارا کر دیتا ہے۔ [1]

مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ صاحب کا تاریخی خط
محترم منظور نعمانی صاحب کے نام

دارالسلام پٹھان کوٹ

جولائی 1942ء

''محترمی و مکرمی! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

آپ کی تحریر مَیں نے رات کو ہی دیکھی۔ اس کے بعد سونا چاہا، مگر سو نہ سکا۔ اس لیے رات کو ہی لکھنے بیٹھ گیا۔ میرے لیے اس میں کوئی چیز رنج پہنچانے والی نہیں ہے۔ بلکہ مَیں خوش ہوں کہ آپ نے جو کچھ محسوس کیا اور سوچا سمجھا، اسے صاف صاف لکھ دیا۔ صرف افسوس اگر ہے تو اس کا، کہ آپ نے بات کے انتہائی حدود تک پہنچ جانے کے بعد مجھ سے رجوع کیا، ورنہ ابتدائی مراحل ہی میں آپ مجھے اپنے خیالات سے آگاہ کر دیتے تو شاید حل اتنا مشکل نہ ہوتا جتنا اب ہو گیا ہے۔ البتہ جس چیز نے مجھے نیند سے محروم کر دیا ہے، وہ دراصل یہ ہے کہ مَیں، برسوں کی سعی و جہد کو، اس نتیجہ پر ختم ہوتے ہوئے ٹھنڈے دل سے گوارا نہیں کر سکتا۔ اگر یہ سعی و جہد اپنی ذات کے لیے ہوتی، تو اللہ کی قسم اس سے بھی زیادہ کسی برے نتیجے پر اس کے ختم ہونے کی مجھے کچھ

---

[1] مہربانیوں کی مزید روداد کے لیے دیکھئے حسب ذیل کتابیں:

(۱) مولانا مودودیؒ کے ساتھ میری رفاقت کی سرگزشت اور میرا موقف، ناشر ''الفرقان'' فروری ۱۹۸۰ء
(مولانا محمد منظور نعمانی کی احسان فراموشی اور علمی خیانت کا مدلل اور بھرپور ثبوت)

(۲) مولانا مودودیؒ کی رفاقت میں، خواجہ اقبال احمد ندویؔ، شاگرد رشید مولانا علی میاں ندویؒ، ترتیب جدید، پروفیسر سلیم منصور خالد، لاہور،
(محترم منظور نعمانی صاحب کے فرارنامہ کا مدلل جواب)

(۳) ''تبلیغی جماعت'' سے تعارف بھی جناب منظور نعمانیؒ نے مولانا مودودیؒ کی تحریر ہی سے حاصل کیا تھا۔

پروا نہ ہوتی۔ مگر جب کہ یہ اللہ کے لیے اور اس کے دین کے لیے تھی تو میرے لیے بہت مشکل ہے کہ، مَیں اس بدانجامی پر اس کے ختم ہونے کو اطمینان کے ساتھ برداشت کرلوں۔ اس لیے مَیں ایک آخری کوشش اس کے بچانے کی کرنا چاہتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ مصرف القلوب ہے۔ ممکن ہے کہ آپ اور دوسرے لوگ جو ایک پہلو سے سارے معاملہ کو دیکھ رہے ہیں اگر ان کے سامنے وہ دوسرا پہلو بھی رکھ دوں تو شاید یہ کام بربادی سے بچ جائے۔

پہلا سوال جس پر آپ کو، اور آپ کی طرح سوچنے والوں کو، غور کرنا چاہئے وہ، یہ ہے کہ آپ لوگوں کو، اس کام کی طرف جس چیز کی کشش نے کھینچا وہ کیا چیز تھی؟ وہ میری ذات کی کشش تھی، تو وہ بجائے خود نہایت غلط چیز تھی، اس کی طرف آپ کو کھنچنا ہی نہیں چاہئے تھا، اور اب اللہ کا بڑا فضل ہوا کہ وہ کشش باقی نہ رہی۔ ایسے ایک نامبارک تالّف واجتماع سے لاکھ درجہ بہتر ہے کہ آپ سب بکھر جائیں اور اگر وہ اقامتِ دینِ حق کے نصب العین کی کشش تھی، اور اگر اس کی طرف کھنچنے کے لیے آپ لوگوں کو مجبور کرنے والی طاقت، دراصل اس احساس کی طاقت تھی، کہ اس نصب العین کے لیے کوشش کرنا، مسلمان ہونے کا عین اقتضا ہے۔ اور اس کوشش کی صحیح صورت یہی ہے کہ اجتماعی طور پر کام کیا جائے، تو مَیں نہیں سمجھتا کہ محض ایک میرے نااہل ثابت ہوجانے سے آپ لوگ اس قدر جلدی اور آسانی سے بکھر جانے پر کیسے آمادہ ہوگئے؟

سب سے پہلی بات جو آپ لوگوں کو قطعی طور پر طے کرلینی چاہیے، وہ یہ ہے کہ اقامتِ دین کے لیے اجتماعی کوشش بہرحال کرنی ہے، اور یہ کوشش جس مرحلہ تک پہنچی ہے یا پہنچ چکی ہے، اسے اس سے پیچھے نہیں جانے دینا ہے، بلکہ آگے بڑھانا ہے اور اس کے آگے بڑھانے میں جو چیز بھی سدِّ راہ ہو، اسے اُٹھا کر پھینک دینا ہے۔ خواہ وہ امیرِ جماعت ہو، یا اپنی جماعت کا کوئی رفیق ہو، یا ہمارے باپ، بھائی، اولاد، اقارب ہوں یا ہمارے شخصی کاروبار، اور وسائل معیشت ہوں۔

دوسری بات جو طے کرلینی ضروری ہے، وہ یہ ہے کہ جو اسباب ووسائل میسّر ہیں، ہمیں انہی سے کام لینا ہے، کیونکہ ہم اللہ کے سامنے انہی پر مسئول ہیں۔ اسباب ووسائل کی تعریف میں، جس طرح روپیہ، آلات اور مادّی قویٰ آتے ہیں۔ اسی طرح انسان بھی اسی تعریف میں آتے ہیں۔ جو انسان ہمیں میسّر ہیں، ہم کو اپنے مقصد کی راہ میں جدوجہد کرنے کے لیے انہی سے کام لینا ہے۔ فرشتے لانے کے لیے ہم مکلّف نہیں ہیں، نہ یہ کسی نصّ میں تصریح ہے کہ اس معیار کے آدمی اگر فراہم نہ ہوں، تو اقامتِ دین کی سعی کا فریضہ تم سے ساقط

ہے۔ نہ یہ کہیں لکھا ہے کہ اقامتِ دین کی سعی اگر تم نے شروع کی اور کسی مرحلہ پر جا کر معلوم ہوا کہ فلاں فلاں معیار کے اشخاص موجود نہیں ہیں تو جتنا کام تم کر چکے ہو اسے بھی فوراً ملیا میٹ کر دو، ورنہ اللہ کے ہاں پکڑے جاؤ گے۔ ایسی کوئی ہدایت کتاب اللہ اور سنّت رسول اللہ ﷺ میں نہیں ہے، اپنی خود ساختہ شرطوں اور معیاروں کو لپیٹ کر رکھ دینا چاہئے۔

ایک شخص اگر نالائق ثابت ہوا ہے تو پھر سر جوڑ کر بیٹھنا چاہئے اور اسے ہٹا کر اپنے میں سے کسی دوسرے شخص کو لیڈر (امیر) بنانا چاہیے، اور مسلسل کام کرتے رہنا چاہیے، تا آنکہ اللہ تعالیٰ کوئی ایسا شخص پیدا کر دے، جس کی کاملیت پر سب لوگ یا بیشتر لوگ مطمئن ہو جائیں۔ بہر حال جو اشخاص موجود ہیں، اور میسر آ سکتے ہیں، انہی میں سے کسی اصلح آدمی کو منتخب کرنا لازم ہے، اور اس میں کوئی مضائقہ نہیں کہ یکے بعد دیگرے دس آدمی بھی میری طرح مایوس کُن ثابت ہوں تو، ہم گیارہویں آدمی کو ان کی جگہ لے آئیں۔ میرا دل اس منطق کو قبول کرنے کے لیے تیار نہیں ہے کہ تو، نااہل ثابت ہوا، اور مَیں خود اپنے کو بھی نااہل سمجھتا ہوں، اور کوئی تیسرا آئے تو، مجھے ڈر ہے کہ وہ کہیں مجھ سے اور تجھ سے زیادہ نااہل نہ نکل آئے، لہٰذا یہ ساری بساط لپیٹ دی جائے۔

میرے اور آپ لوگوں کے نقطۂ نظر میں فرق صرف یہ ہے کہ مَیں، اعلیٰ معیار کو کام کرنے کے لیے شرط نہیں سمجھتا، بلکہ صرف مطلوب سمجھتا ہوں، جسے حتی الامکان حاصل کرنے کی کوشش ضرور کرنی چاہیے، لیکن کم سے کم ناگزیر معیار تک جتنے لوگ بھی مِلیں، ان سے کام لینے میں دریغ نہ کرنا چاہیے۔

جہاں تک تقویٰ کا تعلق ہے، مَیں خود اس معاملہ میں اپنے اندر بہت کمی محسوس کرتا ہوں، اور اصلاح کی کوشش کر رہا ہوں۔ آپ کو معلوم ہے کہ مَیں کبھی اس بات پر برا نہیں مانتا کہ کوئی شخص میری کسی غلطی یا کوتاہی یا گناہ کو دیکھے اور مجھے اس پر ٹوک دے۔ برا ماننا تو درکنار، مَیں تو ایسے شخص کا شکر گزار ہوتا ہوں۔ لہٰذا جہاں جو کوتاہی بھی آپ لوگ دیکھیں، اس پر مجھے متنبہ کر دیں۔

اپنی اصلاح کے لیے مَیں خود کوشاں ہوں، اور آپ لوگوں سے بھی مدد کا متوقع ہوں۔ البتہ یہ بات میرے لیے خلافِ توقع ہے کہ میری کمزوریوں کو، اِس کام ہی کے ختم کر دینے کے لیے حِیلہ بنایا جائے۔

میری معاشرت کا جو معیار ہے، اس میں جس قسم کا تغیر آپ حضرات کے نزدیک ضروری ہے، اس کے متعلق مجھے بے تکلف مشورہ دیجئے۔ اگر موجودہ حالات میں میرے لیے یہ ممکن ہوا کہ بآسانی وہ تغیر کر سکوں تو

بہتر ہے، اور اگر مَیں نے یہ محسوس کیا کہ اس حد تک تغیر کو میرے اہل وعیال برداشت نہ کر سکیں گے، تو مجھے اپنی بیوی کو طلاق دینے میں بھی کوئی تامل نہیں ہے۔

جو چیز بھی نصب العین کی راہ میں رکاوٹ ہو، اسے میں راستہ سے ہٹادوں گا، خواہ وہ بیوی ہو، یا اولاد، یا کوئی اور چیز۔

مَیں چاہتا ہوں کہ قریبی تاریخوں میں جماعت کا ایک اجتماع کر لیا جائے اور اس میں پوری صورتِ حال پیش کر دی جائے، بلکہ زیادہ بہتر یہ ہے کہ میری اور آپ کی یہ تحریریں بھی پوری جماعت کے سامنے رکھ دی جائیں۔

ابوالاعلیٰ

فَاِنَّهُمْ عَدُوٌّ لِّيْٓ اِلَّا رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۷۷﴾ الَّذِيْ خَلَقَنِيْ فَهُوَ يَهْدِيْنِ ﴿۷۸﴾ وَالَّذِيْ هُوَ يُطْعِمُنِيْ وَيَسْقِيْنِ ﴿۷۹﴾ وَاِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ يَشْفِيْنِ ﴿۸۰﴾ وَالَّذِيْ يُمِيْتُنِيْ ثُمَّ يُحْيِيْنِ ﴿۸۱﴾ (الشعراء)

ترجمہ: میرے تو یہ سب دشمن ہیں، بجز ایک رب العالمین کے، جس نے مجھے پیدا کیا، پھر وہی میری رہنمائی فرماتا ہے، جو مجھے کھلاتا اور پلاتا ہے اور جب میں بیمار ہو جاتا ہوں تو وہی مجھے شفا دیتا ہے جو مجھے موت دے گا اور پھر دوبارہ مجھ کو زندگی بخشے گا۔

نوٹ: اگست 1942ء کے آخری ہفتہ میں سید مودودیؒ مسلسل کام کے بعد سخت بیمار ہو گئے۔ پورا مہینہ بیمار رہے، مگر مطالعہ اور جماعتی مصروفیات سے اپنے آپ کو محروم ہونے نہیں دیا۔

تفسیر ''تفہیم القرآن'' اور ماہ نامہ ''ترجمان القرآن'' کا کام بھی جاری رہا۔

عمر۔ چالیس (۴۰) سال

(۲۵ ستمبر ۱۹۴۲ء تا ۲۴ ستمبر ۱۹۴۳ء)

کل ہند جماعت اسلامی کی مجلس شوریٰ کا اجتماع، مولانا اشرف علی تھانویؒ کے انتقال پر اظہار ملال، جماعت اسلامی کے بنیادی لٹریچر کو عربی زبان میں منتقل کرنے کے لیے ادارہٗ دارالعروبۃ کا قیام، عادل آباد، سرپور کاغذ نگر سے لٹریچر کی اشاعت کے لئے کاغذ کی فراہمی

اس سال ''قرآن کی چار بنیادی اصطلاحیں'' قسط وار ''ترجمان القرآن'' میں اشاعت پذیر ہوتی رہی۔

یکم شوال تا ۴ شوال ۱۳۶۱ھ مطابق 2/ اکتوبر تا 12/ اکتوبر 1942ء کو جماعت اسلامی کی ''مجلس شوریٰ'' کا دوسرا اجتماع دہلی میں منعقد ہوا، جس میں جماعت کو پہلی بار داخلی انتشار کا سامنا کرنا پڑا، اور اس کا آپریشن بھی ہوا۔

داخلی انتشار کے اِس پہلے آپریشن میں مولانا محمد منظور نعمانی (مرتب معارفُ الحدیث) اور دیگر تین احباب (۱) سید محمد جعفر صاحب، کپورتھلا (۲) قمر الدین خاں، پنجاب (۳) عطاء اللہ صاحب، بنگال، کو جماعت سے اخراج کے متعلق غور کیا گیا (اس داخلی انتشار کی تفصیلات کے لیے دیکھیے کتاب تاریخ جماعت اسلامی حصّہ دوم صفحات 153 تا 225 اور مفتی محمد منظور نعمانی کا اصلی چہرہ آبادشاہ پوری۔ لاہور[۱]) مگر جناب مولانا ابوالحسن علی میاں ندویؒ بدستور مجلس شوریٰ کے رُکن رہے۔ تاہم جماعت اسلامی کو ختم کرنے کی، انگریز و کانگریس، کی اندرونی و بیرونی سازش تیز تر ہوگئی۔ سازش یہ تھی کہ کسی بھی طرح جماعتِ اسلامی کو اس میں موجود افراد اور عام و خاص علماء اور مسلمانوں کے ذریعہ ہی ختم کیا جائے، تا کہ پھر کوئی تحریک اسلام او رقرآن کو نظامِ حیات و دستورِ زندگی کے طور پر پیش نہ کرسکے اور دین کو درس گاہ، مسجدؔ، گھر اور مسلم معاشرہ کے فقہی مسائل اور عبادات تک محدود رکھے۔ سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ کے ذریعہ قائم ہوئی ایک

---

[۱] یہ ایک درد بھری داستان ہے، اس سلسلہ کی دوسری کتاب۔ مولانا مودودیؒ کی رفاقت میں۔ خواجہ اقبال احمد ندوی صاحب کی ہے، جو شروع سے آخری وقت تک مولانا مودودیؒ کے رفیقِ کار اور تحریکِ اسلامی کے ساتھ رہے۔ میری اس مختصر کتاب کے صفحات ان تفصیلات کا احاطہ کرنے کی متحمل نہیں ہیں۔ مگر ان کا مطالعہ بہت ہی مفید بھی ہے، دلچسپ بھی ہے اور عبرت و نصیحت سے لبریز بھی۔ اور مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ کی اعلیٰ ظرفی، صبر و تحمل و اعلیٰ صفاتِ حمیدہ کا اعلیٰ عملی نمونہ بھی۔ (فاعتبروا یا اولی الابصار) (مرتب)

سالہ جماعت اسلامی جس قدر جلد ممکن ہو ختم ہو جائے، مگر سید مودودیؒ نے بھی دشمن ازلی شیطان لعین کی ہر چال اور داؤں کا مقابلہ اللہ کی نصرت و مدد سے کرنے کا عزم وارادہ کر لیا تھا۔

يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ لَا تَتَّخِذُوا۟ بِطَانَةً مِّن دُونِكُمْ لَا يَأْلُونَكُمْ خَبَالًا وَدُّوا۟ مَا عَنِتُّمْ قَدْ بَدَتِ ٱلْبَغْضَآءُ مِنْ أَفْوَٰهِهِمْ وَمَا تُخْفِى صُدُورُهُمْ أَكْبَرُ قَدْ بَيَّنَّا لَكُمُ ٱلْءَايَٰتِ إِن كُنتُمْ تَعْقِلُونَ ﴿١١٨﴾ هَٰٓأَنتُمْ أُو۟لَآءِ تُحِبُّونَهُمْ وَلَا يُحِبُّونَكُمْ وَتُؤْمِنُونَ بِٱلْكِتَٰبِ كُلِّهِۦ وَإِذَا لَقُوكُمْ قَالُوٓا۟ ءَامَنَّا وَإِذَا خَلَوْا۟ عَضُّوا۟ عَلَيْكُمُ ٱلْأَنَامِلَ مِنَ ٱلْغَيْظِ قُلْ مُوتُوا۟ بِغَيْظِكُمْ إِنَّ ٱللَّهَ عَلِيمٌۢ بِذَاتِ ٱلصُّدُورِ ﴿١١٩﴾ إِن تَمْسَسْكُمْ حَسَنَةٌ تَسُؤْهُمْ وَإِن تُصِبْكُمْ سَيِّئَةٌ يَفْرَحُوا۟ بِهَا وَإِن تَصْبِرُوا۟ وَتَتَّقُوا۟ لَا يَضُرُّكُمْ كَيْدُهُمْ شَيْـًٔا إِنَّ ٱللَّهَ بِمَا يَعْمَلُونَ مُحِيطٌ ﴿١٢٠﴾ (سورۃ آل عمران: آیت:۱۱۸ تا ۱۲۰)

مجلس شوریٰ منعقدہ 6/اکتوبر 1942ء کے فیصلہ کے تحت، جماعت اسلامی ہند کی تنظیم کے لیے (۱) پنجاب (۲) یوپی (۳) بہار (۴) دکن کے جو چار بڑے بڑے حلقے بنائے گئے تھے، توڑ دیئے گئے، البتہ صرف دکن کا حلقہ مولانا صبغۃ اللہ صاحب کی نگرانی میں مرکز کے تحت باقی رکھا گیا۔

رکنیت کے شرائط پر از سر نو غور وفکر کر کے اسے مزید موزوں، مفید اور قابل عمل بنایا گیا۔

یکم ستمبر 1941ء تا 31 دسمبر 1942ء تک کا جماعت اسلامی ہند کی آمدنی اور خرچ کا آئینہ یہ تھا۔

جملہ آمدنی 17,500 روپے اور 5/آنے اور جملہ خرچ 13963/- روپے 11 آنے۔ تحویل میں اختتام 31/دسمبر 1942ء تک 1341 روپے اور 10 آنے۔ (روداد جماعت اسلامی ہند، حصہ اول)

ماہ نومبر 1942ء میں مولانا مودودیؒ نے، مولانا مسعود عالم ندویؒ کی زیر نگرانی جالندھر میں ''دار العروبۃ للدعوۃ الاِسلامیۃ'' قائم کیا، اس ادارے کے تحت جماعت اسلامی کے اہم اور بنیادی لٹریچر کا عربی زبان میں ترجمہ ہوا۔

جنوری 1943ء تک آل عمران کی تفسیر ''تفہیم القرآن'' ماہ نامہ ''ترجمان القرآن'' میں قسط وار شائع ہوتی رہی۔ مئی 1943ء سے سورۃ النساء کا سلسلہ شروع ہو گیا۔

21/مئی 1943ء کو جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی میں اساتذہ وطلبا سے خطاب کیا۔[۱]

9/جولائی 1943ء سید ابوالاعلیٰ کو مولانا اشرف علی تھانویؒ کے انتقال پر کافی صدمہ ہوا۔[۲]

۱۔ یہ خطاب ''دین حق'' کے نام سے دار الاشاعت نشاۃ ثانیہ حیدر آباد دکن نے شائع کیا ہے۔

۲۔ 9/جولائی 1943ء کو مولانا اشرف علی تھانویؒ کے انتقال پر فرمایا۔ ''مرحوم کا شمار دنیائے اسلام کے ممتاز ترین علماء میں ہوتا ہے۔'' سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ نے آپ کی خدمات کی ہمیشہ قدر فرمائی اور آپ کے علم وفضل کو زبردست خراج عقیدت پیش فرمایا۔ اور مرحوم کو بہترین مفسر، مفتی، مرشد اور محسن ملت قرار دیا۔ مگر محترم مولانا اشرف علی تھانویؒ کے دیوبندی مریدوں نے اپنے ہی پیر ومرشد کی پیروی نہیں کی۔ بلکہ کھلی نافرمانی کرتے رہے۔ مولانا مودودیؒ کی مخالفت میں اپنی آخرت کی بربادی کا سودا کرتے رہے۔

30/ جولائی 1943ء ''معراج کا سفرنامہ'' کے عنوان سے ریڈیو لاہور سے ایک تقریر نشر ہوئی۔

دراصل ''فتنۂ معاصرت'' بہت بڑا فتنہ ہے۔ بعض علماء اپنی افتادِ طبع سے مجبور ہو کر ایک دوسرے کا احترام نہیں کرتے۔

انسانی کمزوریوں سے پوری طرح واقف شیطانِ ملعون ورجیم جو جماعت اسلامی کے قیام سے بے چین تھا، اب جماعتِ اسلامی کو ختم کرنے میں جٹ گیا، شیطان ہمیشہ خیرخواہ کے روپ میں ہی آ کر انسان کے لیے تباہی کا سامان کرتا ہے۔

''اس وقت ہماری قومی زندگی میں ایک بڑا خلا پایا جاتا ہے جو ایک قیادت پر سے عوام کا اعتماد اُٹھ جانے اور دوسری کسی قیادت پر نہ جمنے کا نتیجہ ہے۔ اس خلا کو اگر کوئی چیز بھر سکتی ہے تو وہ یہ ہے کہ مختلف جماعتیں اپنا جو کچھ اور جیسا کچھ بھی مثبت کام اور پروگرام رکھتی ہیں وہ لوگوں کے سامنے آئے اور لوگوں کو یہ سمجھنے کا موقع ملے کہ کون کیا کچھ بنا رہا ہے، کیا کچھ بنانا چاہتا ہے، اور کس کے ہاتھوں کیا کچھ بننے کی توقع کی جاسکتی ہے۔ یہی چیز آخر کار ایک یا چند جماعتوں پر قوم کو مجتمع کر سکے گی اور اجتماع طاقت سے کوئی تعمیری کام ممکن ہوگا۔ لیکن اگر صورت حال یہ رہے کہ ہر ایک اپنا اعتماد قائم کرنے کے بجائے دوسروں کا اعتماد ختم کرنے میں لگا رہے تو نتیجہ اس کے سوا کچھ نہ ہوگا کہ کسی کا اعتماد بھی قائم نہ ہو سکے گا اور ساری قوم بن سری ہو کر رہ جائے گی۔''

اَرَءَيْتَكَ هٰذَا الَّذِيْ كَرَّمْتَ عَلَيَّ ۡ لَىِٕنْ اَخَّرْتَنِ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ لَاَحْتَنِكَنَّ ذُرِّيَّتَهٗٓ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿٦٢﴾

اللہ تعالیٰ نے جواب میں فرمایا:

اذْهَبْ فَمَنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ فَاِنَّ جَهَنَّمَ جَزَآؤُكُمْ جَزَآءً مَّوْفُوْرًا ﴿٦٣﴾ وَاسْتَفْزِزْ مَنِ اسْتَطَعْتَ مِنْهُمْ بِصَوْتِكَ وَاَجْلِبْ عَلَيْهِمْ بِخَيْلِكَ وَرَجِلِكَ وَشَارِكْهُمْ فِى الْاَمْوَالِ وَالْاَوْلَادِ وَعِدْهُمْ ؕ وَمَا يَعِدُهُمُ الشَّيْطٰنُ اِلَّا غُرُوْرًا ﴿٦٤﴾ اِنَّ عِبَادِيْ لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطٰنٌ ؕ وَكَفٰى بِرَبِّكَ وَكِيْلًا ﴿٦٥﴾ (سورۃ الاسرآء)

قَالَ فَبِمَآ اَغْوَيْتَنِيْ لَاَقْعُدَنَّ لَهُمْ صِرَاطَكَ الْمُسْتَقِيْمَ ﴿١٦﴾ ثُمَّ لَاٰتِيَنَّهُمْ مِّنْۢ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ وَمِنْ

ا۔ محترم خواجہ اقبال احمد ندویؒ اپنی تصنیف ''مولانا مودودی کی رفاقت میں'' (جس کو سلیم منصور خالد صاحب نے تدوین جدید کے ساتھ 2008ء میں شائع کیا ہے۔ صفحہ 16 میں تحریر فرماتے ہیں: زیرِ نظر مسئلہ ۔۔ قَوّٰامِيْنَ لِلّٰهِ شُهَدَآءَ بِالْقِسْطِ کے خلاف ہے۔ اس کے علاوہ اس کتاب میں قمر الدین خاں صاحب، عطاء اللہ صاحب، شاہ جعفر صاحب پھلواروی، محمد صدیق مستری، سید محمد شاہ تمام ابتدائی رفقاء کی علیحدگی کی مستند داستان محفوظ ہے۔ اس کا جدید ایڈیشن ''ملت پبلی کیشن کشمیر'' نے نومبر 2020ء میں شائع کیا۔

خَلۡفِهِمۡ وَعَنۡ اَيۡمَانِهِمۡ وَعَنۡ شَمَآئِلِهِمۡ ؕ وَلَا تَجِدُ اَكۡثَرَهُمۡ شٰكِرِيۡنَ ﴿۱۷﴾ (سورۃ الاعراف: آیت:17,16)

نہایت خلوص وللّٰہیت اور خوش دلی وانشراح صدر کے ساتھ ’’دارالاسلام‘‘ اور ’’جماعتِ اسلامی‘‘ میں شریک صالح اور نیک سیرت مومنین پر شیطان کی شاطری کا جادو چل جاتا ہے اور 30 /اگست 1941ء کو قائم ہوئی جماعت کی بساط اکتوبر 1942ء میں الٹنے کی مکمل داستان جو دکھ بھری بھی اور عبرت ناک اور سبق آموز بھی۔ ؎

جولائی 1943ء تک جماعتی خلفشار اور پریشانیوں کے باوجود ’’سورۃ النساء‘‘ کی تفسیر کی اشاعت ’’ترجمان القرآن‘‘ میں عمل میں آتی رہی۔ باطل اور طاغوت کے خلاف مسلسل محنت اور حتی المقدور سعی سیرتِ سید مودودیؒ کا علمی، عملی کارنامہ ہے۔

یقیں محکم عمل پیہم محبت فاتح عالم
جہاد زندگانی میں ہیں یہ مردوں کی شمشیریں

دوسری عالمگیر جنگ (1939-1945) (Second World War) کی وجہ سے جماعت اسلامی کے لٹریچر اور ماہ نامہ ’’ترجمان القرآن‘‘ کی اشاعت کے لیے کاغذ کی شدید قلت کو حیدرآباد کی پہلی خاتون رکن جماعت اسلامی بیگم قریشی صاحبہ نے اپنے شوہر محمود یار جنگ جو سرکاری محکمۂ مال کے سیکریٹری (معتمد) تھے، سے باصرار خصوصی طور پر ضلع عادل آباد کے تعلقہ سرپور کاغذنگر مل سے کاغذ کا کوٹہ منظور کرواکر حل کیا۔ 1942ء سے 1943ء کاغذ کے حصول تک لٹریچر حیدرآباد سے چھپواکر کاغذ اور لٹریچر کا پارسل پٹھان کوٹ بھیجا جاتا رہا۔ ؎

قانون الٰہی کی سربلندی مسلمان کا مقصدِ حیات

’’مسلمان جس انقلابی جماعت کا نام ہے اس کے انقلابی نظریات میں سے ایک اہم ترین نظریہ بلکہ بنیادی نظریہ یہ ہے کہ اپنی جان اور اپنا مال کھپاؤ اور ساری دنیا کی ساری سرکش طاقتوں سے لڑو۔ اپنے جسم و روح کی ساری طاقتیں خرچ کردو۔ نہ اس لئے کہ دوسرے سرکشوں کو ہٹا کر تم ان کی جگہ لے لو بلکہ صرف اس لیے کہ دنیا سے سرکشی اور طغیانی مٹ جائے اور اللہ تعالیٰ کا قانون دنیا میں نافذ ہو۔‘‘ (اقوالِ مودودیؒ)

؎ جماعت اسلامی۔ میری یادیں۔ محمد حمایت المقیت صدیقیؒ، حیدرآبادی، اشاعت اول ۲۰۱۲
موصوف کی مولانا مودودیؒ سے ملاقات اور شرف شاگردی، دوران قیام دارالاسلام اپریل 1946ء تا ستمبر 1946ء، عمر 16 سال، 6 ماہ قیام دارالاسلام پٹھان کوٹ، اس کتاب میں احقر مرتب احمد ابوسعید کا تذکرہ بھی موجود ہے۔ الحمد للہ

عمر۔ اکتالیس (۴۱) سال

(۲۵ر ستمبر ۱۹۴۳ء تا ۲۴ر ستمبر ۱۹۴۴ء)

شمالی ہند کا اجتماع دربھنگہ، جنوبی ہند کا اجتماع حیدرآباد دکن، اور دیگر اجتماعات کی تفصیلات، مختلف مکاتبِ فکر کے نادان مولویوں کی حاسدانہ مخالفت کا آغاز، نواب بہادر یار جنگؒ بانی ''مجلس اتحاد المسلمین'' اور بانی ''تبلیغی جماعت'' حضرت مولانا محمد الیاسؒ صاحب کا انتقال

شمالی ہند کا ''اجتماعِ دربھنگہ''

16ر اکتوبر 1943ء کے تنظیمی اجتماع اور تین اہم اساسی ارکان کے جماعت اسلامی کے اخراج کے تکلیف دہ عمل کے بعد 21، 22 اکتوبر 1943ء مشرقی یوپی اور بہار کے ارکان جماعت کا ''اجتماع دربھنگہ'' (بہار) میں منعقد ہوا۔ مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ نے اس اجتماع کی اختتامی تقریر میں حسب ذیل اہم امور پر اظہار خیال فرمایا:

(۱) تحریک جماعت اسلامی اِس وقت کس مرحلے میں ہے۔ (۲) کس قسم کی مشکلات درپیش ہیں۔ (۳) تحریک کی مالی حالت ومسائل کیا ہیں۔ (۴) تحریک کے پیشِ نظر کیا کام ہے؟ (۵) تحریک جماعت اسلامی اور دوسری جماعتوں اور تحریکوں میں کیا فرق ہے۔ (۶) ترجیحات اور کام کی ترتیب (۷) ارکان کی سردمہری کا علاج (۸) غلط فہمیوں کا ازالہ۔

(تفصیلات کے لیے دیکھیے جماعت اسلامی ہند روداد، حصہ اول 48 تا 64)

8ر نومبر 1943ء کو دہلی سے نکل کر 9ر نومبر کو بذریعہ ٹرین۔ تھرڈ کلاس Third Class کمپارٹمنٹ جنرل ٹرنک اکسپرس، (G.T. Express) میں مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ کے ساتھ دہلی اور ''دارالاسلام'' کے مرکزی ارکانِ جماعت ہمسفر تھے۔ قاضی پیٹ، ورنگل پر بوگی Railway Compartment ایک مختصر وقفہ کے لئے جلسہ عام میں تبدیل ہوئی اور دوسرے انجن سے جو حیدرآباد جاتا ہے، جوڑ دی گئی۔ قاضی پیٹ اسٹیشن پر تقریباً دوسو (200) سے زیادہ رفقاء نے استقبال کیا۔ قاضی پیٹ سے دو گھنٹے کے بعد ٹرین حیدرآباد پہنچ گئی۔ حیدرآباد اسٹیشن

نامپلی پر شاندار استقبال ہوا۔ (500) سے زائد لوگ اسٹیشن پر موجود تھے۔ جماعت اسلامی اور مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ کا نام حیدرآباد کے ہر خاص وعام کی زبان پر تھا۔ سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ مارچ 1938ء میں ''ترجمان القرآن'' کے ساتھ علّامہ اقبالؒ کی خواہش وترغیب وتمنا پر ''دارالاسلام'' کی تصویر میں رنگ بھرنے 5 پانچ سال 6 چھ ماہ قبل حیدرآباد سے ہجرت کر گئے تھے۔ اور اب ''دارالاسلام'' اور جماعت اسلامی کے قیام کے بعد پہلی مرتبہ حیدرآباد آئے تھے۔ اسٹیشن پر ناظم اجتماع محمد یونس صاحب امیر حلقہ حیدرآباد کے علاوہ جناب اصغر علی عابدی، عمر بن عبد اللہ، محمود فاروقی، عنایت اللہ ندوی، افضل احمد صاحب اور رفقاء جماعت کے علاوہ شہر کے معروف ومعزز لوگ بھی موجود تھے۔

جنوبی ہند کا ''اجتماعِ حیدرآباد دکن''

اس جنوبی ہند کے اجتماع میں۔ مدراس، میسور، مالابار، مہاراشٹر، بنگلور، بمبئی احمدآباد، ریاست حیدرآباد دکن، کرناٹک، اورنگ آباد واڑیسہ کے تمام ارکان ورفقاء جماعت نے شرکت کی۔ 10، 11، 12/نومبر 1943ء کو تربیتی، تنظیمی، دعوتی اجتماع اور خطاب عام ہوا، جس میں عوام وخواص کی شرکت رہی۔

سید ابوالاعلیٰؒ کا علمی، فکری، تصنیفی، تحریکی اور سیاسی افق پر اس وقت تک اعلیٰ مقام بن چکا تھا۔ مگر مالی حالت کا اندازہ تھرڈ کلاس میں ٹرین کے سفر سے ہوجاتا ہے۔ حیدرآباد میں پہلی نشست وزیر سلطان صاحب کے گھر آصف نگر میں ہوئی۔ اجتماع گاہ میں داخلے اور کھانے، قیام، صفائی ستھرائی، سلیقہ، نظم، حسنِ انتظام، شرکاء کا آپس میں خلوص ومحبت، ایثاروقربانی، نمازوں کی پابندی، سبھی دکانوں اور اسٹالوں پر ایمان داری، ایک قائداعلیٰ کی قائم کردہ اعلیٰ صفات کی حامل جماعت کے تابناک مستقبل کی نشان دہی کر رہی تھی۔ دونوں دن فجر کے بعد درس قرآن مولانا مودودیؒ نے دیا۔ ناشتہ کے بعد افتتاحی خطاب اور اجتماع کے آخری دن اختتامی خطاب مولانا مودودیؒ ہی کا تھا۔

سید مودودیؒ کا حیدرگوڑہ کے وسیع میدان کے جلسہ عام میں خطابِ عام۔ جمعہ کے دن آصف نگر کی جامع مسجد میں خطبۂ جمعہ اور نمازِ جمعہ کی امامت، شاندار خطبۂ جمعہ اور میٹھے وموثر لحن کے ساتھ نماز جمعہ میں قرآن کی موثر قرأت، شرکاء کے لیے یادگار نعمت تھی۔

اجتماع کے بعد سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ نے حیدرآباد میں ہوٹل عابڈس شاپ میں قیام کیا۔ غلام محمد وزیر اعظم، صدر اتحاد المسلمین جناب بہادر یار جنگ، نواب محمود یار جنگ سے ملاقاتیں اور ان کے گھروں پر دعوتیں، بیگم نواب محمود یار جنگ رکن جماعت اسلامی، حیدرآباد کی خواتین میں جماعت اسلامی کی داعیہ، 1932ء سے جو ''ترجمان القرآن''

کی قاری، خریدار ومعاون تھیں۔ خواتین کا ایک اجتماع مولانا مودودیؒ کی صدارت میں ہوا، اور خواتین کے سوالات اور مولانا مودودیؒ کے جوابات اس اجتماع کا اہم حصہ تھے۔

اس مختصر کتاب میں حیدرآباد کا یہ تذکرہ تفصیلی آ گیا، کیونکہ سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ کی معیّن منزل مقصود، اقامتِ دین اور حکومتِ الٰہی کے قیام کا تعین ''ترجمان القرآن'' کے ذریعہ اسی مقام حیدرآباد دکن سے ہوا ہے۔[۱]

اسی سال کتاب ''دکن کی سیاسی تاریخ'' شائع ہوئی۔[۲]

تیسرے لڑکے محمد فاروق مودودی 27/نومبر 1943ء کو دہلی میں پیدا ہوئے۔

ماہنامہ ''ترجمانُ القرآن'' کی ادارت اور ''تفہیمُ القرآن'' کی تیاری وترتیب کے ساتھ ساتھ تحریکِ اسلامی کو منظم ومستحکم کرنے کی جدوجہد پورے انہماک سے جاری رہی۔ ساتھ ہی ساتھ مدارس اور مسلمانوں کے اسکولس (Schools) اور کالجز (Colleges) کے لیے ایک نظامِ تعلیم کی مکمل اسکیم مولانا نے پیش کی۔ دین وسیاست کو ایک دوسرے کے لیے لازم وملزوم ثابت کیا۔ اور مشورہ دیا کہ دینی درس گاہوں کو چاہئے کہ عُلوم دنیوی، سائنس وٹکنالوجی اور سیاست کو ایک فریضۂ دینی کی حیثیت سے حاصل کریں تاکہ فاجروں کے بجائے صالحین کے ہاتھ میں جب کبھی حکومت واقتدار آئے تو وہ حکومت کو کامیاب طریقہ سے چلاسکیں۔

اَلَّذِيْنَ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِي الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ وَاَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ ؕ وَلِلّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ ﴿۴۱﴾ (سورۃ الحج:41)

اپنی تحریر کی خاص شان سے، کلامُ اللہ کی ترجمانی کا کام اُردو زبان (اردوئے مبین) میں، اسی طرح موثر انداز میں عام تعلیم یافتہ طبقہ میں عام کیا، جس طرح ہندوستانی کلام نے اُردو اور فارسی زبان میں شاعری وانشا پردازی کے ذریعہ خاص تعلیم یافتہ طبقہ میں مقبولیت حاصل کرلیا تھا۔

26/فروری 1944ء کو اسلامیہ کالج پشاور میں ایک مقالہ پڑھا۔[۳]

26/27/مارچ 1944ء کو ایک اجتماع ''دارالاسلام'' جمال پور، پٹھان کوٹ میں ہوا جس میں، پنجاب، سندھ،

۱۔ ''سید مودودیؒ کا عہد''۔ از سید نقی علی

۲۔ یہ کتاب ۳۰۰ صفحات پر مشتمل ہے، اسے ''دارالاشاعت سیاسیہ'' حیدرآباد دکن نے شائع کیا تھا، یہ دکن کی تاریخ کا ایک منفرد مطالعہ ہے۔ دکن کی تاریخ پر آج 2019ء تک اس معیار کی کوئی کتاب شائع نہیں ہوئی۔

۳۔ یہ مقالہ جون/1944ء کے ''ترجمانُ القرآن'' میں شائع بھی ہوا اور بعد میں ''اسلام کا اخلاقی نقطۂ نظر'' کے نام سے مرکزی مکتبہ جماعتِ اسلامی پاکستان نے شائع کیا۔

بلوچستان، سرحد اور کشمیر کے ارکان نے شرکت کی۔

23/24/ اپریل 1944ء کو دہلی میں وسطی ہند، دہلی، بھوپال، یوپی اور وسطی ہند کے ارکان جماعتِ اسلامی کا اجتماع ہوا۔ یہ تنظیمی و تربیتی اجتماع تھا۔[1]

28/29/ اپریل 1944ء کو جنوبی ہند کا اجتماع حیدرآباد میں ہوا۔ محمد یونس صاحب ناظمِ اجتماع تھے اور یہ اجتماع سید علی گوڑہ حیدرآباد میں ہوا۔ جس کی مکمل رپورٹ مولانا مودودیؒ کو تحریری طور پر دی گئی۔

اپریل، مئی 1944ء کے دوران قیام حیدرآباد میں جماعت اسلامی کے اجتماعات اور تنظیمی مصروفیات کے باوجود حیدرآباد سے اپنے تعلق خاطر اور یہاں کے مخصوص حالات کے پیشِ نظر مسلمانانِ حیدرآباد و حکومت آصفیہ کو مستحکم کرنے کے لیے ایک خصوصی نشست کا اہتمام کیا گیا، جس میں صرف کلمہ ''لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ'' کی بنیاد پر تمام مکتبۂ فکر کے مسلمانوں کو متحد کرنے کا پروگرام بنایا گیا۔

مئی 1944ء کے پہلے ہفتہ میں مولانا مودودیؒ کو دہلی پہنچنا تھا۔ اس سے قبل ایک اہم نشست منعقد ہوئی جس میں حیدرآباد کے صرف آٹھ دس اصحاب تھے۔

ا۔ سید ابوالاعلیٰ۔ امیر جماعت اسلامی ہند۔

۲۔ محمد حسین صاحب ''سیشن جج''، ونپرتی محبوب نگر جو سلسلہ چشتیہ، قادریہ، کمالیہ کے معروف و مقبول نمائندے اور دارالعلوم دیوبند کے فارغ اور مچھلی والے شاہ صاحب کے خلیفہ تھے۔

۳۔ قائد ملت نواب بہادر یار جنگ، بہترین مبلغ و مقرر، صدر ''مجلس اتحاد المسلمین''۔

۴۔ دیگر چند معروف، مخلص و مخصوص ذی شعور اور ذی اثر لوگ شریک تھے۔

اس نشست میں کام کرنے کا ایک خاکہ بنایا گیا اور اس کو عملی جامہ پہنانے کی ذمہ داری نواب بہادر یار جنگ نے قبول فرمائی۔[2]

25/ جون 1944ء کو نواب بہادر یار جنگ کے انتقال پر بہت دُکھی ہوئے۔ نواب بہادر یار جنگ سے قیام

---

[1] تفصیلات کے لیے دیکھیے جماعت اسلامی ہند روداد، حصہ دوم

[2] راوی حافظ ولی اللہ صاحبؒ سابق مفتی اور شیخ الفقہ جامعہ نظامیہ حیدرآباد۔ (بڑے بھائی حافظ انوار اللہ محمود صاحبؒ رکن جماعت اسلامی۔)

حیدرآباد کے زمانہ میں سید ابوالاعلیٰؒ کا بہت قریبی تعلق رہا۔ نواب صاحب بھی سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ کی بہت عزت وتوقیر کرتے تھے، ''ترجمانُ القرآن'' کے مستقل قاری تھے۔[1]

14 /جولائی 1944ء کو مولانا محمد الیاس صاحبؒ بانی تبلیغی جماعت کا انتقال ہوا۔ مولانا مودودیؒ کو اس کا بہت صدمہ ہوا۔ 1939ء میں میوات میں حضرت جی سے ملاقات کا تذکرہ ''ترجمان القرآن'' میں ہے۔

اسی سال چودھری محمد اکبر صاحب جنھوں نے سیال کوٹ کے گاؤں ''مراڈ'' میں پٹھان کوٹ کے قریب ایک نرسری اسکول قائم کیا تھا اور جس میں مولانا سید مودودیؒ کے دو بیٹے عمر فاروق مودودی اور احمد فاروق مودودی تقریباً دس ماہ پڑھتے رہے تھے۔ ان کے گھر میں مولانا مودودیؒ نے چند ماہ آرام فرمایا۔

اس سال ماہ ستمبر، اکتوبر 1943ء میں ''تفہیم القرآن'' کی سورۃ المائدۃ اور جنوری وفروری میں سورۃ الانعام اور نومبر ودسمبر 1944 میں سورۃ الاعراف ماہنامہ ''ترجمانُ القرآن'' میں شائع ہوئی۔ سورۃ الانعام پر ''تفہیم القرآن'' کی پہلی جلد مکمل ہوگئی، اور سورۃ الاعراف سے دوسری جلد شروع ہوئی۔

ماہنامہ ''ترجمانُ القرآن'' نے جنوری فروری میں ایک مضمون ''ڈارون کا نظریۂ ارتقاء'' شائع کیا۔ اب یہ مضمون ''تفہیمات'' حصہ دوم میں شامل ہے۔

---

[1] مجلس اتحاد المسلمین 1927ء میں دینِ اسلام کی تبلیغ کے لیے قائم ہوئی۔ نواب بہادر یار جنگ اپنی ڈیوڑھی کے عقب میں واقع مسجد میں برسوں فجر کی نماز کے بعد درس قرآن دیتے رہے۔ بہترین مقرر اور علّامہ اقبال کے مردِ مومن اور عالیشان محب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھے۔ 1939ء میں مجلس اتحاد المسلمین کے پہلے صدر بنے۔ مجلس اتحاد المسلمین کو مسلمانانِ حیدرآباد کی پہلی سیاسی جماعت بنایا۔ قرآن مجید اور محمدی تعلیم کو عام کرنا اُن کا بھی واحد مقصد حیات تھا۔ قائداعظم محمد علی جناح کے بعد دوسرے نمبر پر مسلمانانِ ہند کے سب سے بڑے مقبول، محبوب ومؤثر رہنما تھے۔

نوٹ: 14 /جولائی 1944ء کو مولانا محمد الیاسؒ صاحب بانی تبلیغی جماعت کا انتقال ہوا۔ سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ مولانا الیاسؒ سے بہت متاثر تھے۔ ''ان کے تقویٰ اور دینی خدمات سے خلق کثیر نے فیض حاصل کیا ہے۔ اور ان شاءاللہ مستقبل میں بھی یہ فیضان جاری رہے گا۔'' مولانا محمد الیاس صاحب کاندھلوی کے انتقال کی خبر پر سید مودودیؒ کو بہت صدمہ ہوا۔ مرحوم کے پُرخلوص ''تبلیغی'' کام کو آپ بہت پسند فرماتے تھے۔ کم تعلیم یافتہ، گنوار اور اَن پڑھوں میں آپ کے کام کی قدر کرتے۔ سید ابوالاعلیٰؒ کی خواہش تھی کہ مولانا الیاس کوئی کتاب ایسی لکھ جاتے جو آپ کے بعد تبلیغی کام کرنے والوں کو تعصب و تنگ نظری سے نکال کر فکری ارتقاء وقرآن کی انقلابی تعلیم سے قریب کرتی۔ مولانا الیاسؒ (سید احمد شہیدؒ کی تحریک جہاد سے بہت متاثر تھے) سید مودودیؒ نے ایک نشست میں اُن کے جانشین مولانا یوسف کے حق میں دعاء خیر اور نیک خواہشات کا اظہار فرمایا۔

عجیب اتفاق ہے کہ مولانا ابوالحسن علی میاں ندوی نے ایک کتاب ''مولانا الیاس اور ان کی دینی دعوت'' تحریر فرمائی ہے اور اس کتاب میں مولانا سید سلیمان ندویؒ اور مولانا منظور نعمانیؒ کا مقدمہ ہے۔ ان تینوں داعیانِ دینِ اسلام کا نقطۂ نظر اس جماعت تبلیغ کی دینی جدوجہد سے متعلق انتہائی موافقانہ اور ہمدردانہ ہے جیسا کہ خود مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ کی مندرجہ بالا تحریر میں رائے اور مشورہ ہے۔ اَلَّذِيْنَ يَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ فَيَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَهٗ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ هَدٰىهُمُ اللّٰهُ وَاُولٰٓئِكَ هُمْ اُولُوا الْاَلْبَابِ O (سورۃ الزمر: آیت،18)

میری (مرتب کی) دعا ہے کہ دین کے نام پر کام کرنے والی جماعتوں میں اتفاق اور قربت کی سبیل اللہ سبحانہ وتعالیٰ اپنے فضل خاص سے پیدا فرمایے، بدگمانیاں، شر اور وسواس سے محفوظ فرمائے۔ آمین

عمر۔ بیالیس سال (۴۲)

(۲۵ ستمبر ۱۹۴۴ء تا ۲۴ ستمبر ۱۹۴۵ء)

دارالاسلام، جمال پور، میں پہلا تاریخی کل ہند اجتماع۔ ’’صحت کی خرابی، مسائل کا انبار‘‘
مولانا عبدالرحمٰن ابوالبیان حماد عمری شیخ الحدیث وشیخ التفسیر کا ایک تاریخی مضمون

سید ابوالاعلیٰ ؒ ’’ترجمان القرآن‘‘ کے لیے کاغذ کی مہنگائی، قلت وعدم دستیابی کی وجہ سے کافی پریشان تھے۔ جولائی، اگست، ستمبر، اکتوبر 1944ء پر مشتمل چار ماہ کا ایک ہی شمارہ نکال سکے۔

نئے نظام تعلیم کا جو خاکہ 1940ء میں تیار کیا تھا ’’دارالاسلام‘‘ کی درس گاہ میں اس کی عملی صورت گری کا آغاز ہوا۔ نومبر، دسمبر 1944ء کے دوران اسلامی تزکیۂ نفس اور مقصد تزکیۂ نفس پر مضامین لکھے۔ جنگ عظیم کی وجہ سے عالمی اور ملکی وسیاسی حالات بدترین ہو گئے تھے۔ پورا سال (1944-1945) گزشتہ سال کی طرح کاغذ کی عدم دستیابی کی وجہ سے ’’ترجمان القرآن‘‘ اور دیگر کتب کی طباعت واشاعت کا مرحلہ مولانا مودودیؒ کے لیے بہت پریشان کن رہا۔ ’’دارالاسلام‘‘ میں برصغیر ہند کے دور دراز اور قرب وجوار سے جماعت اسلامی کے کارکنوں کی آمد کا سلسلہ جاری تھا۔ حصول تربیت کے لیے آنے والے ہر مہاجر وہر مہمان کے لیے مناسب قیام وطعام کا انتظام، مالی وسائل کی قلت کے باوجود بہر حال خود کرنا، مولانا مودودیؒ کے لیے ایک مستقل مسئلہ تھا۔ ’’دارالاسلام‘‘ جمال پور پٹھان کوٹ آنے والوں کی اکثریت تنگ دست وخستہ حال ہی تھی۔ مولانا مودودیؒ اپنے اہل وعیال کے ساتھ اسی مقام پر مقیم تھے۔

ان تمام مسائل کے باوجود ’’دارالاسلام‘‘ کا ماحول ایک نورانی بستی، آپسی خلوص ومحبت، ایثار وقربانی، تعلیم وتربیت پر مبنی تھا۔ المختصر ’’دارالاسلام‘‘ میں ہر جمعہ دیے جانے والے مولانا مودودیؒ کے ’’خطبات‘‘ ذہنی وفکری تربیت کے لیے جہاں ایک موثر وبہترین کتاب تھے، وہیں ’’دارالاسلام‘‘ کا ماحول اور بستی ایک اسلامی معاشرے کی عملی، جیتی جاگتی اور چلتی پھرتی تصویر تھی۔

اس طرح دارالاسلام اللہ کی زمین پر اللہ کی مرضی کے مطابق زندگی گزارنے اور اللہ کے قانون کو نافذ کرنے کی

دشمن کے دیوانوں کا ٹریننگ کیمپ بھی تھا، جس کے داعی و رہنما مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ تھے۔

اسی سال چوتھے لڑکے حُسین فاروق مودودی 15 رفروری 1945ء کو دہلی میں پیدا ہوئے۔

جماعتِ اسلامی کے قیام اور جماعتِ اسلامی کے پروگرام، پالیسی، دستور، تنظیمی نوعیت اور سید ابوالاعلیٰ کی بے مثال قیادت کو دیکھتے ہوئے سیاسی، مذہبی اور قومی بنیادوں پر قائم شدہ اُس وقت کی جماعتوں، سیاسی پارٹیوں، قومی رہنماؤں اور اعلیٰ مسندوں پہ فائز مشائخ، جذبۂ جہاد سے خالی الذہن علماء دین نے، دینی و عصری علوم سے آراستہ، علم و عمل میں یکسانیت والی بھرپور قیادت کو اپنے لیے خواہ مخواہ ایک چیلنج تصور کرلیا۔ انہوں نے معاصرانہ تعصب کا شکار ہو کر سید مودودیؒ کے خلاف بُہتان تراشی کا محاذ کھول دیا، یہ بھی نہ سوچا کہ مسلمانوں میں افتراق اور انتشار کو بڑھاوا دینے کے پیچھے مکّار انگریز اور ہندو سازشی ذہن کا کتنا بڑا ہاتھ ہے۔ اس طرح وہ دشمن کے آپس میں لڑاؤ اور حکومت کرو Divide and Rule کی قدیم سازش کا شکار ہوگئے۔

اگر یہ نہ ہوتا تو برصغیر میں اسلام و مسلمانوں کا وقار مجروح نہ ہوتا اور ایک کامیاب اسلامی انقلاب سے دنیا مُستفید ہوتی مگر سید مودودیؒ اُن سے اُلجھے بغیر منزل کی طرف کاروان تحریکِ اسلامی کو لے کر رواں دواں ہونے کے ساتھ ساتھ مطالعہ اور تحقیق وتصنیف میں لگے رہے، اور قرآن مجید کی تعلیمات پر کامل یقین کے ساتھ عمل پیرا رہے۔

وَكُلَّ اِنْسَانٍ اَلْزَمْنٰهُ طٰٓئِرَهٗ فِيْ عُنُقِهٖ ۭ وَنُخْرِجُ لَهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ كِتٰبًا يَّلْقٰىهُ مَنْشُوْرًا ۝۱۳ اِقْرَاْ كِتٰبَكَ ۭ كَفٰى بِنَفْسِكَ الْيَوْمَ عَلَيْكَ حَسِيْبًا ۝۱۴ (سورۃ بنی اسرائیل: ۱۳، ۱۴)

ادھر بیماری اور جسمانی کمزوری نے ڈیرہ جمالیا۔ رات دن کی مسلسل تحریکی و تصنیفی مصروفیات کی وجہ سے گردوں کی تکلیف میں اضافہ ہوتا گیا۔ اسی سال سے مُسلم لیگ اور کانگریس ایک دوسرے کے مدمقابل ہوگئے۔ مطالبۂ پاکستان میں شدّت پیدا ہوگئی اور سید مودودیؒ اسلام اور مسلمانانِ ہند کے لیے شدید ذہنی الجھن اور فکرمندی کی وجہ سے رات کی نینداور دن کے چین سے محروم ہوتے رہے۔ ایک طرف غیروں، انگریزوں و کانگریسیوں کی چالاکی و مکّاری، دوسری طرف اپنوں، مسلم قیادت کی نادانی و کم عقلی اور لاعلمی نے مسلمانوں کو مسائل کے منجدھار میں پھنسادیا۔

1945ء رماہ جنوری، فروری میں ''تفہیمُ القرآن'' کی سورۃ الانفال اور دسمبر میں سورۃ التوبۃ ماہنامہ ''ترجمان القرآن'' میں تفسیر شائع ہوئی۔

دسمبر میں ''تعلیمات'' کے نام سے مولانا مودودیؒ کے ''ترجمان القرآن'' میں شائع شدہ مضامین کا ایک مجموعہ

پہلی بار دارُ الاشاعت حیدرآباد دکن سے شائع ہوا۔ بعد کی اشاعتوں میں اِس میں حذف واضافہ بھی خود سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ ہی نے کیا۔

جمال پور پٹھان کوٹ میں جماعت اسلامی کا تاریخ ساز'' پہلا کُل ہند اجتماع'' / 21 / 20 / 19 اپریل 1945ء کو منعقد ہوا جس میں برصغیر ہند کے شمال وجنوب اور مشرق ومغرب کے ہر علاقے سے (800) سے زائد حضرات نے شرکت کی۔ اس اجتماع میں 90 فیصد سے زائد لوگوں کا تعلق نظم جماعت سے تھا۔ اس میں سید مودودیؒ نے 19/اپریل 1945ء کو دعوتِ اسلامی اور اُس کا طریقہ کار ۱؎ اور 25/اپریل 1945ء کو تحریکِ اسلامی ۲؎ کے موضوع پر خطاب کیا۔ (روداد جماعت اسلامی ہند، حصہ سوم)

21/اپریل 1945ء کو جماعت اسلامی کے پہلے کل ہند اجتماع سے خطاب عام کیا۔ یہ خطاب'' تحریک اسلامی کی اخلاقی بنیادیں'' کے نام سے شائع ہوا ہے۔

قرآن وحدیث اور سائنٹفک حقائق پر بحث کرتے ہوئے سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ نے ایک اعلیٰ وارفع جملہ لکھا:

'' مجھے میری پچیس سالہ علمی تحقیق وتفتیش کے دوران آج تک ایک مثال اور ایک بات بھی ایسی نہیں ملی کہ سائنٹفک طریقہ سے انسان نے کوئی حقیقت ایسی دریافت کی ہو جو قرآن کے خلاف ہو۔''

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ایک ۲۲/سالہ نوجوان عالم دین عبدالرحمان خاں ابوالبیان حماد عمری کو جنوبی ہند سے لاہور، لاکر جماعت اسلامی کا رکن 1945ء میں بنایا۔ جو آج بھی جماعت اسلامی کے رکن ہیں، ان کی وجہ سے سیکڑوں طلباء مسلک اہل حدیث پر عامل ہونے کے باوجود جماعت کے رکن وکارکن بنے۔ امیر جماعتِ اسلامی ہند مولانا سید جلال الدین عمریؔ ان کے شاگرد خاص ہیں۔ مجھ (مرتب) سے اُن کی محبت مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ اور جماعتِ اسلامی سے نسبت کی وجہ سے ہے۔ ان کی ایک تحریر کا کچھ حصّہ'' تذکرہ سید مودودیؒ'' کے ایک مضمون سے نقل کیا جارہا ہے، جس سے'' دارالاسلام'' اور'' مربی دارالاسلام'' مولانا مودودیؒ کی تربیت کا ایک منظر سامنے آتا ہے۔ اب ستمبر ۲۰۱۹ء میں اُن کی عمر 96/سال ہے۔

ابوالبیان حماد عمری دارالسلام عمرآباد، چنئی تمل ناڈو۔ جنوبی ہند میں 1947ء سے 2014ء تک شیخ التفسیر وشیخ الحدیث کے منصب پر فائز رہے ہیں۔ ان کے سینکڑوں بلکہ ہزاروں شاگرد آج ساری دنیا میں پھیلے ہوئے ہیں۔

۱؎ اکتوبر 1949ء میں اسلامی پبلی کیشنز لاہور نے اسے کتابی شکل میں شائع کیا ہے۔

۲؎ دسمبر 1946ء میں مکتبہ جماعتِ اسلامی دارُ الاسلام پٹھان کوٹ نے اسے بھی اسی نام سے کتابی شکل میں شائع کردیا ہے۔

وہ دارالاسلام سے متعلق رقمطراز ہیں:

''یہ میری خوش نصیبی اور خوش قسمتی تھی کہ میں ۱۹۴۴ء کے آخر میں جامعہ قاسم العلوم لاہور پہنچا اور استاذ محترم حضرت مولانا احمد علی لاہوری علیہ الرحمۃ کی خدمت بابرکت میں حاضر ہو کر ''تخصص فی التفسیر'' میں داخلہ لے لیا اور پھر ۱۹۴۵ء میں سند تفسیر حاصل کر کے لاہور ہی میں ٹھہرا ہوا تھا۔ اب میری علمی مصروفیت کا اگلا مرحلہ دارالاسلام، پٹھان کوٹ میں قیام اور اکابر جماعت کے فیوض و برکات سے استفادہ تھا۔

چنانچہ میں نے، مولانا مودودی علیہ الرحمۃ سے مراسلت کے ذریعے ''دار الاسلام'' میں حاضری کی اجازت مانگی۔ مولانا مودودیؒ کی ہدایت پر محترم میاں طفیل محمد صاحب قیم جماعت نے جواب دیتے ہوئے، مولانا مودودیؒ کی طرف سے منظوری عنایت فرمادی کہ میں'' دار الاسلام'' حاضر ہوسکتا ہوں۔ مولانا کی طرف سے اجازت ملنے پر میں نے اطلاع دی کہ میں فلاں تاریخ کو لاہور سے'' دارالاسلام'' پہنچ رہا ہوں۔ مقررہ تاریخ کو میں نے رخت سفر باندھا اور لاہور سے ٹرین کے ذریعے روانہ ہوگیا۔ ''دارالاسلام'' پہنچنے کے لیے اس کے بالکل قریبی ریلوے اسٹیشن کا نام 'سرنا' تھا۔

میرے ''دارالاسلام'' پہنچنے کی اطلاع مولانا مودودیؒ کو قبل از وقت مل چکی تھی، اس لیے مولانا نے از راہ شفقت میرے استقبال کے لیے اپنے ایک نہایت عزیز رفیق کو 'سرنا' اسٹیشن روانہ فرمادیا۔ اسٹیشن پر ٹرین سے اترتے ہی وہ صاحب آگے بڑھے، میرا نام دریافت کیا۔ میں نے نام بتایا تو موصوف نے بڑی خندہ پیشانی کے ساتھ مصافحہ کیا اور کہا کہ میں ان کے ساتھ'' دارالاسلام'' چلوں۔ میرے منع کرنے کے باوجود بڑے اصرار کے ساتھ انھوں نے میرا سامان بھی اٹھالیا۔ وہ مجھے اپنے ہمراہ لے گئے اور مہمان خانے میں ٹھہرا دیا۔ کچھ ہی دیر بعد مولانا مودودیؒ، مولانا امین احسن اصلاحی و دیگر رفقاء کرام سے ملاقات کا شرف حاصل ہوگیا۔

پھر میں نے کسی سے دریافت کیا: ''دارالاسلام'' سے مولانا مودودیؒ کی ہدایت پر جو صاحب مجھے لانے کے لیے ''سرنا' اسٹیشن تشریف لائے، وہ کون تھے؟'' اپنے سوال کا جواب ملنے پر رفقاء جماعت کی شفقت ومحبت اور بے نفسی وبے لوثی کا حال معلوم کر کے میں حیران رہ گیا، میرے استقبال کے لیے آنے اور میرا سامان اٹھا کر مجھے اپنے ساتھ لے جانے والے صاحب محترم المقام ملک غلام علیؒ صاحب تھے۔

قیام ''دارالاسلام'' کے سلسلے میں مولانا مودودیؒ سے میں نے مشورہ کیا تو مولانا نے میری خیر خواہی کو پیش نظر رکھتے ہوئے بڑے خلوص کے ساتھ یہ مفید مشورہ دیا کہ میں'' دار الاسلام'' کے بجائے 'بستی دانشمنداں' جالندھر میں'' دار العروبۃ'' میں رہ کر مولانا مسعود عالم ندویؒ سے فیض حاصل کرتا رہوں۔ جس کی

ایک وجہ مولانا مودودیؒ نے یہ بتائی:

''دارالاسلام'' میں تحریک اسلامی کے کام کی جو موجودہ نوعیت ہے، اس کے لحاظ سے باصلاحیت افراد کی بہت کمی ہے، سبھی لوگ ہر وقت مصروف رہتے ہیں اس لیے افادے اور استفادے کے لیے آپ کو وقت نہیں دے سکیں گے، دوسری وجہ یہ کہ ''دارالعروبۃ'' میں مولانا مسعود عالم تنہا اور اکیلے ہیں۔ لہٰذا انھیں رفقاء کار کی ضرورت ہے۔''

اس کے ساتھ مولانا نے یہ بھی فرمایا:

''آپ ''دارالعروبۃ'' (جالندھر) سے برابر ''دارالاسلام'' (پٹھان کوٹ) آتے جاتے رہیں گے اور دونوں مقامات سے فیض یاب ہوتے رہیں گے۔''

میں نے خوشی کے ساتھ مولانا کے مفید مشورے کو قبول کر لیا اور جالندھر پہنچ کر ''دار العروبۃ'' میں ٹھہر گیا۔ ''دارالعروبۃ'' کی تاسیس کے موقع پر میرے علاوہ دو صاحبان اور مولانا مسعود عالم ندوی کے رفیق کی حیثیت سے کام کر رہے تھے۔ ایک تو تحریک اسلامی کے سرگرم کارکن اور جلیل القدر عالم سید جلیل احسن ندوی تھے اور دوسرے مولانا عمر قبطی تھے۔ مولانا مودودیؒ کے مشورے کے مطابق میرا معمول یہ رہا کہ میں تقریباً ہر ماہ زیادہ وقت ''دار العروبۃ'' میں اور تھوڑا وقت ''دارالاسلام'' میں گزارتا تھا۔ وقتاً فوقتاً مولانا مسعود عالم ندوی صاحب کا کوئی پیغام لے کر مجھے مولانا مودودیؒ کی خدمت میں حاضر ہونا پڑتا تھا۔ جب بھی 'دارالاسلام' پہنچتا، وہاں جن حضرات سے ملاقات کر کے ان سے فیض یاب ہونے کی خواہش مجھے ہوتی، ان میں سب سے زیادہ اہم شخصیت مولانا مودودیؒ ہی کی تھی۔

''دارالاسلام'' کی مسجد میں جہری نمازیں مولانا مودودیؒ ہی پڑھایا کرتے تھے۔ کئی نمازیں آپ کی اقتدا میں پڑھنے کی سعادت مجھے بھی حاصل ہوئی تھی۔ مولانا جہری نمازوں کی جب امامت کرتے اور قرآن مجید کی تلاوت فرماتے تو آپ کی قرأت اگرچہ سادگی و پرکاری کا نمونہ ہوتی، لیکن اس میں سوز، درد اور گداز کی جو عجیب وغریب کیفیت ہوتی وہ الفاظ میں بیان نہیں کی جا سکتی۔

مولانا مودودیؒ جیسی عبقری شخصیتیں روز بروز پیدا نہیں ہوا کرتیں بلکہ مدتوں اور قرنوں میں ایسے یگانۂ روزگار بندگانِ پروردگار روئے زمین پر ظہور پذیر ہوتے ہیں۔ مختلف مقامات پر اجتماعات میں شرکت کے لیے مولانا مودودیؒ کی رفاقت میں سفر کے مواقع بھی مجھے ملتے رہے، جس کی بدولت آپ کے فیوض سے مستفید ہونے کا شرف حاصل ہوتا رہا۔ کاروان علم وفضل کی صف اول میں جن حضرات کو شامل ہونے کی سعادت حاصل ہوتی ہے، ان میں زیادہ تعداد ایسے ہی علماء کرام کی ہوا کرتی ہے، جو

اگر چہ کچھ نہ کچھ علوم وفنون کے جملہ گوشوں سے واقفیت رکھتے ہیں لیکن درجہ تخصص کسی ایک ہی شعبۂ علم میں انھیں حاصل رہتا ہے۔ مولانا مودودیؒ کو اللہ تعالیٰ نے بڑی فیاضی کے ساتھ دولتِ علم وفضل سے نوازا تھا۔ وہ ایک طرف جہاں معتبر مفسر قرآن تھے، وہیں دوسری طرف سنتِ نبوی اور حدیث پر بھی گہری نظر رکھتے تھے۔ جس طرح وہ سحر طراز انشاپرداز اور ممتاز ادیب تھے، اسی طرح ایک دانش ور، وخطیب بھی تھے۔

مولانا مودودیؒ کی علمی ودینی خدمات کا دائرہ اس قدر وسیع ہے کہ قلم وقرطاس کے ذریعے اس کا احاطہ دشوار ہے۔ آپ کا سب سے بڑا کارنامہ جو آپ کے لیے ذخیرۂ آخرت اور صدقۂ جاریہ ہے وہ چھ جلدوں میں آپ کی تفسیر ''تفہیم القرآن'' ہے، یہ تفسیر آپ کی حیات مستعار کی یادگار بھی ہے اور آپ کی علمی ودینی خدمات کا عظیم شاہ کار بھی۔

مولانا مودودیؒ سے میری آخری ملاقات ''مدراس'' کے اس یادگار اور تاریخی اجتماع میں ہوئی جو 26/اپریل 1947ء کو منعقد ہوا تھا۔ یہ اجتماع اس حیثیت سے منفرد نوعیت کا حامل تھا کہ یہ پورے جنوبی ہند بہ شمول حیدرآباد کے جملہ وابستگان جماعت اسلامی کا اجتماع تھا، جسے برعظیم میں جماعت کا آخری اجتماع بھی کہا جاسکتا ہے۔ اجتماع منعقد ہونے سے قبل جماعت اسلامی کے بارے میں مخالفین نے عوام میں جو غلط فہمیاں پھیلائی تھیں، ان میں ایک بے ہودہ الزام یہ بھی تھا کہ جماعت اسلامی کا تعلق کانگریس سے ہے۔ اس غلط فہمی کا شکار سب سے زیادہ مسلم لیگ تھی، جس کا عامۃ المسلمین پر غیر معمولی اثر تھا۔ پہلے دن جیسے ہی اجتماع کی کارروائی شروع ہوئی، اجتماع گاہ میں غنڈا گردی شروع ہوگئی۔ مفسد عناصر کی بھیڑ اجتماع میں داخل ہوئی اور اس نے توڑ پھوڑ کا سلسلہ شروع کرکے ہنگامہ برپا کردیا۔ پہلے تو معاملہ شور وغل اور نعرہ بازی تک محدود رہا، مگر کچھ دیر بعد سنگ باری ہونے لگی، تاہم رفقاء اور شرکاء برابر اجتماع میں بیٹھے رہے اور ذمہ دار حضرات ہڑبونگ مچانے والوں کو سمجھانے کی کوشش کرتے رہے۔ کچھ پتھر اسٹیج کی طرف بھی آنے لگے۔ میاں طفیل محمد صاحب جو اجتماع کی کارروائی چلا رہے تھے اسٹیج ہی پر بیٹھے رہے۔ میں میاں طفیل محمد صاحب سے بار بار کہہ رہا تھا کہ اسٹیج پر سے اٹھ کر آجائیے لیکن وہ اپنی جگہ پر جم کر بیٹھے رہے اور مجھے سمجھاتے رہے کہ آپ پریشان کیوں ہورہے ہیں، اللہ ہمارا محافظ ہے۔ اتنے میں مسلم لیگ کے ذمہ دار آئے اور شورش پسند کارکنوں کو اجتماع گاہ سے باہر لے گئے۔ اجتماع گاہ کو چونکہ درہم برہم کردیا گیا تھا، اس لیے شرکاء اجتماع کو قریب ہی میں واقع اس کوٹھی میں پہنچا دیا گیا جہاں مولانا مودودیؒ بطور مہمان ٹھہرے ہوئے تھے۔ یہ کوٹھی معروف تاجر محترم نذیر حسین صاحب پنجابی

کی تھی ، جن کا شمار مولانا مودودیؒ کے حلقۂ احباب میں ہوتا تھا۔ اجتماع کی بقیہ ساری کارروائی اسی کوٹھی میں ہوتی رہی ۔ اس اجتماع میں مولانا کا ’’خطابِ عام‘‘ آپ کی غیر معمولی سیاسی بصیرت کا آئینہ دار تھا۔ مولانا کے خطاب عام سے پہلے تک میرا اندازہ یہی تھا کہ ملک کی تقسیم عمل میں نہیں آئے گی اور ہندوستان اپنی متحدہ شکل ہی میں قائم رہے گا لیکن مولانا نے خطاب کرتے ہوئے جب یہ فرمایا: ’’ہمارے ملک میں جلد ہی ایک تغیر واقع ہونے والا ہے ، میں جس تغیر کی طرف اشارہ کر رہا ہوں وہ یہ ہے کہ ملک تقسیم ہو جائے گا۔‘‘ اثنائے تقریر میں جب یہ کلمات میں نے سنے تو مجھے اپنی زندگی بھر کا یہ اندازہ بدلنا پڑا کہ ہندوستان متحد رہے گا۔ میرے دل نے گواہی دی کہ جب مولانا مودودیؒ کہہ رہے ہیں کہ ہند تقسیم ہوگا تو میرے لیے اس حقیقت کو تسلیم کیے بغیر کوئی چارہ نہیں ۔مولانا محترم کی اس رائے کو میں ان کی سیاسی بصیرت ہی نہیں بلکہ ان کی مومنانہ فراست کا اظہار سمجھتا ہوں ، جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اِتَّقُوْا فِرَاسَةَ الْمُومِنِ فَاِنَّهٗ يَنْظُرُ بِنُورِ اللّٰهِ ۔ مومن کی غیر معمولی ذہانت سے بچو (سبق حاصل کرو) کیونکہ وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے ۔

مولانا مودودیؒ کا یہ بصیرت افروز خطاب پہلے ’’ہندوستان میں تحریک اسلامی کا آئندہ لائحۂ عمل‘‘ کے عنوان سے شائع ہوا ، اور اب ’’خطبہ مدراس‘‘ کے نام سے شائع ہو رہا ہے ۔اس عظیم الشان ہنگامہ خیز ، غیر معمولی نوعیت کے تاریخی اجتماع میں شروع سے آخر تک میں مولانا مودودیؒ کے ساتھ رہنے کی کوشش کرتا رہا۔ اجتماع کے اختتام پر مولانا جب مدراس سے واپس ہونے لگے ، اس وقت بھی مدراس (چنئی) کے سنٹرل اسٹیشن پر مولانا کو پُر خلوص دعاؤں کے ساتھ رخصت کرنے والوں میں خود میں بھی شامل تھا۔ ۵۶ سال پہلے یہ تھی میری آخری ملاقات مولانا مودودیؒ سے ، جسے میں اپنی زندگی کی سب سے اہم سعادت سمجھتا ہوں ۔‘‘

(عبدالرحمن ابوالبیان حماد عمری)

ماہ نامہ ’’ترجمان القرآن‘‘ اکتوبر 2003ء اشاعت خاص ، سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ 1903ء تا 2003ء صفحہ ،288 تا 293۔

مئی ، جون ، جولائی ، اگست 1945ء کی خاص بات یہ ہے کہ مولانا مودودیؒ کی کتابوں کا ترجمہ اردو سے انگریزی اور عربی میں شروع کر دیا گیا اور اشاعت کے سلسلہ میں پیش رفت جاری رہی ۔ آج ستمبر 2019ء میں مولانا سید ابواعلیٰ مودودیؒ کی کم وبیش تمام اہم کتابوں کا ترجمہ دنیا کی کم وبیش چالیس 40 زبانوں میں ہو چکا ہے ۔ الحمد للہ

مولانا ابوالبیان حماد عمری صاحب کا ایک مضمون ''تذکرۂ مودودیؒ'' سے نقل کردہ۔ ہفت روزہ ''دعوت''، اور ماہ نامہ ''زندگی نو'' دہلی میں جب شائع ہوا تو اس کو پڑھنے کے فوری بعد میں نے مولانا ابوالبیان صاحب کو خط لکھا ''میں ان آنکھوں کو دیکھنا چاہتا ہوں، جن آنکھوں نے میرے قائد اعلیٰ مولانا سید ابوالاعلیٰ کو بہت قریب سے دیکھا ہے۔'' اس خط کے جواب میں انہوں نے مجھے فوری ''جامعہ دار السلام''، عمرآباد آنے کی دعوت دی۔ میں نے حیدرآباد سے عمرآباد بذریعہ کار جانے کا پروگرام بنالیا، میرے ساتھ جناب ڈاکٹر رفیع الدین فاروقی جن کا ذکر اس کتاب میں ان کی کئی علمی خدمات کے حوالے سے آیا ہے اور دوسرے ایک رفیق محمد اشفاق حسینؒ صاحب (م/جون 2015ء) جنہوں نے ''مولانا وحید الدین خاں صاحب کی فکری قلابازیاں'' تین جلدوں پر مشتمل ایک مفید تنقیدی کتاب لکھی ہے، ساتھ میں تھے۔ یہ اگست 2007ء کی بات ہے۔

اس وقت سے مولانا ابوالبیان حماد عمری صاحب سے میرے تعلقات اتنے گہرے ہو گئے کہ وہ جب بھی حیدرآباد آتے ہیں، میرے ہی گھر پر قیام کرتے ہیں، جب کہ حیدرآباد میں ان کے سیکڑوں شاگرد موجود ہیں۔ ابوالبیان حماد عمری صاحب نے مولانا ابوالاعلیٰ مودودیؒ کی امامت میں نماز ادا کی تھی اور یہ میری خوش نصیبی ہے کہ مجھے ابوالبیان عمری کی امامت میں نماز ادا کرنے کا شرف حاصل ہوا، اور آخری ملاقات 26/اگست 2015ء کو بنگلور میں اُن کے گھر پر میری امامت میں انہوں نے نماز ادا کی۔ اسی طرح مولانا مودودیؒ کی امامت میں نماز ادا کرنے والے ''دار الاسلام'' پٹھان کوٹ میں جناب حمایت المقیت صدیقی اور جدہ سعودی عرب میں جناب سید حامد عبد الرحمان الکاف ہیں۔ اُن دونوں کی امامت میں مَیں نے نمازیں ادا کیں، اور انہوں نے بھی میری امامت میں نماز ادا کی۔ اس طرح مجھے اپنے محسن سید مودودیؒ سے نسبت اور تربیت کا بالواسطہ Indirect شرف حاصل ہے۔ میری آخری ملاقات بنگلور میں 23/ستمبر 2017 کو ہوئی، اس کی تفصیلات میرے نام ان کی ایک تحریر میں ہے۔ اور یہ خط میری دوسری خدمت یعنی ''ترجمان القرآن الکریم'' آیت بہ آیت ترجمانی مع لغت القرآن و مختصر حواشی، کی اشاعت ششم کے آخری صفحات میں شامل کی گئی ہے۔ اس سے مجھ مرتب سے تعلق و نسبت کا قارئین کو بخوبی علم ہوگا۔ (مرتب)

عمر۔ تینتالیس (۴۳) سال

(۲۵ ستمبر ۱۹۴۵ء تا ۲۴ ستمبر ۱۹۴۶ء)

تقسیم ہند اور عدم تقسیم ہند کی صورت میں جماعت اسلامی اور مسلمانوں کا لائحہ عمل، ایک اعلیٰ مومنانہ بصیرت بے مثال دور اندیشی، دوسرا کل ہند اجتماع جماعت اسلامی، الہ آباد، ارکان جماعت اور مالی موقف کی تفصیلات، ''ملک وملت اسلامیہ ہند کے محسن اعظم کی فکر، کیفیت اور سعی''

ستمبر، اکتوبر، نومبر، دسمبر 1945ء جنگ عظیم دوم کے بعد ہندوستان کی آزادی قریب سے قریب تر اور ہندو مسلم دشمنی کا شجر خبیث توانا سے توانا ہوتا جارہا تھا۔ سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ، کانگریس، انگریز، مسلم لیگ کے غیر متزلزل موقف سے سخت پریشان تھے۔ مسلمانوں کی مذہبی اور سیاسی قیادت کی حالت ناگفتہ بہ تھی۔ جماعتِ اسلامی کی معاشی، معاشرتی، سیاسی، کمزوری، مگر فکری مضبوطی اور حقیقت حال پر مبنی عزم محکم، قوی موقف اپنی بے بسی کی وجہ سے بے انتہا مضطرب تھے۔ تاہم ''جماعت اسلامی'' کے کارکنوں کو توکل علی اللہ، صبر وصلوٰۃ کے ذریعہ استعانت، ہمت وحوصلہ عزم محکم سے حالات کا مقابلہ کرنے کا درس دیتے رہے۔

''ترجمان القرآن'' چوں کہ ماہ نامہ تھا۔ اور جماعتِ اسلامی کا نام وکام پورے برصغیر میں وسیع تھا۔ اس لئے لوگوں کو جماعتی سرگرمیوں (Activities) کو معلوم کرنے کی بے چینی کو دیکھتے ہوئے ملک نصر اللہ خاں عزیز صاحب کا نیم جماعتی ہفت روزہ پرچہ ''کوثر'' اور دیگر پرچے مختلف علاقوں سے جاری ہوتے رہے۔

ملک وملت کے بحرانی حالات کے باوجود سید مودودیؒ جماعتِ اسلامی کی دعوتِ قرآنی ودعوت نبوی، انسانیت کی فلاح کے پیش نظر تمام انسانوں کو بالعموم کلمہ ''لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ'' کی دعوت اور مسلمانوں کو بالخصوص ان کی ذمہ داریوں اور ایمان وعمل میں اخلاص کی ترغیب دیتے رہے۔

سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ کی اعلیٰ ترین قیادت کے باوجود اس عظیم کام کے لیے مطلوب معاشی وسائل سے محرومی اور

مسلمانوں کی بھرپور تائید کے بجائے بھرپور مخالفت، ایسے صبر آزما حالات میں جماعت کے کام کو جاری رکھنے اور اس کی توسیع کے لیے پورے ملک کے شمالی، جنوبی، مشرقی ومغربی علاقوں میں اجتماعات منعقد کیے جاتے رہے۔[1]

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اصْبِرُوْا وَصَابِرُوْا وَرَابِطُوْا ۗ وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝ (سورۃ آل عمران)

اسی سال 30 دسمبر 1945ء کو مراد پور سیالکوٹ میں جماعتِ اسلامی لاہور ڈویژن کے علاقائی اجتماع سے جو مسجد میں ہوا تھا، سید مودودیؒ نے خطاب کیا۔ کئی مخلص علماء سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ کے مقام ومرتبہ کی قدر کرنے لگے، مگر چونکہ پہلے مخالفت میں سنی سنائی باتوں پر بیانات دے چکے تھے اور الزام تراشی میں بہت دُور نکل چکے تھے، اس لیے اپنے فتووں سے رُجوع کر لینے کی اپنے اندر ہمّت نہ پا کر خاموش تھے۔

ملک وملّت کے سُلگتے وتباہ کُن مسائل کے حل کے لیے، فکری وعملی تدابیر اختیار کرتے ہوئے، مختلف مضامین وکتب کی اشاعت کے ساتھ جماعت کی پالیسی وپروگرام، جماعت کی تنظیم وافراد کی تربیت، دیگر سیاسی حالات وملّی مسائل کا قرآن وسنّت کی روشنی میں تقابل کرنے کی ہدایت، ارکان جماعت کی شخصیت وکردار سازی کے لیے مطلوبہ جدوجہد میں اٹّھارہ اٹّھارہ بیس بیس گھنٹے مسلسل کام کرتے رہے۔ اس طرح متعدد درپیش مسائل پر مختلف مواقع پر اپنی تقریروں اور تحریروں کے ذریعہ اپنا نقطۂ نظر ان تین نکات پر واضح کرتے رہے:

I اگر ملک تقسیم نہ ہو تو مسلمانوں کو بچانے کے لیے کیا کیا جائے۔ چوں کہ عام مُسلم بشمول کانگریس کی اکثریت اسلام ومُسلم دشمنی پر کمر بستہ ہے۔ اس اسلام دشمنی کی وجہ سے، دنیا کی عظیم مُسلم اکثریت کو متحد رہنے نہیں دیں گی۔ اقامت دین کا فریضہ کس طرح انجام دیا جائے۔ غیر مُسلموں میں دعوتی کام کیسے ہو؟

II اگر مُلک تقسیم ہو جائے تو جو مُلک مسلمانوں کے قبضہ میں آ جائے اُس کو مسلمانوں کی کافرانہ سوشلسٹ حکومت بننے سے کیسے بچایا جائے۔ اور مُلک کے اس حصّہ کو حقیقی معنوں میں، اسلامی مُلک بنانے کے لیے کیا کیا جائے۔ مُنافقوں، مفاد پرستوں سیاسی مکّاروں اور اسلام دشمن فاسق وفاجر عناصر کا مقابلہ کس طرح ہو؟

III اگر مُلک تقسیم ہو جائے تو جو مُسلمان ہندوستان میں رہ جائیں، ہندوستان کی دوسری اکثریت مسلمانوں کی تھی اور اُن کے لیے کیا لائحہ عمل طے کیا جائے، جس سے اُن کا اسلامی تشخص باقی رہے اور مُسلمان ایک باوقار ملّت کی حیثیت سے باقی، اور دینِ اسلام کے داعی بنے رہیں۔

---

[1] تفصیلات کے لیے دیکھیے روداد جماعت اسلامی۔ اول تا پنجم

لہٰذا (۲۲) علاقائی زبانوں میں قرآن اور سیرت پر لٹریچر کی ممکنہ اشاعت کا آغاز کروادیا۔ بشمول ہندی، ملیالی، کنٹری، تلگو، بنگالی، وغیرہ وغیرہ۔ علاقائی زبانوں میں تراجم کا کیا نظم ونظام بنایا جائے؟ اس کے لئے پریشان رہتے اور اسی فکر میں شب وروز ڈوبے رہتے۔ ''رجوع الی اللہ'' ہی واحد سہارا تھا۔

پانچویں لڑکے حیدر فاروق مودودی اسی سال (1946ء) دہلی میں پیدا ہوئے۔

مُلک وملّت اور جماعت کی ذمہ داریوں کی وجہ سے مولانا مودودیؒ خود اپنے ذاتی گھریلو مسائل پر بالکل وقت نہ دے پائے تھے۔ تمام گھریلو مسائل آپ کی اہلیہ محترمہ محمودہ بیگم جو خود بھی رُکن جماعت تھیں، شوہر کو پریشان کیے بغیر حل کرلیتیں۔ بچوں کی تعلیم وتربیت میں شوہر پر خفیف ومعمولی مشاورت سے زیادہ بوجھ نہ ڈالتیں۔ یہ نیک بخت بیوی اپنے شوہر کی عظمت، اُن کی مُلکی، ملی وبین الاقوامی مقام ومرتبہ کا صحیح ادراک رکھتی تھیں۔ سید ابوالاعلیٰؒ پر بہترین شریکِ حیات کی شکل میں اللہ کا یہ ایک بہت بڑا احسان تھا۔ اس احسان پر سید ابوالاعلیٰؒ، اللہ کا صمیم قلب سے شُکر ادا کرتے تھے۔

6/مارچ 1946ء کو کانگریس اور انگریز کی سازشوں کی بدولت ہندو مسلم فسادات کا آغاز ہوگیا۔ برطانوی حکومت نے کانگریس کو مرکزی اور عبوری حکومت بنانے کی دعوت دی۔ سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ نے دوقومی نظریہ پر نہایت مدلّل اور پُرمغز مقالات لکھے۔ اُن مقالات کی بھرپور اشاعت خود لیاقت علی خانؒ اور محمد علی جناحؒ کے اشارے سے مُسلم لیگ نے کی۔ ''مسلمان اور سیاسی کشمکش''[ا] حصہ دوم اور کتاب ''مسئلۂ قومیت'' کی اشاعت اُسی سال عمل میں آئی۔ ''اسلامی تہذیب اور اُس کے اصول ومبادی'' کے علاوہ کتاب ''خطبات حصہ اول تا ششم'' کی دوبارہ اشاعت بھی اسی سال عمل میں آئی۔

سید ابوالاعلیٰؒ نے گردوں میں زبردست تکلیف کے باوجود ٹونک کے اجتماع 17/18/اپریل 1946ء میں شرکت کی۔ اجتماع کی کارروائیوں کی نگرانی کی، خطاب کیا، لوگوں سے ملاقاتیں کی، ہدایات دی، ملکی وملی دل آزار حالات سے پورا سال دماغی سکون سے محروم اور دل برداشتہ رہے۔

لَتُبۡلَوُنَّ فِيۡۤ اَمۡوَالِكُمۡ وَاَنۡفُسِكُمۡ وَلَتَسۡمَعُنَّ مِنَ الَّذِيۡنَ اُوۡتُوا الۡكِتٰبَ مِنۡ قَبۡلِكُمۡ وَمِنَ الَّذِيۡنَ اَشۡرَكُوۡۤا اَذًى كَثِيۡرًا ؕ وَاِنۡ تَصۡبِرُوۡا وَتَتَّقُوۡا فَاِنَّ ذٰلِكَ مِنۡ عَزۡمِ الۡاُمُوۡرِ ۝۱۸۶ (سورۃ آل عمران: آیت:186)

ا۔ یہ کتاب دوحصوں پر مشتمل ہے۔ پہلے حصہ میں اسلامی ہند کی گزشتہ تاریخ اور موجودہ حالات ومستقبل کے امکانات پر 8 مضامین ہیں۔ اس کتاب کو پہلے ''ترجمانُ القرآن'' کے اشاعت خاص کی حیثیت سے شائع کیا گیا تھا۔ دوسرے حصہ میں سیاسی حالات اور سیاسی جماعتوں پر تنقید، جنگ آزادی کی نوعیت سے متعلق 12 مضامین ہیں۔ اس کتاب کے دونوں حصوں اور مسئلۂ قومیت کو یکجا کرکے ''تحریک آزادی ہند اور مسلمان'' کے نام سے بھی جلد اول اور جلد دوم کی شکل میں چند سالوں بعد شائع کیا گیا ہے۔

5/6/7/اپریل 1946ء کو دوسرا کل ہند اجتماع، ہرواره، الٰہ آباد میں منعقد ہوا۔

مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ کی طبیعت خراب تھی۔ صرف افتتاحی خطاب فرمایا۔ گردوں اور کان کی شدید تکلیف کی وجہ سے پورے پروگرام میں مجبوری کی وجہ سے شریک نہ رہ سکے اور اعلان کیا کہ قائم مقام کے طور پر مولانا امین احسن اصلاحیؒ اجتماع کی تمام سہ روزہ کارروائیاں چلائیں گے۔ سید مودودیؒ اجتماع گاہ میں موجود رہے اور 7/اپریل کو اجتماع عام میں اختتامی خطابِ عام کے طور پر مخاطب کیا۔ حاضرین کی تعداد 5 ہزار تھی جس میں غیر مسلم بھی شامل تھے۔

اس اجتماع میں مولانا ابواللیث اصلاحی ندوی، مولانا صدرالدین اصلاحی، مولانا اختر احسن اصلاحی، مولانا محمد یوسف صاحب اور جناب یوسف صدیقی کے نام قابلِ ذکر ہیں۔ اسی سال اپریل میں ''تفہیمُ القرآن'' کی **سورۃ یونس** اور جولائی میں **سورۃ ھود** کی تفسیر ماہنامہ ''ترجمانُ القرآن'' میں شائع ہوئی۔

ملک کے غیر یقینی حالات میں پورے ملک کے ارکان کی تعداد۔ غیر منقسم ہند اپریل 1946ء

صوبہ	ارکان	امیدوار رکنیت
پنجاب	291	110
یوپی	60	56
مدراس	31	1
حیدرآباد	36	6
بمبئی	9	9
سندھ	8	13
میسور	6	0
دہلی	14	4
سرحد	10	7
بہار	7	2
وسطی ہند	12	13
بنگال	2	0
بلوچستان	0	2
	486	223

غیر منقسم ہندوستان کے کل (13) صوبوں میں ارکان کی تعداد (486)۔ اورامیدوار رکنیت کی تعداد (223) تھی۔ جولائی 1946ء سے ''دارالاسلام'' میں تربیت کا سلسلہ شروع ہوا۔ ستمبر 1946ء تک ارکان میں مزید اضافہ ہوا۔ بعض ارکان کو جماعت سے خارج کیا گیا۔ (تربیت کے نقطۂ نظر اور دستور کی روشنی میں) یہ تفصیلات روداد جماعت اسلامی ہند حصّہ چہارم اور پنجم میں موجود ہیں۔

جنوری 1947ء کے مالی گوشوارہ جماعت کے مطابق جملہ آمدنی وخرچ کے بعد بیت المال جماعت اسلامی کل ہند میں جملہ نقد رقم نقد تیس ہزار دوسو اڑتالیس روپے پندرہ آنے چھے پائی (Rs. 30,248/- Ane. 15 Pai 6) تھی۔

15/16 ستمبر 1946ء کو ''دارالاسلام'' پٹھان کوٹ میں امیرِ جماعت سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ کی نگرانی میں کل ہند مجلس شوریٰ کے چار اجلاس ہوئے اور ایک اجتماعِ عام وخطابِ عام ہوا۔

آدمی کی چال محض اس کے انداز رفتار ہی کا نام نہیں ہے بلکہ درحقیقت وہ اس کے ذہن اور اس کی سیرت و کردار کی اولین ترجمان بھی ہوتی ہے۔ ایک عیار آدمی کی چال، ایک غنڈے بدمعاش کی چال، ایک ظالم وجابر کی چال، ایک خود پسند متکبر کی چال، ایک باوقار مہذب آدمی کی چال، ایک غریب مسکین کی چال، اور اسی طرح مختلف اقسام کے دوسرے انسانوں کی چالیں ایک دوسرے سے اس قدر مختلف ہوتی ہیں کہ ہر ایک کو دیکھ کر بآسانی اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ کس چال کے پیچھے کس طرح کی شخصیت جلوہ گر ہے۔ پس آیت کا مدعا یہ ہے کہ رحمان کے بندوں کو تو تم عام آدمیوں کے درمیان چلتے پھرتے دیکھ کر ہی بغیر کسی سابقہ تعارف کے الگ پہچان لو گے کہ یہ کس طرز کے لوگ ہیں۔ اس بندگی نے ان کی ذہنیت اور ان کی سیرت کو جیسا کچھ بنا دیا ہے اس کا اثر ان کی چال تک میں نمایاں ہے۔ ایک آدمی انہیں دیکھ کر پہلی نظر میں جان سکتا ہے کہ یہ شریف اور حلیم اور ہمدرد لوگ ہیں، ان سے کسی شر کی توقع نہیں کی جاسکتی۔

(تفہیم القرآن، سورۃ الفرقان: ۶۳، حاشیہ نمبر ۷۹)

عمر چوالیس (۴۴) سال

(۲۵؍ستمبر ۱۹۴۶ء تا ۲۴؍ستمبر ۱۹۴۷ء)

مولانا مودودیؒ کی زندگی کا ایک تاریخ ساز، آزمائشوں اور عزیمت سے لبریز سال، مولانا مودودیؒ کے گردے کا پہلا آپریشن، کل ہند سطح پر جماعت اسلامی کی تنظیمی اعتبار سے چار منطقوں میں تقسیم، جنوبی ہند کا اجتماع مدراس، تاریخی خطبۂ مدراس، تقسیم ہند، ''پاکستان کا قیام'' تباہ کن ہندو مسلم فسادات، دارالاسلام سے ہجرت کی داستان، ''فساد فی الارض کی عبرت ناک داستان'' برصغیر کی آزادی کے نام پر مسلمانوں کی بربادی کا سال

اگست، ستمبر 1946ء میں ہندو مسلم فسادات ملک کے شمال وجنوب اور مشرق ومغرب میں ہر طرف شروع ہو گئے۔ ان تباہ کُن حالات میں جماعتِ اسلامی کا رول، فسادات سے ملک وملت کو بچانے کی سعی ''ترجمان القرآن'' ودیگر اخبارات میں اشاعت کے لیے مضامین لکھے اور کانگریس اور مسلم لیگ کے رہنماؤں سے دردمندانہ درخواست واپیل کی گئی۔ فرمانِ قرآن

مَنْ قَتَلَ نَفْسًا بِغَيْرِ نَفْسٍ اَوْ فَسَادٍ فِي الْاَرْضِ فَكَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيْعًا ۭ وَمَنْ اَحْيَاهَا فَكَاَنَّمَآ اَحْيَا النَّاسَ جَمِيْعًا ۭ (المائدۃ:32)

ستمبر، اکتوبر میں مولانا مودودیؒ گردے کی تکلیف کی بنا پر زیادہ، لکھنے پڑھنے سے مجبور ہو گئے، جماعت اور اقامتِ دین کے کاموں کی محرومی سے بہت دکھی اور فکر مند تھے۔

16؍اکتوبر 1946ء امرتسر کے 'جوبلی ہسپتال' میں ڈاکٹر 'ریاض قدیر' اور 'ڈاکٹر غلام محمد بلوچ' نے مولانا مودودیؒ کے گردے کا آپریشن کیا۔ گردے سے ''چھ پتھریاں'' نکالی گئیں۔

نومبر 1946ء میں گردے کے آپریشن کے بعد چودھری محمد اکبر (مترجم تفہیم القرآن انگریزی) کی دعوت پر آرام کی خاطر ان کے گاؤں مراد پور سیالکوٹ گئے اور وہاں تقریباً ڈیڑھ ماہ قیام کیا۔

30؍دسمبر 1946ء کو امت مسلمہ کا فرض اور مقصدِ وجود۔ ''شہادت حق'' ایک تاریخ ساز خطاب فرمایا۔ یہ

خطاب مطبوعہ ہے اور اس کا شمار جماعت اسلامی کے بنیادی لٹریچر میں ہوتا ہے۔

ملک کے شمال وجنوب، مشرق ومغرب میں جماعتِ اسلامی کے غیر متوقع موثر ومنظم اجتماعات، جماعت کے کارکنوں کی تربیت اور مخلصانہ سعی وجہد کے پیچھے، مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ کی عملی تربیت اور موثر لٹریچر کا بہت اہم رول رہا ہے۔

ملک کے ان خطرناک اور مایوس کن حالات میں جماعتِ اسلامی کے اجتماعات اقامت دین کی دعوت اور غیر مسلموں تک اسلام کا پیغام امن وامان نے مسلمانوں کو مایوس ہونے سے بچانے میں اہم کردار ادا کیا۔

یکم اپریل 1946ء تا 28 رفروری 1947ء کے آمد وخرچ کا گوشوارہ جماعت اسلامی ہند:

کل آمدنی ایک لاکھ ایک ہزار پانچ سو گیارہ روپیے (1,01,511/=) اور کل خرچ اکہتر ہزار دو سو باسٹھ روپئے (71,262/=) بیت المال میں بچی رقم تیس ہزار دو سو انچاس روپئے- 30249= Rs.101511-71262

تقسیمِ ہند سے قبل متحدہ ہند کی جماعت اسلامی کے مالی گوشوارہ کی کل آمدنی وخرچ کی تفصیلات روداد جماعتِ اسلامی حصہ پنجم صفحہ (81 تا 84) میں دیکھی جاسکتی ہے۔

مگر جماعت اسلامی کے مخالفین جس میں ہندو اور مسلم، سیاسی اور غیر سیاسی، دینی اور مذہبی معروف اداروں کے ذمہ دار بے ضمیر افراد کا نہ ختم ہونے والا مسلسل پروپگنڈہ بھی جاری تھا کہ جماعتِ اسلامی کو امریکہ کی طرف سے مالی امداد آتی ہے۔ جماعتِ اسلامی سرمایہ داروں کی جماعت ہے۔ مولانا مودودیؒ پر مسلم لیگی اور دیگر دیوبندی و بریلوی مولوی اور مولانا حضرات کی طرف سے جھوٹے الزامات لگائے گئے۔ اس میں یہود ونصاریٰ کے ساتھ جہاں ہندو، کمیونسٹ اور دیگر اسلام دشمن عناصر تھے۔ وہیں نادان، نام نہاد بناوٹی وخود ساختہ دین دار طبقہ بھی اس جرم میں برابر کا شریک تھا۔

...وَالْفِتْنَةُ اَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ... (سورۃ البقرۃ:191) اور فتنہ قتل سے بھی زیادہ خطرناک ہے۔

...وَالْفِتْنَةُ أَكْبَرُ مِنَ الْقَتْلِ... (سورۃ البقرۃ:217) اور فتنہ ریزی خوں ریزی سے بھی شدید تر بُرائی ہے

...وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ... (سورۃ التوبۃ:107) اور اللہ گواہ اور شاہد ہے کہ وہ سب جھوٹے ہیں

لیکن جو لوگ توبہ واصلاح کرلیں ان کے لیے اللہ کا فرمان ہے:

اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا وَاَصْلَحُوْا وَبَيَّنُوْا فَاُولٰٓئِكَ اَتُوْبُ عَلَيْهِمْ ۚ وَاَنَا التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ﴿۱۶۰﴾ (سورۃ البقرۃ:160)

1947ء برصغیر ہند کی تاریخ کا دھماکہ خیز سال اور قیامِ جماعتِ اسلامی ہند کا چھٹا سال تھا، تاریک مستقبل مسلمانوں کی ہمہ پہلو تباہی کے پیش نظر مُلک کی تقسیم یقینی ہوگئی تھی۔ سید مودودیؒ نے مجبوراً جماعتِ اسلامی کو تقسیم کرنے کا فیصلہ کرلیا اور جماعت کی مجلس مشاورت نے ایک واضح پروگرام ترتیب دے لیا۔ اس سے قبل کُل ہند جماعتِ اسلامی کا ایک اجتماع ہوا کرتا تھا۔ اس سال جماعت کو چار حلقوں، شمالی ہند، جنوبی ہند، مشرقی ہند، مغربی ہند، میں تقسیم کرکے الگ الگ تواریخ میں اجتماعات منعقد کیے گئے۔ (تفصیلات: روداد جماعت اسلامی، حصہ پنجم)

کل ہند اجتماع ہر وارہ ''الہ آباد'' میں ہر سال کل ہند اجتماع کے نام سے انعقاد کا فیصلہ ہوا۔

اسی سال ماہ اپریل 1947ء میں ''تفہیمُ القرآن'' کی سورۃ یوسف کی تفسیر ''ترجمانُ القرآن'' میں شائع ہوئی۔ (سید مودودیؒ کی تحریر و تفہیم کا جہاں کمال ہے وہیں ذہنی یکسوئی اور تفہیم کا بھی کمال ہے۔)

13/اپریل 1947ء کو یوپی کے ایک میلے سے ہندو مسلم فسادات کا سلسلہ شروع ہوا اور اس نے جنگل کی آگ کی طرح پورے ملک کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔

ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ اَيْدِي النَّاسِ لِيُذِيْقَهُمْ بَعْضَ الَّذِيْ عَمِلُوْا لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ﴿۴۱﴾ (سورۃ الروم:41)

حالات کے پیش نظر کل ہند کے بجائے ملک کو چار منطقوں میں تقسیم کرکے منطقہ واری اجتماع کا فیصلہ کرلیا گیا۔ اس وقت سید ابوالاعلیٰؒ کی صحت بدستور خراب چل رہی تھی۔

منطقہ ۱، شمالی ہندوستان: پنجاب، سندھ، بلوچستان، کشمیر، دہلی، مقام اجتماع ''دارالاسلام'' پٹھان کوٹ

منطقہ ۲، مشرقی ہندوستان: یوپی، بہار، اڑیسہ، بنگال اور آسام۔ مقام اجتماع۔ پٹنہ۔ (بہار)

منطقہ ۳، مغربی اور وسطی ہندوستان: بمبئی، مدھیہ پردیش، مالوہ، برار، مقام اجتماع، ٹونک (راجستھان)

منطقہ ۴، جنوبی ہند: حیدرآباد، میسور، تامل ناڈو، مدراس۔ مقام اجتماع۔ (مدراس)

4 تا 11/اپریل 1947ء پٹنہ میں، 7 تا 18/اپریل 1948ء ٹونک میں اور 25/اپریل 1947ء کو جنوبی ہند کے شہر مدراس میں۔ ان تاریخ ساز چار اہم اجتماعات میں ٹونک اور مدراس کے صحت و حالات کی وجہ سے صرف دو

مقامات کے اجتماعات کو سید مودودیؒ نے خطاب کیا اور اپنے تجربات اور مومنانہ بصیرت اور نعمتِ ربانی کی روشنی میں آنے والے حالات کے بارے میں کچھ باتیں کہیں جو بعد میں حرف بہ حرف صحیح ثابت ہوئیں۔

24/25/26/اپریل 1947ء پٹنہ (بہار) میں جماعت اسلامی کے اجتماع عام میں ''گاندھی جی'' کو بھی شرکت کا دعوت نامہ بھیجا گیا تھا۔ ''گاندھی جی'' اُس کے ایک اجلاس میں شریک بھی ہوئے تھے، مگر اس اجتماع میں مولانا سید مودودیؒ شریک نہیں تھے بلکہ اس کی صدارت مولانا امین احسن اصلاحی صاحب کر رہے تھے۔[1]

جنوبی ہند مدراس کے 26/اپریل 1947ء کے اجتماع میں مولانا کی تاریخی تقریر ''خطبۂ مدراس'' سُنہری حرفوں میں لکھی جائے گی۔ اس خطبہ میں سید مودودیؒ نے یہ بھی فرمایا:

''عن قریب ملک تقسیم ہو جائے گا، ہندوؤں کو ان کی اکثریت کے علاقے اور مسلمانوں کو ان کی اکثریت کے علاقے الگ الگ مل جائیں گے۔''

پھر ملک کے ہندو یا غیر مسلم ذہن کا تجزیہ کرتے ہوئے بتایا کہ:

''ہندو قوم پرستی کسی مستقل نظریۂ حیات، کسی مضبوط فلسفۂ حیات، یا کسی پائیدار نصب العین پر قائم نہیں ہے، بلکہ یہ قوم پرستی دو ٹانگوں پر کھڑی ہے۔ ایک ٹانگ انگریز کے مقابلہ میں آزادی کی جدوجہد پر ہے، دوسری ٹانگ مُسلمانوں کی دشمنی پر ہے۔ تقسیم ہند کے بعد اس ہندو قوم پرستی کی ایک ٹانگ آپ سے آپ ٹوٹ جائے گی اور اس کی ایک ٹانگ مُسلم دشمنی کو باقی رکھنے کے لیے یہ ہندو قوم ہر ظُلم و ستم مسلمانوں پر کرتی رہے گی۔

اور ایک نہ ایک دن یہ ہندو قوم پوری طرح اقتدار پر چھا جائے گی، اس کے بعد اپنے

---

[1] اجتماعِ عام میں شرکت کی دعوت ہندو مسلم ہر ایک کو تھی۔ دعوت نامہ تو مسلم لیگ، خاکسار، جمعیۃ العلماء اور دیگر جماعتوں کے رہنماؤں کو بھی دی گئی تھی۔ لیکن مسلم جماعت کا کوئی نمائندہ نہیں آیا، ایک عام شہری کی طرح صرف ''گاندھی جی'' آئے۔ فتنہ پرور پریس (Press)، مسلم لیگ کے بعض منافقوں اور کانگریس کے اسلام دشمن اخبارات، جمعیۃ العلماء اور خاکسار کے لوگوں نے اخبارات کی جھوٹی اور شرانگیز سرخیوں کے ذریعہ جماعتِ اسلامی کے خلاف ایک ہمہ جہتی محاذ کھول دیا۔ غلط خبروں کی صفائی اور وضاحت کو نہیں چھاپا گیا۔ مولانا مودودیؒ جو جنوبی ہند کے دورے پر تھے، اس فتنہ پر بہت دکھی ہوئے، مسئلہ کو اللہ کے سپرد کر دیا اور صبر کر لیا اور دعوتِ حق کا کام جاری رکھا۔ وَقُلْ لِّعِبَادِیْ یَقُوْلُوا الَّتِیْ ھِیَ اَحْسَنُ اِنَّ الشَّیْطَانَ یَنْزَغُ بَیْنَھُمْ اِنَّ الشَّیْطَانَ کَانَ لِلْاِنْسَانِ عَدُوًّا مُّبِیْنًا ○ رَبُّکُمْ اَعْلَمُ بِکُمْ اِنْ یَّشَاْ یَرْحَمْکُمْ اَوْ اِنْ یَّشَاْ یُعَذِّبْکُمْ وَمَآ اَرْسَلْنَاکَ عَلَیْھِمْ وَکِیْلًا ○ (الإسرا۔ ۵۳، ۵۴)

اندر جو تضادات رکھتی ہے ان کے اختلافات کُھل کر سامنے آجائیں گے اور یہ اپنے انجام بَد کو پہنچ جائے گی[1]۔ مگر اُس وقت تک جہاں مسلمانوں کو صبر سے کام لینا ہوگا وہاں اِس وقت تک کرنے کا اصل کام یہ ہے کہ ہندوستان کی بڑی بڑی زبانوں ہندی، تلگو، تامل، ملیالم، مرہٹی، گجراتی، بنگالی کنڑ وغیرہ میں اسلامی لٹریچر کو منتقل کر دینا چاہیے کیونکہ اُردو زبان کو یہ لوگ زندہ رہنے نہیں دیں گے اور اس طرح اسلام کے پھیلنے کا ذریعہ اُردو نہیں بن سکے گی۔ تمام بڑی زبانوں میں اسلامی لٹریچر (قرآن وحدیث وسیرت اور اسلام کی بنیادی تعلیمات) کی مُنتقلی سے مُسلمانوں کی آئندہ نسلیں مُسلمان رہ سکیں گی اور غیر مسلموں میں اسلام کے پھیلنے کا سبب بن سکیں گی[2]۔''

17/18/ اپریل 1947ء وسطی ہند کا اجتماع ٹونک میں ہوا۔ امیر جماعت سید ابوالاعلیٰؒ نے جماعتِ اسلامی کی جدوجہد کو حضرت سید احمد شہیدؒ کی سعی کے سلسلہ سے جوڑا۔

خواتین کے ایک اجتماع سے مولانا سید مودودیؒ نے خطاب کیا اور فرمایا :

''نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر ایمان لانے کی سعادت سب سے پہلے جس ہستی کو حاصل ہوئی وہ ایک خاتون ہی تھیں۔ یعنی ہماری اور آپ کی اور سب مسلمانوں کی ماں حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا۔ نبوت کے پہلے تین سالوں میں جو (55) اشخاص ایمان لائے تھے، اُن میں نو (9) عورتیں شامل تھیں۔ تحریک اسلامی کی تاریخ ہمیں بتاتی ہے کہ عورتوں نے مردوں کے ساتھ برابر برابر کا حصّہ لیا ہے۔''

25/26/27/ اپریل 1947ء کو جنوبی ہند کا اجتماع جس کا تذکرہ کئی مرتبہ اوپر بیان ہوا۔ جو اجتماع مدراس

---

[1] 2014ء کے جنرل الیکشن میں .B.J.P برسرِ اقتدار آچکی ہے۔ ''ہندوتوا'' کا آغاز ہو چکا ہے، 2019ء کے الیکشن کے بعد مزید مفسدانہ انجام سامنے آنا ہے۔ ہمارے بدنصیب اور کم ظرف دینی، سماجی اور سیاسی قائدین محض مولانا مودودیؒ کی مخالفت کے مرض میں مبتلا رہے۔ نادانی سے ملت مسلمہ کو نقصان پہنچایا اور شرارت سے انسانیت کی تباہی کا باعث بنے۔ بالآخر شیطانی قیادت کامیاب ہوگئی اور نادان قیادت ناکام رہی۔ ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ أَيْدِي النَّاسِ... (روم:۴۱)

[2] اجتماع مدراس، 25/26/27/ اپریل 1947ء کو مدراس کے اجتماع گاہ میں نادان مقامی مسلم لیگی جمعیت العلماء اور دیگر کانگریسی مسلم اشرار نے ہنگامے کیے، مولانا مودودیؒ نے اجتماعات کی دیگر کارروائی مولوی نذیر حسین صاحب قصوری کی کوٹھی پر جاری رکھی۔ (سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ کا عہد، از سید نقی علی)

کے نام سے مشہور ہے۔ اس میں سید ابوالاعلیٰؒ نے فرمایا:

''اس وقت ہندوستان جس تیزی سے بدامنی اور تباہی کی طرف جارہا ہے اسے دیکھ کر کوئی شخص صحیح اندازہ نہیں لگا سکتا کہ آئندہ کیا حالات پیش آنے والے ہیں ، اس لیے ضروری ہے کہ عام مسلمان بالعموم اور بالخصوص رفقاء جماعت اسلامی ہند اپنے فرائض اور ذمّے داریوں سے پوری طرح واقف ہولیں۔''

اس کے بعد ہونے والے اجتماع کے خوش گوار یا ناخوش گوار واقعات کا احاطہ اس مختصر کتاب میں ممکن نہیں ہے۔ مکمل تفصیلات روداد جماعت اسلامی حصّہ پنجم میں موجود ہیں۔

مولانا مودودیؒ نے صحت کی خرابی اور گردوں میں شدید تکلیف کے باوجود افتتاحی خطاب فرمایا۔ خطاب ماضی، حال اور مستقبل کے حالات پر مشتمل تھا۔

جنوبی ہند، مدراس کا اجتماع 25/26/27/اپریل کو ہوا اور ایک اجتماع 24/25/26/اپریل 1947ء کو پٹنہ میں بھی ہوا۔ پٹنہ کا اجتماع مولانا سید مودودیؒ کی جگہ مولانا امین احسن اصلاحیؒ اور ملک نصر اللہ خاں عزیز صاحب کی نگرانی میں ہوا۔ اس اجتماع میں گاندھی جی نے بھی بہ حیثیت عام آدمی شرکت کی تھی۔ جس کا ذکر پہلے بھی آچکا ہے۔

اپریل 1947ء کے اجتماع کی رپورٹ کے مطابق مندرجہ ذیل صوبوں، پنجاب، یوپی، حیدرآباد دکن، مدراس، سرحد، دہلی، سندھ، بمبئی، بہار، بنگال، راجپوتانہ، وسط ہند، میسور (13) صوبوں کے کل ارکان 532 اور مقامی جماعتوں کا نظم (81) مقامات میں موجود تھا۔

اپریل 1947ء سے تین عرب ملکوں میں جماعت اسلامی کے کام کا آغاز ہوا، سعودی عرب، بحرین، قطر۔ جون، جولائی، اگست تک بیرونی ممالک میں ایران، فلسطین، مصر، عراق، اردن، شام، مراکش، دمشق، پھر افریقہ میں نیروبی،، سوڈان، تک مولانا مودودیؒ کا عربی و انگریزی میں ترجمہ شدہ بنیادی لٹریچر کا پہنچ گیا تھا۔[۱]

شمالی ہند کا اجتماع۔ پٹھان کوٹ۔ ''دارالاسلام''۔ 9/10/مئی 1947ء

مئی 1947ء میں ارکان شوریٰ کا انتخاب ہوا، خفیہ رائے دہی کے لحاظ سے درج ذیل افراد منتخب ہوئے۔

(۱) مولانا امین احسن اصلاحیؒ (۲) مولا مسعود عالم ندویؒ (۳) مولانا محمد اسمٰعیل (مدراس) (۴) مولانا عبدالحق (۵) مولانا غازی عبدالجبار (۶) جناب ملک نصر اللہ خاں عزیز (۷) جناب خان سردار علی خاں (۸) جناب

---

[۱] تاریخ جماعت اسلامی از ڈاکٹر اسعد گیلانی۔

محمد یوسف صدیقی (۹) جناب قاضی حمید اللہ سیالکوٹ (۱۰) جناب چودھری شفیع احمد (۱۱) جناب مولوی محمد یونس حیدرآباد دکن (۱۲) جناب چودھری علی احمد خاں پھلواڑہ۔

9رمئی 1947ء کومولانا نے ایک تقریر کی جس میں مغربی جمہوریت کے مکروہ چہرے سے پردہ اُٹھایا۔[۱]

10رمئی 1947ء کو دارُالاسلام پٹھان کوٹ میں ہندوؤں اور مسلمانوں کے ایک مشترکہ اجتماع کو خطاب کرتے ہوئے مولانا مودودیؒ نے اللہ کے قانون عروج وزوال کو بہت دلنشیں انداز میں سمجھایا یہ تقریر ''بناؤ اور بگاڑ''[۲] کے نام سے پمفلٹ کی شکل میں شائع کر کے ہندوؤں اور مُسلمانوں میں تقسیم کیا گیا۔ اس میں دنیا میں امن کے قیام اور بدامنی کے علاج کے اہم بنیادی نکات بیان کئے گئے ہیں۔

قُلِ اللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَآءُ ۫ وَتُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ ؕ بِيَدِكَ الْخَيْرُ ؕ اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۲۶﴾ (سورۂ آل عمران:26)

2رجون 1947ء کو پاکستان بننے کا مطالبہ تسلیم کرلیا گیا۔ شمالی اور مشرقی ہند میں مسلم کُش فسادات، لوٹ مار، تباہی، بربادی، قتل وغارت گری کا سلسلہ شروع ہوگیا۔

وَاِذَا تَوَلّٰى سَعٰى فِي الْاَرْضِ لِيُفْسِدَ فِيْهَا وَيُهْلِكَ الْحَرْثَ وَالنَّسْلَ ؕ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الْفَسَادَ ﴿۲۰۵﴾ (سورۃ البقرۃ:205)

کل ہند امیرِ جماعت اسلامی مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ نے اپریل 1947ء اور مدراس کے عام خطاب اور پٹھان کوٹ کے آخری اجتماع مئی 1947ء میں حالات کی تباہ کن کیفیت اور تبدیلی کی جو پیشین گوئی فرمائی تھی وہ حرف بہ حرف صحیح ثابت ہوئی اور ملک تقسیم ہوگیا۔[۳]

جماعتِ اسلامی کی تقسیم عمل میں آئی اور جماعت اسلامی ہند کے امیر مولانا ابواللیث اصلاحی ندوی مقرر ہوئے۔

۱۔ یہ تقریر ''اسلامی نظام اور مغربی لادینی جمہورت۔ ایک تقابلی مطالعہ'' کے نام سے مطبوع ہے۔ اسے مرکزی مکتبہ اسلامی پاکستان لاہور نے ۱۹۵۰ء میں شائع کیا ہے۔

۲۔ یہ خطاب ''بناؤ اور بگاڑ'' کے نام سے جماعت اسلامی ہند نے پٹھان کوٹ سے ۱۹۴۷ء میں تقسیم ہند سے پہلے اور جماعت اسلامی پاکستان لاہور نے نومبر ۱۹۵۰ء میں کتابی شکل میں شائع کیا ہے۔ اس پمفلٹ کا جماعت اسلامی ہندوستان اور پاکستان کے بنیادی لٹریچر میں شمار ہوتا ہے۔

۳۔ مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ کے قیام دہلی کا دور دسمبر 1920 تا دسمبر 1928 اور حیدرآباد دکن کا دور 1929ء سے مارچ 1937ء تک 9 سال 3 ماہ۔ اور 1903ء تا 1907ء بچپن دودھ پینے سے چلنے پھرنے بولنے اور ماں باپ کے ہاتھوں کھانے پینے پہننے اوڑھنے اور دیگر ضروریات کی تکمیل کا دور، 1907ء سے 1913۔ گھر میں، عربی قرآن کی تلاوت مع تجوید، سورہ فاتحہ اور پارہ عم کے منتخب سورتوں کا حفظ، اردو، پڑھنے ←

جماعتِ اسلامی ہند کے (240) ارکان ہند میں رہ گئے اور جماعتِ اسلامی پاکستان نے (385) ارکان سے اپنا کام سید مودودیؒ کی امارت میں شروع کر دیا۔ اس طرح تقسیم ہند اور تقسیم جماعت سے قبل متحدہ کل ہند جماعت اسلامی کے ارکان (650) تھے۔

ملک کے تباہ کن ہنگامی حالات میں بیماری کے باوجود سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ کا ملک کے اہم علاقوں کا دعوتی سفر۔ ''دارالاسلام'' پٹھان کوٹ سے امرتسر، امرتسر سے، دہلی، دہلی سے ٹونک، (راجستھان) ٹونک سے بمبئی، بمبئی سے پونا، پھر پونا سے مدراس، مدراس سے حیدرآباد، پھر حیدرآباد سے ناگپور، ناگپور سے دہلی، دہلی سے لکھنو، پھر لکھنو سے الٰہ آباد، پھر الٰہ آباد سے دہلی، پھر دہلی سے امرتسر اور پھر واپس پٹھان کوٹ ''دارالاسلام۔''

قیام پاکستان کے بعد جماعت اسلامی کا مرکز لاہور منتقل ہوگیا۔ اس وقت جماعت کے کل ارکان کی تعداد 625 تھی۔ ان میں سے 240 ہندوستان میں رہ گئے اور وہاں جماعت اسلامی ہند کو ایک آزاد تنظیم کی حیثیت سے قائم کیا۔ پاکستان میں پہلے سے موجود اور ہجرت کر کے آنے والے ارکان کی تعداد 385 تھی، جس سے نئے سفر کا آغاز ہوا۔ جماعت نے مہاجرین اور فسادات کے ستم زدہ انسانوں کی مدد کا منظم آغاز کیا، اور اس کے ساتھ جماعت کے تنظیمی ڈھانچے کو از سرِ نو مرتب کیا۔ اس طرح جماعت اسلامی تنظیمی، دعوتی، علمی، تربیتی، خدمتِ خلق اور نظامِ زندگی کی تبدیلی کے لیے ایک واضح لائحۂ عمل کے مطابق سرگرم عمل ہوگئی۔ جماعت کا یہ لائحۂ عمل چار نکاتی پروگرام کی شکل میں جسم میں ریڑھ کی ہڈی (Back Bone) کے مثل ہے جس پر جماعتِ اسلامی پاکستان کا پورا کام منحصر ہے۔ داعی اسلام مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ نے قیامِ پاکستان کے بعد بہت صاف لفظوں میں تحریک کے

→ لکھنے، فارسی پڑھنے، اردو، فارسی، عربی میں ترجمہ کی مشق، انگلش زبان پڑھنے لکھنے کی مشق، ترجمہ کے ساتھ قرآن کی تلاوت کا اہتمام، دینیات، عبادت طہارت، نماز، روزہ کے مسائل و آداب کی تعلیم، ابتدائی مضمون نگاری کی تعلیم، شعر و ادب سے رغبت کی تربیت، بول چال تہذیب و معاشرتی عادات کا مقامی اور ماحول کے اثرات، اورنگ آبادی، حیدرآبادی لہجۂ کلام سے محفوظ رکھنے کا اہتمام ۔ 1913ء تا 1916ء عام اسکولی ماحول، میٹرک (مولوی) ہائر سکنڈری (Higher Secondary) آٹھویں، نویں، دسویں، اورنگ آباد سے حیدرآباد منتقلی اور دار العلوم حیدرآباد کے مولوی فاضل انٹرمیڈیٹ (Intermediate) کورس میں داخلہ۔ صرف چھ ماہ بعد والد کی تیمارداری کے لیے بھوپال منتقلی، 1917ء صحافت (Journalism) کے پروفیشن کا انتخاب، اخبار ''مدینہ'' بجنور، ''تاج'' جبل پور کے ایڈیٹر، 1920ء میں والد کا انتقال بھوپال میں ہوا۔ 1920ء ''تاج'' جبل پور۔ پر پابندی کے بعد دسمبر 1920ء میں دہلی منتقلی۔ (1928ء-1920ء) فکری ارتقاء، تفسیر قرآن، علوم حدیث وفقہ اور دیگر تمام معروف دینی علوم کا مستند علماء سے پرسند کا حصول، صحافت میں مدیر۔ مدیر مسئول، مدیر اعلیٰ کی ذمہ داریاں، جمعیۃ العلماء کے پرچے ''مسلم'' پھر ''الجمعیۃ'' میں ادارتی ذمہ داری نبھاتے ہوئے تاریخی و تحقیقی مضامین لکھے۔ عربی کتاب کا ترجمہ، دکن کی تاریخ، انگریزوں کی مکاریوں اور مسلم دشمنیوں کے مضامین و کتب پھر ''الجہاد فی الاسلام'' کی تصنیف نے مقصد تخلیق مودودیؒ کو متعین کر دیا۔ ←

اصل مشن اور اس کے لائحۂ عمل کو ان الفاظ میں بیان کیا:

''حقیقت یہ ہے کہ ہم اب ایک ایسے مرحلے پر پہنچ چکے ہیں جہاں مسلسل تجربے نے یہ بات ثابت کر دی ہے کہ اسلام اور جاہلیت کا یہ ملا جلا مرکب ، جو اَب تک ہمارا نظامِ حیات بنا رہا ہے، زیادہ دیر تک نہیں چل سکتا۔ یہ اگر چلتا رہا تو دنیا میں بھی ہماری کامل تباہی کا موجب ہوگا اور آخرت میں بھی۔ اس لیے کہ اس کی وجہ سے ہم اس حالت میں مبتلا ہیں کہ ؎

ایماں مجھے روکے ہے تو کھینچے ہے مجھے کفر

نہ ہم امریکا، روس اور انگلستان کی طرح پوری یک سوئی کے ساتھ اپنی دنیا ہی بنا سکتے ہیں، کیوں کہ ایمان و اسلام سے ہمارا جو تعلق قائم ہے، وہ ہمیں اس راستے پر بے محابا نہیں چلنے دیتا، اور نہ ہم ایک سچّی مسلمان قوم کی طرح اپنی آخرت ہی بنا سکتے ہیں، کیوں کہ یہ کام ہمیں وہ جاہلیت نہیں کرنے دیتی جس کے بے شمار فتنے ہم نے اپنے اندر پال رکھے ہیں۔ اس دو دلی کی وجہ سے ہم کسی چیز کا حق بھی پوری طرح ادا نہیں کر سکتے۔ نہ دنیا پرستی کا، نہ خدا پرستی کا۔ اس کی وجہ سے ہمارا ہر کام، خواہ دینی ہو یا دنیوی، دو متضاد افکار اور رجحانات کی رزم گاہ بنا رہتا ہے، جن میں سے ہر ایک دوسرے کا توڑ کرتا ہے اور کسی فکر و رجحان کے مطالبے بھی کماحقہ پورے نہیں ہونے پاتے۔ یہ حالت بہت جلد ختم کر دینے کے لائق ہے۔ اگر ہم اپنے

← جنوری 1929ء سے مارچ 1937ء دوران قیام حیدرآباد، اسلامی تہذیب کے اصول ومبادی، قرآن وسیرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے علمی اور عملی تقاضے، ملک وملت اسلامیہ ہند کے تناظر میں اسلامی زندگی اور اس کے بنیادی تصورات، دکن کی سیاسی تاریخ کے بعد دینی تعلیم کے حصول کے نئے نہج کا عالمگیر تعارف۔ ''دینیات'' نصابی کتاب پندرہ دن کے اندر تصنیف کی جو اسلام کی تعلیمات اور تحریر و تاثیر میں بے چین حق کے متلاشیان کو مسلمان بنانے میں اپنی مثال آپ ہے۔ جنوری 1933ء سے اپریل 1933ء بحیثیت مضمون نگار۔ پرچہ ''ترجمان القرآن'' ماہ نامہ۔ ابومحمد مصلح مدیر، پھر مئی 1933ء سے 1941ء مالک ومدیر ماہ نامہ ''ترجمان القرآن۔'' علوم ومعارف قرآنی وحقائق فرقانی کا ذخیرہ۔ پھر اگست 1941ء سے 1979ء تک جماعت اسلامی ''تحریک اسلامی، اور فریضۂ اقامت دین کا داعی، اور نقیب رہا۔ اپنی حیات میں منتخبہ مقصد حیات کے لیے معاونین اور نائبین کی تربیت واصلاح کا فریضہ انجام دیا۔ ''ترجمان القرآن'' کی ادارت کے لیے امین احسن اصلاحیؔ صاحب، مسعود عالم ندویؔ صاحب، نعیم صدیقی صاحب، ملک غلام علی صاحب، عبدالحمید صدیقی صاحب کو تیار کیا اور 1972ء سے جماعت کی امارت وقیادت سے دست بردار ہو کر میاں طفیل محمد کو قیادت سونپ دی اس طرح اتباع سنت رسول ﷺ میں، افراد سازی کا قابل تقلید تاریخی کام انجام دیا۔ الحمدللہ رب العالمین۔

سید ابوالاعلیٰؒ کی عمر 44 سال اور 45 سال تک کا دور اور 46 سال کا ابتدائی دور ایک مکمل کتاب کا متقاضی ہے۔ بہر حال 3/جون 1947 تک پاکستان بننے کا یقین نہیں تھا۔ برطانوی حکومت کے اعلان کے بعد انگریز، کانگریس، مسلم لیگ، تمام ہندو اور مسلمان حیرت زدہ تھے، اب کیا ہوگا؟ کیسا ہوگا؟ ←

دشمن نہیں ہیں تو ہمیں بہرحال یک سُو ہو جانا چاہئے۔“

14/اگست 1947ء ۲۷/رمضان المبارک ۱۳۶۶ھ کی شب یعنی لیلۃ القدر کو پاکستان کے نام سے اور 15/اگست 1947ء مطابق ۲۷/رمضان المبارک ۱۳۶۶ھ کے دن کو ہندوستان کے نام سے دو ملک معرض وجود میں آگئے۔

15/اگست سے 30/اگست 1947ء تک کی دُکھ بھری داستان ”دارالاسلام۔“

16/اگست کی صبح تک ”دارالاسلام“ کو پاکستان کا حصّہ بتایا گیا۔ راتوں رات 17/اگست کو حد بندی کمیشن کا اعلان آیا کہ گرداس پور کا ضلع ہندوستان کو دے دیا گیا۔ بٹالہ، پٹھان کوٹ کے مسلم افسروں کی جگہ ہندو اور سکھ افسر مقرر کر دیے گئے۔ 15/اگست اور 19/اگست کو آس پاس کے مسلمان ”دارالاسلام“ میں آنے لگے۔ صرف ایک تھری ناٹ تھری (303) رائفل اور صرف دو کارتوسی بندوق محض یہی ہتھیار تھے۔ چودھری نیاز علی صاحب نے ہتھیار و اسلحہ، یا دوسری کسی بھی قسم کے تعاون سے انکار کر دیا۔ اس نازک و سنگین صورتحال میں سید ابوالاعلیٰؒ نے ایک فوجی سپہ سالار کا رول ادا کیا اور ”دارالاسلام“ کی مختصر ڈیڑھ دو سو افراد کی بستی میں ڈھائی تین ہزار پناہ گزیں جو جمع ہو گئے، اللہ کی مدد و نصرت سے ان سب کے محافظ بنے ہوئے تھے۔ مومنانہ حکمت عملی اور اولوالعزمی سے کام لیا۔

← 3/جون 1947ء کو نئے وائسرائے لارڈ ماونٹ بیٹن نے، قائداعظم محمد علی جناح، پنڈت جواہر لعل نہرو، ولبھ بھائی پٹیل، لیاقت علی خاں، کرپلانی، بلدیو سنگھ، عبدالرب نشتر کو دہلی بلایا اور تقسیم ہند کا پلان رکھ دیا۔ جس میں پنجاب، بنگال، سندھ کی تقسیم اکثریت اور اقلیت کی بنیاد پر تھی۔ اخبارات اور ریڈیو کے ذریعہ عوام کو علم ہوا۔ مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ اپنے پورے خاندان، والدہ، بیوی، بچوں، اور مرکزی مکتبہ جماعت اسلامی، مرکزی افراد اور ارکان جماعت کے ساتھ دارالاسلام پٹھان کوٹ میں موجود تھے۔ پٹھان کوٹ مسلم اکثریتی علاقہ تھا اور پاکستان کا جز تھا۔ جولائی اگست میں تقسیم میں دھاندلیاں ہوئیں، باونڈریاں بدل گئیں۔ پنجاب کی باونڈری کمیشن کے سامنے قادیانیوں کے وکیل ظفر اللہ خاں نے مسلمانوں کے نمائندے کی حیثیت سے پیش کیا، لیکن قادیانیوں کو مسلمانوں سے الگ ملت کی حیثیت سے درج کروایا اور اس سازش کی وجہ سے ضلع گرداس پور مسلمانوں کی اکثریت کو اقلیت میں تبدیلی کا سبب بن گیا۔ اس طرح غیر مسلم قادیانیوں کی سازش کی بدولت پٹھان کوٹ اور جماعت اسلامی کا مرکز ”دارالاسلام“ ہندوستان کا جز بن گیا۔ جولائی کے اواخر تک ملک وملت کے حالات آزادی اور تباہی کے قریب پہنچ چکے تھے۔

صوبہ سرحد، پنجاب سندھ کے ہندوؤں اور سکھوں نے انخلا کی اسکیم بنائی، ہندو اور سکھ اپنی جائیدادیں گھر، کارخانے، اچھی قیمتوں پر بیچ بیچ کر اپنی ضروریات کے سامان ٹرکوں میں لادلاد کر مشرقی پنجاب، دہلی، یوپی کی طرف منتقل ہوتے رہے۔ پورے ملک میں مسلمانوں پر ظلم ہوتا رہا۔ بعض جگہ ہندوؤں اور سکھوں پر نادان اور بے دین مسلمانوں نے بھی زیادتیاں کیں، جس کا اثر پورے ہندوستان کے مسلمانوں پر پڑا اور اشتعال بڑھتا گیا۔ حکومت نے تماشائی اور بعض جگہ ظالم اور ظلم کے حصّہ داری کا رول ادا کیا۔

ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ أَيْدِي النَّاسِ لِيُذِيقَهُم بَعْضَ الَّذِي عَمِلُوا لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ ﴿٤١﴾

(سورۃ الروم:۴۱) ←

سرزمین ہند پر جماعت اسلامی کی طرف سے پہلی شہادت ۔ خاص اور مستقل محافظ عبدالرحمٰن صاحب ہندو اور سکھ ٹولی کے کئی افراد سے دلیری کے ساتھ مقابلہ کرتے ہوئے 26/اگست 1947ء کی شب شہید ہوگئے ۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ۔

27/ 28/ 29/اگست کو کمزوروں ، بچوں اور عورتوں کو ''دارالاسلام'' سے پٹھان کوٹ بھجوایا گیا۔ لوگ مولانا مودودیؒ کو خطرات کے پیش نظر 16/اگست سے لاہور چلے جانے کا مشورہ دے رہے تھے۔ مولانا مودودیؒ نے حضور اکرم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے حقیقی متبع کا عملی ثبوت ہجرت میں بھی پیش فرماتے ہوئے فرمایا:

''میں یہاں سے جانے والا آخری فرد ہوں گا۔''

تمام پناہ گزیں عورتیں ، بچے اور کمزور لوگوں کے چلے جانے کے بعد ۔ 30/اگست کو سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ تمام دوسرے باقی بچے ہوئے ساتھیوں کے ساتھ فوجی گاڑی میں قدم قدم پر خطرناک حالات کا سامنا کرتے ہوئے لاہور پہنچے۔

مجاہد اعلیٰ سید ابوالاعلیٰ کا جنگی محاذ پر تاریخی کردار

15/اگست سے 30/اگست کے ایام جماعتِ اسلامی ، دار الاسلام ، قائد اعلیٰ سید ابوالاعلیٰؒ کی قیادت ، تدبر ،

← 1947ء میں پورے ملک میں تقسیم ہند کے نتیجہ میں ہونے والے المیہ فسادات ، انسانوں کے ہاتھوں انسان نما درندوں کی دکھ بھری وعبرت ناک داستان کا گہرائی سے مطالعہ ہر باضمیر انسان کا فریضہ ہے۔

1947ء آزادیٔ ہند کے نتیجہ میں جو تباہیاں شمالی ہند ، جنوبی ہند ، مشرقی ہند اور مغربی ہندوستان اور پورے ملک میں ہوئیں ان کی تفصیلات جناب فاروق ارگلی کی (630) صفحات پر مشتمل کتاب ''داستانِ 1947ء'' اشاعت اول 2011ء۔ ناشر فرید بک ڈپو۔ دہلی ۔ کا مطالعہ بہت مفید رہے گا۔

اس کے ساتھ سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ کی کتاب ''تحریک آزادی ہند اور مسلمان'' کا مطالعہ بھی اہمیت کا حامل ہے۔ سید مودودیؒ کے مضامین ماہنامہ ''ترجمان القرآن'' میں ''مسلمان اور سیاسی کشمکش'' کے عنوان سے 1938ء 1939ء اور 1940ء میں شائع ہوتے رہے ہیں جو سید مودودیؒ کی مومنانہ فراست اور اعلیٰ بصیرت کے حامل اور اس صدی کے قائد اعلیٰ ہونے کا ثبوت پیش کرتی ہیں۔

مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ پورے حالات پر دردمندانہ ، ایمان دارانہ ، انسانیت کے ناطے نظر رکھتے رہے۔ حضور اکرم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت اور اللہ کے احکامات اور قرآنی فرامین کے مطابق ان ہنگامی حالات کا مومنانہ مقابلہ اور مسلمانانِ پاکستان اور ہندوستان کو تمام مسائل ومصائب کا حل قرآن وسنت میں تلاش کرنے کی جانب رہنمائی کا فریضہ بھی انجام دیتے رہے۔

(مضمون ، سوانح سیدی مودودیؒ ، مرتب: احمد ابوسعید)

صلاحیت اور عزیمت کے یادگار و تاریخ ساز ایام ہیں۔ 24 گھنٹے مسلح پہرے داری۔ پناہ گزینوں سے ہمدردی، قیام و طعام کا انتظام، پانچ وقت اذان کے ساتھ نماز با جماعت کا اہتمام و امامت کا فریضہ انجام دیتے رہے۔

یکم ستمبر 1947ء پاکستان پہنچتے ہی سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ اپنے اہل و عیال (جو پہلے ہی لاہور پہنچ گئے تھے) ان کی خبر گیری و ملاقات کے فوری بعد ہی مہاجرین کی خدمت میں لگ گئے۔

پھر مولانا مودودیؒ نے پہلا کام پنجاب کے وزیرِ اعلیٰ کو کشمیر جانے والی سڑک پر فوراً قبضہ کر لینے کا مشورہ دیا تاکہ کشمیر کا مسئلہ پیدا نہ ہو جو بعد میں ہند اور پاکستان کی جنگ اور دشمنی کا باعث نہ بنے۔ اور مسلمانانِ کشمیر بھی آزادی اور امن سے رہ سکیں اور برصغیر ہندوستان و پاکستان ایک پُرامن فضا میں ترقی کر سکے۔

مولانا مودودیؒ کا دوسرا کام مہاجرین پاکستان کی مدد، ان کے قیام وطعام (Food and Shelter) کا انتظام۔ اپنے بیوی بچوں اور جماعت کی جائدادیں، خود غرضی اور Claims کا کام ہی نہیں کیا بلکہ پاکستان کو پاکستان اور ایک اسلامی ملک بنانے کی فکر دامن گیر رہی۔

ہجرت سے قبل جماعتِ اسلامی کے مرکز ''دارُالاسلام'' پٹھان کوٹ پر ہندوؤں نے یلغار کر دی۔ دوسرے اور ارکان کے ساتھ خود مولانا مودودیؒ بندوق لیے رات رات بھر چوکنّا مدافعت کے لیے تیار رہے۔ (25) افرادِ جماعت نے ''دار الاسلام'' میں جملہ سولہ گھروں کے چالیس چھوٹے چھوٹے کمروں میں تین ہزار (3000) مسلمانوں کی جان و آبرو کی حفاظت کی۔ عورتوں کا کام جہاں گھر چلانے اور انسانیت سازی کا ہے وہیں ضرورت پڑنے پر دینی حدود میں رہتے ہوئے فوجی تربیت اور خود کو اعلیٰ تعلیم سے بھی آراستہ کرنا ضروری ہے۔ ''دارُالاسلام'' کی عورتوں کو دفاع (Self Defence) کی تربیت دی۔ جب مسلمانوں کا جبری انخلاء شروع ہو گیا اور تمام تین ہزار (3000) لوگ پاکستان چلے گئے تو سب سے آخر میں منتقل ہونے والوں میں سید مودودیؒ شامل تھے۔

افراد کے ہاتھوں میں ہے اقوام کی تقدیر
ہر فرد ہے ملت کے مقدر کا ستارہ

اقبالؔ

سید مودودیؒ نو مولود پاکستان کے شہر لاہور یکم ستمبر 1947ء کو 5A-Zeeldar Park منتقل ہو گئے اور یکم ستمبر تا 24 ستمبر 1947ء مہاجرین کے ریلیف کے کاموں میں جماعتِ اسلامی کے ساتھ دن رات جُٹے رہے۔ اور

اتباع رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا عملی نمونہ بطور ایک خادم رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پیش کیا۔[1]

فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ ۚ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ ۖ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ وَشَاوِرْهُمْ فِي الْاَمْرِ ۚ فَاِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِيْنَ ﴿١٥٩﴾ (آل عمران)

(اے پیغمبر محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) یہ اللہ کی بڑی رحمت ہے کہ تم اِن لوگوں کے لیے بہت نرم مزاج واقع ہوئے ہو ورنہ اگر کہیں تم تندخو اور سنگ دل ہوتے تو یہ سب تمہارے گردوپیش سے چھٹ جاتے ، اِن کے قصور معاف کر دو، اِن کے حق میں دعائے مغفرت کرو، اور دین کے کام میں ان کو بھی شریک مشورہ رکھو، پھر جب تمہارا عزم کسی رائے پر مستحکم ہو جائے تو اللہ پر بھروسہ کرو، اللہ کو وہ لوگ پسند ہیں جو اُسی کے بھروسے پر کام کرتے ہیں۔

---

[1] پٹھان کوٹ سے لاہور تک کی تفصیلات کی یہ مختصر کتاب متحمل نہیں ہے مگر یہ سیرتِ مودودیؒ کا نہایت اہم جز ہے۔ عمر 35 سال 1938ء کی ہجرت نمبر 12۔ حیدرآباد سے لاہور پنجاب تک کی تفصیلات آ چکی ہیں ''دارالاسلام'' کے قیام سے جماعتِ اسلامی کے قیام تک۔ جماعت اسلامی کے قیام سے تقسیم ہند تک مختلف حالات اور ہجرتوں کا احاطہ وتفصیلات اپنی ممکنہ سعی وکوشش کے باوجود اس مختصر سوانح میں مشکل ہے۔ سنت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع میں دعوتِ دین کے ساتھ ہجرت وجہاد، صبر واستقامت، ایثار وقربانی لازم وملزوم ہیں۔

عمر 44 سال۔ 24/ستمبر 1947ء تک سید مودودیؒ کی فی سبیل اللہ سعی وجہد مسلسل کے ساتھ ہجرت کی سنت پر عمل کی مثال بیسویں صدی میں سب سے ارفع واعلیٰ ہے۔ اس کتاب ''عصر حاضر کے قائداعلیٰ : سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ'' کا انگریزی زبان میں ترجمہ بھی کروا دیا ہوں اور مترجم ڈی عبدالکریم صاحب میرے گھر میں قیام کے دوران ان ضروری تفصیلات کو اختصار کے ساتھ جمع کیا ہے۔ اور وہ کتاب کا نام ہے:

"Moulana Syed Abul Aala Madoode The Great Leader of our Time"

(مرتب)

جولائی 1947ء میں انڈیا میں کانگریس گورنمنٹ بنی۔ گاندھی جی نے اپنے وزیروں کو سادگی کی زندگی گزارنے کا مشورہ دیتے ہوئے کہا: ''میں رام چندر جی اور کرشن جی کا حوالہ نہیں دے سکتا کیونکہ وہ تاریخی ہستیاں نہیں تھیں۔ میں مجبور ہوں کہ سادگی کی مثال کے لیے ابوبکرؓ اور عمرؓ کے نام پیش کروں۔ وہ بہت بڑی سلطنت کے حاکم تھے، پر انہوں نے فقیروں والی زندگی گزاری۔'' (ہندی ہفت روزہ۔ دہلی، ہریجن: 27-07-1947)

30/جنوری 1948ء کو ''گاندھی جی'' کو ایک ہندو دہشت پسند (Terrorist) آر ایس ایس تحریک کا نمائندہ ''نتھورام گوڈسے'' نے گولی مار کر قتل کر دیا۔ یہ بھارت کی بدقسمتی ہے کہ موجودہ RSS کی پالتو BJP حکومت نے گوڈسے کو اپنا ہیرو بنا لیا ہے۔



تصویر: 1930ء

عصر حاضر کے امامُ العَالَم وقائد اعلیٰ

سیّد ابوالاعلیٰ مودودی رحمۃ اللہ علیہ

حیات وخدمات، ماہ وسال کے آئینہ میں

حصۂ اول

ستمبر 1903ء تا ستمبر 1947ء

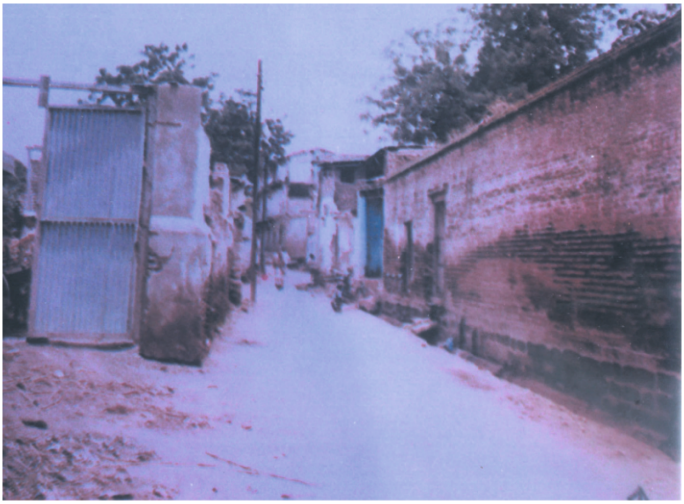
مرتب: احمد ابوسعید



مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ اپنے گھر، دفتر اور لائبریری میں ۔ 1976ء



مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ کی ایک نایاب تصویر





چیلا پورہ گلی جہاں مولانا مودودیؒ کا پیدائشی گھر تھا۔

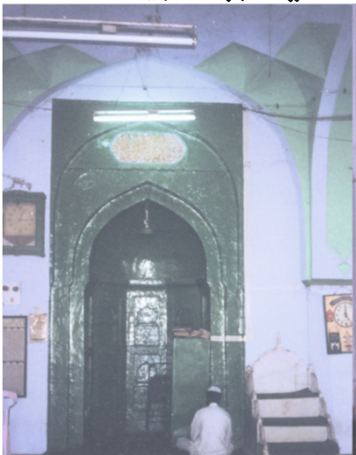
ایک منزلہ گھر کے اوپر کا کمرہ۔ بوسیدہ۔1986ء





مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ 25 ستمبر 1903ء جمعہ کی اذان سے قبل ساڑھے گیارہ بجے دن پیدا ہوئے۔





اورنگ آباد۔ مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ کے گھر کے بالکل سامنے کی مسجد محلہ چیلا پورا کے منبر و محراب کا منظر۔ (فوٹو:1999- مرتب: احمد ابوسعید)

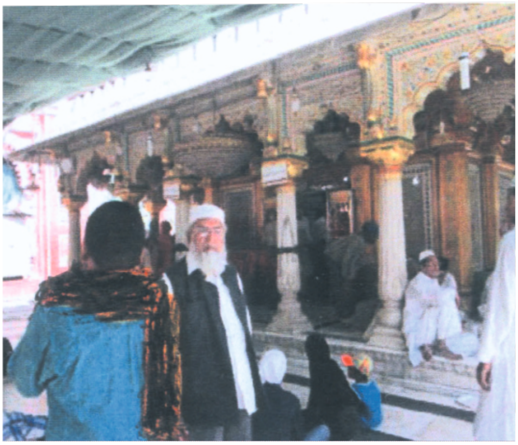


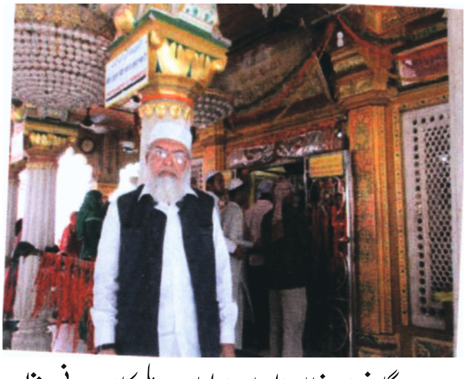
مولانا مودودیؒ کے والد صاحب کا آفس، مسجد سے متصل وکالت خانہ



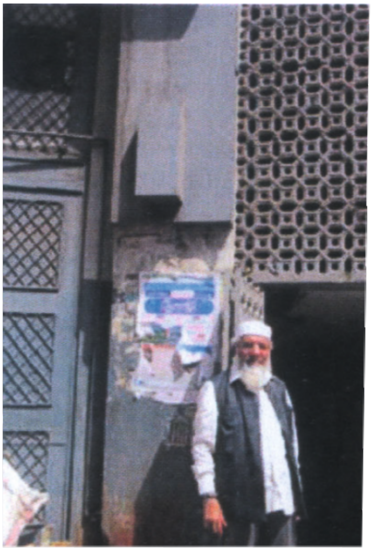


عرب کی سرائے نظام الدین ۔نئی دہلی کے مختلف مناظر (فوٹو:2015)





درگاہ خواجہ نظام الدین اولیاء۔دہلی کا اندرونی منظر
(مرتب: احمد ابوسعید، جون 2015ء)







بستی نظام الدین اولیاء۔دہلی بنگلہ والی مسجد کا بیرونی منظر

مولانا مودودیؒ کے والد سید حسن مودودیؒ اورنگ آباد سے 1904 میں عرب سرائے دہلی آئے اور ترک دنیا، تزکیہ نفس میں انہماک کے لیے اسی مسجد کو منتخب کیا۔

مولانا الیاسؒ نے بنگلہ والی مسجد کو 1926ء سے تبلیغی جماعت کا مرکز بنایا

(مرتب: احمد ابوسعید، جون 2015ء)



مولانا سیدابوالاعلیٰ مودودیؒ کی قیام گاہ۔اورنگ آباد۔باب الداخلہ ایک منزلہ مکان خستہ اور بوسیدہ حالت میں۔(1999ء)



سیدابوالاعلیٰ مودودیؒ نے اس اسکول میں دوڈھائی سال تعلیم حاصل کی۔
(1913ءتا1916ء)



مدرسہ فوقیانیہ شرقیہ اونگ آباد، جہاں مولانا محترم نے جماعت رُشدیہ میں داخلہ لیااور تعلیم حاصل کی۔آج کل یہاں ضلع پریشد کا دفتر ہے۔



اورنگ آباد کی وہ مسجد جہاں ابوالاعلیٰ مودودیؒ نے پہلی مرتبہ اذان دیا۔



وہ جامع مسجد اورنگ آباد جہاں سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ نماز جمعہ ادا کیا کرتے تھے۔





دارالعلوم، کالی کمان، پنجہ شاہ، حیدرآباد، جہاں مولانا مودودیؒ آٹھ ماہ زیر تعلیم 1917ء میں رہے۔





دارالعلوم کا اندرونی حصہ۔ سامنے ہیڈ ماسٹر کا روم، حمید الدین فراہی صاحب دارالعلوم کے صدر مدرس تھے۔



دارالعلوم، کالی کمان مسجد، جہاں ہر روز حمید الدین فراہی صاحب درس قرآن دیتے تھے، شکیل احمد انور صاحب کے مطابق اس درس میں مولانا مودودیؒ پابندی سے شرکت کرتے تھے۔





چنچل گوڑا، ہائی اسکول، جہاں مولانا مودودیؒ کے نانا، مرزا قربان علی بیگ سالک 1894 میں ہیڈ ماسٹر تھے۔ رفعت اللہ غوری، ہیڈ ماسٹر اور احمد ابوسعید





مولانا مودودی 15 سال کی عمر میں چنچل گوڑا اور دبیر پورہ کے درمیان کسی جگہ مقیم رہے
نانا کے گھر میں والدہ کے ساتھ قیام، اس گھر کی یقینی نشاندہی نہ ہوسکی







حیدرآباد کے سنٹرل لائبریری جہاں مولانا مودودیؒ اکثر مطالعہ کے لیے جایا کرتے تھے اور کئی کئی گھنٹوں مطالعہ میں مصروف رہتے تھے۔



حمیدیہ دارالمطالعہ، سنٹرل لائبریری پھر اسمبلی اب وجلنس آفس

سید ابوالاعلیٰ مودودی عمر 18، 19 سال پھر 21 سے 23 سال کے دوران بھوپال اور دہلی آتے جاتے رہے ہیں۔ بڑے بھائی ابومحمد مودودی بھوپال میں تھے اور وہ سید ابوالاعلیٰ کو بہت چاہتے اور قدر کرتے تھے۔





دارالعلوم، تاج المساجد بھوپال جہاں مولانا محترم بھوپال کے قیام کے زمانہ میں نماز جمعہ ادا کرتے تھے۔



مولانا آزاد سنٹرل لائبریری۔ بھوپال







لائبریرین محمد عتیق صاحب، جن کے والد صاحب بھی لائبریرین تھے جب مولانا مودودیؒ اپنے قیام بھوپال ودہلی 1918-1920 پھر 1922-1925 (وقفہ،وقفہ) کے دوران اس میں آیا کرتے تھے۔ آٹھ آٹھ، دس دس گھنٹے مطالعہ میں مصروف رہتے، اردو، فارسی اور عربی کے کتب زیر مطالعہ رہتے۔ (تصویر:1999ء، مرتب)

احمد ابو سعید (تصویر:1999ء)

حمیدیہ دارالمطالعہ، سنٹرل لائبریری پھر اسمبلی اب ویجلنس آفس

(تصویر:1998)

مولانا حبیب الرحمن ندوی، ازہریؒ، بھوپال، مولانا مودودی سے بہت متاثر

مولانا عبدالمالک صاحب، رکن جماعت اسلامی بھوپال، مولانا مودودی کے تربیت یافتہ داعی





جبل پور۔کمان کے اندر ہفتہ روزہ تاج۔جبل پور کا دفتر اور پریس تھا۔
جبل پور کی وہ مسجد جہاں سید ابوالاعلیٰ مودودی کثر نماز ادا کرتے تھے۔
مسجد کا اندرونی حصہ۔ جہاں سید ابوالاعلیٰ مودودی نے 1920ء میں اپنی زندگی میں پہلی مرتبہ تقریر کی۔17 سالہ نوجوان کی یہ عوام وخواص سے پہلی تقریر تھی۔





جبل پور کا وہ مکان جہاں سید مودودیؒ رہا کرتے تھے۔اوپری منزل

سید زاہد علی صاحب جنھوں نے سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ کو بھوپال سے جبل پور لائے، اور تاج الدین صاحب نے اخبار ''تاج'' کی ادارت کی ذمہ داری مولانا محترم کو دے دی۔

جبل پور مسجد کا ممبر جہاں مولانا مودودیؒ نے مصلیوں سے پہلی مرتبہ خطاب کیا۔ یہ ان کی پہلی تقریر تھی۔ تقریر کا عنوان غالباً وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ﴿۵۶﴾ تھا۔

جبل پور۔ مسجد۔ بیرونی حصہ

مولانا مودودیؒ کی پیدائش جمعہ 25/ستمبر 1903

مرتب احمد ابوسعید 25/ستمبر 1998ء بروز جمعہ جبل پور ہی میں قیام کیا۔

جس وقت مولانا محترم کی 95 ویں یوم پیدائش تھی۔ مرتب نے امیر جماعت مولانا سراج الحسن صاحب کو یوم پیدائش پر ایک سیمینار منعقد کرنے کے تعلق سے خط لکھا۔

جامع مسجد جبل پور، اندھیر دھو

(۱) متولی مسجد جبل پور، (۲) احمد ابوسعید، مرتب (۳) رکن جماعت اسلامی جبل پور

جبل پور کا وہ گھر جہاں مولانا مودودیؒ ایک سال رہے۔ (تصویر: 1998ء)



مولانا سید الاعلیٰ مودودیؒ کے دہلی میں استاد محترم مولانا نیازی

مولانا عبدالسلام نیازی، جوانی کی ایک نادر تصویر

ترکمان گیٹ بازار، محلہ قدیم قبرستان، دہلی میں واقع وہ گھر جہاں مولانا نیازی رہا کرتے تھے۔ وہ کمرہ جہاں سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ دینی علوم، قرآن، حدیث و فقہ کا درس حاصل کرتے تھے۔



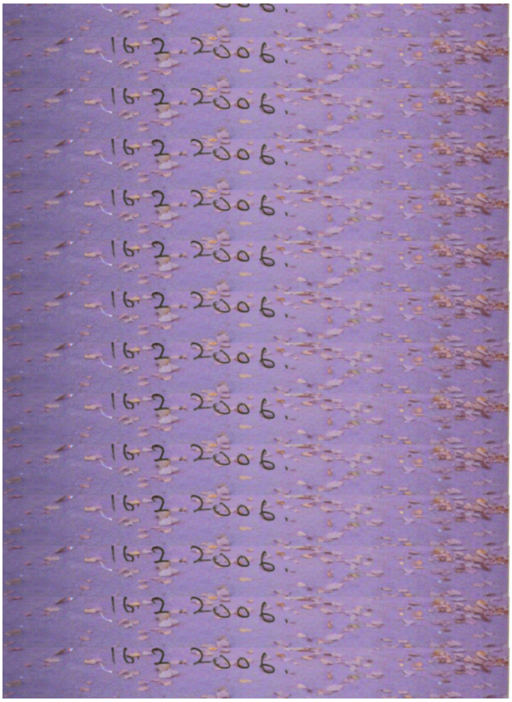
جون1924 تا دسمبر1928 اخبار ''الجمعیۃ'' دہلی کے ایڈیٹر رہے
ہفتہ روزہ پھر سہ روزہ مسلم دہلی
کوچہ ''پنڈت'' مولانا مودودی کی قیام گاہ

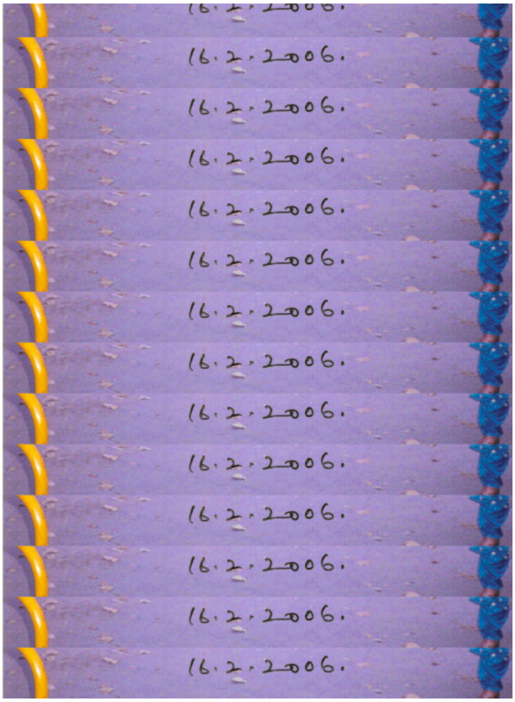
انتظار نعیم صاحب نے بتایا کہ مولانا کا گھر اور
دہلی کی وہ گلی ، کوچے جہاں مولانا مودودی
1921 سے 1928 رہا کرتے تھے۔
بلی ماران، قاسم جان، دہلی

دہلی میں مولانا مودودی کی قیام گاہ
(1921-1928)

شاہی جامع مسجد۔ دہلی (2015)

مؤلف احمد ابوسعید


16.2.2006.


16.2.2006.


تاج محل
2006ء



ڈی عبدالکریم میسور (انگلش مترجم الجہاد فی الاسلام) اور احمد ابوسعید (مرتب)



مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ کا قیام حیدرآباد۔ڈسمبر 1928ء سے مارچ 1938ء

ادارہ عالمگیر تحریک قرآن مجید کا دفتر (تصویر: 1997)

متصل مسجد عالمگیر ٹینک بنڈ ماہنامہ ''ترجمان القرآن'' کا اولین دفتر

سراج الصادقین حضرت کمال اللہ المعروف مچھلی والے شاہ

کنز العرفان ابوالایقان الحاج حضرت مولانا غوثی شاہؒ

دوران قیام حیدرآباد ، دکن 1928 تا 1938 مولانا سید ابو الاعلیٰ مودودیؒ علمی موضوعات پر گفتگو اور ملاقات کے لیے حضرت سید کمال اللہ المعروف مچھلی والے شاہ اور مولانا غوثی شاہ صاحب کے مجالس میں شریک ہوتے اور اکثر ٹانگے پر جاتے تھے۔

(راوی: حافظ ولی اللہ صاحب شیخ الفقہ الجامعہ نظامیہ)

1931 سید ابواعلیٰ مودودیؒ حیدر گوڑا، مسجد کی گلی میں رہتے تھے۔





(۱) متولی مسجد (۲) احمد ابوسعید (۳) حافظ عبداللطیف نظامی

مسجد زماں خاں شہید سے متصل ''ادارہ احیائے دین'' قائم تھا جس میں سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ نے ۱۹۲۹ء میں کلمہ کی بنیاد پر'' اتحاد بین المسلمین ایک تقریر کی تھی اور یہ مضمون ۱۹۳۲ کے ترجمان القرآن میں شائع ہوا تھا۔''کلمہ جامع'' یہ مقام، شاہ علی بنڈہ، حیدرآباد میں واقع ہے۔(تصویر:2015)

اس مدرسہ میں حیدرآباد کے معروف، مذہبی، علمی وادبی اصحاب جمع ہوتے تھے۔شمالی و جنوبی مشرقی ومغربی ہند کے تصنیفی اور تصوف کے قابل قدر علمی احباب جمع ہوتے تھے۔

مدرسہ محبوبیہ، قدیم ترین مدرسہ ۱۲۹۰ھ

جہاں حاکم دکن، میر محبوب علی خاں اور میر عثمان علی خاں نے تعلیم حاصل کی۔ایک پرچہ 'مولوی' کے نام سے نکلتا تھا، جس میں سید ابوالاعلیٰ مودودی کے مضامین شائع ہوتے تھے۔ ۱۹۲۹ء





اعظم اسٹیم پریس۔مغل پورہ۔قدیم بلڈنگ کے آج بھی آثار باقی ہیں۔ (تصور:2015)
ترجمان القرآن۔ابتداء 1932 تا 1933 یہیں سے شائع ہوتا تھا۔
پھر دارالاسلام کے زمانے 1942 سے 1945 تک حیدرآباد سے شائع ہوکر بھجوایا جاتا تھا۔



عثمان گنج کی مسجد جس میں مولانا مودودیؒ عموماً نمازِ ظہر ادا کرتے تھے۔



(تصویر:2015)



فصیح جنگ کے روبرگلی جہاں 1937-1938ء میں ایک دواخانہ میں کاروباری حصہ داری تھی، مولانا دارالاسلام جانے سے قبل یہ کاروبار سے اپنا حصہ فروخت کردیا۔

فصیح جنگ کی مسجد کا بیرونی اور اندرونی منظر (تصویر:2015)
اس مسجد میں مولانا مودودیؒ نماز عصر ومغرب ادا کرتے تھے۔



مالاکنٹہ معظم جاہی مارکٹ کے روبرو مسجد کا اندرونی منظر۔



مالاکنٹہ کی مسجد کا بیرونی منظر (تصویر:2015)



ایک روایت کے مطابق مسجد مالاکنٹہ سے متصل دومنزلہ بلڈنگ جس میں سید مودودیؒ اپنے بھائی ابوالخیر مودودی کے ساتھ اوپری منزل میں قیام پذیر تھے۔



معظم جاہی مارکیٹ۔ نشاۃ ثانیہ کا مکتبہ



جامع مسجد خیرت آباد۔ جہاں جمعہ کی نماز ادا کرتے تھے۔



متصل مدرسہ جامع مسجد خیرت آباد

(1936-1938) جب کہ وہ لکڑی کے پل، متصل ریڈ ہلز کے قریب مقیم تھے۔



ایک روایت کے مطابق سید مودودیؒ شادی سے پہلے حیدرآباد میں
واقع لکڑی کے پل اور ریڈ ہلزس مقابل گلی میں قیام پذیر تھے۔



1937ء شادی کے بعد رونددرا بھارتی کے پیچھے والی گلی میں
چند ماہ قیام فرماتے تھے۔ جو حیدرآباد میں آخری قیام گاہ تھی۔





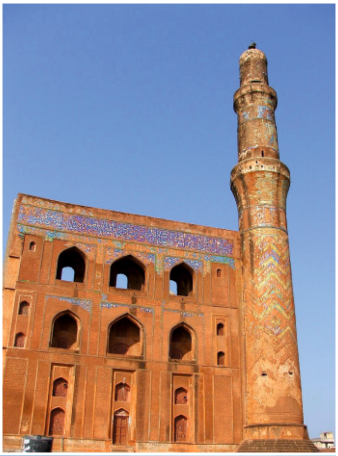




افسر جنگ کی مسجد۔آخری زمانہ قیام حیدرآباد اکثر نمازیں اسی مسجد میں ادا ہوتیں تھی۔

اسمبلی، شاہی مسجد باغ عامہ، حیدرآباد سے متصل مسجد









دوران قیام حیدرآباد مولانا مودودیؒ بیدر کے مدرسہ محمود گاوَں اور تاریخی مقامات کا مشاہدہ کیا تھا۔ 1930ء

حیدرآباد کے وہ تاریخی مقامات جہاں مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ کبھی کبھی جایا کرتے تھے۔



چار مینار



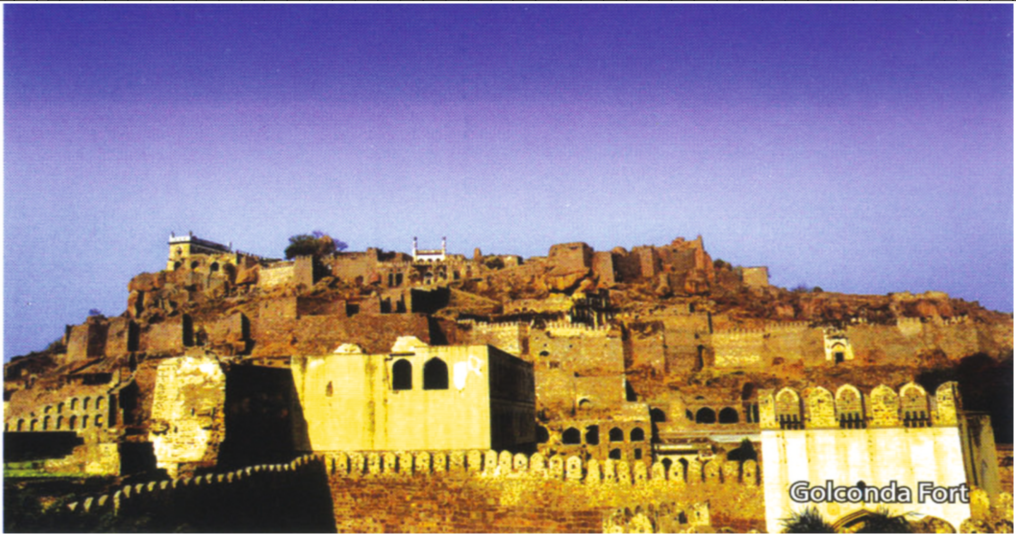
مکہ مسجد حیدرآباد، دکن


Assembly of Hyderabad



Salar Jung Museum


Chaumahalla Palace


Golconda Fort


Osmania University


NIZAM COLLEGE

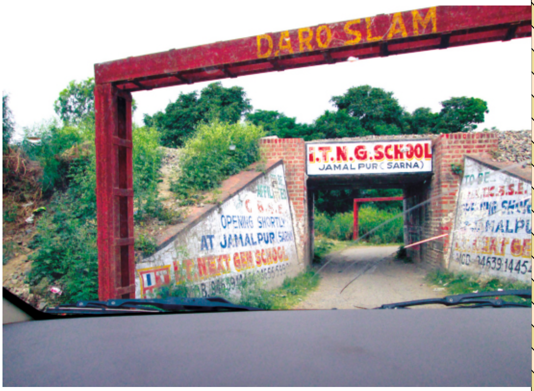

P.G. COLLEGE OF LAW
OSMANIA UNIVERSITY
BASHEERBAGH HYD.1
CENTRE FOR SOCIAL JUSTICE


High Court of Hyderabad


Qutubshahi Tomb


Falaknuma Palace

ادارۂ دارالاسلام، جمال پور، پٹھان کوٹ کی چند یادگار تصاویر













دارالاسلام کا غیر آباد علاقہ جہاں سے عالمگیر اسلامی نظام کی تحریک کے لیے جانثار مخلص پورے برصغیر ہند، کشمیر سے سری لنکا اور افغانستان سے بنگال تک سے رفقاء تعلیم وتربیت کے لئے جمع ہوئے تھے۔

مرتب احمد ابوسعید نے ۳/جون ۲۰۱۵ء کو اس نورانی بستی کی زیارت اپنے رفقاء، حافظ رفیق احمد حیدر آباد، عارف اقبال ایڈیٹر اردو بک ریویو، دہلی، ارشد سراج مکی وانصاری صاحب کے ساتھ

مرتب مولانا مودودیؒ کی قیام گاہ میں نمازِ شکرانہ اور سجدہ شکر ادا کرتے ہوئے۔




وہ کنواں جہاں سے پوری دارالاسلام بستی کو پانی فراہم کیا جاتا تھا۔






دارالاسلام کی وہ مسجد جہاں ہر جمعہ خطبہ اور درس وتدریس کا کام کیا جاتا تھا۔
کتاب ''خطبات'' انہی خطبات جمعہ کا مجموعہ ہے۔



دارالاسلام کی بستی

دارالاسلام، پٹھان کوٹ میں مولانا مودودیؒ کا قیام

1۔ 18/مارچ 1938ء تا 26/جنوری 1939 (11 ماہ آٹھ دن)

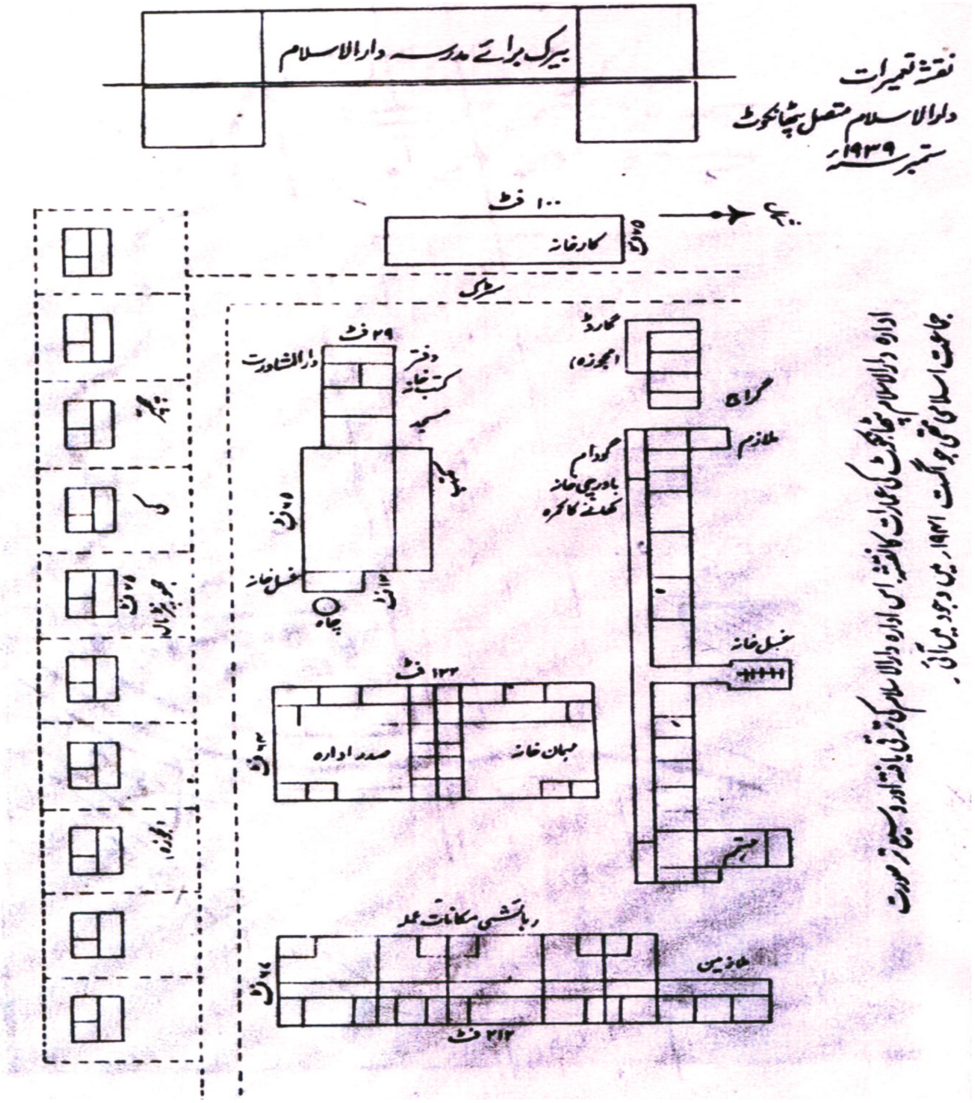
2۔ 5/جون 1942ء تا یکم ستمبر 1947ء (5 سال 2 ماہ 25 دن)

درمیانی دور 27/جنوری 1939 سے 5/جون 1942 لاہور (3 سال 5 ماہ 18 دن)

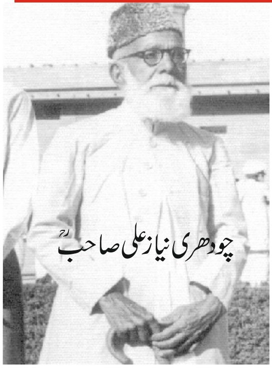
اس طرح کل قیام دارالاسلام۔ 6 سال 2 ماہ 3 دن

تاسیسی اجتماع، جماعت اسلامی: 25 اگست تا 31 اگست 1941ء (لاہور)

تفہیم القرآن لکھنے کی شروعات محرم ۱۳۶۱ھ، م فبروری 1942ء لاہور سے ہوئی۔



جماعت اسلامی کے وہ اشخاص جن کو مولانا مودودیؒ کی راست تربیت و رفاقت نصیب ہوئی۔



چودھری نیاز علی صاحبؒ



مرتب احمد ابوسعید اور جناب ابوالبیان حماد عمری، بنگلور (تصویر: مارچ 2015)



مرتب احمد ابوسعید اور جناب عبدالرؤفؒ، امیر حلقہ پنجاب (تصویر: مارچ 2015)



مرتب احمد ابوسعید اور جناب حسنین سیدؒ، امیر حلقہ آلہ آباد (تصویر: 1999)



منظور الحسن ہاشمی ناظم درسگاہ اسلامی رام پور

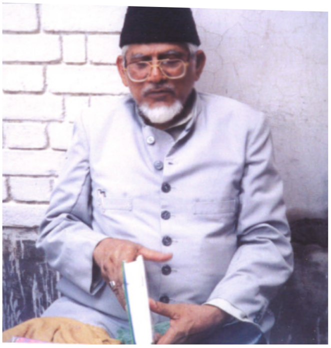


مرتب احمد ابوسعید، جناب محمد شفیع مونس صاحبؒ اور ڈاکٹر فضل الرحمن فریدیؒ (تصویر: نومبر 2006)





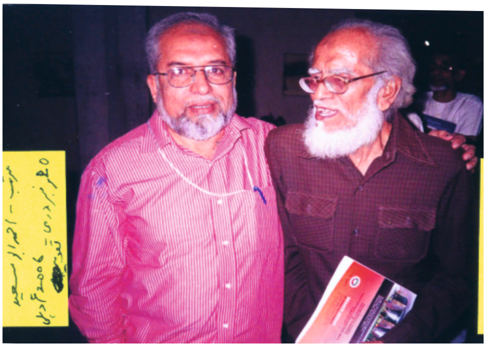
مولانا عامر عثمانی فاضل دارالعلوم دیوبند مدیر ماہنامہ ''تجلی''



مولانا محمد فاروق خاں صاحب،
مترجم قرآن (تصویر:2015)



جناب اقبال ملا صاحب، محترم سراج الحسن صاحب امیر جماعت ، عبداللہ صاحب اور جناب امام الدین صاحب
اسلامک سنٹر و مسجد شیخ مہتاب ہمنا آباد۔ متولی احمد ابوسعید بن شیخ مہتاب (1998)



نذیر احمد کلکتہ، مولانا مودودیؒ کے خادم
اور مرتب احمد ابوسعید (2006، دہلی)



مرتب احمد ابوسعید اور حمایت المقیت صدیقی، رکن جماعت (تصویر:1996)



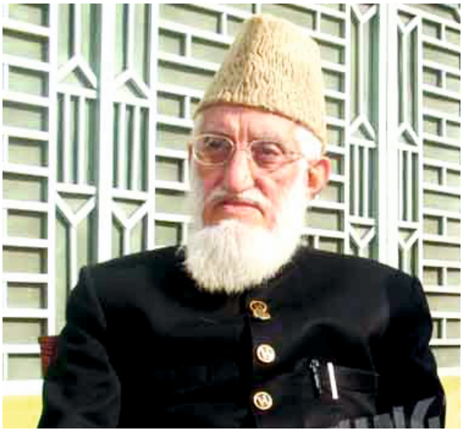
ڈاکٹر سعادت اللہ حسینی (موجودہ امیر جماعت اسلامی ہند)



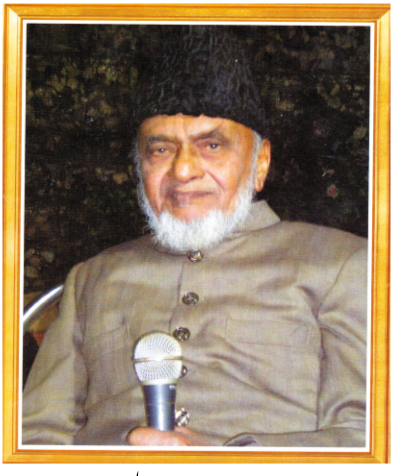
سابق امیر جماعت اسلامی ہند، مولانا سید جلال الدین انصر عمری



مولانا اعجاز اسلم صاحب



مولانا یوسف اصلاحی صاحب

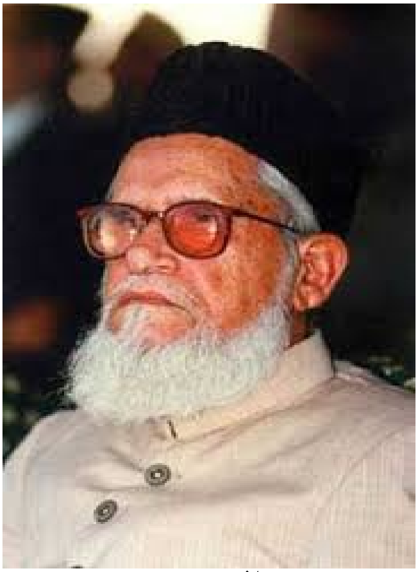


نائب امیر جماعت اسلامی ہند، جناب عبدالعزیز صاحب 1926-2015

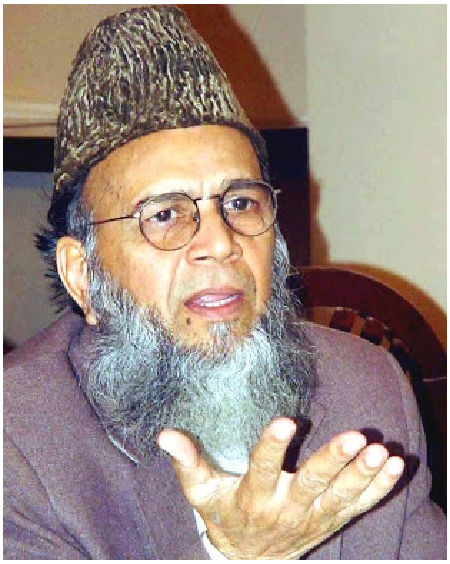


جناب شفیع مونس صاحب　　پروفیسر عبدالحق انصاری صاحب

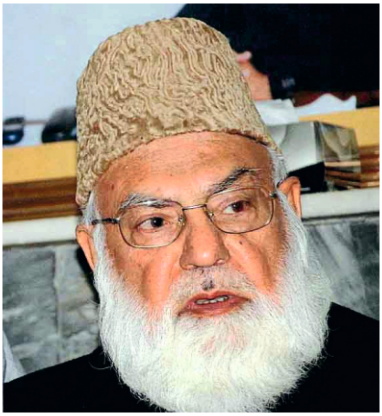
مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ کے انتقال کے بعد جماعت اسلامی پاکستان کے امراءِ جماعت



مولانا طفیل محمد صاحب



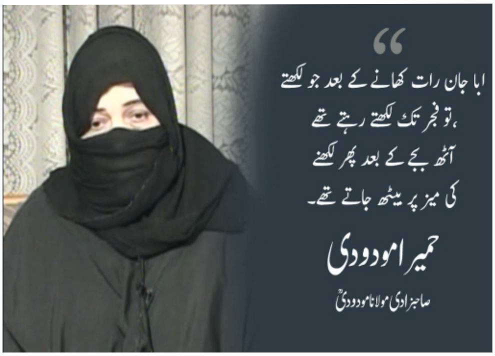
مولانا منور حسین صاحب



مولانا قاضی غلام حسین صاحب



جناب سراج الحق صاحب

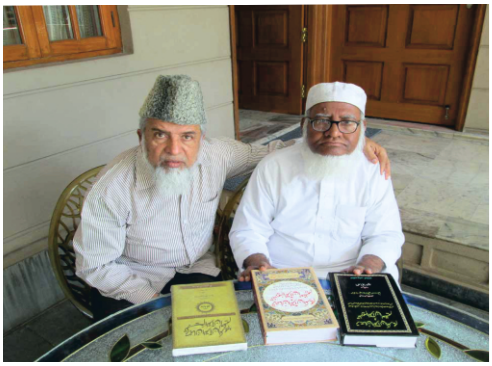




متحدہ پاکستان اسلامی جمعیت طلبہ کے آخری ناظم اعلیٰ مطیع الرحمٰن نظامی شہید (درمیان میں)
دائیں تسنیم عالم منظر شہید، بائیں ظفر جمال بلوچ مرحوم



مرتب احمد ابوسعید اور جناب صادق احمد صدیقی (تصویر: اکتوبر 2015)



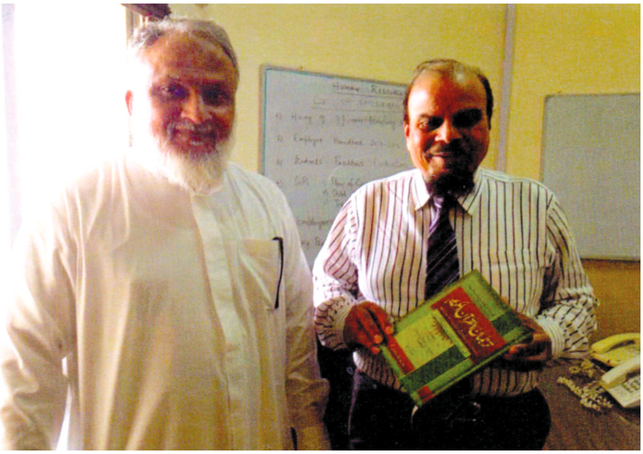
مرتب احمد ابوسعید اور جناب عبدالرحمن الکاف یمنی (تصویر: نومبر 2015)



مرتب احمد ابوسعید اور حافظ رفیق احمد صاحب تبلیغ جماعت
کے اجتماع منعقدہ 21/نومبر 2015 حیدرآباد میں لی گئی تصویر



مرتب احمد ابوسعید اور رفیع الدین فاروقی صاحب (تصویر: 2015)



محترم مسرت حسین صاحب، دبئی جنہیں مولانا مودودیؒ سے ملاقات وتربیت اور خدمت کا شرف حاصل رہا
مرتب کتاب ہذا کی دوسری ایک اہم کارنامہ 'ترجمان القرآن الکریم'' کا چوتھی اشاعت (۲۰۱۴) کے ملنے
پرمسرت کا اظہار کرتے ہوئے۔ ساتھ میں رفیق محترم حافظ رفیق احمد صاحب

وہ مشہور شخصیات جن سے مولانا ابوالاعلیٰ مودودیؒ متاثر تھے۔



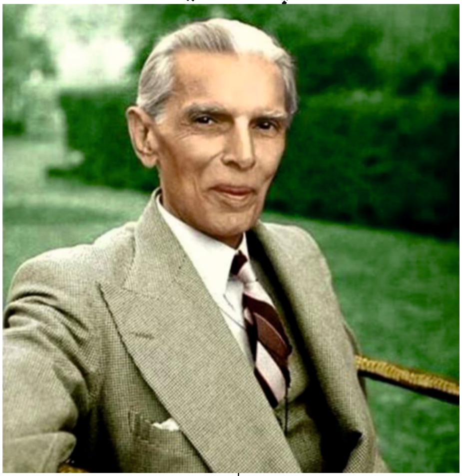
میر عثمان علی خاں



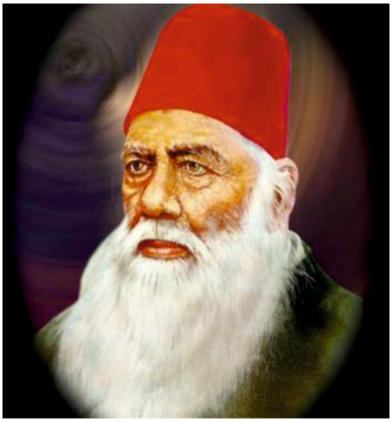
ٹیپو سلطان شہید



شاعرِ مشرق علامہ اقبالؒ



محمد علی جناح



سر سید احمد خاں



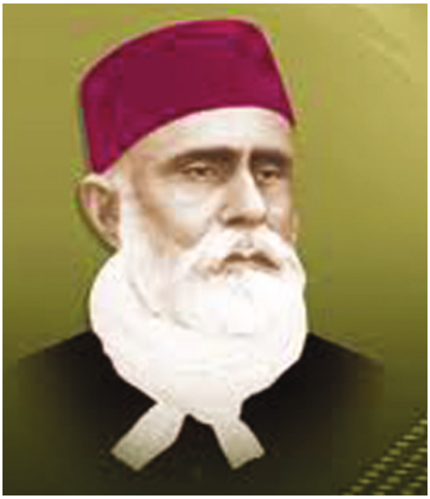
مولانا ابوالکلام آزاد



حسن البنا شہیدؒ



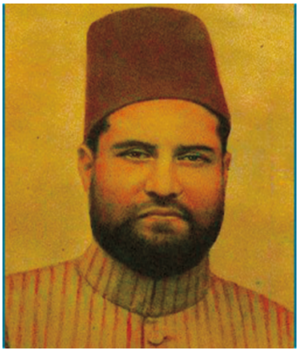
سید قطب شہیدؒ



الطاف حسین حالی



مولانا ظفرالدین خاں



بہادر یار جنگ



مولانا شبلی نعمانی



مولانا محمد علی جوہر


مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ کی مختلف تصاویر
عمر ۲۷ سال
1930ء
حیدرآباد
عمر ۳۸ سال
اگست 1941ء — تاسیس جماعت اسلامی
عمر ۲۱ سال
1924ء
1970ء
عمر - 67 سال
1975ء
عمر 72 سال



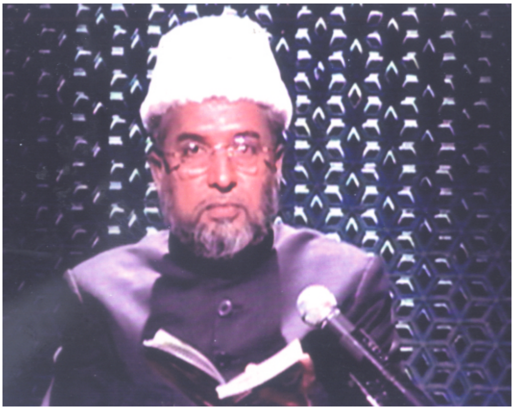
صاحبزادیاں: (۱) حمیرا مودودی (۲) اسماء مودودی (۳) عائشہ مودودی



مولانا عبدالرزاق لطیفیؒ (1970ء) امیر حلقہ آندھرا پردیش واڑیسہ



غوث خان صاحب، مرتب احمد ابوسعید اور جناب عبدالواحد صاحب، حیدرآباد



دوسال مسلسل E Tv اردو پر مختصر مفہوم القرآن پروگرام پیش کرتے ہوئے۔(2001-2002)



مسجد چیلا پورا، اورنگ آباد۔1999ء



مرتب کے گھر پر منعقد اجتماع کی ایک تصویر (2019) جس میں تفہیم القرآن کے ساتھ دیگر تفاسیر کا تقابلی مطالعہ کیا جاتا ہے۔

حصہ دُوم

عمر۔ پینتالیس (۴۵) سال

(۲۵ ستمبر ۱۹۴۷ء تا ۲۴ ستمبر ۱۹۴۸ء)

حیدرآباد کے مسلمانوں کی بقا کی فکر، حیدرآباد کے قائدین کے نام تاریخی خط، بانی پاکستان محمد علی جناح کا انتقال، سقوطِ حیدرآباد، تاریخ ہند کا دوسرا دردناک باب، پاکستان عالمی سازشوں کا شکار، مسئلۂ کشمیر، ہندوستان و پاکستان کی دشمنی کا سبب

25 ستمبر سے دسمبر 1947ء تک مولانا مودودیؒ مظلوم، مجروح، مجبور، محروم مہاجرین کی ہر ممکن امداد، کھانے، کپڑے، قیام کے لیے خیموں کے انتظام میں مصروف رہے۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ جون 1942ء لاہور سے ''دارالاسلام'' پٹھان کوٹ دوبارہ پوری جماعت کے ساتھ منتقلی اور ایک عالم گیر انوکھی تربیت گاہ کے طور پر پانچ سالہ نورانی بستی کا سلسلہ 30 اگست 1947ء تک چلتا ہے۔ یہ دور فکر ونظر کی تربیت، سیرت و کردار کی تعمیر واستحکام کا ایک عجیب انقلابی دور تھا۔ جس میں زندگی بڑی سادہ، غربت میں غنا اور ایمان میں یقین، شب و روز اخلاص، حسن کردار، اعلیٰ مقصد حیات کے لیے پیش آنے والے تمام نشیب وفراز، کتاب وسنت کی بنیاد پر ایثار وقربانی، توکل وعزیمت، تلاوت، نماز، روزہ، ذکر وفکر، درس قرآن ودرس حدیث، تعلیم وتربیت، وسائل کی کمی کے باوجود غلبۂ دین کے لیے استقامت، انفرادی غور وفکر اور اجتماعات کا منظر، غالباً زمین کے اوپر اور آسمان کے نیچے صدیوں بعد یہ عظیم کردار وجود میں آیا تھا۔

اکتوبر 1947ء کو ریڈیو پاکستان سے عید قربان کے دن ''قربانی'' کے نام سے ایک تقریر نشر کی جو بعد میں پمفلٹ کی شکل میں اسی نام سے شائع ہوئی۔

23 دسمبر 1947ء لاہور میں ''اسلامی جمعیۃ طلباء'' کا قیام عمل میں آیا، اس کے روحِ رواں مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ ہی تھے۔

آزادی ہند کے بعد مسلمانوں کی تباہی وبربادی، انگریز اور کانگریس کے کردار اور پاکستان کی مسلم قیادت میں

قائداعظم محمد علی جناح رحمۃ اللہ علیہ کے علاوہ اکثریت کے خودغرضانہ کردار کو دیکھتے ہوئے، قائد اعلیٰ مولانا سید ابوالاعلیٰ رحمۃ اللہ علیہ مسلمانانِ برصغیر ہند اور پاک کے لیے اتنے بے چین اور پریشان رہنے لگے تھے کہ راتوں کی نینداور دن کے چین سے محروم ہو گئے ۔جن حالات سے ملتِ اسلامیہ ہند و پاک آزادی کے بعد گزر رہی تھی اس کا اندازہ قائد اعلیٰ مولانا سید ابوالاعلیٰ رحمۃ اللہ علیہ کو تھا اور وہ ملت کے دردمندوں کو اپنی استطاعت بھر تحریروں، تقریروں، انفرادی و اجتماعی ملاقاتوں اور اجتماعات کے ذریعہ واقف کرواتے رہے۔ مگر قوم کا جواب:

قَالُوْٓا اِنَّا تَطَيَّرْنَا بِكُمْ ۚ لَئِنْ لَّمْ تَنْتَهُوْا لَنَرْجُمَنَّكُمْ وَلَيَمَسَّنَّكُمْ مِّنَّا عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۱۸﴾

(سورۃ یٰسٓ:۱۸)

حیدرآباد دکن کو انجام بد سے بچانے کے لیے مولانا مودودی رحمۃ اللہ علیہ نے جو خط قائدین حیدرآباد دکن کو لکھا اس کا بغور مطالعہ، قائد اعلیٰ مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی رحمۃ اللہ علیہ کی سیرت و مومنانہ فراست کا جیتا جاگتا ثبوت ہمارے سامنے پیش کرتا ہے۔

25 ردسمبر 1947ء کو انجمن اتحادُ المسلمین (حیدرآباد) کے صدر جناب قاسم رضوی صاحب کے نام سید مودودی رحمۃ اللہ علیہ نے لاہور سے ایک خط روانہ کیا، جس میں مولانا مودودی رحمۃ اللہ علیہ نے حکومت حیدرآباد کو موجودہ حالات کے پیش نظر چند شرائط کے ساتھ انڈین یونین کے ساتھ شراکت کا مشورہ دیا، جسے نادان لیڈر قاسم رضوی صاحب نے اپنی توہین سمجھ کر مولانا مودودی رحمۃ اللہ علیہ کے مشورہ کو حقارت کے ساتھ ٹھکرا دیا۔ یہ خط ایک دُور اندیش مُومن کی فراست کا مثالی نمونہ ہے۔

کوئی اندازہ کرسکتا ہے اس کے زور بازو کا
نگاہ مرد مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں — اقبالؔ

مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی رحمۃ اللہ علیہ، علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ کے مطلوبہ ومنتخبہ مرد مومن تھے۔ مگر یہ بھی ایک عجیب جہالت اور ستم ظریفی ہے کہ اقبال کے اشعار پر جھومنے والے اور اقبال رحمۃ اللہ علیہ کو علامہ وشاعر مشرق کہنے والے لوگ بھی مولانا سید مودودی رحمۃ اللہ علیہ کو پڑھے بغیر ان کی مخالفت کرتے ہیں۔

نوٹ: [17 ستمبر 1998ء کے روزنامہ ''سیاست'' حیدرآباد دکن اور روزنامہ ''منصف'' حیدرآباد دکن کی اشاعت میں یہ خط 50 سال بعد دوبارہ (میری ہی سعی سے) شائع ہوا۔ بعد میں دیگر اخبارات نے بھی اس کو شائع کیا۔ یہ خط بہت چونکا دینے والا ثابت ہوا۔ اس خط کا مکمل مضمون اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں۔ (مرتب)]

ایک تاریخی خط

حیدرآباد کے لیڈروں، راہ نماؤں اور حکمران کے مشیروں کو مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ کا ہمدردانہ مشورہ

۱۵رڈسمبر ۱۹۴۷ء لاہور

حیدرآباد کے مسلمانوں سے دینی اخوت کی بناء پر میرا جو تعلق ہے، اگرچہ اس کا بھی تقاضہ ہے کہ میں اس نازک موقع پر ان کو ایک خیرخواہانہ مشورہ دوں، لیکن اس کے علاوہ حیدرآباد سے اس بناء پر میرا ایک ذاتی تعلق بھی ہے کہ اورنگ آباد میرا پیدائشی وطن ہے اور میری زندگی کا نصف سے زائد حصہ حیدرآباد ہی میں بسر ہوا ہے۔ اس دوہرے قلبی تعلق کی وجہ سے میں اس تمام تشویش اور فکرمندی میں بُعد مقام کے باوجود حیدرآباد کے مسلمانوں کے ساتھ برابر کا شریک ہوں۔ جس میں وہ موجودہ سیاسی صورت حال کی وجہ سے اپنے آپ کو مبتلا پا رہے ہیں۔ یہی چیز مجھ کو مجبور کرتی ہے کہ میں بلاطلب اپنا مشورہ ان حضرات کی خدمت میں پیش کروں جو اس وقت مسلمانان حیدرآباد کی رہنمائی کی ذمہ داری سنبھالے ہوئے ہیں۔ مجھے امید ہے کہ میری ان گزارشات پر وہ ٹھنڈے دل سے غور کریں گے۔ اور سرسری طور پر انہیں نظرانداز نہیں کریں گے، تاہم وہ اگر ایسا کریں تو میں اپنی اخلاقی ذمہ داری سے بری الذمہ ہو جاؤں گا اور میرا ضمیر مطمئن رہے گا کہ اپنے بھائیوں کا جو حق مجھ پر عائد ہوتا تھا، اسے ادا کرنے کی میں نے کوشش کر دی۔

ہندوستان کے مسلمانوں نے ابھی ابھی اپنا جو انجام دیکھا ہے اور دیکھ رہے ہیں وہ دراصل خمیازہ ہے، ان کوتاہیوں کا، جو پچھلی صدیوں میں ہمارے امراء، ہمارے مذہبی پیشواؤں کا ایک بڑا گروہ اور باستثناء چند، ہمارے عام اہل ملت، اپنے اس فرض کی ادائیگی میں برتتے رہے ہیں، جو مسلمان ہونے کی حیثیت سے ان پر عائد ہوتا تھا۔ اگر وہ اسلام کی صحیح نمائندگی کرتے، اگر وہ اپنے اخلاق

اور معاملات اور اپنی سیرتوں میں، اسلام کا صحیح نمونہ پیش کرتے ، اگر وہ سیاست اور حکمرانی میں عدل وانصاف پر قائم رہتے ، اور اپنی طاقتوں کو اسلام کی سچائی پھیلانے میں صرف کرتے ، تو آج دہلی اور مغربی یوپی اور مشرقی پنجاب سے مسلمان، اس طرح بیک بینی دوگوش نہ نکال دیے جاتے ، جیسے اس وقت نکالے گئے ہیں۔ اور یوپی۔ بہار اور وسط ہند میں ان کے سر پر اس طرح تباہی نہ منڈلا رہی ہوتی جیسی آج منڈلا رہی ہے۔ یہ وہ علاقے ہیں جہاں ، سات آٹھ سو سال تک مسلمانوں کا اقتدار رہا ہے۔ جہاں مسلمانوں کی بڑی بڑی عظیم الشان جاگیریں ، حیدر آباد کی پائی گاہوں ، سے کئی گنا زیادہ بڑی جاگیریں قائم رہی ہیں۔ اور جہاں مسلمانوں کی تہذیب اور ان کے علوم وفنون کے عظیم الشان مرکز موجود رہے ہیں۔ لیکن عیاشی ، دنیا میں انہماک ، فوجی طاقت اور سیاسی اقتدار پر انحصار ، اسلام کی دعوت پھیلانے سے تغافل ، اور انفرادی سیرتوں اور اجتماعی طرزِ عمل میں اسلام کے اخلاقی اصولوں سے انحراف کا یہ نتیجہ ہوا کہ ان علاقوں کی عام آبادی غیر مسلم رہی۔ مسلمان ان کے درمیان آٹے میں نمک کے برابر رہے ، اور دلوں کو مسخر کرنے کے بجائے معاشی اور سیاسی دباؤ سے گردنیں جھکوانے پر اکتفاء کرتے رہے۔ پھر جب سیاسی اقتدار ان سے چھنا ، اور ایک غیر ملکی قوم ان پر مسلط ہوئی ، تب بھی انہوں نے اور ان کے رہنماؤں نے ان اسباب کو سمجھنے کی کوشش نہ کی ، جن کی بناء پر وہ حاکم سے محکوم بن کر رہ گئے تھے۔ بلکہ انہوں نے غیر ملکی حکمرانوں کے بل پر جینے کی کوشش کی ، اور اپنے سیاسی مطالبے اور دعوے ہمسایہ اکثریت کے مقابلے میں ، اس تیسری طاقت سے ، جس کے اقتدار کو ، بہر حال عارضی ہی ہونا تھا ، منواتے رہے۔

اس تمام مدت میں ، زندگی کی جو مہلت مسلمانوں کو ملی تھی ، اس میں اپنی اخلاقی اصلاح کرنے ، اور اپنے بزرگوں کی غلطیوں کی تلافی کرنے کے بجائے ، مسلمان محض معاشی اور سیاسی فائدوں کے لیے غیر مسلم اکثریت کے ساتھ کشمکش کر کے ، بظاہر یہ سمجھتے رہے کہ وہ اپنے جینے کا سامان کر رہے ہیں لیکن دراصل وہ اپنی قبر کھود رہے تھے اور آخر کار آج ہماری بدقسمت آنکھوں نے دیکھ لیا کہ بہت سے تو اس قبر میں دفن ہو گئے ہیں اور بہت سے زندہ درگور ہیں۔

یہ جو کچھ ہندوستان کے مسلمانوں کو پیش آیا ہے میں چاہتا ہوں کہ حیدر آباد کے مسلمان اس سے سبق لیں ، اور جو تھوڑی سی مہلت ان کو سنبھلنے کے لیے ملی ہے اس سے فائدہ اٹھائیں۔ حیدر آباد کے مسلمانوں کی پوزیشن ہندوستان کے مسلمانوں سے بہت زیادہ مختلف نہیں۔ یہاں بھی صدیوں کی حکومت کے باوجود باشندوں کی عظیم اکثریت غیر مسلم ہے اور مسلمان (15) فیصد سے زیادہ نہیں ہیں۔ یہاں بھی

مسلمانوں اور غیر مسلموں کے درمیان سیاسی اور معاشی کشمکش سے وہی قومی منافرت پیدا ہو چکی ہے جو ہندوستان میں پیدا ہو چکی تھی اور اس انتہائی تلخی کی حد تک پہنچتی جا رہی ہے جو دہلی اور پنجاب میں پائی جاتی ہے۔فرق اگر ہے تو صرف یہ ہے کہ یہاں مسلمان ریاست قائم ہے، اور ریاست کے نظم و نسق پر مسلمان چھائے ہوئے ہیں۔لیکن یہ فرق جو، اب تک حیدر آباد کے مسلمانوں کے بچے رہنے کا موجب بنا ہوا ہے کچھ ایسا زیادہ پائیدار اور مستحکم فرق نہیں کہ حیدر آباد کے مسلمان اس کے بھروسہ زیادہ مدت تک جی سکتے ہوں۔

انڈین یونین کی ہندو اکثریت، جو سابق انگریزی طاقت کی وارث ہوئی ہے حیدر آباد کے چاروں طرف محیط ہے۔حیدر آباد اس کے محاصرہ میں اس طرح گھرا ہوا ہے کہ کسی طرف سے وہ مدد نہیں پا سکتا۔ ریاست کی (85) فیصدی آبادی غیر مسلم ہے اور وہ مسلمان ریاست کے اقتدار کو ختم کرنا چاہتی ہے۔ موجودہ جمہوریت کے دور میں، ۱۵ فیصدی مسلمانوں کا یہ دعویٰ کہ حکمرانی ان کے ہاتھ میں رہے، یا وہ کم از کم آدھے اقتدار کے شریک ہوں کسی طرح نہیں چل سکتا۔

یہ بھی ممکن ہے کہ غیر مسلموں کے کسی معتد بہ عنصر کو مسلمان اپنے ساتھ ملا کر اکثریت حاصل کر سکیں۔یا کم از کم پچاس فیصد رائے حاصل کر سکیں گے۔اس صورت حال میں اگر مسلمان اپنے اقتدار کو اور ان تمام امتیازی حقوق اور اختیارات اور فوائد و منافع کو برقرار رکھنا چاہیں جو انہیں اب تک حاصل رہے ہیں تو اس کے لیے انہیں لڑنا پڑے گا۔لڑائی محض ریاست کی غیر مسلم اکثریت سے نہیں ہوگی بلکہ آخر کار انڈین یونین کی فوجی طاقت سے ہوگی جس کی پشت پر پورے ہندوستان کی ہندو قوم کی متفقہ طاقت ہوگی، مجھے امید نہیں کہ اس لڑائی میں ریاست کی طاقت حیدر آبادی مسلمانوں کا ساتھ دے۔

رئیس کی فطرت یہ ہوتی ہے کہ وہ سب سے پہلے اپنے مفاد اور اپنے خانوادہ کے مفاد کو دیکھتا ہے۔ اگر وہ محسوس کرے گا کہ مسلمانوں کا ساتھ دینے سے اس کو بھی نواب جونا گڑھ کا سا انجام دیکھنا پڑے گا تو بعید نہیں کہ وہ انڈین یونین کے ساتھ اپنا معاملہ طے کر لے اور اپنی قوم کو اس کی قسمت پر چھوڑ دے۔ حیدر آباد کی فوج، پولیس، عدالتوں اور ایڈمنسٹریشن پر بھی آپ یہ بھروسہ نہیں کر سکتے کہ وہ اس لڑائی میں کچھ بہت زیادہ آپ کے کام آ سکیں گے۔اس لیے کہ ان میں سے کوئی بھی خالص مسلمان عناصر پر مشتمل نہیں ہے۔بلکہ سب میں اچھا خاصہ غیر مسلم عنصر موجود ہے۔لہٰذا اگر اللہ نہ چاہے لڑائی پیش آ گئی تو شاید حیدر آباد کے مسلمانوں کا انجام اس سے بھی زیادہ دردناک ہوگا، جو مشرقی پنجاب کے مسلمانوں کا ہوا ہے۔کیوں کہ یہاں کم از کم اتنا فائدہ تو تھا کہ پاکستان کی سرحدیں قریب تھیں، اور پاکستان کی فوج ان کو نکال کر لانے میں

کامیاب ہوگئی ۔لیکن اگر اللہ نہ چاہے حیدرآباد کے مسلمانوں پر ایک طرف خود گھر کی اکثریت، اور دوسری طرف گردونواح کے علاقوں کے مسلح جتھے، اور تیسری طرف انڈین یونین کی فوجیں ٹوٹ پڑیں ، اور خود ریاست کے نظم ونسق نے ان کا ساتھ نہ دیا تو ان کے لیے کوئی جائے پناہ نہ ہوگی ۔ نہ کہیں سے وہ مدد پاسکیں گے اور نہ وہ کہیں جاسکیں گے ۔

اس بناء پر میرا یہ مخلصانہ مشورہ ہے کہ آپ اس فرق کو جو سردست آپ کی حالت اور ہندوستان کے مسلمانوں کی حالت میں پایا جاتا ہے کوئی بہت بڑا پائیدار، قابل اعتماد فرق نہ سمجھیں ، اور چند مہینوں کی مہلت کو جو خوش قسمتی سے آپ کو مل گئی ہے، ضائع کرنے کے بجائے، ایسا لائحہ عمل بنانے میں صرف کریں ، جس سے مسلمانان حیدرآباد کی نہ صرف یہ کہ جان ومال اور آبرو بچ جائے بلکہ ان کو ایک بہتر اور زیادہ شاندار مستقبل تک پہنچنے کا راستہ مل جائے ۔

جیسا کہ میں پہلے عرض کر چکا ہوں، اصل چیز جو مسلمانوں کے لیے ذریعۂ تحفظ ہی نہیں بلکہ ذریعۂ ترقی اور وسیلۂ سربلندی ہوسکتی ہے وہ یہی ہے، کہ وہ اسلام پر قائم ہوں ۔ اس کے صحیح نمائندے بنیں ۔ اس کی دعوت اپنے قول اور عمل سے دنیا کے سامنے اور بحیثیت ایک قوم کے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر بن کر کھڑے ہوں ۔

یہی چیز ان کے لیے زندگی اور عزت کی زندگی کی ضامن ہوسکتی ہے ۔لیکن ان خطوط پر اپنی قوم کو تیار کرنے کے لیے بہر حال ہمیں کچھ وقت درکار ہے، اور یہاں حال یہ ہے کہ طوفان سر پر آچکا ہے اس لیے یہ ناگزیر ہے کہ ہم کوئی ایسی تدبیر سوچیں جس سے یہ طوفان ٹل سکے ۔ اور ہمیں اتنا وقت مل جائے کہ ہم مسلمانوں کی عام اخلاقی اصلاح کرسکیں، اور دعوت اسلامی کے کام کو منظم طریقہ سے آگے چلاسکیں ۔

میں اس مسئلہ پر بہت غور کرتا رہا ہوں کہ ایسی کیا تدبیر ہوسکتی ہے ۔ اور آخر کار میں جن نتائج پر پہنچا ہوں ان کو ذیل میں نمبر وار بیان کرتا ہوں ۔

ا۔ ہندوستان اور حیدرآباد کی سیاسی صورت حال کو دیکھتے ہوئے یہ کسی طرح ممکن نظر نہیں آتا کہ آپ انڈین یونین میں حیدرآباد کے داخلہ کو اور حیدرآباد میں ذمہ دارانہ حکومت کے قیام کو روک سکیں ۔ یہ چیز بہر حال ہو کر رہے گی ۔ آپ کے روکے نہ رک سکے گی اور روکنے کی کوشش کا حال اس کے سوائے کچھ نہ ہوگا کہ ریاست اور مسلمان دونوں تباہ ہو جائیں یا صرف مسلمان تباہ ہوں ۔ اور ریاست مسلمانوں کی بھینٹ چڑھا کر اپنے آپ کو بچالے ۔ اس صورت حال میں عقل مندی یہ ہے کہ مزاحمت کرنے کے

بجائے آپ ایسی بنیادوں پر مفاہمت کرنے کی کوشش کریں جن سے انڈین یونین کی شرکت اور ذمہ دارحکومت کا قیام نہ صرف یہ کہ مسلمانوں کے لیے کم سے کم مضر ہو سکے بلکہ اس کے برعکس مسلمانوں کو ایسے مواقع حاصل ہو جائیں جن سے وہ مذکورہ بالا مقصد کے لیے اپنی عملی تعمیر زیادہ اچھی طرح کرسکیں۔

۲۔ مزاحمت اور کشمکش کرنے کے بجائے اگر اس وقت حیدرآبادی مسلمانوں کی قومی تنظیم یعنی انجمن اتحاد المسلمین یہ بات پیش کر کے وہ چند شرائط کے ساتھ انڈین یونین کے داخلہ اور مکمل ذمہ دارحکومت کے قیام پر بخوشی راضی ہے تو مجھے امید ہے کہ اس مرحلہ پر اسٹیٹ کانگریس اور انڈین یونین دونوں ہماری شرائط ماننے پر راضی ہو سکیں گی۔

۳۔ میرے نزدیک جو شرائط اس غرض کے لیے مفید ہو سکتی ہیں اور جن پر انڈین یونین اور اسٹیٹ کانگریس کو بآسانی راضی کیا جا سکتا ہے وہ حسب ذیل ہیں:

الف: ریاست کے آئندہ دستور میں مسلمانوں کو یہ حق دیا جائے کہ ان کے تہذیبی اور مذہبی معاملات کے لیے ان کا اپنا الگ ایک آرگنائزیشن ہو جسے مسلمانوں پر زکوٰۃ عائد کرنے اور خرچ کرنے کے لیے اور مذہبی اوقاف کا انتظام کرنے اور ان کی آمدنی کو مسلمانوں کی فلاح و بہبود کے کاموں پر صرف کرنے کے لیے نیز مسلمانوں کا پرسنل لا ان کے معاملات نکاح وطلاق و وراثت وغیرہ پر جاری کرنے کے لیے ضروری قانونی اور عدالتی اختیارات حاصل ہوں (ایسے ہی اختیارات اگر دوسرے غیر مسلم گروہ بھی حاصل کرنا چاہیں تو مسلمانوں کو اس پر کوئی اعتراض نہیں)

ب: مسلمانوں کے اس حق کو بھی دستور میں محفوظ کرایا جائے کہ وہ اپنے خرچ پر اپنی الگ مذہبی درسگاہیں قائم کرسکیں اور اس طرح سرکاری تعلیم گاہوں میں مسلمان بچوں کے لیے اپنے خرچ پر لازمی مذہبی تعلیم کا انتظام کرسکیں [(یعنی مسلمان بچوں کے لیے سرکاری درسگاہوں میں مذہبی تعلیم لازمی (Compulsory) ہوگی اور اس کا خرچ مسلمانوں کا مندرجہ بالا Orgnisation برداشت کرے گا۔]

ج: ریاست کے لیے جو اسمبلی یا پارلیمنٹ بنے اس میں طریق انتخاب مخلوط تو ضرور ہو لیکن لازماً کوئی ایسا طریق انتخاب اختیار کیا جائے جس سے آبادی کا کوئی چھوٹے سے چھوٹا گروہ بھی نمائندگی سے محروم نہ رہ سکے۔ مثلاً متناسب نمائندگی (Proportional Represention) کا وہ طریقہ جس میں ملک کو ایک نشستی حلقہ ہائے انتخاب میں تقسیم نہیں کیا جاتا بلکہ پورا ملک ایک حلقۂ انتخاب ہوتا ہے اور رائیں منفرد نمائندوں کے حق میں نہیں بلکہ پارٹیوں کے حق میں ڈالی جاتی ہیں۔

د: دستور کی ترمیم پر ایسی پابندی عائد کی جائے جس کی وجہ سے مسلمانوں کے وہ حقوق جو انہیں پہلے دستور میں دیے گئے ہوں بعد کی کسی ترمیم میں بآسانی سلب نہ کئے جاسکیں۔ مثلاً دستور کی ترمیم کے لیے استصواب رائے عامہ ضروری قرار دیا جائے اور کم از کم 80 فیصد یا 85 فیصد ووٹوں کے بغیر کوئی ترمیم پاس نہ ہوسکے۔

ھ: اس بات کی ضمانت دی جائے کہ سرکاری محکموں میں اور ان کے کسی شعبے میں بھی مسلمانوں کا تناسب ان کی آبادی کے تناسب سے بہرحال گھٹنے نہ پائے اور کسی شعبے میں ان کے خلاف کوئی امتیازی پابندی نہ عائد کی جائے گی۔

و: از روئے دستور تبدیلی مذہب پر کوئی پابندی عائد نہ ہوسکے گی ان شرائط کے ساتھ مسلمانوں کو یہ تسلیم کر لینا چاہئے کہ ریاست میں مکمل ذمہ دارانہ حکومت قائم ہو اور نظام صرف ایک دستوری فرمانروا کی حیثیت سے رہیں۔ نظام کے لیے دستوری فرمانروا سے بڑھ کر کسی پوزیشن کے مطالبہ پر مسلمانوں کو اصرار نہ کرنا چاہئے ورنہ سمجھ لیں کہ یہ چیز ایک خاندان کے مفاد پر ایک پوری قوم کے مفاد کو قربان کرنے کے ہم معنی ہوگی، جس کا خمیازہ آگے چل کر مسلمانوں کو بہت برا دیکھنا ہوگا۔

۴۔ مذکورہ بالا شرائط کے مطابق مسلمانوں کو اپنا جو قومی آرگنائزیشن قائم کرنے کا حق حاصل ہو اس سے انہیں پورا فائدہ اٹھانا چاہئے۔ زکوٰۃ اور اوقاف کی آمدنی اتنی کافی ہوگی کہ اس سے ایک عظیم الشان بیت المال قائم ہوسکے گا۔ مسلمانوں کی تعلیم اخلاقی اصلاح، معاشی خوش حالی اور صنعتی ترقی کے لیے بہت سے کام کیے جاسکیں گے۔ ان کو سودی قرض سے نجات دلائی جاسکے گی۔ اور ایسے ادارے قائم کئے جاسکیں گے جو دعوت دینی کے لیے مسلمانوں، مسلمان نوجوانوں کو تیار کریں۔ ملکی زبانوں میں قرآن مجید کے ترجمہ اور تفاسیر شائع کریں اور اسلامی لٹریچر کی وسیع پیمانے پر اشاعت کریں۔ ان ذرائع سے یہ ممکن ہوگا کہ ہم بتدریج مسلمانوں کی طاقت حیدرآباد میں بڑھا سکیں اور اپنی سوسائٹی کو زیادہ سے زیادہ صالح بنا کر غیر مسلم عناصر کو اپنے اندر جذب کرسکیں۔

۵۔ ان تحفظات کے ساتھ جو ذمہ دار حکومت قائم ہو اس میں مسلمان اپنا اثر اس طرح بڑھا سکتے ہیں کہ ان کی سیاسی پارٹی یعنی انجمن اتحاد المسلمین کوئی ایسا پروگرام پیش کرے جسے لے کر وہ صرف مسلمانوں ہی کے سامنے نہ جائے بلکہ غیر مسلم ووٹروں کے سامنے بھی جاسکے۔ اور ان کی زیادہ سے زیادہ رائیں حاصل کرسکے۔ مثال کے طور پر اس کے پروگرام میں Depressed Class (پست اقوام) کے لیے کوئی

ایسی کشش ہونی چاہئے کہ اپنے ووٹ، اونچی ذات کے ہندوؤں کی کوئی سیاسی پارٹی نہ حاصل کرسکے بلکہ وہ مسلم پارٹی کو حاصل ہو۔

آج اگر آپ سیاسی جوڑتوڑ کرکے پست اقوام کو ہندوؤں سے توڑنے کی کوشش کریں گے تو آپ کچھ فائدہ نہ حاصل کرسکیں گے اور یہ چیز ہندوؤں میں آپ کے خلاف اور زیادہ ضد پیدا کردے گی۔ لیکن کل نئے دستور کے مطابق اگر انتخابات میں آپ ایسا پروگرام لائیں جو پست اقوام کی اکثریت کو آپ کے ساتھ ہم آواز بنادے تو آپ اسمبلی میں اکثریت حاصل کرسکیں گے اور رہنمائی آپ کے ہاتھ میں ہوگی۔

بہرحال اس نقشہ پر کامیابی حاصل کرنے کے لیے ناگزیر ہے کہ مسلمان نئے حالات کے مطابق اپنے اندر سے ایک بہتر اور زیادہ بیدار مغز سیاسی لیڈرشپ پیدا کریں، جو تنگ نظری کے ساتھ مسلمانوں کے چھوٹے چھوٹے مفادات کی حفاظت پر مصر نہ ہو، بلکہ بڑے پیمانہ پر عدل وانصاف کے مقام سے اور عامۃ الناس کی حقیقی ترقی وفلاح کے کاموں سے مسلمانوں کے اصلی مفاد کی خدمت کرسکے۔

خاکسار

ابوالاعلیٰ

مورخہ 25/دسمبر 1947ء

لاہور، پاکستان

نوٹ: ا۔ یہ خط مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ نے جناب محمد یونسؒ (امیر جماعت اسلامی، حیدرآباد) کو لکھے گئے خط کے ساتھ بھیجا تھا۔ یہ خط جناب محمد یونس اور جناب محمد صادق احمد صدیقی صاحب دارالسلام جا کر جناب قاسم رضوی صاحب کو دیا۔ وہ نہ صرف اتحادالمسلمین کے صدر تھے، بلکہ رضاکار ''عسکری تنظیم'' وتحریک کے سربراہ بھی تھے۔ قاسم رضوی مرحوم مخلص مسلمان تھے، مگران کے تعلق سے عام رائے یہ تھی کہ ان کا جوش ہوش پر غالب تھا۔

۲۔ اس خط کی تحریر۔ ''یادوں کے خطوط'' محمد یونس صاحب ''سقوط حیدرآباد'' ڈاکٹر عمر خالدی۔ ڈاکٹر معین الدین عقیل۔ دارالاشاعت کل ہند مجلس تعمیر ملت۔ حیدرآباد۔ ''حیدرآباد کے قائدین کے نام مولانا مودودیؒ کا ہمدردانہ مشورہ'' کے نام سے شائع ہوا ہے۔ (مندرجہ بالا تمام افراد سے میرے قریبی تعلقات رہے ہیں۔ مرتب: احمد ابوسعید)

۳۔ سید مودودیؒ کا یہ خط آج ستمبر ۲۰۱۹ء میں بھی مسلمانانِ ہند کے لیے ایک نشانِ راہ کی حیثیت رکھتا ہے۔ سیاسی اور سماجی حیثیت سے اس خط کی روشنی میں مسلمانانِ ہند اپنا نصب العین بحیثیت مسلم متعین کرسکتے ہیں اور سیاسی وسماجی حیثیت سے کامیابی کی منزل تک پہنچ سکتے ہیں۔ (مرتب)

عالمی سازشوں کے تحت ہندوستان اور پاکستان کو ایک دوسرے کا دشمن بنائے رکھنے کے لئے جنوری 1948 میں مسئلہ کشمیر کو یو این او (UNO) کی Social Justice Council میں پیش کیا گیا، نہ یہ مسئلہ حل ہوا اور نہ یہ دو برادر ملک ایک اچھے دوست بن پائے۔

ریڈیو پاکستان سے تقریریں

حب پاکستان معرض وجود میں آ گیا تو قائد اعظم محمد علی جناح اس کے پہلے گورنر جنرل بنے۔ انہی کے زمانے میں اور غالباً ''ان کے ایما'' پر یا اجازت سے مولانا مودودی مرحوم سے ریڈیو پاکستان پر تقاریر کرائی گئیں۔ چنانچہ:

پہلی تقریر ۶ر جنوری ۱۹۴۷ء کو ''اسلام کا اخلاقی نظام'' پر نشر کی گئی۔ دوسری تقریر ۲۰ر جنوری کو ''اسلام کا سیاسی نظام'' کے موضوع پر کی گئی۔ تیسری تقریر ۱۰ر فروری کو ''اسلام کا معاشرتی نظام'' کے عنوان پر تھی۔ چوتھی تقریر ۲ر مارچ کو ''اسلام کا اقتصادی نظام'' پر۔ پانچویں تقریر ۱۶ر مارچ کو ''اسلام کا روحانی نظام پر تھی۔

ان نشری تقریروں پر مشتمل کتابچہ ''اسلام کا نظام حیات'' کے نام سے شائع شدہ موجود ہے۔

مہاجرین کی خدمت کے لیے مولانا مودودیؒ کا ہدایت نامہ

تقسیم ملک کے وقت مشرقی پنجاب اور ہندوستان کے دوسرے علاقوں سے مہاجرین کا سیلاب تھا جو چلا آ رہا تھا۔ آنے والے مہاجرین بالکل بے سروسامانی کی حالت میں تھے بلکہ بے شمار افراد زخمی بیمار اور فاقہ زدہ تھے۔ ان میں مرد وعورتیں، بوڑھے اور بچے ہر طرح کے لوگ تھے۔ لاہور میں مہاجرین کا بہت بڑا کیمپ اسی جگہ تھا جہاں اب ''بابِ پاکستان'' کی یادگار تعمیر ہو رہی ہے۔ اس نازک موقع پر مولانا مودودیؒ نے جو کردار ادا کیا وہ یہ تھا۔

مولانا مودودی مرحوم نے خود دورانِ ہجرت اپنی آنکھوں سے ہجرت کرنے والوں کی زبوں حالی دیکھی تھی۔ انہوں نے پونچھ روڈ اسلامیہ پارک میں اپنا کیمپ لگا لیا اور پھر جماعت اسلامی پاکستان کے ارکان وکارکنان کے نام ایک ہدایت نامہ جاری کیا جس میں انہوں نے مہاجرین کی دیکھ بھال کے لیے باشندگان ملک سے بالعموم اور ارکان و کارکنان کو بالخصوص فی الفور متوجہ ہونے کی ضرورت پر زور دیا۔ ان کی اپیل نہایت اہم تاریخی دستاویز ہے۔ اس کے بعض حصے یہاں درج کیے جاتے ہیں۔

''میں پاکستان کے لوگوں سے صرف یہ اپیل کرنا چاہتا ہوں کہ اپنے ان بھائیوں پر رحم کھائیں اور فوری طور پر ان کی مدد کے لیے کھڑے ہو جائیں۔ یہ لوگ انسان ہیں اور انسانیت کا تقاضا ہے کہ آپ ان کی مدد کریں۔ یہ مسلمان ہیں اور اسلامی برادری کا تقاضا ہے کہ آپ ان کی مدد کریں۔ یہ مسلمان ہیں اور اسلامی برادری کا تقاضا ہے کہ آپ ان کی مدد کریں۔ یہ اس لیے بھی آپ کی مدد کے مستحق ہیں کہ انہوں نے پاکستان کا مطالبہ خود آپ سے پہلے اور آپ سے بڑھ کر زور شور سے کیا تھا۔ انہی کی مدد سے آپ اپنی حکومت قائم کرنے میں کامیاب ہوئے اور یہ اسی جرم کی سزا ہے جو وہ آج ان ہولناک مصائب کی شکل میں بھگت رہے ہیں۔ مغربی پنجاب کی حکومت اور پاکستان کی مرکزی حکومت اس عظیم آفت کا مقابلہ کرنے کے لیے جو کچھ کر رہی ہے وہ بالکل ناکافی ہے۔ شاید کوئی بڑی سے بڑی منظم حکومت بھی محض سرکاری ذرائع سے ان آفات کا مقابلہ کرنے میں کامیاب نہیں ہوسکتی جو اتنے بڑے پیمانے پر رونما ہوئے ہوں۔ یہ دراصل ایک قومی مصیبت ہے اور اس کا مقابلہ نہیں کیا جاسکتا جب تک پوری قوم بحیثیت مجموعی اپنے تمام ذرائع سے اس کا سامنا کرنے کے لیے کھڑی نہ ہو جائے۔ اس لیے میں پاکستان کے لوگوں سے عام اپیل کرتا ہوں کہ وہ ہندوستان سے آنے والے مہاجرین کی مدد کے لیے اجتماعی کوشش پر آمادہ ہوں اس وقت ہزاروں ایسے رضا کار خادموں کی ضرورت ہے جو اپنا پورا یا تھوڑا وقت اس کام کے لیے وقف کریں۔ ایسے ڈاکٹروں اور حکیموں کی ضرورت ہے جو کیمپوں میں رہ کر یا جا کر زخمیوں اور بیماروں کا علاج کریں۔ دواؤں کپڑوں اور بستروں کی ضرورت ہے جن سے ان لوگوں کو مت، بیماری اور تکالیف کے چنگل سے بچایا جائے۔ روپئے کی ضرورت ہے جس سے مہاجرین کی مدد کے مختلف کاموں کا سر و سامان کیا جائے۔

''اعانت مہاجرین کے سلسلہ میں جو اصحاب رضا کارانہ خدمات انجام دینا چاہیں یا روپئے اور سامان سے مدد کرنا چاہیں وہ ان پبلک جماعتوں کی طرف جلدی سے جلدی رجوع فرمائیں جن پر انہیں اعتماد ہو۔ پبلک جماعتوں کے لیڈروں اور کارکنوں سے بھی میں درخواست کرتا ہوں کہ وہ اس نازک موقع پر کام کے لئے اٹھیں اور اپنی قوتوں کو مجتمع کر کے جلدی سے جلدی مہاجرین کی امداد پہنچیں۔ ہر لمحہ جو گزر رہا ہے ان کے مصائب اور مشکلات کو بڑھاتا جا رہا ہے۔''۔

(مولانا خلیل حامدی صاحب کا مضمون شائع شدہ ''جسارت'' کراچی، ۱۴/اگست ۱۹۹۱ء)

اس ہدایت نامہ پر قیم جماعت میاں طفیل محمد صاحب نے مختلف کیمپوں میں کارکنوں کی ڈیوٹیاں لگادیں اور باریاں تقسیم کر دیں۔ اس کے ساتھ ہی کارکنوں نے کام شروع کر دیا۔

اسی سال 24/جنوری 1948ء کو ریڈیو پاکستان سے مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ کی تقریریں ، سیرت سرور عالم کے موضوع پر بہ عنوان ۔''سرور عالمؐ کا اصلی کارنامہ'' [1] نیز 10/فروری، 2/مارچ، 16/مارچ 1948ء کے علاوہ 5/جون 1948ء کو بہ عنوان ''معراج کا پیغام'' نشر ہوئیں۔

6/جنوری اور 19/فروری 1948ء کو پنجاب یونیورسٹی لا کالج اور لاہور کے جلسوں میں دو مقالے پڑھے گئے۔ [2]

۲۲/اپریل 1948ء کو مولانا مودودیؒ نے ایک تاریخی خط لکھا جس میں جماعت اسلامی ہند کی امارت کے انتخاب اور تنظیم سے متعلق ہدایات ہیں، یہ ہدایات بہت اہمیت کے حامل ہیں۔

''تشکیل جماعت اسلامی ہند'' ۔ کیوں اور کیسے۔ مولانا ابواللیث اصلاحی ندوی ، امیر جماعت اسلامی ہند۔ یہ کتاب جماعت اسلامی ہند کی تقسیم ہند کے بعد کی تاریخ سے متعلق اہم دستاویز ہے۔

اگست 1947ء سے سید مودودیؒ رات کی نیند اور دن کے چین سے محروم رہے، پاکستان اور جماعت اسلامی پاکستان سے متعلق مختلف پہلوؤں سے کتاب کے اگلے صفحات میں بہت سی معلومات اور مسائل کے مقابلے میں مولانا مودودیؒ کی حیات اور خدمات کی باتیں آئیں گی۔

ایک اہم مسئلہ ''جماعت اسلامی ہند'' کی بقاء کا ایک اہم مسئلہ بھی مولانا مودودیؒ کے اعصاب پر اثر انداز تھا۔ جماعت اسلامی ہند امیر جماعت مولانا مودودیؒ سے محروم ہو کر ایک عجیب موت وحیات کے مرحلہ میں داخل ہو چکی تھی۔ مولانا مودودیؒ نے جماعت اسلامی کو انبیائی دعوت کی نسبت سے قائم ومتعارف کرایا تھا۔ انبیائی دعوت حالات سے مرعوب ہو کر میدان سے فرار اختیار نہیں کرسکتی۔ اس لیے اپنی تمام مصروفیات ومسائل کے ساتھ جماعت اسلامی ہند کو بھی بکھرنے سے بچانا تھا۔

جن افراد سے مولانا مودودیؒ نے راست تعلق رکھا ان میں **مولانا ابواللیث اصلاحی ندوی کے علاوہ بنیادی ارکان میں سے مولانا صدرالدین اصلاحی، جناب حسنین سید (بہار) جناب اختر احسن اصلاحی سرائے میر، محمد یوسف صاحب، ٹونگ الہ آباد، محمد اسمٰعیل صاحب مدراس، محمد یونس صاحب حیدرآباد دکن، چودھری محمد شفیع صاحب بارہ بنکی**، اور دیگر جماعت اسلامی ہند کے مخلص ارکان جماعت سے ہر ممکن تعلق رکھا اور جماعت کو بکھرنے اور کام کو ضائع ہونے سے بچایا۔

آج جماعت اسلامی ہند۔ ہندوستان کی وہ عظیم جماعت ہے جس نے مسلمانوں کو مایوسی کے منجھدار سے نکال کر باوقار ملت کی حیثیت سے باقی رکھنے میں کامیاب رول ادا کیا ہے۔ مسلم مجلس مشاورت کے قیام سے لے کر مسلم پرسنل لا

---

[1] ان تقریروں کے عناوین یہ تھے: اسلام کا اخلاقی نظام۔ اسلام کا معاشرتی نظام۔ اسلام کا اقتصادی نظام۔ اسلام کا روحانی نظام۔ اسلام کا سیاسی نظام۔ بعد میں یہ تمام تقریریں ''اسلام کا نظام حیات'' کے نام سے شائع ہوئیں۔

[2] یہ دونوں مقالے ''اسلامی قانون اور پاکستان میں اس کے نفاذ کی عملی تدابیر'' کے نام سے مطبوع ہیں۔

بورڈ کے مسئلہ تک تمام مسلمانوں کو متحد رکھنے میں کلیدی خدمت انجام دی ہے اور ہندوستان میں اردو کے ساتھ دیگر 22 زبانوں میں قرآن وحدیث اور اسلامی لٹریچر کو منتقل کرنے کا اہم کام کیا ہے۔ یہ ابوالاعلیٰ مودودیؒ کی اعلیٰ انتظامی صلاحیت و دوراندیشی، اعلیٰ قائد اور مخلص رہنما ہونے کا ثبوت ہے۔ وَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ۭ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا ③ (الاحزاب)

اسی سال کے اوائل میں آپ نے مختلف شہروں میں تقریریں کیں۔[۱]

10/مئی 1948ء کو مکمل اختیارات کے ساتھ جماعتِ اسلامی ہند کو جماعتِ اسلامی پاکستان سے مولانا ابواللیث ندویؒ کی امارت میں جدا کردیا گیا۔[۲]

مئی 1948ء میں پاکستانی دستور ساز اسمبلی کو چار نکات کے تحت کام کرنے کی پرزور دعوت دی گئی۔ مفاد پرست مُسلم لیگی قیادت اور موقع پرست مُنکرین حدیث کی شرارت، دشمنِ اسلام قادیانیوں کی سازش اور منافقانہ ذہن رکھنے والے، مکّار ونام نہاد دانشور، عریانی اور بے حیائی کو عام کرنے والا کمیونسٹ، بدعمل، دین بے زار ذہن کے حامل طبقے اور وہ تمام بددیانت لوگ جو ہندوستان کی تقسیم سے قبل پاکستان کا مطلب لا الٰہ الا اللہ کا نعرہ لگاتے تھے، اصل مقصد وجودِ پاکستان سے ہٹ کر، اپنے مفادات کے پیچھے لگ گئے۔

جب مولانا سید مودودیؒ نے حکومت کے سامنے ''قرار داد مقاصد پاکستان'' کے چار نکات پر عمل کرنے کی تجویز رکھی، تو سید مودودیؒ نے برسر اقتدار ٹولے کے انکار اور بہانہ بازی کی صورت میں زبردست مہم کا آغاز کردیا۔

مطالبہ ۱: ملک کا اصل حاکم اللہ ہے، قرآن کے تمام احکام قابلِ عمل اور لازمی ہیں۔

مطالبہ ۲: حکومت اللہ کے مقرّر کردہ حدود کے اندر کام کرنے کی ذمہ دار ہوگی۔

مطالبہ ۳: اس بات کا فیصلہ کیا جائے کہ انگریزی دَور کے جو غلط اور غیر اسلامی قوانین ہیں ان کو بدلا جائے۔

مطالبہ۔ ۴: آئندہ جو قوانین بھی بنائے جائیں گے وہ عین اسلام کے مطابق ہوں گے۔

۱۔ یہ تقریریں ''مطالبہ نظام اسلامی'' اور ''تحریک اسلامی کا آئندہ لائحۂ عمل'' کے نام سے بعد میں طبع ہوئیں۔

۲۔ مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ کے قریبی رفیق کار **محمد حسنین سید** کے بقول انہوں نے جامعہ ملیہ اسلامیہ سے B.A کیا اور ڈاکٹر ذاکر حسین کے شاگرد رہے۔ وہ جماعتِ اسلامی کے قیام سے قبل ہی متحرک ہو گئے تھے۔ اور اکتوبر 1941ء سے رُکن جماعت اور شوریٰ ونمائندگان کے رکن رہے۔ اپنی کتاب ''میرے تین محسنین'' میں لکھا ہے کہ ڈاکٹر ذاکر حسین سے ان کی دوستی تھی۔ انہوں نے آزادی کے بعد کئی مرحلوں میں گورنر، اور پھر نائب صدر، پھر صدر جمہوریہ ہند رہے، ڈاکٹر ذاکر حسین سے گفتگو کے دوران یہ واضح کیا کہ: ''جماعتِ اسلامی پوری دنیا میں اللہ کی حکومت قائم کرنا چاہتی ہے اور دنیا کو امن کا گہوارہ بنانا چاہتی ہے۔''

6/جولائی 1948ء کو ''اسلام کی ابتداء'' اور 15/جولائی کو ''روزہ اور ضبطِ نفس'' کے عنوان سے چند تقاریر ریڈیو پاکستان سے نشر ہوئیں۔ 11/ستمبر 1948ء کو پاکستان کے بانی وقائد اعظم اور پہلے گورنر جنرل محمد علی جناح کا انتقال ہوا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔

اس کے فوری بعد مفاد پرست، اسلام دشمن طاقتوں کے اشاروں پر عمل کرتے ہوئے پاکستان کی ناپاک قیادت نے مولانا سید مودودیؒ کو اسلامی نظام کے نفاذ کی کوششوں سے دُور رکھنے کے لیے بُہتان اور جُھوٹ پر مبنی الزامات کی سازش تیار کی۔ یہ بات یہاں قابل ذکر ہے کہ اگرچہ سید مودودیؒ کی قائدِ اعظم محمد علی جناحؒ سے کبھی کوئی ملاقات نہ ہوئی، لیکن وہ مولانا مودودیؒ اور جماعتِ اسلامی کے نام اور کام سے واقف تھے اور ان کے خیال میں جماعتِ اسلامی اور مسلم لیگ کے نصب ُالعین میں کوئی تضاد نہیں تھا۔ قائدِ اعظم محمد علی جناح کے ایک نہایت معتمد ساتھی نواب بہادر یار جنگؒ تھے۔ مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ اور نواب بہادر یار جنگ دونوں کا تعلق حیدر آباد دکن سے تھا۔ 1944ء میں جب مولانا مودودیؒ اور طفیل محمد صاحب جماعتِ اسلامی کے جنوبی ہند کے ایک اجتماع کے لیے حیدر آباد گئے تو جناب بہادر یار جنگ نے مولانا مودودیؒ کے اعزاز میں ایک بہت بڑی دعوت کا اہتمام کیا، جس میں نظام حیدر آباد کے خاص خاص لوگ اور تقریباً تمام روساء حیدر آباد مدعو تھے۔ وہاں مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ نے تمام حاضرین کو خطاب کیا۔ اس ضمن میں مولانا طفیل محمد لکھتے ہیں:

> ''جماعتِ اسلامی کا مقصد ونصب العین اور ہر ایک مسلمان کا مقصد اور نصب العین دراصل ایک ہی ہے۔ شرکاءِ دعوت مولانا مودودیؒ کے خطاب سے بہت متاثر تھے۔ نواب بہادر یار جنگ، مولانا مودودیؒ سے ہمیشہ بڑے اکرام وادب واحترام سے ملتے تھے۔ مولانا مودودیؒ کے تعلق سے قائدِ اعظم محمد علی جناحؒ کی مثبت اور پراُمید رائے بنانے میں نواب بہادر یار جنگ کا بہت بڑا رول رہا ہے۔''
>
> (مرتب کی تلخیص ''مشاہدات'' مولانا طفیل محمد)

مولانا مودودیؒ کے بارے میں ایک بار قائدِ اعظم محمد علی جناحؒ نے کہا تھا:

> ''میں فوری کاز (کام) کے لیے جد و جہد کر رہا ہوں اور وہ (مولانا مودودیؒ) طویل المیعاد کام میں مصروف ہیں۔''

اور یہ حقیقت ہے کہ جب تک قائدِ اعظم محمد علی جناحؒ زندہ رہے مولانا مودودیؒ کے خلاف جھوٹے پروپگنڈے تو بہت کئے گئے، مگر مولانا مودودیؒ کو کبھی گرفتار نہیں کیا گیا۔

قائد اعظم محمد علی جناحؒ کے انتقال کے دوسرے ہی دن۔ یعنی 12/ستمبر 1948ء کو بھارتی فوج نے کسی اعلان کے

بغیر ریاست حیدرآباد دکن پر حملہ کردیا۔ ورنگل، عادل آباد اور اورنگ آباد کے ہوائی اڈہ اور شہر پر بمباری کی، 17 ستمبر 1948ء کو نظام حیدرآباد نے سقوط حیدرآباد کا اعلان کردیا۔ (سقوطِ حیدرآباد سے قبل اور بعد لاکھوں مسلمانوں کو ہندو اور سکھ فوج و پولس کے ذریعہ شہید کیا گیا۔ مظالم کی تفصیلات کی یہ مختصر کتاب متحمل نہیں مگر اس پر مختصر اور مفصل کتابیں لکھی گئی ہیں اس ملٹری درندگی کو پولس ایکشن کا نام دے کر حقیقت کو چھپا دیا گیا۔) [1]

مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ نے اس ملٹری ایکشن اور مسلمانوں پر ہوئے مظالم کو اقوام متحدہ (U.N.O.) میں اٹھانے اور حقائق کو دنیا کے سامنے لانے کی بھرپور جدوجہد کی۔

ریاست حیدرآباد دکن کو تین حصوں مدراس، بمبئی اور آندھرا میں تقسیم کردیا گیا۔

یہ بیسویں صدی کا نہایت الم ناک واقعہ ہے۔ سقوط حیدرآباد اور مسلمانانِ حیدرآباد و ریاست دکن کی تباہی سے مولانا سید مودودیؒ بہت غمگین اور فکر مند رہتے تھے۔ [2]

لَتَجِدَنَّ اَشَدَّ النَّاسِ عَدَاوَةً لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا الْيَهُوْدَ وَالَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا ۚ وَلَتَجِدَنَّ اَقْرَبَهُمْ مَّوَدَّةً لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّا نَصٰرٰى ۭ ذٰلِكَ بِاَنَّ مِنْهُمْ قِسِّيْسِيْنَ وَرُهْبَانًا وَّاَنَّهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ ﴿۸۲﴾

ترجمہ: تم اہل ایمان کی عداوت میں سب سے زیادہ سخت یہود اور مشرکین کو پاؤ گے، اور ایمان لانے والوں کے لیے دوستی میں قریب تر اُن لوگوں کو پاؤ گے جنہوں نے کہا تھا کہ ہم نصاریٰ ہیں یہ اِس وجہ سے کہ ان میں عبادت گزار عالم اور تارک الدنیا فقیر پائے جاتے ہیں اور اُن میں غرور نفس نہیں ہے۔ (المائدۃ:82)

---

[1] مسلمانوں نے اس موضوع پر بیسیوں کتابیں لکھی ہیں، مگر بعض غیر مسلم حضرات کی کتابیں بھی حقائق و مظالم جاننے کے لیے قابل مطالعہ ہیں [۱۔ داستانِ 1947ء۔ (فاروق ارگلی ۔630 صفحات) زیر اہتمام ۔عالمی اردو ٹرسٹ دہلی۔ ۲۔ سقوط حیدرآباد۔ (ڈاکٹر عمر خالدی ۔ڈاکٹر معین الدین عقیل۔396 صفحات)] زیر اہتمام ۔تعمیر ملت۔ حیدرآباد ۳۔ پانچ روزہ جنگ۔ میر لائق علی۔
خود مرتب احمد ابوسعید اس وقت چند ماہ کا تھا۔ مجھے کس طرح بچایا گیا، والد اور والدہ اور ماموں چار (۴) اور چچا دو (۲) ہر ایک کی ایک داستان ہے ۔ہمارے گاؤں ہمنا آباد ننھیال اور چٹکوبہ (معین آباد) دادیال ان مقامات کی کئی باولیاں لاشوں سے بھر گئی تھیں۔ پورے ضلع عادل آباد، اورنگ آباد، بیدر، ظہیر آباد و عثمان آباد کے تمام علاقوں کی داستان، ظلم و بربریت کی، گھر گھر کی الگ الگ داستانیں ہیں۔

[2] مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ نے اپنے عرب ممالک کے ہر سفر میں عربوں کو سمجھایا کہ مسلمانوں کے ساتھ ہندوستان میں حکومت ہند کا معاملہ فلسطین میں عربوں کے ساتھ حکومت اسرائیل کے معاملے سے کچھ مختلف نہیں ہے۔ حیدرآباد، جبل پور، احمد آباد، کلکتہ، آسام اور دیگر مظالم اور فسادات کے خلاف آواز اٹھائی۔ (سفر عرب اور حج بیت اللہ۔ سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ اشاعت جدید 2012ء۔ مرتب سلیم منصور خالد)

نوٹ: مشرق وسطیٰ میں امریکی مہم جوئی کے دو سو سال، 1776 تا 2003 از مائیکل بی اُورن کا مطالعہ بہت مفید رہے گا۔

عمر۔ چھیالیس (۴۶) سال

(۲۵ رستمبر ۱۹۴۸ء تا ۲۴ رستمبر ۱۹۴۹ء)

پاکستان میں مولانا مودودیؒ کی پہلی گرفتاری، جیل میں تفہیم القرآن کو نظر ثانی کے بعد قابل اشاعت بنانے کا کام انجام دیا، ضمیر فروش، سرکاری ایجنسیوں اور مولوی حضرات کی مخالفانہ شرمناک حرکات، بانی اخوان المسلمون حسن البناؒ کی شہادت

قیام پاکستان کے ایک سال، ایک ماہ ایک دن کے اندر ہی 4 ر اکتوبر 1948ء کو نماز مغرب کے بعد درسِ قرآن کے دوران مولانا سید مودودیؒ کو حکومت پاکستان نے گرفتار کر کے جیل بھجوا دیا۔ 1948ء سے 1967ء کے درمیان سید مودودیؒ کو کئی بار گرفتار کیا گیا اور آپ انیس (19) سالوں میں ساڑھے چار سال (ہر سال میں تین ماہ 25% حصہ) پاکستان کی مختلف جیلوں میں رہے۔ جماعت کے دو اخبار ''تسنیم'' اور ''کوثر'' پر پابندی (banned) عائد کر دی گئی، اور اِس طرح قیام پاکستان کے دوسرے سال ہی سے جماعتِ اسلامی ابتلاء اور آزمائش کا شکار ہوگئی۔ ماہ نامہ ''ترجمان القرآن'' جو اپنے آغاز 1932ء سے اب تک (1948) پابندی سے نکل رہا تھا، پاکستان کے قیام کے بعد اُس پر پابندی لگا دی گئی۔ مولانا مودودیؒ اور جماعت اسلامی کی ملک وملت کی خیر خواہی و اخلاص کے باوجود حکومت پاکستان کا منافقانہ و جابرانہ اور ظالمانہ عمل اور ان غاصب حکمرانوں کی کیفیت قرآن کے الفاظ میں شاید اس طرح تھی:

أُولَٰئِكَ الَّذِينَ اشْتَرَوُا الضَّلَالَةَ بِالْهُدَىٰ فَمَا رَبِحَت تِّجَارَتُهُمْ وَمَا كَانُوا مُهْتَدِينَ ﴿١٦﴾ مَثَلُهُمْ كَمَثَلِ الَّذِي اسْتَوْقَدَ نَارًا فَلَمَّا أَضَاءَتْ مَا حَوْلَهُ ذَهَبَ اللَّهُ بِنُورِهِمْ وَتَرَكَهُمْ فِي ظُلُمَاتٍ لَّا يُبْصِرُونَ ﴿١٧﴾ صُمٌّ بُكْمٌ عُمْيٌ فَهُمْ لَا يَرْجِعُونَ ﴿١٨﴾ (سورۃ البقرۃ: آیات: ۱۶، ۱۷، ۱۸)

ماہنامہ ''ترجمان القرآن'' کے بند ہوتے ہی مولانا سید مودودیؒ نے جیل سے اپنے بڑے بھائی ابوالخیر مودودی کے نام خط لکھا کہ مستقل خریداروں کو ان کی رقومات لوٹا دی جائیں۔ گھر کی مالی حالت بالکل غیر مستحکم تھی۔ تمام بچے زیر تعلیم تھے۔ مُفسر قرآن مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ کی گرفتاری پر حکومتِ پاکستان سے سخت احتجاج کیا اور فرمایا کہ:

''سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ اسلام کی وہ تلوار ہے جو ہر مخالفِ اسلام کا سر، اپنے قلم سے قلم کر دیتا ہے''۔

اور قرار دادمقاصدِ پاکستان کی مہم میں علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نے سید مودودیؒ کا بھر پور ساتھ دیا تھا۔

مولانا مودودیؒ نے ملتان لاہور کی جیل میں قید کے دوران ''تفہیم القرآن'' جلد اول کا کام مکمل کرلیا اور اسی مدت میں کتاب ''اسلامی قانون'' کی اشاعت عمل میں آئی۔

4/ اکتوبر، نومبر، دسمبر 1948ء اور جنوری سے ستمبر 1949ء تک عمر عزیز کا یہ (46) ویں سال کی مکمل مدت جیل میں گزری۔

نظامِ اسلامی کے نفاذ ،''قرار دادمقاصد پاکستان کے لیے جہد مسلسل ،مولانا مودودیؒ کا مقصدِ حیات تھا۔ جب کہ مسلم لیگ کی بے ایمان، بددیانت ،منافق ،شیطان صفت قیادت نے مولانا مودودیؒ کو اپنے مفادات کا ''موثر مخالف'' محسوس کرتے ہوئے، اپنے مجرمانہ مقصد ''مطالبہ پاکستان'' کے خلاف اقدامات پر پردہ ڈالنے کے لیے مولانا مودودی پر جھوٹے الزامات لگا کر قید کی سزا دی۔

یہ سنّت یوسفی رہی ہے کہ صاحبِ حق اور نیک سیرت انسان کو بدنام کرنے کے لیے ظالم و باطل اقتدار کو ہمیشہ پیشہ ور حواری اور شاطر مشیر مل ہی جاتے ہیں اور صاحبِ حق کو جھوٹے الزام کی سزا کے طور پر جیل میں بند کیا جاتا ہے۔

قَالَ رَبِّ السِّجْنُ اَحَبُّ اِلَیَّ مِمَّا یَدْعُوْنَنِیْۤ اِلَیْهِ ۚ وَاِلَّا تَصْرِفْ عَنِّیْ كَیْدَهُنَّ اَصْبُ اِلَیْهِنَّ وَاَكُنْ مِّنَ الْجٰهِلِیْنَ۝۳۳ (سورۃ یوسف: آیت، ۳۳)

قائدِ اعظم محمد علی جناح کی وفات (11/ستمبر 1948ء) کے (25) ہی دنوں بعد 4/اکتوبر 1948ء کو سید مودودیؒ کو گرفتار کرلیا گیا اور وہ چھ (6) ماہ کے لیے جیل میں نظر بند کر دیے گئے لیکن ہر چھ (6) ماہ بعد ملک کے اندرونی و بیرونی شیطانی طاقتوں کے اشارے پر جیل کی سزا اور نظر بندی میں توسیع ہوتی رہی۔ بعد میں مولانا طفیل محمد اور امین احسن اصلاحیؔ بھی گرفتار کر لیے گئے۔ اور (20) ماہ مولانا مودودیؒ کے ساتھ جیل میں سخت تکالیف اور صبر آزما حالات میں رہے۔

ایک طرف گھر میں معاشی مشکلات اپنے عروج پر تھیں۔ مولانا کی زوجہ محترمہ محمودہ بیگم نے ایک صابر اور شاکر بیوی کا کِردار ادا کیا۔ تحریکی کارکنوں کی ازواج کے لیے بیگم مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ محترمہ محمودہ بیگم کے کِردار میں ایک قابلِ تقلید نمونہ موجود ہے۔

اِنَّ الْمُسْلِمِیْنَ وَالْمُسْلِمٰتِ وَالْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ وَالْقٰنِتِیْنَ وَالْقٰنِتٰتِ وَالصّٰدِقِیْنَ وَالصّٰدِقٰتِ وَالصّٰبِرِیْنَ وَالصّٰبِرٰتِ وَالْخٰشِعِیْنَ وَالْخٰشِعٰتِ وَالْمُتَصَدِّقِیْنَ وَالْمُتَصَدِّقٰتِ

وَالصَّآئِمِیْنَ وَالصّٰٓئِمٰتِ وَالْحٰفِظِیْنَ فُرُوْجَهُمْ وَالْحٰفِظٰتِ وَالذّٰكِرِیْنَ اللّٰهَ كَثِیْرًا وَّالذّٰكِرٰتِ ۙ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِیْمًا ﴿۳۵﴾ (سورۃ الاحزاب: آیت، ۳۵)

بیگم صاحبہ نے اپنے بچوں کو بحالت مجبوری میونسپل اسکول میں داخل کروایا۔ جہاں پُرانے پھٹے ٹاٹ کے فرش پر بٹھا کر تعلیم دلائی جاتی تھی۔ اور جہاں فیس نہ دے سکنے والے غریب بچے پڑھا کرتے تھے۔ بیگم سید مودودیؒ کو گھر کے اخراجات چلانے کے لیے اپنے والدین کے دیے ہوئے گہنے بیچنے پڑے۔ دوسری طرف اسلام کے نام پر حاصل کردہ مملکت پاکستان کے وزیر اعظم خان لیاقت علی خان کی مُسلم لیگی حکومت نے سید مودودیؒ کے بارے میں امریکی امداد لینے اور C.I.A ایجنٹ کا پروپیگنڈہ پورے اہتمام سے شروع کردیا۔

ضمیر فروش، کاروباری و بکاؤ قسم کے مولوی، چالاک قسم کے علماء، مفادات کے بُھوکے، پیشہ ور حضرات نے حکومت کی خوشنودی کے لیے عالم الغیب، اللہ کی ناراضگی کی پرواہ کیے بغیر سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ اور جماعت کو بدنام کرنے میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی۔ اُس وقت سید مودودیؒ جیل میں تھے۔ جماعتِ اسلامی اور جماعت کے پرچوں پر پابندی لگی ہوئی تھی۔ اُن نادان مولوی حضرات نے نہ سید مودودیؒ کی تحریر کو پڑھا، نہ سمجھا اور نا ہی مولانا مودودیؒ کی مخالفت کے بدترین نتائج کی پرواہ کی، اپنی عاقبت تو برباد کر ہی لی، خود مُلک کا بیڑہ بھی غرق کرنے کا کام کر ڈالا۔

قَدْ خَسِرَ الَّذِیْنَ كَذَّبُوْا بِلِقَآءِ اللّٰهِ ؕ حَتّٰۤى اِذَا جَآءَتْهُمُ السَّاعَةُ بَغْتَةً قَالُوْا یٰحَسْرَتَنَا عَلٰى مَا فَرَّطْنَا فِیْهَا ۙ وَهُمْ یَحْمِلُوْنَ اَوْزَارَهُمْ عَلٰى ظُهُوْرِهِمْ ؕ اَلَا سَآءَ مَا یَزِرُوْنَ ﴿۳۱﴾ (سورۃ الانعام)

ترجمہ: نقصان میں پڑ گئے وہ لوگ جنہوں نے اللہ سے اپنی ملاقات کی اطلاع کو جھوٹ قرار دیا جب اچانک وہ گھڑی آجائے گی تو یہی لوگ کہیں گے" افسوس! ہم سے اس معاملہ میں کیسی تقصیر ہوئی" اور اِن کا حال یہ ہوگا کہ اپنی پیٹھوں پر اپنے گناہوں کا بوجھ لادے ہوئے ہوں گے دیکھو! کیسا برا بوجھ ہے جو یہ اٹھا رہے ہیں۔

یہیں سے (پاکستان) کے ناپاک حکمرانوں کے منافقانہ منصوبوں کی بدولت ملک کی تباہی و بربادی کا سلسلہ شروع ہوجاتا ہے۔ اُسی سال سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ نے اسلامی معاشیات وغیر سودی بنک کاری پر ایک شاہ کار کتاب ''سود'' تصنیف فرمائی، جو پہلی بار 1949ء میں شائع ہوئی۔ [1]

اس کتاب میں کلامُ اللہ ہی کے طرز استدلال سے مدد لے کر دنیا میں رائج سودی نظام معیشت (Interest Based Economy) کو تمام معاشی تباہیوں کی بنیادی وجہ ثابت کیا۔ اور اسلام کے قابلِ عمل نظام

---

[1] کتاب ''سود'' کا ترجمہ اب تک میری معلومات کے مطابق انگریزی، عربی کے علاوہ ہندوستان کی 17 زبانوں اور مغربی ممالک کی 13 زبانوں میں ہو چکا ہے اور اس کتاب کے 2015ء تک ہزاروں نسخے فروخت ہو چکے ہیں۔ (مرتب)

عدل کو پیش فرمایا۔ حکومت پاکستان نے ہر چھ ماہ بعد سید مودودیؒ اور جماعت کے دیگر کارکنوں پر مقدمہ چلائے بغیر سزا کی مدت میں توسیع کا سلسلہ شروع کر دیا تاکہ سید مودودیؒ کو جماعت کے ساتھیوں سمیت جیل میں ہی ختم کر دیا جائے۔ کافر، مشرک، منافق، یہود و نصاریٰ، برطانیہ، امریکہ اور رُوس کی اسلام دُشمنی کا یہ ایک جز تھا، ہے اور رہے گا۔

12 رفروری 1949ء کو ''الاخوان المسلمون'' کے سربراہ امام حسن البناء کو صدرِ مصر کے ملعون و مکار شاہ فاروق نے حکومت برطانیہ کے اشارے پر گولی مار کر شہید کر دیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ o جیل میں مولانا مودودیؒ کو اس خبر نے غم سے نڈھال کر دیا اور مُسلم ممالک کی انگریزوں سے مرعوبیت اور غلامانہ ذہنیت پر بہت دُکھ اور شدید صدمہ ہوا۔ یہ پورا سال جیل میں گزرا۔ مولانا مودودیؒ نے اس سال عید الفطر اور عید الاضحیٰ، صبر و توکل کے ساتھ جیل میں دیگر قیدیوں کے ساتھ منائی۔

11 رستمبر 1949ء مطابق ۱۷ رذی القعدۃ ۱۳۶۸ھ کو ''تفہیم القرآن'' جلد اول کی اشاعت عمل میں آئی۔

سیرت سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ کا ایک تابناک باب اتباع سرورِ عالم محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں ''صبر و شکر'' بھی ہے۔

''تفہیم القرآن'' جلد اول۔ یعنی دیباچہ کے آخری پیراگراف کی تحریر سیرت سید مودودیؒ کا اعلیٰ نمونہ ہے۔ اس میں ''حسن اتفاق'' اور ''سوءِ اتفاق'' کے امتزاج نے میری آنکھوں کو ہر بار آنسوؤں سے بھر دیا ہے۔

''اس کتاب کو مَیں نے محرم ۱۳۶۱ھ (فروری 1942ء) میں شروع کیا تھا۔ پانچ سال سے زیادہ مدت تک اس کا سلسلہ جاری رہا، یہاں تک کہ سورۂ یوسف کے آخر تک ترجمانی اور تفہیم تیار ہوگئی۔ اس کے بعد پے دَر پے اسباب پیش آتے چلے گئے کہ مجھے نہ تو آگے کچھ لکھنے کا موقع مل سکا اور نہ اتنی فرصت ہی میسر آسکی کہ جتنا کام ہو چکا تھا، اسی کو نظر ثانی کر کے اس قابل بنا سکتا کہ کتابی صورت میں شائع ہو سکے۔ اب اسے حسن اتفاق کہیے یا سوءِ اتفاق کہ اکتوبر 1948ء میں یکایک مجھے پبلک سیفٹی ایکٹ کے تحت گرفتار کر کے جیل بھیج دیا گیا اور یہاں مجھ کو وہ فرصت بہم پہنچ گئی جو اس کتاب کو پریس میں جانے کے قابل بنانے کے لیے درکار تھی۔ میں اللہ سے دُعا کرتا ہوں کہ جس غرض کے لیے میں نے یہ محنت کی ہے، وہ پوری ہو، اور یہ کتاب قرآن مجید کے فہم میں اللہ کے بندوں کے لیے واقعی کچھ مددگار ثابت ہو سکے۔ وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم''

ابوالاعلیٰ

نیو سنٹرل جیل۔ ملتان۔ ۷ رذی القعدۃ ۱۳۶۸ھ۔ ۱۱ رستمبر ۱۹۴۹ء

وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوْعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَالْاَنْفُسِ وَالثَّمَرٰتِ ۭ وَبَشِّرِ الصّٰبِرِيْنَ ۝۱۵۵ الَّذِيْنَ اِذَآ اَصَابَتْهُمْ مُّصِيْبَةٌ ۙ قَالُوْٓا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ ۝۱۵۶ اُولٰۗىِٕكَ عَلَيْهِمْ صَلَوٰتٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ ۣ وَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْمُهْتَدُوْنَ ۝۱۵۷ (سورۃ البقرۃ، آیت: ۱۵۵ تا ۱۵۷)

جیل سے پاکستان کی پہلی عید الفطر پر پیغام مودودیؒ کی چند سطور

''آج ہمیں اِس بات کی بھی خوشی ہے کہ ڈیڑھ سو (۱۵۰) برس کی غلامی کے بعد ہم پہلی مرتبہ آزاد پاکستان میں یہ عید منا رہے ہیں، مگر یہ خوشی ابھی نامکمل ہے۔ ابھی تک یہ سوال معلق ہے کہ ہماری آزادی کیسی آزادی ہے؟ آیا ہم بندوں سے اس لیے آزاد ہوئے ہیں کہ اللہ کی بندگی کریں یا اللہ کی بندگی سے بھی آزاد ہو گئے ہیں تا کہ صرف اپنے نفس کی بندگی کرتے رہیں، یہ مسئلہ ابھی تصفیہ طلب ہے اور خدا کے بندوں کو اپنی عید کی اصلی خوشی اس وقت تک ملتوی رکھنی چاہیے جب تک یہ فیصلہ قطعی طور پر اللہ کی بندگی کے حق میں نہ ہو جائے۔''

اردو زبان پر عثمانیہ یونیورسٹی میں تعصب کا قاتلانہ حملہ

''دنیا کی واحد عظیم الشان عثمانیہ یونیورسٹی حیدر آباد دکن جس نے اردو زبان میں تمام عصری علوم کو منتقل کیا تھا۔ اس یونیورسٹی کی تمام اردو خدمات اور نصابی کتب کو نیست و نابود کرنے کا کام اردو اور مسلم دشمن کانگریس میں موجود ظالم حکمرانوں کے ہاتھوں اسی سال ستمبر ۱۹۴۸ء سے شروع ہو گیا۔ حیدر آباد کے شکست خوردہ مایوس و مرعوب، بے بس مسلمان اس بربادی کو غمناک اور نمناک آنکھوں سے دیکھتے ہی رہ گئے۔''

امانت و دیانت کی ایک نادر مثال

ماہنامہ ''ترجمان القرآن'' جو مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ کی ادارت میں اپریل، مئی 1933ء سے پابندی سے نکل رہا تھا اور غیر منقسم ہندوستان کے علمی حلقوں میں کافی مقبول تھا۔ 1948ء میں اُس پر پاکستان کی ناپاک حکومت نے پابندی لگا دی، مولانا مودودیؒ اس وقت جیل میں تھے۔ رسالہ بند ہوتے ہی جیل سے اپنے بڑے بھائی ابوالخیر مودودی کے نام خط لکھا کہ مستقل خریداروں کو اُن کی رقومات لوٹا دی جائیں۔ یہ امانت و دیانت کی ایک اعلیٰ و نادر مثال ہے۔ اردو زبان میں رسالے بہت سے جاری ہوئے اور بند ہوئے لیکن خریداروں کی بقیہ رقومات لوٹائی گئی ہوں، اُس کی مثال مشکل سے ملے گی۔ اسی طرح جب حیدر آباد سے لاہور مستقل طور پر منتقل ہونے کا ارادہ 1938ء میں کر لیا تو پہلے حیدر آباد کے لین دین کے تمام معاملات کی تکمیل مارچ 1938ء تک کرنے کے بعد حیدر آباد سے ہجرت فرمائی۔

سنتِ سیدنا یوسفؑ یعنی جیل میں صبر وتوکل اور عزیمت کا کردار

سید مودودیؒ فرماتے ہیں: مجھے 1948ء میں جب فیصل آباد (لائیل پور) جیل میں نظر بند کیا گیا تو ایک روز اچانک پتھری پیشاب کی جگہ رگ گئی، اور 17، 18 گھنٹے پیشاب بند رہا۔ میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ اے اللہ میں ان ظالموں سے علاج کی درخواست نہیں کرنا چاہتا، اے اللہ تو اسے نکال دے یا ہٹا دے۔ الحمد للہ وہ ہٹ گئی۔ یہی وہ پتھری تھی جو (۲۰) بیس سال بعد یعنی 1968ء میں آپریشن کے بعد پھر برآمد ہوئی۔ ڈاکٹر حیران تھے کہ سید مودودی اتنی بڑی پتھری مثانے میں لیے 20 سال تک کیسے چلتے پھرتے رہے۔ سید مودودی نے فرمایا: ان بیس سالوں میں اس پتھری نے مجھے ایک لمحہ کے لیے بھی تنگ نہیں کیا۔

وَالَّذِيْنَ صَبَرُوا ابْتِغَآءَ وَجْهِ رَبِّهِمْ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا وَّعَلَانِيَةً وَّيَدْرَءُوْنَ بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عُقْبَى الدَّارِ ﴿۲۲﴾ (الرعد:22)

اِنَّهٗ مَنْ يَّتَّقِ وَيَصْبِرْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۹۰﴾ (یوسف)

جمہوریت

جمہوری انتخاب کی مثال بالکل ایسی ہے جیسے دودھ کو اُبال کر مکھن نکالا جاتا ہے۔ اگر دودھ زہریلا ہو تو اس سے جو مکھن نکلے گا قدرتی بات ہے کہ وہ دودھ سے زیادہ زہریلا ہوگا۔ اِسی طرح سوسائٹی بگڑی ہوئی ہو تو اس کے ووٹوں سے وہی لوگ منتخب ہو کر برسرِ اقتدار آئیں گے جو اس سوسائٹی کی خواہشاتِ نفس سے سندِ قبولیت حاصل کرسکیں گے۔

(اقوالِ مودودیؒ، صفحہ: ۱۰۲)

عمر۔ سینتالیس (۴۷) سال

(۲۵ر ستمبر ۱۹۴۹ءتا ۲۴ر ستمبر ۱۹۵۰ء)

جیل سے اہلیہ محترمہ محمودہ بیگم کے نام مولانا مودودیؒ کا تاریخی خط، قراردادِ مقاصد پاکستان کی منظوری، جیل سے رہائی کے 24 گھنٹوں کے اندر پورے ملک میں جماعت اسلامی دوبارہ منظم، مولانا عامر عثمانیؒ کا پرچہ ''تجلّی'' دیوبند کا اجراء، مفسرِ قرآن علامہ شبیر احمد عثمانی کا انتقال

ستمبر، اکتوبر، نومبر، دسمبر 1949ء۔ جنوری، فروری مارچ، اپریل، مئی 28ر 1950ء جیل میں گزاری۔

3ر اکتوبر 1949ء کو حکومت کے نام بیس (20) صفحات پر مشتمل تاریخی اہمیت کا حامل ایک خط لکھا:

''2ر مارچ 1949ء کو قراردادِ مقاصد کے پاس ہوجانے کے بعد ہمارا اور حکومت کا اختلاف ختم ہوگیا۔ سرکاری ملازمین ہی کا نہیں بلکہ ہم میں سے ہر مسلمان کا فرض اور تقاضائے ایمان ہے کہ ریاست پاکستان کا خیر خواہ اور مخلص خیر خواہ ہو''

20 صفحات کے اس خط کے آخر میں مولانا مودودیؒ رقم فرماتے ہیں:

''انسانی عقل اصولی طور پر اس حقیقت کو جانتی ہے اور اس کے اس وجدانی علم کو کبھی محو نہیں کیا جاسکتا کہ جو روشنی میں آنے سے گھبراتا ہو اور تاریکی ہی میں کام کرنے پر اصرار کرے وہ ضرور اپنے دامنِ کردار پر کوئی داغ رکھتا ہے جس کے ظاہر ہوجانے کا اسے خوف ہے۔

میری یہ صاف گوئی اپنے نقطۂ نظر کو واضح طور پر پیش کرنے کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔''

خاکسار

ابوالاعلیٰ

6ر اکتوبر 1949ء

مولانا مودودیؒ کا یہ خط 6/اکتوبر 1949ء کا تحریر کردہ ہے۔ یہ خط آپ کی اہلیہ محترمہ محمودہ بیگم کے نام ہے۔[۱]

خط کے اہم نکات:

۱۔ قراردادِ مقاصدِ پاکستان کی منظوری کے بعد پاکستان ”اصولی طور پر ایک اسلامی ریاست بن گیا ہے“ اب اس ریاست کی وفاداری اور خیر خواہی ہمارے ایمان کا تقاضہ ہو گیا ہے۔

۲۔ اس ریاست کو مسلمان بنانے کے لیے ہماری تمام کوششیں پُرامن جمہوری طور پر ہی ہوں گی۔

۳۔ ملک کے غیر اسلامی غاصب پاکستانی حکمرانوں کو بڑے حکیمانہ انداز سے نصیحت اور وصیت بھی کر ڈالی کہ پاکستان کی بقا کا انحصار اسلامی نظام کے نفاذ ہی میں ہے۔

۴۔ یوسف علیہ السلام کی سنت، مقدرات کے فیصلے، توکل علی اللہ کی نصیحت اپنے لیے اور سب کے لیے۔

وَلَئِنْ لَّمْ يَفْعَلْ مَآ اٰمُرُهٗ لَيُسْجَنَنَّ وَلَيَكُوْنًا مِّنَ الصّٰغِرِيْنَ ۝ (سورۃ یوسف:32)

دراصل ہندوستان کے عوام انگریزوں کی غُلامی سے نکل کر کانگریس کی غلامی میں آگئے اور مُسلم اکثریت کا علاقہ مشرقی ومغربی پاکستان کے نام سے وجود میں آیا، جہاں کے مُسلمان انگریزوں کی غُلامی سے نکل کر بے دین اور دین بے زار مُسلم لیگ کے جاگیرداروں، وڈیروں، سرمایہ داروں اور منافق لیڈروں کی غُلامی میں چلے گئے۔ سید مودودیؒ نے مسلم لیگ کی اس مُنافقت کا بھرپور تعاقب کیا۔ ان منافقین کی حالت قرآن میں یوں بیان کی گئی ہے:

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَبِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَمَا هُمْ بِمُؤْمِنِيْنَ ۝۸ يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۚ وَمَا يَخْدَعُوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَهُمْ وَمَا يَشْعُرُوْنَ ۝۹ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ ۙ فَزَادَهُمُ اللّٰهُ مَرَضًا ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۢ بِمَا كَانُوْا يَكْذِبُوْنَ ۝۱۰ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ لَا تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ ۙ قَالُوْٓا اِنَّمَا نَحْنُ مُصْلِحُوْنَ ۝۱۱ اَلَآ اِنَّهُمْ هُمُ الْمُفْسِدُوْنَ وَلٰكِنْ لَّا يَشْعُرُوْنَ ۝۱۲ (سورۃ البقرۃ: آیات ۸ تا ۱۲)

مولانا عامر عثمانی نے نومبر 1949ء میں دیوبند (یوپی) سے ایک ماہنامہ رسالہ بنام ”تجلّی“ جاری کیا جو بعد میں سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ کے خلاف ہر الزام و بہتان تراشی کے خلاف ہندوستان میں سب سے بڑا وکیل ومحافظ ثابت ہوا۔ سید مودودیؒ کے خلاف ہر فتویٰ وتحریر کا منہ توڑ، مدلّل، عالمانہ جواب تجلّی اور عامر عثمانی کی امتیازی شان تھی۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ علماء دیوبند و ندوہ کے مشائخ ومولویوں کے مولانا مودودیؒ کے خلاف حملوں، فتنوں اور فتووں کو لگام لگ گئی۔[۲]

---

[۱] مکمل خط عمر 47 سال کے آخر میں شاملِ کتاب ہے۔

[۲] علامہ عامر عثمانی فاضل دارالعلوم دیوبند سے میری خط وکتابت رہی ہے۔ دو خطوط کا عکس اس کتاب میں شامل ہے۔ (مرتب: احمد ابوسعید)

10 / دسمبر 1949ء کو علامہ شبیر احمد عثمانیؒ مفسر قرآن کریم کا انتقال ہوا۔

یہ سید مودودیؒ کے قدرداں و کرم فرما تھے۔ ہر دو عالم ایک دوسرے کے حق میں اکرام مُومن کی تعلیم پر عمل پیرا تھے۔ علاّمہ شبیر احمد عثمانیؒ قرآن کے شیدائی اور خادم تھے۔

26 / جنوری 1950ء کو ہندوستان میں دستور کے نفاذ پر پاکستانی حکّام کو سید ابوالاعلیؒ نے غیرت دلائی۔ اسلامی ریاست کے بنیادی اصول کے روشنی میں دستور کے لیے بنیادی نکات پیش کیے۔ بقول ماہر قانون اے۔ کے۔ بروہی، مولانا مودودیؒ کی اس دستوری تحریر کو زیادہ موثر اور بڑی مفید خدمت قرار دی گئی، اور حکومت کے سامنے نفاذ کے لیے پیش کیا گیا۔ جیل سے ایک تحریری بیان جاری کیا جسے اکثر اخبارات نے شائع کیا۔

مگر پاکستان کی بے حس قیادت نے ٹال مٹول سے کام لیا اور ملک کو دستور سے محروم رکھ کر نہایت نکمی، ناکارہ، بددیانت اور اپنے ہی ملک پاکستان کی، جو بڑی قربانیوں کے بعد حاصل ہوئی تھی، بدترین دشمن ثابت ہوئی۔

عدالت نے اپنے ایک مقدمہ میں یہ فیصلہ دیا تھا کہ ہر چھ ماہ کے بعد تین مرتبہ کی توسیع کے بعد، خود بخود رہائی کا حکم دے دیا جائے۔ عدالت کے اس فیصلہ کی روشنی میں پاکستان کی ظالم حکومت کو مجبوراً سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ اور ان کے ساتھیوں کو 28 / مئی 1950ء کو رہا کرنا پڑا۔

سید مودودیؒ نے رہائی کے چوبیس گھنٹے کے اندر ہی پوری جماعت کو ڈیڑھ سال کی پابندی کے بعد پھر منظم کر دیا اور جیل سے رہائی کے معاً بعد مغربی پاکستان کے طول وعرض کا دورہ کر کے عوامی بیداری کی مہم چلائی۔ اسلامی نظام اور قرآنی دستور کے خلاف مُسلم لیگ اور حکومت میں موجود CIVIL اور فوجی مشنری کی اندرونی اور بیرونی سازشوں پر سید ابوالاعلیؒ مودودیؒ نے تحریروں اور تقریروں کے ذریعہ سخت تنقید کی۔ حکومت نے ردّعمل کے طور پر جماعت کے ہم خیال اور ہمدرد جریدوں اور رسائل پر سنسرشپ لگا دی اور جماعت کے کارکنوں پر مظالم کا سلسلہ کچھ اس طرح شروع کر دیا کہ عام لوگ جماعت کا نام لیتے ہوئے گھبرانے لگے۔ سید مودودیؒ نے جماعت اسلامی کی انتخابی جدوجہد اور اُس کے مقاصد وطریقۂ کار پر ایک کتابچہ تصنیف کیا۔

مُسلم لیگی رہنماؤں سے ملاقاتیں کیں اور صاف طور پر واضح کر دیا کہ مُسلم لیگ اگر اخلاص کے ساتھ اسلامی نظام نافذ کرتی تو جماعت اسلامی عملی سیاست میں قدم ہی نہ رکھتی اور حکومت وقت کا تعاون کرتے ہوئے اسلامی معاشرہ کی تشکیل و افراد سازی کا کام انجام دیتی، تاکہ اسلام اپنی پوری اور حقیقی شکل میں ایک نظامِ حیات (System of Life) کی

حیثیت سے نافذ ہوسکے اور دنیا کو یہ بتایا جاسکے کہ اسلام ہی وہ واحد نظریۂ حیات ہے جو سارے عالم میں حقیقی امن اور خُوشحالی لاسکتا ہے۔ مگر اِس کے جواب میں مغربی تہذیب کی غلامانہ ذہنیت رکھنے والی حکومت نے برسرِاقتدار مُسلم لیگ کی مفاد پرست منافق قیادت کے لیے سید مودودیؒ کی اس پیشکش کو کُھلا چیلنج تصور کرلیا۔ ہر محاذ پر ہر طرف سے مودودیؒ دشمنی کا کام شروع کردیا گیا۔

اسلام اور دین کے نام پر حاصل کردہ مُلک پاکستان کی اسلام دشمن یہود اور نصاریٰ کی Agent منافق حکومت نے باقاعدہ تنخواہ دار (Paid) پروپیگنڈہ کرنے والے عملے (Paid Propagandist) کا تقرّر کیا، جس نے سید مودودیؒ اور جماعت اسلامی کو بدنام کرنے اور ہر روز ایک نیا الزام وشوشہ تراشنے کا کام شروع کردیا۔ حکومت کا رویہ یہ تھا کہ جو مولانا مودودیؒ کے خلاف بدنامی کا جتنا زیادہ موثر کام کرے گا اتنا ہی بڑا انعام پائے گا۔

اس کے لیے پرویزیوں، قادیانیوں، سوشلسٹوں اور کمیونسٹوں کی ایک کھیپ تو پہلے سے ہی دانشوروں، ادیبوں اور کالم نگاروں کی شکل میں موجود تھی، اُن مُنافقین' فاسقین وفاجرین کی مدد کے لیے موقع پرست مولویوں، نام نہاد مُرشدوں اور مبلغوں کو بھی معقول ومناسب معاوضہ (Remunerations)، مناصب اور شہرت کا لالچ دے دلاکر اُن کا معاون بنادیا۔ یہ سید مودودیؒ اور جماعتِ اسلامی کے لٹریچر کو سیاق وسباق سے الگ کرکے، چند جملے، چُن چُن کر نکال لاتے، اور اُن کی بنیاد پر فتووں کے پوسٹرس اور پمفلٹس (Pamphlets) سرکاری خرچ پر شائع کرکے بڑے پیمانے پر منظم طور پر پھیلاتے رہے۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا لَا يَسۡخَرۡ قَوۡمٌ مِّنۡ قَوۡمٍ عَسٰۤى اَنۡ يَّكُوۡنُوۡا خَيۡرًا مِّنۡهُمۡ وَلَا نِسَآءٌ مِّنۡ نِّسَآءٍ عَسٰۤى اَنۡ يَّكُنَّ خَيۡرًا مِّنۡهُنَّ‌ ۚ وَلَا تَلۡمِزُوۡۤا اَنۡفُسَكُمۡ وَلَا تَنَابَزُوۡا بِالۡاَلۡقَابِ‌ ؕ بِئۡسَ الِاسۡمُ الۡفُسُوۡقُ بَعۡدَ الۡاِيۡمَانِ‌ ۚ وَمَنۡ لَّمۡ يَتُبۡ فَاُولٰۤئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوۡنَ ۝١١ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوا اجۡتَنِبُوۡا كَثِيۡرًا مِّنَ الظَّنِّ اِنَّ بَعۡضَ الظَّنِّ اِثۡمٌ‌ وَّلَا تَجَسَّسُوۡا وَلَا يَغۡتَبْ بَّعۡضُكُمۡ بَعۡضًا‌ ؕ اَيُحِبُّ اَحَدُكُمۡ اَنۡ يَّاۡكُلَ لَحۡمَ اَخِيۡهِ مَيۡتًا فَكَرِهۡتُمُوۡهُ‌ ؕ وَاتَّقُوا اللّٰهَ‌ ؕ اِنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ رَّحِيۡمٌ ۝١٢ (سورۃ الحجرات: ۱۱، ۱۲)

بدنام کرنے کی باضابطہ کوششوں کے باوجود سید مودودیؒ نے حکومت کی طرف سے کراچی کارپوریشن (اُس وقت پاکستان کا صدر مقام کراچی تھا) کے انتخابات کے فیصلے کے جواب میں انتخابات میں حصہ لینے کا فیصلہ کرلیا۔

مخالفت اور مخالفین کی پرواہ کیے بغیر ایسے نمائندوں کو کھڑا کیا جن میں دینی ودنیوی تعلیم کے ساتھ ساتھ سچّائی، حق گوئی اور اخلاق کا اچھا ریکارڈ ہو۔ کراچی کارپوریشن کے انتخاب میں حکومت نے جاگیردار، وڈیرے، زمین دار، صنعت

کار اور سرمایہ داروں کو کھڑا کیا تو دوسری طرف سید مودودیؒ نے جماعتِ اسلامی کی طرف سے تعلیم یافتہ، صالح اور اچھی صلاحیت کے حامل افراد کو کھڑا کیا۔

ان انتخابات میں کراچی کارپوریشن کی (26) سیٹوں میں سے (23) یعنی 90% سیٹس پر جماعتِ اسلامی کو فتح حاصل ہوئی۔ کراچی انتخابات کی یہ مثالی Remarkable جیت تھی۔

یہ ایک تجرباتی (Testing) عمل 1950ء میں ہوا تھا۔ اور یہ جیت برطانیہ وامریکہ کے مفادات کے لیے کام کرنے والے مغرب زدہ ذہن کے لیے ناقابلِ برداشت چیلنج (Challenge) تھا۔ اگر اسلامی طاقت جمہوری اصول پر جیت گئی تو اسلام دشمن طاقتوں کا جنازہ نکل جائے گا۔ اس طرح پاکستان عالمی سازشوں کا شکار ہو گیا اور ناپاک طاقتوں کے نرغے میں آ گیا۔

4/ستمبر 1950 کو مرکزی حکومتِ پاکستان کے ایک حکم نامہ (ORDINANCE) کے بموجب مولانا مودودیؒ کی تصانیف پر ملک میں تو پابندی لگادی تھی اب ان کو بیرون پاکستان بھیجنا ممنوع قرار دیا گیا۔

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا ۭ اُولٰۗىِٕكَ يُعْرَضُوْنَ عَلٰي رَبِّهِمْ وَيَقُوْلُ الْاَشْهَادُ هٰٓؤُلَاۗءِ الَّذِيْنَ كَذَبُوْا عَلٰي رَبِّهِمْ ۚ اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَي الظّٰلِمِيْنَ ﴿18﴾ الَّذِيْنَ يَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَيَبْغُوْنَهَا عِوَجًا ۭ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ كٰفِرُوْنَ ﴿19﴾ اُولٰۗىِٕكَ لَمْ يَكُوْنُوْا مُعْجِزِيْنَ فِي الْاَرْضِ وَمَا كَانَ لَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ اَوْلِيَاۗءَ ۘ يُضٰعَفُ لَهُمُ الْعَذَابُ ۭ مَا كَانُوْا يَسْتَطِيْعُوْنَ السَّمْعَ وَمَا كَانُوْا يُبْصِرُوْنَ ﴿20﴾ اُولٰۗىِٕكَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ﴿21﴾ لَا جَرَمَ اَنَّهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ هُمُ الْاَخْسَرُوْنَ ﴿22﴾

(سورۃ ھود: آیت ۱۸ تا ۲۲)

4/اکتوبر 1948ء تا 28/مئی 1950 ---- یہ زمانہ چوں کہ سیدی ابوالاعلیٰ المودودیؒ کی نظر بندی کا تھا اس لیے وہ اس مدت میں عوامی اور سیاسی سرگرمیوں سے بے تعلق رہے۔ جیل خانہ میں نظر بندی کے زمانہ میں اُن کا سب سے بڑا مشغلہ ومصروفیت قرآنِ مجید کی تفسیر ''تفہیم القرآن'' لکھنا تھا۔ اِس طرح تاریخ انسانی کی اُن عظیم شخصیتوں میں اُن کا شمار ہوتا ہے، جنہوں نے عمرِ عزیز کا ہر لمحہ اللہ کے اِس فرمان: اِنَّ صَلَاتِيْ وَنُسُكِيْ وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِيْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ o (الانعام: ۱۶۰) کی حتی المقدور اتباع میں گزارا، یہ ہمارے لئے عملی نمونہ ہے۔

نوٹ: (۱) مولانا مودودیؒ کی تقاریر جلد دوم۔ ثروت صولت۔ (۲) تحریک اسلامی۔ ایک تاریخ ایک داستان۔ پروفیسر خورشید احمد

جون، جولائی، اگست، ستمبر 1950ء پورے پاکستان کا دورہ کیا اور بیسیوں جلسوں کو خطاب کیا، جس میں لاہور اور کراچی کے اجتماعات تاریخی اہمیت رکھتے ہیں۔ 14راگست 1950ء کو پاکستان کی تیسری سال گرہ پر قوم کے نام پیغام دیا۔

داعیٔ حق کے دشمن

اللہ کے راستے کی طرف دعوت دینے والے کے خلاف جو شخص بھی لوگوں کے دلوں میں وسوسے ڈالتا پھرے اُس کے شر سے داعیِ حق اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتا ہے۔ داعی الی الحق کے بس کا یہ کام نہیں ہے کہ اُس کی ذات کے خلاف جن جن لوگوں کے دلوں میں وسوسے ڈالے جارہے ہوں ان سب تک خود پہنچے اور ایک ایک شخص کی غلط فہمیوں کو صاف کرے۔

اُس کے لیے یہ بھی مناسب نہیں ہے کہ اپنی دعوت الی اللہ کا کام چھوڑ چھاڑ کر وسوسہ اندازوں کی پیدا کردہ غلط فہمیوں کو صاف کرنے اور اُن کے الزامات کی جواب دہی کرنے میں لگ جائے۔ اُس کے مقام سے یہ بات بھی فروتر ہے کہ جس سطح پر اس کے مخالفین اُترے ہوئے ہیں اسی پر خود بھی اتر آئے، اس لیے اللہ تعالیٰ نے دعوتِ حق دینے والے کو ہدایت فرمائی کہ ایسے اَشرار کے شر سے بس اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگ لے اور پھر بےفکری کے ساتھ اپنے دعوت کے کام میں لگا رہے۔ اِس کے بعد اُن سے نمٹنا تیرا کام نہیں بلکہ رب الناس، ملک الناس اور اِلٰہُ الناس کا کام ہے۔

اس مقام پر یہ بھی سمجھ لینا چاہئے کہ وسوسہ عملِ شر کا نقطۂ آغاز ہے۔ وہ جب ایک غافل یا خالی الذہن آدمی کے اندر اثر انداز ہوجاتا ہے تو پہلے اُس میں برائی کی خواہش پیدا ہوتی ہے۔ پھر مزید وسوسہ اندازی اُس بُری خواہش کو بُری نیت اور بُرے ارادے میں تبدیل کردیتی ہے۔ پھر اس سے آگے جب وسوسے کی تاثیر بڑھتی ہے تو ارادہ عزم بن جاتا ہے اور آخری قدم پھر عملِ شر ہے۔ اس لیے وسوسہ انداز کے شر سے خدا کی پناہ مانگنے کا مطلب یہ ہے کہ شر کا آغاز جس مقام سے ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ اُسی مقام پر اس کا قلع قمع فرمادے۔

دوسرے لحاظ سے اگر دیکھا جائے تو وسوسہ اندازوں کے شر کی ترتیب یہ نظر آتی ہے کہ پہلے وہ کھلے کھلے کفر، شرک، دہریت، یا اللہ اور رسولؐ سے بغاوت اور اللہ والوں کی عداوت پر اُکساتے ہیں۔ اس میں ناکامی ہو اور آدمی دینُ اللہ میں داخل ہی ہوجائے تو وہ اسے کسی نہ کسی بدعت کی راہ سُجھاتے ہیں۔ یہ بھی نہ ہوسکے تو معصیت کی رغبت دلاتے ہیں۔

اس میں بھی کامیاب نہ ہوسکے تو آدمی کے دل میں یہ خیال ڈالتے ہیں کہ چھوٹے چھوٹے گناہ کرلینے میں تو کوئی مضائقہ نہیں، تاہم یہی اگر کثرت سے صادر ہوجائیں تو گناہوں کا بارِ عظیم انسان پر لَد جائے۔ اِس سے بھی اگر آدمی بچ نکلے تو بدرجۂ آخر وہ کوشش کرتے ہیں کہ آدمی دینِ حق کو بس اپنے آپ تک محدود رکھے، اُسے غالب کرنے کی فکر نہ کرے۔ لیکن اگر کوئی شخص اِن تمام چالوں کو ناکام کردے تو پھر شیاطین جن وانس کی پوری پارٹی ایسے آدمی پر پِل پڑتی ہے، اس کے خلاف لوگوں کو اکساتی اور بھڑکاتی

ہے، اُس پر گالیوں اور الزامات کی بوچھاڑ کراتی ہے، اسے ہر طرف بدنام اور رسوا کرنے کی کوشش کرتی ہے۔

پھر شیطان اُس مردِ مومن کو آ کر غصّہ دلاتا ہے اور کہتا ہے کہ یہ سب کچھ برداشت کر لینا تو بڑی بزدلی کی بات ہے، اُٹھ اور اِن حملہ آوروں سے بھڑ جا۔ یہ شیطان کا آخری حربہ ہے جس سے وہ دعوتِ حق کی راہ کھوٹی کرانے اور داعیِ حق کو راہ کے کانٹوں سے الجھا دینے کی کوشش کرتا ہے۔ اِس سے بھی اگر داعیِ حق بچ نکلے تو شیطان اُس کے آگے بے بس ہو جاتا ہے۔ یہی وہ چیز ہے جس کے متعلق قرآن مجید میں ارشاد ہوا ہے۔

وَاِمَّا يَنْزَغَنَّكَ مِنَ الشَّيْطٰنِ نَزْغٌ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ ، ترجمہ: ''اور اگر شیطان کی طرف سے تمہیں کوئی اکساہٹ محسوس ہو تو اللہ کی پناہ مانگو'' (الاعراف: ۲۰۰۔ حٰم السجدۃ: ۳۶)۔

وَقُلْ رَّبِّ اَعُوْذُبِکَ مِنْ ھَمَزٰتِ الشَّیٰطِیْنِ ، ترجمہ: ''کہو، میرے پروردگار! میں شیاطین کی اُکساہٹوں سے تیری پناہ مانگتا ہوں'' (المومنون: ۹۷)

اِنَّ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا اِذَا مَسَّهُمْ طٰٓئِفٌ مِّنَ الشَّيْطٰنِ تَذَكَّرُوْا فَاِذَا هُمْ مُّبْصِرُوْنَ ، (الاعراف: ۲۰۱)

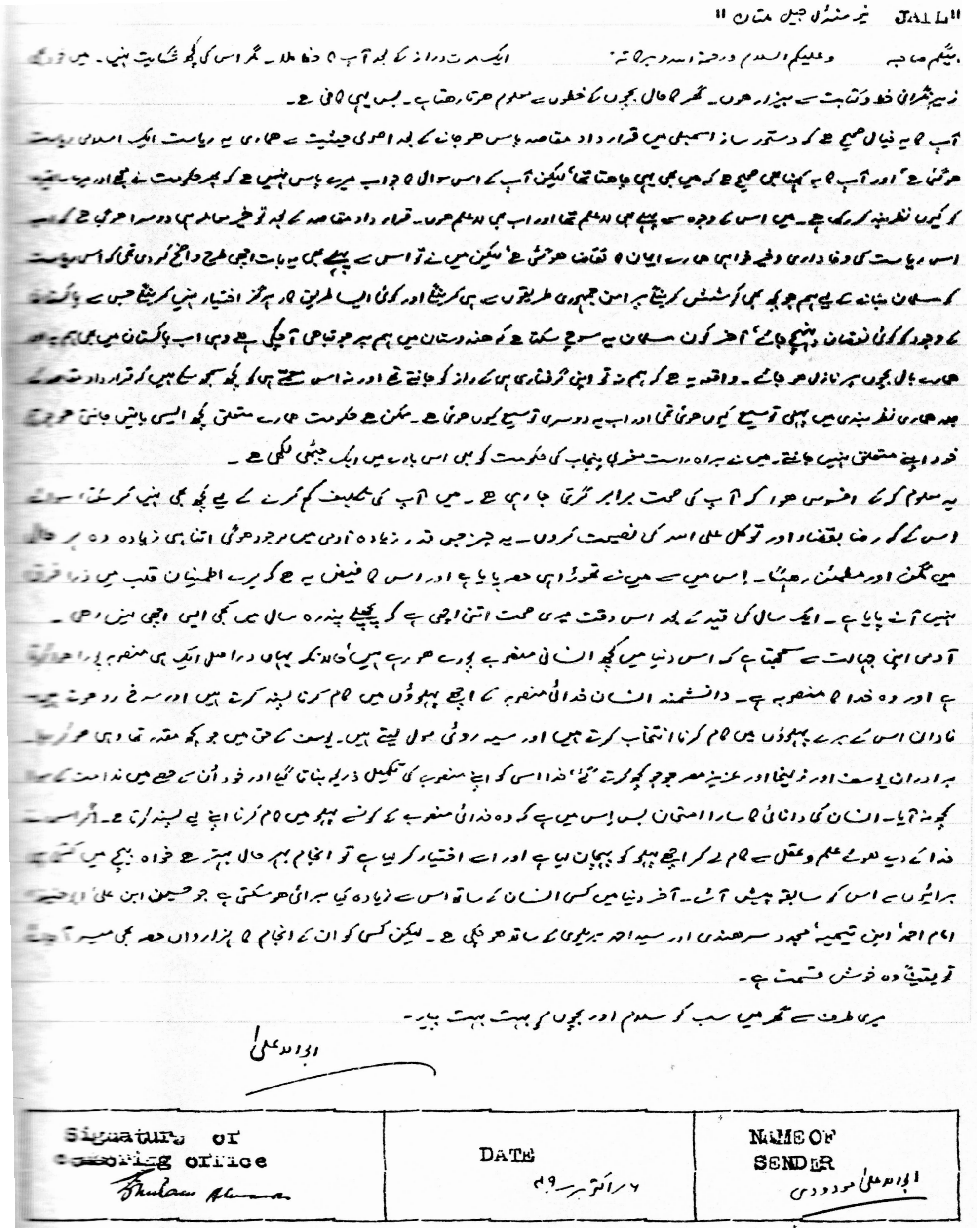
ترجمہ: ''جو لوگ پرہیزگار ہیں اُن کا حال تو یہ ہوتا ہے کہ کبھی شیطان کے اثر سے کوئی برا خیال اُنہیں چھو بھی جائے تو وہ فوراً اچونک جاتے ہیں اور پھر اُنہیں (صحیح راستہ) صاف نظر آنے لگتا ہے''۔

اور اسی بنا پر جو لوگ شیطان کے اِس آخری حربے سے بچ نکلیں ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وَمَا يُلَقّٰهَآ اِلَّا ذُوْ حَظٍّ عَظِيْمٍ ، ''یہ چیز بڑے نصیبے والے کے سوا کسی کو حاصل نہیں ہوتی'' (حٰم السجدۃ، ۳۵)

اس سلسلے میں ایک بات اور بھی نگاہ میں رہنی چاہئے۔ وہ یہ کہ انسان کے دل میں وسوسہ اندازی صرف باہر سے شیاطینِ جنّ وانس ہی نہیں کرتے بلکہ اندر سے خود انسان کا اپنا نفس بھی کرتا ہے۔ اُس کے اپنے غلط نظریات اُس کی عقل کو گمراہ کرتے ہیں۔ اُس کی اپنی ناجائز اغراض وخواہشات اُس کی قوتِ تمیز اور قوتِ ارادی اور قوتِ فیصلہ کو بدراہ کرتی ہیں۔ اور باہر کے شیاطین ہی نہیں، انسان کے اندر اس کے اپنے نفس کا شیطان بھی اُس کو بہکاتا ہے۔ یہی بات ہے جو قرآن میں ایک جگہ فرمائی گئی ہے کہ وَنَعْلَمُ مَا تُوَسْوِسُ بِهٖ نَفْسُهٗ (قٓ: ۱۶)۔ ''اور ہم اُس کے اپنے نفس سے ابھرنے والے وسوسوں کو جانتے ہیں۔'' اسی بنا پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مشہور خطبۂ مسنونہ میں فرمایا ہے ''نعوذ باللّٰہ من شرور انفسنا''، ہم اللہ کی پناہ مانگتے ہیں اپنے نفس کی شرارتوں سے۔''

(تفہیم القرآن جلد ششم، سورۃ الناس، حواشی نمبر ۲)

مولانا مودودیؒ کا بیگم مودودی کے نام خط کی اسکیان کاپی



"JAIL" نیو سنٹرل جیل ملتان "

بیگم صاحبہ وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ ایک مدت دراز کے بعد آپ کا خط ملا۔ مگر اس کی کچھ شکایت نہیں۔ میں خود [illegible]
زبیر شمرانی خط و کتابت سے بیزار ہوں۔ گھر کا حال بچوں کے خطوں سے معلوم ہوتا رہتا ہے۔ بس یہی کافی ہے۔
آپ کا یہ خیال صحیح ہے کہ دستور ساز اسمبلی میں قرارداد مقاصد پاس ہو جانے کے بعد اصولی حیثیت سے ہماری یہ ریاست ایک اسلامی ریاست
ہو چکی ہے" اور آپ کا یہ کہنا بھی صحیح ہے کہ میں بھی یہی چاہتا تھا" لیکن آپ کے اس سوال کا جواب میرے پاس نہیں ہے کہ پھر حکومت نے مجھے اور میرے ساتھیوں
کو کیوں نظربند کر رکھا ہے۔ میں اس کی وجہ سے پہلے بھی لاعلم تھا اور اب بھی لاعلم ہوں۔ قرارداد مقاصد کے بعد تو خیر معاملہ ہی دوسرا ہو گیا ہے کہ اب
اس ریاست کی وفاداری وخیرخواہی ہمارے ایمان کا تقاضا ہو گئی ہے" لیکن میں نے تو اس سے پہلے بھی یہ بات اچھی طرح واضح کر دی تھی کہ اس ریاست
کو مسلمان بنانے کے لیے ہم جو کچھ بھی کوشش کریں گے پرامن جمہوری طریقوں سے ہی کریں گے اور کوئی ایسا طریق کار ہرگز اختیار نہیں کریں گے جس سے پاکستان
کے وجود کو کوئی نقصان پہنچ جائے" آخر کون مسلمان یہ سوچ سکتا ہے کہ ہندوستان میں ہم پر جو تباہی آ چکی ہے وہی اب پاکستان میں بھی ہم پر اور
ہمارے بال بچوں پر نازل ہو جائے۔ واقعہ یہ ہے کہ ہم نہ تو اپنی گرفتاری ہی کے راز کو جانتے تھے اور نہ اسے سمجھتے ہی کو کچھ سمجھ سکے ہیں کہ قرارداد مقاصد کے
بعد ہماری نظربندی میں پہلی توسیع کیوں ہوئی تھی اور اب یہ دوسری توسیع کیوں ہوئی ہے۔ ممکن ہے حکومت ہمارے متعلق کچھ ایسی باتیں جانتی ہو جو ہم
خود اپنے متعلق نہیں جانتے۔ میں نے براہ راست مغربی پنجاب کی حکومت کو بھی اس بارے میں ایک چٹھی لکھی ہے۔
یہ معلوم کر کے افسوس ہوا کہ آپ کی صحت برابر گرتی جا رہی ہے۔ میں آپ کی تکلیف کم کرنے کے لیے کچھ بھی نہیں کر سکتا سوائے
اس کے کہ رضا بقضا اور توکل علی اللہ کی نصیحت کروں۔ یہ چیز جس قدر زیادہ آدمی میں موجود ہوگی اتنا ہی زیادہ وہ ہر حال
میں مگن اور مطمئن رہے گا۔ اس میں سے میں نے تھوڑا ہی حصہ پایا ہے اور اس کا فیض یہ ہے کہ میرے اطمینان قلب میں ذرا فرق
نہیں آنے پایا ہے۔ ایک سال کی قید کے بعد اس وقت میری صحت اتنی اچھی ہے کہ پچھلے پندرہ سال میں کبھی ایسی اچھی نہیں رہی۔
آدمی اپنی جہالت سے سمجھتا ہے کہ اس دنیا میں کچھ انسانی منصوبے پورے ہو رہے ہیں" حالانکہ یہاں دراصل ایک ہی منصوبہ پورا ہو رہا
ہے اور وہ خدا کا منصوبہ ہے۔ دانشمند انسان خدائی منصوبے کے اچھے پہلوؤں میں کام کرنا پسند کرتے ہیں اور سرخ رو ہوتے ہیں۔
نادان اس کے برے پہلوؤں میں کام کرنا انتخاب کرتے ہیں اور سیہ روئی مول لیتے ہیں۔ یوسف کے حق میں جو کچھ مقدر تھا وہی ہو کر رہا۔
برادران یوسف اور زلیخا اور عزیز مصر جو جو کچھ کرتے "تھے" خدا اسی کو اپنے منصوبے کی تکمیل ذریعہ بناتا گیا اور خود ان کے حصے میں ندامت کے سوا
کچھ نہ آیا۔ انسان کی دانائی کا سارا امتحان بس اس میں ہے کہ وہ خدائی منصوبے کے کونسے پہلو میں کام کرنا اپنے لیے پسند کرتا ہے۔ اگر اس نے
خدا کے دیے ہوئے علم و عقل سے کام لے کر اچھے پہلو کو پہچان لیا ہے اور اسے اختیار کر لیا ہے تو انجام بہرحال بہتر ہے خواہ بیچ میں کتنی ہی
برائیوں سے اس کو سابقہ پیش آئے۔ آخر دنیا میں کسی انسان کے ساتھ اس سے زیادہ کیا برائی ہو سکتی ہے جو حسین ابن علیؓ، ابوحنیفہؒ
امام احمدؒ، ابن تیمیہؒ، مجدد سرہندیؒ اور سید احمد بریلویؒ کے ساتھ ہو چکی ہے۔ لیکن کسی کو ان کے انجام کا ہزارواں حصہ بھی میسر آ جائے
تو یقیناً وہ خوش قسمت ہے۔

میری طرف سے گھر میں سب کو سلام اور بچوں کو بہت بہت پیار۔

ابوالاعلیٰ

Signature of Censoring office	DATE	NAME OF SENDER
Ghulam Ahmad	۶ر اکتوبر ۴۹ء	ابوالاعلیٰ مودودی

سنٹرل جیل سے مولانا مودودیؒ کا ایک یادگار خط اپنی بیگم محمودہ صاحبہ کے نام

سنٹرل جیل، ملتان

بیگم صاحبہ،   وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

ایک مدتِ دراز کے بعد آپ کا خط ملا۔ مگر اُس کی کچھ شکایت نہیں۔ میں خود بھی زیرِ نگرانی خط وکتابت سے بیزار ہوں۔ گھر کا حال بچوں کے خطوں سے معلوم ہوتا رہتا ہے۔ بس یہی کافی ہے۔

آپ کا یہ خیال صحیح ہے کہ دستور ساز اسمبلی میں قرارداد مقاصد پاس ہو جانے کے بعد اصولی حیثیت سے، ہماری یہ ریاست ایک اسلامی ریاست ہوگئی ہے، اور آپ کا یہ کہنا بھی صحیح ہے کہ میں بھی یہی چاہتا تھا، لیکن آپ کے اس سوال کا جواب میرے پاس نہیں ہے کہ پھر حکومت نے مُجھے اور میرے ساتھیوں کو کیوں نظر بند کر رکھا ہے۔ میں اس کے وجوہ سے پہلے بھی لاعلم تھا اور اب بھی لاعلم ہوں۔ قرارداد مقاصد کے بعد تو خیر معاملہ ہی دوسرا ہو گیا ہے کہ اب اس ریاست کی وفاداری وخیر خواہی ہمارے ایمان کا تقاضا ہوگئی ہے، لیکن میں نے تو اس سے پہلے بھی، یہ بات اچھی طرح واضح کر دی تھی کہ اس ریاست کو مسلمان بنانے کے لیے ہم جو کچھ بھی کوشش کریں گے، پُرامن جمہوری طریقوں سے ہی کریں گے اور کوئی ایسا طریق کار ہرگز اختیار نہیں کریں گے جس سے پاکستان کے وجود کو کوئی نُقصان پہنچ جائے۔ آخر کون مُسلمان یہ سوچ سکتا ہے کہ ہندوستان میں ہم پر جو تباہی آچکی ہے وہی اب پاکستان میں بھی ہم پر اور ہمارے بال بچوں پر نازل ہو جائے۔ واقعہ یہ ہے کہ ہم نہ تو اپنی گرفتاری ہی کے راز کو جانتے تھے اور نہ اس معمے ہی کو کچھ سمجھ سکے ہیں کہ قرارداد مقاصد کے بعد ہماری نظر بندی میں پہلی توسیع کیوں ہوئی تھی، اور اب یہ دوسری توسیع کیوں ہوئی ہے۔ مُمکن ہے حکومت ہمارے متعلق کچھ ایسی باتیں جانتی ہو جو ہم خود اپنے متعلق نہیں جانتے۔ میں نے براہِ راست مغربی پنجاب کی حکومت کو بھی اس بارے میں ایک چٹھی لکھی ہے۔

یہ معلوم کر کے افسوس ہوا کہ آپ کی صحت برابر گرتی جا رہی ہے۔ میں آپ کی تکلیف کم کرنے کے لیے کچھ بھی نہیں کر سکتا، سوائے اس کے کہ رضا بالقضا اور توکل علی اللہ کی نصیحت کروں۔ یہ چیز جس قدر زیادہ آدمی میں موجود ہوگی، اتنا ہی زیادہ وہ ہر حال میں مگن اور مطمئن رہے گا۔ اس میں سے، میں نے تھوڑا ہی حصہ پایا ہے اور اس کا فیض یہ ہے کہ میرے اطمینانِ

قلب میں ذرا فرق نہیں آنے پایا ہے۔ ایک سال کی قید کے بعد، اس وقت میری صحت اتنی اچھی ہے کہ پچھلے پندرہ سال میں کبھی ایسی اچھی نہیں رہی۔

آدمی اپنی جہالت سے سمجھتا ہے کہ اس دنیا میں کچھ انسانی منصوبے پورے ہو رہے ہیں، حالانکہ یہاں دراصل ایک ہی منصوبہ پورا ہوا کرتا ہے اور وہ اللہ کا منصوبہ ہے۔ دانش مند انسان خدائی منصوبے کے اچھے پہلوؤں میں کام کرنا پسند کرتے ہیں اور سُرخرو ہوتے ہیں۔ نادان اس کے بُرے پہلوؤں میں کام کرنا انتخاب کرتے ہیں اور سیہ روئی مول لیتے ہیں۔

یوسف ؑ کے حق میں جو کچھ مقدر تھا، وہی ہو کر رہا۔ برادران یوسف ؑ اور زلیخا اور عزیز مصر جو جو کچھ کرتے گئے، خدا اُسی کو اپنے منصوبے کی تکمیل (کا) ذریعہ بناتا گیا اور خود اُن کے حصے میں ندامت کے سوا کچھ نہ آیا۔ انسان کی دانائی کا سارا امتحان بس اس میں ہے کہ وہ خدائی منصوبے کے کون سے پہلو میں کام کرنا اپنے لیے پسند کرتا ہے۔ اگر خدا کے دیئے ہوئے علم وعقل سے کام لے کر اچھے پہلو کو پہچان لیا ہے اور اُسے اختیار کر لیا ہے تو انجام بہر حال بہتر ہے خواہ بیچ میں کتنی ہی بُرائیوں سے اس کو سابقہ پیش آئے۔ آخر دنیا میں کسی انسان کے ساتھ اُس سے زیادہ کیا بُرائی ہو سکتی ہے جو حسین بن علی ؓ، ابوحنیفہ ؒ، امام احمد ؒ، ابنِ تیمیہ ؒ، مجدد سرہندی ؒ اور سید احمد بریلوی ؒ کے ساتھ ہو چکی ہے۔ لیکن کسی کو اُن کے انجام کا ہزاروں حصہ بھی میسر آ جائے تو یقیناً وہ خوش قسمت ہے۔

میری طرف سے گھر میں سب کو سلام اور بچوں کو بہت بہت پیار۔

ابوالاعلیٰ مودودی ؒ
سنٹرل جیل ملتان
تاریخ: ۱۶/ اکتوبر ۱۹۴۹ء

قائدِ اعلیٰ مولانا سید ابوالاعلیٰ کے چند اعلیٰ وارفع ہدایات

تحریک اسلامی کی کامیابی کے شرائط بیان فرماتے ہوئے جن لازمی اوصاف کی وضاحت فرمائی ان کے عناوین یہ ہیں:

انفرادی اوصاف: (۱) اسلام کا صحیح مفہوم (۲) اسلام پر پختہ یقین (۳) سیرت و کردار کی پختگی (۴) دین بحیثیت مقصد حیات

اجتماعی اوصاف: (۱) اخوت ومحبت (۲) باہمی مشاورت (۳) نظم وضبط (۴) تنقید بغرض اصلاح۔

تکمیلی اوصاف: (۱) تعلق باللہ (۲) فکر آخرت (۳) حسن سیرت (۴) صبر واستقامت وحکمت۔

جن عیوب کی اصلاح لازمی ہے: (۱) کبر وغرور (۲) نمود ونمائش (۳) نیت کا کھوٹ (۴) خود پسندی (۵) بغض و حسد (۶) بدگمانی، غیبت، تنگ دلی (۷) اجتماعی بے اعتدالی (۸) ضعفِ ارادہ۔

عمر۔ اڑھتالیس (۴۸) سال

(۲۵ رستمبر ۱۹۵۰ءتا ۲۴ رستمبر ۱۹۵۱ء)

اسلامی مملکت کے بنیادی اصول کی تدوین، مختلف مکاتب فکر کے 31 علماء کرام کی فہرست، سفر حج سے روک دیا گیا، پاسپورٹ ضبط کرلیا گیا، مولانا حسرت موہانی کا انتقال

14 ر اکتوبر 1950ء کو موچی دروازہ لاہور میں ایک بڑے جلسہ سے خطاب کیا۔ [۱]

حکومت نے مولانا مودودیؒ مخالف مہم کو تیز تر کر دیا۔ اس کے لیے مسجدوں میں ائمہ اور عام جلسوں میں ماہر مولویوں اور مُقررین کی خدمات لی گئیں۔ حکومت کی ایک باقاعدہ ایجنسی کو مولانا مودودیؒ کی مخالفت کے کام پر لگا یا گیا۔ دولت وشہرت کے حصول کا ایک اچھا اور آسان ذریعہ مودودیؒ مخالفت بن گیا، بعض دیو بندی مولویوں، بریلوی مُرشدوں، مُنکرین حدیث اہل قلم اور نا اہل اہلحدیث مبلغین کے ذریعہ مخالفت، اور حکومتی اہل کاروں کی بھر پور مدد سے اخباروں، رسالوں اور پمفلٹوں کے ذریعہ الزام تراشی کی ایک مہم چھیڑی گئی۔ جس کے پروڈکشن اور مارکٹنگ کا انتظام بھی حکومت کے فنڈ اور سرپرستی میں کیا گیا۔ ہندوستانی مسلمان جو بے چارے ہمیشہ پاکستانی سازشوں کا تختۂ مشق بنتے رہے ہیں، اِس مولانا مودودیؒ مخالف مہم کا شکار ہو گئے، اور بعض کم عقل متعصب علماء و کانگریسی مسلمان، اسلام دشمن طاقتوں کی سازشوں کا شکار ہو کر وہی فتنہ انگیزی اور مخالفت کا کام ہندوستان میں جماعت اِسلامی ہند اور سید مودودیؒ کے خلاف شروع کر دیا۔ دوسروں کی زبانی غلط ترجمانی کو بلاتحقیق سچ جان کر کسی کے تعلق سے بدگمان ہونا اور بدگمان کرنے کا شیطانی سلسلہ یہاں ہندوستان میں بھی شروع کر دیا گیا۔ انسانی نفسیات سے کھلواڑ کرنے کا یہ قدیم شیطانی حربہ ہے کہ جُھوٹ کو اس قدر عام کرو کہ وہ سچ لگنے لگے، کیوں کہ سو میں سے ننانوے فیصد لوگ تحقیق کے عادی نہیں ہوتے، اور سُنی سُنائی باتوں ہی پر ایمان لے آتے ہیں۔ یہ لوگ قرآن میں سورہ حجرات میں موجود واضح احکام

يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسٰٓى اَنْ يَّكُوْنُوْا خَيْرًا مِّنْهُمْ وَلَا نِسَآءٌ مِّنْ نِّسَآءٍ عَسٰٓى

---

[۱] اس خطاب کو جماعت اسلامی پاکستان نے اسی سال ''دستوری سفارشات پر تنقید، اسلامی اور جمہوری نقطۂ نظر'' کے نام سے شائع کیا۔

اَنۡ یَّکُنَّ خَیۡرًا مِّنۡہُنَّ ۚ وَ لَا تَلۡمِزُوۡۤا اَنۡفُسَکُمۡ وَ لَا تَنَابَزُوۡا بِالۡاَلۡقَابِ ؕ بِئۡسَ الِاسۡمُ الۡفُسُوۡقُ بَعۡدَ الۡاِیۡمَانِ ۚ وَ مَنۡ لَّمۡ یَتُبۡ فَاُولٰٓئِکَ ہُمُ الظّٰلِمُوۡنَ ﴿۱۱﴾ یٰۤاَیُّہَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوا اجۡتَنِبُوۡا کَثِیۡرًا مِّنَ الظَّنِّ ۫ اِنَّ بَعۡضَ الظَّنِّ اِثۡمٌ وَّ لَا تَجَسَّسُوۡا وَ لَا یَغۡتَبۡ بَّعۡضُکُمۡ بَعۡضًا ؕ اَیُحِبُّ اَحَدُکُمۡ اَنۡ یَّاۡکُلَ لَحۡمَ اَخِیۡہِ مَیۡتًا فَکَرِہۡتُمُوۡہُ ؕ وَ اتَّقُوا اللّٰہَ ؕ اِنَّ اللّٰہَ تَوَّابٌ رَّحِیۡمٌ ﴿۱۲﴾ (سورۃ الحجرات، آیت:۱۱۔۱۲)

کی کھلی نافرمانی کے مرتکب ہوئے۔ جس کا بہرحال اللہ کے پاس جواب دینا ہے۔

اسی سال مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ نے فریضۂ حج پر جانے کی پوری تیاری کر لی تھی۔ حکومت نے پہلے اجازت دے دی مگر عین وقت پر ایر پورٹ پر روک لیا اور پاسپورٹ ضبط کر لیا۔

اِنَّ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا وَ یَصُدُّوۡنَ عَنۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ وَ الۡمَسۡجِدِ الۡحَرَامِ الَّذِیۡ جَعَلۡنٰہُ لِلنَّاسِ سَوَآءَۨ الۡعَاکِفُ فِیۡہِ وَ الۡبَادِ ؕ وَ مَنۡ یُّرِدۡ فِیۡہِ بِاِلۡحَادٍۭ بِظُلۡمٍ نُّذِقۡہُ مِنۡ عَذَابٍ اَلِیۡمٍ ﴿۲۵﴾ (سورۃ الحج، آیت:۲۵)

نت نئے الزامات لگا کر ہمہ وقت جماعتِ اسلامی کے دفتر اور مولانا مودودیؒ کے گھر پر سی۔آئی۔ڈی (C.I.D) کا پہرہ لگا دیا گیا۔ مسلم ممالک اور دنیا کے دیگر علاقوں میں پھیلے ہوئے مولانا کے معتقدین نے حکومت پر زبردست احتجاجی دباؤ ڈالا، پھر بھی مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ اِس سال حج سے محروم رہے، مگر اللہ نے بین الاقوامی شہرت سے سرفراز فرمایا۔

نَرۡفَعُ دَرَجٰتٍ مَّنۡ نَّشَآءُ ؕ اِنَّ رَبَّکَ حَکِیۡمٌ عَلِیۡمٌ ﴿۸۳﴾ (الانعام:83)

اِسی سال 21 تا 24 رجنوری 1951ء مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ نے اپنی انتھک کوششوں سے مختلف مکاتبِ فکر جس میں (دیوبندی، بریلوی، اہلحدیث اور شیعہ فرقہ) کے حامل چھبیس (۲۶) اور بعض نشستوں میں اکتیس (۳۱) اور پینتیس (۳۵) علماء کو ایک جگہ جمع کیا جس کی صدارت سید سلیمان ندویؒ نے کی اور بائیس متفقہ نکات پر مشتمل ایک دستوری خاکہ مرتب کیا اور ''اسلامی دستور'' کے نام سے تمام مکاتبِ فکر کے علماء سے منظور کروایا اور دستخط لیے۔ یہ دراصل مولانا مودودیؒ کا اہم کارنامہ تھا اور اس بدکردار مغربی مفاد پرست پاکستان کی ناپاک حکومت کا جواب تھا، جو اسلام اور اسلامی دستور کا مذاق اڑاتی تھی کہ ''کون سا اسلامی دستور'' اور ''کس فرقہ کا اسلام۔'' (دیوبندی کا اسلام یا بریلوی یا اہلِ حدیث یا اہلِ تشیع کا اسلام)

مولانا مودودیؒ نے دستوری نکات خود تنہا تیار کیے مگر ان کو سب علماء کی طرف سے پیش فرمایا۔

ہُمۡ دَرَجٰتٌ عِنۡدَ اللّٰہِ ؕ وَ اللّٰہُ بَصِیۡرٌۢ بِمَا یَعۡمَلُوۡنَ ﴿۱۶۳﴾ (سورۃ آل عمران: ۱۶۳)

اسلامی مملکت کے بنیادی اصول

اسلامی مملکت کے دستور میں حسب ذیل اصول کی تصریح لازم ہے۔

1۔ اصل حاکم تشریعی وتکوینی حیثیت سے اللہ رب العالمین ہے۔

2۔ ملک کا قانون کتاب وسنت پر مبنی ہوگا اور کوئی ایسا قانون نہ بنایا جاسکے گا، نہ کوئی ایسا انتظامی حکم دیا جاسکے گا جو کتاب وسنت کے خلاف ہو۔

(تشریحی نوٹ: اگر ملک میں پہلے سے کچھ ایسے قوانین جاری ہوں جو کتاب وسنت کے خلاف ہوں تو اس کی تصریح ضروری ہے کہ وہ بتدریج ایک معینہ مدت کے اندر منسوخ یا شریعت کے مطابق تبدیل کردیئے جائیں گے)

3۔ مملکت کسی جغرافیائی، نسلی، لسانی یا کسی اور تصور پر نہیں بلکہ ان اصول ومقاصد پر مبنی ہوگی جن کی اساس اسلام کا پیش کیا ہوا ضابطۂ حیات ہے۔

4۔ اسلامی مملکت کا یہ فرض ہوگا کہ قرآن وسنت کے بتائے ہوئے معروف کو قائم کرے، منکرات کو مٹائے اور شعائر اسلام کے احیاء واعلاء اور مسلمہ اسلامی فرقوں کے لیے ان کے اپنے مذہب کے مطابق ضروری اسلامی تعلیم کا انتظام کرے۔

5۔ اسلامی مملکت کا یہ فرض ہوگا کہ وہ مسلمانانِ عالم کے رشتۂ اتحاد واخوت کو قوی سے قوی تر کرنے کی کوشش کرے اور ریاست کے مسلم باشندوں کے درمیان عصبیت جاہلیہ کی بنیادوں پر نسلی، لسانی، علاقائی یا دیگر مادی امتیازات کے ابھرنے کی راہیں مسدود کرکے ملت اسلامیہ کی وحدت کے تحفظ واستحکام کا انتظام کرے۔

6۔ مملکت بلاامتیاز مذہب ونسل وغیرہ تمام ایسے لوگوں کی بنیادی انسانی ضروریات یعنی غذا، لباس، مسکن، معالجہ اور تعلیم کی کفیل ہوگی جو اکتساب رزق کے قابل نہ ہوں یا نہ رہے ہوں یا عارضی طور پر بے روزگاری، بیماری یا دوسرے وجوہ سے فی الحال سعی اکتساب پر قادر نہ ہوں۔

7۔ باشندگان ملک کو وہ تمام حقوق حاصل ہوں گے جو شریعت اسلامیہ نے ان کو عطا کئے ہیں۔ یعنی حدود قانون کے اندر تحفظ جان، مال وآبرو، آزادی، مذہب ومسلک، آزادی عبادت، آزادی ذات، آزدی اظہار رائے، آزادی نقل وحرکت، آزادی اجتماع، آزادی اکتساب رزق، ترقی کے موقع میں یکسانی اور رفاہی ادارات سے استفادہ کا حق۔

8۔ مذکورہ بالا حقوق میں سے کسی شہری کا کوئی حق اسلامی قانون کی سند جواز کے بغیر کسی وقت سلب نہ کیا جائے گا اور کسی جرم کے الزام میں کسی کو بغیر فراہمی موقع صفائی وفیصلۂ عدالت کوئی سزا نہ دی جائے گی۔

9۔ مسلّمہ اسلامی فرقوں کو حدود قانون کے اندر پوری مذہبی آزادی حاصل ہوگی۔ انہیں اپنے پیرؤوں کو اپنے مذہب کی تعلیم دینے کا حق حاصل ہوگا۔ وہ اپنے خیالات کی آزادی کے ساتھ اشاعت کر سکیں گے۔ ان کے شخصی معاملات کے فیصلے ان کے اپنے فقہی مذہب کے مطابق ہوں گے اور ایسا انتظام کرنا مناسب ہوگا کہ انہی کے قاضی یہ فیصلے کریں۔

10۔ غیر مسلم باشندگان مملکت کو حدود قانون کے اندر مذہب و عبادت، تہذیب و ثقافت اور مذہبی تعلیم کی پوری آزادی حاصل ہوگی اور انہیں اپنے شخصی معاملات کا فیصلہ اپنے مذہب، قانون یا رسم و رواج کے مطابق کرانے کا حق حاصل ہوگا۔

11۔ غیر مسلم باشندگان مملکت سے حدود شرعیہ کے اندر جو معاہدات کیے گئے ہوں ان کی پابندی لازمی ہوگی۔ اور جن حقوق شہری کا ذکر دفعہ نمبر 7 میں کیا گیا ہے ان میں غیر مسلم باشندگان اور مسلم باشندگان ملک سب برابر کے شریک ہوں گے۔

12۔ رئیس مملکت کا مسلمان مرد ہونا ضروری ہے، جن کی صلاحیت اور اصابت رائے پر جمہور یا ان کے منتخب نمائندوں کو اعتماد ہو۔

13۔ رئیس مملکت ہی نظم مملکت کا اصل ذمہ دار ہوگا البتہ وہ اپنے اختیارات کا کوئی جز کسی فرد یا جماعت کو تفویض کر سکتا ہے۔

14۔ رئیس مملکت کی حکومت مستبدانہ نہیں بلکہ شورائی ہوگی۔ یعنی وہ ارکان حکومت اور منتخب نمائندگان جمہور سے مشورہ لے کر اپنے فرائض انجام دے گا۔

15۔ رئیس مملکت کو یہ حق حاصل نہ ہوگا کہ وہ دستور کو کلاً یا جزءاً معطل کر کے شوریٰ کے بغیر حکومت کرنے لگے۔

16۔ جو جماعت رئیس مملکت کے انتخاب کی مجاز ہوگی وہی کثرت آرا سے اسے معزول کرنے کی بھی مجاز ہوگی۔

17۔ رئیس مملکت شہری حقوق میں عامۃ المسلمین کے برابر ہوگا اور قانونی مواخذہ سے بالاتر نہ ہوگا۔

18۔ ارکان و عمال حکومت اور عام شہریوں کے لیے ایک ہی قانون و ضابطہ ہوگا اور دونوں پر عام عدالتیں ہی اس کو نافذ کریں گی۔

19۔ محکمۂ عدلیہ، محکمۂ انتظامیہ سے علیٰحدہ اور آزاد ہوگا تاکہ عدلیہ اپنے فرائض کی انجام دہی میں انتظامیہ سے اثر پذیر نہ ہو۔

20۔ ایسے افکار و نظریات کی تبلیغ و اشاعت ممنوع ہوگی جو مملکت اسلامی کے اصول و مبادی کے انہدام کا باعث ہوں۔

21۔ مملکت کے مختلف ولایات و اقطاع مملکت واحدہ کے اجزاء انتظامی متصور ہوں گے۔ ان کی حیثیت نسلی، لسانی یا قبائلی واحدہ جات کی نہیں بلکہ محض انتظامی علاقوں کی ہوگی جنھیں انتظامی سہولتوں کے پیش نظر مرکز کی سیادت کے تابع انتظامی اختیارات سپرد کرنا جائز ہوگا۔ مگر انہیں مرکز سے علیٰحدگی کا حق حاصل نہ ہوگا۔

22۔ دستور کی کوئی ایسی تعبیر معتبر نہ ہوگی جو کتاب اللہ و سنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلاف ہو۔

21ر تا 24ر جنوری 1951ء دستور ساز مجلس میں شرکت فرمانے والے تمام مکاتب فکر کے علماء و ذمہ دار حضرات کی فہرست

۱۔ علامہ سید سلیمان ندویؒ (صدر مجلس ہذا)

۲۔ مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ (امیر جماعت اسلامی پاکستان)

۳۔ مولانا شمس الحق افغانی (وزیر معارف، ریاست قلات)

۴۔ مولانا محمد بدر عالم صاحب (استاذ الحدیث، دار العلوم اسلامیہ، اشرف آباد ٹنڈو الہ یار، سندھ)

۵۔ مولانا احتشام الحق تھانوی صاحب (مہتمم دار العلوم الاسلامیۃ، اشرف آباد سندھ)

۶۔ مولانا محمد عبدالحامد قادری بدایونی صاحب (صدر جمعیۃ العلماء پاکستان، سندھ)

۷۔ مفتی محمد شفیع صاحب (رکن بورڈ آف تعلیمات اسلام، مجلس دستور ساز پاکستان)

۸۔ مولانا محمد ادریس صاحب (شیخ الجامعہ، جامعہ عباسیہ، بہاولپور)

۹۔ مولانا خیر محمد صاحب (مہتمم مدرسہ خیر المدارس، ملتان شہر)

۱۰۔ مولانا مفتی محمد حسن صاحب (مہتمم مدرسہ اشرفیہ، نیلا گنبد، لاہور)

۱۱۔ پیر صاحب محمد امین الحسنات صاحب (مانگی شریف، سرحد)

۱۲۔ مولانا محمد یوسف بنوری صاحب (شیخ التفسیر، دار العلوم الاسلامیۃ، اشرف آباد۔ سندھ)

۱۳۔ حاجی خادم الاسلام محمد امین خلیفہ حاجی ترنگ زئی صاحب (المجاہد آباد، سندھ)

۱۴۔ قاضی محمد عبدالصمد بازی صاحب (قاضی قلات، بلوچستان)

۱۵۔ مولانا اطہر علی صاحب (صدر حال جمعیۃ العلماء اسلام، مشرقی پاکستان)

۱۶۔ مولانا ابوجعفر محمد صالح صاحب (امیر جمعیت حزب اللہ، مشرقی پاکستان)

۱۷۔ مولانا راغب احسن صاحب (نائب صدر جمعیۃ العلماء اسلام، مشرقی پاکستان)

۱۸۔ مولانا محمد حبیب الرحمن صاحب (نائب صدر جمعیۃ المدرسین، سرسینہ شریف، مشرقی پاکستان)

۱۹۔ مولانا محمد علی جالندھری صاحب (مجلس احرار اسلام، پاکستان)

۲۰۔ داؤد غزنوی صاحب (صدر جمعیۃ اہلحدیث، مشرقی پاکستان)

۲۱۔ مفتی جعفر حسین مجتہد صاحب (رکن بورڈ تعلیمات اسلام، مجلس دستور ساز پاکستان)

۲۲۔ مفتی حافظ کفایت حسین مجتہد صاحب (ادارہ عالیہ تحفظ حقوق شیعہ پاکستان، لاہور)

۲۳۔ مولانا محمد اسماعیل صاحب (ناظم جمعیت اہل حدیث پاکستان، گجرانوالہ)

۲۴۔ مولانا حبیب اللہ صاحب (جامعہ دینیہ دارالہدیٰ، ٹیڑھی، خیر پور میر)

۲۵۔ مولانا احمد علی صاحب (امیر انجمن خدام الدین شیرانوالہ دروازہ، لاہور)

۲۶۔ مولانا محمد صادق صاحب (مہتمم مدرسہ مظہر العلوم کھڈہ، کراچی)

۲۷۔ پروفیسر عبدالخالق صاحب (رکن بورڈ آف تعلیماتِ اسلام مجلس دستور ساز، پاکستان)

۲۸۔ مولانا شمس الحق فرید پوری صاحب (صدر مہتمم مدرسہ اشرف العلوم، ڈھاکہ)

۲۹۔ مفتی محمد صاحب داد عفی عنہ صاحب (سندھ مدرسۃ الاسلام، کراچی)

۳۰۔ مولانا محمد ظفر احمد انصاری صاحب (سکریٹری بورڈ آف تعلیمات اسلام مجلس دستور ساز، پاکستان)

۳۱۔ پیر صاحب محمد ہاشم مجددی صاحب (تندو سائیں داد، سندھ)

بلاشبہ یہ مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ اور جماعت اسلامی کا کارنامہ ہے کہ انہوں نے مختلف الخیال علماء کو ایک پلیٹ فارم پر جمع کیا۔ موقع کی نزاکت ان کے سامنے واضح کی اور ''جمہوریہ اسلامیہ پاکستان'' کی بنیاد میں سب کو شریک کرلیا۔ یہ ''وَتَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى ○ (المائدۃ:۲) اور اسلامی اجتماعیت کی تاریخی مثال ہے۔

(انڈکس۔ترجمان القرآن۔ڈاکٹر رفیع الدین فاروقی صاحب)

کراچی شہر میں جماعتِ اسلامی کا کل پاکستان اجتماع ہوا جس میں سید مودودیؒ نے یہ واضح کیا کہ منظم جدوجہد ہی غلبۂ اسلام کی ناگزیر صورت ہے، صرف تمناؤں اور دعاؤں کے سہارے انقلاب نہ پہلے کبھی آیا نہ آج اس کی توقع کرنی چاہیے۔ باطل اور برائی کے علَم بردار معاشرتی اور سیاسی محاذوں پر بالادستی اور پیش قدمی کے ساتھ کھڑے ہیں ان کا مقابلہ ہر محاذ پر ضروری ہے۔ مخالفتوں اور راہِ حق کی مزاحمتوں کے باوجود یہ کام ہمیں اللہ رب العزت پر کامل بھروسہ اور مدد کی امید کے ساتھ کرنا ہوگا۔

مئی 1947ء 1948ء اور 1949ء کے دوران ملکی حالات، حکومت کی معاندانہ پالیسیوں، جماعتی مصروفیات، مہاجروں کی خدمت، گھریلو معاشی مسائل، صحت کی خرابی اور کئی وجوہات کی بدولت ''تفہیم القرآن'' کے کام کو جاری رکھنا مشکل ہوگیا تھا، ان سالوں میں ''ترجمان القرآن'' میں کوئی سورت شائع نہ ہوسکی۔

فروری 1951ء میں سورۃ الرعد، مئی میں سورۃ ابراہیم، جون میں سورۃ الحجر، اور جولائی میں سورۃ النحل، کی ترجمانی وتفہیم، ماہ نامہ ''ترجمان القرآن'' میں شائع ہوئی۔ یہ تمام تفسیری کام قیدخانہ میں قیام کے دوران انجام پایا تھا۔

19/مئی 1951ء کو مولانا حسرت موہانیؒ کے انتقال پر مولانا ابوالاعلیٰ مودودیؒ نے فرمایا:

''ایک مخلص مجاہدِ آزادی، کٹر مخالف انگریزی حکومت' بےغرض خادمِ قوم اور بہترین شاعر اور اُردو زبان کا اچھا محسن گزر گیا، اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ۔''

پنجاب کے انتخابات میں حصہ لیتے وقت حکمت عملی اور موقف پر مبنی تحریریں لکھیں۔[1] انتخابات پنجاب کے بعد 14/جولائی 1951ء کو تاریخی خطاب کیا۔

اگست 1951ء میں ''ترجمانُ القرآن'' میں آپ کی کچھ نشری تقریریں شائع ہوئیں۔

نوٹ: مولانا محمد علی جوہر، اور مولانا حسرت موہانی نے خلافت کی حفاظت کے لیے سعی کی، نظامِ خلافت کے بارے میں عام طور پر لوگ، یہاں تک کہ اکثر مسلمان بھی اتنے ہی ناواقف ہیں، جتنے اسلام دشمن۔ حالانکہ تقریباً بارہ صدیوں کے طویل عرصے تک مسلم ممالک میں کسی نہ کسی شکل میں خلافت کا نظام قائم رہا اور خلافتِ عثمانیہ کے سقوط کے بعد نظامِ خلافت، جس نے تمام مسلم ممالک کو ایک وحدت میں پرو رکھا تھا، اس کا شیرازہ برطانوی سازشوں نے بکھیر کے رکھ دیا۔ ۔اہلِ مغرب کے، جن کی ہر بات کو دنیا کے اکثر ممالک ایک سند کے طور پر تسلیم کرتے ہیں، تعصب کا حال یہ ہے کہ سیاسی نظریات کی تاریخ میں نظامِ خلافت کا کہیں بھی کوئی ذکر نہیں ملتا۔ یہی وجہ ہے کہ تمام تعلیمی نصاب، چاہے وہ پولیٹیکل سائنس یا تاریخ کی کتاب ہو، کسی بھی درسی کتاب میں خلافتی نظام کا کوئی ذکر یا کوئی Chapter موجود نہیں ہوتا۔ ماہرین سیاست، سیاسی نظریات کی تاریخ ارسطو اور افلاطون سے شروع کرتے ہیں اور پھر عیسائی دور تھیوکریسی، شہنشائیت اور جاگیردارانہ وغیرہ نظاموں کے بعد بددیانت ظالم تاریخ داں صدیوں کی چھلانگ لگا کر والٹائر، مونٹیسکو، روسو، کارل مارکس اور اینجل پر پہنچ جاتے ہیں اور صدیوں پر محیط اسلامی نظامِ خلافت کا تذکرہ تک نہیں کرتے۔ اس کے برخلاف خدائی نظام کا نظریہ بیان کرتے ہوئے، اس کے تحت یہودیوں، عیسائیوں اور ہندوؤں کی تھیورکریسی بیان کرتے ہیں، جن کے دور میں عوام الناس پر ہوئے غیر انسانی ظلم وستم کی تاریخیں رقم ہوئیں۔ عوام کے دلوں میں مذہبی تھیوکریسی کے خلاف پیدا ہوئی قدرتی نفرت کے ردعمل کے نتیجے میں، لادینی جمہوریت وجود میں آئی۔ لیکن اس بات کا کہیں ذکر وفکر تک نہیں کیا جاتا کہ اسلام میں اللہ تعالیٰ کی حاکمیت کو کس طرح سیاست کی بنیاد بنایا گیا، جس کے نتیجہ میں خلافت راشدہ کا قیام عمل میں آیا۔ درحقیقت یہ اسی عالمی تعصب کا نتیجہ ہے، جو دنیا کے اکثر غیر مسلم دانشوروں ومفکرین کا اسلام اور مسلمانوں کے ساتھ رہا ہے، ورنہ اگر تاریخی دیانت پر ہی عمل کر لیا جاتا تو کم سے کم ایک نظریے کے طور پر یہ بات ضرور سامنے آتی کہ اسلام کا تصور سیاست کیا ہے اور اس کے تحت کس قسم کی حکومتیں قائم ہوئی ہیں۔ جس سے دنیا ناواقف بلکہ غلط واقف ہے۔ یہ علمی اور تاریخی بددیانتی مغرب کی ذلیل ذہنیت کی عکاس ہے۔ اِنَّ اللّٰہَ لَا یَہۡدِیۡ مَنۡ ہُوَ مُسۡرِفٌ کَذَّابٌ ﴿۲۸﴾ (مؤمن)

(مختلف مضامین سے ماخوذ۔ آزادی ہند میں مسلمانوں کا حصّہ۔ مرتب)

[1] یہ تقریر ''جماعت اسلامی کی انتخابی جدوجہد، اس کے مقاصد اور طریق کار'' کے عنوان سے طبع شدہ ہے۔

تحریر مولانا مودودیؒ کی بنیادی خصوصیات

۱۔ مقصدیت: وہ اپنے سامنے زندگی کا ایک واضح مقصد اور متعین تصور رکھتے تھے۔ جس موضوع پر بھی قلم اٹھاتے مقصد کا شعور واضح ہوتا۔

۲۔ اعتماد اور یقین: وہ جو بات کہتے یا لکھتے کافی غور وفکر کے بعد کہتے اور لکھتے۔ تحریر میں کامل وثوق کا رنگ پایا جاتا ہے۔ منزل کا واضح تصور اور اس کی صحت پر پورا یقین ہوتا ہے۔

۳۔ زبان ادب اور اسلوب: الفاظ کا انتخاب، جملوں کی ترکیب، عبارت کی بندش، پیراگراف کی تقسیم، مضامین کی ترتیب، الفاظ کو ایک ماہر صناع کی حیثیت سے استعمال کرتے ہیں۔

۴۔ تحریر میں دلیل کی قوت، منطقی ربط اور کامل نظم وضبط پایا جاتا ہے۔

۵۔ مولانا مودودیؒ کی اردو زبان کو ’’اردوئے مبین‘‘ کہا جاتا ہے۔

۶۔ تحریر سادہ، قابل فہم، متوازن، واقفیت پسندی سے معمور، لطافت، سلیقہ اور اثر انگیزی میں بے مثال۔

۷۔ انگریزی تراجموں پر جس طرح انہوں نے نظر ثانی کی ہے اور زبان وبیان کے جن باریک نکات پر توجہ دی ہے وہ خود میرے لیے ایک مفید اور بصیرت آموز تجربہ ہے۔

(تلخیص، ادبیات مودودیؒ، پروفیسر خورشید احمد)

دنیا کی حقیقت

یہ دنیا سرے سے انسان کا گھر ہے ہی نہیں، بلکہ یہ صرف ایک گزرگاہ ہے، ایک مسافر خانہ ہے، جس سے آدمی کو بہر حال رخصت ہوجانا ہے۔ اصل گھر وہی آخرت کا گھر ہے جو شخص اس کو سنوارنے کی فکر کرتا ہے وہی صاحب بصیرت ہے اور اللہ کے نزدیک لامحالہ اسی کو پسندیدہ انسان ہونا چاہیے، رہا وہ شخص جو اس مسافر خانے میں اپنی چند روزہ قیام گاہ کو سجانے کے لیے وہ حرکتیں کرتا ہے جن سے آخرت کا اصل گھر اُس کے لیے اُجڑ جائے وہ عقل کا اندھا ہے اور فطری بات ہے کہ ایسا آدمی اللہ کو پسند نہیں آسکتا۔ (سید مودودیؒ، تفہیم القرآن، جلد چہارم۔ صفحہ: ۳۴۳)

عمر ۔ انچاس (۴۹) سال

(۲۵ر ستمبر ۱۹۵۱ء تا ۲۴ر ستمبر ۱۹۵۲ء)

وزیر اعظم لیاقت علی خان کی شہادت، متفقہ اسلامی دستوری خاکہ کی تدوین، پاکستان عریانیت و قادیانیت اور علاقہ واریت اور لسانی تقسیم کی بیماری اور لعنت کا شکار، بیماری کا علاج، سید خالد فاروق مودودی کی ولادت۔

اکتوبر 1951ء کو مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ نے صوبہ سرحد کا انتخابی دورہ کیا، اور جماعت اسلامی صوبہ سرحد میں کاموں اور سرگرمیاں کا جائزہ لیا اور ارکان و کارکنوں میں مقصدِ حیات ''اقامت دین'' کے لیے ایثار و قربانی کا نیا جوش وولولہ پیدا کیا۔

16ر اکتوبر 1951ء کو خان لیاقت علی خان وزیر اعظم پاکستان کو راولپنڈی کے جلسۂ عام میں گولی مار کر ہلاک کردیا گیا۔ خود ساختہ مردِ آہن خان عبدالقیوم خان نے جو صوبہ سرحد کا وزیر اعلیٰ بھی تھا۔ خان لیاقت علی خان کے قتل کا ناجائز فائدہ اٹھا کر ہر مقابل امیدوار کو ملزم اور نااہل قرار دے کر خود اپنی پارٹی کے ساتھ بلا مقابلہ سوائے مسلم لیگ صوبہ کا انتخاب بے ایمانیوں سے جیت لیا۔

بیگم رعنا لیاقت علی خاں نے حکومت کی سرپرستی میں آزادی نسواں کی تنظیم (All Pakistan (Apwa Women Association کے ذریعہ عریانیت کو پاکستان ہی میں سرکاری خرچ پر عام کیا۔ اور فرمان الٰہی ''وَلَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ ۚ (الانعام: ۱۵۱) کی کھلم کھلا خلاف ورزی کی گئی۔

جماعت اسلامی نے Apwa کی بھرپور مخالفت کی، حکومت پاکستان نے جماعت اسلامی کی مقبولیت سے خوف زدہ ہوکر جماعت کے کارکنوں کو جھوٹے الزامات میں گرفتار کر کے قید و بند کی صعوبتوں میں مُبتلا کردیا۔

11رنومبر 1951ء کو مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ نے جماعت اسلامی کے کل پاکستان اجتماع منعقدہ کراچی کو خطاب کیا۔[1] اللہ تعالیٰ اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کا انجام۔لَهُمۡ فِي الدُّنۡيَا خِزۡيٌ وَّلَهُمۡ فِي الۡاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيۡمٌ ﴿۱۱۴﴾ (البقرۃ:114)

24رنومبر 1951ء کو پاک بار ایسوسی ایشن میں ایک خطاب کیا۔[2]

کئی سالوں کے انقطاع کے بعد اِس سال ''تفہیم القرآن'' کی دوسورتیں ماہ نامہ ''ترجمانُ القرآن'' میں قسط وار شائع ہوئیں۔

''متفقہ اسلامی دستوری خاکہ'' کی تدوین کے بعد اسلامی دستور کے نفاذ کے لیے مُلک گیر مہم کا آغاز کر دیا گیا۔ خواجہ ناظم الدین کی نگرانی میں بڑی کاوشوں کے بعد اسلامی دستور کا ایک خاکہ تیار کر لیا گیا تھا جس کا نفاذ ہونا باقی تھا کہ سازشی ٹولے کی ایک سازش کے تحت قادیانیوں کا مسئلہ چھیڑا گیا اور مُلک میں فسادات کی لہر برپا کر دی گئی، تاکہ دستوری مہم سے لوگوں کی توجہ ہٹا کر ایک ''وقتی، بناوٹی نبی'' کے قادیانی مسئلہ پر لوگوں کی توجہ کو مرکوز کر دیا گیا۔

ایسے وقت پر مولانا مودودیؒ نے تمام جماعتوں اور علماء کو سمجھانے کی کوشش کی کہ یہ قادیانی مسئلہ حکومت کا پیدا کردہ ہے، پھر بعد میں اس قادیانی مسئلہ سے نمٹ لیا جائے گا، مگر حکومت نے کراچی میں ایک کل جماعتی Convetion طلب کیا۔قادیانیوں اور ختمِ نبوت کے مسئلہ میں الجھایا اور فسادات کروائے گئے اور انہیں کو بنیاد بنا کر حکومت نے مارشل لاء کی راہ ہموار کر لی۔

سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ جو بچپن سے کبھی ننگے پاؤں نہیں چلے تھے۔لیکن اسلامی نظام کے نفاذ کی جدوجہد اور جماعتی کام میں سیالکوٹ سے لاہور کے سفر کے دوران سیلاب کی وجہ سے پانی اور کیچڑ میں کئی میل جوتوں کو ہاتھ میں پکڑ کر چلے، جس سے سیدی ابوالاعلیٰ کے پیر میں چھالے پڑ گئے۔

مئی 1952ء کے آخر میں مجلس احرار نے قادیانی مسئلہ چھیڑ دیا۔

---

[1] یہ خطاب اسلامک پبلیکیشنز کراچی کے زیر اہتمام ''مسلمانوں کا ماضی وحال اور مستقبل کے لیے لائحۂ عمل'' کے نام سے طبع شدہ ہے۔ جدید ایڈیشن 2003ء میں منشورات لاہور نے اسی خطاب کو ''تاریخ کے سبق'' کے نام سے شائع کیا ہے۔اس اجتماع میں اور 13رنومبر کا خطاب ''ہدایات'' کے نام سے اور 10رنومبر کا خطاب ''ہمارے داخلی اور خارجی مسائل'' کے نام سے طبع شدہ ہے۔

[2] یہ خطاب ''ترجمان القرآن'' دسمبر کے شمارہ میں شائع ہوا۔اس میں کچھ سوالات کے جوابات بھی شامل کر کے ''اسلامی دستور کی تدوین'' کے نام سے جماعت اسلامی لاہور نے 1953ء میں شائع کیا ہے۔

25/فروری 1952ء کو اسلامی جمعیۃ طلباء لاہور کے اجلاس سے سید مودودیؒ نے اسلامی نظامِ تعلیم اور اس کے نفاذ کی عملی تدابیر کے موضوع پر خطاب کیا۔ [ل]

مسجومی پارٹی (انڈونیشیا) کے سربراہ ڈاکٹر محمد ناصر نے سید مودودی سے لاہور میں ملاقات کی۔

1952ء میں ''تفہیمُ القرآن'' کی دو سورتیں سورۃ بنی اسرائیل اور سورۃ الکہف شائع ہوئیں۔ ستمبر میں سورۃ بنی اسرائیل اور دسمبر میں سورۃ الکہف شائع ہوئی۔ سورۃ بنی اسرائیل پر ''تفہیم القرآن'' کی دوسری جلد مکمل ہوگئی اور الکہف سے تیسری جلد شروع ہوئی ہے۔

17/ستمبر 1952ء کو مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ (امیر جماعتِ اسلامی پاکستان) کے چھٹے اور آخری بیٹے سید خالد فاروق مودودی لاہور میں پیدا ہوئے۔

4/اکتوبر 1948ء تا 28/مئی 1950ء سنت یوسفیؑ میں ناحق طور پر جیل میں رہنا پڑا۔

مولانا مودودیؒ کا قصور یہ تھا کہ انہوں نے، نومولود ملک پاکستان کے ناپاک حکمرانوں کی حرام خوریوں اور حرام کاریوں پر مدلل گرفت کی اور پاکستان کو مسلمانوں کے نام پر حاصل کر لینے کے بعد غیر مسلم سیکولر ملک بنا کر حرام خوری اور اسلام کے نام پر غیر اسلامی اور غیر انسانی حرکات کی راہ ہموار کرنے کا راستہ نکالنے کے مکروہ، منحوس جدوجہد اور ملعون کام کرنے سے روکنے کی بھرپور سعی کی، کہ ملک کہیں عذابِ الٰہی کی زد میں نہ آجائے۔

وَاِذَآ اَرَدْنَآ اَنْ نُّهْلِكَ قَرْيَةً اَمَرْنَا مُتْرَفِيْهَا فَفَسَقُوْا فِيْهَا فَحَقَّ عَلَيْهَا الْقَوْلُ فَدَمَّرْنٰهَا تَدْمِيْرًا ﴿١٦﴾

(سورۃ بنی اسرائیل، آیت: ۱۶)

مولانا مودودیؒ کو یہ اندیشہ تھا کہ پنجابی اور بنگالی، سندھی اور بلوچی، پٹھانی اور سرحدی پختونی اور ایرانی علاقائی مہلک بیماریوں کی وجہ سے ملک کافی کمزور و ناتواں ہے اور یہ ملک جن غیر ملکی سرحدوں میں گھرا ہوا ہے ان سرحدی ممالک کی مکاریوں وسازشوں کا شکار ہوسکتا ہے۔ نومولود ملک کی ناپاک قیادت کی وجہ سے منافقوں کی جماعت کے مضبوط سے مضبوط تر ہوجانے کے سبب آہستہ آہستہ پورا نومولود ملک تباہ ہوسکتا ہے۔ اسلام اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کو یہود و نصاریٰ اور مشرکین اور یورپ وامریکہ کمزور سے کمزور تر کرنے میں اگر کامیاب ہوجائیں تو پاکستان برباد ہوجائے گا، جس کا نتیجہ یہی ہوگا کہ رفتہ رفتہ ہر مسلم ملک یہودی، مشرک واشتراکی ناگوں کے مسلسل ڈسنے سے تباہ اور نابود ہوجائے گا۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَنْ يَّرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ فَسَوْفَ يَاْتِى اللّٰهُ بِقَوْمٍ يُّحِبُّهُمْ وَيُحِبُّوْنَهٗۤ ۙ اَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اَعِزَّةٍ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ۫ يُجَاهِدُوْنَ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلَا يَخَافُوْنَ لَوْمَةَ لَاۤئِمٍ ؕ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ﴿٥٤﴾ (سورۃ المائدۃ: ۵۴)

ل یہ خطاب شعبۂ نشر واشاعت اسلامی جمعیۃ الطلبۃ پاکستان کے زیر اہتمام 1952ء میں اسی نام سے شائع ہوا۔

مولانا سیدابوالاعلیٰ مودودیؒ اور جماعت اسلامی عالمی سازشی طاقتوں کے سامنے ایک بڑی رکاوٹ ثابت ہورہے تھے۔ ملک کے دیگر خیرخواہ اور صالح عناصر کوتوڑنے، کمزور کرنے، آپسی اختلافات کے ذریعہ بے اثر بنانے کے لیے افراد وضمیر کی خرید وفروخت کا کاروبار شروع کردیا گیا۔ مدرسہ، مکتب اور مسجد کے مولویوں، اور اماموں میں منافقوں کی ٹیمیں تیار کر کے پھیلا دی گئیں۔ دشمن بڑا شاطر تھا اور اس کو شیطان اور شیطانی قوت کا آشرواد اور تعاون (Support) حاصل تھا۔ پوری پلاننگ کے ساتھ اسلام، جماعت اسلامی اور مولانا مودودیؒ کے خلاف اعلان جنگ کا آغاز کردیا گیا۔

وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ ﴿67﴾ (سورۃ المائدۃ:67)

25 ستمبر 1951ء تا 24 ستمبر 1952ء کی پچاس سال تک کی سیرت سیدمودودیؒ کو پوری طرح سمجھنے کے لیے اور نبی کریم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک امتی اور سچے متبع قائد کی حیثیت سے قرآن ہدایات کی روشنی میں جانچنے میں جہاں ہرسال کے حالات اور ان حالات میں دین کی اقامت کے فریضہ کی ادائیگی کی ہمہ جہت سعی کا مجاہدانہ مقابلہ اور میدان جنگ کا ہمہ پہلو جنگی محاذ پر مقابلہ کی مضبوط ومربوط پلاننگ، اپنی قوت، جماعت اسلامی کے کارکنوں کی قوت وقابلیت وصلاحیت کا بھرپور اندازہ لگانا اور موثر مقابلہ کرنا ان کا بہت بڑا کارنامہ ہے کیوں کہ دشمنانِ پاکستان کے پیچھے شیطان لعین کی منظم ٹیم اور مضبوط مکاری کا جال موجود تھا۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا عَلَيْكُمْ اَنْفُسَكُمْ ۚ لَا يَضُرُّكُمْ مَّنْ ضَلَّ اِذَا اهْتَدَيْتُمْ ۭ اِلَى اللّٰهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيْعًا فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿105﴾ (سورۃ المائدۃ:105)

کاش مولانا سیدابوالاعلیٰ مودودیؒ کو دینی جماعتوں کے علمبردار علماء اور مخلص مولوی حضرات کی حمایت نصیب ہوتی تو پاکستان کو کوئی قوت کمزور نہ کر پاتی۔ اور پاکستان، جاپان اور جرمنی سے زیادہ طاقت ور اور مضبوط ملک بن جاتا۔ ہندوستان ایک دستوری، جمہوری، سیکولر پڑوسی ملک ہے۔ ہندوستان میں دنیا کی سب سے بڑی مسلم آبادی اقلیت میں رہتی ہے۔ بنگلہ دیش، پاکستان اور ہندوستان کے مسلمان بہت سے معاشرتی معاملات میں دنیا کے دوسرے مسلمانوں سے قریب ترین ہیں۔ اس طرح دنیا کی سب سے بڑی مسلم آبادی، اسلام اور اسلامی تعلیمات پر عامل رہ کر دنیا کے مسلم ممالک کی قیادت اور راہ نمائی کا فریضہ انجام دے سکتی تھی۔ ع

وائے ناکامی متاعِ کارواں جاتا رہا　　　　کارواں کے دل سے احساس زیاں جاتا رہا

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّعْبُدُ اللّٰهَ عَلٰي حَرْفٍ ۚ فَاِنْ اَصَابَهٗ خَيْرُ ۨ اطْـمَاَنَّ بِهٖ ۚ وَاِنْ اَصَابَتْهُ فِتْنَةُ ۨ انْقَلَبَ عَلٰي وَجْهِهٖ ڗ خَسِرَ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةَ ۭ ذٰلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِيْنُ ﴿11﴾ (سورۃ الحج:11)

نوٹ: 9/11/2001 کے امریکی عالمی سازشی ڈرامہ کے بعد سے 2018 تک کا عالمی منظر نامہ، مولانا سیدمودودیؒ کی مومنانہ بصیرت کا عکاس ہے۔

عمر- پچاس (۵۰) سال

(۲۵/ستمبر ۱۹۵۲ء تا ۲۴/ستمبر ۱۹۵۳ء)

پاکستان کو اسلامی ریاست بننے سے روکنے کے لیے سید مودودیؒ کی گرفتاری۔ قادیانی مسئلہ پر کتاب کی اشاعت، پھانسی کی سزا پھر عالم اسلام کے موثر احتجاج کے بعد پھانسی کی سزا عمر قید کی سزا میں تبدیل، مولانا مودودیؒ کی عالمی مقبولیت سے دین کے محدود تصور کے حامل مکروہ وحاسد مولویوں اور دینداروں کو صدمہ۔

اکتوبر 1952ء کا پورا مہینہ دستوری جہد مسلسل میں ہر ممکن سعی کرتے ہوئے گزارا۔

24/نومبر 1952ء کو دستور سازی کے موضوع پر کراچی بار ایسوسی ایشن میں ایک طویل تقریر فرمائی۔ سید مودودیؒ نے اسلامی ریاست کی عالم گیر اہمیت، ضرورت اور پاکستان کی حیثیت وعظمت کو ثابت کیا۔ [1]

نومبر 1952ء میں حکومت کی جانب سے ماہنامہ ''ترجمانُ القرآن'' اور سہ روزہ ''کوثر'' لاہور پر پابندیوں کا سلسلہ شروع ہو گیا اور ضمانت طلبی ہوئی۔

دسمبر 1952ء میں قادیانی مسئلہ پر دنگے فساد شروع ہو گئے۔

28/مارچ 1953ء کو ''مارشل لاء'' کے تحت سید مودودیؒ اور اُن کے ساتھیوں کی گرفتاری عمل میں آئی اور انہیں جیل بھیج دیا گیا۔ قیام پاکستان اور قائد اعظم محمد علی جناح کے انتقال کے بعد یہ آپ کی دوسری گرفتاری تھی۔ شاہی قلعہ لاہور میں 216 گھنٹے (۹ دن) قید تنہائی میں رکھا گیا۔ 14/اپریل کو سنٹرل جیل لاہور میں سی کلاس (C-Class) میں رکھا گیا۔ سید مودودیؒ نے ناپسندیدہ اور منحوس ناجائز حکومت کے الزامات کا بیس (20) صفحات پر مشتمل مدلل جواب لکھا۔

28/مارچ 1953ء تا 29/اپریل 1955ء (25) ماہ، دوسال ایک ماہ (750 دن) جیل میں رہے۔ یہ گرفتاری ایک کتابی پمفلٹ ''قادیانی مسئلہ'' کے لکھنے کے سلسلے میں ہوئی، یہ کتاب 5/مارچ 1953ء کو شائع ہوئی

---

[1] یہ تقریر، کتاب ''اسلامی ریاست'' میں شامل کی گئی ہے۔

تھی۔ کتاب میں ختم نبوت کی اہمیت پر روشنی ڈالتے ہوئے قادیانیوں کا غیر مُسلم ہونا قرآن وحدیث کی روشنی میں مضبوط دلائل سے ثابت کیا گیا ہے۔ قادیانیوں کو ختم نبوت سے انحراف کی وجہ سے غیر مُسلم قرار دینے کے الزام میں 11/مئی 1953 کو مارشل لاء کی فوجی عدالت سے سید مودودیؒ کو سزائے موت اور پھانسی کا فیصلہ سنایا گیا۔

پورے عالَمِ اسلام، سعودی عرب، اردن، مصر، شام، انڈونیشیا، سوڈان اور عرب وافریقہ سے ہزاروں ٹیلی گرام اور زبردست سفارتی دباؤ حکومتِ پاکستان پر پڑا۔ دوسری طرف ہندوستان، سری لنکا، لندن وامریکہ میں سید مودودیؒ کے معتقدین نے زبردست احتجاجی جلسے کیے اور جُلوس نکالے اور پاکستانی سفارت خانوں پر دھرنے دیے۔ تیسری طرف مشرقی ومغربی پاکستان کے طلباء نے حکومت کے خلاف زبردست احتجاجی جلسے وہڑتالیں (Strikes) کیں۔ فوج اور پولیس کے مظالم کی پرواہ کیے بغیر مُلک کے تمام محکموں کو بیکار کردیا گیا۔

ہر طرف سے رہائی کا مطالبہ اِس شدت سے جاری تھا کہ مارشل لاء حکومت نے مجبوراً 13 مئی 1953ء کی سزائے موت کو 14/سال قید بامشقت میں تبدیل کردیا۔ مولانا کو رحم کی اپیل کرنے کا بھی بعض سرکاری وغیر سرکاری لوگوں نے مشورہ دیا تھا۔ لیکن قائد اعلیٰ سید مودودیؒ نے یہ کہتے ہوئے کہ زندگی اور موت کے فیصلے زمین پر نہیں آسمانوں پر ہوتے ہیں ظالم اور جابر حاکم سے رحم کی اپیل کرنے سے انکار کردیا تھا۔

اَللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ ؕ وَعَلَی اللّٰہِ فَلْیَتَوَکَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۳﴾ (سورۃ التغابن: ۱۳)

اِنِّیْ عُذْتُ بِرَبِّیْ وَرَبِّکُمْ مِّنْ کُلِّ مُتَکَبِّرٍ لَّا یُؤْمِنُ بِیَوْمِ الْحِسَابِ ﴿۲۷﴾ (سورۃ غافر: 27)

مولانا مودودیؒ نے اپنے پندرہ (۱۵) سالہ بڑے بیٹے عمر فاروق مودودیؒ (پ 12/اپریل 1938ء) کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر اُسے تسلی دیتے ہوئے کہا:

> ''بیٹا ذرا نہ گھبرانا۔ اگر میرے پروردگار نے مُجھے اپنے پاس بُلا نا منظور کرلیا ہے تو بندہ بخوشی اپنے رب سے جا ملے گا۔ اور اگر اُس کا ہی حکم نہیں تو پھر چاہے یہ لوگ الٹے بھی لٹک جائیں تو یہ میرا بال بھی بیکا نہیں کرسکتے۔''

یہ تھا مجاہدِ عالی مقام سید ابوالاعلیٰؒ کے عزیمت کا عزم اعلیٰ۔

مَآ اَصَابَ مِنْ مُّصِیْبَۃٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰہِ ؕ وَمَنْ یُّؤْمِنْ بِاللّٰہِ یَھْدِ قَلْبَہٗ ؕ وَاللّٰہُ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ ﴿۱۱﴾ وَاَطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ ۚ فَاِنْ تَوَلَّیْتُمْ فَاِنَّمَا عَلٰی رَسُوْلِنَا الْبَلٰغُ الْمُبِیْنُ ﴿۱۲﴾ اَللّٰہُ

لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۭ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ⑬ (سورۃ التغابن: آیات ۱۱، ۱۲، ۱۳)

سید مودودیؒ کی اس عالم گیر مقبولیت سے مفاد پرست حکمراں وسازشی طبقہ بوکھلا گیا اور حکومت حیران تھی کہ ریڈیو، ٹی وی، اخبارات ورسائل، نام نہاد دینی مدارس کے فارغ التحصیل مولویوں کی مخالفِ مودودیؒ مسلسل کوششوں اور مہمّات کے باوجود اس شخص کو اتنی شہرت کس طرح حاصل ہوگئی؟

جیل میں مولانا ابوالاعلیٰ مودودیؒ نے ''تفہیم القرآن'' کا کام جاری رکھا اور جیل میں ہر قسم کی جماعتی وسیاسی ذمّہ داری سے آزادی کا بھرپور فائدہ اٹھایا اور اپنے وقت کو علمی خدمت میں لگایا۔ جیل کی تکالیف کو کبھی اہمیت نہیں دی۔ مستقل مطالعہ اور تصنیف کا کام جاری رکھا اور زندگی کے ہر لمحہ کو استعمال کرنے کا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر عمل کرتے ہوئے صبر وشکر کا اعلیٰ نمونہ ودرس اپنی عملی زندگی سے پیش کیا۔

اِس سال ''تفہیمُ القرآن'' کی صرف ایک ہی سورہ ''ترجمان القرآن'' میں شائع ہوئی اور وہ ''سورہ مریم'' ہے جو ماہ اپریل 1953ء میں شائع ہوئی۔

اسی سال قادیانیت مخالف تحریک ''فسادات پنجاب کی تحقیقاتی عدالت'' کے سامنے مولانا نے ایک بیان دیا۔ یہ بیان ''فسادات پنجاب کی تحقیقاتی عدالت کے سامنے مولانا ابوالاعلیٰ مودودیؒ کا بیان'' کے نام سے طبع شدہ ہے۔

اسی طرح قادیانیت مخالف تحریک کے بارے میں حکومت کی مقرّر کردہ تحقیقاتی عدالت میں اپنا دوسرا و تیسرا بیان دیا۔[۱]

گھر سے جب جیل جانے کے لیے مولانا تشریف لائے تب مولانا مودودیؒ کا قلمی حُلیہ

سرخ وسپید، گوری رنگت، اور کشادہ گول چہرے پر کھلی پیشانی۔ ان کی ذہانت وشرافت، وسیع ظرفی اور حسن خلق کی غمازی کرتی ہے۔ سر پر اونچی باڑ والی مخصوص قراقلی ٹوپی ڈال رکھی ہے۔ وہ سفید تنگ پاجامے میں ملبوس ہیں، ان کا دوہرا جسم ان کے میانہ قد کو مزید بارُعب بنائے ہوئے ہے۔ سلیقے سے ترشی ہوئی سفید داڑھی، اُن کے چہرے کو اور نورانی بنا رہی ہے۔ ٹوپی کے نیچے کالے کالے بالوں کی بھیگی لٹیں، بتا رہی ہیں کہ وہ ابھی غسل کرکے آئے ہیں، گویا کسی سفر کے لیے تیار ہوکر نکلے ہیں۔'' (ابوالآفاق ایم۔اے)

---

[۱] یہ دونوں بیان بالترتیب ''مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ کی تحقیقاتی عدالت میں دوسرا بیان'' اور مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ کی تحقیقاتی عدالت میں تیسرا بیان کے نام سے مرکزی مکتبہ جماعتِ اسلامی نے 1954ء میں شائع کیا۔

جب سی آئی (C.I.D) پولیس کے مکروہ چہرے مکروہ حکمرانوں کی جیپ Jeep میں انہیں بٹھا کر لے گئے ،تو ان کے بچے اور ساتھی دیکھ رہے تھے اور آہستہ آہستہ کہہ رہے تھے کہ:

”حق و باطل کی آزمائش میں ہمیشہ سے ایسا ہوتا ہے ۔دیکھو یہ مردِ حق آگاہ کتنی فراخ حوصلگی سے سُوئے دار جارہا ہے ۔ اس عظیم المرتبت انسان کو ابتلاوآزمائش کی بھٹی ایک تاریخ ساز شخصیت ضرور بنائے گی ۔ان شاءاللہ، پاکستان کے ناجائز حکمراں عبرتناک انجام سے دو چار ہوں گے ۔“

سیدابوالاعلیٰ مودودیؒ نے مومنانہ فراست ،مجاہدانہ عزیمت ،حق کی خاطر ہر موجود اور میسر نعمت کو قربان کرنے کے لیے ، اتباعِ سنتِ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بے مثال عملی نمونہ پیش فرمایا۔ وقت ، صحت ، صلاحیت ، مال ، بالآخر جان بھی بڑی خوشی سے پیش فرمادی۔

جان دی، دی ہوئی اُسی کی تھی — حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ ؕ يُقَاتِلُوْنَ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَيَقْتُلُوْنَ وَيُقْتَلُوْنَ وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا فِى التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِيْلِ وَالْقُرْاٰنِ ؕ وَمَنْ اَوْفٰى بِعَهْدِهٖ مِنَ اللّٰهِ فَاسْتَبْشِرُوْا بِبَيْعِكُمُ الَّذِىْ بَايَعْتُمْ بِهٖ ؕ وَذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿١١١﴾ (سورۃ التوبۃ:۱۱۱)

مولانا مودودیؒ کی دور اندیشی ،مومنانہ فراست اور بصیرت کی مثال ان کی 1938ء کی وہ تحریر ہے جس میں انہوں نے نام نہاد مسلم قوم پرست حکومت کے بارے میں پیشین گوئی فرمائی تھی ، جو آج 1953ء میں خود اُن پر پوری طرح ثابت ہورہی تھی ۔مولانا نے تحریر فرمایا تھا:

”وہ قومی حکومت جس پر اسلام کا نمائشی لیبل لگا ہوا ہوگا ،اسلامی انقلاب کا راستہ روکنے میں اس سے زیادہ جری ، بے باک (وبے شرم) ہوگی ، جتنی ایک غیر مسلم حکومت ہوتی ہے ۔غیر مسلم حکومت جن کاموں پر قید کی سزا دیتی ہے ، وہ مسلم قومی حکومت ان پر پھانسی اور جلاوطنی کی صورت میں دے گی اور پھر بھی اس (مکروہ مسلم) حکومت کے لیڈر جیتے جی غازی اور مرنے پر رحمۃ اللہ علیہ ہی رہیں گے ۔“ (تحریک آزادیٔ ہند اور مسلمان)

اِنَّ الَّذِيْنَ فَرَّقُوْا دِيْنَهُمْ وَكَانُوْا شِيَعًا لَّسْتَ مِنْهُمْ فِىْ شَىْءٍ ؕ اِنَّمَاۤ اَمْرُهُمْ اِلَى اللّٰهِ ثُمَّ يُنَبِّئُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ ﴿١٥٩﴾ مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا ۚ وَمَنْ جَآءَ بِالسَّيِّئَةِ فَلَا يُجْزٰۤى اِلَّا مِثْلَهَا وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿١٦٠﴾ قُلْ اِنَّنِىْ هَدٰٮنِىْ رَبِّىْۤ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۚ دِيْنًا قِيَمًا مِّلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا ۚ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿١٦١﴾ قُلْ اِنَّ صَلَاتِىْ وَنُسُكِىْ وَمَحْيَاىَ وَمَمَاتِىْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿١٦٢﴾ لَا شَرِيْكَ لَهٗ ۚ وَبِذٰلِكَ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِيْنَ ﴿١٦٣﴾ (سورۃ الانعام: آیات ،۱۵۹ تا ۱۶۳)

عمر۔اکیاون (۵۱) سال

(۲۵ ؍ستمبر ۱۹۵۳ء تا ۲۴ ؍ستمبر ۱۹۵۴ء)

مکمل سال جیل میں قید وبند کے دوران ''تفہیم القرآن'' اور دیگر کتب کی تدوین، ذمہ داران جماعت اسلامی کو آزادانہ فیصلوں اور اقدامات کی ہدایات، مصر میں الاخوان المسلمون پر آزمائشوں کا آغاز، مولانا سید سلیمان ندویؒ اور مولانا مسعود عالم ندویؒ کے انتقال کے صدمات

16 ؍ اکتوبر 1953ء کو وزیر اعظم کے عہدہ پر فائز خواجہ ناظم الدین کو برطرف کر دیا گیا اور پاکستانی سفیر امریکہ محمد علی بوگرہ جو ایک مکروہ سازشی مہرہ تھا، امریکی سازشی ٹولہ کی جوڑ توڑ نے اس کو وزیر اعظم بنا دیا۔ جو بعد میں گورنر جنرل بن بیٹھا۔ غلام محمد جو عوام کا منتخب کردہ نمائندہ بھی نہیں تھا حکومتِ پاکستان کے بعد تمام اختیارات پر قابض ہو گیا اور مسلم لیگ کے وزراء و نمائندے ذاتی مفادات اور اقتدار کی ہوس کے پیچھے بھاگتے رہے۔ فوج کے اعلیٰ آفیسرس نے غدار کا ساتھ دیا اور مقصدِ قیامِ پاکستان کو مکمل داؤ پر لگا دیا، اور اللہ کے عتاب کے مستحق بن گئے۔

...ضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ وَالْمَسْكَنَةُ وَبَآؤُوا بِغَضَبٍ مِّنَ اللهِ..

مولانا مودودیؒ کا یہ سال مکمل جیل میں قید وبند کے عالَم میں گزرا۔ ''تفہیم القرآن'' کے ساتھ دوسری کتب کی تالیف و تصنیف کا کام بھی جاری رکھا۔ ''اسلامی دستور کی تدوین'' ''مُرتد کی سزا اسلامی قانون میں''،[۱] ''دعوت اسلامی، اس کے اصول اور تقاضے''، ''قرآن اور پیغمبر''، ''سرمایہ داری و اشتراکیت'' اور دیگر کتابوں کی تصنیف کا کام بھی کیا اور بعض دیگر کُتب پر اشاعت کے لیے نظر ثانی بھی کی۔ اس طرح زندگی کے ہر لمحہ کو استعمال کرنے کا نمونہ و درس اپنی عملی زندگی سے پیش کیا۔ جماعتِ اسلامی پاکستان کو نصیحت کی اور حالات کو سامنے رکھتے ہوئے آزادانہ پالیسی پروگرام بنانے کی سخت سے ہدایت کی۔ سید مودودیؒ کی مشاورت (یعنی ایک مقید امیر جماعت) سے جماعت اسلامی پاکستان کو آزاد کر دیا گیا۔

---

[۱] اسلامی قانون میں مرتد کی سزا پر ایک علمی بحث ہے۔ یہ بحث ماہ نامہ ''ترجمان القرآن'' میں اکتوبر 1942ء اور جون 1942ء کے شماروں میں بھی شائع ہوئی۔

اقامت دین اور اسلامی نظام حکومت کے حصول کے لیے پرامن جدوجہد جاری رکھنے اور حالات کے تقاضوں کے مطابق ذمہ داران جماعت اسلامی کو خود فیصلے کرنے اور مناسب ترین اقدامات کی ہدایات دیں۔

13/جنوری 1954ء کو الاخوان المسلمون پر مصر (Egypt) میں پھر پابندی لگادی گئی اور قید و بند کا سلسلہ شروع کر دیا گیا۔ مولانا سید مودودیؒ کو اس خبر سے دلی صدمہ ہوا۔ صبر، توکل علی اللہ اور دعا کرتے رہے۔

....وَسِعَ رَبُّنَا كُلَّ شَيْءٍ عِلْمًا ۚ عَلَى اللَّهِ تَوَكَّلْنَا ۚ رَبَّنَا افْتَحْ بَيْنَنَا وَبَيْنَ قَوْمِنَا بِالْحَقِّ وَأَنْتَ خَيْرُ الْفَاتِحِينَ ﴿٨٩﴾ (سورۃ الاعراف: 89)

فَقَالُوا عَلَى اللَّهِ تَوَكَّلْنَا رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً لِلْقَوْمِ الظَّالِمِينَ ﴿٨٥﴾ وَنَجِّنَا بِرَحْمَتِكَ مِنَ الْقَوْمِ الْكَافِرِينَ ﴿٨٦﴾ (سورۃ یونس: 85.86)

22/نومبر 1953ء کو سید سلیمان ندویؒ کے انتقال پر سید مودودیؒ نے جیل سے ''ترجمانُ القرآن'' کا تعزیتی اداریہ لکھا۔ ان کے خلوص اور دینی خدمات کی بھرپور تحسین اور قدرشناسی فرمائی۔

17/مارچ 1954ء کو ابوالاعلیٰ مودودیؒ کے ایک اہم رفیق کار، عربی زبان کے ماہر عالم دین اور جماعت اسلامی کے اہم رکن شوریٰ و کارکن ''مولانا مسعود عالم ندویؒ'' کا انتقال ہوا۔ وہ جماعتِ اسلامی کے دارالعروبۃ کے موسس اور منتظم تھے۔ وہ مولانا مودودی کی کتابوں کے عربی مترجم تھے۔ اور عرب دنیا میں مولانا مودودیؒ کی فکر اور دعوت کو متعارف کرانے میں انہوں نے بہت اہم و بنیادی رول ادا کیا تھا۔ اُن کے انتقال پر سید مودودیؒ نے فرمایا کہ:

''میں اپنا ایک بازو ٹوٹا ہوا محسوس کر رہا ہوں۔'' [1]

---

[1] مولانا مودودیؒ کی کتابوں کے عربی تراجم: (۱) سود (الربا) (۲) تنقیحات (نحن والحضارة الغربية) (۳) اسلام اور جدید معاشی نظریات (أسس الاقتصاد بين الإسلام والنظم المعاصرة) (۴) اسلامی تہذیب اور اس کے اصول ومبادی (الحضارة الإسلامية أسسها ومباديها) (۵) اسلام کا نظامِ حیات (نظام الحياة فى الإسلام) (۶) اسلام اور جاہلیت (الإسلام والجاهلية) (۷) اسلامی قانون (القانون الإسلامى) (۸) اسلام کا معاشی مسئلہ اور اس کا اسلامی حل (معضلات الاقتصاد و حلها فى الإسلام) (۹) تحریک اسلامی کی اخلاقی بنیادیں (الأسس الأخلاقية للحركة الإسلامية) (۱۰) مسئلہ ملکیت زمین (مسئلة ملكية الأرض فى الاسلام)
1938ء میں دارالاسلام اور قیام جماعت اگست 1941ء سے۔دسمبر 1952ء کے نشیب و فراز و بحران کے دور میں مولانا مودودیؒ اور مسعود عالم ندوی کے درمیان مراسلت کے 56 خطوط، مطالعہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ مولانا مودودیؒ کے خطوط حصہٗ اول 24/دسمبر 1940ء سے 12/دسمبر 1952ء جملہ ۱۲ سال پر محیط خطوط، مولانا مودودیؒ کی سیرت کی بہترین عکاسی کرتے ہیں۔ مکتوب نگار مولانا سید مودودیؒ اور مکتوب الیہ مولانا مسعود عالم ندوی ہیں۔ محترم منظور نعمانی، مولانا علی میاں، قمر الدین خاں، مستری محمد صدیق صاحب، جعفر پھلواروی اور دیگر شرفاء کا ذکر و تذکرہ بھی ہے۔ (مرتبین: پروفیسر سلیم منصور خالد، پروفیسر رفیع الدین ہاشمی، اشاعت اول فروری 2012ء صفحات 430)

علامہ اقبالؒ، مولانا محمد علیؒ جوہر، محمد علی جناحؒ، چودھری محمد علیؒ، مولانا محمودحسنؒ اسیر مالٹا، ومترجم قرآن مجید، مولانا اشرف علی تھانوی، مولانا احمد رضا خاں بریلوی، حضرت مولانا محمد الیاس صاحب، مولانا سید سلیمان ندویؒ، مولانا مسعود عالم ندویؒ، کے انتقال پر مولانا مودودیؒ کی تحریروں میں ان کے جذبات کا عکس دیکھا جا سکتا ہے۔

جماعت اسلامی کا مقصدِ قیام

''صالحین کی ایسی جماعت منظم کی جائے جو متقی اور پرہیز گار ہو، راست باز اور دیانت دار بھی ہو، قرآن وسیرت کے مطابق پسندیدہ اخلاق واوصاف سے آراستہ بھی ہو، اور ان اوصاف کے ساتھ دنیا کے معاملات کو دنیا داروں سے زیادہ اچھی طرح سمجھ سکے''۔

مولانا مودودیؒ کے چند اقوال زریں

۱۔ اگر دنیا ہماری وقعت اس لئے نہیں کرتی کہ ہم اس کے پیچھے نہیں چلتے تو ایسی دنیا کو ہمیں حق کے خاطر ٹھوکر مارنی چاہیے۔

۲۔ اگر آپ مسلمان ہیں تو قرآن سے اختلاف نہ کیجئے۔ اور اگر قرآن سے اختلاف کرنا چاہتے ہیں تو دائرۂ اسلام سے باہر کھڑے ہوکر اختلاف کیجئے۔

۳۔ حکومت اور اقتدار صحیح طریقے سے استعمال ہو تو یہ اللہ کی بہت بڑی نعمت ہے، اور اگر حکومت اور اقتدار غلط طریقہ سے استعمال ہو تو یہ اللہ کی بہت بڑی لعنت ہے۔

۴۔ جھوٹے الزامات لگانے والوں کے معاملے کو میں نے اللہ کے حوالے کردیا ہے، اس لئے ان کی ساری تحریریں پڑھتا ہوں اور اللہ کی عدالت کے سپرد کرکے اپنے کام میں لگ جاتا ہوں۔

۵۔ الفاظ کی تاثیر معنوں میں ہے۔ معنی اگر نہ ہوں اور وہ دل میں نہ اتریں اور اس کے زور سے تمہارے خیالات، تمہارے اخلاق اور تمہارے اعمال نہ لائیں تو یہ الفاظ بول دینے سے کچھ بھی اثر نہ ہوگا۔

نوٹ: کمینہ خصلت لوگوں کا خاصہ ہوتا ہے کہ جب وہ دوسرے کی خوبیاں اور اپنی کمزوریاں صریح طور پر دیکھ لیتے ہیں، اور یہ بھی جان لیتے ہیں کہ اس کی خوبیاں اسے بڑھا رہی ہیں اور ان کی اپنی کمزوریاں انہیں گرا رہی ہیں، تو انہیں یہ فکر لاحق نہیں ہوتی کہ اپنی کمزوریاں دور کریں اور اس کی خوبیاں اخذ کریں، بلکہ وہ اس فکر میں لگ جاتے ہیں کہ جس طرح بھی ہو سکے اس کے اندر بھی اپنی ہی جیسی برائیاں پیدا کردیں، اور یہ نہ ہو سکے تو کم از کم اس کے اوپر خوب گندگی اچھالیں تاکہ دنیا کو اس کی خوبیاں بے داغ نظر نہ آئیں۔ (تفہیم القرآن، جلد چہارم، سورۃ النور، تاریخی پس منظر، صفحہ 308)

عمر۔ باون (۵۲) سال

(۲۵ ستمبر ۱۹۵۴ء تا ۲۴ ستمبر ۱۹۵۵ء)

دو سال ایک ماہ کی قید و بند کے بعد رہائی، چودھری محمد علی وزیر اعظم بنے۔
میجر جنرل سکندر مرزا گورنر جنرل بن گیا۔

4/اکتوبر 1954ء کو گورنر جنرل، ملک غلام محمد نے دستور ساز اسمبلی توڑ دی اور بے چارے، بے آئین، بدنصیب ملک، پاکستان میں ہنگامی حالات کا اعلان ہو گیا۔ اور نئے نئے ناتجربہ کار بے ضمیر وزیر مقرر کر دیے گئے۔

مصر کا معتوب و مکروہ و منافق صدر جمال عبدالناصر جمہوریت کے نام سے ملک مصر کے اقتدار میں آیا اور ڈکٹیٹر بن گیا۔ الاخوانُ المسلمون کے دوسرے مُرشد عام حسن الھضیبی سمیت چوٹی کے چھ (6) ممتاز رہنماؤں کو جن میں عبدالقادر عودہ اور مُفسرِ قرآن سید قطب بھی ہیں، فوجی عدالت نے 7/نومبر 1954ء کو اسلام دشمن طاقتوں کے اشارے پر یہ فیصلہ سنایا کہ ''الاخوان المسلمون'' ایک ملک دشمن تنظیم ہے۔ اور بشمول سید قطب شہید تمام اکابر اخوان المسلمون کو پندرہ (15) سال قید بامشقت کی سزا دی۔ حسن البنا شہید کی شہادت کے وقت بھی سید مودودیؒ جیل میں تھے اور آپ کو یہ خبر جیل ہی میں سُنائی گئی۔ مسلمان عوام و علماء، خواص و حکمرانوں کو انگریزی و یہودی جال سے نکالنے کی تدابیر پر بڑی گہرائی سے غور و فکر، مجبوری اور حالتِ قید کی بے بسی میں سنّت یوسفی کے مطابق دعاؤں کا خاص اہتمام و تلاوتِ قرآن سید مودودیؒ کا معمول تھا۔ سید قطبؒ نے فوجی عدالت میں یہ اعتراف کیا کہ ان کی دعوت اور سید مودودیؒ کی دعوت میں کوئی فرق نہیں اور ''العدالۃ الاجتماعیۃ'' کتاب میں نے سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ کی کتابوں سے متاثر ہو کر لکھی ہے۔ اور اس حقیقت کا ذکر کتاب میں بھی موجود ہے۔

دو سال ایک ماہ (25 ماہ) کے مکمل قید و بند کے بعد 29/اپریل 1955ء کو سینٹرل جیل ملتان سے سید مودودیؒ کی رہائی عمل میں آئی۔ (28/مارچ 1953ء سے 29/اپریل 1955ء تک جیل میں رہے) دورانِ اسیری سیدنا حضرت یوسف علیہ السلام کی دعا'' اِنَّ رَبِّیْ لَطِیْفٌ لِّمَا یَشَآءُ ؕ اِنَّہٗ ھُوَ الْعَلِیْمُ الْحَکِیْمُ ۝۱۰۰

......فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۣ اَنْتَ وَلِيّٖ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۚ تَوَفَّنِيْ مُسْلِمًا وَّاَلْحِقْنِيْ بِالصّٰلِحِيْنَ ﴿١٠١﴾ (یوسف:101) کا خصوصی اہتمام فرماتے تھے۔

اگست 1955ء میں چودھری محمد علی پاکستان کے وزیرِاعظم بنے۔ وہ مولانا مودودیؒ کا بے حد احترام کرتے تھے ۔ان کے دور میں آزمائش وابتلا کی صورت پیش نہیں آئی ،مگران کا دور سیاسی جوڑتوڑ اور سکندر مرزا کی سازشوں کی وجہ سے بہت مختصر رہا۔

اسلام کے نام پر حاصل کردہ پاکستان کی حکومت میں ایک اسلامی جماعت کے خلاف جو اسلامی دستور کا مطالبہ کررہی تھی حکومتی سطح پر ایک سازش رچائی گئی۔ جماعتِ اسلامی کی رکنیت کے شرائط پر ہر طرف سے بھرپور تنقیدیں شروع کردی گئیں اور دوسری طرف متفق ،ہمدرد، کارکن وامیدوارِ رکنیت کے روپ میں سازشی لوگوں کو جماعت میں شامل کرنے اور شامل شدہ کمزور ایمان والوں کو خریدنے کا کام شروع کیا گیا ،تاکہ جماعت کو اب تک کی اپنی تمام کوششوں کی ناکامی کے بعد اندر سے کھوکھلا کیا جائے۔ چنانچہ جوڑتوڑ کا کام شروع کیا گیا۔ ''کوثر نیازی'' جیسی شخصیات اُسی دَور کی پیداوار ہیں۔ کم ظرف کوثر نیازی مولانا مودودیؒ اور جماعت میں رہ کر''تقریر اور تحریر'' کی تربیت حاصل کی مگر بعد میں ذوالفقار علی بھٹو کی حکومت میں وزارت حاصل کرنے میں کامیاب ہوگیا۔

15رمئی کو برکت ہال لاہور میں مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ نے ''حُجیّتِ حدیث'' کے موضوع پر ایک اہم تقریر کی جس پر ایک عرصہ تک موافقت ومخالفت میں بحث جاری رہی۔ یہ بحث ''الاعتصام''، ''ایشیا''، ''چراغ راہ''، ''نوائے پاکستان''، ''نوائے وقت''، اور ہندو پاک کے دیگر جرائد میں شائع ہوئی۔

مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ اپریل 1955ء میں جیل سے رہائی کے بعد بدنصیب پاکستان کے ہر روز بدلتے ہوئے حالات کا بغور جائزہ لے رہے تھے ،اور ہر اہم معاملہ میں ملک کو ایک ترقی یافتہ ،پُرامن ملک بنانے کے سلسلہ میں رہنمائی کا فریضہ بھی انجام دے رہے تھے۔

28رمئی 1955ء کو نئی آئین ساز اسمبلی کا انتخاب عمل میں آیا۔ جس میں 80 ارکان تھے۔ مسلم لیگ اور متحدہ محاذ، پر مشتمل مخلوط وزارت والی حکومت چودھری محمد علی نے بنائی ۔ 17راگست 1955ء کو پاکستان کا وزیر داخلہ میجر جنرل سکندر مرزا پاکستان کا گورنر جنرل بن گیا۔ پھر چھ(6) ماہ بعد صدرِ پاکستان بھی بن گیا۔

اس سال ''تفہیمُ القرآن'' کی چار سورتیں ''ترجمان القرآن'' میں شائع ہوئیں۔ فروری 1955ء میں سورۃ طٰہٰ وسورۃ الأنبیاء، سورۃ الحج جولائی میں اور سورۃ المومنون ستمبر 1955ء میں شائع ہوئی۔

عمر۔ ترپن (۵۳) سال

(۲۵ر ستمبر ۱۹۵۵ء تا ۲۴ر ستمبر ۱۹۵۶ء)

مشرقی پاکستان کا تنظیمی دورہ، مولانا مودودیؒ کے 9 بچوں کی تفصیلات ولادت، بیرون ملک کا پہلا سفر، ارض القرآن، اردن، شام، فلسطین اور سعودی عرب کا دورہ اور پہلا حج بیت اللہ

ستمبر 1955ء میں آئین ساز اسمبلی نے وحدتِ مغربی پاکستان اور وحدتِ مشرقی پاکستان کا قانون منظور کیا، جو 14/ اکتوبر 1953ء کو نافذ العمل ہوا۔

نومبر 1955ء میں تیسرا کل پاکستان اجتماع سید مودودیؒ کی نگرانی میں کراچی میں ہوا۔ جماعتِ اسلامی کو شخصیت پرستی سے دُور رہنے کی ہدایت کی اور اجتماع کے عام اجلاس میں کُھلے عام اپنے آپ کو تنقید کے لیے پیش کیا اور ہر اعتراض کا خندہ پیشانی سے جواب دیا۔ مولانا مودودیؒ کے بعض عقیدت مندوں نے لوگوں کی بعض بے ادب باتوں پر ذاتی سوالات اور غیر شائستہ انداز پر اعتراض کیا تو سید مودودیؒ نے اپنے عقیدت مندوں کو یہ کہہ کر چپ کرا دیا کہ:

> ”جماعت اور امیر جماعت کو حق پر قائم رکھنے کا یہی ایک جمہوری طریقہ ہے۔ اگر مَیں اپنے ارکان کے اعتراضات اور سوالات کے اطمینان بخش جواب سے مطمئن نہ کر سکوں تو مجھے امارت پر قائم رہنے کا کوئی حق نہیں۔“ [1]

سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ کی ”یادداشت و احسان مندی“ سے متعلق ایک یادگار واقعہ

مَیں (مرتب احمد ابوسعید) جب 25ر ستمبر 1998ء کو مولانا کی صحافتی زندگی کے آغاز کے جائے مقام دیکھنے عینی مشاہدہ کرنے جبل پور گیا، تو وہاں کے قدیم لوگوں سے ملاقات کے دوران معلوم ہوا کہ جناب سید زاہد علی جو نوجوان

---

[1] جماعت اسلامی ہندوستان یا پاکستان میں مولانا مودودیؒ کی قیادت کا یہ شفاف اور اعلیٰ انداز اپنے اندر جماعتِ اسلامی کے امراء جماعت کے لیے دائماً ”نشان راہ“ کا مقام رکھتا ہے۔ اور دیگر تنظیموں اور جماعتوں کے لیے بھی ”نشان راہ“ ہے۔ (مرتب: احمد ابوسعید)

ابوالاعلیٰ کو بھوپال سے جبل پور روزنامہ اخبار ''تاج'' جبل پور کی ادارت کے لیے لائے تھے،، ایک سال تک نوجوان سید مودودیؒ مدیر کے فرائض انجام دیتے رہے، مگر جب دسمبر 1920ء میں اخبار پر سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ کی ایک بے باک ادارتی تحریر بہ عنوان ''یہ انگریز بھیڑیے'' کی وجہ سے پابندی اور مدیر کی گرفتاری کے آرڈر حکومت کی طرف سے جاری کردیئے گئے تو سید زاہد صاحب نے راتوں رات جبل پور، سے سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ کو دہلی بھجوادیا تھا۔ ایک بار جب سید زاہد علی صاحب 1956ء میں، ہندوستان سے پاکستان گئے تھے تو ایک دن مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ سے ملاقات کے لیے لاہور تشریف لے گئے۔ اس وقت مولانا مودودیؒ بہت مصروف تھے، ملاقاتیوں کی قطار میں بیٹھے بیٹھے کافی انتظار کے بعد اندر ایک چٹھی روانہ کی اور اس پر صرف یہ لکھا ''سید زاہد علی جبل پوری۔'' مولانا مودودیؒ یہ چٹھی دیکھتے ہی، سب ملاقاتیں اور کام چھوڑ کر، خود باہر تشریف لائے اور بغل گیر ہو کر فرمایا:

''آج اُس ہستی سے مل رہا ہوں جسے چھوڑے ہوئے 35 سال 6 مہینے چار دن اور سولہ گھنٹے گزر چکے ہیں۔''

اس واقعہ سے قائدِ اعلیٰ سید ابوالاعلیٰؒ کی یادداشت کے ساتھ ساتھ، اعلیٰ ظرفی، اعلیٰ اخلاق واحسان مندی کا اعلیٰ مثالی نمونہ ہمیں مَن لَّمْ يَشْكُرِ النَّاسَ لَمْ يَشْكُرِ اللهَ (حدیث) جو لوگوں کا شکر گزار نہیں ہوتا وہ اللہ کا بھی شکر گزار بندہ نہیں ہوسکتا۔ کی روشنی میں نصیب ہوتا ہے۔

لیاقت علی خاں، غلام محمد، محمد علی بوگرا، خواجہ ناظم الدین، مولوی تمیز الدین، چودھری محمد علی، میجر جنرل سکندر مرزا، ڈاکٹر خان صاحب، ملک فیروز خاں نون، نواب زادہ نصر اللہ خاں، ممتاز محمد خاں دولتانہ اور کئی ایک اسلام کے حق میں مخلصین ومخالفین کے باوجود ایک نیا دستور کئی مراحل سے گزر کر وجود اور قیام پاکستان کے 9 سال بعد 8/جنوری 1956ء کو دستور ساز کونسل میں پیش ہوا۔

24/جنوری 1956ء کو مولانا مودودیؒ نے پہلی مرتبہ مشرقی پاکستان کا چالیس روزہ دورہ شروع کیا۔ 7/فروری کوڈھاکہ میں، سیکولر اور قوم پرست طبقے کے خلاف اسلامی حلقوں کو مجتمع کیا، جس میں جماعتِ اسلامی، جمعیت اہلِ حدیث، نظامِ اسلام پارٹی اور دیگر 500 علماء ومشائخ کی کانفرنس منعقد ہوئی۔

مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ (امیر جماعت اسلامی وقائد اعلیٰ تحریک اسلامی) کی تیسری اور آخری لڑکی عائشہ مودودیؒ 4/مارچ 1956ء کو لاہور میں پیدا ہوئیں۔ اس طرح مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ 52/سال/3/ماہ/9/ دن کی عمر میں نو (9) بچوں کے باپ بن گئے۔

مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ کے بچوں کی تاریخ ولادت کی تفصیلات

15/مارچ 1937ء سے 4/مارچ 1956ء تک ان (18) سال (11) ماہ (19) دنوں میں پہلے دو بیٹوں سید عمر فاروق مودودی (12/اپریل 1938ء) دہلی اور سید احمد فاروق مودودی (11/مئی 1939ء) دہلی کی پیدائش میں ایک ایک سال کا فرق ہے۔ اور اسی طرح حمیرا مودودی (22/جولائی 1940ء) دہلی اور اسماء مودودی (23/دسمبر 1941ء) دہلی ان دونوں کی عمروں میں بھی ایک ایک سال کا فرق ہے۔ سید محمد فاروق مودودی 27/نومبر 1943ء دہلی، سید حسین فاروق مودودی 15/فروری 1945ء دہلی، حیدر فاروق مودودی اپریل 1946ء دہلی، قیام دارالاسلام۔ پٹھان کوٹ کے دوران 18/مارچ 1938ء سے اگست 1947ء تک مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ کے جو 5/پانچ بیٹے اور دو بیٹیاں حمیرا اور اسماء دہلی ہی میں پیدا ہوئے۔ (ان کا مقام پیدائش Birth Place) تقسیم ہند سے قبل دہلی، انڈیا ہے۔

4/اکتوبر 1948ء قید کی مدت ایک سال (۷) ماہ (۲۴) دن، دوسری گرفتاری 28/مارچ 1953ء سے 29/اپریل 1955ء تک دو (۲) سال ایک ماہ، پاکستان کا وجود 14/اگست 1947ء سے 30/اپریل 1955ء یعنی پاکستان کے وجود میں آنے کے 6 سال (8) ماہ (6) دن میں، (3) سال (8) ماہ (2) دن۔ یعنی 50% سے زیادہ مدت قید میں گزاری۔ (یہ ہے پاکستان کا مولانا مودودیؒ محسن پاکستان کے ساتھ یہ ناروا سلوک)

جناب خالد فاروق مودودی 17/دسمبر 1952ء لاہور اور عائشہ مودودی 4/مارچ 1956ء لاہور، اس طرح صرف ایک لڑکا اور ایک لڑکی لاہور میں پیدا ہوئے۔[1]

اس طرح تقسیم برصغیر ہند سے قبل اور بعد اپنی تمام فکری، علمی، عملی، ملی، ملکی، سیاسی، صحافتی، تصنیفی، تحریکی، تنظیمی، مصروفیات کے اعلیٰ وارفع مقاصد کے حصول کی بے مثال جدوجہد کے ساتھ ساتھ نبی رحمت، حضور اکرم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں اضافہ کا فریضہ بھی اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے فضل وکرم سے نہایت خوش اسلوبی سے نبھاتے رہے۔

ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ۭ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ (سورۃ الحدید: ۲۱)

لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ ۭ يَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ اِنَاثًا وَّيَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ الذُّكُوْرَ ۝۴۹ اَوْ يُزَوِّجُهُمْ ذُكْرَانًا وَّاِنَاثًا ۚ وَيَجْعَلُ مَنْ يَّشَآءُ عَقِيْمًا ۭ اِنَّهٗ عَلِيْمٌ قَدِيْرٌ ۝۵۰ (سورۃ الشوریٰ: آیات: ۴۹-۵۰)

---

[1] تاریخ جماعت اسلامی (آبادشاہ پوری) سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ کا عہد۔ (سید نقی علی) شجر ہائے سایہ دار (سیدہ حمیرا مودودی)۔ تذکرہ مودودیؒ، (جمیل احمد رانا، سلیم منصور خالد)

نوٹ: مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ کے بچوں کی تواریخ پیدائش اور مقام پیدائش کی تفصیلات جناب پروفیسر سلیم منصور خالد سے حاصل کی گئی ہیں۔

مشرقی پاکستان کا دورہ کیا اور عوام کو حقائق سے مطلع کیا۔ سید مودودیؒ کے خلاف مشرقی پاکستان میں حکومت نے کھلی غنڈہ گردی کی اور بنگالی اور غیر بنگالی کے فتنہ کو ہوا دے کر جلسوں اور اجتماعات میں زر خرید اشرار کو داخل کر کے سید مودودیؒ کے نظامِ اسلامی کے مشن کو ناکام بنانے کی کوشش کی گئی۔ انتخابات کو ٹالا جاتا رہا۔ مُلک میں بدامنی کے آثار رونما ہونے لگے، مُلک میں دشمن عناصر کا زور بڑھتا گیا۔

22/مارچ کو ڈسٹرکٹ بورڈ ہال ڈھاکہ میں خطاب کیا۔[1]

29/فروری کو گورنر جنرل کی توثیق کے بعد 23/مارچ 1956ء کو اسلامی جمہوریہ پاکستان کے نام سے دستور نافذ ہوا ۔ سید ابوالاعلیٰؒ نے اس پر اللہ کا شُکر ادا کیا۔ مگر حکومت نے سیاسی جوڑ توڑ، ضمیر کی خرید و فروخت، سیاسی سودابازی، رشوت و لوٹ کھسوٹ، انتظامیہ و سیاسی رہنماؤں کی بدترین بددیانتی کی وجہ سے مُلک کے سیاسی بحران کے بہانے آئین کی منسوخی کی سازش شروع کر دی، تاکہ دستوری بُحران باقی رہے۔ سید مودودیؒ نے حکومت پر فائز و موجود اکثریت کی بے دین، بددین، ذاتی مفادات کے حامل شریر و شاطر ذہنیت کی حامل قیادت کے اس کردار کی اصلاح کی کوشش کی اور آئین کی منسوخی کی صورت میں مُلک کی تباہی اور پاکستان کی تقسیم کے انجامِ بد پر متنبہ کیا۔

23/مارچ 1956ء کے آئین و دستور کی رو سے پاکستان ایک حقیقی ''اسلامی جمہوریہ پاکستان'' بن گیا۔

23 /مارچ 1956ء کا دستور جو 234 دفعات پر مشتمل تھا، اس پر ایمان داری سے عمل کیا جاتا تو پاکستان دنیا کے لیے ایک امن پسند اور بہت حد تک ایک اصولی، آئینی اور مثالی طاقت ور ملک بن جاتا۔ مگر شیطانی طاقتوں کو ملک کے مفسد و مکار حکمرانوں، مفاد پرست فوجی عہدے داروں، بے ایمان سیاست دانوں، مفاد پرست، متعصب و حاسد اور بے چارے نادان مولویوں اور جاہل عوام کو بہ آسانی گمراہ کرنے کے مواقع فراہم ہو گئے۔ جماعت اسلامی اور مولانا مودودیؒ نے ہر ممکن طریقہ سے حق کی حمایت اور اسلامی اقدار کی حفاظت کا فریضہ انجام دیا لیکن منافقوں کا حال قرآن کریم کی ان آیات کے مطابق تھا:

أُولَٰئِكَ الَّذِينَ اشْتَرَوُا الضَّلَالَةَ بِالْهُدَىٰ فَمَا رَبِحَت تِّجَارَتُهُمْ وَمَا كَانُوا مُهْتَدِينَ ﴿١٦﴾ مَثَلُهُمْ كَمَثَلِ الَّذِي اسْتَوْقَدَ نَارًا فَلَمَّا أَضَاءَتْ مَا حَوْلَهُ ذَهَبَ اللَّهُ بِنُورِهِمْ وَتَرَكَهُمْ فِي ظُلُمَاتٍ لَّا يُبْصِرُونَ ﴿١٧﴾ صُمٌّ بُكْمٌ عُمْيٌ فَهُمْ لَا يَرْجِعُونَ ﴿١٨﴾ (البقرۃ:18)

---

[1] اس خطاب کو جماعت اسلامی ڈھاکہ مشرقی پاکستان نے ''حالات و مسائل کا جائزہ اور اصلاح کی تدابیر'' کے نام سے شائع کیا ہے۔

وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَكٰذِبُوْنَ ۝ اِتَّخَذُوْٓا اَيْمَانَهُمْ جُنَّةً فَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۭ اِنَّهُمْ سَاۗءَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ اٰمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا فَطُبِعَ عَلٰي قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا يَفْقَهُوْنَ ۝ (سورۃ المنافقون:1-3)

اِسی سال 25/جون 1956ء کو سید مودودیؒ فریضۂ حج کی ادائیگی کے لیے مُلک سے باہر نکلے۔ عرب ممالک کا دورہ کیا۔ موتمر عالم اسلامی دمشق (شام) میں شرکت کی اور عالمِ اسلام میں نظامِ اسلام کے قیام اور ''اخوت اسلامی'' کو ملکی سرحدوں اور جغرافیائی حدود کی پابندیوں سے آزاد کرنے کی فکر پیدا کرنے کی بھرپور کوشش کی۔

پہلی مرتبہ عرب دنیا کی دینی، علمی وسیاسی اہم شخصیات سے ملاقاتیں کیں۔[1]

26/جون تا اگست 1956ء اردن، شام، فلسطین اور سعودی عرب کا دورہ کیا۔ موتمر عالمِ اسلامی میں شرکت کے بعد حج وعمرہ کی سعادت سے بہرہ مند ہوئے۔ یہ آپ کا پہلا حج ہے۔ فریضۂ حج کی ادائیگی کے بعد دوران قیامِ مکہ، عرب ممالک اور دیگر مسلم ممالک کی اہم شخصیتوں سے ملاقاتیں کیں اور اسلام کو بحیثیت نظام حیات دنیا کے سامنے پیش کرنے کی ضرورت سے آگاہ کیا۔ 27/جولائی کو مدینۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم پہنچے۔ روضۂ نبوی پر حاضری دی۔ اور مسجد نبوی میں نمازیں ادا کیں۔ وہاں کے احساسات پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا کہ:

''روضۂ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم پر حاضری کے وقت ایسا معلوم ہوتا ہے گویا ہم ایک شفیق باپ کے حضور میں کھڑے ہیں۔ جب کہ مکہ معظّمہ میں حاضری کے وقت یہ احساس ہوتا ہے کہ ہم شہنشاہِ کائنات کی خدمت میں حاضر ہیں۔''

1956ء میں سعودی عرب صنعتی مرکز سے اصلاً خالی تھا۔ مولانا مودودیؒ نے سعودی حکومت کو صنعت وحرفت (Industries) کے میدان میں فوری پالیسی بنانے اور اس پر عمل کرنے کی تجاویز دیں۔

دفاعی ہتھیارسازی (Defensive Arms Manufacturing) کی اہمیت اور ضرورت پر توجہ دلائی۔ ایک اعلیٰ مومن، مجاہد اور مفسر قرآن کی بصیرت کا ثبوت بھی پیش کردیا۔ (سفرنامہ ارض القرآن۔ محمد عاصم الحدادؒ)

اس سال ماہ اپریل 1956 میں ''تفہیم القرآن'' کی سورۃ النور اور جولائی 1956ء میں سورۃ الفرقان ماہ نامہ

---

[1] جون، جولائی، اگست 1956ء کا یہ مولانا مودودیؒ کا پہلا غیر ملکی سفر تھا، 25/اور 26/جون کی درمیانی شب کراچی سے بذریعہ ہوائی جہاز دمشق روانہ ہوئے، راستے میں تھوڑی دیر بحرین میں رکنے کے بعد بیروت پہنچے۔ یہاں لبنان کی اسلامی تحریک ''عبادالرحمن'' کے رہنماؤں اور کارکنوں کے علاوہ ''الاخوان المسلمون'' کے نمائندوں اور شہر کے معززین نے ہوائی اڈّے Air port پر مولانا سید مودودیؒ کا استقبال کیا۔
پاکستان کے ضمیر فروش حکمراں ٹولے اور عالمی اسلام دشمن طاقتوں پر سید مودودیؒ کی نظر تھی اور سید مودودیؒ اپنے اس بیرون ملک مسلم ممالک کے دورے کو اقامتِ دین کے مقصدِ حیات سے جوڑنے کی حتی الامکان سعی کی۔ (تفصیلات کے لیے: سفرنامہ ارض القرآن۔ محمد عاصم الحدادؒ)

نوٹ: اتباع سیدی ابوالاعلیٰ مودودیؒ میں مرتب احقر احمد ابوسعید نے بھی اردن، فلسطین، بیت المقدس اور دیگر ارض القرآن کے سفر کی سعادت مارچ 2014 میں حاصل کی۔ الحمدللہ جس کی چند ایک یادگار تصاویر کتاب کے آخر میں دی گئی ہیں۔

''ترجمان القرآن''میں شائع ہوئی۔

9/ستمبر 1956ء کو وزیر اعظم چودھری محمد علی نے مسلم لیگ میں موجود منافقوں اور اپنے ہی حامیوں کی بے وفائی اور سازشی ٹولے کی ملک وملت سے غداری کی وجہ سے وزیرِ اعظم کے منصب سے استعفیٰ دے دیا۔

پاکستان پھر اشرار کے ہاتھوں میں چلا گیا اور سید مودودیؒ اور جماعتِ اسلامی کو اقامتِ دین کے فریضہ کی ادائیگی میں مشکلات، مزاحمتوں، اندرونی اور بیرونی سازشوں کا سامنا درپیش رہا۔

بہر حال 11/ستمبر 1948ء کو قائدِ اعظم محمد علی جناحؒ کے انتقال سے اگست 1955ء تک چودھری محمد علی صاحب کے وزیرِ اعظم بننے تک مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ اور جماعتِ اسلامی کو سخت مصائب اور آزمائشوں سے گزرنا پڑا۔

وَمَا تَفَرَّقُوْٓا اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْعِلْمُ بَغْيًۢا بَيْنَهُمْ ؕ وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى لَّقُضِيَ بَيْنَهُمْ ؕ وَاِنَّ الَّذِيْنَ اُوْرِثُوا الْكِتٰبَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ مُرِيْبٍ ﴿۱۴﴾ (سورۃ الشوریٰ، آیت: ۱۴)

وزیرِ اعظم چودھری محمد علی کے مختصر تیرہ (13) ماہ کے دور میں اسلام اور نظریۂ پاکستان کے لیے کام کرنے لیے جماعتِ اسلامی اور مولانا مودودیؒ کو کچھ پُرسکون ماحول اور حالات میسر آئے۔

9/10/ستمبر 1956ء کو چودھری محمد علی کے وزیر اعظم کے عہدے سے استعفیٰ دے دینے کے بعد ملک ایک مخلص وزیر اعظم سے محروم ہوگیا۔ 12/ستمبر 1956ء کو حسین شہید سہروردی پاکستان کے پانچویں وزیرِ اعظم بنے۔

افکار واقوال مودودیؒ

- ہم دراصل ایک ایسا گروہ تیار کرنا چاہتے ہیں جو زہد وتقویٰ میں اصطلاحی زاہدوں اور متقیوں سے بڑھ کر ہوں اور دوسری طرف دنیا کا انتظام چلانے کی قابلیت وصلاحیت بھی عام دنیا داروں سے زیادہ بہتر رکھتا ہو۔ صالحین کی ایسی جماعت منظم کی جائے جو متقی بھی ہو راست باز اور دیانت دار بھی ہو، اللہ کے پسندیدہ اخلاق واوصاف سے آراستہ بھی ہو اور اس کے ساتھ ساتھ دنیا کے معاملات کو دنیا داروں سے زیادہ اچھی طرح سمجھ سکے۔
- انقلاب یا ارتقاء ہمیشہ قوت ہی کے اثر سے رونما ہوا ہے۔ اور قوت ڈھل جانے کا نام نہیں ہے ڈھال دینے کا نام ہے۔ مڑ جانے کو قوت نہیں کہتے۔ موڑ دینے کو کہتے ہیں۔ تقویٰ حاصل کرنے کے لئے تلاوت قرآن سے بہتر کوئی نسخہ نہیں ہے۔ لیکن یہ تلاوت تدبر وتفکر کے ساتھ ہونا چاہیے۔
- لوگ اگر قرآن وسنت کے مطابق اپنے مزاج ونقطہ نظر کو ڈھالنے کی عادت ڈال لیں، تو ان کے اندر آپ سے آپ وہ توازن اور توسط واعتدال پیدا ہوگا، جو دنیا کے حالات ومعاملات کو قرآن وسنت کے دیے ہوئے نقشے پر درست کرنے کے لیے درکار ہے۔

عمر۔ چوّن (۵۴) سال

(۲۵ ستمبر ۱۹۵۶ء تا ۲۴ ستمبر ۱۹۵۷ء)

جماعت اسلامی کا دوسرا اندرونی بحران، مولانا امین احسن اصلاحی صاحبؒ کا استعفیٰ
قائدِ اعلیٰ کے اعلیٰ ہدایات

اکتوبر 1956ء میں ''تحریک اسلامی اور کامیابی کے شرائط'' کے موضوع پر مولانا سید مودودیؒ نے کئی مضامین لکھے جو بعد میں کتابی شکل میں بھی شائع ہوئے۔

نومبر 1956ء میں مولانا مودودیؒ نے جماعتِ اسلامی اور طریقِ انتخاب پر ایک پالیسی و پروگرام تشکیل دیا۔ جماعت کے اندر ایک ناعاقبت اندیش، عافیت پسند، عزیمت سے محروم پیشہ ورانہ دیندار مختصر گروپ نے جماعتِ اسلامی میں انتشار پیدا کیا۔

سال کے اوائل میں مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ کو بہت بڑے صدمہ اور جماعتِ اسلامی کو ایک بھیانک بحران کا سامنا کرنا پڑا۔ ناراض ارکان کو مطمئن کرنے کی کوشش کرنی پڑی۔

17 تا 21 رفبروری 1957ء کے دوران محمد امین لغاری صاحب کی کاٹن فیکٹری ضلع رحیم یار خاں ماچھی گوٹھ، لاہور سے پانچ سو کلومیٹر کے فاصلہ پر واقع تھا، میں جماعتِ اسلامی کُل پاکستان کا تاریخی اجتماع ہوا۔ سید مودودیؒ نے زندگی کی سب سے طویل ترین مسلسل چھ گھنٹے کی تاریخی تقریر فرمائی۔ پچھلے پندرہ سال کی تاریخ کا جائزہ لیا۔ جماعت کے طریقۂ کار کی وضاحت فرمائی۔ چوں کہ یہ جماعتِ اسلامی کی موت وحیات کا معاملہ تھا، لہٰذا بعض ارکان کی وجہ سے جماعت کے اندرونی اختلاف وانتشار کی اصلاح کا نمونہ پیش کیا، مگر حضرت امین احسن اصلاحی (1997-1904ء)

نوٹ: مولانا سید ابوالاعلیٰ کی زندگی اور قائدانہ عظمت کا یہ عظیم کارنامہ ہے کہ 1942ء سے 1956ء تک مسلسل (14 سال) امین احسن اصلاحی صاحب کو نائب امیر جماعت کی حیثیت سے اپنے ساتھ لے کر چلے۔ مولانا امین احسن اصلاحی صاحب نے جماعت اسلامی سے مستعفیٰ ہونے کے بعد مولانا امین احسن اصلاحی صاحب کی اصلاح ممکن نہ ہوئی اور وہ خود بعد میں مستعفی ہوئے۔ اس کے بعد ایک پرچہ ''میثاق'' کے نام سے نکالا جس کا مقصد جماعت اسلامی کی مخالفت اور مولانا مودودیؒ کے خلاف محاذ آرائی تھا، جو بہت غیر معروف ہونے کی وجہ سے جلد بند ہوگا۔ (مرتب)

جو1942ء سے جماعت کے رکن اور نائب امیر جماعت اسلامی بھی رہ چکے تھے، اُن کو اور دیگر چند فعال ارکان اور جماعت کے ذمہ داروں کو اپنی بھرپور اور پرخلوص سعی کے باوجود جماعت سے علیٰحدہ ہونے سے روک نہ سکے۔

قٰلَ رَبِّ احْكُمْ بِالْحَقِّ ؕ وَرَبُّنَا الرَّحْمٰنُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰى مَا تَصِفُوْنَ ﴿۱۱۲﴾ (الانبیاء)

23/مارچ 1957ء کو پہلا ''یوم جمہوریہ پاکستان'' منایا گیا۔

11/اپریل 1957ء کو امام الہند مولانا ابوالکلام آزادؒ نے سیدابوالاعلیٰ مودودیؒ کے بارے میں لکھا کہ:

> ''مولانا ابوالاعلیٰ مودودیؒ کی خدماتِ جلیلہ سے اُمّتِ مسلمہ کبھی صرفِ نظر نہیں کرسکتی، ابوالاعلیٰ مودودیؒ نے ایسے کارہائے نمایاں انجام دیے ہیں جو تجدیدِ اسلام کے ہر باب وفصل کے لیے سرمایۂ افتخار اور بدرجۂ عنوان ہیں۔ مولانا مودودیؒ گلشن حق کے اُن لالہ وسنبل میں سے ہیں جن کی خوشبو سدابہار اور تعفن باطل کو مغلوب کر کے طالبانِ حق کے دل ودماغ کو معطر کرتی رہتی ہے اور جسے فنا نہیں''

مولانا ابوالکلام آزاد نے ہند اور پاک کے حالات پر تبصرہ کرتے ہوئے فرمایا:

> ''ہندوستان میں مسلمان خطرے میں ہیں اور پاکستان میں اسلام خطرے میں ہے۔''

22/جولائی 1957ء کو مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ کی کچھ کتابوں کے مطالعہ کے بعد مولانا مودودیؒ کی دل سے قدر کرنے والے ائر مارشل محمد اصغر خاں نے پاکستان کے کمانڈر انچیف کا عہدہ سنبھال لیا۔

27/اگست 1957ء کو مغربی پاکستان کے گورنر مشتاق احمد گُرمانی صاحب نے اپنے عہدے سے استعفیٰ دے دیا۔

مولانا سید ابوالاعلیٰ ملکی، جماعتی اور گھریلو زندگی کے بدلتے حالات کے ساتھ ساتھ تالیف وتصنیف اور ''تفہیم القرآن'' کا کام ہر حال میں جاری رکھے ہوئے تھے۔[1]

مگر حکومت کی اپنے ہی ملک کو تباہ کرنے کی حرکات اور جماعت اسلامی کے اندر موجود ایک مختصر مگر موثر انتشار پسند ٹولے کی ریشہ دوانیوں، فتنہ پردازیوں اور شیطانی سازشوں کی وجہ سے پورے سال میں ایک سورۃ کی تفہیم بھی مکمل

---

[1] [قیام پاکستان کے کچھ ہی عرصہ بعد جماعتِ اسلامی کے بارے میں فاسق اور منافق، اسلام دشمن حکومت نے بالخصوص فوجی اداروں اور بالعموم دیگر سرکاری محکموں اور چند بااثر اخبارات کا رویہ سخت معاندانہ رہا۔ فوجی اداروں، خصوصاً چھاؤنی کے علاقے میں ماہ نامہ ''ترجمان القرآن'' اخبار ''کوثر'' اور ''تسنیم'' کا داخلہ بالجبر بند تھا۔ جس فرد کے بارے میں یہ خبر ملتی کہ وہ مولانا مودودیؒ کی کتاب کا مطالعہ کرتا ہے، تو بس یہ اطلاع اس کا ناطقہ بند کردینے اور بعض صورتوں میں فوج سے برطرف کردینے کے لیے کافی سمجھا جاتا تھا۔ مولانا مودودیؒ کی کتب حتیٰ کہ ''تفہیم القرآن'' تک ایک ممنوعہ کتاب تصور کی جاتی تھی۔ یہ کیفیت ۱۹۷۰ء تک کسی نہ کسی شکل میں برقرار رہی۔ فوج ہی نہیں بلکہ پاکستان ریلوے اور محکمۂ ڈاک خانہ وغیرہ کے ملازمین پر بھی یہ پابندی تھی کہ وہ ''ترجمان القرآن'' نہیں پڑھیں گے۔ (پاکستانی اخبارات کے حوالے سے)]

کرکے ''ترجمان القرآن'' میں شائع نہ کرسکے۔

اَحَسِبَ النَّاسُ اَنۡ يُّتۡرَكُوۡۤا اَنۡ يَّقُوۡلُوۡۤا اٰمَنَّا وَهُمۡ لَا يُفۡتَنُوۡنَ۝۲ وَلَقَدۡ فَتَنَّا الَّذِيۡنَ مِنۡ قَبۡلِهِمۡ فَلَيَعۡلَمَنَّ اللّٰهُ الَّذِيۡنَ صَدَقُوۡا وَلَيَعۡلَمَنَّ الۡكٰذِبِيۡنَ۝۳ (سورۃ العنکبوت)

ترجمہ: کیا لوگوں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ وہ بس اتنا کہنے پر چھوڑ دیے جائیں گے کہ "ہم ایمان لائے" اور ان کو آزمایا نہ جائے گا؟ حالاں کہ ہم اُن سب لوگوں کی آزمائش کرچکے ہیں جو اِن سے پہلے گزرے ہیں اللہ کو تو ضرور یہ دیکھنا ہے کہ سچّے کون ہیں اور جھوٹے کون اور کیا وہ لوگ جو بُری حرکتیں کررہے ہیں یہ سمجھے بیٹھے ہیں کہ وہ ہم سے بازی لے جائیں گے؟ بڑا غلط حکم ہے جو وہ لگا رہے ہیں۔

نوٹ: ماچھی گوٹھ کا اجتماع 1957ء میں ہوا تھا۔ اس میں بنیادی اختلاف کی قیادت مولانا حکیم عبدالرحیم اشرف صاحب اور 25/سالہ نوجوان ڈاکٹر اسرار احمد صاحب کررہے تھے۔ جو دوسال پہلے 23/سال کی عمر میں رکن بنے تھے۔ دیگر لوگوں میں مصطفیٰ صادق، سلطان احمد صاحب وغیرہ شامل تھے۔ ان کا موقف تھا کہ جماعت کو ابھی انتظار کرنا چاہیئے اور عملی سیاست کے لئے تیاری کرنی چاہیئے اور اخلاقی اور علمی تربیت پر مزید زور دینا چاہیئے۔ جب کہ مولانا مودودیؒ چاہتے تھے کہ پرانا لائحہ عمل جو اگست 1941ء سے چل رہا ہے، اسے بدل دیا جائے۔ یہ موقف مولانا مودودیؒ کی طویل تقریر میں تھا، (جو بھرپور دلائل سے معمور تھا) جو بعد میں شائع بھی ہوا۔ ''تحریک اسلامی کا آئندہ لائحہ عمل'' کے نام سے مطبوعہ ہے۔ مولانا امین احسن اصلاحی صاحب مولانا مودودیؒ کے حق میں تقریر کی۔ پھر فیصل آباد کے ضلعی امیر نے مولانا عبدالغفار حسن صاحب کی رکنیت معطل کی۔ اس (فیصلہ) پر (امین احسن) اصلاحی صاحب کو بہت غصہ آیا کہ یہ ایک سازش ہے اور مولانا عبدالغفار حسن صاحب بے گناہ ہیں۔ پھر احتجاجاً 1958ء کے آغاز میں مولانا امین احسن اصلاحی نے استعفیٰ دیا۔

مولانا امین احسن اصلاحی کے اختلافات مولانا مودودیؒ سے پرانے تھے۔ مولانا امین احسن اصلاحی صاحب شوریٰ کی برتری چاہتے تھے اور مولانا مودودیؒ امیر کی برتری کے حق میں تھے۔ اس کا حل دستور میں ترمیم کے ذریعہ یہ نکالا گیا کہ شوریٰ اور امیر کے اختلاف کی صورت میں ارکان سے رجوع کیا جائے گا۔ ارکان اگر امیر جماعت کے حق میں رائے دیں تو نئی شوریٰ کا انتخاب ہوگا۔ پرانی شوریٰ معطل ہوگی۔ ارکان اگر شوریٰ کے حق میں رائے دے تو امیر (جماعت) مستعفیٰ ہوگا اور امیر کا انتخاب دوبارہ ہوگا۔

(واٹس آپ تحریری مسیج)

محترم خلیل الرحمٰن چشتی، اسلام آباد، رکن جماعت ومفسر ومحقق قرآن 2020-01-06

(کتاب ہذا کے مطالعہ کے بعد محترم موصوف کے تاثرات)

عمر۔ پچپن (۵۵) سال

(۲۵ ر ستمبر ۱۹۵۷ء تا ۲۴ ر ستمبر ۱۹۵۸ء)

مولانا سید مودودیؒ کی والدہ محترمہ کا انتقال، مولانا ابوالکلام آزادؒ کا انتقال، حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ کا انتقال، مشرقی پاکستان کا دعوتی وتنظیمی دورہ

11 ر اکتوبر 1957ء کو صدر سکندر مرزا نے وزیرِ اعظم حسین شہید سہروردی سے استعفیٰ لے لیا۔ (پاکستان کے صدر و سربراہ ٹولے کی یہ ایک دکھ بھری داستان ہے۔ تحریک اسلامی ایک تحریک ایک داستان: پروفیسر خورشید احمد)

7 ر دسمبر 1957ء کو سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ کی والدہ محترمہ رقیہ خاتون کا انتقال ہوا۔ سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ نے اپنی ماں کو زندگی بھر کبھی اُف تک نہ کہا۔ ہر طرح ان کی خدمت کے لیے اپنی تمام مصروفیات کے باوجود مستعد و تیار رہتے تھے۔

اِمَّا یَبۡلُغَنَّ عِنۡدَکَ الۡکِبَرَ اَحَدُہُمَاۤ اَوۡ کِلٰہُمَا فَلَا تَقُلۡ لَّہُمَاۤ اُفٍّ وَّلَا تَنۡہَرۡہُمَا وَقُلۡ لَّہُمَا قَوۡلًا کَرِیۡمًا ﴿۲۳﴾ وَاخۡفِضۡ لَہُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحۡمَۃِ وَقُلۡ رَّبِّ ارۡحَمۡہُمَا کَمَا رَبَّیٰنِیۡ صَغِیۡرًا ﴿۲۴﴾ (سورۃ بنی اسرائیل: 24.23)

والدہ صاحبہ سید ابوالاعلیٰ کو ''منّے میاں'' کے نام سے آخری وقت تک بُلاتی تھیں۔ مولانا کی والدہ صاحبہ صوم وصلوٰۃ کی پابند، تلاوتِ قرآن کی عادی، صدقہ وخیرات بہت خوش دلی سے کرنے والی نہایت صابرہ وشاکرہ اور صالحہ خاتون تھیں اور وہ مولانا قاسم نانوتوی سے بیعت تھیں۔ وہ اپنے مرشد کے بتلائے اور سکھلائے ہوئے اذکار واوراد پر پابندی سے آخری عمر تک عمل پیرا رہیں۔

ا 5 ر دسمبر 1957ء کو حضرت حسین احمد مدنی صاحب کا انتقال ہوا۔ وہ ہندوستان کے معروف عالم دین شیخ الہند مولانا محمود حسن اسیر مالٹا کے خاص شاگرد تھے اور استاذ محترم کے ساتھ انگریزوں کی اسیری میں تقریباً چار سال گزارے تھے۔ علامہ انور شاہ صاحب کشمیری کے بعد وہ دار العلوم دیوبند کے پانچویں صدر مدرس بنے۔ جمعیۃ العلماء اور کانگریس کے قائدین میں سے تھے۔
مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ کی کتاب ''الجہاد فی الاسلام'' اور دیگر تحریروں سے بہت متاثر تھے۔ تشکیل جماعت اگست 1941ء کے بعد اپنے ایک شاگرد سید گل بادشاہ سواتی صاحب کے ایک استفسار۔ ''کیا میں جماعتِ اسلامی کی تنظیم میں شامل ہو کر کام کر سکتا ہوں؟'' حضرت مولانا مدنیؒ نے اجازت دے کر فرمایا: ''آپ جماعت اسلامی کی تنظیم میں شامل ہو کر دین کی خدمت کر سکتے ہیں اور اس میں شرعاً کوئی مضائقہ نہیں ہے۔''

5دسمبر 1957ء۔حضرت مولانا حسین احمد مدنی صاحب کا انتقال ہوا۔[1]

13دسمبر 1957ءکو فیروز خاں نون نے اپنے ساتھی وزراء کے ساتھ وزیر اعظم کا حلف لیا۔[1]

اس سال مولانا سید مودودیؒ کی ایک کتاب ''حکومت'' کے نام سے شائع ہوئی۔[2]

3جنوری کو پنجاب یونیورسٹی لاہور میں ایک مقالہ بعنوان۔''اسلام میں قانون سازی کا دائرۂ عمل اور اُس میں اجتہاد کا مقام'' پیش کیا۔[3]

31جنوری 1958ءکو مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ نے مشرقی پاکستان کا تقریباً ایک ماہ کا دعوتی وتنظیمی دورہ کیا۔''سرخ سامراج'' یعنی اشتراکی روس اور ''سفید سامراج'' یعنی ''امریکہ'' اور ''یورپ'' دونوں کو شیطانی طاقتیں قرار دیا اور دونوں طاغوتی طاقتوں کو اسلام اور پاکستان کا دشمن قرار دیا۔

→(مولانا مودودیؒ پر اعتراضات کا علمی جائزہ۔حصہ اول صفحہ (21) مفتی محمد یوسف۔دیو بندی۔شاگرد۔مفتی کفایت اللہ صاحبؒ)
مگر مولانا مودودیؒ کے ''دوقومی نظریہ'' کی تحریروں کے بعد مولانا مودودیؒ کی مخالفت میں بہت دور تک نکل گئے۔مولانا مودودیؒ نے جب کبھی کسی سے علمی اختلاف کیا تو قرآن وحدیث کے دلائل کے ساتھ کیا۔
مولانا حسین احمد صاحب مدنی مرحوم کے ایک فتویٰ کے بارے میں وہ یوں لکھتے ہیں:
''سب سے نمایاں چیز، جو مولانا حسین احمد صاحب مدنی کے اس بیان میں نگاہ کو کھٹکتی ہے وہ اُن کی زبان ہے، جسے ممکن ہے مولانا خود اپنے شایانِ شان سمجھتے ہوں، مگر ہم اُن کے ساتھ اتنا حسنِ ظن رکھتے ہیں کہ یہ زبان ہمیں اُن کے مرتبہ سے فروتر نظر آتی ہے۔'' (رسائل ومسائل۔حصہ دوم)
اسی تحریر میں مودودیؒ صاحب اپنی ذہنی ''تلملاہٹ'' کا اظہار بھی کرتے ہیں۔مگر کیسی شائستگی کے ساتھ۔
''میں پوچھتا ہوں، کیا مذہبی پیشوائی کی ایسی ذمہ دارانہ مسند پر بیٹھ کر ایک مُتقی عالم کی یہ روش ہونی چاہیئے؟ کیا تقویٰ اور دیانت اسی چیز کا نام ہے؟ کیا یہی وہ تزکیۂ نفس ہے جس سے حضرت خود بہرہ مند ہیں اور دوسروں کو بہرہ مند فرما رہے ہیں؟'' (ادبیات مودودیؒ۔پروفیسر خورشید احمد۔صفحہ 183)

[1] مولانا سید مودودیؒ کی سوانح حیات میں پاکستانی حکومت وسیاست میں آئے دن ہونے والی تبدیلیوں اور ڈراموں اور سازشوں کا تذکرہ حیات مودودیؒ اور جماعتِ اسلامی پر راست اثر انداز ہوتا رہا ہے۔

[2] یہ خطبات سے اخذ کردہ ایک حصہ ہے۔2003ء میں اسی مضمون کو منشورات لاہور نے ''حکومت برائی یا بھلائی کا سرچشمہ'' کے نام سے شائع کیا ہے۔

[3] پنجاب یونیورسٹی لاہور کے زیر اہتمام ایک بین الاقوامی اسلامی مجلس مذاکرہ (International Islamic Colloquialism) 29دسمبر 1957ء تا 8 جنوری 1958ء منعقد ہوا تھا، مولانا نے اسی میں یہ مقالہ پیش کیا تھا اس مجلس کی کارروائی اور مقالات پر مشتمل کتاب پنجاب یونیورسٹی نے 1960ء میں شائع کی۔اس میں شائع شدہ مقالات تین زبانوں اردو، انگریزی اور عربی میں ہیں۔اس مقالے پر ایک منکر حدیث نے اٹھ کر چند اعتراضات پیش کئے تھے، جن کا جواب اسی وقت دے دیا تھا۔
ڈاکٹر ولفرڈ کینٹ اسمتھ نے اپنے اشکالات کو خط کی صورت میں پیش کیا تھا اور آپ نے بذریعہ خط ہی جواب دیا تھا۔ڈاکٹر ولفرڈ کینٹ اسمتھ پہلے مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے معروف مستشرق اور جدیدیت زدہ ماہرین کے استاد تھے۔شعبۂ اسلامی تاریخ میں پروفیسر تھے بعد ازاں ایف سی کالج لاہور سے وابستہ ہوئے، پھر میک گل یونیورسٹی کینڈا سے وابستگی اختیار کرلی اور اس کے بعد ہارورڈ یونیورسٹی امریکہ کے شعبۂ تقابل میں تدریس وتحقیق سے منسلک رہے۔وہ بعد میں مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ کی اعلیٰ قابلیت کے قائل ہوئے۔

پاکستان کے حالات نہایت بد سے بدتر ہونے لگے۔ مارشل لاء حکومت دستوری بُحران کی کوشش میں سرگرداں تھی۔
یہ عجیب بات ہے کہ قیامِ پاکستان کے بعد ہی سے پاکستان کے بدترین دشمن خود پاکستان کے حکمران ہی تھے۔ الا ماشاء اللہ

22 رفروری 1958ء کو مولانا محی الدین ابوالکلام آزادؒ وزیر تعلیم حکومت ہند کا دہلی میں انتقال ہوگیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ

جامع مسجد دہلی سے متصل قبرستان میں تدفین عمل میں آئی۔

بقول سید مودودیؒ:

''مولانا ابوالکلام آزادؒ نے اپنے اخبار ''الہلال'' ۱۹۱۲ء اور ''البلاغ'' ۱۹۱۵ء کے ذریعہ (مسلمان) قوم کو جگایا اور جب ہم جاگے تو ''موذن'' مولانا ابوالکلام آزادؒ خود سو گئے۔''

مولانا ابوالکلام آزادؒ تحریک خلافت 1924ء کی ناکامی کے بعد کانگریس کے ہوکر رہ گئے اور کانگریس کے صدر بنائے گئے۔ گاندھی جی اور پنڈت نہرو کے مشیر بھی رہے۔ 1947ء میں آزادی کے بعد دستور ساز اسمبلی و پارلیمنٹ کے رُکن، وزیرِ تعلیم اور نائب وزیرِ اعظم بھی رہے۔ اُردو اور مسلمانوں کے حقوق کو پامال ہوتا دیکھتے رہے، مگر اپنی بے بسی پر دردوغم اور حُزن و ملال میں انتقال فرما گئے۔ (1888ء میں مرکز اسلام مکہ میں پیدا ہوئے۔ 22 رفروری 1958ء کو دہلی مرکز ہند میں انتقال ہوا) سید ابوالاعلیٰؒ اپنے فکری ارتقاء کے ابتدائی دَور میں ابوالکلام آزادؒ سے بہت متاثر رہے تھے۔

مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ جولائی 1957ء سے ستمبر 1958ء تک مشکل مسائل کے باوجود ''تفہیم القرآن'' کا کام برابر کرتے رہے، مگر نظر ثانی کر کے ''ترجمان القرآن'' میں کوئی ایک سورۃ بھی شائع نہ کر سکے جس کا ملال تو بہت رہا مگر فرمان الٰہی ہے کہ:

وَمَا تَشَآءُوْنَ اِلَّآ اَنْ یَّشَآءَ اللّٰهُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِیْمًا حَكِیْمًا ﴿۳۰﴾ (الدھر: ۳۰)

''مولانا ابوالاعلیٰ مودودیؒ پاکستان کو دنیا کا ایک اعلیٰ و ارفع 'Ideal' ملک بنانا چاہتے تھے مگر بے چارے بد نصیب پاکستان کی حد درجہ کم ظرف منافقت سے معمور حکومت و قیادت نے اپنے محسن سے دشمنی کی بدترین مثال قائم کی اور بالآخر یہ تمام لوگ دنیا میں ذلیل ہوکر زوال پذیر ہوئے۔ آخرت کے انجام کا قرآن میں اعلان موجود ہے۔

اُولٰٓئِكَ الَّذِیْنَ لَمْ یُرِدِ اللّٰهُ اَنْ یُّطَهِّرَ قُلُوْبَهُمْ ؕ لَهُمْ فِی الدُّنْیَا خِزْیٌ ۚۖ وَّلَهُمْ فِی الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِیْمٌ ﴿۴۱﴾ (المائدۃ)

نوٹ: میری معلومات کے مطابق مولانا مودودیؒ کی زندگی کے دو سال عمر (54) سال اور عمر 55 سال میں تحریری وتفسیری کام، جماعتی وملکی زبردست ذہنی اور فکری دباؤ تناؤ کے باوجود بہر حال جاری رہا، مگر مولانا مودودیؒ کوئی بھی تحریر نظر ثانی کیے بغیر شائع نہیں فرماتے تھے۔ الا ماشاء اللہ (مرتب)

عمر۔چھپن (۵۶) سال

(۲۵ر ستمبر ۱۹۵۸ء تا ۲۴ر ستمبر ۱۹۵۹ء)

ملک کے بد سے بدترین حالات، جماعت اسلامی پر پابندی، مولانا کی تحریر وتقریر پر پابندی، ایوب خاں صدر پاکستان کا دارالحکومت کراچی سے راولپنڈی منتقلی کا فیصلہ، دین کے ٹھیکیداروں کا مخالف مودودیؒ منظم کاروبار، مقصد قیام پاکستان سے انحراف میں تیزی سے ملک کی تباہی کا سلسلہ جاری

25ر ستمبر 1958ء کو مشرقی پاکستان کے ڈپٹی اسپیکر شاہد علی کا انتقال اسمبلی میں ہنگاموں کے دوران سر پر زخموں کی وجہ سے ہوا۔ تقسیم پاکستان کے آغاز کی راہ ہموار ہونے لگی۔

ملک کے ان دنوں بدترین حالات سے سید ابوالاعلیٰؒ بہت فکر مند تھے۔ ہر روز ملک میں ایک نیا فتنہ جنم لینے لگا۔

7ر اکتوبر 1958ء کی رات جماعتِ اسلامی کے جلسۂ عام میں جو موچی دروازہ لاہور میں ہو رہا تھا، سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ تقریر کرتے ہوئے کہہ رہے تھے کہ

> ''حالات اتنے خراب ہو چکے ہیں کہ کچھ نہیں کہا جا سکتا کہ صبح اٹھیں تو معلوم ہو کہ بساط آئین لپیٹی جا چکی ہے اور اقتدار پر کوئی شخص واحد مُسلط ہے''۔

اسے ابوالاعلیٰ مودودیؒ کی پیشین گوئی کے بجائے ایک مُومن کی فراست کہنا زیادہ مناسب ہے کہ اُسی رات نصف شب کے قریب اقتدار میں بھونچال آ گیا۔

8ر اکتوبر 1958 کو سکندر مرزا صدر پاکستان نے ایوب خاں (پاکستان آرمی کے کمانڈر انچیف) کی ملی بھگت سے آئین منسوخ کر کے اقتدار پر قبضہ کر لیا اور مُلک کو آمریت کے اندھیروں میں دھکیل دیا۔

جماعتِ اسلامی کو Banned کر دیا گیا۔ مولانا سید مودودیؒ پر تقریری و تحریری پابندی لگا دی گئی، سرکاری مشنری و سرکاری خزانہ سے وہی پُرانا مولانا مودودیؒ و جماعت اسلامی مخالفت کا کھیل شروع کیا گیا۔ مولانا سید ابوالاعلیٰ

مودودیؒ کے خلاف نئ اور پُرانی کتابیں دوبارہ شائع کی گئیں اوراُن کتابوں، پمفلٹوں اور فتنوں کو مُلک کے اسکولوں، مدرسوں ، درسگاہوں ، خانقاہوں، مسجدوں، لائبریریوں اور عامۃ الناس میں اُردو، بنگالی، انگریزی اوردیگر مقامی زبانوں میں شائع کر کے مغربی ومشرقی پاکستان میں باقاعدہ تقسیم کیا گیا، تاکہ اسلامی نظام کے تعلق سے لوگوں کے ذہن کو مُنتشر کیا جائے اور ثابت کیا جائے کہ اسلام کے اندر نہ کوئی معاشی نظام ہے نہ اس کا کوئی سیاسی نظام ہے، بس چند عبادات اور رسوم کے ادا کرنے اور آخرت ، اور مرنے کے بعد آنے والی زندگی کی فکر کرنے والا ایک مذہب ہے، جو بہت اچھا مذہب ہے۔حکومت چلانا اور سیاست کا کام تو شاطروں اور مکاروں کا ہے۔اس طرح لوگوں کے ذہن کو الجھایا گیا اور اسلام کے خلاف شکوک وشُبہات عام کئے گئے۔خلافت کی مذمت کی جاتی رہی۔

حکومتی لیبل پر ڈکٹیٹر شپ کے فضائل بیان کئے جاتے رہے۔حکومتی سطح پر ایک اسکیم کے تحت خلفاء کے اختلافات کو بھونڈے انداز سے پھیلایا گیا۔شیعہ اور سُنّی اختلافات کے فتنہ کو دوبارہ زندہ کیا گیا اور دین داروں کے طبقہ میں مایوسی پیدا کی گئی، تاکہ مسلمانوں کو اسلامی نظام کے مطالبہ سے مُتنفر کیا جائے اور مطالبہ کرنے والوں کو مختلف الزامات میں الجھا کر اُن کے خلاف زہر پھیلایا جائے۔

مولانا سید مودودیؒ نے ان تمام مخالفتوں کو جماعتِ اسلامی کے کارکنوں کے لیے آزمائش قرار دیا اور مُخالفوں سے اُلجھے بغیر،اللہ کی خوشنودی کی خاطر مُسلسل جدوجہد کرنے اور گالیوں کا جواب دعاؤں سے دینے کی تربیت دیتے رہے۔

وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا ۭ وَاِنَّ اللّٰهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِيْنَ ۝ (سورۃ العنکبوت:69)

وَلَا تَسْتَوِي الْحَسَنَةُ وَلَا السَّيِّئَةُ ۭ اِدْفَعْ بِالَّتِيْ هِىَ اَحْسَنُ فَاِذَا الَّذِيْ بَيْنَكَ وَبَيْنَهٗ عَدَاوَةٌ كَاَنَّهٗ وَلِيٌّ حَمِيْمٌ ۝ (سورۃ حٰم السجدۃ:24)

17 راکتوبر 1958ء کی رات کو جنرل ایوب خاں نے چیف مارشل لا ایڈمنسٹریٹر بن کر اقتدار سنبھال لیا۔

27 راکتوبر 1958ء کو ایوب خاں نے سکندر مرزا کو معزول کر دیا اور خود اقتدار پر قبضہ کرلیا۔

جنرل محمد ایوب خاں نے چیف مارشل لا ایڈمنسٹریٹر کے بعد صدر پاکستان کے عہدہ پر بھی قبضہ کرلیا۔ملک میں سخت ترین ایمرجنسی کے حالات کے تحت فیصلے ہونے لگے۔

جماعت اسلامی کے تمام لوگوں پر زبان بندی کا حکم نافذ کر دیا گیا۔

دارالحکومت کی تبدیلی

پاکستان کا دارالحکومت 14/اگست 1947ء سے 12/جون 1959ء کے فیصلے تک کراچی رہا۔

12/جون 1959ء کو ایوب خاں نے دارالحکومت کراچی (سندھ) سے راولپنڈی (پنجاب) منتقل کرنے کا فیصلہ کردیا۔ پاکستانی علاقہ بنگالی، پنجابی، سندھی، بلوچی، سرحدی پٹھان۔ پاکستان اس طرح علاقہ واریت میں تقسیم ہوگیا۔

مقصد قیام پاکستان سے انحراف اور تباہی کا سلسلہ جاری

وَمَا تَفَرَّقُوْٓا اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْعِلْمُ بَغْيًۢا بَيْنَهُمْ ۭ وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى لَّقُضِيَ بَيْنَهُمْ ۭ وَاِنَّ الَّذِيْنَ اُوْرِثُوا الْكِتٰبَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ مُرِيْبٍ ﴿14﴾ (سورۃ الشوریٰ: آیت،14)

1947ء سے 1958ء تک حکومت مسلم لیگی سیاست دانوں کے پاس رہی، مگر جمہوریت کو کوئی استحکام نہ ملا۔ کرپشن، لوٹ کھسوٹ، سیاسی مخالفین پر ظلم، جبراً صحافت کا گلا گھونٹا جاتا رہا۔ سیاسی، معاشی اور اخلاقی نظام کو پامال کرنے کا کام ہوتا رہا۔ بیوروکریسی کی حکومت تھی اور بیوروکریسی اخلاق باختہ، دین دشمن، مغربی تہذیب کے غلام افراد پر مشتمل تھی۔

بے حیائی اور حرام خوری کا بازار گرم رہا۔ ملک انارکی Anarchy کا شکار ہو چکا تھا۔

حکومت کی معاندانہ پالیسیوں، سیاسی جماعتوں کی منافقت، دینی اداروں کی ناعاقبت اندیشی اور حقیر دنیاوی مفادات کی خاطر جماعتِ اسلامی کی مخالفت کے باوجود سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ نے اسلام کے نام پر قائم ہوئے، لاکھوں مسلمانوں کی جان ومال، عزت وآبرو کی قربانیوں کے بعد حاصل کئے ہوئے ملک کو تباہی سے بچانے کے لیے اپنے آپ کو اور پوری جماعتِ اسلامی کو پوری قوت اور عزم سے لگا دیا۔ اسلام اور پاکستان دشمن بیرونی اور اندرونی طاقتوں کے مقابلے کے لیے توکل علی اللہ کا عملی ثبوت اپنی بے مثال قیادت سے پیش کیا۔

فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ ۚ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ ۠ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ وَشَاوِرْھُمْ فِي الْاَمْرِ ۚ فَاِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَي اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِيْنَ ﴿159﴾ (سورۃ آل عمران: آیت:159)

قُلْ مَآ اَسْـَٔــلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ اِلَّا مَنْ شَاۗءَ اَنْ يَّتَّخِذَ اِلٰى رَبِّهٖ سَبِيْلًا ﴿57﴾ وَتَوَكَّلْ عَلَي الْـحَيِّ الَّذِيْ لَا يَمُوْتُ وَسَبِّحْ بِحَمْدِهٖ ۭ وَكَفٰى بِهٖ بِذُنُوْبِ عِبَادِهٖ خَبِيْرَۨا ﴿58﴾ (سورۃ الفرقان: ۵۷،۵۸)

وَلَا تُطِعِ الْكٰفِرِيْنَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ وَدَعْ اَذٰىهُمْ وَتَوَكَّلْ عَلَي اللّٰهِ ۭ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا ﴿48﴾ (الاحزاب: آیت:48)

مولانا مودودیؒ لکھتے ہیں:

''لفظ ''مسلمان'' کتنا ذلیل کر دیا گیا ہے اور کن کن صفات کے ساتھ جمع ہو رہا ہے۔ مسلمان اور شرابی، مسلمان اور زانی، مسلمان اور قمار باز۔ مسلمان اور رشوت خور مسلمان اور سود خور۔۔۔۔۔ اگر وہ سب کچھ جو ایک کافر کر سکتا ہے وہی ایک مسلمان بھی کرنے لگے تو پھر مسلمان کے وجود کی دنیا میں حاجت کیا ہے؟''

جماعت اسلامی اور مولانا مودودیؒ کا یہ پورا سال ہر روز حکومت کی طرف سے آنے والے نئے مشکلات ومسائل کا مقابلہ کرنے میں گزرا۔ ایک طرف بے دین پریس واخبارات کے مخالفانہ پروپگنڈے اور دوسری طرف زرخرید و بے ضمیر پیشہ ور مولویوں، مرشدوں، مساجد کے اماموں کے فتوے، تقاریر اور جمعہ کے خطبوں میں بھرپور مخالفت، ایک طوفان ایمان فروشی، افتراء پردازی، فتوی بازی کا ایک سیلاب ۔ الامان والحفیظ

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ وَهُوَ يُدْعٰٓى اِلَى الْاِسْلَامِ ۭ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ۝ يُرِيْدُوْنَ لِيُطْفِـُٔوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُوْرِهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ ۝

(سورۃ الصّف، آیت: ۷، ۸)

تفسیر ''تفہیمُ القرآن'' کا کام مُلک کے بدترین حالات کے باوجود اور جماعت کی ذمہ داریوں کے ساتھ ساتھ جاری رہا۔

دسمبر 1958ء میں صرف سورۃ الشعراء کی اشاعت ''ترجمان القرآن'' میں عمل میں آئی۔

''تفہیم القرآن'' کا مطالعہ کرنے والے ایک خاص بات یقیناً نوٹ کریں گے کہ مصائب، مشکلات اور مخالفتوں کے ان ہمت شکن حالات میں بھی، ذہن وفکر پر کہیں تفہیم کی تحریر میں اس کا عکس نہیں پائیں گے۔ سید ابوالاعلیٰؒ پر اپنے اخلاص کے صلہ میں، اللہ کا گویا خاص کرم تھا۔ یہ اپنے دور کے بہر حال ایک اعلیٰ اور بے مثال ولی اللہ تھے۔

اس سال ملکی، ملی، جماعتی مسائل کی وجہ سے صرف ایک ہی سورت، الشعراء کی تفسیر مکمل ہوسکی۔

سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ ایک عام انسان اور متوسط خاندان کے فرد تھے۔ آپ نے اپنی ذاتی محنت اور اللہ کی عطا کردہ صلاحیت کو پوری دیانت داری کے ساتھ روبہ کار لاتے ہوئے اپنی زندگی کا ایک مقصد متعین کرلیا تھا۔ اسی کا نام اقامتِ دین اور اسی مقصد کے لیے ''دارالاسلام'' کا قیام تھا۔

نوٹ: پاکستان کے آمر مطلق، نادان، دوست نما دشمنِ پاکستان ایوب خان کے ظلم وستم کی کیفیت اور سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ کی قیادت میں قافلہ سخت جاں پابند سلاسل کی دکھ بھری داستاں کے لیے دیکھئے۔ ''تذکرۂ زنداں'' پروفیسر خورشید احمد صفحات: 320

اگر ہم قرآن مجید کی اس سورۃ الشعراء کی روشنی میں پاکستان کی غیر جمہوری، غیر اسلامی اور فوجی ڈکٹیٹرانہ حکومت، بد دیانت اور چور ایڈمنسٹریشن کا جائزہ لیں تو اندازہ ہوتا ہے کہ مولانا مودودیؒ کی مخالفت میں سب شیطانی وطاغوتی طاقتیں متحد تھیں۔ حیرت اور افسوس تو یہ ہے کہ دین دار، پیشہ ورفن دینداری کے ماہر علماء کا رول علماء بنی اسرائیل کی طرح تھا۔ اسلامی نظام کے قیام کی جدوجہد کی مخالفت میں محض مودودیؒ مخالفت کا جذبہ حسد۔

پاکستان کی تباہی میں فوج کی بدنیتی وبداعمالی کے ساتھ علماء کی بدخلقی وبداعمالی کا برابر حصہ رہا ہے۔ عوام تو خیر کالانعام ہیں۔ مگر دکھ تو نام نہاد علماء، اور ملک کے نمک خوار فوج اور سیاست دانوں پر ہوتا ہے۔ بہر حال تاریخ گواہ ہے کہ انبیاء کی دعوت ناکام نہیں ہوتی بلکہ نافرمان قوم ناکام ونامراد ہوجاتی ہے۔

جو لوگ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مخلص امتی مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ اور جماعت اسلامی کو اقامتِ دین اور حکومت الٰہیہ کے قیام کے اپنے مقصد میں ناکام قرار دیتے ہیں گویا وہ دراصل حضرت موسیٰؑ، حضرت ہارونؑ، حضرت ابراہیمؑ، حضرت ھودؑ، حضرت صالحؑ وحضرت شعیب علیہم السلام کو ناکام اور نامراد پیغمبر قرار دیتے ہیں۔

پیغمبروں کی آخری دم تک قوم کو راہ راست پر لانے کی مخلصانہ سعی وجہد کے جواب میں قوم کی ضد وہٹ دھرمی وتکلیف دہ نافرمانی نے پیغمبروں کا کچھ نقصان نہیں کیا اور نہ ہی ان کا کچھ بگاڑا بلکہ خود ان کی قوموں نے اپنی تباہی وبربادی کا سامان کرلیا، اللہ کی رحمت سے محروم اور غضب کے مستحق ہو گئے وَاِنَّ رَبَّکَ لَھُوَ الْعَزِیْزُ الرَّحِیْمُ O

قائد اعلیٰ سید ابوالاعلیٰ مودودی دراصل سیدنا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ایک امتی کی حیثیت سے کامل اتباع کرتے رہے، آپ نے قول وفعل سے حالات کی نزاکت وسنگینی کا ادراک کرتے ہوئے پاکستان کی تعمیری سعی وجہد میں اپنے نبی کریم محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نقش قدم پر چلنے کی حتی المقدور کوشش کی۔ مخالف، مقابل قوم، فوج، عوام وعلماء، ناکام ونامراد اور دنیا میں بربادی کے مستحق تو ہو گئے، آگے آخرت کا فیصلہ روزِ محشر ہوگا۔

فَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ وَلَا تُطِعْ مِنْهُمْ اٰثِمًا اَوْ كَفُوْرًا ﴿۲۴﴾ وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا ﴿۲۵﴾ وَمِنَ الَّيْلِ فَاسْجُدْ لَهٗ وَسَبِّحْهُ لَيْلًا طَوِيْلًا ﴿۲۶﴾ اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ يُحِبُّوْنَ الْعَاجِلَةَ وَيَذَرُوْنَ وَرَآءَهُمْ يَوْمًا ثَقِيْلًا ﴿۲۷﴾ نَحْنُ خَلَقْنٰهُمْ وَشَدَدْنَآ اَسْرَهُمْ ۚ وَاِذَا شِئْنَا بَدَّلْنَآ اَمْثَالَهُمْ تَبْدِيْلًا ﴿۲۸﴾ اِنَّ هٰذِهٖ تَذْكِرَةٌ ۚ فَمَنْ شَآءَ اتَّخَذَ اِلٰى رَبِّهٖ سَبِيْلًا ﴿۲۹﴾ وَمَا تَشَآءُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ﴿۳۰﴾ يُّدْخِلُ مَنْ يَّشَآءُ فِيْ رَحْمَتِهٖ ۭ وَالظّٰلِمِيْنَ اَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ﴿۳۱﴾ (سورۃ الدھر، آیت: ۲۴ تا ۳۱)

جو قارئین، سیرت سید مودودیؒ کو قرآن مجید اور سیرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روشنی میں سمجھنا چاہتے ہیں ان سے میری گزارش ہے کہ وہ اس (56) سالہ عمر کے مطالعہ کے ساتھ یا بعد میں سورۃ الشعراء کے زمانۂ نزول، شانِ نزول، موضوع و مباحث کو بغور پڑھیں اور خادم قرآن و متبع رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سید مودودیؒ کی تحریر اور تفسیر و تفہیم سورۃ الشعراء بھی پڑھیں۔

قریش مکہ کے سردار و عوام کا سلوک اور برتاؤ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعوت کے ساتھ کیا رہا۔ اس سورۃ میں حضرت موسیٰؑ اور حضرت ہارونؑ کا تذکرہ ذرا تفصیل سے آیا ہے، اُن کا مخالف، وقت کا طاقت ور حکمراں (Super Power) فرعون تھا۔ حضرت موسیٰؑ اور فرعون کے مابین مکالمہ اور مخالفت کی روداد بیان ہوئی ہے۔ گیارہ رکوعات اور 227 آیات پر مشتمل اس سورت میں ابتدائی چار رکوعات اور 68 آیات میں حضرت موسیٰؑ اور فرعون سے متعلق آیات کی تلاوت کے وقت پاکستان کے وجود میں آنے سے ایوب خاں کے اقتدار سنبھالنے اور اقتدار سنبھالنے کے بعد سے اس ڈکٹیٹر کے زوال تک کے حالات اور ملک کی تباہی و بربادی کے دہانے تک پہنچنے کے واقعات، ان حالات میں جماعت اسلامی اور مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ کا ''تَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ'' کا تابناک مثالی کردار۔ قرآن مجید اور حضور اکرم محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعوتِ حق کو عوام تک اور حکمراں تک پہنچانے کی سعی مسلسل۔ جواب میں تعلیم یافتہ صالح عناصر کا جہاں مشرقی و مغربی پاکستان میں جماعت اسلامی اور امیر جماعت اسلامی مولانا مودودیؒ کے ساتھ عزت، قربت و محبت کا سلوک اور بھر پور تعاون ملا، وہیں پاکستان کے دشمن اول شیطان اور شیطانی طاقتوں نے بھر پور مخالفت کی۔ جماعت اسلامی کو ہر روز نئے نئے مسائل اور مشکلات میں مبتلا کیا گیا۔

ان میں حکمراں طبقہ پیش پیش تھا اور جاہل و نادان عوام بھی تھے، مگر افسوس ناک اور تباہ کن رویہ علماء اور پیشہ ور دین داروں کا تھا۔ میری ذاتی رائے میں جورول اور عمل، بنی اسرائیل اور علماء بنی اسرائیل کا حضرت موسیٰؑ کے ساتھ مخالفت اور فتنہ پردازی کا تھا، تقریباً وہی کردار، سلوک و رویہ، فتوے بازی کے فتنوں اور ہتھیاروں سے لیس علماء کا تھا۔

قرآن مجید میں جو واقعات اور قصص بیان ہوئے ہیں ہم سب کو معلوم ہے کہ وہ عبرت اور نصیحت کے لیے ہیں۔ قرآن مجید کی تلاوت پورے شعور اور تدبر کے ساتھ کی جائے اور ہر زمانے کے حالات کو پیشِ نظر رکھ کر مسائل کا حل تلاش کریں تو قرآن ہر مومن صالح کی ہدایت و راہ نمائی کے لیے ہمیشہ حاضر و موجود اور بہ آسانی ایک آئین اور آئینہ کی طرح میسر ہے۔ آج کے اور ہر روز کے حالات کی روشنی میں ہم اپنے گھریلو و خاندانی، محلہ و بستی، شہری و ملکی، ملّی و انسانی اور گلوبل مسائل کا حل رب العالمین کے عطا کردہ دستورِ حیات اور رحمت للعالمینؐ کی عملی زندگی و سیرت طیبہ میں بہ آسانی تلاش کر سکتے ہیں۔

ہندوستان اور پاکستان کے اکثر علماء اور عوام کے رویے ویسے ہی رہے ہیں جیسے حضرت موسیٰؑ و ہارونؑ کے ساتھ بنی اسرائیل کے طرزِ عمل کی طویل داستان قرآن کریم کے بیشتر مقامات میں محفوظ ہے۔ سورۃ الشعراء کے پانچویں رکوع میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ ان کے والد اور قوم کا سلوک، پھر چھٹے رکوع میں حضرت نوحؑ کے ساتھ ان کی قوم

کا سلوک اور انجام، ساتویں رکوع میں حضرت ہودؑ کے ساتھ قوم عاد اور آٹھویں رکوع میں حضرت صالحؑ کے ساتھ ان کی قوم ثمود، نویں رکوع میں حضرت لوطؑ اور ان کی قوم کا ردعمل اور انجام و تباہی، دسویں رکوع میں حضرت شعیبؑ اور ان کی قوم ایکہ کا ناپ تول اور لین دین میں بے ایمانی کا انجام، پھر گیارہویں اور آخری رکوع میں قرآن مجید کی تعلیمات اور نبی خاتم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دعوتِ دین سے متعلق ضروری اور اہم ہدایات ہیں۔ جو سورت کے آغاز اور پہلے رکوع میں بھی ہیں۔

حضرت موسیٰؑ وحضرت ہارونؑ، حضرت ابراہیمؑ، حضرت نوحؑ، حضرت ہودؑ، حضرت صالحؑ، حضرت لوطؑ، حضرت شعیبؑ، علیہم السلام ہر ہر نبی کے ساتھ ان کی قوم کی نافرمانی اور سرکشی کے ردّعمل و انجام کے بعد آٹھ مرتبہ وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ O پر رکوع کا اختتام بہرحال حق کی مخالفت کرنے والوں کے انجام سے سبق لیتے ہوئے ہم کو حق کا ساتھ دینے کی دعوت دی جارہی ہے۔ سورہ کی آخری آیت (۲۲۷) میں فرمایا۔

الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَذَكَرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا وَّانْتَصَرُوْا مِنْۢ بَعْدِ مَا ظُلِمُوْا ۭ وَسَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اَيَّ مُنْقَلَبٍ يَّنْقَلِبُوْنَ ۝۲۲۷ (سورۃ الشعراء 227)

ترجمہ: ''جو لوگ ایمان لائے اور جنھوں نے نیک عمل کیے اور اللہ کو کثرت سے یاد کیا اور جب ان پر ظلم کیا گیا تو صرف بدلہ لے لیا، اور ظلم کرنے والوں کو عنقریب معلوم ہو جائے گا کہ وہ کس انجام سے دوچار ہوتے ہیں۔''

تشریح:۔ ظلم کرنے والوں سے مراد یہاں وہ لوگ ہیں جو حق کو نیچا دکھانے کے لیے سراسر ہٹ دھرمی کی راہ سے نبی کریم محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر شاعری اور کہانت اور ساحری اور جنون کی تہمتیں لگاتے پھرتے تھے تاکہ ناواقف لوگ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعوت سے بدگمان ہوں اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیم کی طرف توجہ نہ دیں۔

(تفہیم القرآن۔ جلد سوم صفحہ 550)

اور آیت وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ O ''اور حقیقت یہ ہے کہ تیرا رب زبردست بھی ہے اور رحیم بھی''۔

تشریح: یعنی اس (تیرے رب) کی قدرت تو ایسی زبردست ہے کہ کسی کو سزا دینا چاہے تو پل بھر میں مٹا کر رکھ دے۔ مگر اس (قدرت) کے باوجود یہ سراسر اس (تیرے رب) کا رحم ہے کہ سزا دینے میں جلدی نہیں کرتا۔ برسوں اور صدیوں ڈھیل دیتا ہے۔ سوچنے اور سمجھنے اور سنبھلنے کی مہلت دیے جاتا ہے، اور (رحم وکرم فرمانے کا یہ عالم ہے کہ) عمر بھر کی نافرمانیوں کو ایک توبہ پر معاف کر دینے کے لیے تیار رہتا ہے۔

سورۃ الشعراء کی مندرجہ بالا مضمون میں ایک ہی دعوت الی الحق کے لیے پیغمبروں کی نصیحت، ایثار و قربانی کے جواب میں مخاطب 'ے' اقوام (قوم نوح، عاد، ھود، لوط، فرعون، شعیب، بنی اسرائیل) کا تفصیلی تذکرہ اور ان کی ضدم ضدی اور ہٹ دھرمی کی ذہنیت و حرکات کا انجام تباہی و بربادی کی صورت میں ظاہر ہوا۔

عمر۔ستاون (۵۷) سال

(۲۵ رستمبر ۱۹۵۹ء تا ۲۴ رستمبر ۱۹۶۰ء)

بیرون پاکستان کا دوسرا سفر، ارض القرآن کا سفر، بحرین، سعودی عرب، اردن، شام، مصر، سوڈان کا سفر، مترجم ومعاون محمد عاصم الحداد نعمانی شریک سفر، اخوان المسلمین کے رہنماؤں سے ملاقاتیں، آئین ودستور پاکستان کی تیاری وتدوین میں اہم رول۔

26/اکتوبر 1959ء کو صدر محمد ایوب خاں خود ساختہ فیلڈ مارشل بن گیا اور بنیادی جمہوریتوں کا حکم جاری کر دیا۔

3/نومبر 1959ء سے 6/فروری 1960ء تک مولانا سیدی ابوالاعلیٰ المودودیؒ نے مقاماتِ مُقدسہ، اسلامی وتاریخی آثار کا عینی مشاہدہ کرنے کی غرض سے بحرین، سعودی عرب، اردن، شام، مصر اور سوڈان کا سفر مولانا محمد عاصم الحداد اور مولانا چودھری غلام محمد صاحب کے ہمراہ کیا۔ دسمبر 1959 میں انہوں نے اُن تمام مقامات کے مشاہدہ وزیارت کے لیے سفر کیا جن کا ذکر قرآن مجید میں آیا ہے، یا جو سیرتِ رسول ﷺ سے متعلق ہیں۔ اقوامِ سابقہ کے آثار وکھنڈرات، انبیاء علیہم السلام کے مقامات، میدانِ غزوات وغیرہ بھی اُس میں شامل تھے۔[1]

یہ سفر (97) دن یعنی تین ماہ ایک ہفتہ پر محیط تھا۔

سعودی عرب میں میدانِ غزوۂ بدر وغزوۂ احد، جبل ابوقبیس، جبل نُور، جبل ثور، مسجدِ نبوی، مسجدِ قبا، عرفات، طائف، حدیبیہ، خندق، حصن کعب بن اشرف، اوران تمام مقامات کا سید مودودیؒ نے عینی مشاہدہ فرمایا جن کا ذکر قرآن کریم میں آیا ہے۔ اُن مقامات میں سعودی عرب کے علاوہ مدائن صالحؑ، خیبر، تبوک، موتہ، اردن، فلسطین، وادی موسیٰؑ، جبل موسیٰ آثار، شعیبؑ، بطرا، (Petra) بحیرۂ میت (Dead Sea)، قوم لوط کی تباہی کا علاقہ، عمّان،

---

[1] اتباعِ امام سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ میں (خاکسار مرتب) نے بھی مارچ 2014ء میں بیت المقدس اور ارض القرآن کا سفر کیا ہے۔ یہ سفر اردن وفلسطین 15/مارچ 2014ء تا 21/مارچ 2014ء رہا۔ میرے اس سفر میں لی گئی چند تصاویر بھی اس کتاب میں شامل ہیں۔ اس سفرنامہ کی تالیف واشاعت میری صحت وحالات اور وقت ومشیت الٰہی پر منحصر ہے۔ اس زیر مطالعہ کتاب کے قارئین سے میری گزارش ہے کہ اگر حالات اجازت دیں تو وہ بھی ضرور ''ارض القرآن'' کا سفر کریں۔ قائد اعلیٰ سید ابوالاعلیٰ کے ہر خیر کے کام میں اتباع باعث برکت وسعادت ہے اور فلاح دارین کی ضمانت ہے بشرطیکہ اس سعی کے پیچھے رضائے الٰہی اور فلاح آخرت کی نیت وجذبہ ہو۔ (مرتب: احمد ابوسعید)

بیت اللحم، بیت المقدس، الخلیل، اصحاب کہف کا معروف غار، مسجد کہف، میدانِ یرموک، شام، دمشق، مصر، وادیٔ سینا، نخلستانِ فاران۔ وغیرہ وغیرہ، کو بچشم خود دیکھا۔ اسلامی وتاریخی آثار قدیمہ کا نقشہ تیار کیا۔ اس طرح علم جغرافیہ کا تفسیر میں استعمال سب سے پہلے مولانا مودودیؒ نے کیا۔ سفر کی مُفصل روداد ''سفرنامہ ارض القرآن'' کے نام سے طبع شدہ ہے۔ (سفرنامہ ارضُ القرآن، عاصم نعمانی، دوسری نہایت مفید کتاب سفرِ عرب اور حج بیت اللہ سید ابوالاعلیٰ، مرتب۔ پروفیسر سلیم منصور خالد)

اس طویل سفر کے دوران مولانا نے عالمِ اسلام کے اتحاد کی کوشش کی۔ مالی تنگی کی وجہ سے ہوائی جہاز کے بجائے پانی کے جہاز سے سفر کیا۔ اس طرح خاص طور پر تفسیر قرآن لکھنے کے لیے ارضُ القرآن کا سفر غالباً کسی مُفسر نے اِس سے قبل اس طرح نہیں کیا ہے جس طرح مولانا مودودیؒ نے کیا ہے۔ نقشے تیار کرائے اور نقشے وتصاویر ''تفہیم القرآن'' میں متعلقہ آیات کے ساتھ شامل کیے گئے۔ مگر اُدھر حکومتِ پاکستان کی ناپاک قیادت وصحافت نے اخبارات وریڈیو کے ذریعہ سید ابوالاعلیٰؒ کو امریکی امداد ملنے کا پروپیگنڈہ بھرپور پیمانے پر دوبارہ شروع کردیا۔

بدنصیب حکومت پاکستان اور بدقسمت عوام وخواص کی اکثریت نے اللہ کی عطا کردہ مملکت کے لیے اپنے اعلیٰ ترین مخلص بندے سید ابوالاعلیٰ کی قدر نہیں کی اور اپنے خیر خواہ قائد اعلیٰ کے خلاف محاذ آرائی کرکے عتاب الٰہی کے مستحق بن گئے۔ پاکستان کے دوٹکڑے ہوگئے اور دونوں لنگڑے ملک اب 2017 میں مزید بیرونی سازشوں کے شکنجوں میں ہیں۔

ضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ اَيْنَ مَا ثُقِفُوْٓا اِلَّا بِحَبْلٍ مِّنَ اللّٰهِ وَحَبْلٍ مِّنَ النَّاسِ وَبَآءُوْ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الْمَسْكَنَةُ ؕ (سورۃ آل عمران:١١٢)

دسمبر 1959ء میں سید مودودیؒ نے عمرہ ادا کیا اور اسی سال ''اسلام اور جدید معاشی نظریات'' کی اشاعت عمل میں لائی۔[1]

11/ تا 28/ جنوری 1960ء شام اور مصر کا سفر کیا، اردن سے دمشق پہنچے، ارض القرآن کے سفر کے ساتھ ساتھ اخوان المسلمین کے رہنماؤں سے بھی ملاقاتیں کیں۔[2]

6/ فروری 1960ء کو عالمِ عرب کے دورے سے پاکستان واپس ہوئے۔ قرآن کے ''تصوّرِ اُمت'' کو عام وقابل عمل بنانے ''اتحاد عالم اسلامی'' کا وسیع تصور پیش کرنے اور تمام دنیا بشمول روس اور چین کے مسلمانوں کو مجتمع کرنے کی ضرورت پر کام کرنا شروع کردیا، تربیت یافتہ کارکنوں کو پاکستان سے باہر یورپ، امریکہ، روس، چین، جاپان اور افریقہ میں کام کرنے

---

[1] اس کتاب کو اسلامک پبلی کیشنز لاہور نے شائع کیا ہے۔ دراصل یہ کتاب ''سود'' اول ودوم کے ان ابواب کا مجموعہ ہے جن کا براہ راست تعلق مسئلۂ سود سے نہیں ہے۔ یہ کتاب دو حصوں میں چھپی ہے۔ پہلے حصہ میں سود سے متعلق مباحث، اشتراکیت، سرمایہ داری پر تنقید وغیرہ مباحث تھے۔ دوم میں مصنف کے بقول حصہ اول کے بعض تشنہ مباحث کی تکمیل اور جدید بینک کاری وغیرہ پر بحث تھی۔ پھر سود اول ودوم کو از سرِ نو دو حصوں میں تقسیم کیا گیا۔ ایک حصہ کا نام سود رکھا گیا اور باقی مباحث کو ''اسلام وجدید معاشی نظریات'' میں شامل کردیا گیا ہے۔

[2] سفرنامہ ارض القرآن، محمد عاصم الحداد

کے لیے روانہ کیا۔ طریقۂ کار کے رہنما اصول بتائے اور قرآنی ہدایات کے مطابق دعوت دین کے طریقے سے آگاہ کیا۔

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا ۭ وَمَا جَعَلْنَا الْقِبْلَةَ الَّتِىْ كُنْتَ عَلَيْهَآ اِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ يَّتَّبِعُ الرَّسُوْلَ مِمَّنْ يَّنْقَلِبُ عَلٰى عَقِبَيْهِ ۭ وَاِنْ كَانَتْ لَكَبِيْرَةً اِلَّا عَلَى الَّذِيْنَ هَدَى اللّٰهُ ۭ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِيْعَ اِيْمَانَكُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ بِالنَّاسِ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴿١٤٣﴾ (سورۃ البقرۃ، آیت: 143)

فروری میں ایوب خاں نے ملک کا آئین تیار کرنے کی غرض سے ایک کمیشن بنایا تھا۔ اُس کمیشن کی طرف سے ایک سوال نامہ مرتب کیا گیا جو چالیس سوالات پر مشتمل تھا۔ یہ سوال نامہ اخبارات میں بھی شائع ہوا اور سرکاری طور پر ملک کی مشہور شخصیتوں کو بھی بھیجا گیا تھا۔ مُلک کے مختلف حلقوں سے حکومت اس کا مناسب جواب لینا چاہتی تھی تاکہ آئندہ دستور کی تدوین کے وقت اس کو سامنے رکھا جائے۔

مولانا داؤد غزنویؒ نے مولانا ابوالاعلیٰ مودودیؒ اور دوسرے علماء [جن میں مولانا مفتی محمد شفیع، مولانا مفتی محمد حسن، مفتی شمس الحق، مولانا مفتی ادریس، مولانا محمد عطاء اللہ اور مولانا محمد حنیف ندوی (رحمہم اللہ) اور دیگر مشاہیر علماء شامل تھے] سے رابطہ قائم کر کے تمام مسالکِ فقہ کے علماء کا اجلاس منعقد کیا۔ یہ اجلاس 5، 6 مئی 1960ء دو دن جاری رہا، کمیشن کے سوال نامہ کے جواب کا مسودہ مولانا داؤد غزنویؒ اور مولانا ابوالاعلیٰ مودودیؒ نے مرتب کیا اور حکومت کو بھیجا۔

وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا ۠ وَاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖٓ اِخْوَانًا ۚ وَكُنْتُمْ عَلٰي شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَاَنْقَذَكُمْ مِّنْهَا ۭ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ﴿١٠٣﴾ (سورۃ آل عمران، آیت: 103)

اکتوبر میں سید محمد علی زیدی ایڈوکیٹ کی قیام گاہ واقع ٹمپل روڈ لاہور میں خطاب کیا۔ یہ خطاب ''شہادتِ حسینؓ'' کے نام سے مطبوع ہے۔

اِسی سال تفہیمُ القرآن کی دو سورتیں، سورۃ النمل اکتوبر 1959ء اور سورۃ القصص جولائی 1960ء میں شائع ہوئی۔

نوٹ: حکومت پاکستان کے حکمراں ٹولے ،فوج اور پولیس، جنرل ایڈمنسٹریشن اور عدلیہ میں علاقہ واریت پنجابی، سندھی، بلوچی، پٹھانی ، بنگالی، مہاجر اور مقامی کی عصبیت کے بیج بونے کی شروعات قائد اعظم محمد علی جناح کے انتقال اور لیاقت علی خاں کے قتل کے ساتھ ہی ہو چکی تھی۔

1960ء کے آتے آتے اسلام کے نام پر مسلمانوں کے لیے حاصل کیا ہوا ملک ڈکٹیٹرشپ اور مخالف اسلام محاذ آرائی کی آماجگاہ بنتا گیا۔ سید مودودیؒ اس کے تباہ کن اثرات اور بھیانک مستقبل سے عوام کو آگاہ کرتے رہے تھے۔

سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ نے جماعتِ اسلامی ،حکومتِ الٰہیہ اور اقامتِ دین کی دعوت کو پاکستان کے حدود سے باہر عام کرنے کی جدوجہد شروع کر دی۔ جاہل عوام، مفسد قیادت، متعصب، دین کے نام پر دکان داری چلانے والے پیشہ ور مولویوں کی اور نظریۂ پاکستان کی قاتل فوجی اور ناپاک حکومت کی اسلام دشمن کوششوں کو دیکھتے ہوئے سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ نے بیرونِ ملک دعوتِ دین اور لٹریچر کے علاوہ منتخب ڈاکٹرس، انجینئرس اور اعلیٰ تعلیم یافتہ افراد کو ضروری ہدایات دینی شروع کر دی۔

ایشیاء، یورپ، امریکہ، اور افریقہ میں تربیت یافتہ افراد کو قرآن مجید کی تعلیمات کو پھیلانے کے لیے ضروری ہدایات کے ساتھ روانہ فرمایا۔

عمر۔ اٹھاون (۵۸) سال

(۲۵ر ستمبر ۱۹۶۰ء تا ۲۴ر ستمبر ۱۹۶۱ء)

تیسرا سفر سعودی عرب، رابط عالم اسلامی اور مدینہ یونیورسٹی کے تاسیسی اجلاس میں شرکت اور ایک جامع تدریسی خاکہ پیش کیا۔ تیسرا عمرہ، صدر ایوب خاں کے عائلی قوانین کی حماقتوں کے خلاف مہم، منکرین حدیث کے خلاف، مدلل کتاب ''سنت کی آئینی حیثیت'' کی اشاعت

5ر اکتوبر 1960ء کو پانچویں بار شائع ہونے والی کتاب ''تجدید واحیائے دین'' (طبع اول 1940ء) کے دیباچہ میں نہایت دکھ سے لکھتے ہیں:

> ''حال میں اس کتاب (تجدید واحیائے دین) کو فتنہ جُو حضرات نے خاص طور پر اپنی عنایات کا ہدف بنایا ہے۔ آگے تحریر فرماتے ہیں ''میں نے 'ترجمان القرآن' میں معترضین کے تشفی بخش جوابات دیے ہیں۔ اگر چہ اس کے بعد بھی کہنے والی (فتنہ جو) زبانیں بند نہ ہوں گی مگر امید ہے کہ سننے والے کان دھوکا کھانے سے بڑی حد تک بچ جائیں گے۔[1] وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم۔''
>
> [ابوالاعلیٰ، (5ر اکتوبر 1960ء)]

مولانا سید ابوالاعلیٰؒ اکتوبر، نومبر 1960ء میں مشرقی ومغربی پاکستان کی جماعتِ اسلامی کے ارکان اور کارکنوں کی تعلیم وتربیت، تزکیہ، اور اقامتِ دین کی سعی وجہد میں مسائل ومشکلات، ملکی اور عالمی سازشوں کا، قرآن اور سیرت سرور عالم محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روشنی میں حل کرنے کے طریقہ کار کی رہنمائی کا فریضہ انجام دیتے رہے۔

---

[1] مولانا مودودیؒ کی تاریخی وعلمی خدمات میں ''تجدید واحیائے دین'' کو ایک اعلیٰ مقام ومرتبہ حاصل ہے۔ جس کا انگریزی اور عربی زبان میں ترجمہ بھی ساتھ ہی ساتھ کیا گیا۔ جس سے دین کا درد رکھنے والوں کے دلوں میں ایک نیا جوش، نیا ولولہ اور تڑپ پیدا ہوئی۔ پہلے یہ مقالہ کی شکل میں ''شاہ ولی اللہ نمبر''، جریدہ ''الفرقان''، بریلی میں 1939ء میں شائع ہوا۔ پھر کتابی شکل میں فروری 1940ء میں شائع ہوا۔
مگر اگست 1941ء میں جماعت اسلامی کی تشکیل کے بعد یہ کتاب جس قدر مقبول عام وخاص تھی، اسے معاصرانہ عصبیت اور معتوب ذہنیت نے مزید مقبول بنا دیا۔ جماعت اسلامی کے ہر رکن کو یہ کتاب ضرور پڑھنی چاہئے۔ (مرتب: احمد ابوسعید)

اِسی سال مولانا مودودیؒ نے حکومت سعودی عرب، مصر اور حکومت شام کے جدید عائلی قوانین کا جائزہ لے کر ان میں ضروری ترمیمات کی سفارش بھی کی۔ان سفارشات کو متعلقہ حکومتوں کے ذمہ داروں تک پہنچایا۔

نومبر 1960ء میں مولانا سید مودودیؒ نے شاہ سعود کی فرمائش پر مدینہ منورہ میں اسلامی یونیورسٹی کے لیے ایک تعلیمی وتدریسی نظام کا جامع خاکہ تیار کرنا شروع کیا۔

صحت کی خرابی کے باوجود مولانا سید مودودیؒ نے 18/دسمبر 1960ء تا 15/جنوری 1961ء (29) دن حکومتِ آلِ سعود کی دعوت پر سعودی عرب کا سفر کیا۔ سیدی ابوالاعلیٰ مودودیؒ نے مدینہ یونیورسٹی کے سلسلے میں ایک تاسیسی اجلاس میں شرکت کے لیے ریاض کا بھی سفر کیا۔

مارچ 1961ء میں جنرل ایوب خان نے عائلی قوانین نافذ کیے جس میں اسلامی اصولِ معاشرت کے اندر سراسر مداخلت کرتے ہوئے تعدد ازدواج اور فیملی پلاننگ (Family Planning) جیسی مکروہ پابندیوں کو نافذ کیا۔

محترم مولانا سید مودودیؒ نے دیگر علماء کے ساتھ مل کر حکومت کی اس حرکت کے خلاف زبردست مہم شروع کی اور قرآن وحدیث کی روشنی میں مارشل لاء کے پرخچے اڑا دئے۔قوم کو جھنجوڑا اور مارشل لاء (Marshal Law) کے خلاف لا کھڑا کیا۔ مُنکرینِ حدیث نے سرکاری سرپرستی میں حدیث اور سنّت کے خلاف کام شروع کر دیا۔ سید مودودیؒ نے اِس سازش کا ''ترجمانُ القرآن'' کے ذریعہ جم کر مقابلہ کیا۔

حکومت اور مُنکرینِ حدیث کے ایک ایک اعتراض کا بھرپور مدلّل جواب دیا ''ترجمانُ القرآن'' کے ایک خصوصی نمبر ''منصبِ رسالت نمبر'' کی اشاعت عمل میں آئی، جس نے تمام پرویزیوں اور مُنکرین حدیث کی کمر توڑ کر رکھ دی۔ اپنی مشہور کتاب ''سنت کی آئینی حیثیت'' تصنیف فرمائی[1] جو سنّت کی قانونی، آئینی ودستوری حیثیت پر بے مثال کتاب ہے، جس کا فوری ترجمہ عربی اور دیگر زبانوں میں ہوگیا۔ اس کتاب میں حُبِّ رَسول کے نام پر کام کرنے والے مخلص اصحاب اور جماعتوں کے لیے بے شمار مواد موجود ہے۔

دین کے نام پر دکانداری کرنے والے بے چارے بعض دیوبندی، بریلوی، اہلِ حدیث مدارس کے ذمّہ دار، ناعاقبت اندیش باطل پرستوں کے آلۂ کار بن کر مولانا مودودیؒ کی اندھی مخالفت میں مساجد کے تنخواہ یافتہ پیش اماموں

---

[1] اس کتاب میں نظامِ دین میں حدیث اور سنت کی آئینی حیثیت ومقام کی وضاحت اور منکرین حدیث کے دلائل پر تنقید ہے۔ یہ دراصل ''ترجمان القرآن'' کے ''منصب رسالت نمبر'' کی کتابی اشاعت ہے۔

کو استعمال کیا اور اُن کی بھی دنیا اور آخرت برباد کرنے کی پیہم جدوجہد کی۔

11؍تا14؍فروری 1961ء جبل پور میں مسلم کش فسادات پر دنیائے عرب کو متوجہ کرنے کے لیے حکومت اور دیگر عرب حکمرانوں کو خطوط لکھے، اس کی تفصیل ''ترجمان القرآن'' جون 1961ء کے شمارے میں شائع فرمائی اور بتایا کہ نسل کشی بین الاقوامی قانون کے تحت ایک جرم ہے۔[1]

پاکستان کی بے دین حکومت نے سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ کو پریشان کرنے اور تکلیف پہنچانے کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہ دیا۔ بار بار پاسپورٹ ضبط کیا گیا۔ سفر پر پابندی لگائی گئی۔

8؍اگست 1961ء کو مشرقی افریقہ کے دورے پر روانہ ہونے والے تھے کہ حکومتِ پاکستان نے پاسپورٹ طلب کر کے مشرق وسطیٰ اور افریقی ممالک کے ساتھ ساتھ سعودی عرب کا اندراج پاسپورٹ سے خارج کر دیا۔

جب کہ قادیانیوں اور دیگر ملک دشمن بے دین عناصر کو علی الاعلان زرمبادلہ اور سفری سہولتیں مہیا کی جاتی تھیں۔ ساتھ ہی رقص وسرود اور گانے بجانے والوں کو Cultural Activities کے نام پر بھرپور آزادی حاصل تھی۔ جماعتِ اسلامی کی تمام Activities بند کرا دی گئیں۔ اور بدستور اس پر پابندی عائد رہی۔ تا کہ ملک اسلام دشمن طاقتوں کا آلۂ کار بنا رہے۔[2]

قَدْ خَسِرَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِلِقَآءِ اللّٰهِ ؕ حَتّٰۤى اِذَا جَآءَتْهُمُ السَّاعَةُ بَغْتَةً قَالُوْا يٰحَسْرَتَنَا عَلٰى مَا فَرَّطْنَا فِيْهَا ۙ وَهُمْ يَحْمِلُوْنَ اَوْزَارَهُمْ عَلٰى ظُهُوْرِهِمْ ؕ اَلَا سَآءَ مَا يَزِرُوْنَ ﴿۳۱﴾ وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ ؕ وَلَلدَّارُ الْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۳۲﴾ (سورۃ الانعام: 31.32)

سورۃ العنکبوت اکتوبر 1960ء میں ''ترجمانُ القرآن'' میں شائع ہوئی۔ مزید ''تفہیمُ القرآن'' کی تین سورتیں ''ترجمان القرآن'' میں شائع ہوئیں۔ جون 1961ء میں سورۃ الروم وسورۃ لقمان اور اگست 1961ء میں سورۃ السجدۃ شائع ہوئی۔

سورۃ الروم پر ''تفہیم القرآن'' کی جلد سوم مکمل ہوگئی اور سورۃ لقمان سے چوتھی جلد شروع ہوگئی۔

جو لوگ قرآن مجید کا اس کی تعلیمات کی روشنی میں ایک زندہ وجاوید کتاب کی شکل میں مطالعہ اور کام کرنا چاہتے ہیں ان کا اپنے ملک وحالات کے سدھارنے اور ایک پُرامن ماحول بنانے کا عزم بھی ہو، وہ 1961-1960ء میں پاکستان کے حالات اور مسلم وغیر مسلم ممالک کے حالات اور سورۂ روم اور سورۂ لقمان کی تشریحات اور تحریر تفہیم القرآن

---

[1] ضمیمہ سفرِ عرب اور حج بیت اللہ۔ سید مودودیؒ۔ مرتب سلیم منصور خالد۔

[2] قیام پاکستان کے بعد سے آج (اس کتاب کی اشاعت سوم جنوری 2021ء) تک اسی سازش کا شکار ہے۔ (مرتب: احمد ابوسعید)

پڑھیں گے تو جہاں ان کو قرآن مجید کے ایک معجزہ ہونے کا بخوبی علم ہوگا وہیں مولانا سید مودودیؒ پر اللہ کے بے پایاں انعامات کا بھی اور فراستِ مومن (Wisdom) کا بھی اندازہ بڑی حد تک ہوجائے گا، اور ہر حال میں صبر و استقامت سے کام کرنے کا عزم بھی نصیب ہوگا۔

وَاصْبِرْ وَمَا صَبْرُكَ إِلَّا بِاللَّهِ وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ وَلَا تَكُ فِي ضَيْقٍ مِّمَّا يَمْكُرُونَ ﴿١٢٧﴾ إِنَّ اللَّهَ مَعَ الَّذِينَ اتَّقَوا وَّالَّذِينَ هُمْ مُّحْسِنُونَ ﴿١٢٨﴾ (سورۃ النحل)

اس سال ماہ ستمبر 1961ء میں ''ترجمانُ القرآن'' کی اشاعت خاص اگست 1951ء میں شائع شدہ چند نشری تقریروں کو تقریر شبِ برات کے اضافے کے ساتھ الگ کتابی شکل میں شائع کیا گیا۔[1]

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَلْتَنظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ ۖ وَاتَّقُوا اللَّهَ ۚ إِنَّ اللَّهَ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ ﴿١٨﴾ (الحشر) ترجمہ: اے لوگو جو ایمان لائے ہو، اللہ سے ڈرو، اور ہر شخص یہ دیکھے کہ اس نے کل کے لیے کیا سامان کیا ہے۔ اللہ سے ڈرتے رہو، اللہ یقیناً تمہارے ان سب اعمال سے باخبر ہے جو تم کرتے ہو۔

تفہیم: کل سے مراد آخرت ہے۔ گویا دنیا کی یہ پوری زندگی ''آج'' ہے اور ''کل'' وہ یوم قیامت ہے جو اس آج کے بعد آنے والا ہے۔ یہ انداز بیان اختیار کر کے اللہ تعالیٰ نے نہایت حکیمانہ طریقہ سے انسان کو یہ سمجھایا ہے کہ جس طرح دنیا میں وہ شخص نادان ہے جو آج کے لطف و لذت پر اپنا سب کچھ لٹا بیٹھا ہے۔ اور نہیں سوچتا کہ کل اس کے پاس کھانے کو روٹی اور سر چھپانے کو جگہ بھی باقی رہے گی یا نہیں، اسی طرح وہ شخص بھی اپنے پاؤں پر خود کلہاڑی مار رہا ہے جو اپنی دنیا بنانے کی فکر میں ایسا منہمک ہے کہ اپنی آخرت سے بالکل غافل ہو چکا ہے، حالانکہ آخرت ٹھیک اسی طرح آنی ہے جس طرح آج کے بعد کل آنے والا ہے، اور وہاں وہ کچھ نہیں پا سکتا اگر دنیا کی موجودہ زندگی میں اس کے لیے کوئی پیشگی سامان فراہم نہیں کرتا۔ اس کے ساتھ دوسرا حکیمانہ نکتہ یہ ہے کہ اس آیت میں ہر شخص کو آپ ہی اپنا محاسب بنایا گیا ہے، جب تک کسی شخص میں خود اپنے برے اور بھلے کی تمیز پیدا نہ ہو جائے، اس کو سرے سے یہ احساس ہی نہیں ہو سکتا کہ جو کچھ وہ کر رہا ہے وہ آخرت میں اس کے مستقبل کو سنوارنے والا ہے یا بگاڑنے والا۔ اور جب اس کے اندر یہ حس بیدار ہو جائے تو اسے خود ہی اپنا حساب لگا کر یہ دیکھنا ہوگا کہ وہ اپنے وقت، اپنے سرمایے، اپنی محنت، اپنی قابلیتوں اور اپنی کوششوں کو جس راہ میں صرف کر رہا ہے وہ اسے جنت کی طرف سے جا رہی ہے یا جہنم کی طرف۔ یہ دیکھنا اس کے اپنے ہی مفاد کا تقاضا ہے، نہ دیکھے گا تو آپ ہی اپنا مستقبل خراب کرے گا۔ (تفہیم القرآن)

---

[1] اس کتاب میں جو نشری تقریریں شامل کی گئی ہیں ان کے موضوعات یہ ہیں، سیرت پاکؐ، معراج، شبِ برات، روزہ۔ عید قرباں۔ زندگی بعد موت اور پاکستان ایک مذہبی ریاست۔ یہ تقریریں ریڈیو پاکستان سے نشر ہوئی ہیں۔ لاکھوں مخالفین مولانا مودودیؒ نے توبہ کی اور مولانا کی کتابوں کا مطالعہ کیا اور جماعت اسلامی سے قربت اختیار کی۔ (مرتب: احمد ابوسعید)

عمر۔ انسٹھ (۵۹) سال

(۲۵ ر ستمبر ۱۹۶۱ء تا ۲۴ ر ستمبر ۱۹۶۲ء)

8 ر مئی تا 2 ر جون 1962ء چوتھا سفر سعودی عرب، رابطہ عالم اسلامی کی تجویز واسکیم، عمرہ اور 12 ر مئی تا 16 مئی 1962ء دوسرا حج۔ غسل کعبہ اور کعبۃ اللہ کے اندر شاہ فیصل کے ساتھ صلوٰۃ کی ادائیگی۔

جماعتی، تنظیمی وگھریلو مصروفیات کے ساتھ ''تفہیم القرآن'' کی تالیف کا کام جاری رہا۔

دسمبر 1961 میں مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ دوبارہ سعودی عرب تشریف لے گئے، جہاں شاہ سعود اور دیگر ذمّہ دار حکام سے گفتگو ہوئی۔ مدینہ یونیورسٹی کے لیے سید مودودیؒ کی تیار کردہ مکمل اسکیم منظور ہوئی۔ یونیورسٹی میں حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی چاروں فقہ اور سلفی یا اہلِ حدیث کی تعلیم کی تجویز قبول کرلی گئی۔ یہ سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ کا ملت اسلامیہ کو ایک متحدہ ملت بنانے کا عظیم کارنامہ ہے۔

دسمبر 1961ء میں آپ کی ایک کتاب ''اسلام اور جدید معاشی نظریات'' شائع ہوئی۔[۱]

اسی سال جنوری 1962ء میں دوسرا عمرہ ادا کیا۔

مُشرکین اور یہود ونصاریٰ کے خلاف مُسلم ممالک میں بیداری پیدا کرنے کے لیے مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ نے ایک اسکیم ''رابطہ عالم اسلامی'' کے نام سے پیش کی، جس کے نتیجہ کے طور پر 8 ر مئی 1962ء کو مکہ معظّمہ میں موتمر عالم اسلامی کا اجلاس ہوا۔ جس میں بتیس (32) مُلکوں کے ایک سو بیس نمائندوں نے شرکت کی۔[۲]

کانفرنس کی ابتداء شاہ سعود نے کی۔ اور رابطہ عالم اسلامی کی تاسیس ہوئی۔ مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ رابطہ عالم

۱۔ پہلے واضح کیا جا چکا ہے کہ ابتدا میں یہ مباحث مولانا کی کتاب ''سود'' میں شامل تھے چوں کہ یہ براہ راست مسئلہ سود سے متعلق نہ تھے اس لیے انہیں الگ کتابی صورت میں شائع کیا گیا۔

۲۔ 8 ر مئی تا 2 جون 1962ء (25) دن موتمر عالم اسلامی اور رابطہ عالم اسلامی کے اجلاسوں میں شرکت کی۔ (سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ کے بین الاقوامی اسفار، از پروفیسر نور ورجان، پشاور)

اسلامی کے بانی رکن مجلس منتخب ہوئے۔ آپ نے اس میں ایک مقالہ پڑھا جو ''اسلام اور عدل اجتماعی'' کے نام سے مطبوع ہے۔[1] (ان دنوں اپنے ہی ملک پاکستان میں مولانا مودودیؒ اور جماعت اسلامی پر سخت پابندیاں لگ چکی تھیں)

پاکستان میں جماعت اسلامی پر پابندی (Banned) برقرار تھی تمام دفاتر پر مکروہ، منحوس اور مبغوض حکومت پاکستان نے تالے لگوادیے تھے۔

مولانا مودودیؒ کو اسی سال پھر ایک بار حج کی سعادت نصیب ہوئی، یہ آپ کا دوسرا حج ہے۔ شہزادہ شاہ فیصل کے ہمراہ خانۂ کعبہ کو غسل دینے اور خانۂ کعبہ کے اندر نماز پڑھنے کا شرف بھی حاصل ہوا۔

اَللّٰهُ لَطِيْفٌۢ بِعِبَادِهٖ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَهُوَ الْقَوِيُّ الْعَزِيْزُ ﴿۱۹﴾ (سورۃ الشوریٰ:19)

ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ۭ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ﴿۴﴾ (سورۃ الجمعہ:۴)

سعودی حکومت میں مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ کی عزت واکرام کو دیکھتے ہوئے حکومت پاکستان نے جولائی 1962 میں جماعتِ اسلامی پر سے پابندی اٹھالی۔ چوبیس گھنٹے کے اندر اندر جماعت اسلامی دوبارہ متحرک ہوگئی۔

26/اگست 1962ء کو راولپنڈی میں مولانا نے ڈھائی گھنٹے کی تقریر کے دوران ایوب خان، اُس کی حکومت اور مُلک میں مارچ 1962ء سے نافذ نئے دستور کی ایک ایک شق (Article) کا پوسٹ مارٹم کرکے بتایا کہ یہ دستور نہ جمہوری ہے اور نہ اسلامی، اس طرح ڈکٹیٹر جنرل ایوب خان کی مکّاری اور اس کے دستور کی دھجیاں اڑادیں۔

وَالَّذِيْنَ اهْتَدَوْا زَادَهُمْ هُدًى وَّاٰتٰهُمْ تَقْوٰىهُمْ ﴿۱۷﴾ (سورۃ محمد: آیت،17)

کتاب ''اسلامی نظام زندگی اور اس کے بنیادی تصورات''[2] اور ''اسلامی ریاست''[3] آپ کی یہ دو کتابیں اسی دور میں شائع ہوئیں۔ یہ دونوں کتابیں اپنے موضوع پر نایاب ومنفرد کتابیں ہیں۔

مئی 1961ء میں امریکن نومُسلم خاتون مریم جمیلہ نے سید ابوالاعلیٰؒ کی تحریروں سے متاثر ہوکر اسلام قبول کیا اور 4/اگست 1962ء کو پاکستان آئیں تو وزارتِ خارجہ حکومت پاکستان نے مریم جمیلہ کو سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ کے

---

[1] یہ کتاب اسلامک پبلی کیشنز لاہور کے زیر اہتمام فروری 1963 میں شائع ہوئی ہے۔

[2] یہ مختلف مضامین اور تقاریر کا مجموعہ ہے۔ صفحات 549 ہیں۔ مئی 1962ء میں اسلامک پبلی کیشنز لاہور کے زیر اہتمام شائع ہوئی ہے۔

[3] یہ کتاب اسلام کے تصور ریاست اور اس کے سیاسی نظام سے متعلق ہے اس میں آپ کی مختلف تحریریں شامل ہیں۔ اس کتاب کے مرتب پروفیسر خورشید ہیں لیکن آپ نے اس کتاب پر نظر ثانی کی ہے۔ کتاب پہلی بار ۱۹۶۲ء میں چھپی ہے پھر ترمیم واضافہ بھی کیا ہے۔ یہ کتاب دوبارہ ۱۹۶۷ء میں اسلامک پبلی کیشنز لاہور کے زیر اہتمام شائع ہوئی ہے۔

خلاف ورغلانے اور بدگمان کرانے کی کوشش کی۔ مکّار وعیّار پیشہ ور مولوی حضرات کی خدمات حاصل کی گئیں۔ مریم جمیلہ نے اُن کے بہکاوے میں آ کر پہلے چند دنوں کے لیے مولانا سے بدگمان ہو کر قطع تعلق کر لیا۔ مریم جمیلہ کے بیان کو میڈیا نے نمک مرچ لگا کر خوب اُچھالا۔ لیکن بہت جلد حکومت کی سیاست اور اپنی حماقت کو سمجھ گئیں، سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ سے معافی کی خواستگار و معذرت خواہ ہوئیں۔ مولانا نے دل سے ان کو معاف کر دیا اور اُن کی پدرانہ شفقت فرمائی۔

مریم جمیلہ ہمیشہ مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ کو اپنا مربیّ و مُعلم تسلیم کرتی رہیں۔ اور مولانا سید مودودیؒ نے بھی مریم جمیلہ کو اپنی بیٹیوں کی طرح پیار دیا، اوران کو داعیہ دین بنایا۔ جماعت اسلامی کے ہمہ وقتی رکن ایک نہایت شریف ،شادی شدہ جناب محمد یوسف خاں سے مریم جمیلہ کی مرضی اور پسندیدگی کے بعد شادی کروادی۔ اس وقت محمد یوسف خاں صاحب کی پہلی بیوی بھی تھی، اوران سے ان کو چار بچے بھی تھے۔[1]

وَاَنْكِحُوا الْاَيَامٰى مِنْكُمْ وَالصّٰلِحِيْنَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَاِمَآئِكُمْ ۭ اِنْ يَّكُوْنُوْا فُقَرَآءَ يُغْنِهِمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ۭ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ﴿٣٢﴾ (سورۃ النور:32)

اسی سال 1962ء میں مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ نے تیسرا عمرہ کیا، اور مدینہ یورنیورسٹی کے نصاب کے لیے ایک جامع خاکہ سعودی حکومت اور وزیرِ تعلیم کو بغیر کسی مالی معاوضہ مرتب کیا اور مدینہ یونیورسٹی کے تاسیسی رکن بنائے گئے۔

20/اگست 1960 کو جماعت اسلامی ہند کے ماہر معاشیات ڈاکٹر نجات اللہ صدیقی کو اسلامی معاشیات سے متعلق ان کے سوالات کے جواب میں ایک خط لکھا اوران کی ضروری رہنمائی فرمائی۔[2]

15/ستمبر اور 16/اکتوبر 1962 کو دو نشستوں میں مسجد مبارک، عبدالکریم روڈ لاہور میں درس قرآن دیا۔ اس

---

[1] مریم جمیلہ (مارگریٹ مارکوس) کے آباء واجداد یہودی تھے، وہ جرمن سے آ کر امریکہ میں بس گئے۔ مریم جمیلہ 1934ء میں امریکہ میں پیدا ہوئیں۔ مزاج میں مذہبیت تھی۔ اسلام کا مطالعہ کیا۔ مولانا مودودیؒ کی انگریزی ترجمہ والی کتابوں سے متاثر ہوئیں۔ مئی 1961ء میں مولانا مودودیؒ سے خط وکتابت کے بعد ایمان قبول کر لیا۔ 4/اگست 1962 کو لاہور آ کر مولانا مودودیؒ کی بیٹیوں کے ساتھ ایک بیٹی ہی کی طرح ایک ڈیڑھ ماہ رہیں۔ محمد یوسف خاں سے لاہور میں شادی ہوئی۔ ان سے ان کو چار بچے ہیں، جو انگریزی کے ساتھ اردو اور پنجابی بھی بولتے ہیں۔ مریم جمیلہ مولانا مودودیؒ کو 1979ء میں علاج کے لیے امریکہ لے جانے کی سخت مخالف تھیں۔ ان کی نظر میں امریکہ کی یہودی لابی مولانا مودودیؒ کی سخت مخالف اور دشمن تھی۔ وہ مولانا مودودیؒ کو ایک محسن، ایک شفیق باپ اور بہترین سر پرست اور اعلیٰ ترین انسان سمجھتی تھیں۔ مریم جمیلہ نے انگریزی زبان میں، اسلام اور اسلامی نظامِ حیات اور دیگر موضوعات پر انتیس (۲۹) کتابیں لکھی ہیں۔

[2] ڈاکٹر نجات اللہ صدیقی معاشیات کے مسائل میں علاّمہ مودودیؒ کو اپنا رہنما اور معلم تصور کرتے ہیں۔ بعد میں ڈاکٹر نجات اللہ صدیقی علی گڑھ مسلم یونیورسٹی میں معاشیات کے استاد ہوئے، پھر سعودی عرب کی جامعہ ملک عبدالعزیز جدہ یونیورسٹی میں معاشیات کے پروفیسر کی حیثیت سے خدمات انجام دیں۔

درس کو ٹیپ ریکاڈر کی مدد سے مرتب کیا گیا جو ''الفاتحہ'' کے نام سے طبع شدہ ہے۔[۱]

اس سال ''تفہیمُ القرآن'' کی تین سورتیں سورۃ الاحزاب، مئی 1962 میں سورۃ سبا اور سورۃ فاطر ستمبر 1962ء میں ''ترجمان القرآن'' میں شائع ہوئیں۔

3/اگست 1962 کو اجتہاد کے حدود پر اور ستمبر 1962 میں بیمہ (Insurance) کے جواز اور عدم جواز پر مدلل مضامین لکھے۔

اسی سال اگست 1962ء میں تیسری مرتبہ حج کی سعادت حاصل کی۔حرم میں زم زم کے مقام پر تین یوم ۶/۵ /اور ۷/ذی الحجہ ۱۳۸۲ھ کو خطابِ عام فرمایا۔ یہ خطبات بعد میں ''خطباتِ حرم'' کے نام سے شائع ہوئے۔

حج کے بعد مکہ معظّمہ کی مسجد دہلوی میں ''مسلمان نوجوانوں کے فرائض اس دور میں'' کے موضوع پر تقریر کی۔ یہ تقریر اردو عربی دونوں میں مطبوع ہے۔ ان خطباتِ حرم کی روشنی میں مولانا سید مودودیؒ کے عالم گیر عزائم کا بہ آسانی اندازہ ہو جاتا ہے کہ اگر پاکستان میں 1956ء کے آئین کے مطابق حکومت قائم ہوتی تو مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ پاکستان کے حدود سے نکل کر عالم اسلام کی قیادت و رہنمائی فرماتے۔اسلام اور قرآن کی تعلیمات کو پوری انسانیت کے لیے سوشلزم، کمیونزم، کیپٹلزم اور بے دین جمہوریت کے بجائے دین اسلام کو ایک اعلیٰ وارفع نعم البدل کے طور پر پیش کرتے۔اس طرح دنیا کو اور اس سرزمین پر ہر بسنے والے انسان کو وہ امن وچین نصیب ہوتا جس کے لیے وہ آج پریشان وسرگرداں ہے۔[۲]

وَعْدَ اللّٰهِ ۖ لَا يُخْلِفُ اللّٰهُ وَعْدَهٗ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝٦ يَعْلَمُوْنَ ظَاهِرًا مِّنَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَهُمْ عَنِ الْاٰخِرَةِ هُمْ غٰفِلُوْنَ ۝٧ اَوَلَمْ يَتَفَكَّرُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ ۣ مَا خَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَآ اِلَّا بِالْحَقِّ وَاَجَلٍ مُّسَمًّى ۗ وَاِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ بِلِقَاۗئِ رَبِّهِمْ لَكٰفِرُوْنَ ۝٨ اَوَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۭ كَانُوْٓا اَشَدَّ مِنْهُمْ قُوَّةً وَّاَثَارُوا الْاَرْضَ وَعَمَرُوْهَآ اَكْثَرَ مِمَّا عَمَرُوْهَا وَجَاۗءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ ۭ فَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيَظْلِمَهُمْ وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ۝٩ (الروم)

۱۔ مسجد مبارک عبدالکریم روڈ لاہور میں ،دیے گئے ان دونشستوں کے دروس کو ''سورۃ الفاتحہ'' نام کی کتاب کے علاوہ دیگر وہ تمام دروس جو سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ نے اسی مسجد میں دیے تھے ،اُن تمام دروس کو پہلے ''ترجمانُ القرآن'' کی مختلف اشاعتوں میں شائع کیا گیا تھا۔ پھر ان دُروس کو ماہ نامہ ''زندگی نو'' دہلی نے ہفتہ وار ''ایشیا'' لاہور کے حوالہ سے مختلف پرچوں میں شائع کیا۔ان جملہ 14 عنوانات کے تحت دروس کو سری نگر کشمیر کے جناب غازی امتیاز نے کتابی شکل میں ''سید مودودیؒ کے قرآنی دروس'' کے نام سے مرتب کر کے جولائی 2013ء میں پہلی مرتبہ چنار پبلی کیشنز سری نگر سے شائع کیا ہے۔ یہ کتاب جملہ (272) صفحات پر مشتمل ہے مگر یہ ''چودہ دروس'' کتنی نشست میں دیے گئے ہیں اس کی تحقیق نہیں ہو سکی ہے۔حقیقت یہ ہے کہ اس وقت اسلام دشمن طاقتوں کے دین بے راز ایجنٹ ملک پر حکمراں تھے۔ جماعتِ اسلامی اور سید مودودیؒ کو سکون سے کوئی بھی خدمت کرنے سے روکنا حکومت پاکستان کا معمول بن چکا تھا۔

۲۔ 2001/9/11 (9/11) کے بعد سے آج 2019ء تک دنیا جس بدامنی اور فتنہ وفساد کی آگ میں جل رہی ہے، اس سے محفوظ رہتی۔

عمر۔ ساٹھ (۶۰) سال

(۲۵ر ستمبر ۱۹۶۲ء تا ۲۴ر ستمبر ۱۹۶۳ء)

مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ کا پانچواں سفر سعودی عرب 13ر دسمبر تا 17ر دسمبر 1962 صرف پانچ دن کے لیے، چوتھا عمرہ، رابطہ عالم اسلامی کے اجلاس میں شرکت، چھٹا سفر سعودی عرب (۳۴) دن کے لیے، جناب قدرت اللہ شہاب ایک معروف اعلیٰ سرکاری ملازم کے نام خط کا تذکرہ

نومبر 1962ء میں ماہ نامہ ’’اردو ڈائجسٹ‘‘ لاہور کے سالنامہ میں جناب الطاف حسین قریشی نے مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ سے ایک تفصیلی اور بہت شاندار، معلوماتی انٹرویو شائع کیا، جس سے مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ کے بعض اہم خصوصیات پر روشنی پڑتی ہے۔[1]

سورۃ فاطر کی تفسیر نومبر 1962ء میں ’’ترجمان القرآن‘‘ میں شائع ہوئی۔

13ر دسمبر تا 17ر دسمبر 1962ء پانچ دن رابطہ عالم اسلامی کے اجلاس میں سعودی عرب کی خصوصی دعوت پر اس کے تمام نشستوں میں شرکت کی۔ یہ تمام اجلاس مکہ مکرمہ میں منعقد ہوئے تھے۔

چوتھے عمرہ کی ادائیگی کے بعد تمام نشستوں میں نہایت اہم اور بنیادی رول ادا کیا۔ مسلم تحریکوں کو دعوت دین میں ترجیحات حاصل کرنے کی نشان دہی کی۔ حکمرانوں کو قرآن کے قانون عروج وزوال سے سبق حاصل کرنے کی دعوت دی۔

یہود ونصاری (انگریز واسرائیل) کی سازشوں سے پردہ اٹھایا اور اس کے انجام بد سے آگاہ کیا کہ یہ غیر مُسلم طاقتیں، مُسلم ممالک کو آپس میں کس طرح لڑا کر کمزور کرنا چاہتی ہیں اور یورپ وامریکہ اسلام دشمنی میں کس طرح متحد ہیں، بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ (سورۃ المائدۃ:۵۱)

1962ء میں مسلم ممالک میں عوامی بیداری کی اہمیت کو واضح کیا، سمجھایا اور بتایا کہ مفاد پرست حکمرانوں کی وجہ سے

---

[1] مولانا مودودیؒ کے انٹرویو۔ مرتب ابوطارق، یم۔ اے۔

مُسلم ممالک اختلافات وآپسی جنگوں کا شکار ہو جائیں گے اور روس وامریکہ کے لیے کھلونہ بن کے رہ جائیں گے۔[۱]

مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ رابطہ عالم اسلامی کے اجلاس سے ملک واپس ہوتے ہی جماعت اسلامی کی جاری پاکستانی دستوری ترامیم کی مہم مزید تیز کر دی۔

دستورِ پاکستان پر مولانا ابوالاعلیٰ مودودیؒ کے ریمارکس

☆ گزشتہ دو مرتبہ 1954ء اور 1959ء کے مارشل لا میں دستور منسوخ کیا گیا۔ پارلیمنٹ برخواست کی گئی۔

☆ اب یہ دستور فیلڈ مارشل محمد ایوب خاں نے پاکستان کے لیے بنایا اور اس میں من مانی ترمیمات کر دیں۔

☆ اسلامی جمہوریہ پاکستان'' کو بدل کر ''جمہوریہ پاکستان'' کیا گیا۔

☆ ''قرآن وسنت'' کے الفاظ جو معتبر اور مسلّم ماخذ کی حیثیت رکھتے ہیں اس کو 'اسلام' سے بدل دیا گیا۔

☆ سابق دستور میں حکومت کی یہ ذمہ داری تھی کہ وہ قحبہ گری، شراب اور قمار بازی کو بند کرے گی۔ مگر اب یہ تبدیلی کی گئی کہ حکومت صرف اس کی حوصلہ شکنی (Discourage) کرے گی۔

☆ سابق دستور میں تھا کہ ربوٰ (سود) کا سدباب کیا جائے گا۔ لیکن اس دستور میں ربوٰ (سود) کے آگے Usury بڑھا دیا گیا۔

☆ اس دستور میں انتظامیہ، مقننہ اور عدلیہ میں صدر نے اپنے اختیارات بڑھا لیے۔

۔۔۔۔''دراصل یہ نہ پارلیمانی جمہوریت ہے اور نہ صدارتی جمہوریت۔ یہ جمہوریت کے نام سے ایک آمریت ہے جو اس دستور کے ذریعہ اس ملک میں قائم کی گئی ہے۔''[۲]

مولانا نے ملک کی بقاء کے لیے تین تجاویز پیش کیں:

---

[۱] مولانا مودودیؒ کی دور اندیشی اور آج 2016ء کے حالات کے عالمی منظر کا موازنہ کرنے والی ہر باشعور نگاہ کو بصیرت مودودیؒ کے بے شمار ثبوت ملتے ہیں۔ (مرتب)

[۲] مولانا مودودی کے تعلق سے پاکستانی، ہندوستانی اور عالمی صحافت ایک منصوبہ بند طریقہ سے عوام وخواص کا یہ ذہن بنانے کی کوشش کرتے رہے کہ مولانا مودودیؒ حکومت پاکستان وحکمران ٹولہ کی محض مخالفت ہی کرتے ہیں، جب کہ مولانا مودودی اسلامی نظام کے قیام اور پاکستان کو ایک اسلامی مملکت بنانے اور اسلامی ومسلم ممالک کی قیادت کا مقام دلانے کی جہدِ مسلسل میں ہر ممکن مفاہمت کے لیے تیار رہتے تھے۔

قدرت اللہ شہاب (1917-1986) ایک معروف بیوروکریٹ تھے جو قیام پاکستان کے وقت محمد علی جناح پہلے گورنر جنرل غلام محمد پھر سکندر مرزا اور پھر صدر ایوب خان کے سیکریٹری تھے، مورخہ 15-6-1963 کو سید مودودیؒ کا ایک خط بنام شہاب صاحب ''شہاب نامہ'' قدرت اللہ شہاب صفحہ نمبر 798 پڑھنے سے تعلق رکھتا ہے، عمر 60 سال میں عالمی ملت اسلامیہ کو متحد کرنے کی فکر قائد اعلیٰ مولانا ابوالاعلیٰ مودودیؒ کو تھی۔

نوٹ: 27 ر اگست 1963ء کو عنایت اللہ مشرقی کا انتقال ہوا۔

۱۔ ملک کے نام کو اسلامی جمہوریہ پاکستان رکھا جائے۔
۲۔ بنیادی حقوق بحال کئے جائیں۔
۳۔ بالغ رائے دہی کی بنیاد پر انتخاب کرائے جائیں۔

اس سال بھی ''تفہیم القرآن'' کی دو سورتیں یسین، الصافات " ترجمان القرآن''میں شائع ہوئیں۔ سورۃ یسین مارچ 1963ء میں اور سورۃ الصافات اگست 1963ء میں شائع ہوئی۔

مارچ 1963ء میں مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ کی نگرانی و سرپرستی میں غلاف کعبہ کی تیاری کا کام پاکستان میں عمل میں آیا۔ پاکستان کو یہ شرف مولانا مودودیؒ کی وجہ سے نصیب ہوا۔ مولانا مودودیؒ کی عالمی وعوامی مقبولیت سے پاکستان کی ناپاک حکومت پریشان تھی۔ دیوبندی، بریلوی، اہل حدیث اور اہل تشیع ہر مکتبہ فکر کے علماء کو مخالفتِ مودودی کے کام پر لگا دیا۔

24/مارچ 1963ء کو ''غلاف کعبہ اور اس کی شرعی حیثیت'' کے موضوع پر ایک انٹرویو ہفت روزہ ''شہاب'' لاہور میں شائع ہوا۔ جس میں تمام مکاتب فکر کو دین کے بنیادی تصورات کے ذریعہ متحد کرنے کی سعی فرمائی۔

کراچی میں مولانا مودودیؒ نے ایک اسلامک ریسرچ اکیڈمی قائم کی جو علماء وجدید تعلیم یافتہ لوگوں پر مشتمل تھی۔

وَلَا تُؤْمِنُوْٓا اِلَّا لِمَنْ تَبِعَ دِيْنَكُمْ ۭ قُلْ اِنَّ الْهُدٰى هُدَى اللّٰهِ ۙ اَنْ يُّؤْتٰٓى اَحَدٌ مِّثْلَ مَآ اُوْتِيْتُمْ اَوْ يُحَاۗجُّوْكُمْ عِنْدَ رَبِّكُمْ ۭ قُلْ اِنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللّٰهِ ۚ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ۝ يَّخْتَصُّ بِرَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ۝ (آل عمران)

ترجمہ: نیز یہ لوگ آپس میں کہتے ہیں کہ اپنے مذہب والے کے سوا کسی کی بات نہ مانو۔ اے نبیؐ! ان سے کہہ دو کہ "اصل میں ہدایت تو اللہ کی ہدایت ہے اور یہ اُسی کی دین ہے کہ کسی کو وہی کچھ دے دیا جائے جو کبھی تم کو دیا گیا تھا، یا یہ کہ دوسروں کو تمہارے رب کے حضور پیش کرنے کے لیے تمہارے خلاف قوی حجّت مل جائے"۔ اے نبیؐ! ان سے کہو کہ "فضل وشرف اللہ کے اختیار میں ہے، جسے چاہے عطا فرمائے۔ وہ وسیع النظر ہے۔ اور سب کچھ جانتا ہے۔ (۷۳) اپنی رحمت کے لیے جس کو چاہتا ہے مخصوص کر لیتا ہے اور اس کا فضل بہت بڑا ہے"۔ (۷۴)

2/اپریل تا 25/اپریل 1963ء (34) دن کا سفر سعودی عرب، رابطہ عالم اسلامی کے اجلاسوں میں شرکت اور تیسرے حج اور قیام مکہ کے دوران عمرے ادا کرنے میں گزرا۔

3/ستمبر 1963ء کو حکومت پاکستان کی ناپاک قیادت نے آزادیٔ صحافت کا قانون منسوخ کر دیا۔

پاکستان - عالمِ اسلام - اور پوری انسانیت کے تعلق سے قرآن مجید کے فرامین
اور
مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ کی تشریحات

مشیت اور رضا کا فرق

وَلَوۡ شَآءَ رَبُّكَ مَا فَعَلُوۡهُ فَذَرۡهُمۡ وَمَا يَفۡتَرُوۡنَ ○ (الانعام:۱۱۲)

ترجمہ: ''اگر تمھارے رب کی مشیت یہ ہوتی کہ وہ ایسا نہ کریں تو وہ کبھی نہ کرتے۔ پس تم انھیں ان کے حال پر چھوڑ دو کہ اپنی افترا پردازیاں کرتے رہیں۔''

قرآن کی رو سے اللہ تعالیٰ کی مشیت اور اس کی رضا میں بہت بڑا فرق ہے، جس کو نظر انداز کر دینے سے بالعموم غلط فہمیاں واقع ہوتی ہیں۔ کسی چیز کا اللہ کی مشیت اور اس کے اذن کے تحت رونما ہونا لازمی طور پر یہ معنی نہیں رکھتا کہ اللہ اس سے راضی بھی ہے اور اُسے پسند بھی کرتا ہے۔ دنیا میں کوئی واقعہ کبھی صدور میں نہیں آتا جب تک اللہ اُس کے صدور کا اذن نہ دے اور اپنی عظیم الشان اسکیم میں اس کے صدور کی گنجائش نہ نکالے اور اسباب کو اس حد تک مساعد نہ کر دے کہ وہ واقعہ صادر ہو سکے۔ کسی چور کی چوری، کسی قاتل کا قتل، کسی ظالم و مفسد کا ظلم وفساد اور کسی کافر ومشرک کا کفر وشرک اللہ کی مشیت کے بغیر ممکن نہیں ہے۔ اور اسی طرح کسی مومن اور کسی متقی انسان کا ایمان اور تقویٰ بھی مشیتِ الٰہی کے بغیر محال ہے۔ دونوں قسم کے واقعات یکساں طور پر مشیت کے تحت رونما ہوتے ہیں۔ مگر پہلی قسم کے واقعات سے اللہ راضی نہیں ہے اور اس کے برعکس دوسری قسم کے واقعات کو اس کی رضا اور اس کی پسندیدگی ومحبوبیت کی سند حاصل ہے۔ اگرچہ آخر کار کسی خیرِ عظیم ہی کے لیے فرماں روائے کائنات کی مشیت کام کر رہی ہے لیکن اس خیرِ عظیم کے ظہور کا راستہ نور اور ظلمت، خیر وشر اور صلاح وفساد کی مختلف قوتوں کے ایک دوسرے کے مقابلے میں نبرد آزما ہونے ہی سے صاف ہوتا ہے۔ اس لیے اپنی بزرگ تر مصلحتوں کی بنا پر وہ طاعت اور معصیت، ابراہیمیت اور نمرودیت، موسویت اور فرعونیت، آدمیت اور شیطنت دونوں کو اپنا اپنا کام کرنے کا موقع

دیتا ہے۔ اس نے اپنی ذی اختیار مخلوق (جنّ اور انسان) کو خیر اور شر میں سے کسی ایک کے انتخاب کر لینے کی آزادی عطا کردی ہے ۔جو چاہے اس کارگاہ عالم میں اپنے لیے خیر کا کام پسند کرلے اور جو چاہے شر کا کام۔ دونوں قسم کے کارکنوں کو جس حد تک خدائی مصلحتیں اجازت دیتی ہیں، اسباب کی تائید نصیب ہوتی ہے لیکن اللہ کی رضا اور اس کی پسندیدگی صرف خیر ہی کے لیے کام کرنے والوں کو حاصل ہے۔ اور اللہ کو محبوب یہی بات ہے کہ اس کے بندے اپنی آزادیِ انتخاب سے فائدہ اٹھا کر خیر کو اختیار کریں نہ کہ شر کو۔

اس کے ساتھ یہ بات اور سمجھ لینی چاہئے کہ یہ جو اللہ تعالیٰ دشمنانِ حق کی مخالفانہ کارروائیوں کا ذکر کرتے ہوئے اپنی مشیت کا بار بار حوالہ دیتا ہے اس سے مقصود دراصل نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ذریعہ سے اہل ایمان کو یہ سمجھانا ہے کہ تمھارے کام کی نوعیت فرشتوں کے کام کی سی نہیں ہے جو کسی مزاحمت کے بغیر احکام الٰہی کی تعمیل کررہے ہیں۔ بلکہ تمہارا اصل کام شریروں اور باغیوں کے مقابلہ میں اللہ کے پسندکردہ طریقہ کو غالب کرنے کے لیے جدوجہد کرنا ہے۔ اللہ اپنی مشیت کے تحت ان لوگوں کو بھی کام کرنے کا موقع دے رہا ہے جنھوں نے اپنی سعی وجہد کے لیے خود اللہ سے بغاوت کے راستے کو اختیار کیا ہے اور اسی طرح وہ تم کو بھی جنھوں نے طاعت وبندگی کے راستے کو اختیار کیا ہے، کام کرنے کا پورا موقع دیتا ہے۔

اگرچہ اس کی رضا اور ہدایت ورہنمائی اور تائید ونصرت تمھارے ہی ساتھ ہے۔ کیوں کہ تم اُس پہلو میں کام کررہے ہو جسے وہ پسند کرتا ہے۔ لیکن تمھیں یہ توقع نہیں رکھنی چاہئے کہ اللہ تعالیٰ اپنی فوق الفطری مداخلت سے ان لوگوں کو ایمان لانے پر مجبور کردے گا جو ایمان نہیں لانا چاہتے، یا ان شیاطینِ جنّ وانس کو زبردستی تمہارے راستہ سے ہٹادے گا جنھوں نے اپنے دل ودماغ کو اور دست وپا کی قوتوں کو اور اپنے وسائل وذرائع کو حق کی راہ روکنے کے لیے استعمال کرنے کا فیصلہ کرلیا ہے۔ نہیں، اگر تم نے واقعی حق اور نیکی اور صداقت کے لیے کام کرنے کا عزم کیا ہے تو تمھیں باطل پرستوں کے مقابلے میں سخت کش مکش اور جدوجہد کرکے اپنی حق پرستی کا ثبوت دینا ہوگا ورنہ معجزوں کے زور سے باطل کو مٹانا اور حق کو غالب کرنا ہوتا تو تمھاری ضرورت ہی کیا تھی، اللہ تعالیٰ خود ایسا انتظام کرسکتا تھا کہ دنیا میں کوئی شیطان نہ ہوتا اور کسی شرک وکفر کے ظہور کا امکان نہ ہوتا۔

(تفہیم القرآن۔ جلداول، سورۃ الانعام۔ آیت۔112)

وَلِكُلٍّ دَرَجٰتٌ مِّمَّا عَمِلُوْا ؕ وَمَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۳۲﴾ وَرَبُّكَ الْغَنِيُّ ذُو الرَّحْمَةِ ؕ اِنْ يَّشَاْ يُذْهِبْكُمْ وَيَسْتَخْلِفْ مِنْۢ بَعْدِكُمْ مَّا يَشَآءُ كَمَآ اَنْشَاَكُمْ مِّنْ ذُرِّيَّةِ قَوْمٍ اٰخَرِيْنَ ﴿۱۳۳﴾ اِنَّ مَا تُوْعَدُوْنَ لَاٰتٍ ۙ وَّمَآ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ ﴿۱۳۴﴾ قُلْ يٰقَوْمِ اعْمَلُوْا عَلٰى مَكَانَتِكُمْ اِنِّيْ عَامِلٌ ۚ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۙ مَنْ تَكُوْنُ لَهٗ عَاقِبَةُ الدَّارِ ؕ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۱۳۵﴾ (الانعام: ۱۳۲ تا ۱۳۵)

ترجمہ: ''ہر شخص کا درجہ اُس کے عمل کے لحاظ سے ہے اور تمہارا رب لوگوں کے اعمال سے بے خبر نہیں ہے۔ تمہارا رب بے نیاز ہے اور مہربانی اس کا شیوہ ہے۔ اگر وہ چاہے تو تم لوگوں کو لے جائے اور تمہاری جگہ دُوسرے جن لوگوں کو چاہے لے آئے جس طرح اُس نے تمہیں کچھ اور لوگوں کی نسل سے اُٹھایا ہے۔ تم سے جس چیز کا وعدہ کیا جار ہا ہے وہ یقیناً آنے والی ہے، اور تم اللہ کو عاجز کر دینے کی طاقت نہیں رکھتے۔ اے محمدؐ! کہہ دو کہ لوگو! تم اپنی جگہ عمل کرتے رہو اور میں بھی اپنی جگہ عمل کر رہا ہوں، عنقریب تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ انجام کار کس کے حق میں بہتر ہوتا ہے، بہرحال یہ حقیقت ہے کہ ظالم کبھی فلاح نہیں پا سکتے۔''

تشریح:۔ ''تمہارا رب بے نیاز ہے'' یعنی اس کی کوئی غرض تم سے اٹکی ہوئی نہیں ہے، اس کا کوئی مفاد تم سے وابستہ نہیں ہے کہ تمہاری نافرمانی سے اس کا کچھ بگڑ جاتا ہو، یا تمہاری فرماں برداری سے اس کو کوئی فائدہ پہنچ جاتا ہو۔ تم سب مل کر سخت نافرمان بن جاؤ تو اس کی بادشاہی میں ذرہ برابر کمی نہیں کر سکتے، اور سب کے سب مل کر اس کے مطیع فرمان اور عبادت گزار بن جاؤ تو اس کے ملک میں کوئی اضافہ نہیں کر سکتے۔ وہ نہ تمہاری سلامیوں کا محتاج ہے اور نہ تمہاری نذر و نیاز کا۔ اپنے بے شمار خزانے تم پر لٹا رہا ہے بغیر اس کے کہ ان کے بدلہ میں اپنے لیے تم سے کچھ چاہے۔

''مہربانی اس کا شیوہ ہے۔'' یہاں موقع و محل کے لحاظ سے اس فقرے کے دو مفہوم ہیں۔

ایک یہ کہ تمہارا رب تم کو راہِ راست پر چلنے کی جو تلقین کرتا ہے اور حقیقت نفس الامری کے خلاف طرزِ عمل اختیار کرنے سے جو منع کرتا ہے اس کی وجہ یہ نہیں ہے کہ تمہاری راست روی سے اس کا کوئی فائدہ اور غلط روی سے اس کا کوئی نقصان ہوتا ہے بلکہ اس کی وجہ دراصل یہ ہے کہ راست روی میں تمہارا اپنا فائدہ اور غلط روی میں تمہارا اپنا نقصان ہے۔ لہٰذا یہ سراسر اس کی مہربانی ہے کہ وہ تمھیں اُس صحیح طرزِ عمل کی تعلیم دیتا ہے جس سے تم بلند مدارج تک ترقی کرنے کے قابل بن سکتے ہو اور اس غلط طرزِ عمل سے روکتا ہے جس کی بدولت تم پست مراتب کی طرف تنزّل کرتے ہو۔

دوسرے یہ کہ تمہارا رب سخت گیر نہیں ہے، تم کو سزا دینے میں اُسے کوئی لُطف نہیں آتا ہے، وہ تمھیں پکڑنے اور مارنے پر تُلا ہوا نہیں ہے کہ ذرا تم سے قصور سرزد ہو اور وہ تمہاری خبر لے ڈالے۔ درحقیقت وہ اپنی تمام مخلوقات پر نہایت مہربان ہے، غایت درجہ کے رحم و کرم کے ساتھ خدائی کر رہا ہے، اور یہی اس کا معاملہ انسانوں کے ساتھ بھی ہے۔ اسی لیے وہ تمہارے قصور پر قصور معاف کرتا چلا جاتا ہے۔

تم نافرمانیاں کرتے ہو، گناہ کرتے ہو، جرائم کا ارتکاب کرتے ہو، اس کے رزق سے پَل کر بھی اس کے احکام سے منہ موڑتے ہو، مگر وہ حلم اور عفو ہی سے کام لیے جاتا ہے اور تمھیں سنبھلنے اور سمجھنے اور اپنی اصلاح کر لینے

کے لیے مُہلت پر مُہلت دیے جاتا ہے۔ ورنہ اگر وہ سخت گیر ہوتا تو اس کے لیے کچھ مشکل نہ تھا کہ تمھیں دُنیا سے رخصت کر دیتا اور تمہاری جگہ کسی دُوسری قوم کو اُٹھا کھڑا کرتا، یا سارے انسانوں کو ختم کر کے کوئی اور مخلوق پیدا کر دیتا۔

یعنی قیامت، جس کے بعد تمام اگلے پچھلے انسان از سرِ نو زندہ کیے جائیں گے اور اپنے رب کے سامنے آخری فیصلے کے لیے پیش ہوں گے۔

یعنی اگر میرے سمجھانے سے تم نہیں سمجھتے اور اپنی غلط روی سے باز نہیں آتے تو جس راہ پر تم چل رہے ہو چلے جاؤ، اور مجھے اپنی راہ چلنے کے لیے چھوڑ دو، انجام کار جو کچھ ہو گا وہ تمہارے سامنے بھی آجائے گا اور میرے سامنے بھی۔

(تفہیم القرآن۔ جلد اول۔ سورۃ الانعام، آیات 132 تا 135)

مسلمان کی اصل طاقت اس کی آراستہ فوجیں Army اور اس کے آلات جنگ، اس کے خوش خور اور خوش پوش سپاہی اور اس کے وسیع ذرائع و وسائل نہیں ہوتے بلکہ اس کے پاکیزہ اخلاق، اس کی مضبوط سیرت، اس کے صحیح معاملات اور اس کے اعلیٰ مقاصد اور بلند تخیلات ہوتے ہیں۔

اسلامی نظام کو برپا کرنا ایسا کام ہے جس میں کوئی کامیابی اس وقت تک ممکن نہیں جب تک انسان کا تعلق اللہ کے ساتھ مضبوط اور گہرا نہ ہو، اس کی نیت خالصتاً اللہ ہی کے لیے کام کرنا نہ ہو۔

اقوالِ سید مودودیؒ

عمر۔ اکسٹھ (۶۱) سال

(۲۵ ستمبر ۱۹۶۳ء تا ۲۴ ستمبر ۱۹۶۴ء)

مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ کا ساتواں سفر سعودی عرب یکم دسمبر تا 22، دسمبر 1963ء (22) دن' رابطہ عالم اسلامی کے اجلاس میں شرکت، ایک سے زیادہ عمروں کی ادائیگی، صدر ایوب خاں کے اشارے پر سرکاری غنڈا گردی دوران تقریر بندوق سے قاتلانہ حملہ، جماعت اسلامی کے ایک فدائی اللہ بخش کی شہادت، جماعت اسلامی پر حکومت کے مظالم، رفقاء کے ساتھ گرفتاری وجیل (7) ماہ (20) دن

جماعتِ اسلامی کو صدر پاکستان ایوب خان نے امریکی اور یہودی ونصرانی، مشرک و بے دین سیکولر و سوشلسٹ لابی کے اشاروں پر ''اخوان المسلمون'' کی طرح قتل عام کے ذریعہ ختم کرنے کی پلاننگ تیار کر لی۔

حکومت پاکستان نے ظلم، بربریت، دھونس، دھاندلی وغیرہ حربوں سے زبردست خوف کا خطرناک ماحول پیدا کر دیا تھا۔ سورۂ بقرہ، آل عمران، نساء، مائدہ، انفال، توبہ اور دیگر مدنی سورتوں میں حق و باطل کے درمیان صف آرائی کا منظر کھینچا گیا ہے۔ ''الاخوان المسلمون'' اور جماعت اسلامی کے خلاف تمام باطل یہودی، مشرک ومنافق طاقتیں شیاطین کی سرپرستی میں حق کے خلاف آج بیسویں صدی و اکیسویں صدی میں صف آرا ہو چکی ہیں۔

اَلَّذِيْنَ قَالَ لَهُمُ النَّاسُ اِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوْا لَكُمْ فَاخْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ اِيْمَانًا ۖ وَّقَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ
وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ ﴿۱۷۳﴾ فَانْقَلَبُوْا بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَفَضْلٍ لَّمْ يَمْسَسْهُمْ سُوْٓءٌ ۙ وَّاتَّبَعُوْا رِضْوَانَ اللّٰهِ ۗ وَاللّٰهُ ذُوْ
فَضْلٍ عَظِيْمٍ ﴿۱۷۴﴾ اِنَّمَا ذٰلِكُمُ الشَّيْطٰنُ يُخَوِّفُ اَوْلِيَآءَهٗ ۠ فَلَا تَخَافُوْهُمْ وَخَافُوْنِ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۱۷۵﴾ وَلَا
يَحْزُنْكَ الَّذِيْنَ يُسَارِعُوْنَ فِي الْكُفْرِ ۚ اِنَّهُمْ لَنْ يَّضُرُّوا اللّٰهَ شَيْـًٔا ۗ يُرِيْدُ اللّٰهُ اَلَّا يَجْعَلَ لَهُمْ حَظًّا فِي الْاٰخِرَةِ ۚ
وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿۱۷۶﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ اشْتَرَوُا الْكُفْرَ بِالْاِيْمَانِ لَنْ يَّضُرُّوا اللّٰهَ شَيْـًٔا ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۱۷۷﴾

(سورۃ آل عمران: 173 تا 177)

اکتوبر 1963ء میں جماعتِ اسلامی کا پانچواں کل پاکستان (مشرقی ومغربی) تقریباً ایک لاکھ افراد پر مشتمل اجتماع لاہور میں منعقد ہوا۔ پہلے اجتماع کی اجازت بہت مشکل سے ملی، پھر اجتماع کی مقررہ جگہ کو منسوخ کر دیا گیا۔ پھر اجتماع کے لیے ایک تنگ جگہ الاٹ کی گئی تا کہ اجتماع دور دور تک پھیل جائے۔ عین وقت پر لاؤڈ اسپیکر کی اجازت منسوخ کر دی گئی، حکومت اور سرکاری مشنری نے منظم پیمانے پر غنڈہ عناصر کو اجتماع گاہ میں عین کارروائی کے وقت گُھسا دیا۔ پولیس کو فائرنگ کی اجازت کے ساتھ متعین کر دیا گیا۔ غنڈے قناطوں کی رسیوں کو کاٹتے اور لاٹھیوں کے ساتھ گڑبڑ اور اودھم مچاتے پھرتے رہے۔ سید مودودیؒ کی ہدایت تھی کہ کوئی ان غنڈوں سے نہ الجھے اور نہ پولیس کو متوجہ کرے۔

مولانا سید ابوالاعلیٰؒ نے یہ بھانپ لیا تھا کہ حکومت گڑبڑ اور فساد کا بہانہ بنا کر فائرنگ کروا دے گی۔ چوں کہ اجتماع کافی علاقہ پر پھیلا ہوا تھا اور تقریر میں لاؤڈ اسپیکر کی اجازت نہ تھی اس لیے جگہ جگہ کارکنانِ جماعت ''مکبرین (Loud Speakers)'' کا کام انجام دے رہے تھے۔ بڑی آزمائش کا اجتماع تھا۔ نوجوان جوش وغصّہ میں بے قابو ہوئے جا رہے تھے، مگر امیر جماعتِ اسلامی پاکستان سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ کھڑے لوگوں کو صبر وتحمل کی تلقین کر رہے تھے۔ اجتماع گاہ کے رہائشی کیمپ کو آگ لگانے کی کوشش کی گئی، جس پر قابو پا لیا گیا۔

مولانا سید ابوالاعلیٰ پر دورانِ تقریر بالآخر گولی چلائی گئی، جس کی وجہ سے جلسہ میں بھگدڑ مچ گئی، اور ایک نوجوان اللہ بخش ایک گولی کا نشانہ بن گیا اور شہادت حاصل کر لی۔ لوگوں نے کہا مولانا آپ بیٹھ جائیں، آپ بیٹھ جائیں، مگر مولانا سید ابوالاعلیٰؒ یہ کہتے ہوئے اپنی جگہ پر کھڑے رہے اور یہ اعلان کر رہے تھے کہ:

''اگر میں ہی بیٹھ گیا تو ان کے آگے کون کھڑا رہ سکے گا۔''

مَآ اَصَابَ مِنۡ مُّصِيۡبَةٍ فِى الۡاَرۡضِ وَلَا فِىۡۤ اَنۡفُسِكُمۡ اِلَّا فِىۡ كِتٰبٍ مِّنۡ قَبۡلِ اَنۡ نَّبۡرَاَهَا ؕ اِنَّ ذٰ لِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيۡرٌ ۚ ﴿۲۲﴾ لِّـكَيۡلَا تَاۡسَوۡا عَلٰى مَا فَاتَكُمۡ وَلَا تَفۡرَحُوۡا بِمَاۤ اٰتٰٮكُمۡ ؕ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخۡتَالٍ فَخُوۡرِ ۙ ﴿۲۳﴾

(سورۂ حدید، آیت: ۲۲۔۲۳)

قرآن کے ارشادات پر کامل یقین کے ساتھ عمل کرتے ہوئے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے حقیقی محبت وعقیدت رکھنے والے نے صادق الایمان پُرعزم امتی ہونے کی عملی مثال قائم کی۔

نوٹ: اس کل پاکستان اجتماع میں غنڈہ گردی کی سازش گورنر مغربی پاکستان نواب آف کالاباغ نے رچائی تھی۔ اس گورنر نواب آف کالاباغ امیر محمد خاں کا عبرتناک انجام یہ ہوا کہ اس کے حقیقی بیٹے نواب اسد ملک نے باپ کو قتل کیا۔ باپ کے چہرے اور اوپر کے دھڑ کو کچل کچل کر مسخ کر دیا۔ اور اس کی لاش لاوارث کی طرح دفن کی گئی۔ فَاعۡتَبِرُوۡا يٰۤاُولِى الۡاَبۡصَارِ (مشاہدات صفحہ 266۔ میاں طفیل محمدؒ)

مولانا سید ابوالاعلیٰ ؒ اور جماعتِ اسلامی کو ختم کرنے کی جنرل ایوب کی اس منظم کوشش وسازش کو ایک منظم جماعت اور ایک مدبر قائد اعلیٰ نے نہایت تدبر اور بے مثال نظم وضبط اور عظیم صبر واستقامت سے ناکام بنادیا۔ اگر بھگدڑ مچ جاتی تو سیکڑوں لوگوں کو گولیوں سے بھون دیا جاتا۔ یہ جماعت کی تربیت کا امتحان تھا کہ امیر کے حکم کے بغیر کسی کو حرکت وجنبش کی اجازت نہیں تھی۔ بقول مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ ''یہ اللہ کا فضل تھا کہ دشمنِ اسلام قوتیں اور حکومتِ وقت اس سازش میں ناکام ہوئیں۔ اس میں ہمارا کوئی کمال نہیں بلکہ یہ اللہ کا کرم ہے جس نے ہم کو اس آزمائش میں کامیابی عطا فرمائی۔

فَضۡلًا مِّنَ اللّٰهِ وَنِعۡمَةً ؕ وَاللّٰهُ عَلِيۡمٌ حَكِيۡمٌ o (سورۃ الحجرات:8)

اکتوبر 1963ء کی تقریر میں مسلح انقلاب زیرزمین (Under ground) سرگرمیوں سے ہمیشہ جماعت اسلامی اور طلباء ونوجوانوں اور تنظیموں کو سختی سے منع فرمایا۔ اصلاح احوال کے لیے ہمیشہ آئینی اور جمہوری واضح اور کھلی فضاء میں جدوجہد کی ہدایت دی۔

وَقُلۡ جَآءَ الۡحَقُّ وَزَهَقَ الۡبَاطِلُ ؕ اِنَّ الۡبَاطِلَ كَانَ زَهُوۡقًا o (الاسراء:81)

نومبر 1963ء میں سورۃ ص ماہنامہ ''ترجمان القرآن'' میں شائع ہوئی۔

24 /نومبر 1963ء کو ڈھاکہ کے پلٹن میدان میں جلسۂ عام سے خطاب کیا۔ [1]

10 /دسمبر 1963ء کو ''اسلامی جمعیۃ طلبہ'' کراچی کے ایک اجتماع سے خطاب کیا۔ [2]

دسمبر 1963ء میں ذوالفقار علی بھٹو کو پاکستان کا وزیرِ خارجہ بنایا گیا۔ جو بعد میں پاکستان اور اسلام کا دشمن ثابت ہوا۔

روٹری کلب لاہور میں ایک اجلاس سے خطاب کیا۔ [3]

22 /دسمبر 1963ء کو ادارہ ''معارف اسلامی'' کراچی میں خطاب کیا۔ [4]

جماعت اسلامی اور سید مودودیؒ کو ختم کرنے کی سازش کی ناکامی اور سید مودودیؒ کی بیرون مُلک پاکستان خصوصاً عرب ممالک میں اندرونِ مُلک پاکستان سے زیادہ شہرت وعزت، اسلام دشمن لابی کے لیے بہت بُوکھلاہٹ کا باعث بنا۔

حکومت پاکستان نے 6 /جنوری 1964ء کو کریمنل لا برٹش دورِ حکومت کے ایکٹ ۱۹۰۸ء کے تحت جماعتِ

۱۔ یہ تقریر بعد میں ''تقریر ڈھاکہ'' کے نام سے شائع ہوئی۔

۲۔ یہ خطاب ''اسلام عصر حاضر میں'' کے نام سے مطبوع ہے۔

۳۔ یہ خطاب ''انسان کے بنیادی حقوق'' کے نام سے اسلامک پبلیکشنز لاہور نے 1964ء میں شائع کیا۔

۴۔ یہ خطاب ''علمی تحقیقات کیوں اور کس طرح'' کے عنوان سے ادارہ معارف اسلامی نے شائع کیا۔

اسلامی کو خلافِ قانون قرار دے کر اس پر پھر نئی پابندی لگادی۔ مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ اور ان کے مزید (49) رفقاء کو جن میں جماعتِ اسلامی مشرقی ومغربی پاکستان کی مجلس شوریٰ کے اراکین شامل تھے، گرفتار کر کے جیل بھیج دیئے گئے۔ مولانا سید مودودیؒ اور دیگر اراکین جماعت اسلامی 6/جنوری 1964ء سے 25/ستمبر 1964ء تک اسی سال (7ماہ 20دن) جیل میں رہے۔ (تذکرہ زنداں از پروفیسر خورشید احمد)

امیر جماعت اسلامی مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ کی اکتوبر 1948ء میں پہلی گرفتاری اور جیل کی سزا ہوئی، اسلام کے نام پر قائم ہونے والے ملک پاکستان کے ناپاک حکمرانوں کی وجہسے 6/جنوری 1964ء کو چوتھی گرفتاری اور جیل کی سزا ہوئی۔

وَمَا كَانَ قَوْلَهُمْ إِلَّآ أَنْ قَالُوا رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا ذُنُوبَنَا وَإِسْرَافَنَا فِيٓ أَمْرِنَا وَثَبِّتْ أَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِينَ ﴿١٤٧﴾ فَاٰتٰهُمُ اللّٰهُ ثَوَابَ الدُّنْيَا وَحُسْنَ ثَوَابِ الْاٰخِرَةِ ۗ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ ﴿١٤٨﴾

(آل عمران: ۱۴۷، ۱۴۸)

مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ کو ابتداءً جیل میں کتابیں فراہم نہیں کی گئیں، لیکن جب فراہم ہوئیں تو سورۃ المومن سے سورۃ الاحقاف تک کی تفسیر جیل ہی میں لکھی۔ (۱) سورہ مومن (غافر) (۲) حٰمٓ السجدۃ (۳) الشوریٰ (۴) الزخرف (۵) الدخان (۶) الجاثیۃ (۷) الاحقاف کی تفہیم جیل ہی میں مکمل کرلی۔ اس طرح جیل کی زحمت بھری زندگی کو حضرت یوسفؑ کی سنت پر عمل کرتے ہوئے نعمت بھری زندگی بنانے کا نمونہ پیش فرمایا۔ (الحمدللہ)

جماعتِ اسلامی کو غیر قانونی جماعت قرار دے کر جماعت کے تمام ریکارڈ و بیت المال کو ضبط کرلیا گیا۔ ''ترجمانُ القرآن'' پر پابندی لگادی گئی، جماعتِ اسلامی کے تمام دفاتر اور کُتب خانوں پر تالہ لگا کر مہر بند کردیا گیا۔ [۱]

دوسری طرف حکومت نے انتخابات کا اعلان کردیا۔ تمام اکابر جیل میں، دوسری جماعتیں کونسل مسلم لیگ، نیشنل عوامی پارٹی (ولی خاں)، عوامی لیگ (مولانا عبدالحمید خاں بھاشانی ومجیب الرحمن) چودھری محمد علی کی نظام اسلام پارٹی یہ تمام علاقائی، سیاسی تنظیمیں، محمد ایوب خاں کے مقابلہ میں یقیناً ناکام نمائندگی کرتی تھیں۔ خواجہ ناظم الدین نے تمام حزب اختلاف کو متحد کیا۔ 21/جولائی 1964ء کو متحدہ اپوزیشن قائم ہوا۔ ایک مضبوط مشترکہ امیدوار کے طور پر 19/ستمبر 1964ء کو تمام جماعتوں نے قائد اعظم محمد علی جناح کی بہن محترمہ فاطمہ جناح کا نام صدارت کے لیے پیش کیا۔ یہ ایک سازش اور تاریخ کا المیہ ہے کہ محترمہ فاطمہ جناح کا انتخاب متحدہ حزب اختلاف کے نمائندے کی حیثیت

[۱] قیام پاکستان کے بعد سے یہ چوتھی مرتبہ ظلم کی داستان دہرائی گئی۔

سے کیا گیا۔اور یہ انتخاب کونسل مسلم لیگ (خواجہ ناظم الدین اور محمد ممتاز خاں دولتانہ) خان ولی خان، عبدالحمید بھاشانی وعوامی لیگ کے مجیبُ الرحمن اور نظامِ اسلام پارٹی کے چودھری محمد علی نے کیا، جب کہ جماعتِ اسلامی غیر قانونی جماعت تھی، اور انتخاب میں حصہ نہیں لے سکتی تھی۔سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ اورارکان شوری جیل میں قید تھے۔مگر جھوٹے پروپیگنڈہ بازوں نے فاطمہ جناح کے انتخابی امیدوار کا پورا جھوٹا اور سراسر غلط الزام سید ابوالاعلیٰؒ کے سرلا دیا۔اور بے چارے نادان اور کم عقل، مکروہ اور مفسد مولویوں کو حکومت کے اشارے پر مولانا مودودیؒ کے خلاف اس الزام کو خوب خوب شہرت دینے کا موقع مل گیا۔دکھ اور افسوس کی بات یہ بھی تھی کہ ہندوستان کا نادان ومنافق مولوی ودیندار طبقہ بھی ہمیشہ کی طرح شاطروں کے اس جھوٹے پرپیگنڈہ میں شامل ہوگیا۔جب کہ مولانا سید ابوالاعلیٰؒ جیل میں بند اپنے مطالعہ اور''تفسیر تفہیم القرآن'' کی تکمیل میں مصروف تھے۔ایوب خاں کی حکومت محترمہ فاطمہ جناح کو مقابلہ سے ہٹانے اور ملکی سیاست سے دُور رکھنے کی ممکنہ ترغیب میں جب ناکام ہوئی تو مُلک کی سب سے موثر جماعت اور عالم اسلام کی عظیم شخصیت جوعورت کے مقام اور مرتبہ کے معاملہ میں صدر پاکستان''ایوب خاں'' کی توقعات پر پُورے اُترتے تھے،''پردہ'' اور ''حقوق الزوجین''، جیسی کتابوں کا''ایوب خاں'' نے اس دور میں مجبوراً مطالعہ بھی کرلیا تھا۔

جماعتِ اسلامی اپنے الزامات کے خلاف ملک کے اعلیٰ وکیل اے۔کے۔بروہی صاحب کے ذریعہ عدالت میں اپنا مقدمہ لڑ رہی تھی اور ڈھاکہ کی ہائی کورٹ اور پھر سپریم کورٹ نے متفقہ طور پر جماعت کے خلاف حکومت کی کارروائی اور پابندی کو غلط قرار دیا اور جماعت پر سے پابندی اٹھالینے کا حکم صادر کردیا۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اصْبِرُوْا وَصَابِرُوْا وَرَابِطُوْا ۣ وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝۲۰۰ (اٰل عمران)

یکم دسمبر تا 22 دسمبر 1963ء آپ نے سعودی عرب کا ساتواں سفر کیا، یہ سفر 22 دن کا تھا۔اس سفر میں مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ نے رابطہ عالم اسلامی کے اجلاس میں شرکت کی اور کئی عمرہ ادا کیے۔

> اسلام ہی ایک وحدت کا رشتہ ہے جو تمام مسلمانوں کا بلا لحاظ نسل و زبان اور وطن ایک برادری بناتا ہے، اسی رشتے کی بنیاد پر پاکستان ایک ملک بنا ہے اور اس ملک کی خیر اسی وقت تک ہے جب تک ہم مسلمان ہونے کے احساس کو ہر دوسرے احساس پر غالب رکھیں گے۔اور اسلام کی اساس پر مجتمع رہیں گے۔ (اقوال مودودیؒ)

فرموداتِ امام العالم سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ

۱۔ پاکستان کی بقاء کی واحد صورت، اسلام اور صرف اسلامی نظام کا عملی نفاذ ہی ہے۔

۲۔ میرے برادرانِ دینی خواہ میری بات سنیں یا نہ سنیں میں تو یہی کہتا رہوں گا کہ تمہارے لیے اب اس کے سوا کسی چیز میں خیریت نہیں ہے کہ سچے مسلمان بنو اور مسلمان ہونے کی حیثیت سے تمھارا جو فرض ہے اسے ادا کرو۔

۳۔ میرے جرأت آمیز الفاظ سے آپ کو شاید یہ گمان گزرا ہو گا کہ میں اپنے آپ کو بڑی چیز سمجھتا ہوں اور کسی بڑے مرتبے کی توقع رکھتا ہوں۔ حالاں کہ میں جو کچھ کر رہا ہوں صرف اپنے گناہوں کی تلافی اور مغفرت کے حصول کے لیے کر رہا ہوں اور اپنی حقیقت کو مَیں خوب جانتا ہوں۔ بڑے مراتب تو درکنار صرف اللہ کے پاس سزا سے بچ جاؤں تو یہ بھی امیدوں سے بہت زیادہ ہے۔

۴۔ آپ کے جذبات، آپ کے اخلاق، آپ کے برتاؤ، آپ کے معاملات، آپ کا سلوک آپ کی عادات اور آپ کے طور طریقے، ان میں سے کوئی چیز بھی اگر لوگوں کو اسلام کی طرف متوجہ نہیں کر رہی ہے تو کس منہ سے آپ کہتے ہیں کہ آپ اسلامی انقلاب کے داعی ہیں۔

۵۔ اسلام ایک مکمل نظام حیات ہے اس کے ساتھ کسی دوسرے ازم کی پیوند کاری کا سوال پیدا نہیں ہوتا، جو لوگ اسلامی سوشلزم کا نام لیتے ہیں، انہیں منافقت ترک کر کے صاف صاف کہنا چاہیے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رہنمائی قبول نہیں کرتے مارکس اور لینن کی رہنمائی چاہتے ہیں۔

۶۔ تقویٰ حاصل کرنے کے لیے تلاوت قرآن سے بہتر کوئی نسخہ نہیں ہے۔ لیکن یہ تلاوت تدبر اور تفکر کے ساتھ ہونی چاہیے۔ خالی تلاوت موجب اجر ہے، لیکن قرآن کا اصل فائدہ اس پر غور و فکر ہی سے حاصل ہوتا ہے۔

مولانا مودودیؒ کا تعارف بہ زبان

مولانا عبدالماجد دریابادی اور مولانا سید سلیمان ندویؒ

(خطبۂ صدارت اجلاس انجمن اتحاد طلبہ دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ)

(1941)

''صاحب 'ترجمان القرآن' کا تعارف ناظرین سے کرانا تحصیل حاصل ہے۔ ان کی دقت نظر، نکتہ سنجی، بہترین خدمت دین کا ذکر بار بار آچکا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے دور حاضر کے فتنوں کے سد باب میں ابوالاعلیٰ صاحب کا سینہ خاص طور پر کھول دیا ہے اور تجدد زدہ گروہ کے حق میں اُن کے قلم کی ایک ایک سطر آبِ حیات ہے۔ طبقۂ علماء میں مولانا کی ذات اس حیثیت سے بہت ہی بلند وممتاز ہے کہ وہ صحیح معنوں میں مفکرِ ملت ہیں۔'' (حضرت مولانا عبدالماجدؒ دریابادی)

اسی جلسے میں مولانا سید سلیمان ندوی (رحمۃ اللہ علیہ) مولانا مودودیؒ کا تعارف کراتے ہوئے شدت جذبات سے آبدیدہ ہوگئے اور فرمایا:

''میں اس وقت ایک نوجوان لیکن بحر ذخار کا تعارف آپ حضرات کے سامنے کرانے کھڑا ہوا ہوں۔ مولانا مودودیؒ صاحب سے علمی دنیا پورے طور پر واقف ہو چکی ہے اور یہ حقیقت ہے کہ آپ اس دور کے متکلم اسلام اور ایک بلند پایہ عالم دین ہیں۔ یورپ سے الحاد و دہریت کا سیلاب جو ہندوستان میں آیا تھا، قدرت نے اس کے سامنے بند باندھنے کا انتظام بھی ایسے ہی مقدس اور پاک طینت ہاتھوں سے کرایا جو خود یورپ کے قدیم وجدید خیالات سے نہایت اعلیٰ طور پر کماحقہٗ واقفیت رکھتا ہے۔ پھر اس کے ساتھ ہی قرآن وسنت کا اتنا گہرا اور واضح علم رکھتا ہے کہ موجودہ دور کے تمام مسائل پر اس کی روشنی میں تسلی بخش طور پر گفتگو کرسکتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بڑے بڑے ملحدوں اور دہریوں نے اس شخص کے دلائل کے سامنے ڈگیں ڈال دی ہیں اور یہ بات واضح طور پر کہی جاسکتی ہے کہ مودودیؒ صاحب سے ہندوستان اور عالم اسلام کے مسلمانوں کی بہت سی توقعات وابستہ ہیں۔''

[(ترجمان القرآن جلد ۱۷ صفحہ ۳۴۸ بحوالہ ''ردّ فتنہ'' صفحہ ۱۱۹ ڈاکٹر انور علی پرنسپل انجمن کالج بھٹکل، ۵ رجنوری ۱۹۴۱ء۔ مولانا مودودیؒ اور فکری انقلاب۔ متین طارق باغپتی)]

'' ہر قوم کا بگاڑ ابتداءً چند افراد سے شروع ہوتا ہے، اگر قوم کا اجتماعی ضمیر زندہ ہوتا ہے تو رائے عام ان بگڑے ہوئے افراد کو دبائے رکھتی ہے اور قوم بحیثیت مجموعی بگڑنے نہیں پاتی اور اگر سوسائٹی کو آزاد چھوڑ دیا جائے تو رفتہ رفتہ وہی خرابی چند افراد سے بڑھ کر پوری قوم میں پھیل جاتی ہے۔

(اقوال سید مودودیؒ)

میں اللہ کے فضل و کرم سے بالکل صحیح و تندرست ہوں اور پورے اطمینان سے اپنا کام کر رہا ہوں، آپ لوگ میری طرف سے بالکل فکرمند نہ ہوں، اللہ کے دین کے کام کی طرف یکسوئی کے ساتھ متوجہ رہیں، اللہ تعالیٰ کی محبت اللہ تعالیٰ کے کام سے ہی نصیب ہوتی ہے۔ اور جتنا زیادہ آدمی اس کام کی کوشش کرتا ہے اتنی ہی اس کی محبت میں ترقی ہوتی ہے۔

وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا ۭ وَاِنَّ اللّٰهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِيْنَ ۝۶۹ (العنکبوت)

(حراست، مسئلہ رویت ہلال، بنوں جیل سے اپنے رفیق کے نام خط)

مولانا اسعد گیلانی۔ لاہور

۱۔ میں نے مولانا مودودیؒ کا نام 1940 میں اخبار ''مدینہ'' میں پڑھا۔

۲۔ میں نے مولانا مودودیؒ کو 1943ء میں رسالہ دینیات میں پڑھا۔ اس کتاب نے مجھے مسحور کر دیا۔

۳۔ میں نے مولانا مودودیؒ کو 1945ء کو پہلی بار دار الاسلام پٹھان کوٹ میں دیکھا وہ ایک خوبصورت نوجوان تھے۔ داڑھی میں ایک بال بھی سفید نہ تھا۔

۴۔ میں مولانا مودودیؒ کی برپا کردہ تحریک اسلامی کا رکن پہلی مرتبہ 1948ء میں بنا۔ اور مولانا مودودیؒ سے زندگی میں برسوں میں ہزاروں ملاقاتیں رہی ہیں، ہر ملاقات اقامت دین کے مقصد پر محیط تھی۔

عمر باسٹھ (۶۲) سال

(۲۵ ستمبر ۱۹۶۴ء تا ۲۴ ستمبر ۱۹۶۵ء)

حکومت اور دینی، سیاسی و سماجی اداروں کی جانب سے مولانا مودودیؒ کی متحدہ مخالفت عروج پر، دشنام طرازی اور فتوے بازی، 2 جنوری 1965ء صدارتی انتخاب، ایوب خاں کی دھاندلیاں، بانی پاکستان محمد علی جناح کی بہن فاطمہ جناح کی شکست، نواب فخر یار جنگ کا انتقال، 6 ستمبر 1965ء، ہندوستان اور پاکستان کی غیر ضروری بے مقصد جنگ، شاہ سعود کی معزولی، شاہ فیصل کی تخت نشینی، مولانا مودودیؒ کی اتحاد ملت کی جہد مسلسل۔

25 ستمبر 1964ء مولانا سید ابوالاعلیٰؒ کی یوم پیدائش (25 ستمبر 1903ء) کو مولانا سید مودودیؒ کی جیل سے رہائی عمل میں آئی۔ جب مولانا مودودیؒ جیل میں مقید تھے ملک کے اندر اور جیل کے باہر دو صدارتی نمائندے تھے ایک محمد ایوب خان اور دوسری محترمہ فاطمہ جناح (محمد علی جناحؒ کی بہن) ایسے میں ایک عجیب معاملہ درپیش تھا۔ جماعت کی اکثریت بشمول ارکان شوریٰ کی اکثریت نے اضطراری صورت میں ایک فقہی مسئلہ ''اھون البلیتین'' کے تحت فاطمہ جناح کی تائید کا فیصلہ کر دیا کہ جب دو میں سے ایک بُرائی کو تسلیم کرنا ناگزیر ہو تو نسبتاً کم درجہ کی برائی کو منتخب کرنا ہوگا۔ بحیثیت امیر جماعت مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ نے اپنی مرضی اور عورت کی قیادت کے موقف کے خلاف انفرادی رائے رکھنے کے باوجود ملت کے مفاد میں جماعت کے دستور کے تحت کثرت آراء پر اپنی منظوری دے دی۔

حکومت اور ایوب خاں کو بھی بہت مایوسی ہوئی۔ جماعتِ اسلامی کے ایک بہت بڑے طبقہ کو ''عورت'' کی تائید پر تکلیف ہوئی۔ مگر فتنہ پرور طبقہ کو جماعتِ اسلامی کی مخالفت کا بہترین موقع ہاتھ آ گیا، جنھوں نے فاطمہ جناح کو کھڑا کیا یعنی (فضل الرحمن، ناظم الدین، محمد ممتاز خاں دولتانہ، چودھری محمد علی، مجیب الرحمن، عبدالحمید بھاشانی وغیرہ اصل لوگ) معصوم قرار دیئے گئے۔ اس کے برعکس جس شخص نے صرف جیل سے نکل کر ایک ڈکٹیٹر و ظالم ایوب خاں کے خلاف موجودہ اتحاد کی تائید کی وہ (مظلوم مودودیؒ) مجرم قرار دیا گیا۔

جماعت کے خلاف اب تو ریڈیو کے علاوہ T.V پر بھی پروپیگنڈہ شروع کر دیا گیا۔ عورت کی آزادی کا دم

بھرنے والے مغرب زدہ لوگ، اسلامی نظام کے دُشمن، شاطرانہ ذہن رکھنے والے بیوروکریسی سے لے کر عام مولوی تک اور درس گاہوں کے فارغ بشمول بعض علماء دیوبند وندوہ، درگاہوں کے شیدائی مُجاور، معرفت وطریقت کے ٹھیکیدار، بے چاری تبلیغی جماعت اور بعض اہلِ حدیث مبلغین، کمیونزم وسوشلزم کے علمبردار، امریکی اور غیر مُلکی اسلامی نظامِ حکومت کے خلاف کام کرنے والے ایجنٹ، ہر ایک کی متحدہ کوشش تھی کہ سیدابوالاعلیٰ مودودیؒ اور تحریکِ اسلامی کو بدنام کرکے بے نام کردیا جائے۔ سیدابوالاعلیٰ مودودیؒ نے ان تمام سازشوں کی پرواہ کیے بغیر جماعت اور مُلک کو اللہ کی ہدایت کے تحت مضبوط ومنظم کرنے کے لیے ملک کے طول وعرض کے دورے کیے۔ پورے مُلک میں جلسے و جلوسوں کا اہتمام کیا۔[1] اور 25/اکتوبر 1964ء کو ایوب خاں کی آمرانہ حکومت کو بے نقاب کیا۔

حکومتی پروپیگنڈے اور متوقع انتخابی دھاندلی کے پیشِ نظر انتخاب سے ایک ہفتہ پہلے انتخاب کے بائیکاٹ کی تجویز پیش کی، اگر مولانا مودودیؒ کی انتخاب کے بائیکاٹ (Bycott) کی تجویز پر عمل کیا جاتا تو مُلک کو آمریت (DICTATORSHIP) سے نجات مل جاتی، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک سنت زندہ ہوتی اور قرآن کی ہدایت:

إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِينًا ① لِّيَغْفِرَ لَكَ اللَّهُ مَا تَقَدَّمَ مِن ذَنبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ وَيُتِمَّ نِعْمَتَهُ عَلَيْكَ وَيَهْدِيَكَ صِرَاطًا مُّسْتَقِيمًا ② وَيَنصُرَكَ اللَّهُ نَصْرًا عَزِيزًا ③ (سورۃ الفتح، آیات: ۱ تا ۳)

قرآنی بشارت کے ملک اور عوام مستحق ہوتے، مگر حزبِ اختلاف نے قائدِ اعلیٰ مولانا سید مودودیؒ کی اِس تجویز کو قبول نہ کیا، اس طرح ساری عوامی تائید کے باوجود، انتخابی دھاندلی اور ملٹری بربریت کی بنا پر محترمہ فاطمہ جناح اور متحدہ اپوزیشن کو شکست کھانی پڑی۔

یہ صدارتی انتخاب 1964ء کے دسمبر کے آخری ہفتہ میں ہونا تھا، مگر 2/جنوری 1965ء کو ہوا۔ مولانا مودودیؒ نے اس سال قائدِ اعظم محمد علی جناح کی تاریخِ ولادت کے موقع پر 25/دسمبر 1964ء کو ایک بیان دیا تھا جس میں قائدِ اعظم کو ان کی خدمات کی بنا پر خراجِ تحسین پیش کیا تھا۔ یہ وہ اہم بیان تھا جو ایک عظیم بہن فاطمہ جناح کے عظیم بھائی قائد اعظم محمد علی جناحؒ کی سیرت وخدمات پر نہایت اعلیٰ انداز میں قائداعلیٰ مولانا سیدابوالاعلیٰ مودودیؒ نے دیا۔ قائد اعظم محمد علی جناحؒ کے لیے اللہ سے دعا فرمائی کہ اللہ اُن کی قیامِ پاکستان کے لیے خدمات کا بہترین اجر عطا فرمائے۔

جماعتِ اسلامی کی دو مرتبہ 1945ء (مولانا منظور نعمانی اور ان کے ہمنوا) اور 1957ء (مولانا امین احسن

---

[1] اس صدارتی انتخاب کے موقع پر لاہور، پشاور، سرگودھا اور کراچی میں آپ نے جو تقریریں کیں وہ ''انتخابی تقاریر'' کے نام سے شعبۂ نشر واشاعت جماعت اسلامی حلقہ لاہور نے شائع کیا ہے۔

اصلاحی اور ان کے ہمنوا) اندرونی تطہیر کے باوجود کوثر نیازی جیسے ابن الوقت اور احسان فراموش لوگ ابھی بھی جماعت میں موجود تھے۔ ہندوستانی جماعت کے ایک مفاد پرست اور خود پسند خان صاحب نے جو جماعتِ اسلامی کی بدولت صاحب قلم بنے، جن کی تحریر میں جان سید مودودیؒ کی کتب وتحریروں کی بدولت آئی۔ انہوں نے سید مودودیؒ کے خلاف لکھنے میں شہرت اور دولت کے ساتھ اقتدار پر فائز کانگریسی مسلمان و جمعیۃ العلماء ہند و پاکستان، بے چاری پاکستان و ہندوستان کی تبلیغی جماعت اور دیوبند وندوہ کے بااثر لوگوں میں ایک مقام حاصل کرنے کی تمنا پوری کرنے کے ساتھ انہوں نے ہندو تنظیموں BJP اور RSS سے بھی قربت حاصل کرنے کی کوشش کی۔

وہ بے چین و بے قرار اور متنازعہ شخصیت ایک خان صاحب کی ہے، جو (مولانا) وحیدالدین خان کے نام سے مشہور ہیں۔ جماعت اسلامی ہند کے مکتبہ پر منیجر کی حیثیت سے ملازمت کی خدمات بھی انجام دے چکے تھے، جماعت اسلامی سے اخراج کے بعد جماعت اسلامی کی مخالفت شروع کردی اور اپنے ادنی وغیر معروف علمی مقام کو بلند کرنے کے لیے مولانا مودودیؒ پر کیچڑ اچھالنا شروع کردیا اور مولانا مودودیؒ کے خلاف ایک کتاب بنام ''تعبیر کی غلطی'' لکھنے کی جسارت اور حماقت بھی کرڈالی۔[1]

یہی خدمت اس وقت بھی پاکستان میں کئی اصحاب انجام دے رہے ہیں۔

وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ الَّذِيْٓ اٰتَيْنٰهُ اٰيٰتِنَا فَانْسَلَخَ مِنْهَا فَاَتْبَعَهُ الشَّيْطٰنُ فَكَانَ مِنَ الْغٰوِيْنَ ﴿١٧٥﴾
(سورۃ الاعراف:175)

ہندوستان اور پاکستان کے کئی لوگوں نے سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ پر بھونکنے اور بدنام کرنے کی زندگی بھر کوشش کی مگر سب بدنصیب، ناکام اور ذلیل ہوئے۔ اللہ جس کو عزت سے نوازنا چاہے اُسے کوئی نقصان نہیں پہونچا سکتا۔

تُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ ۭ بِيَدِكَ الْخَيْرُ ۭ اِنَّكَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿٢٦﴾ (سورۃ آل عمران، آیت:26)

اَشِحَّةً عَلَيْكُمْ ښ فَاِذَا جَاۗءَ الْخَوْفُ رَاَيْتَهُمْ يَنْظُرُوْنَ اِلَيْكَ تَدُوْرُ اَعْيُنُهُمْ كَالَّذِيْ يُغْشٰى عَلَيْهِ مِنَ الْمَوْتِ ۚ فَاِذَا ذَهَبَ الْخَوْفُ سَلَقُوْكُمْ بِاَلْسِنَةٍ حِدَادٍ اَشِحَّةً عَلَي الْخَيْرِ ۭ اُولٰۗىِٕكَ لَمْ يُؤْمِنُوْا فَاَحْبَطَ اللّٰهُ اَعْمَالَهُمْ ۭ وَكَانَ ذٰلِكَ عَلَي اللّٰهِ يَسِيْرًا ﴿١٩﴾ (سورۃ الاحزاب، آیت:19)

---

[1] ملاحظہ ہو ''مولانا وحیدالدین خاں صاحب کی قلابازیاں''، مولف محمد اشفاق حسین صاحب مرحوم [تاریخ وفات 29 مئی 2015ء) حیدرآبادی (جلد اول تا جلد پنجم)] مولانا وحیدالدین خاں صاحب جماعت اسلامی کے رکن جماعت تھے اور مکتبہ میں اپنی ملازمت کے دوران دو ایک کتابچے بھی لکھے، جو بہت پسند کیے گئے، جماعت اسلامی کے حلقہ میں کچھ شہرت بھی ملی۔ اس لیے وہ اپنے آپ کو کچھ بڑی چیز سمجھنے لگے تھے۔

اِنَّ رَبَّكَ يَقْضِيْ بَيْنَهُمْ بِحُكْمِهٖ ۚ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْعَلِيْمُ ﴿۷۸﴾ (النمل:78)

29/اکتوبر 1964ء کو شاہ سعود کی معزولی کے بعد امیر فیصل سعودی عرب کے حکمراں و بادشاہ بن گئے۔

شاہ فیصل حسن البناء شہید اور سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ کی تحریروں اور اخوان المسلمون اور جماعتِ اسلامی کی جدوجہد سے واقف تھے اور ان دونوں شخصیات اور جماعتوں کو بہت پسند بھی کرتے تھے۔

دینی اور مذہبی جماعتوں، اداروں وتنظیموں میں پائے جانے والے اختلافات اور مسلکی شدّت، دوری و دشمنی کا تجزیہ کرتے ہوئے ایک سوال کے جواب میں مولانا سید مودودیؒ نے فرمایا:

''دینی یا مذہبی وملی،عوامی خدمات، جب اللہ کے بجائے نفس کی خدمت وذاتی وگروہی حدود میں محدود ہوجاتی ہے یا دینداری جب دکانداری کی شکل اختیار کرلیتی ہے تو یہ اختلاف آپسی افتراق کا باعث بن جاتا ہے۔''

مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ نے دینی جماعتوں اور تنظیموں میں ایک خیرخواہانہ جذبہ اور ہم آہنگی (Co-Ordination) پیدا کرنے، اسلامی نظام کے نفاذ، اور تحفظ پاکستان کے لیے تمام جماعتوں سے اور بالخصوص تبلیغی جماعت، اہل سنت والجماعت، جمعیۃ علمائے ہندوستان اور جمعیۃ العلماء پاکستان اور اہل حدیث، اہل تشیع حضرات کی متحدہ ہرسعی و جہد کو پسند فرماتے ہوئے اپنے بھرپور تعاون کا اعلان کیا۔ جماعت اسلامی کے افراد کو افتراق اور اختلاف وانتشار کے ہر شر سے دور رہنے کی سختی سے ہدایت فرمائی۔

وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا ۠ وَاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖٓ اِخْوَانًا ۚ وَكُنْتُمْ عَلٰى شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَاَنْقَذَكُمْ مِّنْهَا ۭ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ﴿۱۰۳﴾ (سورۃ آل عمران، آیت:103)

اس فرمانِ الٰہی کی ہمیشہ تلقین فرمائی۔

اس سال تفہیمُ القرآن کی سورۃ الزمر جولائی 1964ء اور سورۃ المومن ماہ نامہ ''ترجمان القرآن'' میں اکتوبر 1964ء میں شائع ہوئی۔

25/جنوری 1965ء کو سید ابوالاعلیٰؒ نے حیدرآباد کے قدیم ساتھی نواب فخریار جنگ کے انتقال پر تعزیت و

صدمے کا اظہار کیا، سید مودودیؒ لکھتے ہیں:

''نواب فخر یار جنگ سے میری ملاقات 1928ء میں ہوئی تھی۔ اس کے بعد زمانۂ قیامِ حیدرآباد میں وقتاً فوقتاً ہوتی رہی اور بعض دفعہ حیدرآباد کے شرفاء کی مجالس میں بھی ان کے ساتھ شریک ہونے کا موقع ملا۔ وہ بڑے وضعدار، مخلص اور بے ریا انسان تھے۔''[1]

گورنمنٹ کالج میرپور میں طلباء کے ایک عظیم اجتماع میں نوجوانوں کو جہاد فی سبیل اللہ، شہادت اور عربی زبان سیکھنے کی ترغیب دلائی اور مستقبل میں اس کی ضرورت واہمیت کی وضاحت فرمائی۔

جنوری 1965ء کے الیکشن میں حاکم فیلڈ مارشل محمد ایوب خاں جیت گئے اور متحدہ محاذ کی امیدوار اور بانی پاکستان کی بہن فاطمہ جناح ہار گئیں۔ فروری 1965ء میں ایوب خاں نے صدرِ پاکستان کا دوبارہ حلف لے لیا۔

صدر بننے کے بعد ایوب خاں کا تکبر فرعونیت دکھانے لگا۔ ان کو ایسے سیاسی بازی گر اور دینی اذہان مل گئے جو قابل خرید تھے، انہوں نے اپنے آپ کو (For sale) کی طرح اپنی خدمات کی قیمت لگا کر پیش کی۔ خلافتِ راشدہ اور خلافت کی ناکامیوں اور ملوکیت میں خیر وبرکت پھر ترقی اور کامیابیوں کے فضائل بیان کئے جانے لگے۔

مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ نے اس فتنہ کو روکنے اور تاریخی حقائق کی روشنی میں اصل حقیقت کو دنیا کے سامنے پیش کرنے کا مشکل ترین کام بھی خود ہی کرنے کا فیصلہ کرلیا۔ مولانا کی خواہش تھی کہ دینی حلقوں سے کوئی غیر جماعتی عالم دین جس کا مسلمانوں کی مکمل تاریخ اور خلافت سے ملوکیت تک کا تحقیقی و تاریخی علم ہو، قلم اٹھائے مگر ہر طرف سے خاموشی کی صورت میں ''تفہیم القرآن'' کی تفسیر اور ''ترجمان القرآن'' کی ادارت اور جماعت اسلامی کی امارت کی ذمہ داریوں کے باوجود اس نازک علمی، تحقیقی، وتاریخی کام کا بیڑا بھی اٹھالیا۔

مئی 1965ء میں خلافت راشدہ اور اس کی خصوصیات پر ایک تحریر ''ترجمان القرآن'' میں شائع ہوئی۔ جون، جولائی، اگست، ستمبر 1965ء کے شماروں میں بھی ''خلافت وملوکیت'' کے لیے مضامین کی اشاعت کا سلسلہ جاری تھا، تاکہ صاحب بصیرت قارئین ''ترجمان القرآن'' کے سوالات اور اشکالات کے جوابات بھی دیے جاسکیں۔

مارچ 1965ء میں جماعتِ اسلامی کی مرکزی شوریٰ کا چھ روزہ اجلاس ہوا۔

---

[1] شخصیات:۔ سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ۔ ذکریٰ رام پور۔

اپریل 1965ء میں مولانا مودودیؒ پر بہتان تراشی اور جھوٹے الزامات کا جواب پروفیسر عبد الحمید صدیقی صاحب نے ''ترجمان القرآن'' میں دیا۔

اگست 1965ء میں برطانیہ میں ''اسلام اور مسلمانوں کے مسائل'' کے عنوان سے ایک تقریر ریکارڈ کر کے ''یو کے اسلامک مشن'' کی خواہش پر لندن سالانہ کانفرنس میں بھیجا۔

سعودی عرب کی خصوصی دعوت پر مدینہ یونیورسٹی کے خصوصی اجلاس میں شرکت کے لیے جانے پر حکومتِ پاکستان نے پابندی لگادی اور پاسپورٹ پھر ضبط کرلیا۔ مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ نے یونیورسٹی کا مکمل خاکہ مرتب کر کے روانہ کر دیا تھا، اب مزید مشاورت کے لیے آپ کو دعوت دی گئی تھی۔ بیرونِ پاکستان مولانا سید مودودیؒ کی بے انتہا قدر تھی، مگر پاکستان کی غیر ذمہ دار حکومت اور جاہل عوام نے ناقدری کا ریکارڈ قائم کر دیا۔ اور اللہ کی لعنت کے مستحق ہو گئے۔

أُولَٰئِكَ الَّذِينَ لَعَنَهُمُ اللَّهُ ۖ وَمَن يَلْعَنِ اللَّهُ فَلَن تَجِدَ لَهُ نَصِيرًا ﴿٥٢﴾ (سورۃ النساء: ۵۲)

6/ستمبر 1965ء کو ہندوستان و پاکستان کی جنگ کا آغاز ہوا۔ حکومت پاکستان اپنی موت کے وقت، ہر مرتبہ ''اسلام، اسلام'' کا وظیفہ پڑھنے کی عادی رہی ہے۔ اسلام کو صرف جینے کی حد تک استعمال کرنے والی حکومت ہر بُرے وقت میں اسلام کی دہائی دے کر مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ سے مدد کی طالب رہی، اور مولانا نے اسلام کے لیے کبھی اپنی ذات کو حائل ہونے نہیں دیا۔ سپاہیوں کی ہمت و ڈھارس بندھانے کے لیے مولانا مودودیؒ کو ''جہاد'' کے عنوان پر تقریر کرنے کے لیے ریڈیو پاکستان نے دعوت دی۔

مولانا نے 14/16/اور 18/ستمبر 1965ء کو ریڈیو پاکستان سے خطاب کیا۔ یہ خطاب ''فریضۂ جہاد اور اُس کی ذمہ داریاں'' کے نام سے طبع شدہ ہے۔

23/ستمبر 1965ء کو سلامتی کونسل کی ہدایت پر یہ ہندو پاک جنگ بند ہوئی۔[1]

جنگ بندی کے بعد پھر 4، 10/اکتوبر 1965ء کو ریڈیو پاکستان سے سید ابو الاعلیٰ مودودیؒ کی مزید دو تقریریں نشر ہوئیں۔ یہ تقریریں ''فریضۂ جہاد اور اُس کی کامیابی کے ذرائع'' کے نام سے مطبوع ہے۔ صدر ایوب

---

[1] ہندوستان اور پاکستان کی بے نتیجہ جنگوں کا حاصل دونوں ممالک کی معیشت کی تباہی ہی ہے۔ ہر ملک دوسرے کو جنگ شروع کرنے کا الزام لگاتا ہے۔ بے مقصد، بے مطلب، زبردستی کی، عوام کو بے وقوف بنانے کی جنگ صرف فساد فی الارض ہے۔

خاں نے مولانا مودودیؒ کی تقاریر کو غور سے سنا اور متاثر بھی ہوئے۔ مگر منافق، نظریۂ پاکستان کے مخالف فوجی و سیاسی اذہان نے شیطان سے دوستی اور مولانا مودودیؒ سے دشمنی پر قائم رہنے میں اپنے ذاتی حقیر مفادات پر مطمئن کرنے میں کامیابی حاصل کرلی۔

مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ نے فوج میں ''جذبۂ جہاد'' کو اجاگر کیا۔ مجاہدین کی امداد کے لیے جماعتِ اسلامی کے کارکنوں کو متحرک وتیار کیا۔ ریڈیو پاکستان کی یہ تقاریر شائع ہوئیں۔ [1]

''الجہاد فی الاسلام'' کے مصنف نے ریڈیو پر جہاد کی نئی علمی انداز میں تعبیر وتشریح کی۔ تمام اسلامی مُلکوں سے رابطہ قائم کیا اور اُن کے سامنے بھارت پاکستان جنگ کا سیاسی وتاریخی پس منظر بیان کیا۔ پاک حکومت کے سارے مظالم وزیادتیوں کو بالائے طاق رکھ کر پاکستان کے موقف کو حق بجانب ثابت کیا۔ تمام سرحدی علاقوں اور کشمیر کا دورہ کیا۔ اُسی سال آپ کی کتاب ''تفہیمات'' کی تیسری جلد شائع ہوئی۔ [2]

اِس سال ''تفہیمُ القرآن'' کی ۵ سورتیں ماہ نامہ ''ترجمانُ القرآن'' میں شائع ہوئیں۔

جنوری 1965ء میں حٰمٓ السجدۃ، اپریل میں سورۃ الشوریٰ، جون میں سورۃ الزخرف، جولائی میں سورۃ دخان، ستمبر میں سورۃ الجاثیۃ کی اشاعت ہوئی۔

احمق سپہ سالار

''میں اُس سپہ سالار کو احمق سمجھتا ہوں، جو اپنی فوج کے کمزور پہلوؤں سے آنکھیں بند کرلیتا ہے۔ جو شیلے الفاظ سے اس میں طاقت کا جھوٹا پندار پیدا کرتا ہے اور اسے خطابت کی شراب پلاتا ہے، تاکہ وہ مدہوش ہوکر تباہی کی خندقوں میں کود پڑے۔''

اقوال مودودیؒ

---

[1] اس تقریر کو شعبۂ نشر واشاعت جماعتِ اسلامی لاہور نے 1965ء میں ''فریضۂ جہاد اور اس کی ذمہ داریاں'' کے عنوان سے شائع کیا ہے۔ اسلام دراصل عالمی امن (World Peace) کا داعی ہے۔

[2] تفہیمات حصہ اول، دوم اور سوم میں ۸۲ علمی مسائل پر بحث کی گئی ہے جن میں قانون سازی، اجتہاد، حکمتِ دین، جہاد، اسلام اور عدلِ اجتماعی وغیرہ شامل ہیں۔

نوٹ: قارئین سے گزارش ہے کہ اس کتاب کو مختصر سوانح حیات کے ساتھ متعلقہ سالوں میں لکھی گئی سورتوں کی تفہیم بھی پڑھی جائے تو سیرتِ سید مودودیؒ کو سمجھنے میں بہت مدد ملے گی۔ محققین اور مصنفین کو نئے اور نایاب موضوعات بھی ملیں گے جن پر وہ کام کرسکتے ہیں۔ (مرتب)

عمر۔ تریسٹھ (۶۳) سال

(۲۵ ستمبر ۱۹۶۵ء تا ۲۴ ستمبر ۱۹۶۶ء)

14 مارچ تا 15 اپریل (۳۳) دن کا سعودی عرب کا آٹھواں سفر، رابطہ عالم اسلامی اور موتمر عالم اسلامی کے راہ نما اصولوں کا خاکہ پیش کیا۔ مولانا مودودیؒ کے استاد محترم مولانا عبدالسلام نیازی کا دہلی میں انتقال، 29 اگست سید قطب اور دیگر پانچ اخوان المسلمین کے قائدین کی شہادت، کتاب ''خلافت وملوکیت'' کی اشاعت اور مقبولیت ومخالفت۔

اکتوبر 1966ء تک ''ترجمان القرآن'' میں خلافت وملوکیت پر مضامین کا سلسلہ جاری رہا۔

6 نومبر 1965ء کو اسلامی جمعیۃ طلبہ کے اجتماع منعقدہ ملتان کو خطاب کیا۔ ''پاکستان کا مستقبل اور طلبہ'' کے نام سے یہ خطاب طبع شدہ ہے۔ جس میں مستقبل میں پاکستانی قیادت اور سیاست میں نشان راہ ومنزل کا تعین ہے۔

26 نومبر 1965ء کو ریڈیو مظفر آباد آزاد کشمیر سے ایک تقریر کی اور مظفر آباد کالج گراؤنڈ میں ایک جلسے سے خطاب کیا۔[1] جس میں پاکستانی کم ظرف قیادت کو مسئلہ کے پرامن حل سے متعلق ہدایات دی۔

17 دسمبر 1965ء کو پنجاب یونیورسٹی لاہور کے شعبۂ انتظامیات میں خطاب کیا۔ اور معاشی مسائل کا آسان قابل عمل حل پیش کیا۔[2] قرآن عظیم میں انسان کے ہر مسئلہ کا حل ہے۔ چونکہ یہ کتاب دستور حیات انسانی ہے۔

10 جنوری 1966ء کو صدر پاکستان ایوب خاں نے اعلان تاشقند پر دستخط کردیا۔

مارچ 1966ء میں بڑی لڑکی حمیرا مودودیؒ کی شادی ہوگئی۔

14 مارچ 1966ء تا 15 اپریل 1966ء رابطہ عالم اسلامی کی دعوت پر سعودی عرب کا سفر کیا۔[3] جس میں مسلم امت در اصل ملت واحدہ کے تصور کو بیدار کرنے کی سعی فرمائی۔ یہ سفر (33) دن کا تھا۔

۱۔ یہ دونوں تقریریں ''مسئلۂ کشمیر'' کے نام سے طبع شدہ ہیں۔

۲۔ یہ خطاب ''اسلام کا معاشی نصب العین'' اور ''اسلامی نظم معیشت کے اصول اور مقاصد'' کے عنوان سے شائع ہوتے رہے ہیں۔

۳۔ سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ کے بین الاقوامی اسفار، از پروفیسر نور ورجان، پشاور

اپریل 1966ء میں سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ نے چوتھا حج و چوتھا عمرہ کیا، اور ''موتمر عالمِ اسلامی'' مکہ معظّمہ میں مسلمانانِ عالم اسلامی کو ایک تیسری عالمی طاقت بن کر ابھرنے کی متحدہ کوششوں کے راہ نما اصولوں کا ایک خاکہ پیش کیا۔

ذوالفقار علی بھٹو کا بحیثیت وزیرِ خارجہ حکومت میں زور بڑھنے لگا۔

جماعت اسلامی نے ، اپنی جماعت ، یا رفقائے جماعت کی حکومت میں شمولیت کی خواہش کبھی نہیں کی ۔ مولانا مودودیؒ کا تو شروع سے یہ موقف رہا ہے کہ اسلام اور اسلامی قانون کی حکومت پاکستان میں قائم ہو جائے۔

مولانا کے بقول غیر اسلامی حکومت کا وزیرِ اعظم بننے سے میرے لیے اسلامی حکومت کا ایک چپراسی کا کام انجام دینا افضل ہے۔

9 / مئی 1966ء کو مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ کی کوششوں سے کل جماعتی نیشنل کانفرنس کا قیام عمل میں آیا۔ مولانا مودودیؒ نے اپنی ذات یا جماعت پر دینی، ملی اور ملکی مفادات کو ہمیشہ فوقیت دی۔ انہوں نے اسلام اور ملک کے مفاد کے لیے متحدہ سعی کو اہم قرار دیا۔ اعلانِ تاشقند کے خلاف قرار داد پیش کی ۔ ایوب خان کی آمرانہ حکومت روبہ زوال ہونے لگی۔ [1] مکار بھٹو، مجیب الرحمٰن اور دیگر ابن الوقت چہرے ابھرنے لگے۔

3 / جون 1966ء کو سید ابوالاعلیٰ کے استاد مکرم مولانا سید عبدالسلام نیازیؒ سو سال سے زائد عمر پانے کے بعد دہلی میں انتقال فرما گئے۔ [۲]

مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ نے دین کی ابتدائی اور اعلیٰ تعلیم انہی سے حاصل کی تھی۔ اُن کا شمار ہندوستان کے جید علماء میں ہوتا تھا۔ آل انڈیا ریڈیو کی خبروں کے مطابق پانچ لاکھ آدمی ان کے جنازے میں شریک تھے۔ مولانا مودودیؒ کا اُس موقع پر غمزدہ ہونا فطری تھا۔ (ابتدائی ایام جوانی میں جب نیازی صاحب درس قرآن دیا کرتے تھے تو ان کو داڑھی تھی ۔ مگر بعد میں بڑی بڑی داڑھی والے مولویوں کے مکر اور مفاد پرستی سے دکھی ہو کر داڑھی منڈوانا شروع کر دیا۔ اور آخر عمر تک داڑھی نہیں رکھی ۔ علّامہ اقبالؒ کی طرح وہ بھی پیشۂ دین داری اور فنِ دین داری اور ریاکاری کے سخت مخالف تھے۔ مولانا مودودیؒ اپنے استاد عبدالسلام نیازی صاحب کے تعلق سے کیا فرماتے ہیں دیکھئے اس کتاب کا صفحہ: سید مودودیؒ جب ۲۱ سال کے تھے۔)

ا۔ ہندوستان کا ایک صاف شفاف سیرت کا سیدھا سادھا وزیرِ اعظم لال بہادر شاستری کا تاشقند میں اچانک پُراسرار حالت میں انتقال ہو گیا۔

۲۔ مولانا عبدالسلام نیازی کی سیرت وخدمات پر 2014ء میں ایک کتاب شائع ہوئی ہے۔ جس پر اردو بک ریویو۔ دہلی مارچ، اپریل 2015ء میں جناب عارف اقبال کا تبصرہ شائع ہوا ہے۔

18 رجون 1966ء کو مغربی پاکستان میں ایوب خاں کا پروردہ ابن الوقت ذوالفقار علی بھٹو کو حکومت سے نکال دیا گیا۔اس کے بعد حکومت کے خلاف بھٹو نے ہنگامہ کھڑا کیا۔مشرقی پاکستان میں مجیب الرحمن نے چھ نکات کی مہم شروع کردی۔سید مودودیؒ نے مشرقی ومغربی پاکستان کے اتحاد کی واحد صورت ''اسلامی نظام'' کے فی الفور نفاذ کے لیے جان توڑ کوشش شروع کردی۔پورے مُلک کا دورہ کیا اور حکومت،علماء اور عوام کو بھٹو اور مجیب کے مُلک اور اسلام دشمن کردار سے واقف کرایا اور اسلام اور پاکستان کے خلاف یہود ونصاریٰ، کمیونزم وسوشلزم اور شرک ودہریت کی اندرونی اور بیرونی ،ملکی اور غیر مُلکی سازشوں سے واقف کرایا۔ سرورِ عالم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک امتی کی حیثیت سے مولانا مودودیؒ کا فریضہ بھی دراصل قوم کو انجامِ بد سے متنبہ کرنے کی حد تک ہی محدود تھا۔

فَذَكِّرْ ۗ إِنَّمَآ أَنتَ مُذَكِّرٌ ﴿٢١﴾ لَّسْتَ عَلَيْهِم بِمُصَيْطِرٍ ﴿٢٢﴾ إِلَّا مَن تَوَلَّىٰ وَكَفَرَ ﴿٢٣﴾ فَيُعَذِّبُهُ اللَّهُ الْعَذَابَ الْأَكْبَرَ ﴿٢٤﴾ إِنَّ إِلَيْنَآ إِيَابَهُمْ ﴿٢٥﴾ ثُمَّ إِنَّ عَلَيْنَا حِسَابَهُم ﴿٢٦﴾ (سورۃ الغاشیۃ: آیت:21 تا26)

ظالم جمال عبدالناصر صدر کی حکومت نے 28 راگست 1966ء کو ''الاخوان المسلمون'' کے چھ(6) اکابر کو سزائے موت کا فیصلہ سنایا۔ 29 راگست 1966ء کو سید قطب کے ساتھ ساتھ سید عبدالقادر عودہ ،حسن الھضیبی ،محمد یوسف ہواش اور شیخ عبدالفتاح اسماعیل کو سولی پر چڑھادیا گیا اور ان مجاہدین اسلام کو دورِ جدید کی اعلیٰ ترین شہادت نصیب ہوئی۔

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتًا ۚ بَلْ أَحْيَآءٌ عِندَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُونَ ﴿١٦٩﴾ فَرِحِينَ بِمَآ ءَاتَىٰهُمُ اللَّهُ مِن فَضْلِهِۦ وَيَسْتَبْشِرُونَ بِالَّذِينَ لَمْ يَلْحَقُوا بِهِم مِّنْ خَلْفِهِمْ أَلَّا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ﴿١٧٠﴾ يَسْتَبْشِرُونَ بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللَّهِ وَفَضْلٍ وَأَنَّ اللَّهَ لَا يُضِيعُ أَجْرَ الْمُؤْمِنِينَ ﴿١٧١﴾ (سورۃ آل عمران)

سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ کے لیے سید قطب اور دیگر اخوان کی شہادت کا صدمہ اتنا شدید تھا کہ اس کو الفاظ میں بیان کرنا ممکن نہیں، بے شمار آنسوؤں نے یہ حق ادا کیا۔مولانا مودودیؒ کے دینی رشتہ وحمیت اور اہمیت کا یہ عالم تھا کہ ان کی صحت اس صدمے سے بہت متاثر رہی،اور دلِ مودودیؒ اس قدر متاثر ہوا کہ Heart attack کی علامات ظاہر ہونے لگیں۔

پاکستان اور عرب ممالک بالخصوص مصر کے حاکم ٹولے کے اسلامی نظام کے خلاف معاندانہ پروپیگنڈے،اور خلفاء

راشدین کے چند برسوں کے علاوہ اسلامی خلافت اور قرآنی دستور کو ناقابلِ عمل ثابت کرنے کی کوششوں کا مدلّل جواب دینے کے لیے ایک معرکۃ الآراء کتاب ’’خلافت وملوکیت‘‘ تصنیف فرمائی[1] اور ثابت کیا کہ اسلامی نظامِ شریعت میں بذات خود کوئی نقص نہیں، یہ دراصل کچھ افراد کی کوتاہیاں تھیں جنھوں نے اِسے چلنے سے روک دیا، چنانچہ اب دو ہی صورتیں ہیں کہ یا تو ہم اسلام کو ناقص اور نامکمل نظامِ حیات تسلیم کریں یا پھر کچھ افراد کو ذمّہ دار قرار دیں، جنھوں نے اس خلافت کا سلسلہ روک دیا، اور خلافت کو ملوکیت (بادشاہت) میں تبدیل کر دیا۔

یہ کتاب ’’خلافت وملوکیت‘‘ پاکستان وہندوستان کے مذہبی اور پیشہ ور دینی دکانداروں کی بدترین مخالفت کے باوجود اتنی مقبول ہوئی کہ اکتوبر 1966ء میں، پھر دسمبر 1966ء میں دس ہزار کاپیاں طبع ہوئیں، اور ہاتھوں ہاتھ فروخت ہوئیں۔ اس تحقیقی، تاریخی تصنیف پر پاکستان اور ہندوستان کے پہلے سے مخالف غیر سنجیدہ مولویوں میں مخالفتِ مولانا مودودیؒ کا ایک طوفانی سیلاب آ گیا۔

لوگوں کے اعتراضات کا مولانا سید مودودیؒ نے پرسکون جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ:

’’مخالف تو یہ لوگ اس وقت بھی تھے جب یہ کتاب (خلافت وملوکیت) نہیں لکھی تھی اگر یہ کتاب نہ لکھتا تب بھی یہ مخالف ہی رہتے، پھر میں نے اس کتاب میں جو کچھ لکھا ہے وہ مُستند حوالوں کے ساتھ لکھا ہے۔ اب اگر کسی کو اعتراض ہے تو یہ اعتراض ابن جریر، ابن اثیر، ابن کثیر، ابن اسحاق، طبری اور دوسرے محدثین (رحمہم اللہ) پر ہونا چاہیے۔ میں نے تو اپنی طرف سے کوئی بات نہیں لکھی ہے۔‘‘

حکومتِ پاکستان میں شامل شاطروں نے بے چارے بعض دیوبندی اور بریلوی مولویوں کو اس کتاب کے مقصد اور مدعا سے ہٹا کر خلفاء وتابعین کی توہین کے نام سے ایک فتنہ کھڑا کر دیا۔ اور یہی فتنہ پروری کا کام ہندوستان کے مولویوں اور معاندین ودینی درس گاہوں نے انجام دیا۔

اِسۡتَحۡوَذَ عَلَيۡهِمُ الشَّيۡطٰنُ فَاَنۡسٰٮهُمۡ ذِكۡرَ اللّٰهِ ؕ اُولٰٓـئِكَ حِزۡبُ الشَّيۡطٰنِ ؕ اَلَاۤ اِنَّ حِزۡبَ

[1] خلافت کی ملوکیت میں تبدیلی کے اسباب اور نتائج پر یہ ایک علمی بحث ہے۔ تاریخی حوالوں اور دلائل کے لحاظ سے یہ کتاب اپنے موضوع پر بے مثال ولاجواب ہے۔ یہ کتاب محض تاریخ نہیں ہے بلکہ اردو میں اسلامی تاریخ نگاری پر ایک لاثانی کتاب تصور کی جاتی ہے۔ اس کا عربی ترجمہ ہو چکا ہے مگر انگلش ترجمہ 2016ء تک نہیں ہوا ہے۔ کئی احباب نے انگلش ترجمہ کا کام شروع کیا۔ مگر پائے تکمیل کو نہ پہنچا۔ قارئین میں کوئی ترجمانی کا کام کرنے کے قابل ہے، تو اس واجب الادا ملت کے قرض کو ادا کر دے۔ میں اس کام کے لیے الحمدللہ سرمایہ لگا سکتا ہوں، بعض قابل افراد نے کام شروع کیا، مگر مختلف وجوہات کی بنا پر کام پائے تکمیل کو نہیں پہنچ سکا۔ (مرتب: احمد ابوسعید)

الشَّيْطٰنِ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ﴿۱۹﴾ (سورۃ المجادلۃ: آیت:19)

اس سال ''تفہیمُ القرآن'' کی پانچ سورتیں ''ترجمانُ القرآن'' میں شائع ہوئیں۔ ''رابطۃ العلماء'' مراکش کے نمائندے کو انٹرویو دیا۔ اور بتایا کہ تمام مسائل کا حل صرف اور صرف اسلامی نظام کے نفاذ میں ہے اور مسلمانوں کو چاہے وہ کسی بھی ملک کے ہوں ''اسلامی نظام حکومت'' کے قیام اور رسول اکرم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علاوہ کسی اور راہ نما و رہبر (لیڈر) کے نقشِ قدم پر چلنا، اپنی دنیا اور آخرت کو برباد کرنے، اور اپنے ملک اور اس کی معیشت و معاشرت کو برباد کر لینے کے مترادف ہے۔ مولانا نے یہ انٹرویو عربی زبان ہی میں دیا۔ قرآنی آیات اور احادیث کا حوالہ اس طرح دیا کہ علماء مراکش مولانا مودودیؒ کی عربی دانی پر حیران تھے۔

نومبر 1965ء میں سورۃ الاحقاف اور دسمبر 1965ء میں سورۃ محمد کی اشاعت، ماہ نامہ ''ترجمان القرآن'' میں ہوئی۔ سورۃ الاحقاف پر چوتھی جلد مکمل ہوگئی ہے، اور سورۃ محمد سے پانچویں جلد کا آغاز ہوگیا۔

مارچ 1966ء میں سورۃ الفتح اور جولائی میں سورۃ الحجرات، اگست میں سورۃ قٓ کی تفسیر ''ترجمان القرآن میں شائع ہوئی۔

خلافت وملوکیت۔ دیباچہ [1]

اس کتاب کا موضوع بحث یہ ہے کہ اسلام میں خلافت کا حقیقی تصور کیا ہے، کن اصولوں پر وہ صدرِ اول میں قائم ہوئی تھی، کن اسباب سے وہ ملوکیت میں تبدیل ہوئی، کیا نتائج اس تبدیلی سے رونما ہوئے اور جب وہ رونما ہوئے تو ان پر امت کا ردِّ عمل کیا تھا۔ ان اُمور کی توضیح کے لیے میں نے سب سے پہلے قرآن مجید کی اُن تمام آیات کو، جن سے سیاست کے بنیادی مسائل پر روشنی پڑتی ہے، ایک خاص ترتیب کے ساتھ جمع کر دیا ہے، تاکہ ایک ناظر کے سامنے بیک وقت اسلامی حکومت کا وہ نقشہ آجائے جسے ''کتاب الٰہی'' قائم کرنا چاہتی ہے۔

کتاب کے دوسرے باب میں مَیں نے یہ بتایا ہے کہ قرآن وسنت اور اکابرِ صحابہؓ کے اقوال سے ہم کو اسلام کے اصولِ حکمرانی معلوم ہوتے ہیں اور تیسرے باب میں خلافتِ راشدہ کی وہ امتیازی خصوصیات بیان کی گئی ہیں جو تاریخ سے ثابت ہیں۔ اس کے بعد ایک باب میں ان اسباب سے بحث کی ہے جو خلافت سے ملوکیت کی طرف

---

[1] ''خلافت وملوکیت'' میں جملہ صفحات -288- جملہ حوالہ جات 489 جملہ ابواب 9 ہیں۔ ''خلافت وملوکیت'' پر اعتراض کرنے والے بیشتر شریف زادوں نے معتبر ومصدقہ حوالوں کی ان کتابوں میں سے آدھی کتابیں بھی نہیں پڑھی ہوں گی اور لیاقت وصلاحیت، مطالعہ اور علمیت میں مولانا مودودیؒ سے تقابل دراصل لفظ ''تقابل'' کی توہین ہوگی۔

انتقال کے موجب ہوئے اور تفصیل کے ساتھ بتایا ہے کہ یہ تبدیلی کس تدریج سے ہوئی۔ پھر دو مستقل ابواب اس بحث کے لیے وقف کیے ہیں کہ خلافت اور ملوکیت کے درمیان حقیقی فرق کیا ہے؟ کیا تغیرات تھے جو خلافت کی جگہ ملوکیت کے آجانے سے واقع ہوئے؟ کس طرح خلافت راشدہ کا زوال مسلمانوں میں مذہبی تفرقوں کی ابتدا کا موجب بنا اور کیا مسائل ان تفرقوں سے پیدا ہوئے؟ اس کے بعد میں نے یہ بتایا ہے کہ نظامِ ریاست کی اس تبدیلی نے مسلمانوں کی زندگی میں جو رخنے ڈال دیے تھے، اُنھیں بھرنے کے لیے علمائے اُمت نے کیا کوششیں کیں، اور اس سلسلے میں نمونے کے طور پر امام ابوحنیفہ اور امام ابو یوسف رحمہما اللہ کے کام کو پیش کیا ہے۔

اِس کتاب کے بعض مضامین پر مختلف حلقوں کی طرف سے سخت اعتراضات بھی ہوئے ہیں۔ ان میں جو اعتراضات معقول تھے، اُن کا جواب میں نے آخری ضمیمے میں دے دیا ہے۔ باقی اعتراضات سے بحث کرنے کی ضرورت محسوس نہیں ہوئی۔ اہلِ علم خود میری کتاب اور معترضین کے ارشادات کو دیکھ کر رائے قائم کر سکتے ہیں۔

لاہور-۲۸/صفر ۱۳۸۶ھ م 18/جون 1966ء ابوالاعلیٰ

''سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ ایک خطرناک انسان ہے'' (ایوب خاں)

فیلڈ مارشل (خود ساختہ) محمد ایوب خاں نے پاکستانی مسلح افواج کے جنرل ہیڈ کوارٹر میں اپنی ایک اہم میٹنگ کے بعد اپنی بریفنگ Briefing کے دوران اپنے اعلیٰ افسروں وعہدے داروں کو بڑی وضاحت کے ساتھ بتایا تھا کہ ''یہ ملاّ مودودیؒ سخت خطرناک آدمی ہے، دوسرے تمام مولویوں سے ہمیں کوئی خطرہ نہیں ہے، ان سے ہم بہ آسانی نمٹ سکتے ہیں مگر یہ مودودیؒ سخت خطرناک انسان ہے، میں نے اس ملاّ مودودیؒ کا لٹریچر پڑھا ہے اس کی تحریر میں بڑی تاثیر ہے اس لیے اس کے لٹریچر سے بچنا چاہئے کیونکہ یہ فوراً اثر کرتا ہے''۔

اس خبر کا تذکرہ جب مولانا مودودیؒ سے ہوا تو مولانا مودودیؒ نے فرمایا کہ ایوب خاں صاحب غلط کہتے ہیں کہ انہوں نے میرا لٹریچر پڑھا ہے اگر انہوں نے واقعی میرا لٹریچر پڑھا ہوتا تو ایسی بات نہ کرتے اور پاکستان کو ایک اسلامی ریاست بنا کر دنیا میں ایک مثال قائم کرتے اور دنیا و آخرت میں کامیابی و سرخ روئی سے سرفراز ہوتے۔

مولانا مودودیؒ کسی سرمایہ دار جماعت کے امیر نہ تھے بلکہ ان کے رفقا میں اکثریت غریب اور متوسط طبقہ کے لوگ تھے، مگر مخلص اور جاں نثار تھے، دین کی سربلندی کے لیے جان و مال قربان کرنے والے، جیلوں کی صعوبتیں بڑے صبر و سکون سے جھیلنے والے ولی صفت انسان تھے۔

اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿٦٢﴾ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ ﴿٦٣﴾ (یونس)

عمر۔ چونسٹھ (۶۴) سال

(۲۵ ر ستمبر ۱۹۶۶ء تا ۲۴ ر ستمبر ۱۹۶۷ء)

25 ر اکتوبر تا 22 نومبر 1966 مولانا مودودیؒ کا (29) دن کا نواں سفر سعودی عرب، مسلم حکومتوں کو جوڑنے کی رابطہ عالم اسلامی کے ذریعہ سعی مسلسل، رؤیت ہلال کی شرعی حیثیت پر فتویٰ، چوتھی بار حراست اور جیل کی سزا، جون 1967 میں عرب اسرائیل جنگ میں عربوں کی بدترین شکست پر تبصرہ، بھٹو کی پیپلز پارٹی کا قیام، مقصد قیام پاکستان سے عملی انحراف، پاکستان تباہی کی طرف گامزن۔

ستمبر 1966ء میں ڈیفنس آف پاکستان رولز Deffence Of Pakistan Rules (DPR) کے تحت مولانا مودودیؒ کی کتاب ''اسلام اور ضبطِ ولادت'' ضبط کرلی گئی۔ [۱]

وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ مِّنْ اِمْلَاقٍ ؕ نَحْنُ نَرْزُقُكُمْ وَاِيَّاهُمْ ۚ (الانعام:۱۵۱)

اسلامی جمعیت طلباء کے معروف اور اہم ترین اجتماع عام 1966ء سے خطاب کیا۔ [۲]

دسمبر 1966ء کل جماعتِ اسلامی پاکستان کی مرکزی مجلس شوریٰ کا اجلاس مولانا سید مودودیؒ نے بلایا۔

8 رجنوری 1967ء کو عوامی لیگ کے سربراہ مجیب الرحمن کو گرفتار کرلیا گیا۔ [۳]

پاکستان میں مسلمان ملت واحدہ کی جگہ علاقہ واریت اور بالخصوص بنگالی و پنجابی قومیت کے ذہن اور ذہنیت کو پروان چڑھایا گیا۔

فروری 1967ء میں ''خلافت وملوکیت'' کا ترکی زبان میں ترجمہ شائع ہوا۔

سعودی عرب کی دعوت پر رابطہ عالمِ اسلامی کے اجلاس منعقدہ مکہ معظّمہ میں شرکت سے ایوب خان کی حکومت نے

۱۔ Family Planning خلافِ قرآن وسنت ہے، اسے دلائل سے واضح کیا گیا ہے۔

۲۔ اس خطاب کو مولانا مودودیؒ نے خود مرتب کیا ہے اور یہ ''عالم اسلام کی تعمیر میں طلباء کا کردار'' کے نام سے طبع شدہ ہے۔

۳۔ پاکستان گولڈن کوئیز۔ ہارون رشید۔ لاہور۔

مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ کو روک دیا، پھر رؤیت ہلال کے حکومتی فیصلے سے اختلاف کے جرم میں ڈیفنس رولز آف پاکستان دفعہ 32 کے تحت قیام پاکستان کے بعد سے یہ چوتھی بار 29/جنوری 1967ء کو مولانا سید مودودیؒ کو گرفتار کیا گیا۔

لَقَدْ كَانَ فِي قَصَصِهِمْ عِبْرَةٌ لِّأُولِي الْأَلْبَابِ ۗ مَا كَانَ حَدِيثًا يُفْتَرَىٰ وَلَٰكِن تَصْدِيقَ الَّذِي بَيْنَ يَدَيْهِ وَتَفْصِيلَ كُلِّ شَيْءٍ وَهُدًى وَرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ ﴿١١١﴾ (سورۃ یوسف:۱۱۱)

جیل میں بند ہونے کی وجہ سے مُلک کی سیاست اور جماعتی ذمہ داریوں سے عملاً لاتعلق ہونا پڑا۔ جیل کی فرصت سے فائدہ اٹھا کر مطالعہ وتصنیف کا کام جاری رکھا۔ ''تفہیم القرآن'' جلد سوم پر نظر ثانی کی اوراس کے علاوہ رسائل ومسائل'' جلد چہارم کی اشاعت عمل میں آئی۔ [۱]

16/مارچ 1967ء کو ڈیڑھ ماہ بعد جیل سے رہائی ملی۔

12/اپریل 1967ء کو پاکستان کے لیے امریکی امداد کی بندش پر سید مودودیؒ نے ایک بیان دیا کہ یہ ایک نیک شگون ہے کوئی قوم اپنی آزادی اور سالمیت کی حفاظت کے لیے دوسروں کی دست نگر نہیں ہوسکتی۔ قوم کو اپنے پیروں پر ہی کھڑا ہونا چاہیئے۔ بھیک اور سود پر قرض ایک ہلاکت خیز، خطرناک اور بھیانک بیماری ہے۔ [۲]

30/اپریل 1967ء کو سید مودودیؒ نے ایک متحدہ محاذ (P.D.F) تحریک جمہوریہ پاکستان قائم کرنے میں کلیدی رول ادا کیا، جس میں جماعتِ اسلامی، کونسل مسلم لیگ اور N.D.F شامل تھے۔

مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ نے قیامِ امنِ عالم کے سلسلہ میں U.N.O کے سکریٹری جنرل اور پاپائے روم کو خطوط لکھے، اور اسلام کے پیغامِ امن کی طرف توجہ دلائی۔ صاف صاف کُھلے انداز میں عیسائیوں اور یہودیوں کی اسلام اور مُسلم دُشمنی کا تاریخی تجزیہ پیش کیا اور امن عالَم کی راہ میں حائل مسائل کے حل کی تجاویز پیش کیں۔ دوسری طرف پاکستان میں جمہوریت کی بحالی کے لیے دوسری جماعتوں سے مل کر تحریک جمہوریت پاکستان (P.D.F) کی تشکیل کا کام انجام دیا۔ ادھر ایوب خان کی ڈکٹیٹرشپ کا پروردہ ذوالفقار علی بھٹو منافق اعظم جو ایوب خان کی مہربانی اور کرم فرمائی کی بدولت ایوب خاں ڈکٹیٹر کے دور میں ملک کا وزیر خارجہ تھا، اُس نے ایوب خان کی ڈکٹیٹر حکومت کو ڈھیلی پڑتے دیکھ کر، اسلام دُشمن اندرونی اور بیرونی عالمی طاقتوں کے ایجنٹ کا رول ادا کرتے ہوئے، سوشلزم کے نام پر اسلامی نظام کے خلاف کام شروع

۱؎ ''رسائل ومسائل'' کے ان چاروں جلدوں میں چار سو گیارہ سوالوں کے مختصر، مفصل اور مدلل جوابات ہیں۔ جن میں تفسیر وحدیث پر ۱۰۴۔ فقہی مسائل پر ۹۳۔ خلافت وملوکیت پر ۱۵۔ عام مسائل پر ۵۸۔ معاشیات پر ۲۸۔ کاروبار پر ۱۰۔ سیاسی مسائل پر ۳۶۔ جماعت اسلامی پر ۳۸۔ اختلافی مسائل پر ۲۹ متفرق سوالات کے جوابات ہیں۔

۲؎ حکومت پاکستان 2019 میں بھی وزیر اعظم عمران خان اور عوام آج تک اس دلدل اور عذاب میں پھنسے ہوئے ہیں۔

کر دیا۔ اس طرح 1967ء میں پاکستان پیپلز پارٹی (P.P.P) کا وجود عمل میں آیا، اسلامی سوشلزم کی نئی اصطلاح گھڑ لی۔ اس فتنہ سے سید مودودیؒ نے پوری ملت کو آگاہ کیا کیونکہ اسلام کا غلط استعمال بہت بڑی سازش ہے۔

اسلامی سوشلزم کہنا ایسا ہی ہے جیسے اسلامی شِرک اور اسلامی کُفر (اسلامی شراب، اسلامی جُوا خانہ) اور فتنہ آگے بڑھ کر ہر بُرائی کے ساتھ لفظ ''اسلامی'' کو جوڑا جائے گا۔

اسی سال مُلتان کے گورنمنٹ کالج کے طلباء سے ملتان کے ایک صاحبِ خیر ہمدرد جماعت کی رہائش گاہ پر خطاب کیا، کالج میں اس لیے یہ پروگرام نہ ہوسکا کہ ان دنوں تقریر وتحریر دونوں پر حکومت کی جانب سے مولانا سید ابوالاعلیٰؒ اور جمعیت طلباء اسلامی دونوں پر سخت پابندی عائد تھی۔

16/اپریل 1967ء کو مسجد مبارک قلعہ گوجر سنگھ لاہور میں درس قرآن اور درس حدیث دوبارہ شروع کیا۔ ان دروس کا تعلیمی، تذکیری، تصنیفی وتربیتی پہلو بہت اہمیت رکھتا ہے۔[1]

5/جون 1967ء کو مصر، شام، اردن پر اسرائیل کے حملے کی مذمت کرتے ہوئے مولانا نے کہا:

''تمام دنیا کے مسلمانوں کو اسلام اور اُس کے دشمنوں کے مقابلے میں اُٹھ کھڑا ہونا چاہئے۔ اور تمام امت مسلمہ کو اسلام دشمنوں کا متحد ہو کر مقابلہ کرنا چاہیے۔''

جون 1967ء میں عرب اسرائیل جنگ میں عرب مما لک کی شکست کے پس منظر میں ایک پمفلٹ شائع کیا۔ اس کا نام تھا ''مشرق وسطیٰ کا عبرت ناک المیہ، اسباب ونتائج اور علاج کی تدبیر''۔[2]

مولانا مودودیؒ نے مسلمان مما لک کے منافق اور فاسق وفاجر حکمرانوں کی حقیقت واضح کی اور کہا کہ:

''اگر حکومت پاکستان نے اپنی اصلاح نہیں کی تو یہ ملک بھی بدترین انجام سے دوچار ہوگا۔''

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُوْدَ وَالنَّصٰرٰٓى اَوْلِيَآءَ ۘ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ۭ وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاِنَّهٗ مِنْهُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿٥١﴾ (سورة المائدة:٥١)

اس سال ''تفہیم القرآن'' کی 6 سورتیں ''ترجمان القرآن'' میں شائع ہوئیں۔

اکتوبر 1966ء میں سورۃ الذاریات، دسمبر 1966ء میں سورۃ طور، فروری 1967ء میں سورۃ النجم، مئی میں سورۃ القمر، جولائی میں سورۃ الرحمن، ستمبر 1967ء میں سورۃ الواقعۃ کی تفسیر ماہ نامہ 'ترجمان القرآن' میں اشاعت عمل میں آئی۔

---

[1] ان دروس کا تذکرہ عمر (59) سال میں بھی سید مودودیؒ کے قرآنی دروس کے نام سے آیا ہے۔

[2] یہی پمفلٹ جماعتِ اسلامی سرگودھا نے ''اسرائیلی جارحیت کا دوسرا خوفناک دور'' کے عنوان سے شائع کیا ہے۔

عمر۔ پینسٹھ (٦٥) سال

(٢٥ ستمبر ١٩٦٧ء تا ٢٤ ستمبر ١٩٦٨ء)

صحت کی خرابی کے باوجود مشرقی پاکستان کا طویل دورہ، حکومت کے منظم سرکاری غنڈوں کی مولانا مودودیؒ کے دورے کو ناکام بنانے کی سازش، ٢٣ اگست 1968ء بیرون ملک بغرض علاج لندن کا پہلا سفر (٢٣ اگست تا ٢٩ ڈسمبر ١٩٦٨، چار ماہ چھ دن) 9 ستمبر ١٩٦٨ء گردے کا آپریشن۔

مولانا سیدابوالاعلیٰ مودودیؒ بیسویں صدی کی وہ اعلیٰ وارفع دینی اورسیاسی شخصیت ہیں جنھوں نے مسلمان حکومتوں میں اتحاد کی تحریک کو پرزوراورموثر انداز سے مضبوط کرنے کی جان توڑ جدوجہد کی۔اس سلسلہ کی مولانا سیدابوالاعلیٰ مودودیؒ کی طویل سعی خودایک مستقل کتاب کی محتاج ہے۔

یہودیت،عیسائیت ، ہندوازم ، بدھ ازم ،کمیونزم نیشنلزم،سوشلزم،کیپٹلزم، یہ تمام مذاہب ونظریات عالم گیر انسانیت کے نقطۂ نظر سے ایک پُرامن، باہمی محبت وخیر خواہی کا ماحول ہرگز فراہم نہیں کرسکتے۔

مولانا سیدمودودیؒ نے پورے وثوق اوردلائل کے ساتھ یہ بات علمی طور پرثابت کی کہ اسلام کے سوا کوئی نظریہ نہ اس سے پہلے تھا نہ اب ہے، جوتمام دنیا کےانسانوں کوایک دوسرے کا بھائی اورخیرخواہ ہونے کا تصوردیتا ہو۔

یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقۡنٰكُمۡ مِّنۡ ذَكَرٍ وَّاُنۡثٰى وَجَعَلۡنٰكُمۡ شُعُوۡبًا وَّقَبَآٮِٕلَ لِتَعَارَفُوۡا ؕ اِنَّ اَكۡرَمَكُمۡ عِنۡدَ اللّٰهِ اَتۡقٰٮكُمۡ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيۡمٌ خَبِيۡرٌ ﴿۱۳﴾ (سورۃ الحجرات،آیت:13)

دنیامیں دوہی نظام زندگی ہیں۔ایک نظام حق ،دوسرانظام باطل۔ایک نظامِ حیات پاک وطیب ہےجس کو اللہ تعالیٰ کی تائیدونصرت اور پشت پناہی حاصل ہے دوسرا باطل نظامِ حیات جوجھوٹ ،دھوکہ ،شیطانی وساوس،ضلالت اورفریب کی آماج گاہ ہے۔جنگ عظیم اول (1914-1919ء) اورجنگ عظیم دوم (1939-1945) کے بعددنیا کا نقشہ جنگ عظیم سوم کی تیاری میں ہےاوراس Third World War کارخ اسلام اورمسلمانوں کی طرف پھیردیا گیاہے۔مولانا مودودیؒ نے نہ صرف ''رابطہ عالم اسلامی'' کا تصوردیا بلکہ اس کے خدوخال بھی مرتب کیے اور

اپنی ذات کو نمایاں کرنے کی قطعی سعی نہیں کی بلکہ دوسروں کو آگے بڑھایا۔

مسلم ممالک کا ایک دولت مشترکہ (Common Wealth) کے قیام کی اہمیت اور مشترکہ شہریت (Common Citizenship) کی حقیقت اہمیت اور اس کی ضرورت کی وضاحت کی۔ خلافت راشدہ کے زمانہ میں موجود تصور کی تجدید کی بھرپور کوشش کی۔

''مسلمان ممالک، پاکستان سے مراکش تک، انڈونیشیا سے ترکستان، اردن، مصر، لیبیا، عراق، ایران، خلیج، سعودی عرب، یمن وغیرہ کی جغرافیائی حدود دوسرحدیں ملتی ہیں۔ مسلم ممالک کی آبادی میں، سلام، اذان، نماز، رشتۂ ازدواج، تہذیب وثقافت، حلال وحرام کی حدود، حرم کعبہ، حرم مدینہ، حرم بیت المقدس کی عظمت مشترک ہے۔

آخران تمام مشترک تصورات کے ہوتے ہوئے ہمارے درمیان اتحاد کیوں نہیں ہے؟ ہمارے اندر معاشی ومادی ترقی میں تعاون کے لیے متحدہ دفاع واسلحہ سازی کیوں نہیں؟ آزمودہ مکار دشمن برطانیہ UK، اور مفاد پرست صیہونی امریکہ USA، ملحد روس USSR، بالآخر ہمیں جو اللہ، ایک رسول، ایک قرآن کی اہم اتحاد کی بنیادوں کو منہدم کرکے امت مسلمہ کو آپس میں لڑا کر تباہ کردیں گے۔ اس حقیقت سے تمام مسلم سربراہان مملکت اور مسلمانان ملت کو آگاہ فرمایا۔

18 تا 22 نومبر 1967ء جماعتِ اسلامی پاکستان کی مجلس شوریٰ کا اجلاس ہوا۔

دسمبر 1967ء میں رومن کیتھولک چرچ کے پوپ ششم نے مشاہیر عالم کو عالمی امن کا پیغام بھیجا۔ مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ نے ان کے مکتوب کا جواب بھیجا۔[۱]

دمشق کے عربی ماہ نامہ ''المسلمون'' کے نمائندے کو انٹرویو دیا۔

9 فروری 1968ء کو اپنی علالت کے باوجود مولانا سید ابوالاعلیٰؒ نے مشرقی پاکستان کا دورہ کیا۔ عوام اور حکومت کی مخالفت اور غنڈہ گردی کے باوجود کئی جگہ عوام کو بیدار اور متنبہ کرنے کے لیے مدلل تقاریر کی اور قوم وملک کو تباہی سے بچانے کی بھرپور کوشش کی۔

وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ تَعَالَوْا إِلَىٰ مَآ أَنزَلَ ٱللَّهُ وَإِلَى ٱلرَّسُولِ قَالُوا۟ حَسْبُنَا مَا وَجَدْنَا عَلَيْهِ ءَابَآءَنَآ ۚ أَوَلَوْ كَانَ ءَابَآؤُهُمْ لَا يَعْلَمُونَ شَيْـًٔا وَلَا يَهْتَدُونَ ﴿١٠٤﴾ يَـٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ عَلَيْكُمْ أَنفُسَكُمْ ۖ لَا يَضُرُّكُم مَّن ضَلَّ إِذَا ٱهْتَدَيْتُمْ ۚ إِلَى ٱللَّهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيعًا فَيُنَبِّئُكُم بِمَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿١٠٥﴾ (سورۃ المائدۃ: ۱۰۴، ۱۰۵)

20 فروری 1968ء کو رابطہ عالم اسلامی اور سنوسی یونیورسٹی لیبیا کی دعوت پر اس کی کانفرنس میں شرکت کا ارادہ کیا،

---

[۱] یہ مکتوب ''خطبات یورپ'' میں منقول ہے جسے مکتبہ الحسنات دہلی نے ۱۹۸۲ء میں شائع کیا۔

لیکن حکومتِ پاکستان نے کانفرنس میں شرکت کے لیے جانے کی اجازت نہیں دی۔

مارچ 1968ء میں دورۂ مشرقی پاکستان کے موقع پر ایک تقریر کی جو ''رحمۃ للعالمین'' کے نام سے مطبوع ہے اس کا اہتمام مکتبہ منصورہ لاہور نے کیا ہے۔

اسی سال 1968ء میں کتاب ''اسلام اور خاندانی منصوبہ بندی'' شائع ہوئی۔ ا؎

4/اگست 1968ء کو باغ بیرونی موچی دروازہ لاہور میں ایک جلسۂ عام سے خطاب کیا۔ یہ خطاب ''آزادی'' کے نام سے مطبوع ہے۔

سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ نے صحت کی خرابی اور کمزوری کے باوجود جماعتی مصروفیات اور ''تفہیم القرآن'' کا کام جاری رکھا، ملکی مسائل کے حل کی سعی کرتے رہے اور ایوب خان کی غیر جمہوری حکومت کی منظم مخالفت اور کمیونزم و سوشلزم و کیپٹل ازم کا بھرپور مقابلہ کیا۔ ڈھاکہ، کراچی، سکھر، راولپنڈی اور لاہور کے اجتماعات میں ''اسلامی جمیعۃ الطلباء'' کے کارکنوں سے خطاب کیا۔ پاکستان و اسلام کے خلاف عالمی سازشوں سے واقف کرایا، اور ان کے مقابلہ کے لیے رہنما اصول بنائے۔ مولانا مودودیؒ نے پاکستان کی مفاد پرست حکومت، ناعاقبت اندیش سیاسی اور فوجی قیادت اور بے شعور اور بے حس جاہل عوام کی حالت سے یہ اندازہ لگالیا تھا کہ اب یہ اللہ کا عطا کردہ ملک پاکستان تقسیم وتباہی کے دہانہ پر پہنچ گیا ہے۔ اس تباہی سے بچنے کی صورت صرف قرآن مجید کی تعلیمات اور سیرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع اور صحابہؓ کے نقش قدم پر چلنے ہی میں ہے۔

كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ ۗ وَلَوْ آمَنَ أَهْلُ الْكِتَابِ لَكَانَ خَيْرًا لَهُمْ ۚ مِنْهُمُ الْمُؤْمِنُونَ وَأَكْثَرُهُمُ الْفَاسِقُونَ ﴿١١٠﴾ (سورۃ آل عمران:۱۱۰)

12/اگست 1968ء لاہور میں طلباء کی ایک نشست میں ملک وملت سے متعلق اہم سوالات کے جوابات دیئے اور طلباء سے خطاب فرمایا۔

نوٹ: جماعت اسلامی ہند کا کل ہند اجتماع۔ 10/11/12/نومبر 1967 زیبا باغ آصف نگر۔ حیدرآباد میں ہوا۔ اس وقت مرتب احمد سعید عثمانیہ یونیورسٹی میں سائنس گریجوئشن کے سال اول کا طالب علم تھا۔ مولانا سید مودودیؒ کا راست تعلق کئی لحاظ سے حیدرآباد سے رہا ہے۔ جماعت اسلامی ہند 1967_1947 کا مطالعہ اہمیت کا حامل ہے۔

ا؎ یہ کتابچہ حکومت نے ضبط کرلیا تھا اس لیے اس کی اشاعت ایک عرصہ تک معطل رہی بعد ازاں ہائی کورٹ مغربی پاکستان نے اس پابندی کو ناجائز قرار دیا اور کتاب کی اشاعت شروع ہوگئی۔

14/ اگست 1968ء ہزارہا افراد کے اجتماع میں آزادی کے موضوع پر تقریر فرمائی۔

20/ اگست 1968ء کراچی میں ملک کے مزدوروں کے مسائل پر سوالات کے جوابات دیئے اور ان مسائل کے قابل عمل حل پر روشنی ڈالی۔

23/ 24/ اگست 1968ء پتھری کے علاج اور گردے کے آپریشن کے لیے کراچی سے لندن روانہ ہوئے۔

9/ ستمبر 1968ء لندن کلینک میں مثانے کا آپریشن ہوا۔ آپریشن بے حد خطرناک تھا۔ 24 گرام پتھری نکلی۔ اور غدہ قدامیہ (GLAND) نکال دیا گیا۔ [ا]

نومبر 1967ء میں سورۃ الحدید کی ماہ نامہ ''ترجمان القرآن'' میں اشاعت ہوئی۔

اس سال ''تفہیم القرآن'' کی 5 سورتیں ماہ نامہ ''ترجمان القرآن'' میں شائع ہوئیں۔ فروری 1968ء میں سورۃ المجادلۃ، مئی میں سورۃ الحشر، جولائی میں سورۃ الممتحنۃ، ستمبر میں سورۃ الصف شائع ہوئی۔

عبادت ایک فطری جذبہ

''جب انسان نے عبادت کے جذبہ سے بے چین ہو کر اپنے لیے کسی معبود کو ڈھونڈھنا شروع کیا، تو فطرت اپنے اِسی لطیف انداز میں اُس کو معبودِ حقیقی کے اتے پتے دینے لگی کہ تیرا معبود وہ ہے، جس نے تجھے پیدا کیا ہے، جو تجھ سے بالاتر ہے۔۔۔۔۔ جو اپنے حُسن و جمال اور خوبی ورعنائی کی بنا پر ہر طرح تیری مدح وستائش کا مستحق ہے، جس کا نور آفتاب و ماہتاب اور ستاروں کو روشنی دیتا ہے، جس کا جمال اپنے جلوؤں سے آب وگل کی صورتوں کو یہ جوبن اور یہ نکھار اور یہ دل فریب حُسن بخشتا ہے، جس کا جلال پانی کی موج، ہوا کے طوفان، زمین کی لرزش، پہاڑ کی سربلندی، شیر کی درندگی اور سانپ کی گزندگی میں اپنی شوکت کا اظہار کرتا ہے، جس کی ربوبیت ماں کے سینے میں محبت وشفقت بن کر، گائے کے تھن میں دُودھ بن کر، پتھر کے کلیجے میں پانی بن کر ظہور کرتی ہے۔'' (سید مودودیؒ۔ تفہیمات صفحہ 59۔ جلد اول)

ا۔ گردہ کا پہلا آپریشن 16/ اکتوبر 1946ء میں ہوا تھا۔ امرتسر کے ہاسپٹل میں ڈاکٹر ریاض قدیر نے کیا، گردے میں سے اس وقت چھے (۶) پتھریاں نکالی گئی تھیں۔

عمر۔ چھیاسٹھ (۶۶) سال

(۲۵ر ستمبر ۱۹۶۸ء تا ۲۴ر ستمبر ۱۹۶۹ء)

لندن میں گردہ کا خطرناک آپریشن، ایوب خان، یحییٰ خاں، بھٹو، بھاشانی، مجیب، مسلم لیگ، متحدہ ملٹری کی ناعاقبت اندیشی کے سبب تقسیم پاکستان کی تیاری، مولانا مودودیؒ کی اسلام و متحدہ پاکستان کی کوششوں کی مخالفت۔ مولانا مودودیؒ کی مہمان خصوصی کی حیثیت سے مراکش رباط کی تعلیمی کانفرنس میں شرکت۔

ماہ ستمبر اور اکتوبر 1968ء (129 دن) چار ماہ ایک ہفتہ لندن میں بغرض علاج و آپریشن قیام رہا۔ 22ر اکتوبر 1968ء کو لندن کے ہاسپٹل میں بایاں گردہ (KIDNEY) جو گزشتہ 24 برس سے پتھری بنا رہا تھا نکال دیا گیا۔ حیرت انگیز طور پر آپریشن کی کامیابی اور صحت کی جلد بحالی پر ڈاکٹر الیگزنڈر ریڈناک پکار اٹھا کہ میں آپ کے آپریشن کو ایک معجزہ (Miracle) سمجھتا ہوں۔

مولانا مودودی کے لیے ساری دنیا میں موجود "تفہیم القرآن" کے قارئین اور آپ کے لٹریچر سے مستفیدین صحت کے لیے خاص دعاؤں کا اہتمام کر رہے تھے اور ان دعا کرنے والے خوش نصیبوں میں سے میں خود (مرتب) بھی شامل تھا۔

وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي فَإِنِّي قَرِيبٌ ۖ أُجِيبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ ۖ فَلْيَسْتَجِيبُوا لِي وَلْيُؤْمِنُوا بِي لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُونَ ﴿١٨٦﴾ (البقرۃ)

اکتوبر 1968ء میں صدر ایوب خاں نے عشرۂ اصلاحات کا جشن منایا۔

نومبر 1968ء میں لاہور میں مجلسِ شوریٰ جماعتِ اسلامی کا اجلاس ہوا۔

25ر نومبر 1968ء کو ایوب خاں کے خلاف تحریک جمہوریت پاکستان نے پُرامن مظاہرے کیے۔ اس وقت مولانا مودودیؒ لندن ہی میں تھے۔

5ر دسمبر 1968ء کو مولانا سید مودودیؒ کے اعزاز میں ہوٹل ہلٹن لندن میں ایک استقبالیہ دیا گیا جس کے جواب میں مولانا نے ایک تقریر کی۔ اس تقریر کا انگریزی ترجمہ پروفیسر خورشید احمد صاحب نے کیا۔

15/ دسمبر 1968ء کو ہلٹن ہوٹل لندن میں ایک شاندار جلسے کو ''دورِ حاضر کا چیلنج اور اسلام'' کے موضوع پر خطاب کیا، اور اسلامی تہذیب کے احیاء اور تمام عالم کو اسلامی تعلیم سے واقف کرانے کا ایک منظم خاکہ پیش کیا۔

29/ دسمبر 1968ء کو لاہور ہوائی اڈہ پر ایک فقید المثال استقبالیہ جلسہ سے خطاب کیا اور اللہ رب العزت کے شُکر واحسان کے ساتھ نئے عزم سے باطل پر حق کو غالب کرنے کے عزم کا اعادہ کیا۔

وَاِنۡ تَصۡبِرُوۡا وَتَتَّقُوۡا فَاِنَّ ذٰلِكَ مِنۡ عَزۡمِ الۡاُمُوۡرِ ﴿۱۸۶﴾ (آل عمران: 186)

پاکستانی حکمرانوں اور مسلم لیگ کا بیس (20) سالہ بد سے بدتر ماضی، مولویوں کی مسجد و مدرسہ تک محدود دین داری، مسلمانوں میں مسلکی افتراق وفرقہ بندی وفتوے بازی، یہود ونصاریٰ اور منافقین کی چال بازیاں۔

جماعت اسلامی اور مولانا مودودیؒ کی متحدہ مخالفت نے اسلام اور مسلمان کے نام پر حاصل کردہ ملک کو بے دین شرابی حکمرانوں کے حوالہ کردیا اور پاکستان کو تباہی کے دہانے پر پہنچادیا۔

مسٹر بھٹو، مولانا بھاشانی اور مجیب الرحمن نے پاکستان کو مارکسزم یا ماوزے تنگ کے سوشلزم وکمیونزم کی طرف لے جانا چاہا۔ سید مودودیؒ نے جماعت کے کارکنوں کو مُتحرک کیا۔ صحت کی خرابی اور جسمانی کمزوری کے باوجود مُلک کے طول اور عرض کا دورہ کیا اور لوگوں میں اس کے خلاف جذبہ پیدا کیا اور فرمایا:

> ''ملک پاکستان محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کا ملک ہے اور جب تک ہماری گردنوں پر سر باقی ہے یہاں اسلام کے سوا کوئی اور نظام نہیں چل سکتا۔ ہم ہر محاذ پر لڑیں گے چاہے وہ آمریت ڈکٹیٹر شپ ہو، سوشلزم ہو، کمیونزم ہو یا لادینیت ہو۔''

اس طرح مُلک کی مایوس کُن فضاء میں مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ نے نوجوانوں اور تحریکِ اسلامی کے کارکنوں میں ایک نیا ولولہ وجوش پیدا کردیا۔

کمزوری اور صحت کی خرابی کے باوجود مولانا سید مودودیؒ اتباعِ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فریضہ، اور ایک اُمّتی کی حیثیت سے، اسلامی نظام کے نفاذ کی ذمہ داری ادا کرتے رہے۔

فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفۡسَكَ عَلٰٓى اٰثَارِهِمۡ اِنۡ لَّمۡ يُؤۡمِنُوۡا بِهٰذَا الۡحَدِيۡثِ اَسَفًا ﴿۶﴾ (سورۃ الکہف)

لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفۡسَكَ اَلَّا يَكُوۡنُوۡا مُؤۡمِنِيۡنَ ﴿۳﴾ اِنۡ نَّشَاۡ نُنَزِّلۡ عَلَيۡهِمۡ مِّنَ السَّمَآءِ اٰيَةً فَظَلَّتۡ اَعۡنَاقُهُمۡ لَهَا خٰضِعِيۡنَ ﴿۴﴾ (سورۃ الشعراء: ۳، ۴)

جنوری 1969ء میں ایوب خان کی آمریت کے خلاف تحریک شروع کی۔ صدر ایوب نے گھبرا کر سیاسی رہنماؤں کو مذاکرات کے لیے اپنے گھر پر دعوت دی۔ مولانا سید مودودیؒ نے اُن مذاکرات میں کلیدی رول ادا کیا۔

مقصدِ تخلیقِ پاکستان کو سمجھایا اور واضح کیا کہ جس عزم سے ملک حاصل کیا گیا ہے، وہی عزم ملک کو بچا سکتا ہے۔

26/فروری 1969ء کو صدر ایوب اور حزبِ اختلاف کی گول میز کانفرنس ہوئی، مگر بھٹو اور بھاشانی نے مغربی اور مشرقی پاکستان میں شر و فساد' لوٹ مار، آتش زنی' علاقائی عصبیت، بنگالی اور غیر بنگالی پھر بنگالی اور پنجابی کے فتنے کو خوب ہوا دی، پھر خود بخود سندھی، بلوچی، پختونی، علاقائی فتنوں نے جنم لیا اور اسلامی رشتہ کو کمزور سے کمزور تر کر دیا۔

10/مارچ 1969ء کے مذاکرات میں ایوب خاں نے بالغ رائے دہی اور وفاقی پارلیمانی نظام کے مطالبہ کو سید مودودیؒ کی دو ماہ کی مسلسل جدوجہد اور مدلل مباحث کے نتیجہ میں تسلیم کرلیا، تا کہ مُلک متحد رہ سکے۔ مگر افسوس کہ بعض مُلک دشمن رہنماؤں اور ناعاقبت اندیش علماء اور پیشہ ور دینی رہنماؤں نے سید مودودیؒ کی اندھی مخالفت میں، مُلک کو خانہ جنگی کی آگ میں جھونک دیا۔ ایک طرف مولانا مودودیؒ نے عوام کو علماء کی عزت و احترام کی اہمیت سمجھائی اور دوسری طرف علماء کو بھی اُن کے مقام کی اہمیت یاد دلائی۔

وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَا تَنَازَعُوْا فَتَفْشَلُوْا وَتَذْهَبَ رِيْحُكُمْ وَاصْبِرُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ﴿٤٦﴾ (سورۃ الانفال: آیت:46)

23/مارچ 1969ء کو یحییٰ خان کو سید مودودیؒ نے مشورہ دیا کہ وہ 1956ء کا آئین بحال کر دیں، مگر یحییٰ خان نے جو ایوب خاں کی جگہ صدر بننے کا آرزومند تھا' اندرونی اور بیرونی اسلام دشمن، نظریہ پاکستان کے مخالفین، انتشار پسندوں اور سازشیوں، مشرقی و مغربی پاکستان میں پائے جانے والے بے دین اور غنڈہ عناصر کی کُھلم کھلاّ سرپرستی شروع کر دی، جس کے نتیجے میں بھٹو، بھاشانی اور مجیب نے مُلک میں خانہ جنگی کی صورت پیدا کر دی، جسے بہانہ بنا کر 25/مارچ 1969ء کو ملک میں ایک اور مارشل لا نافذ کیا گیا اور یحییٰ خاں نے اقتدار پر قبضہ کرنے کا پروگرام بنالیا۔

صدر ایوب خاں کو معزول کر کے جنرل یحییٰ خاں صدر بن گیا۔ پاکستان کی ناپاک قیادت کی وجہ سے ملک پھر ایک بار انتشار اور انارکی کا شکار ہو گیا۔ ایک مکروہ کے بعد دوسرا مکروہ ترین شخص ملک کا صدر بن گیا۔

سید مودودیؒ نے 24/مارچ 1969ء کو ''اسلام ورسز ورلڈ'' Islam Versus World کے موضوع پر اٹلی کی ایک سرکاری ٹی، وی۔ ادارے کو انٹرویو دیا۔

7/اپریل 1969ء کو اسی ٹیلی ویژن کو ایک اور انٹرویو دیا۔ اور اسلام، قرآنی تعلیمات اور خالق و مالک کائنات کے احکامات پر عمل کو، امنِ عالم World Peace کا واحد حل ثابت کیا۔

17/مئی 1969ء کو سید ابوالاعلیٰؒ نے ایک تاریخی انٹرویو دیا۔ جس کو تمام اخباروں نے شائع کیا۔ اس انٹرویو میں واضح کیا کہ رجوع الی اللہ اور تعلیمات اسلامی اور اتباع رسولؐ و صحابہؓ کی روشنی میں اصلاح حال ہی مسائل کا واحد حل ہے۔

وَلَقَدِ اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَحَاقَ بِالَّذِيْنَ سَخِرُوْا مِنْهُمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿٤١﴾ قُلْ مَنْ يَّكْلَؤُكُمْ بِالَّيْلِ وَالنَّهَارِ مِنَ الرَّحْمٰنِ ؕ بَلْ هُمْ عَنْ ذِكْرِ رَبِّهِمْ مُّعْرِضُوْنَ ﴿٤٢﴾ اَمْ لَهُمْ اٰلِهَةٌ تَمْنَعُهُمْ مِّنْ دُوْنِنَا ؕ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ نَصْرَ اَنْفُسِهِمْ وَلَا هُمْ مِّنَّا يُصْحَبُوْنَ ﴿٤٣﴾ بَلْ مَتَّعْنَا هٰٓؤُلَآءِ وَاٰبَآءَهُمْ حَتّٰى طَالَ عَلَيْهِمُ الْعُمُرُ ؕ اَفَلَا يَرَوْنَ اَنَّا نَاْتِي الْاَرْضَ نَنْقُصُهَا مِنْ اَطْرَافِهَا ؕ اَفَهُمُ الْغٰلِبُوْنَ ﴿٤٤﴾ (سورۃ الانبیاء: ۴۱ تا ۴۴)

25/مئی 1968ء سے 24/مئی 1969ء تک مولانا مودودیؒ صحت کی خرابی اور کمزوری کی بنا پر جماعت اسلامی کی امارت کی ذمہ داریوں کو ادا نہ کر سکنے کی وجہ سے رخصت پر رہے۔

7/جون 1969ء کو ملک کو بچانے کے لیے ایک آٹھ (8) نکاتی پروگرام پیش کیا۔

12/اگست 1969ء کو ڈھاکہ یونیورسٹی کے ایک طالبِ علم اور اسلامی جمعیۃ الطلباء مشرقی پاکستان کے رہنما عبدالمالک کو بیس، پچیس افراد نے، صرف اسلام اور متحدہ پاکستان دشمنی میں لاٹھیوں اور لوہے کی سلاخوں سے مار مار کر شہید کر دیا۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ o

وَمَا لِيَ لَآ اَعْبُدُ الَّذِيْ فَطَرَنِيْ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿٢٢﴾ ءَاَتَّخِذُ مِنْ دُوْنِهٖٓ اٰلِهَةً اِنْ يُّرِدْنِ الرَّحْمٰنُ بِضُرٍّ لَّا تُغْنِ عَنِّيْ شَفَاعَتُهُمْ شَيْـًٔا وَّلَا يُنْقِذُوْنِ ﴿٢٣﴾ اِنِّيْٓ اِذًا لَّفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿٢٤﴾ اِنِّيْٓ اٰمَنْتُ بِرَبِّكُمْ فَاسْمَعُوْنِ ﴿٢٥﴾ قِيْلَ ادْخُلِ الْجَنَّةَ ؕ قَالَ يٰلَيْتَ قَوْمِيْ يَعْلَمُوْنَ ﴿٢٦﴾ بِمَا غَفَرَ لِيْ رَبِّيْ وَجَعَلَنِيْ مِنَ الْمُكْرَمِيْنَ ﴿٢٧﴾

(سورۃ یٰسٓ، آیات: ۲۲ تا ۲۷)

اسلامی جمعیۃ الطلباء کے نوجوان رہنما عبدالمالک کی شہادت جمعیۃ الطلباء کے شفیق روحانی باپ مولانا سید مودودیؒ کے لیے ایک بہت بڑا صدمہ تھا۔ کیوں کہ ایک فراستِ مومن کی بدولت اُن کو بعد میں پیش آنے والے حالات و واقعات کے مزید تباہ کن ہونے کا اندیشہ ہو گیا تھا۔ ملک تباہی اور تقسیم کی طرف جا رہا تھا۔

مولانا مودودیؒ نے ہفت روزہ ''چٹان'' لاہور کے ایڈیٹر آغا شورش کاشمیری کو ایک طویل انٹرویو دیا۔ ملک کو تباہی وتقسیم سے بچانے کی راہ نمائی فرمائی۔

24/اگست 1969ء کو یہودیوں کی جانب سے مسجد اقصیٰ کو آگ لگانے کے پس منظر میں مولانا مودودیؒ نے جماعتِ اسلامی لاہور کے کارکنوں سے خطاب کیا۔[1]

...وَتِلْكَ الْاَيَّامُ نُدَاوِلُهَا بَيْنَ النَّاسِ ۚ وَلِيَعْلَمَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَيَتَّخِذَ مِنْكُمْ شُهَدَآءَ ۭ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِيْنَ (سورۃ آل عمران، آیت:140)

اسی سال ''معاشیات اسلام'' مرتبہ خورشید احمد صاحب پروفیسر معاشیات شائع ہوئی۔[2]

12/ستمبر تا 29/ستمبر 1969ء مولانا مودودیؒ کا گیارھواں بیرونی سفر مراکش جاری رہا۔

15/ستمبر 1969ء کو مراقش کی قدیم اسلامی یونیورسٹی میں منعقدہ بین الاقوامی اسلامی کانفرنس میں حکومت مراقش کی دعوت پر سید مودودیؒ نے جناب خلیل حامدی کے ہمراہ شرکت کی، شاہ مراقش نے جو سید مودودیؒ کی کتاب Islamic Law And Constitution کا عربی ترجمہ ''أسس الاقتصاد بين الاسلام والنظرة المعاصرة'' اور ''القانون الاسلامی و طرق تنفیذہ'' پڑھ چکے تھے، مولانا سید مودودیؒ کو بھی سربراہان مملکت کی اس کانفرنس کے افتتاحی اجلاس میں ایک سربراہ مملکت کے اعزاز کے ساتھ شرکت کی دعوت دی اور انہیں اگلی (V.V.I.P) نشستوں میں نہایت تکریم کے ساتھ بٹھایا گیا۔ امام العالم مولانا سید مودودیؒ نے مُسلم مُلکوں کے اُن سربراہوں کو تین تجاویز دیے۔

۱۔ مسلم ممالک کا ایک مشترکہ دفاعی معاہدہ (Common Deffence Agreement)

۲۔ مشترکہ معاشی پالیسی (Common Economic Policy) کی تشکیل۔

---

[1] یہ خطاب سانحہ مسجد اقصیٰ کے نام سے مطبوع ہے، اگست 2003ء میں منشورات لاہور نے سانحہ اقصیٰ کے نام سے شائع کیا ہے۔ اس مطبوعہ کتاب (22) صفحات میں یہود کے پورے منصوبے اور پلاننگ کا اس گہرائی سے احاطہ فرمایا ہے کہ آج 2019 میں یعنی (50) سال بعد آج کے حالات پر پوری طرح منطبق ہوتی ہے۔ اور آج مسلمان ممالک میں مسلمان حکمران اور سازشی صیہونی ایجنٹ ٹولہ بنا ہوا ہے۔ مسلم ممالک کی جان ومال عزت وآبرو، اوران کی بقا جس خطرے سے دوچار ہے، اس کا نقشہ سید مودودیؒ کی فراست مومن نے اس طرح واضح کیا ہے جس طرح آزادی سے قبل ہندوستانی مسلمانوں کو درپیش مسائل ومصائب اور واقعات کا ذکر 1940ء میں کیا تھا اور پاکستان کے بارے میں اگست 1969ء میں فرمایا تھا۔ میری خواہش ہے کہ قارئین اس پمفلٹ کا ضرور مطالعہ کریں۔ (مرتب: احمد ابوسعید)

[2] اس کتاب پر مولانا مودودیؒ نے نظر ثانی کی ہے اور اس میں ضروری اصلاحات اور اضافے کئے ہیں۔ اس کتاب سے مولانا مودودیؒ کا معاشی امور کے بارے میں نظریہ معلوم ہوتا ہے۔ اس کتاب کو اسلامک پبلیکیشنز لاہور نے شائع کیا ہے۔

۳۔ مسلمان حکومتوں کا وفاق Common Muslim Countries Federation کے قیام کی ضرورت واہمیت کی وضاحت کے ساتھ ساتھ ایک قابلِ عمل اور ضروری رہنما اصولوں کا خاکہ پیش کیا۔ OIC یعنی Organisation of Islamic Countries کے قیام کے پیچھے اس خاکے کا کافی عمل دخل ہے۔

یہ پیشین گوئی بھی کی کہ مستقبل میں ساری دنیا کو صرف اسلام سے خطرہ نظر آنے لگے گا۔ دوٹوک انداز میں اسلامی نظام کے سامنے دنیا کے ہر نظام کو بے نقاب کر کے دکھا دیا کہ تمام ازم، اسلام کے مقابلہ میں بے وزن، بودے اور ناکارہ ہیں۔ طاغوتی طاقتیں اسلام کے مقابلہ میں ضعیف وکمزور ہیں۔

لندن کے عربی اخبار کو عربی زبان میں اور اٹلی کے ایک سرکاری ٹیلی ویژن کمپنی کو Islam in the World کے نام پر انگلش زبان میں انٹرویو دیا۔[ا]

۔۔وَمَنْ يَّتَّخِذِ الشَّيْطٰنَ وَلِيًّا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَقَدْ خَسِرَ خُسْرَانًا مُّبِيْنًا ﴿١١٩﴾ (سورۃ النسآء، آیت:119)

اس سال ''تفہیم القرآن'' کی تین سورتیں ''ترجمانُ القرآن'' میں شائع ہوئیں۔

نومبر 1968ء میں سورۃ الجمعۃ کی اشاعت ہوئی۔ مارچ 1969ء میں سورۃ المنافقون، جون 1969ء میں سورۃ التغابن شائع ہوئی۔

''جب کسی سماج اور معاشرے میں انسانی اور اخلاقی قدروں کا زوال عروج پر پہنچ جاتا ہے تو ان کی مادی، معاشی خوش حالی اور فراغت، زوال سے محفوظ نہیں رکھ سکتی، اخلاقی زوال ان کو گھن کی طرح اندر ہی اندر کھوکھلا بنا دیتا ہے اور معمولی حادثہ اور جھٹکا ان کو زمین بوس کر دیتا ہے، یہ کسی قوم اور وطن کے ساتھ مخصوص نہیں ہے، بلکہ یہ قانون قدرت ہے اور اس کا اطلاق دنیا کی ہر قوم اور سماج پر ہوتا ہے۔'' (اقوالِ سید مودودیؒ)

نوٹ: سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ نے اسلام کو اب مسلم ممالک کے محدود دائرے سے نکال کر عالم انسانیت کا مخاطب ومحسن دین کی حیثیت سے پیش کرنے کی سعی تیز سے تیز تر کر دی۔ ''قرآن، رسالت محمدی اور اسلام کسی کی میراث نہیں ہے، بلکہ تمام انسانیت کی مشترکہ میراث ہے۔''

ا۔ آج 2020ء میں حالات کے تناظر میں مولانا مودودیؒ کی پیشین گوئیاں ان کی مومنانہ سیاسی بصیرت اور مخلصانہ عالم گیر امن کے داعی کی اعلیٰ قائدانہ صلاحیت کی گواہی دیتی ہیں۔ کاش قوم نے مولانا کی قدر کی ہوتی۔ تِلْكَ أُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَلَكُمْ مَا كَسَبْتُمْ وَلَا تُسْأَلُوْنَ عَمَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ○ (سورۃ البقرۃ:141)

نوٹ: بہت ممکن ہے اسی سال مولانا محترم جو اپنے علاج کے لیے لندن گئے تھے، یورپ اور امریکہ میں اسلامی دعوت کی عملی سعی کا پروگرام، 'اسلامک سنٹر (Uk Islamic Center) کا ایک خاکہ پروفیسر خورشید صاحب وغیرہ رفقاء کو پیش کیا ہوگا۔ نومبر ۲۰۱۷ء میں مرتب کا ایک ماہ قیام اس سنٹر میں رہا ہے۔

حصولِ قرآن فہمی کے اصول

(مقدمہ تفہیم القرآن سے)

۔۔۔لیکن فہمِ قرآن کی اِن ساری (جو اوپر مقدمہ کے (21) صفحات پر محیط تفصیل سے بیان کی گئی ہے) تدبیروں کے باوجود آدمی قرآن کی رُوح سے پُوری طرح آشنا نہیں ہونے پاتا جب تک کہ عملاً وہ کام نہ کرے جس کے لیے قرآن آیا ہے۔ یہ محض نظریّات اور خیالات کی کتاب نہیں ہے کہ آپ (قارئین قرآن مجید۔ علما و عوام) آرام سے کرسی پر بیٹھ کر اسے پڑھیں اور اس کی ساری باتیں سمجھ جائیں۔ یہ دُنیا کے عام تصوّرِ مذہب کے مطابق ایک نِری مذہبی کتاب بھی نہیں ہے کہ مدرسے اور خانقاہ میں اس کے سارے رموز حل کر لیے جائیں۔ جیسا کہ اس مقدمے کے آغاز میں بتایا جا چکا ہے، یہ ایک دعوت اور تحریک کی کتاب ہے۔

اس (کتاب) نے آتے ہی ایک خاموش طبع اور نیک نہاد انسان (محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو گوشۂ عزلت سے نکال کر اللہ رب العالمین سے پھری ہوئی دنیا کے مقابلے میں لا کھڑا کیا۔ باطل کے خلاف اس (خاموش طبع نیک نہاد انسان محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے آواز اُٹھوائی اور وقت کے علمبردار ان کفر و فسق و ضلالت سے اس (خاموش طبع نیک نہاد انسان محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو لڑا دیا۔ گھر گھر سے ایک ایک سعید رُوح اور پاکیزہ نفس کو کھینچ کھینچ کر لائی اور داعی حق (محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے جھنڈے تلے ان سب (مسلمانوں) کو اکٹھا کیا۔ گوشے گوشے سے ایک ایک فتنہ جو اور فساد پرور (سردارانِ قوم) کو بھڑکا کر اٹھایا اور حامیانِ حق (صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین، مہاجرین و انصار) سے ان کی جنگ کرائی۔ ایک فرد، واحد (محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی پکار سے اپنا کام شروع کر کے خلافتِ الٰہیہ کے قیام تک پُورے تیئیس (23) سال یہی کتاب اس عظیم الشان تحریک کی رہنمائی کرتی رہی، اور حق و باطل کی اس طویل و جاں گُسل کشمکش کے دَوران میں ایک ایک منزل اور ایک ایک مرحلے پر اسی (قرآن مجید) نے تخریب کے ڈھنگ اور تعمیر کے نقشے بتائے۔ اب بھلا یہ کیسے ممکن ہے کہ آپ (قارئین قرآن مجید۔ علماء و عوام) سرے سے نزاعِ کفر و دین اور معرکۂ اسلام و جاہلیّت کے میدان میں قدم ہی نہ رکھیں اور اس کشمکش کی کسی منزل سے گزرنے کا آپ (قارئین قرآن مجید علماء و عوام) کو اتفاق ہی نہ ہوا ہو اور پھر محض قرآن کے الفاظ پڑھ کر اس (قرآن مجید) کی ساری حقیقتیں آپ (قارئین قرآن۔ علماء و عوام) کے سامنے بے نقاب ہو جائیں۔ اسے (قرآن مجید کو) تو پُوری طرح آپ (قارئین قرآن۔ علماء و عوام) اُسی وقت سمجھ سکتے ہیں جب اسے (قرآن مجید کو) لے کر اُٹھیں اور دعوت اِلیٰ اللہ کا کام شروع کریں اور جس جس طرح یہ کتاب (قرآن مجید) ہدایت دیتی جائے اُسی طرح قدم اُٹھاتے چلے جائیں۔ تب وہ سارے تجربات آپ

(قارئین قرآن مجید۔علماء وعوام) کو پیش آئیں گے جو نُزُولِ قرآن کے وقت پیش آئے تھے۔ مکے اور حبش اور طائف کی منزلیں بھی آپ (قارئین قرآن مجید، علماء وعوام) دیکھیں گے اور بدر واُحُد سے لے کر حُنَین اور تبوک تک کے مراحل بھی آپ (قارئین قرآن مجید۔علماء وعوام) کے سامنے آئیں گے۔ ابُوجہل اور ابُولہَب سے بھی آپ (قارئین قرآن مجید۔علماء وعوام) کو واسطہ پڑے گا، منافقین اور یہُود بھی آپ (قارئین قرآن مجید۔علماء وعوام) کو ملیں گے، اور سابقینِ اوّلین سے لے کر مؤلفۃ القلوب تک سبھی طرح کے انسانی نمونے آپ (قارئین قرآن مجید علماء وعوام) دیکھ بھی لیں گے اور برت بھی لیں گے۔ یہ ایک اَور ہی قسم کا ''سُلوک'' ہے جس کو میں ''سُلوکِ قرآنی'' کہتا ہوں۔ اِس سُلوک کی شان یہ ہے کہ اس (سلوک) کی جس جس منزل سے آپ (قارئین قرآن مجید۔علماء وعوام) گزرتے جائیں گے، قرآن کی کچھ آیتیں اور سورتیں خود سامنے آکر آپ (قارئین قرآن مجید۔علماء وعوام) کو بتاتی چلی جائیں گی کہ وہ اسی منزل میں اُتری تھیں اور یہ ہدایت لے کر آئی تھیں۔ اس (مطالعہ وقرأت کے) وقت یہ تو ممکن ہے کہ لُغت اور نحو اور معانی اور بیان کے کچھ نکات سالک (قاریِ قرآن مجید) کی نگاہ سے چُھپے رہ جائیں، لیکن یہ ممکن نہیں ہے کہ قرآن اپنی روح کو اس (قاریِ قرآن مجید) کے سامنے بے نقاب کرنے میں بُخل برت جائے۔

پھر اسی کُلیّہ کے مطابق قرآن کے احکام، اس (قرآن مجید) کی اخلاقی تعلیمات، اس (قرآن مجید) کی معاشی اور تمدّنی ہدایات، اور زندگی کے مختلف پہلوؤں کے بارے میں اس (قرآن مجید) کے بتائے ہوئے اُصُول وقوانین آدمی کی سمجھ میں اُس وقت تک آ ہی نہیں سکتے جب تک وہ عملاً ان (اصول وقوانین) کو برت کر نہ دیکھے۔ نہ وہ فرد اس کتاب (قرآن مجید) کو سمجھ سکتا ہے جس نے اپنی انفرادی زندگی کو اس (قرآن مجید) کی پیروی سے آزاد کر رکھا ہو اور نہ وہ قوم اس (قرآن مجید) سے آشنا ہوسکتی ہے جس کے سارے ہی اجتماعی ادارے اس کی بنائی ہوئی رَوِش کے خلاف چل رہے ہوں۔

(ماخوذ۔ازمقدمہ تفہیم القرآن۔صفحہ ۳۳۔۳۴)

(معذرت کے ساتھ۔قوسین میں وضاحتی الفاظ مرتب کے ہیں)

''قرآن ایک ایسا چراغ ہے جس کا برحق ہونا بجائے خود روشن ہے اور اس کی روشنی میں انسان ہر اس مسئلے کو سمجھ سکتا ہے جسے سمجھنے کے لیے اس کے اپنے ذرائع علم وعقل کافی نہیں ہے۔ یہ چراغ جس شخص کے پاس ہو، وہ فکر وعمل کی بے شمار پُرپیچ راہوں کے درمیان حق کی سیدھی راہ صاف صاف دیکھ سکتا ہے اور عمر بھر صراط مستقیم پر اس طرح چل سکتا ہے کہ ہر قدم پر اسے یہ معلوم ہوتا رہے کہ گمراہیوں کی طرف لے جانے والی پگڈنڈیاں کدھر جا رہی ہیں اور ہلاکت کے گڑھے کہاں کہاں آرہے ہیں اور سلامتی کی راہ ان کے درمیان کون سی ہے۔'' (اقوال سید مودودیؒ)

سیرتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پیغام

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعوت ایک اور اہم سبق ہمیں دیتی ہے اور وہ یہ ہے کہ اخلاق، راہبوں کے گوشِ عزلت کے لیے نہیں ہے، درویشوں کی خانقاہوں کے لیے نہیں ہے، بلکہ دُنیا کی زندگی کے ہر شعبے میں برتنے کے لیے ہے، جس روحانی اور اخلاقی بلندی کو دُنیا فقیروں اور درویشوں میں تلاش کرتی تھی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسے حکومت کی مسند پر اور عدالت کی کرسی پر اٹھالائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تجارت اور کاروبار میں تقویٰ اور دیانت سے کام لینا سکھایا۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پولیس اور فوج کے سپاہیوں کو تقویٰ اور پرہیزگاری کا سبق دیا۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انسان کی اس غلط فہمی کو دور کیا کہ اللہ کا ولی وہی ہوتا ہے جو تارک الدنیا ہو کر بس اللہ اللہ کرتا رہے۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بتایا کہ ولایت (صرف) اس (مخصوص ومحدود دین داری) کا نام نہیں ہے، بلکہ اصل ولایت یہ ہے کہ آدمی ایک حاکم، ایک قاضی، ایک سپہ سالار، ایک تھانیدار، ایک تاجر وصنعت کار، اور دوسری تمام حیثیتوں سے ایک پورا دُنیا دار بن کر بھی ہر اس موقع پر اپنا متقی اور دیانت دار ہونا ثابت کرے جہاں اس کے ایمان کو آزمائش سے سابقہ پیش آئے۔اس طرح آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اخلاق وروحانیت کو رہبانیت کے گوشوں سے نکال کر معیشت ومعاشرت، سیاست وعدالت اور صلح وجنگ کے میدانوں میں لے آئے اور یہاں پاکیزہ اخلاق کی حکمرانی قائم کی۔''

(سید مودودیؒ کی ایک تقریر سے ماخوذ)

عمر۔ سرسٹھ (٦٧) سال

(۲۵ ستمبر ۱۹۶۹ء تا ۲۴ ستمبر ۱۹۷۰ء)

اکتوبر 1969ء میں رابطہ عالم اسلامی مکہ مکرمہ میں شرکت، 17 دسمبر تا 23 دسمبر 1969ء پاکستان کا مشترکہ مجلس شوریٰ کا اجتماع، جون 1970ء میں ''شوکت اسلام'' شاندار جلوس کی قیادت، 26/اگست 1970ء جماعت اسلامی کے (29) سال ایک تاریخی تقریر جامع خدمات کا تذکرہ۔ مولانا مودودیؒ کے چارج و عمرے کی تفصیلات

25/ستمبر 1969ء رابطہ عالم اسلامی (Organization of the islamic cooperation (O.I.C کی بنیاد مراکش میں رکھی گئی۔ اس تنظیم کے قیام کے لئے بنیادی سعی وجدوجہد میں سید مودودیؒ کا بڑا حصہ ہے۔ [1]

14/اکتوبر 1969ء کو رابطہ عالمِ اسلامی کے اجلاس مکہ مکرمہ میں سعودی سربراہ کی دعوت اور خواہش پر صحت کی خرابی کے باوجود شرکت فرمائی اور اکتوبر 1969ء میں زندگی کا پانچواں عمرہ ادا کیا۔ ''شاہ فیصل'' نے جو ''سید مودودیؒ'' کا بڑا احترام کرتے تھے، شاہی مہمان کی حیثیت سے تکریم کی۔ وزیر پٹرولیم ''احمد ذکی یمانی'' جو Opec کے جنرل سکریٹری اور ''الاخوان المسلمون'' کے بہی خواہ تھے، حسن البنا شہیدؒ کی طرح سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ کی عزت کرتے تھے۔

عرب ممالک اور سعودی عرب سے پاکستان واپسی کے فوری بعد مولانا سید مودودیؒ نے اسلامی جمعیۃ الطلباء کے اٹھارہویں سالانہ اجلاس میں شرکت کی۔ ملکی، عالمی اور ملی حالات پر روشنی ڈالی۔

مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ نے طلباء کے علاوہ مزدور، کسان، صحافی، وکیل و اساتذہ میں اسلامی انقلاب کے لیے پریشر گروپس کی ضرورت پر کام کا ہمہ گیر خاکہ پیش کیا۔

23/نومبر سے 27/نومبر 1969ء کے دوران جماعتِ اسلامی مغربی پاکستان کی مجلس شوریٰ کا اجلاس تھا۔

17/دسمبر تا 23/دسمبر 1969ء کے درمیان مرکزی مشرقی اور مغربی پاکستان کی مجلس شوریٰ کا اجلاس تھا۔

---

[1] یہ ایک عجیب اتفاق ہے کہ حضرت مولانا سید مودودی کی تاریخ پیدائش اور قیام رابطہ اسلامی OIC کی تاریخ ۲۵ ستمبر ہی ہے۔

وَالَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا لِرَبِّهِمْ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ ۠ وَاَمْرُهُمْ شُوْرٰى بَيْنَهُمْ ۠ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ۳۸ۚ وَالَّذِيْنَ اِذَآ اَصَابَهُمُ الْبَغْيُ هُمْ يَنْتَصِرُوْنَ ۳۹ (الشوریٰ:۳۸،۳۹)

اس اجلاس میں یحییٰ خان، بھٹو، مجیب، بھاشانی اور دیگر سیاسی رہنماؤں اور عوام کی اصلاح پر غور کیا گیا۔ اور ملک کی دینی جماعتوں کے تمام رہنماؤں سے تعاون کی درخواست کی گئی۔

11/جنوری 1970ء کو موچی دروازہ لاہور میں ایک جلسۂ عام سے خطاب کیا۔[1]

18/جنوری 1970 کو مُلک میں اِنتخابی سرگرمیوں کا آغاز ہوا۔ مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ نے مغربی پاکستان لاہور سے اپنی صحت کی خرابی کے باوجود، مشرقی پاکستان ڈھاکہ کے پلٹن میدان میں منعقدہ کانفرنس میں شرکت کی۔ اس کانفرنس کو حکومت اور عوامی لیگ کے غنڈوں نے درہم برہم کر دیا جس میں 500 پانچ سو افراد زخمی ہوئے اور 4 چار آدمی شہید ہوئے۔ مشرقی پاکستان اپنی تباہی کے دہانے پر پہنچنے کا ثبوت پیش کر دیا۔

محترم مولانا سید ابوالاعلیٰؒ نے صدر یحییٰ خاں اور مارشل لا حکام کو انتباہ دیا کہ اس طرح کی حرکات سے پاکستان کے ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں گے۔ حکومت کو چند اہم ترین راہ نُما اُصول بتائے جو قرار دادِ مقاصدِ پاکستان کے تحت ہوں، اور اِنتخاب کرانے کا مشورہ دیا۔

23/مارچ 1970 کو ایک تاریخی تجزیہ پیش کیا، جس میں بھاشانی، مجیب' بھٹو اور یحییٰ خاں کے عزائم سے قوم کو آگاہ کیا، اور مُلک کی تقسیم کو روکنے کے لیے سوشلزم، کیپٹل ازم اور اشترا کی نظریات کے خلاف، اسلام پسند جماعتوں کو ایک جگہ جمع کیا۔

31/مارچ 1970 کو ''یوم شوکتِ اسلام'' منانے کا ایک پروگرام مولانا سید مودودیؒ کی قیادت میں بنایا گیا۔

یکم مئی کو ''مزدوروں کا یوم'' (Labour Day) کے موقع پر سوشلسٹوں کے مظاہروں کو ناکام کیا گیا۔

31/مئی 1970ء کو ''یوم شوکتِ اسلام'' منایا گیا، جس کی قیادت قائد اعلیٰ مولانا سید مودودیؒ نے کی۔ ''یوم شوکتِ اسلام'' کے مظاہرے نہایت شاندار اور پُر امن تھے۔

31/مئی 1970ء ہی کو مولانا سید مودودیؒ نے ذوالفقار علی بھٹو کے خلاف قومی اتحاد تحریک کے سلسلے میں

---

[1] یہ خطاب ''جماعت اسلامی اور پاکستان'' کے نام سے اسلامی پبلی کیشنز لاہور کے زیر اہتمام شائع ہوا ہے۔

’’شوکت اسلام‘‘ کے ایک بڑے اور شاندار جلوس میں سرکردہ حضرات کے ساتھ نہ صرف شرکت کی بلکہ اس کی قیادت کی اور اسلامی اُخوت کو تحریک دیتے ہوئے حق کی سربلندی اور باطل کے خلاف متحدہ محاذ کی سعی کی۔ مولانا سید مودودیؒ نے جذبۂ ایمانی سے سرشار اتباعِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا عملی نمونہ پیش کیا۔

وَقُلْ رَّبِّ اَدْخِلْنِیْ مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّاَخْرِجْنِیْ مُخْرَجَ صِدْقٍ وَّاجْعَلْ لِّیْ مِنْ لَّدُنْكَ سُلْطٰنًا نَّصِیْرًا۝۸۰ وَقُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ ؕ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا۝۸۱ وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ ۙ وَلَا یَزِیْدُ الظّٰلِمِیْنَ اِلَّا خَسَارًا۝۸۲ (سورۃ بنی اسرائیل، آیات: ۸۰ تا ۸۲)

کی روشنی میں ضعف اور جسمانی کمزوریوں کے باوجود نظامِ اسلامی کی سربلندی کی مہم میں مولانا مودودیؒ ایک کھلی گاڑی میں نہایت اطمینان اور شان وشوکت کے ساتھ آیت کریمہ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ o (الانبیاء: ۸۷) پڑھتے ہوئے متحدہ قائد کی حیثیت سے بیٹھے تھے۔ آگے پیچھے بے شمار اسکوٹرس، موٹر سائیکلیں اور کاریں تھیں۔ نہایت منظم، پرامن و مثالی احتجاج تھا۔

اوائل جون 1970ء میں ملک کے ایک سو آٹھ (108) علماء کرام کو جمع کر کے یہ طے کیا گیا کہ اسلام کے خلاف حکومت اور کسی بھی پارٹی کو کام نہیں کرنے دیا جائے گا۔ مگر مشرقی پاکستان میں بھاشانی نے ہر گھر پر سرخ جھنڈا لگوایا۔ ادھر بھٹو نے ’’اسلامی سوشلزم‘‘ کی اصطلاح نکال لی۔ شیطان کو اسلام کا برقع پہنا کر عوام کو دھوکا دیا۔

سید مودودیؒ نے 24/جون 1970ء کو جماعتِ اسلامی، جمعیۃ العلماء اسلام (دونوں گروپ) مرکزی جمعیۃ اہلِ حدیث، جمہوری پارٹی کا ایک متحدہ محاذ بنایا۔ 28/جون 1970ء کو دوبارہ چار روزہ دورے پر ڈھاکہ روانہ ہوئے۔ اسلامی نظام اور بقائے پاکستان کے لیے غیر اسلامی، سوشلزم، علاقائیت اور زبان کی عصبیتوں سے بچانے کے لیے ہر ممکن کوشش کی۔ سندھی، پنجابی، بنگالی، بلوچی، عصبیتوں کی جگہ اسلامی اخوت کو مضبوط کرنے کی بھرپور سعی کی۔

....وَتَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى ۪ وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ ۪ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ شَدِیْدُ الْعِقَابِ۝۲ (سورۃ المائدۃ: آیت، ۲)

بعد میں مزید چھوٹی علاقائی جماعتیں اس میں شامل ہوگئیں اور یہ جملہ آٹھ (8) جماعتوں کا محاذ بن گیا، لیکن مختلف سازشوں کا شکار ہو کر ایک ایک پارٹی الگ ہوتی گئی اور بڑی مشکلوں سے قائم ہونے والا، یہ محاذ، بدقسمتی سے الیکشن سے پہلے ہی ختم ہوگیا۔ متحدہ دینی حمیت رکھنے والی ان جماعتوں کے بکھر جانے سے ملک کے مستقبل کی فکر میں مولانا مودودیؒ

کو پاکستان کی جماعتوں کے ضمیر فروشانہ کردار کی وجہ سے بہت صدمہ ہوا۔

28/جولائی 1970ء کو صدر یحییٰ خان کی ایک تقریر ہوئی۔

اگست 1970ء میں الیکشن کمیشن نے جماعتِ اسلامی کو انتخابی نشان میزان (ترازو) الاٹ کیا۔

26/اگست 1970ء کو جماعتِ اسلامی کی یوم تاسیس پر مولانا سید مودودیؒ نے ایک تاریخی تقریر کی اور تحریکِ اسلامی کی انتیس (29) سالہ خدمات کا تذکرہ کیا۔ [1]

سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ کا لٹریچر دنیا کے مختلف ممالک کی (۲۲) بائیس زبانوں بشمول انگریزی، جرمنی، فرانسیسی، عربی، فارسی، ترکی، انڈونیشی، جاپانی، افریقی، سواہلی، باؤسا اور ہندی وغیرہ میں شائع ہو کر تقسیم ہوا۔ اس کے علاوہ جماعتِ اسلامی ہند نے انڈیا کی تمام اُنیس (19) علاقائی زبانوں میں لٹریچر شائع کرنے کا کام تقسیمِ ہند سے قبل ہی شروع کر دیا تھا۔ میرے سفر ترکی نومبر 2017 میں یہ معلوم ہوا کہ مولانا مودودیؒ کی تمام کتب کا ترجمہ ترکی میں ہو چکا ہے اور بالخصوص تفہیم القرآن کی چھے جلدوں کے کئی ایڈیشن ترکی میں چھپ چکے ہیں۔)

تقسیمِ ہند سے قبل جس طرح 1947ء میں، مدراس کی ایک تاریخی تقریر میں متحدہ ہند کے حالات کا تجزیہ کیا تھا، اسی طرح اب پاکستان کو تقسیم سے بچانے کا واحد حل یہ پیش کیا کہ اسلام اور قرآنی دستور ہی وہ واحد حل ہے، جو مشرقی اور مغربی پاکستان کو علاحدہ ہونے سے روک سکتا ہے، ورنہ یہ مُلک بھیانک بربادی کے بعد اسی طرح ایک دوسرے سے الگ ہو کر دشمنی کو پروان چڑھائیں گے جس طرح ہندوستان اور پاکستان کے درمیان انگریزوں نے دشمنی کے بیج بوئے تھے۔

مُلک کے سیاسی، سماجی، مذہبی قائدین کو ''عالمی اسلام دشمن سازشوں سے'' واقف کرایا، مگر مفاد پرست سیاسی، اور نامعقول اور نادان سماجی اور متعصب مذہبی قائدین نے سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ سے غلط فہمی اور جھوٹے الزامات و بہتان تراشی سے پیدا شدہ دشمنی میں ان کی ہر بات کی مخالفت کو اپنا دین و دھرم بنا لیا۔ دکھی مولانا مودودیؒ کا حال امت محمدیہ کے ایک دکھی اور صابر و ثابت قدم داعی کا تھا۔

قَالَ رَبِّ اِنِّیْ دَعَوْتُ قَوْمِیْ لَیْلًا وَّ نَهَارًا ۝٥ فَلَمْ یَزِدْهُمْ دُعَآءِیْۤ اِلَّا فِرَارًا ۝٦ وَاِنِّیْ كُلَّمَا دَعَوْتُهُمْ لِتَغْفِرَ لَهُمْ جَعَلُوْۤا اَصَابِعَهُمْ فِیْۤ اٰذَانِهِمْ وَاسْتَغْشَوْا ثِیَابَهُمْ وَاَصَرُّوْا وَاسْتَكْبَرُوا اسْتِكْبَارًا ۝٧ ثُمَّ اِنِّیْ

---

[1] یہ تقریر ''جماعت اسلامی کے 29 سال'' کے نام سے مطبوع ہے۔ آپ کے ہاتھوں میں موجود میری اس کتاب کے ہر قاری اور عالم گیر جماعت اسلامی کے ہر رکن و کارکن کو اس تقریر کا بار بار مطالعہ کرتے رہنا چاہئے۔ (مرتب: احمد ابوسعید)

دَعَوْتُهُمْ جِهَارًا ﴿٨﴾ ثُمَّ إِنِّيٓ أَعْلَنتُ لَهُمْ وَأَسْرَرْتُ لَهُمْ إِسْرَارًا ﴿٩﴾ فَقُلْتُ اسْتَغْفِرُوا رَبَّكُمْ إِنَّهُ كَانَ غَفَّارًا ﴿١٠﴾ يُرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَيْكُم مِّدْرَارًا ﴿١١﴾ وَيُمْدِدْكُم بِأَمْوَالٍ وَبَنِينَ وَيَجْعَل لَّكُمْ جَنَّٰتٍ وَيَجْعَل لَّكُمْ أَنْهَٰرًا ﴿١٢﴾ مَّا لَكُمْ لَا تَرْجُونَ لِلَّهِ وَقَارًا ﴿١٣﴾ وَقَدْ خَلَقَكُمْ أَطْوَارًا ﴿١٤﴾ (سورۃ نوح، آیات: ۵ تا ۱۴)

اس طرح مولانا سید ابوالاعلیٰؒ کی حیات دراصل قرآن کی ان آیات کا عملی نمونہ ہے۔ اس طرح سید مودودیؒ کی 67 سالہ حیات کے 50 سال یعنی نصف صدی پر محیط زندگی اس کی شاہد ہے۔

مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ۔ اتباع قرآن وسنت کی دعوت دیتے ہوئے کامیاب ہو گئے اور پاکستانی بدنصیب قوم اسلام اور مسلمانوں کے نام سے حاصل کردہ ملک میں اسلامی نظام نافذ کرنے کے اللہ سے کیے ہوئے وعدے کی خلاف ورزی کر کے ناکام ونامراد ہو کر تباہی وبربادی کی راہ پر چلتی رہی۔

6/ستمبر 1970ء کو سید مودودیؒ کو نمازِ عصر میں قتل کرنے کی ایک سازش کو اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے فضل سے ناکام بنایا گیا۔ اور سازش کا پردہ چاک کیا گیا۔

1970ء میں مکروہ ومفسد اور ذلیل وملعون صدر جمال عبد الناصر کی عبرتناک موت واقع ہوئی، اور مصر میں ''الاخوانُ المسلمون'' کو کچھ راحت ملی۔ اس ذلیل وملعون صدر نے یہود اور نصاریٰ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے اپنے ہی ملک سے اسلام کو دیش نکالا دینے کی بھرپور کوشش اور منظم سازش کی اور اپنے آپ کو اس فقرہ ''نحن أبناء الفراعنة'' ہم اولاد فراعنہ ہیں، کا مصداق ٹھہرایا۔ اس ملعون کے بعد آنے والے مصری حکمرانوں نے بھی اسلام اور اسلامی اقدار کے لیے ''الاخوان المسلمون'' کو ملک میں قدم جمانے نہیں دیا۔[1]

سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ کا ''سیرت سرورِ عالم'' کی ترتیب اور ''تفہیمُ القرآن'' کی آخری جلد کا کام ان حالات میں بھی مسلسل چل رہا تھا۔ سید مودودیؒ ایک مومن اور داعی کی حیثیت سے:

وَالْعَصْرِ ﴿١﴾ إِنَّ الْإِنسَانَ لَفِي خُسْرٍ ﴿٢﴾ إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ ﴿٣﴾ (سورۃ العصر) کی جیتی جاگتی مثال پیش کرتے رہے۔

---

[1] آج 2019ء میں عوام کے منتخب صدر مصر محمد مرسی کی جگہ شیطان صفت السیسی ناجائز صدر بنا بیٹھا ہے۔ منتخب ''الاخوان المسلمون'' کے نمائندے، جائز صدر محمد مرسی ایک سال صدر کی ذمہ داری سنبھالنے کے بعد عالمی یہود ونصاریٰ اور مشرکین کی سازشوں سے جیل میں ہیں۔ اور اکابر قائدین اخوان کو انصاف وعدالت کی توہین کرتے ہوئے سزائے موت سنا رہے ہیں، کاش وہ اپنی موت کو بھی یاد کر لیتے اور انجام سے باخبر ہوتے۔ تفصیلی معلومات کے لیے دیکھئے کتاب ''اخوان المسلمون اور فرعونیت کی کشمکش''، میر بابر مشتاق، اشاعت اول 2014ء، لاہور۔
ڈسمبر 2020ء تک یہ شیطان السیسی یہودیوں کا ایجنٹ، مصر کا صدر بنا ہوا ہے، منتخب صدر مرسیؒ نے قید وبند کی صعوبتوں کی بدولت جام شہادت نوش فرمالی۔

نومبر 1969ء میں سورۃ الطلاق کی اشاعت ہوئی۔ سورۃ الطلاق پر پانچویں جلد مکمل ہوگئی۔ ملکی، ملی، جماعتی مسائل ومصروفیات اور صحت کی کمزور حالت کے باوجود دسمبر 1969ء سے ستمبر 1970ء تک ''تفہیمُ القرآن'' کی ۹ سورتیں ''ترجمانُ القرآن'' میں شائع ہوئیں۔

جنوری 1970ء میں سورۃ التحریم، فروری میں سورۃ الملک، مارچ میں سورۃ القلم، اپریل میں سورۃ الحاقۃ، مئی میں سورۃ المعارج ونوح، جون میں سورۃ الجن، جولائی میں سورۃ المزمل، ستمبر 1970 میں سورۃ المدثر، شائع ہوئی۔

مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ کے حج اور عمرے کی تفصیلات

امام العالم وقائد اعلیٰ مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ نے جملہ چار حج کیے۔

پہلا حج: 1956ء میں کیا اور حتی المقدور عمرے کیے۔

دوسرا حج: 1962ء میں کیا اور حتی المقدور عمرے کیے۔

تیسرا حج: 1963ء میں کیا اور حتی المقدور عمرے کیے۔

چوتھا حج: 1966ء میں کیا اور حتی المقدور عمرے کیے۔

حج کے مہینوں کے علاوہ عمرے کے لیے چار سفر الگ سے کیے۔

پہلا عمرہ: جنوری 1960ء

دوسرا عمرہ: جنوری 1961ء

تیسرا عمرہ: دسمبر 1962ء

چوتھا عمرہ: اکتوبر 1969ء

بعض علماء کی طرف سے مولانا مودودیؒ پر نہایت بے شرمی و بے حیائی کے ساتھ یہ الزام آج بھی لگایا جاتا ہے کہ انہوں نے کبھی حج نہیں کیا۔ جھوٹ بولنے کی خدمت اکثر مساجد کے بریلوی و دیوبندی امام اور ہمارے علماء ومقررین معروف مولوی اور مفتی حضرات انجام دیتے ہیں، جب کہ فرمانِ الٰہی ہے: لَعۡنَتُ اللّٰہِ عَلَی الۡکٰذِبِیۡنَ ○ (سورۃ آل عمران: 31)

اَحَسِبَ النَّاسُ اَنۡ یُّتۡرَکُوۡۤا اَنۡ یَّقُوۡلُوۡۤا اٰمَنَّا وَهُمۡ لَا یُفۡتَنُوۡنَ ۝۲ وَلَقَدۡ فَتَنَّا الَّذِیۡنَ مِنۡ قَبۡلِهِمۡ فَلَیَعۡلَمَنَّ اللّٰهُ الَّذِیۡنَ صَدَقُوۡا وَلَیَعۡلَمَنَّ الۡکٰذِبِیۡنَ ۝۳ اَمۡ حَسِبَ الَّذِیۡنَ یَعۡمَلُوۡنَ السَّیِّاٰتِ اَنۡ یَّسۡبِقُوۡنَا ؕ سَآءَ مَا یَحۡکُمُوۡنَ ۝۴ (العنکبوت)

[ماخوذ از سفر عرب اور حج بیت اللہ۔ سید ابوالاعلیٰ۔ مرتب: سلیم منصور خالد، طبع اول 2012ء]

عمر۔ اڑسٹھ (۶۸) سال

(۲۵ر ستمبر ۱۹۷۰ء تا ۲۴ر ستمبر ۱۹۷۱ء)

ریڈیو اور ٹیلی ویژن پر جماعت اسلامی کے انتخابی منشور کی وضاحت، دسمبر 1970ء کے انتخابات میں ناکامی پر مولانا مودودیؒ کا پُرعزیمت کردار، مولانا مودودیؒ کی علالت وکمزوری کی وجہ سے محترم جناب میاں طفیل محمد قائم مقام امیر جماعت، جماعت کی تمام تنظیمی ذمہ داریوں سے سبکدوشی، عالمی سازشی سانحہ تقسیم پاکستان، وجود بنگلہ دیش

10ر اکتوبر 1970ء کو مولانا سید ابوالاعلیٰؒ نے ''متحدہ اسلامی محاذ'' کے زیرِ اہتمام ایک عظیم الشان جلسہ سے خطاب کیا۔ محاذ کے اور لیڈروں کی تقاریر بھی تھیں، مگر سید ابوالاعلیٰؒ کی تقریر نہایت معلوماتی اور جادو اثر تھی۔

''متحدہ اسلامی محاذ'' کے عہدہ داران اور لیڈران مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ کے علمی، ادبی، دینی وفقہی اور اسلامی سیاست اور پاکستان کی عالمی اہمیت پر محیط تقریر سے متاثر تھے۔

اکتوبر 1970ء کا پورا ماہ اور ماہ نومبر کے دوران ہی مولانا مودودیؒ صحت کی خرابی، کمزوری کے باوجود ملک کو بچانے کی جان توڑ محنت میں جٹے رہے۔ پورے ملک یعنی مغربی ومشرقی پاکستان کے دورے کیے۔ متعدد انتخابی جلسوں کو خطاب کیا۔ جماعتِ اسلامی کو مزید منظم کیا۔ ہر جلسہ پُرامن رہا۔ مخالفین کی ہنگامہ آرائیوں کا ردِعمل، حسنِ عمل سے دیا گیا۔ جماعتِ اسلامی کے تنظیمی اجلاس میں تھکاوٹ کے باوجود اپنی خدمات انجام دیں۔

قرآن مجید کی بیشتر آیات میں قوم کو تباہی سے بچانے کی سعی کے نقوش ہیں۔

قَالَ يٰقَوْمِ لِمَ تَسْتَعْجِلُوْنَ بِالسَّيِّئَةِ قَبْلَ الْحَسَنَةِ ۚ لَوْلَا تَسْتَغْفِرُوْنَ اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ﴿۴۶﴾ قَالُوا اطَّيَّرْنَا بِكَ وَبِمَنْ مَّعَكَ ۭ قَالَ طٰۗىِٕرُكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ تُفْتَنُوْنَ ﴿۴۷﴾ (سورۃ النمل، آیات، 46-47)

سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ نے مُلک وقوم کو دشمنوں کی عالمی سازش سے واقف کرایا۔

حکومت اور عوام کو غیرت دلائی کہ ''مرد بنو، کب تک، امریکہ، روس اور چین کے نکاح میں مُلک کو دیتے رہو گے۔''

اسلامی نظام کو اللہ پر توکّل کے ساتھ نافذ کرو، دنیا خود تمہارے قدموں پر آن پڑے گی۔ قرآن، رسالتِ محمدی اور اسلام کی بدولت تم کو وہ مقام ملے گا جو امریکہ، روس و برطانیہ کو بھی حاصل نہیں ہے۔

اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ يُحِبُّوْنَ الْعَاجِلَةَ وَيَذَرُوْنَ وَرَآءَهُمْ يَوْمًا ثَقِيْلًا ﴿٢٧﴾ نَحْنُ خَلَقْنٰهُمْ وَشَدَدْنَآ اَسْرَهُمْ ۚ وَاِذَا شِئْنَا بَدَّلْنَآ اَمْثَالَهُمْ تَبْدِيْلًا ﴿٢٨﴾ اِنَّ هٰذِهٖ تَذْكِرَةٌ ۚ فَمَنْ شَآءَ اتَّخَذَ اِلٰى رَبِّهٖ سَبِيْلًا ﴿٢٩﴾ وَمَا تَشَآءُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ﴿٣٠﴾ (سورۃ الدھر، آیات: ۲۷ تا ۳۰)

علامہ سید ابوالاعلیٰؒ کی اعلیٰ ترین قیادت کی یہ زندہ مثال ہے۔

3رنومبر 1970ء کو ریڈیو پاکستان اور پاکستانی ٹیلی ویژن سے جماعتِ اسلامی کے انتخابی منشور کی وضاحت کے ضمن میں تقریر کی۔ [۱]

نومبر 1970ء پورا ماہ فجر کی نماز سے عشاء کی نماز تک بلکہ بعض دفعہ تہجد تک، تحریکی، تنظیمی، ترغیبی پروگرامس، ملاقاتوں و مشاورتوں کا سلسلہ جاری رہتا۔ سنت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع میں مولانا مودودیؒ ہر ایک سے ہر معاملہ میں محبت اور شفقت و تکریم سے پیش آتے۔ [۲]

بالآخر حسبِ اعلان ۷ر دسمبر 1970ء کو انتخابات منعقد ہوئے۔

بھٹو کی پاکستان پیپلز پارٹی (.P.P.P) نے مغربی پاکستان میں اور مجیب الرحمن کی عوامی لیگ نے مشرقی پاکستان میں (جو یحییٰ خاں کے مارشل لا کے تحت الیکشن ہوئے تھے) بھاری اکثریت سے انتخابات میں کامیابی حاصل کی۔ جبکہ جماعتِ اسلامی نے مشرقی اور مغربی پاکستان کے ذہین اور تعلیم یافتہ، غیر متعصب طبقہ کو اپنے حق میں ہموار کرلیا۔

جمہوریت میں دانشور اور جاہل کے ووٹ کا ایک ہی وزن ہوتا ہے، ذہین و تعلیم یافتہ سمجھ دار طبقہ (جو ہر ملک میں اقلیت ہی میں ہوتا ہے) کی تائید کے باجود جماعتِ اسلامی کو انتخابات میں زبردست شکست سے دوچار ہونا پڑا۔ مولانا مودودیؒ نے جماعت اسلامی اور جمعیۃ الطلباء کو مایوسی سے بچانے کے لیے فرمایا:

''تعلیم یافتہ لوگوں نے زیادہ تر جماعت اسلامی کو ہی ووٹ دیئے ہیں۔ لیکن ان پڑھ اور جہلاء کا طبقہ جذباتی نعروں میں بہہ گیا۔ جماعت اسلامی جب قائم ہوئی تھی تو اس وقت صرف پچھتر (75) آدمیوں نے ساتھ

۱۔ یہ تقریر ہم کیسا پاکستان چاہتے ہیں ''جماعت اسلامی کی پالیسی اور پروگرام'' کے نام سے مطبوع ہے۔

۲۔ ایک نہایت افسوس ناک، دکھ اور تکلیف بھری داستان یہ بھی ہے کہ جماعتِ اسلامی پاکستان کی مجلس مشاورت اور مغربی پاکستان کے امراءِ صوبہ پنجاب، سندھ، بلوچستان ہر چھوٹی بڑی بات میں اختیارات کے باوجود خود فیصلہ کرنے کے بجائے ہر معاملہ میں مولانا مودودیؒ سے ملاقات و مشورے کر کے محبت سے معمور مگر حقیقت میں کم شعوری کی بنا پر یہ نادان لوگ نااہلی کا عملی مظاہرہ وظلم کرتے تھے۔

دیا تھا۔لیکن اب انتخابات میں بحیثیت مجموعی پچیس (25) لاکھ آدمیوں نے جماعت کو ووٹ دیے ہیں، یہ ہماری بہت بڑی کامیابی ہے۔اب ان شاء اللہ ہم اَن پڑھ جہلا لوگوں تک بھی جماعت کا پیغام اور پروگرام موثر انداز میں پہنچائیں گے۔''

ملک کی اکثریت کو غاصب اور فاجر عوامی وفوجی قیادت نے جان بوجھ کر ایک منصوبہ کے تحت جاہل رکھا ہے، اب جماعت اسلامی کا کام ہے کہ تعلیم اور کم از کم بنیادی تعلیم کو منصوبہ بند طریقہ سے عام کرنے کی سعی کرے۔اسے ہر دیہات اور ہر گھر کو حصول علم کی بنیادی ضرورت سے واقف کروا کر پاکستان کی زمین کو مزید زرخیز بنانا ہے۔

اَنۡزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَسَالَتۡ اَوۡدِيَةٌۢ بِقَدَرِهَا فَاحۡتَمَلَ السَّيۡلُ زَبَدًا رَّابِيًا ؕ وَمِمَّا يُوۡقِدُوۡنَ عَلَيۡهِ فِى النَّارِ ابۡتِغَآءَ حِلۡيَةٍ اَوۡ مَتَاعٍ زَبَدٌ مِّثۡلُهٗ ؕ كَذٰلِكَ يَضۡرِبُ اللّٰهُ الۡحَـقَّ وَالۡبَاطِلَ ؕ فَاَمَّا الزَّبَدُ فَيَذۡهَبُ جُفَآءً ۚ وَاَمَّا مَا يَنۡفَعُ النَّاسَ فَيَمۡكُثُ فِى الۡاَرۡضِ ؕ كَذٰلِكَ يَضۡرِبُ اللّٰهُ الۡاَمۡثَالَ ۞ (سورۃ الرعد:17)

مجیب الرحمن کی عوامی لیگ کو 151 سیٹوں پر کامیابی حاصل ہوئی اس طرح وہ کل سیٹوں کا 52 فیصد کی اکثریت سے انتخابات جیت چکا تھا۔اس کو صرف مشرقی پاکستان میں جیت حاصل ہوئی، بھٹو اور یحییٰ خان کی ملی بھگت نے پاکستان کا اقتدار مجیب کے حوالے نہیں کیا اور بھٹو جس نے 22 فیصد ووٹ حاصل کیا تھا اور پیپلز پارٹی نے جملہ 81 سیٹ پر کامیابی حاصل کی اور یہ صرف مغربی پاکستان ہی میں اس کا اثر تھا، اُس شاطر وجھوٹے (بھٹو) نے یہ ترکیب نِکالی کہ

''تم اُدھر، ہم اِدھر'' یا ایک مُلک میں دو وزیرِ اعظم۔

اس طرح اسلام دشمن عالمی طاقتوں یہود و ہنود کو اسلام کے نام پر حاصل کردہ مُلک پاکستان کو دو ٹکڑے اور کمزور کرنے کا بہترین موقعہ ان دو بے دین، خود پسند، مفاد پرست منافق، فاسق و فاجر سیاسی قائدین نے فراہم کر دیا۔

سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ نے ان بدترین و بدکردار شرابی قائدین کو سمجھانے اور ایک دوسرے سے ملانے کی ہر ممکن کوشش کی۔یحییٰ خان، مجیب الرحمن اور ذوالفقار علی بھٹو سے علیٰحدہ علیٰحدہ ملاقاتیں کیں، دیگر دینی اور مخلص سیاسی قائدین کو ایک جگہ جمع کر کے ایک مشترکہ حل نکالنے کی حتی المقدور کوشش کی۔سعودی عرب، خلیج اور دیگر مسلم ممالک سے ربط پیدا کیا۔تاکہ مُلک ٹوٹنے سے بچ جائے۔بصورت دیگر اسلام کے نام پر حاصل کردہ اِس ملک پاکستان کی تقسیم کی صورت میں، مغربی طاقتوں کو اسلام اور اسلامی نظام کی ناکامی کا ایک اور بہانہ ہاتھ آجائے گا، جس طرح 1924ء میں خلافت تحریک کی ناکامی پر جو سراسر عربوں اور تُرکوں کی نادان قیادت کا نتیجہ تھی۔مگر یورپ اور امریکہ نے مسلمانوں کی اس نادان اور بکاؤ قیادت کو استعمال کر کے مُسلمانوں کے، خلافت کی شکل میں 1924ء تک موجود کمزور اتحاد کو پارہ پارہ کر دیا اور ''قوم پرستی'' کے بُت

کو اسلام اور توحید کے بالمقابل لاکر کھڑا کر دیا۔

اَلَمْ تَرَ كَيْفَ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا كَلِمَةً طَيِّبَةً كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ اَصْلُهَا ثَابِتٌ وَّفَرْعُهَا فِي السَّمَآءِ ﴿۲۴﴾ تُؤْتِيْٓ اُكُلَهَا كُلَّ حِيْنٍۭ بِاِذْنِ رَبِّهَا ۭ وَيَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ﴿۲۵﴾ وَمَثَلُ كَلِمَةٍ خَبِيْثَةٍ كَشَجَرَةٍ خَبِيْثَةِ ۨ اجْتُثَّتْ مِنْ فَوْقِ الْاَرْضِ مَا لَهَا مِنْ قَرَارٍ ﴿۲۶﴾ يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ ۚ وَيُضِلُّ اللّٰهُ الظّٰلِمِيْنَ ڐ وَيَفْعَلُ اللّٰهُ مَا يَشَاۗءُ ﴿۲۷﴾ (سورۃ ابراہیم: ۲۴ تا ۲۷)

8 ر دسمبر 1970ء کو مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ نے جماعتِ اسلامی کے مرکز میں جماعتِ اسلامی کے کارکنوں سے خطاب کیا۔''اسلامی محاذ'' کی ناکامی سے شکست خوردہ نوجوانوں کی ہمت بندھائی اور نیا جذبہ وولولہ پیدا فرماتے ہوئے فرمایا:

''یاد رکھئے نہ اسلام ناکام ہوا ہے اور نہ ہی اہلِ اسلام کو شکست ہوئی ہے، بلکہ فی الحقیقت وہ لوگ ناکام ہوگئے ہیں، جنھوں نے سوشلزم کے حق میں اپنی رائے دی ہے۔ ناکامی حق کا مقدر نہیں ہے، خواہ بظاہر اس کی ناکامی کے آثار کتنے ہی نمایاں ہوں۔ اِسی طرح کامیابی باطل کا مقدر نہیں ہے، خواہ بظاہر اس کی کامیابی کا کتنا ہی چرچا ہو۔''

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا ۫ وَلَا يَغُرَّنَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ ﴿۵﴾ اِنَّ الشَّيْطٰنَ لَكُمْ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوْهُ عَدُوًّا ۭ اِنَّمَا يَدْعُوْا حِزْبَهٗ لِيَكُوْنُوْا مِنْ اَصْحٰبِ السَّعِيْرِ ﴿۶﴾ اَلَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ڛ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ كَبِيْرٌ ﴿۷﴾ (سورۃ فاطر: ۵ تا ۷)

اس سال انتخابات سے پہلے اور انتخابات کے بعد بھی فاتر العقل علماء کے مختلف حلقوں کی جانب سے اعتراضات کی خوب بوچھاڑ ہوتی رہی۔ ایک روز گوجرانوالہ کے دو، دیوبندی معروف عالمِ دین مولانا مودودیؒ سے خصوصی ملاقات کے لیے لاہور آئے۔ ''تجدید واحیائے دین'' دسمبر 1940ء کی اشاعت 30 سالہ قدیم، معروف اور اہلِ علم میں مقبول مدلل کتاب کے حوالہ سے بات چل نکلی تو مولانا مودودیؒ نے فرمایا:

''علماء اور دیگر لوگ اس کتاب کی جن باتوں پر معترض ہیں وہ دراصل حضرت شاہ ولی اللہ صاحب کی تصنیف ''تفہیمات الٰہیہ'' سے ماخوذ ہیں۔ چنانچہ جتنی گالیاں بھی مجھے اب تک پڑ چکی ہیں وہ میں جمع کرتا جارہا ہوں۔ قیامت میں شاہ صاحب سے ملاقات ہوئی تو ان کے حوالے کرتے ہوئے کہوں گا کہ یہ (گالیاں) ہیں تو آپ کے نام مگر غلط پتے پر مجھے آگئی ہیں۔''

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا كَثِيْرًا مِّنَ الظَّنِّ ۡ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ وَّلَا تَجَسَّسُوْا وَلَا يَغْتَبْ بَّعْضُكُمْ بَعْضًا ۭ اَيُحِبُّ اَحَدُكُمْ اَنْ يَّاْكُلَ لَحْمَ اَخِيْهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوْهُ ۭ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ

رَّحِيْمٌ ⑫ (سورۃ الحجرات: ۱۲)

پیشہ ور علماء کی نادانی پر ماتم ہی کیا جا سکتا ہے۔ ملک اور ملت خطرناک دوراہے پر ہے، پاکستان میں اسپین کی تاریخ دہرائی جا رہی ہے، اور یہ عقل کے دشمن، شیطان اور دشمنِ دین افراد اور طاقتوں کے آلۂ کار کتنی آسانی سے بن جاتے ہیں۔ دوست دشمن کی تمیز سے محروم، نادانوں کے تعلق سے کچھ کہتے ہوئے شرم آتی ہے۔

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ تَوَلَّوْا قَوْمًا غَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ ۭ مَا هُمْ مِّنْكُمْ وَلَا مِنْهُمْ ۙ وَيَحْلِفُوْنَ عَلَى الْكَذِبِ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ⑭ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ عَذَابًا شَدِيْدًا ۭ اِنَّهُمْ سَاۗءَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ⑮

(سورۃ المجادلۃ: ۱۴، ۱۵)

فَاعْتَبِرُوْا يٰٓاُولِي الْاَبْصَارِ ۝ (سورۃ الحشر: ۲)

سید مودودیؒ مسلسل یحییٰ خان، شیخ مجیب الرحمن اور بھٹو کو ان کی ذمہ داریوں سے، حتی المقدور آگاہ کرتے رہے۔ پاکستان کی تقسیم، ملک اور ملت کی تباہی اور بدترین نتائج وانجام سے متنبہ کرتے رہے۔ مگر یہ تینوں بدکار اور بدمست مغرور اور متکبر خود غرض اور کم ظرف نمائندوں نے اِس محسن مُلک وملّت سید مودودیؒ کی نصیحت، قرآنی تنبیہ۔۔۔۔

.... ذٰلِكَ لَهُمْ خِزْيٌ فِي الدُّنْيَا وَلَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ㉝ اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا مِنْ قَبْلِ اَنْ تَقْدِرُوْا عَلَيْهِمْ ۚ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ㉞ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَابْتَغُوْٓا اِلَيْهِ الْوَسِيْلَةَ وَجَاهِدُوْا فِيْ سَبِيْلِهٖ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ㉟ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْ اَنَّ لَهُمْ مَّا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا وَّمِثْلَهٗ مَعَهٗ لِيَفْتَدُوْا بِهٖ مِنْ عَذَابِ يَوْمِ الْقِيٰمَةِ مَا تُقُبِّلَ مِنْهُمْ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ㊱

(سورۃ المائدۃ، آیت: ۳۳ تا ۳۶)

اور قرآنی ہدایات کو کوئی اہمیت نہیں دی، جب کہ مولانا مودودیؒ نے انہیں جگانے اور مُلک وملت پر آنے والے خطرات سے آگاہ کرنے کے لیے بار بار اذانیں دیں۔ مگر یہ غیر ذمہ دار لیڈر، بدمستیوں میں سرشار، عوام وخواص، اندھیروں میں دنیا وآخرت کی تباہی کی جانب بڑھتے رہے۔

صدر یحییٰ خاں نے ڈھاکہ میں اسمبلی کا اجلاس منسوخ کیا۔ مارچ 1971ء میں مشرقی پاکستان میں بغاوت کے شعلے بھڑک اٹھے۔ اور مکتی باہنی باقاعدہ منظم ہو کر سامنے آئی۔

ادھر سید مودودیؒ اور جماعتِ اسلامی کے ارکان، اور اسلامی جمعیت طلباء سے وابستہ نوجوانوں نے اسلام کے رشتہ کو

زندہ رکھنے اور مُلک کو بچانے کی پوری کوشش کی، ''البدر'' اور ''الشمّس'' کے نام سے مجاہدین کو منظم کیا۔

دوسری طرف مشرقی پاکستان (موجودہ بنگلہ دیش) میں جماعتِ اسلامی ''البدر'' اور ''الشمّس'' کے مجاہدین پر مظالم کا سلسلہ شروع ہوا، اور ہزاروں کارکن شہید کردیئے گئے۔

مَآ اَصَابَ مِنْ مُّصِيْبَةٍ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ اِلَّا فِيْ كِتَابٍ مِّنْ قَبْلِ اَنْ نَّبْرَاَهَآ اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ ۝ لِكَيْلَا تَاْسَوْا عَلٰى مَا فَاتَكُمْ وَلَا تَفْرَحُوْا بِمَآ اٰتَاكُمْ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرٍ ۝ اور مَآ اَصَابَ مِنْ مُّصِيْبَةٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ وَمَنْ يُّؤْمِنْ بِاللّٰهِ يَهْدِ قَلْبَهٗ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۝ (سورۃ التغابن: آیت:۱۱)

سید مودودیؒ نے عالمِ اسلام میں پھیلی ہوئی تمام اسلامی تحریکوں اور تنظیموں سے بنگلہ دیش کے اُن مظالم کے خلاف آواز اٹھانے اور مظلومین کی مدد کی اپیل کی، اللہ کے فضل سے سید ابوالاعلیٰؒ کی اپیل پر تمام دنیا کی اسلامی تحریکیں مُتحرک ہوگئیں اور جماعتِ اسلامی، ''البدر'' اور ''الشمّس'' کے بچے ہوئے تمام اکابر کو دنیا کے مختلف مقامات میں منتقلی کا انتظام کردیا گیا۔

فَاسْتَجَابَ لَهُمْ رَبُّهُمْ اَنِّيْ لَآ اُضِيْعُ عَمَلَ عَامِلٍ مِّنْكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى ۚ بَعْضُكُمْ مِّنْۢ بَعْضٍ ۚ فَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا وَاُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَاُوْذُوْا فِيْ سَبِيْلِيْ وَقٰتَلُوْا وَقُتِلُوْا لَاُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَلَاُدْخِلَنَّهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۚ ثَوَابًا مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ ۗ وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الثَّوَابِ ۝١٩٥

(سورۃ آل عمران: آیت،195)

رسالہ ''دینیات''، جو 1930ء میں حیدرآباد میں صرف 15 دن میں لکھی گئی تھی اس وقت 1971ء تک دنیا کی مختلف چالیس (40) زبانوں میں ایک کروڑ کے قریب چھپ کر فروخت ہوچکی تھی۔[1]

سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ نے بنگلہ دیش سے متعلق یہ پیشین گوئی بھی کردی کہ یہ بھارت کے ساتھ زیادہ دیر نہیں چل سکے گا اور بھارت کے لیے ایک ناسور ثابت ہوگا۔ اور جہاں تک ہمارا کام ہے نتائج کی پرواہ کئے بغیر اللہ کی راہ میں ہم صرف اس کی رضاء کے حصول کی خاطر اپنی مقدور بھر کوشش کرتے رہیں گے۔

اُولٰٓئِكَ جَزَآؤُهُمْ مَّغْفِرَةٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَجَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۗ وَنِعْمَ اَجْرُ

---

[1] (بحوالہ ایک انٹرویو سید محمد فاروق مودودی (مولانا کے تیسرے فرزند) ایک شخص ایک کارواں۔

نوٹ: رسالہ دینیات کا انگریزی ترجمہ Towards Under Standing Islam نے دنیا کے ہزاروں غیر مسلموں کو مسلمان اور نام نہاد مسلمانوں کو مخلص مسلمان بنانے میں بہت اہم رول ادا کیا ہے۔

الْعٰمِلِيْنَ ﴿۱۳۶﴾ (سورۃ آل عمران:136)

بیماری اور صدمات کی وجہ سے سید ابوالاعلیٰؒ کی صحت غیر معمولی خراب رہنے لگی تھی، اور چند قدم چلنا مشکل ہو گیا تھا۔ کرسی پر بیٹھ کر نماز پڑھنے لگے تھے۔

13 / مارچ 1971ء کو مولانا ابوالاعلیٰ مودودیؒ نے اپنی علالت اور ناتوانی کے باعث میاں طفیل محمد صاحب کو قائم مقام امیر جماعتِ اسلامی مقرر کیا اور جماعت کی امارت کی تمام ذمہ داریوں سے سبکدوش ہو گئے۔ (مگر امیر جماعت کے انتخاب تک دستوری امیرِ جماعت باقی رہے)

اکتوبر 1970ء میں سورۃ القیامۃ اور دسمبر 1970ء میں سورۃ الدھر کی اشاعت ہوئی۔ سورۃ التحریم سے جلد ششم کا آغاز ہوا ہے۔

1971ء میں ''تفہیم القرآن'' کی ۱۴ / سورتیں ماہ نامہ ''ترجمان القرآن'' میں شائع ہوئیں۔ جنوری 1971ء میں سورۃ المرسلٰت والنبا، مارچ میں سورۃ النازعات وعبس، جولائی میں سورۃ التکویر والانفطار، اگست میں المطففین والانشقاق، ستمبر میں سورۃ البروج، والطارق۔ اکتوبر میں الاعلیٰ والغاشیۃ، نومبر میں الفجر والبلد۔

صحت کی خرابی وکمزوری کے باوجود ''تفہیم القرآن'' کی تکمیل کا باعظمت و پُرعزیمت کام جاری رہا۔ فرصت کا کوئی وقت کبھی ضائع نہیں کیا۔

اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ ۙ اَعْظَمُ دَرَجَةً عِنْدَ اللّٰهِ ؕ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ ﴿۲۰﴾ يُبَشِّرُهُمْ رَبُّهُمْ بِرَحْمَةٍ مِّنْهُ وَرِضْوَانٍ وَّجَنّٰتٍ لَّهُمْ فِيْهَا نَعِيْمٌ مُّقِيْمٌ ﴿۲۱﴾ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗٓ اَجْرٌ عَظِيْمٌ ﴿۲۲﴾ (سورۃ التوبۃ، آیات: ۲۰ تا ۲۲)

افسوس اور دکھ کا مقام یہ ہے کہ ملک اپنی تباہی کے دہانہ پر تھا۔ دینی درس گاہوں، دینداری کے دعوے داروں، مذہبی ٹھیکیداروں کو مولانا مودودیؒ اور جماعت اسلامی کی مخالفت کی فکر ہی دامن گیر رہی۔ ملک کا بیڑا غرق کرنے میں جتنا بے دین اور دین بے زار قیادت نے رول ادا کیا ان نادان تلبیس ابلیس کے شکار دینی ٹھیکیداروں کا رول ان سے کچھ کم نہ تھا۔

اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ بعض متقی و پرہیز گار علماء کا رول بہت مثبت اور ملک وملت کے لیے بہت خیر خواہانہ اور مولانا مودودیؒ کے ساتھ معاون رہا۔ اللہ ان کو ان کی خیر خواہی وحمیت اسلامی کا اجر ضرور عطا فرمائے گا۔

وَاصْبِرْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۱۵﴾ (ھود)

عمر۔ اُنہتر (۶۹) سال

(۲۵ ستمبر ۱۹۷۱ء تا ۲۴ ستمبر ۱۹۷۲ء)

قیامِ بنگلہ دیش کے لیے اندرونی اور بیرونی سازشوں کا آغاز وانجام، ملک وملت کے عظیم وحقیقی خیرخواہ مولانا سید مودودیؒ پر پہلا ہارٹ اٹیک، 30 جون 1972 تکمیل "تفہیم القرآن" کی تقریب، بین الاقوامی دینی نمائندوں اور قائدین کی ملاقاتوں کا سلسلہ۔ ڈاکٹر نذیر احمد کی شہادت، اسلامی جمعیۃ الطلباء پر توجہ مرکوز۔

ہندوستان نے بنگلہ دیش کی تائید میں پاکستان سے جنگ چھیڑ دی، یحییٰ خاں اور بھٹو نے شراب میں مست حالت میں، مفسد اعظم، اسلام اور مسلمانوں کا حقیقی دشمن یہودیوں کے اشاروں پر ناچنے والے ملک امریکہ پر بھروسہ کیا اور امریکی امداد، امریکی بحری بیڑہ کے نام پر قوم کو دھوکہ میں رکھا اور بالآخر تاریخ کی بدترین شکست سے پاکستان دوچار ہو گیا۔

ادھر U.N.O نے پولینڈ میں ایک قرارداد Resolution پاس کی تھی کہ ہندوستانی فوجیں لوٹ جائیں۔ مجیب الرحمٰن کو رہا کر دیا جائے اور سیاسی حل تلاش کر لیا جائے۔ شرابی اور بدکار ذوالفقار علی بھٹو اُس وقت پاکستان کی نمائندگی کر رہا تھا۔ اُس نے U.N.O کی اس قرارداد کو پھاڑ دیا۔ اور کہا "دمادم مست قلندر" پھر ہوٹل میں جا کر خوب شراب پی کر سو گیا۔ تین دن تک اجلاس سے غیر حاضر رہا اور اُس دوران مُلک کی تقسیم مکمل ہو گئی۔ اور ملّت فروش، مُلک دشمن اُس بدترین شخص (بھٹو) کو، ملک کا خیرخواہ وسربراہ بنا کر اُبھارا گیا۔ یہ ہے اسلام دشمن عالمی سازش۔

اللہ تعالیٰ نے اس سازش کے تینوں ذمہ داروں (بھٹو، مجیب، یحییٰ) کو (چند سال بعد ہی) عبرتناک وشرمناک و بدترین انجام وموت سے دوچار کیا۔ فَاعْتَبِرُوْا يٰٓاُولِي الْاَبْصَارِ ۝۲ (الحشر)

بنگلہ دیش کا قیام عمل میں آیا۔ پاکستان کے ستّر ہزار فوجی ہندوستان میں قید کر لئے گئے۔ اس طرح بھٹو نے مغربی پاکستان کو عالمی طاقتوں کے رحم وکرم پر بھیک منگوں کے عبرت ناک مقام تک پہنچا دیا۔

مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ جن کا شمار ان کے علم، اخلاق اور تقویٰ، تحریر، تقریر، تحریک اور امر بالمعروف ونہی عن المنکر کے فریضہ کی حتی المقدور ادائیگی کی وجہ سے وقت کے ایک اعلیٰ ولی اللہ میں ہوتا ہے، ایک طرف عوام نے ان کی قدر نہیں پہچانی

، دوسری طرف شرابی، نافرمان حکمرانوں نے اپنے محسن مولانا سید مودودیؒ کو دوست نہیں سمجھا، بلکہ مولانا ابو اعلیٰ مودودیؒ کی اندھی مخالفت کرتے رہے، تیسری طرف نیک اور دین دار، شریف، صوم وصلوٰۃ کے پابند، قال اللہ وقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہنے والے، بے بصیرت علماء کی قیادت میں مولانا مودودیؒ سے حسد اور عصبیت میں مبتلا شیطان کی اتباع میں پاکستان کا بیڑا غرق کرنے کی مکروہ خدمت انجام دی۔

مولانا مودودیؒ نہ بے نام ہوئے، نہ بدنام ہوئے، مگر مولانا مودودیؒ کے بدنصیب مخالفین دنیا میں ناکام، نامراد اور بدترین انجام سے دوچار ہوئے، اب آخرت میں فَإِنْ تَوَلَّوْا فَقُلْ اٰذَنْتُكُمْ عَلٰى سَوَآءٍ ؕ وَإِنْ اَدْرِيْٓ اَقَرِيْبٌ اَمْ بَعِيْدٌ مَّا تُوْعَدُوْنَ ﴿۱۰۹﴾ اِنَّهٗ يَعْلَمُ الْجَهْرَ مِنَ الْقَوْلِ وَيَعْلَمُ مَا تَكْتُمُوْنَ ﴿۱۱۰﴾ وَإِنْ اَدْرِيْ لَعَلَّهٗ فِتْنَةٌ لَّكُمْ وَمَتَاعٌ اِلٰى حِيْنٍ ﴿۱۱۱﴾ قٰلَ رَبِّ احْكُمْ بِالْحَقِّ ؕ وَرَبُّنَا الرَّحْمٰنُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰى مَا تَصِفُوْنَ ﴿۱۱۲﴾ (سورۃ الانبیاء: آیات، ۱۰۹ تا ۱۱۲) کے مستحق ہوں گے۔

مولانا سید مودودیؒ کو اس بدترین شکست کا زبردست صدمہ ہوا۔ زندگی میں پہلی مرتبہ مصائب، مشکلات و آزمائشوں کا، چٹان کی مانند مقابلہ کرنے والے مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ کی آنکھوں سے بے حساب آنسو نکل پڑے۔ اور عارضۂ قلب HEART ATTACK کے آثار نمایاں ہونے لگے۔ صحت دن بدن گرنے لگی اور کمزوری بڑھنے لگی۔

دوسری طرف بھٹو لنگڑے پاکستان کا صدر اور دنیا کا پہلا (Civil) چیف مارشل لا ایڈمنسٹریٹر بن گیا۔ ذوالفقار علی بھٹو سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ کو اپنے راستے سے ہٹانے کی ہر ممکن کوشش کرتا رہا، سیاسی پلیٹ فارم اور اخبارات میں ان کی کردار کشی کا پہلے سے مزید منظم پیمانہ پر کام جاری ہوا۔ جماعت کے کارکنوں پر مظالم کا سلسلہ شروع کر دیا گیا۔ سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ کو پریشان کرنے کی ہر ممکنہ کوشش کی جاتی رہی۔

مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ کی جگہ کوئی اور ہوتا تو مُسلسل صدموں سے پاگل ہو جاتا، مگر قائد اعلیٰ سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ پہاڑوں کی سی استقامت کے ساتھ صبر وثبات اور توکّل علی اللہ کا مجسم پیکر بنے رہے۔ اور ''جماعتِ اسلامی'' میں سیرت النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع میں صفت صبر واستقامت پیدا کرنے کی تربیتی خدمت کا فریضہ انجام دیتے رہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اصْبِرُوْا وَصَابِرُوْا وَرَابِطُوْا ۣ وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۲۰۰﴾

(سورۃ آل عمران، آیت: ۲۰۰)

21 ؍نومبر 1971ء کو مشرقی پاکستان میں اور 3 ؍دسمبر 1971ء کو مغربی پاکستان میں بھارت پاکستان جنگ شروع ہوئی۔ 4 ؍دسمبر 1971ء کو جنگ بندی ہوئی۔

6/7/دسمبر 1971ء کو پاکستان کی عبرت ناک شکست ہوئی، ہتھیار ڈال دیے گئے۔

19/دسمبر 1971ء کو یحییٰ خان معزول ہوا۔

20/دسمبر 1971ء کو ذوالفقار علی بھٹو صدرِ پاکستان بن گیا۔

21/دسمبر 1971ء کو پاکستان کا اقتدار 22% ووٹ لینے والی جماعت پیپلز پارٹی کے حوالہ ہو گیا، بھٹو وزیرِ اعظم بن گیا۔

2/جنوری تا 4/جنوری 1972ء جماعتِ اسلامی کے اجلاس کی سید مودودیؒ امیرِ جماعتِ اسلامی پاکستان نے صدارت کی۔

8/جنوری 1972ء کو مجیب الرحمن کی رہائی عمل میں آئی۔ مشرقی پاکستان میں جماعتِ اسلامی پر مصر کے ''الاخوان المسلمون'' کی طرح مظالم کے پہاڑ توڑے گئے۔

مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ ۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّنْتَظِرُ ۖ وَمَا بَدَّلُوْا تَبْدِيْلًا ﴿٢٣﴾ لِّيَجْزِيَ اللّٰهُ الصّٰدِقِيْنَ بِصِدْقِهِمْ وَيُعَذِّبَ الْمُنٰفِقِيْنَ اِنْ شَآءَ اَوْ يَتُوْبَ عَلَيْهِمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿٢٤﴾ (سورۃ الاحزاب:23,24)

ان مسلسل ابتلاء و آلام کا قائدِ اعلیٰ سید ابوالاعلیٰؒ کے پہاڑ جیسے مضبوط قلب پر گہرا اثر ہوا۔ ابوالاعلیٰؒ بہر حال ایک انسان ہی تھے 18، 19/فروری 1972ء کی درمیانی شب سید ابوالاعلیٰؒ پر پہلا شدید دورۂ قلب (Heart attack) پڑا۔ علاج کے لیے ڈاکٹروں کی ٹیم نے ذمہ داری لے لی۔

مارچ 1972ء میں پیدا شدہ دستوری تعطل کو سید مودودیؒ کی ایک دستوری تجویز نے حل کر دیا جس پر 10/اپریل 1972ء کو دنیا کے معروف نشری ادارہ BBC نے سید مودودیؒ کو پاکستان کے ایک عظیم محسن کے نام سے خبر نشر کی۔

11/اپریل 1972ء کو پیپلز پارٹی (p.p.p) نے صدارتی طرز حکومت کی تجویز پیش کی، جماعت اسلامی نے مخالفت کی۔ جماعت اسلامی کے صرف چار ممبر قومی اسمبلی میں اس وقت موجود تھے۔

17/اپریل 1972ء کو (p.p.p) نے ایک عبوری آئین منظور کیا۔ جو 1962ء کے آمرانہ آئین سے زیادہ بھیانک تھا۔ اس میں مارشل لا کے قوانین کو تحفظ دیا گیا تھا۔ جماعت اسلامی کی تمام تجاویز کو مسترد کر دیا گیا اور اسمبلی غیر معینہ مدت کے لیے ملتوی کر دی گئی۔

21/اپریل 1972ء کو ذوالفقار علی بھٹو کو صدرِ پاکستان بنا دیا گیا۔

7/جون 1972ء کو سید مودودیؒ نے تیس سال چار ماہ کی شبانہ روز محنت کے بعد اپنی عالمگیر شہرت کی حامل تفسیر ''تفہیمُ القرآن'' کی آخری چھٹی جلد قبل از ظہر مکمل کر لی۔

اس تفسیر کا فروری 1942ء میں اسی شہر لاہور میں مولانا ابوالاعلیٰ مودودیؒ کے گھر میں موجود ان کے دفتر (Office) نما دارالمطالعہ میں آغاز ہوا تھا۔

جون 1972ء میں صاحبِ ''تفہیمُ القرآن'' نے تکمیلِ ''تفہیمُ القرآن'' پر سب سے پہلا کام یہ کیا کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے حضور سجدۂ شکر بجالایا اور نمازِ ظہر ادا فرمائی۔ ''تفہیمُ القرآن'' کے اختتام و تکمیل پر تبصرہ کرتے ہوئے سامعین کو تشفی بخش جوابات و ہدایات دیں۔ ماہ نامہ ''ترجمان القرآن'' میں تفہیم القرآن کی آخری سورتوں کی اشاعت کا سلسلہ ابھی جاری تھا۔

30/جون 1972ء کو لاہور میں تکمیل ''تفہیمُ القرآن'' کی تقریب ہوئی۔

''**تفہیم القرآن**''، تحریکِ اسلامی، اسلامی نظام اور اقامت دین سے متعلق ہر موضوع پر تصانیف کی تیاری کا سلسلہ جاری رکھا، ملک کے بدترین سیاسی، معاشی و معاشرتی حالات میں دینی، ملّی اور دستوری جہد مسلسل، یہ بیسویں صدی کے قائدِ اعلیٰ سید ابوالاعلیٰ ہی کا حق ہے۔

وَجَاهِدُوْا فِي اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهٖ ۭ هُوَ اجْتَبٰىكُمْ وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ ۭ مِلَّةَ اَبِيْكُمْ اِبْرٰهِيْمَ ۭ هُوَ سَمّٰىكُمُ الْمُسْلِمِيْنَ ڏ مِنْ قَبْلُ وَفِيْ هٰذَا لِيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ شَهِيْدًا عَلَيْكُمْ وَتَكُوْنُوْا شُهَدَاۗءَ عَلَي النَّاسِ ښ فَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَاعْتَصِمُوْا بِاللّٰهِ ۭ هُوَ مَوْلٰىكُمْ ۚ فَنِعْمَ الْمَوْلٰى وَنِعْمَ النَّصِيْرُ ۧ (سورۃ الحج، آیت:78)

جون 1972ء میں سید مودودیؒ کے ایک جاں نثار ساتھی ورکن مجلس شوریٰ جماعتِ اسلامی اور بے باک مجاہد رکن قومی اسمبلی ڈاکٹر نذیر احمد کو دن دہاڑے ان کے مطب (Clinic) میں گولی مار کر شہید کر دیا گیا۔ بھٹو کی پیپلز پارٹی کے غنڈوں نے حکومت کی سرپرستی میں یہ ظلم کیا۔

ڈاکٹر نذیر احمد شہید ایک ولی صفت، مجاہد، متقی، ضرورت مندوں، حاجت مند غریبوں و مساکین کے سرپرست، جماعتِ اسلامی کے قدیم رکن تھے۔ سید مودودیؒ، ڈاکٹر نذیر احمد صاحب کو جی جان سے چاہتے تھے۔

سقوطِ مشرقی پاکستان کے بعد یہ دوسرا بڑا صدمہ تھا، جسے محترم سید مودودیؒ نے غیر معمولی طور پر محسوس کیا۔

بھٹو کی اس درندگی پر مولانا سید ابوالاعلیٰؒ کی زندگی کا یہ پہلا موقعہ تھا کہ انہوں نے ڈاکٹر نذیر احمد شہیدؒ کے قاتلوں کے لیے بددعا فرمائی اور بھٹو کے حق میں عبرت ناک موت کی اللہ کے حُضور درخواست کی۔ بھٹو نے مُلک کی تقسیم، اسلام اور غلبۂ اسلام کے لیے کام کرنے والوں اور بالخصوص جماعتِ اسلامی پر مظالم کا سلسلہ شروع کر دیا تھا۔

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا ۭ بَلْ اَحْيَاۗءٌ عِنْدَ رَبِّھِمْ يُرْزَقُوْنَ ١٦٩؁ فَرِحِيْنَ بِمَآ اٰتٰىھُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ۙ وَيَسْتَبْشِرُوْنَ بِالَّذِيْنَ لَمْ يَلْحَقُوْا بِھِمْ مِّنْ خَلْفِھِمْ ۙ اَلَّا خَوْفٌ عَلَيْھِمْ وَلَا ھُمْ يَحْزَنُوْنَ ١٧٠؁

يَسْتَبْشِرُوْنَ بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَفَضْلٍ ۙ وَّاَنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۷۱﴾ (سورۃ آل عمران، آیات ۱۶۹ تا ۱۷۱)

سید مودودیؒ کے نامۂ اعمال کا ایک روشن ترین کارنامہ ''اسلامی جمعیۃ الطلباء'' کی تنظیم اور ان کی اعلیٰ کردار سازی و تربیت ہے۔ طلباء کی یہی وہ تنظیم ہے جس نے تعلیمی اداروں میں بداخلاقی، عریانی و بے حیائی کے سیلاب کو روکا اور بداخلاق طبقوں کا کامیابی سے مقابلہ کیا اور کالجوں اور یونیورسٹیوں میں شرافت، حیاداری اور جمہوریت کی اعلیٰ مثالیں قائم کیں۔

یہ بھی حقیقت ہے کہ ایوب خاں، یحییٰ خاں، بھٹو کی آمریت کے دَور میں طلباء اور نوجوانوں کی یہی وہ تنظیم تھی جس کی منظم سرگرمیاں اور تعلیمی اداروں کے انتخابات میں شاندار کامیابیاں پاکستان کے بدترین ماحول اور اسلام دشمنی کے گھٹاٹوپ اندھیروں میں روشنی کے مینار کا کام کرتی رہیں۔

سارے پاکستان کے تقریباً تمام تعلیمی مراکز میں ''اسلامی جمعیۃ الطلباء'' کی کامیابی پر مسرت کا اظہار کیا گیا۔ سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ اپنی صحت کی خرابی کے باجود لاہور اور کراچی کی یونیورسٹیوں میں تشریف لے گئے اور طلبا کو مزید منظم و متحرک کرنے کا فریضہ انجام دیا۔ ''اسلامی جمعیۃ الطلباء'' کی کامیابی اور ترقی میں سید مودودیؒ کی صحت کا راز پوشیدہ تھا۔

اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا وَاَصْلَحُوْا وَاعْتَصَمُوْا بِاللّٰهِ وَاَخْلَصُوْا دِيْنَهُمْ لِلّٰهِ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الْمُؤْمِنِيْنَ ؕ وَسَوْفَ يُؤْتِ اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴿۱۴۶﴾ مَا يَفْعَلُ اللّٰهُ بِعَذَابِكُمْ اِنْ شَكَرْتُمْ وَاٰمَنْتُمْ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ شَاكِرًا عَلِيْمًا ﴿۱۴۷﴾ (سورۃ النساء، آیات: ۱۴۶، ۱۴۷)

23 / اگست 1972ء - سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ نے جمعیۃ الطلباء کے ایک تربیتی اجتماع میں طلباء کو، جو ملک کا مستقبل سدھارنے کی قوی امید کی کرن ہوتے ہیں، نصیحت کرتے ہوئے فرمایا:

> ''غنڈہ گردی، غیر اخلاقی اور غیر آئینی حرکات کا جواب اِدْفَعْ بِالَّتِیْ ھِیَ اَحْسَنُ ‹‹ کے اصول کے تحت ہی دیں''، نوجوان طلباء کے جوش اور جلال کے جواب میں فرمایا۔ ''رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی شان میں مکہ کے لوگوں نے گستاخیاں کی تھیں، قریش مکہ، مشرکین اور ابوجہل، پھر مدینہ میں یہود و منافقین اور عبداللہ بن ابی جیسے ظالموں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ جو زیادتیاں کی تھیں ان کے مقابلہ میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے صبر سے کام لیا۔ اس صبر اور حسن اخلاق نے لوگوں یعنی غیر مسلموں اور اسلام کے دشمنوں میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی اخلاقی برتری ثابت کر دی۔ اسلامی جمعیۃ الطلباء اور جماعت اسلامی کو بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اتباع میں بہر حال صبر اور حکمت ہی سے کام لینا چاہئے۔''

فَاَمَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَعَسٰٓى اَنْ يَّكُوْنَ مِنَ الْمُفْلِحِيْنَ ﴿۶۷﴾ وَرَبُّكَ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ وَيَخْتَارُ ؕ مَا كَانَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ ؕ سُبْحٰنَ اللّٰهِ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿۶۸﴾ وَرَبُّكَ يَعْلَمُ مَا تُكِنُّ صُدُوْرُهُمْ وَمَا يُعْلِنُوْنَ ﴿۶۹﴾ وَهُوَ اللّٰهُ لَآ

اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۭ لَهُ الْحَمْدُ فِي الْاُوْلٰى وَالْاٰخِرَةِ ۡ وَلَهُ الْحُكْمُ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ۝ (سورۃ القصص: آیت، ۶۷ تا ۷۰)

سیدی ابوالاعلیٰؒ کی سب سے چھوٹی صاحبزادی عائشہ کی شادی اسی سال 1972ء میں ڈاکٹر عارف ریاض کے ساتھ ہوئی، جولندن سے ڈاکٹری کی تعلیم حاصل کر کے آئے تھے اور پاکستانی فوج (Air Force) میں بھرتی ہو گئے تھے۔

8/ستمبر 1972ء کو پاکستان کے صدر بھٹو نے مولانا مودودیؒ سے ملاقات کی خواہش کی اور گورنر ہاوز میں مولانا مودودیؒ سے ملاقات کر کے ملک کے مختلف مسائل پر گفتگو کی۔ مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ نے ملک کو مزید تباہی سے بچانے کا واحد راستہ صرف اور صرف اسلامی دستور اور اسلامی نظام کے نفاذ پر پُرزور انداز میں بات کی۔

7/جون کو ''تفہیم القرآن'' کا کام پایۂ تکمیل کو پہنچ گیا تھا، مگر کتابی شکل میں آنے سے قبل ماہ نامہ ''ترجمانُ القرآن'' میں نظرِ ثانی کے بعد اپریل 1973ء تک اشاعت جاری رہی۔

30/نومبر 1972ء کو سید مودودیؒ کے گھر پر شیخ حسن الھضیبی مُرشد عام ''الاخوانُ المسلمون'' کی آمد ہوئی اور الاخوانُ المسلمون، شیخ حسن البنا شہیدؒ۔ شیخ عبدالقادر عودہ شہیدؒ، سید قطب شہیدؒ کے کارہائے نمایاں، ''جماعتِ اسلامی'' اور ''الاخوانُ المسلمون'' کی جدوجہد، دعوت جہاد وشہادت پر روشنی ڈالی۔ عرب دنیا میں احیاءِ دین کا کام اور برِصغیر ہندو پاک میں جماعتِ اسلامی کے کام میں مماثلت کی نوعیت کو واضح فرمایا اور دونوں تحریکوں کے عالمی اثرات سے واقف کرایا۔

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ وَهُوَ يُدْعٰۤى اِلَى الْاِسْلَامِ ۭ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ۝ يُرِيْدُوْنَ لِيُطْفِــــُٔـوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُوْرِهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ ۝ (سورۃ الصّف: ۸۔۹)

اس سال 1972ء میں ''تفہیمُ القرآن'' کی سب سے زیادہ 18 سورتیں ماہ نامہ ''ترجمانُ القرآن'' میں شائع ہوئیں۔ ان کی تفصیل اس طرح ہے۔

جنوری 1972ء میں سورۃ الشمس، فروری میں اللیل والضحیٰ، مارچ میں سورۃ المنشرح اور التین،
اپریل میں سورۃ العلق والقدر، مئی میں سورۃ البینۃ والزلزال، جون میں العادیات اور القارعۃ،
جولائی میں التکاثر والعصر، اگست میں سورۃ الھمزۃ
ستمبر 1972ء میں سورۃ الفیل والقریش
نومبر میں سورۃ الکوثر، ڈسمبر میں سورۃ الکافرون ترجمان القرآن میں شائع ہوئیں۔

نوٹ: مولانا مودودیؒ سے مخالفت چونکہ سوئےظن اور بغض وعناد کی بیماری میں مبتلا حضرات مولانا مودودیؒ سے حسد کی بنا پر رکھتے ہیں اور اس لئے ان کی ہر بات کو جو وہ دلائل و براہین سے ثابت کر چکے ہیں ان کو غلط ثابت کرنے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگا کر اپنی دنیا و آخرت برباد کر رہے ہیں۔ (مولانا مفتی محمد یوسف شاگرد مفتی کفایت اللہ دیوبندی، مولانا مودودیؒ پر اعتراضات کا علمی جائزہ)

آئینۂ شخصیت۔ مولانا مودودیؒ
اپنی تحریروں کے آئینے میں

(۱) ''اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے فضل سے میں نے کوئی کام یا کوئی بات جذبات سے مغلوب ہوکر نہیں کیا اور نہ ہی کہا کرتا۔ ایک ایک لفظ جو میں نے اپنی تقریر میں کہا ہے، تول تول کر کہا ہے اور یہ سمجھتے ہوئے کہا ہے کہ اس کا حساب مجھے اللہ سبحانہ وتعالیٰ کو دینا ہے، نہ کہ بندوں کو، چناں چہ میں اپنی جگہ بالکل مطمئن ہوں کہ میں نے کوئی ایک لفظ بھی خلافِ حق نہیں کہا اور جو کچھ کہا اُس کا کہنا خدمتِ دین کے اس مرحلے پر ناگزیر تھا، اس کے کہنے پر نہیں، بلکہ نہ کہنے پر مجھے اندیشہ تھا کہ میں ماخوذ ہوں گا۔''

---

(۲) ''یہ تحریف جو دین میں کی جارہی ہے، اگر میں اس کے آگے سپر ڈال دوں اور جس وضع قطع میں لوگ مجھے دیکھنا چاہتے ہیں، اس میں اپنے آپ کو ڈھال لوں، تو میں ایک ایسے جرم کا مرتکب ہوں گا، جس کے لیے اللہ کے ہاں سخت باز پرس ہوگی اور اس باز پرس میں کوئی میری مدد کے لیے نہ آسکے گا، لہٰذا میں اپنے آپ کو لوگوں کے مذاق کے خلاف بنائے رکھنا بدرجہا بہتر سمجھتا ہوں، بجائے اس کے کہ اپنے آپ کو اس اُخروی خطرے میں ڈالوں۔''

---

(۳) ''مجھے یہ دیکھ کر بڑا رنج ہوتا ہے کہ اب مسلمانوں کی اخلاقی پستی یہاں تک پہنچ گئی ہے کہ اُن کی بستیوں میں اللہ تعالیٰ کا قانون توڑنے والے مزے سے دندناتے پھرتے ہیں اور رب العالمین کے قانون کی پابندی کرنے والے اور اُس کی اطاعت کی تلقین کرنے والے اُلٹے نکو (بدنام، مطعون) بن جاتے ہیں۔''

(۴) ''میرے برادرانِ دینی خواہ میری بات سنیں یا نہ سنیں مگر میں تو یہی کہتا رہوں گا کہ تمہارے لیے اب اس کے سوا کسی چیز میں خیریت نہیں ہے کہ سچے مسلمان بنو اور مسلمان ہونے کی حیثیت سے تمہارا جو فرض ہے اُسے ادا کرو۔''

---

(۵) ''میرے جرأت آمیز الفاظ سے آپ کو شاید یہ گمان گزرا ہوگا کہ میں اپنے آپ کو بڑی چیز سمجھتا ہوں اور کسی بڑے مرتبے کی توقع رکھتا ہوں، حالاں کہ میں جو کچھ کر رہا ہوں، صرف اپنے گناہوں کی تلافی کے لیے کر رہا ہوں اور اپنی حقیقت خوب جانتا ہوں۔ بڑے مراتب تو درکنار اگر صرف سزا سے بچ جاؤں، تو یہ بھی اُمیدوں سے بہت زیادہ ہے۔''

---

(۶) ''یہ ایک لا حاصل سوال ہے کہ میں نے کس عالم سے فیض حاصل کیا ہے؟ یہ سوال تو اس سے کرنا چاہئے، جس نے کوئی علمی کام نہ کیا ہو اور جس کے علمی مرتبہ ومقام کو جاننے کے لیے مدرسہ کی سند اور استادوں کے ناموں کے سوا اور کوئی ذریعہ نہ ہو۔ میں نے کام کیا ہے اور میرا کام کوئی چُھپا ہوا نہیں، بلکہ چَھپا ہوا سب کے سامنے موجود ہے۔ اس کو دیکھ کر ہر شخص معلوم کر سکتا ہے کہ میں نے کیا کچھ پڑھا ہے اور جو کچھ پڑھا ہے اُسے کتنا ہضم کیا ہے۔''

---

(۷) ''میں اپنی کمزوریوں سے خوب واقف ہوں اور انہی کمزوریوں کا احساس ہے، جو مجھے ہر وقت مجبور کرتا ہے کہ میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے علم صحیح اور عقل سلیم کے لیے دعا کروں، محض فرض کی پکار نے مجھے مجبور کر کے اس کام پر آمادہ کیا ہے، جس کے دشوار گزار مرحلوں کو دیکھ کر ایک طرف، اور اپنی کمزوریوں کو دیکھ کر دوسری طرف، میری روح لرز اٹھتی ہے۔ بہرحال محض اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے بھروسے پر میں نے اس میدان میں قدم رکھ دیا ہے اور ان تمام حکمتوں کو پیش نظر رکھ کر، جن کی طرف اوپر اشارہ کر چکا ہوں، اپنے انقلابی مشن کی تبلیغ شروع کر دی ہے۔''

---

(۸) ''اللہ شاہد ہے کہ کسی شخصیت یا کسی پارٹی سے مجھ کو کوئی ذاتی عداوت نہیں ہے۔

میں صرف حق کا دوست اور باطل کا دشمن ہوں، جس چیز کو میں نے حق سمجھا ہے، اُس کے حق ہونے کی دلیل بیان کر دی ہے اور جسے باطل سمجھا ہے، اس کے بطلان پر بھی دلائل بیان کر دیے ہیں۔ اگر کوئی شخص مجھ سے اختلاف رکھتا ہو اور وہ دلیل سے میری رائے کی غلطی واضح کر دے، تو میں اپنی رائے واپس لے سکتا ہوں۔ رہے وہ حضرات جو صرف یہ دیکھ کر کہ کچھ ان کی پارٹی یا اُن کی محبوب شخصیتوں کے خلاف کہا گیا ہے، غضب ناک ہو جاتے ہیں اور پھر اس سے بحث نہیں کرتے کہ جو کچھ کہا گیا ہے وہ حق ہے یا باطل، تو ایسے لوگوں کے غیظ وغضب کی مجھے کچھ پروا نہیں۔ میں نہ ان کی گالیوں کا جواب دوں گا اور نہ اپنے طریقے ہی سے ہٹوں گا۔''

(۹) ''میری یہ صاف گوئی اُن حضرات کو یقیناً بہت بری معلوم ہوگی ، جو رجال کو حق سے پہچاننے کے بجائے حق کو رجال سے پہچاننے کے خوگر ہیں اور اس کے جواب میں چند اور گالیاں سننے کے لیے میں نے اپنے آپ کو پہلے ہی تیار کر لیا ہے ، مگر میں جب دیکھتا ہوں کہ مذہبی پیشوائی کی مسندِ مقدس سے مسلمانوں کی غلط رہنمائی کی جارہی ہے ، اُن کو حقائق کے بجائے اوہام کے پیچھے چلایا جارہا ہے اور خندقوں سے بھری ہوئی راہ کو شاہراہِ مستقیم بتا کر اُنھیں اس کی طرف دھکیلا جارہا ہے ، تو میں کسی طرح اس پر صبر نہیں کرسکتا ۔ کوشش بھی کروں تو میرے اندر اس پر صبر کی طاقت نہیں ہے ، لہٰذا مجھے اس پر راضی ہو جانا چاہیے کہ جو کوئی میری صاف گوئی پر ناراض ہوتا ہو ، تو ہو جائے ۔ **وَاُفَوِّضُ اَمْرِیْٓ اِلَی اللّٰہِ** ۔

مفادِ دین و اُمت کے تقاضے

(۱۰) ''میرے لیے اس سے بڑھ کر کوئی تکلیف دِہ بات نہیں ہوسکتی کہ اپنی قوم کے جن اکابر کا انتہائی اِحترام میرے دل میں ہے ، اُن کے خلاف زبان کھولوں ۔ اکابرِ قوم تو درکنار ایک عامی مسلمان کی عزت بھی میرے لیے نہایت بیش قیمت ہے ، لیکن صرف دو چیزیں ہیں ، جو مجھ کو اس وقت زبان کھولنے پر مجبور کر رہی ہیں ۔

ایک یہ کہ میرے نزدیک اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا دین اور اُس کی امت مسلمہ کا مفاد دنیا کی ہر شے اور ہر تعلق سے زیادہ قیمتی ہے ، اور جب میں دیکھتا ہوں کہ کوئی شخص دانستہ یا نادانستہ اس کو نقصان پہنچا رہا ہے تو میں اس کی مزاحمت کرنا اپنا فرض سمجھتا ہوں ، خواہ وہ میرا قریب ترین عزیز ہو ، دوست ہو ، استاد ہو یا میری قوم کا بڑے سے بڑا آدمی ہو ۔ اس معاملے میں کسی تعلق یا کسی نیازمندی کی پروا کرنے سے میں بالکل معذور ہوں ، جس کسی کو میرے اس طرزِ عمل سے تکلیف ہو ، وہ اگر اپنا حق پر ہونا دلیل سے ثابت کر دے گا ، تو میں نہ صرف اپنی غلطی کا اعتراف کروں گا ، بلکہ نہایت ادب سے معافی بھی چاہوں گا ، خواہ وہ دنیوی اعتبار سے حقیر ترین آدمی ہو اور اگر وہ مجرد شکایت کرے گا تو میں صاف عرض کروں گا کہ حق کے معاملے میں بڑے اور چھوٹے اپنے اور پرائے کی تمیز سے مجھے معاف رکھا جائے ۔

دوسری بات یہ ہے کہ جس شخص کو میں دینی یا قومی معاملے میں غلطی کرتے ہوئے دیکھتا ہوں خود اس کی عاقبت کا خیال مجھے مجبور کرتا ہے کہ دنیا ہی میں اس کو اصلاح کی طرف لانے کی کوشش کروں ۔ میرے نزدیک ہر مسلمان کا اور خصوصًا مسلمانوں کے علماء اور اکابر کا میرے اوپر یہ حق ہے کہ ان کو ایسی غلطیوں سے بچانے کی کوشش کروں ، جن کے متعلق میں اپنی تحقیق کے مطابق یہ سمجھتا ہوں کہ اللہ کے ہاں وہ ان پر ماخوذ ہوں گے اور یہی حق میرا بھی دوسروں

پر ہے کہ وہ اپنی ذمے داری کو سمجھیں۔'' [۱]

---

(۱۱) مَا خَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَآ اِلَّا بِالْحَقِّ وَاَجَلٍ مُّسَمًّى (اللہ نے زمین اور آسمانوں کو اور ان ساری چیزوں کو جو، ان کے درمیان ہیں برحق اور ایک مقررہ مُدت ہی کے لیے پیدا کیا ہے)

''۔۔۔ دوسری حقیقت جو اس کائنات کے نظام کا مطالعہ کرنے سے صاف نظر آتی ہے وہ یہ ہے کہ یہاں کسی چیز کو بھی ہیشگی نہیں ہے، ہر چیز کے لیے ایک عمر مقرر ہے، جسے پہنچنے کے بعد وہ ختم ہو جاتی ہے۔ اور یہی معاملہ بہ حیثیت مجموعی پوری کائنات کا بھی ہے۔ یہاں جتنی طاقتیں کام کر رہی ہیں وہ سب محدود ہیں ایک وقت تک ہی وہ کام کر رہی ہیں اور کسی وقت پر انھیں لامحالہ خرچ ہو جانا اور اس نظام کو ختم ہو جانا ہے۔

قدیم زمانے میں علم کی کمی کے باعث اُن فلسفیوں اور سائنس دانوں کی بات کچھ چل بھی جاتی تھی جو دنیا کو ازلی وابدی قرار دیتے تھے مگر موجودہ سائنس نے عالم حدوث وقدوم کی اُس بحث میں جو ایک مدت دراز سے دہریوں اور خدا پرستوں کے درمیان چلی آ رہی تھی، قریب قریب حتمی طور پر اپنا ووٹ خدا پرستوں کے حق میں ڈال دیا ہے۔ اب دہریوں کے لیے عقل وحکمت کا نام لے کر یہ دعویٰ کرنے کی گنجائش باقی نہیں رہی ہے کہ دنیا ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گی اور قیامت کبھی نہیں آئے گی!

پرانی مادہ پرستی کا سارا انحصار اس تخیل پر تھا کہ مادہ فنا نہیں ہوسکتا، صرف صورت بدلی جاسکتی ہے مگر ہر تغیر کے بعد مادہ مادہ ہی رہتا ہے اور اس کی مقدار میں کوئی کمی بیشی نہیں ہوتی، اسی بنا پر یہ نتیجہ نکالا جاتا تھا کہ اس عالم مادی کی نہ کوئی ابتدا ہے نہ انتہا۔ لیکن اب جوہری توانائی (Atomic Energy) کے انکشاف نے اس پورے تخیل کی بساط اُلٹ کر رکھ دی ہے، اب یہ بات کھل گئی ہے کہ قوت مادّے میں تبدیل ہوتی ہے اور مادّہ پھر قوت میں تبدیل ہو جاتا ہے حتیٰ کہ نہ صورت باقی رہتی ہے اور نہ ہیولیٰ! اب حرکیات حرارت کے دوسرے قانون (Second Law of Thermo-Dynamics) نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ یہ عالم مادّی نہ ازلی ہوسکتا ہے اور نہ ابدی! اس کو لازماً ایک وقت شروع اور ایک وقت ختم ہونا ہی چاہیے۔ اس لیے سائنس کی بنیاد پر اَب قیامت کا انکار ممکن نہیں رہا ہے، اور ظاہر بات ہے کہ جب سائنس ہتھیار ڈال دے تو فلسفہ کن ٹانگوں پر اُٹھ کر قیامت کا انکار کرے گا؟

(ادبیات مودودیؒ، صفحہ ۱۴۰، ۱۴۱)

---

[۱] مولانا مودودی کی مختصر آپ بیتی۔ محمد یوسف بھٹا۔

نوٹ: بقول ملک کے سب سے بڑے قانون داں، اے۔ کے۔ بروہی ''میری نظر میں اور میری رائے میں مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ عصرِ حاضر کے سب سے بڑے مسلمان ہیں اور مولانا مودودیؒ کے مخالف و دشمن دراصل اسلام کے مخالف اور اسلام کے دشمن ہیں۔''

عمر۔ ستّر (۷۰) سال

(۲۵ ستمبر ۱۹۷۲ء تا ۲۴ ستمبر ۱۹۷۳ء)

''تفہیم القرآن'' کی چھٹی جلد کا پہلا ایڈیشن، میاں طفیل محمد امیر جماعت منتخب ہوئے۔ 23 مارچ 1973 جماعت اسلامی کے جلسہ میں فائرنگ، ۱۹ افراد ہلاک، ''تفہیم القرآن''، جلد ششم کا دوسرا ایڈیشن بھی شائع ہوا۔ مئی 1973ء مرتب احمد ابوسعید کے نام علامہ سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ کا پہلا خط

سید مودودیؒ نے 25 ستمبر 1972ء کو صدرِ پاکستان ذوالفقار علی بھٹو کو مخاطب کر کے ایک بیان دیا جو ملک کے تمام اخبارات میں شائع ہوا، جس میں منافقت اور غنڈہ گردی کے ظالم راج پر سخت انتباہ دیا۔

اسْتِكْبَارًا فِي الْأَرْضِ وَمَكْرَ السَّيِّئِ ۚ وَلَا يَحِيقُ الْمَكْرُ السَّيِّئُ إِلَّا بِأَهْلِهِ ۚ فَهَلْ يَنْظُرُونَ إِلَّا سُنَّتَ الْأَوَّلِينَ ۚ فَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّتِ اللَّهِ تَبْدِيلًا ۖ وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّتِ اللَّهِ تَحْوِيلًا ﴿٤٣﴾ (سورۃ فاطر: آیت، 43)

اکتوبر 1972ء کو ''تفہیم القرآن'' کی چھٹی جلد کا پہلا ایڈیشن ساٹھ ہزار (۶۰،۰۰۰) شائع ہوا اور اسی سال چھ ماہ کے اندر تمام کاپیاں فروخت ہوگئیں۔ ''تفہیم القرآن'' کی تکمیل کے لیے تیس (30) سال چار (4) ماہ سال ماہ شمسی یا عیسوی حساب سے اور اکتیس (۳۱) سال تین (۳) ماہ سال ماہ قمری یا ہجری حساب سے لگ گئے اس طرح تقریباً فی سال ایک پارہ کے حساب سے تحریر فرمائی۔ چھ جلد پر محیط کام جو جملہ بڑی سائز کے چار ہزار دو سو اڑتیس۔ (4238) صفحات پر مشتمل ہے۔ جلد اول: 664، دوم: 712، سوم: 824، چہارم: 708، پنجم: 675، ششم: 655 صفحات۔

جماعتِ اسلامی کے قیام اگست 1941ء سے ہر میقات کے ختم ہونے سے قبل قائد اعلیٰ مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ جماعت کی امارت سے استعفیٰ دیتے رہے۔ اور ہمیشہ امارت کی ذمّہ داری، جماعت یا حکومت کے کسی منصب کی کبھی خواہش نہیں کی۔ قیامِ پاکستان کے بعد سے طاغوتی طاقتوں کی راہِ حق سے ہٹانے کی بڑی سے بڑی پیش کش کو ٹھوکر ماردی۔ جواب میں ظلم و بربریت، جیل و پھانسی، زبان بندی، تحریر و تقریر پر پابندی، تنگ کرنے کے لیے حکومتی اور عوامی سطح پر، ریڈیو، پریس، TV پر دین بے زاروں کا مولانا سید مودودیؒ کی مخالفت میں بھرپور پروپگنڈہ بڑے

پیمانے پر جاری رہا۔ مساجد، مدارس، جلسوں کے ذریعہ نام نہاد اسلام کے علمبردار دینی دکان داروں کا استعمال منظم پیمانے پر منہ مانگے مزدوری پر جاری رہا، مودودیؒ اور جماعتِ اسلامی کی کتابوں کی اشاعت کے خلاف پوسٹرس ،پمفلٹس تقسیم ہونے لگے۔ مگر مولانا مودودیؒ نے ان سب ہتھکنڈوں اور فتنوں کا واحد جواب جو دیا وہ یہی تھا:

وَاللّٰہُ یَكْتُبُ مَا یُبَیِّتُوْنَ ۚ فَاَعْرِضْ عَنْھُمْ وَتَوَكَّلْ عَلَی اللّٰہِ ۭ وَكَفٰی بِاللّٰہِ وَكِیْلًا ﴿٨١﴾ (سورۃ النسآء: آیت،81)

اکتوبر 1972ء میں میاں طفیل محمد کثرت رائے سے امیر جماعت پاکستان منتخب ہوئے۔

یکم رنومبر 1972ء کو اکتیس (31) سال تین (3) ماہ مسلسل تحریک اسلامی کی قیادت وامارت کی ذمہ داری کے بعد اپنی مسلسل علالت اور کمزوری کی وجہ سے سید مودودیؒ نے جماعتِ اسلامی کی امارت سے جماعت کی شوریٰ سے معذرت خواہی کے ساتھ مستعفی ہونے کی درخواست دے دی اور مجلس شوریٰ جماعتِ اسلامی پاکستان نے 4 رنومبر 1972ء کو امام العالم وقائداعلیٰ مولانا سید ابواعلیٰ مودودیؒ کے مسلسل اصرار پر استعفیٰ قبول کیا۔ امارت سے سبکدوشی کے باوجود جماعت کی فکری رہنمائی اور پالیسی و پروگرام میں اپنے قیمتی مشورے دیتے رہے۔[1]

علامہ سید مودودیؒ بانی تحریک نے اپنی زندگی میں میاں طفیل محمد صاحب کی امارت میں جماعت کے ایک عام رکن، کی حیثیت سے بھی کام کر کے ایک Unique اور شاندار مثال قائم کی، جس میں قیادت وامارت کے بھوکوں کے لیے ایک سبق بھی ہے۔

19 رفروری 1973ء کو میاں طفیل محمد صاحب کے قائم مقام امیر جماعت بننے کے گیارہ (11) ماہ بعد ہی حکومتِ پاکستان نے مولانا طفیل محمد جیسے ولی صفت انسان پر خطرناک، رکیک اور جھوٹے الزامات لگا کر اُن کو ڈیفنس رولز آف پاکستان کے تحت گرفتار کر کے جیل بھیج دیا۔ میاں طفیل محمد صاحب امیر جماعت اسلامی پاکستان کے ساتھ جیل میں اذیت ناک سلوک کیا گیا۔ ملک اور اسلام کی دشمن ظالم وجابر، مکروہ ومنحوس اور منافق، بھٹو کی بدترین حکومتِ پاکستان کے اس ظالمانہ اور منافقانہ رویہ پر مولانا سید مودودیؒ نے نہایت سخت مذمتی بیان دیا۔ اور - - فَذَكِّرْ بِالْقُرْاٰنِ مَنْ يَّخَافُ وَعِيْدِ o (سورۃ ق: 45) کا فریضہ ادا کرتے رہے۔

وَقَارُوْنَ وَفِرْعَوْنَ وَهَامٰنَ ۣ وَلَقَدْ جَآءَهُمْ مُّوْسٰى بِالْبَيِّنٰتِ فَاسْتَكْبَرُوْا فِي الْاَرْضِ وَمَا كَانُوْا

---

[1] عجیب اتفاق ہے کہ جماعت اسلامی کے امیر کی حیثیت امیر جماعت خدمات شمسی کیلنڈر اور ''تفہیم القرآن'' کی تکمیل قمری کیلنڈر کے حساب سے ۳۱ رسال ۳ رماہ کی خدمات میں مماثلت ہے۔ (مرتب: احمد ابوسعید)

سٰبِقِيْنَ ﴿٣٩﴾ فَكُلًّا اَخَذْنَا بِذَنْۢبِهٖ ۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِ حَاصِبًا ۚ وَمِنْهُمْ مَّنْ اَخَذَتْهُ الصَّيْحَةُ ۚ
وَمِنْهُمْ مَّنْ خَسَفْنَا بِهِ الْاَرْضَ ۚ وَمِنْهُمْ مَّنْ اَغْرَقْنَا ۚ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيَظْلِمَهُمْ وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ
يَظْلِمُوْنَ ﴿٤٠﴾ (سورۃ العنکبوت: 39.40)

4/ مارچ 1973ء کو ایڈیٹر ''جسارت'' محمد صلاح الدین کو ان کے دفتر سے گرفتار کر کے جیل بھیج دیا گیا۔ (کتاب کے ابتدائی صفحات میں ان کی ایک تقریر ''ایک طرف تن تنہا سید مودودیؒ، دوسری طرف تاریخ کے سارے فتنے'' شامل ہے، ایڈیٹر جسارت محمد صلاح الدین، مولانا مودودیؒ کے تربیت یافتہ صحافتی دنیا کے خاص شاگرد تھے۔)

پاکستانی عوام بے شمار کمزوریوں کے باوجود پاکستان میں اسلام کے سوا کسی اور مذہب یا ازم کو رائج ہونے دینا نہیں چاہتے تھے، عوام کے زبردست دباؤ کے سامنے بھٹو کو جھکنا پڑا۔

9/ مارچ 1973ء کو پاکستان کا سرکاری مذہب ''اسلام'' قرار دیا گیا۔[1]

اس طرح قیامِ پاکستان کے بعد سید مودودیؒ کی چھبیس (26) سالہ مسلسل سعی وجہد کامیاب ہوئی۔

جماعت کے افراد نے انفرادی اور اجتماعی طور پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔ ملک کے ہر علاقہ میں جلسے منعقد کیے گئے اور جلوس نکالے گئے، 23/ مارچ 1973ء کو ایک جلسۂ عام کا اعلان واہتمام کیا گیا۔

23/ مارچ 1973ء کو جمعہ کی نماز کے بعد جماعت اسلامی کے جلسۂ عام کی کارروائی شروع ہوتے ہی جلسہ گاہ میں حکومت کے غنڈوں نے چاروں طرف سے فائرنگ شروع کر دی۔ **جس سے 9 افراد ہلاک اور 75/ افراد زخمی ہو گئے۔**

مولانا مودودیؒ نے صدر بھٹو کی سرکاری غنڈہ گردی کے معاملے کو اللہ کے اس فرمان کے سپرد کر دیا۔

فَيَوْمَئِذٍ لَّا يَنْفَعُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مَعْذِرَتُهُمْ وَلَا هُمْ يُسْتَعْتَبُوْنَ ﴿٥٧﴾ وَلَقَدْ ضَرَبْنَا لِلنَّاسِ فِيْ هٰذَا
الْقُرْاٰنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ ۭ وَلَئِنْ جِئْتَهُمْ بِاٰيَةٍ لَّيَقُوْلَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا مُبْطِلُوْنَ ﴿٥٨﴾ كَذٰلِكَ يَطْبَعُ
اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿٥٩﴾ فَاصْبِرْ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّلَا يَسْتَخِفَّنَّكَ الَّذِيْنَ لَا يُوْقِنُوْنَ ﴿٦٠﴾

(سورۃ الروم: ۵۷ تا ۶۰)

ترجمہ: ''پس وہ دن ہوگا جس میں ظالموں کو ان کی معذرت کوئی نفع نہ دے گی اور نہ ان سے معافی مانگنے کے لیے کہا جائے گا۔ ہم نے اس قرآن میں لوگوں کو طرح طرح سے سمجھایا ہے تم خواہ کوئی نشانی لے آؤ جن لوگوں نے ماننے سے

---

[1] ملک پاکستان کی یہ بدنصیبی ہے کہ جو ملک اسلام کے نام پر حاصل کیا گیا اس کا سرکاری مذہب اسلام قرار دینے کے لیے (26) سال لگ گئے۔ اس کے باوجود سرکاری غنڈہ گردی جاری رہی۔

انکار کر دیا ہے وہ یہی کہیں گے کہ تم باطل پر ہو۔ اس طرح ٹھپّہ لگا دیتا ہے اللہ اُن لوگوں کے دلوں پر جو بے علم ہیں۔ پس (اے نبی! صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) صبر کرو، یقیناً اللہ کا وعدہ سچا ہے اور ہرگز ہلکا نہ پائیں تم کو وہ لوگ جو یقین نہیں لاتے۔"[1]

29/ مارچ 1973ء کو صدر بھٹّو صاحب نے قوم سے خطاب کیا اور اُن کو ایک نیا آئین منظور کرنا پڑا۔

مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ، جماعت اسلامی، جمعیۃ الطلباء اور جماعتِ اسلامی کے دیگر اداروں اور جماعت اسلامی کے ساتھ دیگر جماعتوں کی بھرپور کوششوں کے نتیجہ میں 26 سال بعد ایک مرتبہ پھر ایک دستور اور آئین ملک کو نصیب ہوا۔

12/ اپریل 1973ء کو اسلامی جمہوریہ پاکستان کے آئین کی توثیق عمل میں آئی۔

12/ اپریل 1973ء کو آئین پاکستان کے اہم نکات:

۱۔ پاکستان کا سرکاری مذہب اسلام ہوگا۔

۲۔ اسلام کے پیش کردہ نظریات کے مطابق، جمہوریت، آزادی، مساوات، رواداری، سماجی انصاف پر عمل ہوگا۔

۳۔ پاکستان کا صدر اور وزیراعظم دونوں مسلمان ہوں گے۔

۴۔ قرآن اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی سنت کے خلاف کوئی قانون نہیں بنے گا۔

4/ مئی 1973ء کو قائد اعلیٰ سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ نے مجھ احقر مرتب کے ایک خط کا جواب دیا۔ میرے محسن اعلیٰ سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ کا اپنے نام پہلا خط پا کر خوشی سے آنسو نکل آئے۔ میرے لیے وہ عید کا دن تھا۔ میں اس وقت دبئی

---

[1] یعنی دشمن تم کو ایسا کمزور نہ پائیں کہ ان کے شور وغوغا سے تم دب جاؤ، یا ان کی بہتان وافترا کی مہم سے تم مرعوب ہو جاؤ، یا ان کی پھبتیوں اور طعنوں اور تضحیک واستہزاء سے تم پست ہمت ہو جاؤ، یا ان کی دھمکیوں اور طاقت کے مظاہروں اور ظلم وستم سے تم ڈر جاؤ، یا ان کے دیے ہوئے لالچوں سے تم پھسل جاؤ، یا قومی مفاد کے نام پر جو اپیلیں وہ تم سے کر رہے ہیں ان کی بنا پر تم ان کے ساتھ مصالحت کر لینے پر اتر آؤ۔ اس کے بجائے وہ تم کو اپنے مقصد کے شعور میں اتنا ہوشمند، اور اپنے یقین وایمان میں اتنا پختہ، اور اپنے عزم میں اتنا راسخ اور اپنے کیرکٹر میں اتنا مضبوط پائیں کہ نہ کسی خوف سے تمہیں ڈرایا جا سکے، نہ کسی قیمت پر تمہیں خریدا جا سکے، نہ کسی فریب سے تم کو پھسلایا جا سکے، نہ کوئی خطرہ یا نقصان یا تکلیف تمہیں اپنی راہ سے ہٹا سکے اور نہ دین کے معاملہ میں کسی لین دین کا سودا تم سے چکایا جا سکے۔ یہ سارا مضمون اللہ تعالیٰ کے کلام بلاغت نظام نے اس ذرا سے فقرے میں سمیٹ دیا ہے کہ "یہ بے یقین لوگ تم کو ہلکا نہ پائیں۔" اب اس بات کا ثبوت تاریخ کی بے لاگ شہادت دیتی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم دنیا پر ویسے ہی بھاری ثابت ہوئے جیسا اللہ اپنے آخری نبی کو بھاری بھرکم دیکھنا چاہتا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے جس نے جس میدان میں بھی زور آزمائی کی اس نے اسی میدان میں مات کھائی اور آخر اس شخصیّت عظمیٰ نے وہ انقلاب برپا کر کے دکھا دیا جسے روکنے کے لیے عرب کے کفر وشرک نے اپنی ساری طاقت صرف کر دی اور اپنے سارے حربے استعمال کر ڈالے۔

(تفہیم القرآن۔ جلد سوم، سورہ روم، حاشیہ 58) سیرت سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ ان تحریر کی عکاس وآئینہ تھی۔ الحمد للہ

U.A.E میں ملازمت کررہا تھا۔ خط کھولنے سے قبل خط ہاتھ میں لے کر فوری سجدہ میں گر گیا۔ اللہ کا شکر ادا کیا کہ اُس عظیم صدی کے انسان سید ابوالاعلیٰ کا خط مجھ حقیر و فقیر احمد ابوسعید کے نام آیا ہے۔[1]

سید ابوالاعلیٰؒ کو ہارٹ اٹیک ہو چکا تھا۔ ایک گردہ ناکارہ ہونے کی بنا پر جسم سے نکل چکا تھا۔ جوڑوں کی تکلیف تھی، مگر ملکی اور غیر ملکی ملاقات کی خواہش رکھنے والے ہر ایک سے ملاقات کرتے' ڈاکٹروں کے شدید انتباہ کے باوجود ہر ملاقاتی کے سوالات کے جوابات اور خطوط کے جوابات بھی دیتے۔

19/ مئی 1973 کو مفتی اعظم فلسطین سید امین الحسینی مولانا مودودیؒ سے ملاقات کے لیے مولانا کے گھر تشریف لائے۔ اس خوش گوار ملاقات میں مفتی سید امین الحسینی نے بتایا کہ آپ سے پہلی ملاقات 1933ء میں حیدر آباد دکن میں ہوئی تھی۔

[یہاں اس بات کا تذکرہ بھی افادیت کا حامل ہے کہ اس زمانہ میں (1920ء سے ستمبر 1948ء) مسلمانوں کی یہ حکومتِ آصفیہ حیدر آباد دکن دنیا کی ایک نہایت خوشحال اور پُر امن حکومت تھی۔ جہاں اس نے اردو زبان اور دینی علوم کی بہت بڑی خدمت جامعہ عثمانیہ کی شکل میں کی، وہاں ملتِ اسلامیہ ہند اور عالمِ عرب کے مسلمانوں کی علمی آب یاری میں بھرپور مالی مدد کی ہے۔] جامعہ عثمانیہ، ڈاکٹر حسن الدین احمد، آئی اے ایس، IAS عزیز باغ حیدر آباد۔

30/ جولائی 1973ء متحدہ محاذ کا اجلاس سید مودودیؒ کے اشراف و رہنمائی میں ہوا۔ اس اجلاس میں متفقہ طور پر حکومت سے، جمہوریت سے متعلق 6 مطالبات کیے گئے۔ مگر حکومت نے ٹال مٹول سے کام لیا۔

14/ اگست 1973ء کو، 29/ مارچ 1973ء کا منظور کردہ آئین نافذ کرنے کا اعلان کرنا پڑا۔ جس میں بنیادی حقوق اور تشخص پاکستانی کی ضمانت دی گئی ہے۔

وَمَکَرُوْا وَمَکَرَ اللّٰہُ وَاللّٰہُ خَیْرُ الْمَاکِرِیْنَ ○ (سورۃ آل عمران: آیت، 54)

بھٹو حکومت کے رنگ ڈھنگ ملک دشمنی، یعنی منظور شدہ دستور کی خلاف ورزی، اور عوام کے بنیادی حقوق کے خلاف بھی تھے اور ظالمانہ بھی۔

24/ اگست 1973 کو متحدہ جمہوری محاذ (جماعتِ اسلامی، جمعیۃ العلماء، عوامی پارٹی) کے احتجاجی جلسے و جلوس، اور تمام جماعتوں کے قائدین کی مولانا مودودیؒ کے گھر پر ملاقاتیں ہوئیں۔ زندگی بھر اندھی مخالفت کرنے والے قائدین مولانا

---

[1] میرے نام خط کی Scanned Copy عمر 70 سال کے آخری صفحہ پر ہے۔

مودودیؒ سے ملاقات کے بعد ان کے علم و اخلاق ، خلوص و فراست ، سادگی و حکمت سے بہت متاثر اور مرعوب ہو گئے ، اُن کی مخالفت ، محبت میں بدل گئی ۔ ان میں سے بعض مخلص علماء حضرات نے اس کا کھلے عام اظہار بھی کیا ۔ اور مولانا مودودیؒ کی سابقہ اندھی مخالفت پر نادم بھی ہوئے ۔ مولانا سید مودودیؒ نے نہایت خندہ پیشانی سے ہر ایک کو معاف کر دیا ۔

اِنَّمَا التَّوْبَةُ عَلَى اللّٰهِ لِلَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السُّوْٓءَ بِجَهَالَةٍ ثُمَّ يَتُوْبُوْنَ مِنْ قَرِيْبٍ فَاُولٰٓئِكَ يَتُوْبُ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ﴿١٧﴾ (النساء:17)

14/ اگست 1973ء کو اسلامی جمہوریہ پاکستان کو ایک اور آئین Constitution ملا ۔ 27/ سالوں میں یہ پاکستان کا ساتواں آئین تھا ۔

چودھری فضل الٰہی نے صدر ، اور ذوالفقار علی بھٹو نے وزیر اعظم کے عہدہ کا حلف لیا ۔ مگر جمہوریت کی آڑ میں بھٹو کی ڈکٹیٹر شپ یعنی عوامی ڈکٹیٹر شپ کا دور یہ دستور جاری تھا ۔

سید مودودیؒ نے تحریک ختم نبوت کی روز اول سے قیادت کی اور بالآخر قادیانیوں کو قانونی طور پر غیر مسلم قرار دے دیا گیا ۔ مگر حکومت وقت کی جانب سے ابھی پارلیمنٹ میں بل پاس ہونے کی شر انگریز شرط باقی تھی ۔

3/ ستمبر 1970ء کو روزنامہ ''جسارت'' پر حکومت کا عتاب ٹوٹا ، ایڈیٹر محمد صلاح الدین کی (6) چھ ماہ کے دوران تیسری مرتبہ گرفتاری اور جیل ہوئی ، جرم کی نوعیت جماعت اسلامی کی رکنیت ، اور مولانا مودودیؒ سے محبت تھی ۔

حکومت نے ''متحدہ جمہوری محاذ'' کو توڑنے کی سازش شروع کر دی ۔

16/ ستمبر 1973ء کو متحدہ جمہوری محاذ کے جلسہ میں حکومتی غنڈوں کی فائرنگ ہوئی او اخر ستمبر 1973ء میں جماعتِ اسلامی کی مجلس شوریٰ کے فیصلے ہوئے ۔

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا ﴿٤٠﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِيْرًا ﴿٤١﴾ وَّسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا ﴿٤٢﴾ هُوَ الَّذِيْ يُصَلِّيْ عَلَيْكُمْ وَمَلٰٓئِكَتُهٗ لِيُخْرِجَكُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ؕ وَكَانَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَحِيْمًا ﴿٤٣﴾ (سورۃ الاحزاب: ۴۰ تا ۴۳)

17/18 ستمبر 1973ء ملک کی صورتِ حال پر جماعتِ اسلامی کے اجلاس ہوئے ۔

اس سال ''تفہیمُ القرآن'' کی باقی آٹھ (8) سورتیں ماہ نامہ ''ترجمانُ القرآن'' میں شائع ہوئیں ۔

اکتوبر 1972ء میں سورۃ الماعون ، نومبر میں الکوثر ، ڈسمبر میں الکافرون اور جنوری 1973ء میں سورۃ النصر ، سورۃ اللھب ، فروری میں سورۃ الاخلاص اور اپریل میں سورۃ الفلق اور سورۃ الناس کی اشاعت ہوئی ۔ الحمدللہ رب العالمین

اس طرح اللہ کے فضل وکرم سے میری (مرتب، احمد ابوسعید) کی نظر میں دنیا کی سب سے زیادہ اعلیٰ وارفع اور سادہ وسلیس تفسیر قرآن مجید "تفہیمُ القرآن" کی جلد ششم مکمل ہوگئی۔ اس کے ساتھ ہی "تفہیمُ القرآن" بھی مکمل ہوگئی ہے۔ (جلد ششم کی اشاعت اول اکتوبر 1972ء میں ہوچکی تھی)

یہ بات پہلے واضح کردی گئی ہے کہ "ترجمانُ القرآن" میں ترجمہ وتفسیر شائع ہونے کے بعد لوگوں کے اشکالات، اعتراضات، استفسارات اور مشوروں کو "ترجمانُ القرآن" کے مستقل کالم "رسائل ومسائل" میں بیان کردیا جاتا تھا۔ اور بعض معقول، مناسب اور مُدلّل مشوروں کو حسبِ موقع قبول کرلیا جاتا تھا۔ دنیا کی یہ واحد تفسیرِ قرآن ہے جو کتابی شکل میں شائع ہونے سے قبل ماہ نامہ "ترجمانُ القرآن" کے ذریعہ مشاورت ومشوروں کے لیے ہر عام وخاص کی نظر ومطالعہ میں آچکی ہے۔ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ O

سیرت علامہ سید ابوالاعلیٰ بحیثیت بیسویں صدی کے قائداعلیٰ کی اس چوتھی اشاعت کی تیاری کی اس چوتھی پروف ریڈنگ کے وقت حذف واضافوں کے دوران کم از کم تلاوتِ قرآن مجید مع مختصر حواشی کی تلاوت کے بھی (مجھ مرتب کے) چار دور حسب معمول یومیہ تلاوت کی وجہ سے الحمدللہ ہوچکے ہیں، و"سمع وبصر" کے پاکستانی ادارہ نے "تفہیم القرآن" کی چھ جلدوں کو چھ آڈیوسیڈیز میں محفوظ کرنے کا نایاب اور عنداللہ بہت مقبول کام کیا ہے۔ اب پن ڈراؤ pendrive اور سل فون کے میموری کارڈ کی شکل میں بھی ہر جگہ دستیاب ہیں، اور اِن کی تشہیر، توسیع، اور تحفتاً تقسیم، میری آج کل کی دعوتی وتحریکی مصروفیات کا ایک جز ہے۔ میں خود بھی اس کو پابندی سے سنتا رہتا ہوں "اَلَّذِيْنَ يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِيَامًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰى جُنُوْبِهِمْ" (آل عمران: ۱۹۱) کے فرمان الٰہی پر عمل کی سعی اس شکل میں کرتا رہتا ہوں اور اس کتاب کے تمام قارئین سے التجا کرتا ہوں کہ وہ اپنے روزمرہ کے استعمال کے "Cell phone" کے Memory chip میں محفوظ کرلیں اور اس کو حسب موقع ومحل سننے کا معمول یا عادت ثانی بنالیں۔ اس کے فضائل وبرکات کا فیض آپ کو آپ کے خلوص وعمل کے حساب سے ان شاءاللہ نصیب ہوگا۔

بہرحال اس کتاب میں عمر 70 کے اختتام پر مجھے (مرتب احمد ابوسعید کو یہ تکلیف دہ) خیال آیا کہ مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ نے اپنی جان اِس ملک اور اس ناقدر قوم کے پیچھے لگا کر کیا نتیجہ حاصل کیا؟ یہی نا کہ قوم کی اکثریت نے ناقدری کی۔ وقت کے اقتدار سے دشمنی مول لی، مسلمان عوام، دینی مدارس کے ذمہ دار، اور علماء کی اکثریت کے جھوٹ، دجل، تعصب، حسد، بغض وعداوت کے سبب شدید ابتلا وآزمائش سے گزرے اور میرے، محبی محسن سیدی ابوالاعلیٰ نے

زندگی بھر مصائب اٹھائے ۔ جماعت اسلامی پاکستان اور ہند کو بھی مصائب و مشکلات اور مخالفتوں سے دو چار ہونا پڑا ۔ جماعت اسلامی مشرقی پاکستان موجودہ بنگلہ دیش کو (21 ویں) اس صدی میں سب سے زیادہ آزمائش و ابتلاء بلکہ مصر کی الاخوان المسلمون کی قربانیوں کے مقام پر لاکر کھڑا کر دیا۔ یہی سوچتے سوچتے قرآن سنتے ہوئے سو گیا۔ تہجد کے بعد ''تفہیم القرآن'' ''سمع و بصر'' کا سلسلہ سننے لگا اور سورہ یونس کے ایک مقام پر امام مودودیؒ کی تشریحات سنتے وقت یوں لگا کہ جیسے یہ آیات ان ہی حالات کے پس منظر میں نازل ہوئی ہیں۔ قوم بنی اسرائیل اور موسیٰ علیہ السلام، قوم عرب بالخصوص قریش مکہ اور حضرت محمد ﷺ اب برصغیر ہندوستان، پاکستان، بنگلہ دیش کی قوم (مسلم و غیر مسلم) اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ادنیٰ غلام و امتی داعی دین حق، جماعت اسلامی کا بانی مجاہد و مجتہد، امام وقت اور قائد اعلیٰ سیدھے سادے انسان کی حیثیت میں علّامہ سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ کی تفسیر ''تفہیم القرآن'' کی ویسے تو قرآن مجید کی ہر سورت و آیت اپنی جگہ ایک معجزہ ہے، مگر مقام مطلوبہ ایمان و تدبر قرآن کا متقاضی ہے۔ سورہ یونس کی صرف دو (۲) آیات بطورِ نمونہ قارئین کے استفادہ کے لیے پیش کر رہا ہوں۔

وَيُحِقُّ اللّٰهُ الْحَقَّ بِكَلِمٰتِهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُجْرِمُوْنَ۝۸۲ فَمَاۤ اٰمَنَ لِمُوْسٰۤى اِلَّا ذُرِّيَّةٌ مِّنْ قَوْمِهٖ عَلٰى خَوْفٍ مِّنْ فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ئِهِمْ اَنْ يَّفْتِنَهُمْ ؕ وَاِنَّ فِرْعَوْنَ لَعَالٍ فِي الْاَرْضِ ۚ وَاِنَّهٗ لَمِنَ الْمُسْرِفِيْنَ۝۸۳ (سورۃ یونس:۸۲،۸۳)

ترجمہ: (پھر دیکھو کہ) موسیٰ کو اس کی قوم میں سے چند نوجوانوں کے سوا کسی نے نہ مانا، فرعون کے ڈر سے اور خود اپنی قوم کے سربرآوردہ لوگوں کے ڈر سے (جنہیں خوف تھا کہ) فرعون ان کو عذاب میں مبتلا کرے گا۔ اور واقعہ یہ ہے کہ فرعون زمین میں غلبہ رکھتا تھا اور وہ اُن لوگوں میں سے تھا جو کسی حد پر رُکتے نہیں ہیں۔

تفہیم: متن میں لفظ ذُرِّيَةٌ استعمال ہُوا ہے جس کے معنی اولاد کے ہیں۔ ہم نے اس کا ترجمہ ''نوجوان'' کیا ہے۔ مگر دراصل اس خاص لفظ کے استعمال سے جو بات قرآن مجید ثابت کرنا چاہتا ہے وہ یہ ہے کہ اُس پُرخطر زمانے میں حق کا ساتھ دینے اور علمبردارِ حق کو اپنا رہنما تسلیم کرنے کی جرأت چند لڑکوں اور لڑکیوں نے تو کی مگر ماؤں اور باپوں اور قوم کے سن رسیدہ لوگوں کو اس کی توفیق نصیب نہ ہوئی۔ ان پر مصلحت پرستی اور دنیوی اغراض کی بندگی اور عافیت کوشی کچھ اس طرح چھائی رہی کہ وہ ایسے حق کا ساتھ دینے پر آمادہ نہ ہوئے جس کا راستہ اُن کو خطرات سے پُرنظر آرہا تھا، بلکہ وہ اُلٹے نوجوانوں ہی کو روکتے رہے کہ موسیٰ کے قریب نہ جاؤ ورنہ تم خود بھی فرعون کے غضب میں مبتلا ہو گے اور ہم پر بھی آفت لاؤ گے۔

یہ بات خاص طور پر قرآن نے نمایاں کر کے اس لیے پیش کی ہے کہ مکہ کی آبادی میں سے بھی محمد صلی اللہ علیہ وسلم

کا ساتھ دینے کے لیے جو لوگ آگے بڑھے تھے وہ قوم کے بڑے بوڑھے اور سن رسیدہ لوگ نہ تھے بلکہ چند باہمت نوجوان ہی تھے۔ وہ ابتدائی مسلمان جو اِن آیات کے نزول کے وقت ساری قوم کی شدید مخالفت کے مقابلے میں صداقتِ اسلامی کی حمایت کر رہے تھے اور ظلم وستم کے اس طوفان میں جن کے سینے اسلام کے لیے سپر بنے ہوئے تھے، ان میں مصلحت کوش بوڑھا کوئی نہ تھا۔ سب کے سب جوان لوگ ہی تھے۔ علی ابن ابیؓ طالب، جعفرؓ طیّار، زبیرؓ، طلحہؓ، سعد بن ابی وَقّاص، مُصعَبؓ بن عُمیر، عبد اللہؓ بن مسعود جیسے لوگ قبول اسلام کے وقت ۲۰ سال سے کم عمر کے تھے۔ عبد الرحمنؓ بن عوف، بلالؓ اور صُہَیبؓ کی عمریں ۲۰ اور ۳۰ کے درمیان تھیں۔ ابوعبیدہ بن الجراحؓ، زید بن حارثہؓ، عثمان بنؓ عفان اور فاروقؓ ۳۰ اور ۳۵ سال کے درمیانی عمر کے تھے۔ ان سے زیادہ سن رسیدہ ابوبکر صدیقؓ تھے اور ان کی عمر بھی ایمان لانے کے وقت ۳۸ سال سے زیادہ نہ تھی۔ ابتدائی مسلمانوں میں صرف ایک صحابی کا نام ہمیں ملتا ہے جن کی عمر نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ تھی، یعنی حضرت عبیدہ بنؓ حارث مُطّلبی۔ اور غالباً پورے گروہ میں ایک ہی صحابی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم عمر تھے، یعنی عمّار بن یاسرؓ۔

متن میں فَمَآ اٰمَنَ لِمُوْسٰی کے الفاظ ہیں۔ اس سے بعض لوگوں کو شبہ ہوا کہ شاید بنی اسرائیل سب کے سب کافر تھے اور ابتداءً ان میں سے صرف چند آدمی ایمان لائے۔ لیکن ایمان کے ساتھ جب لام کا صلہ آتا ہے تو وہ بالعموم اطاعت وانقیاد کے معنی دیتا ہے، یعنی کسی کی بات ماننا اور اس کے کہے پر چلنا۔ پس دراصل ان الفاظ کا مفہوم یہ ہے کہ چند نوجوانوں کو چھوڑ کر بنی اسرائیل کی پوری قوم میں سے کوئی بھی اس بات پر آمادہ نہ ہُوا کہ حضرت موسیٰ کو اپنا رہبر و پیشوا مان کر ان کی پیروی اختیار کر لیتا اور اس دعوت اسلامی کے کام میں ان کا ساتھ دیتا۔ پھر بعد کے فقرے نے اس بات کو واضح کر دیا کہ ان کے اس طرزِ عمل کی اصل وجہ یہ نہ تھی کہ انہیں حضرت موسیٰؑ کے صادق اور ان کی دعوت کے حق ہونے میں کوئی شک تھا، بلکہ اس کی وجہ صرف یہ تھی کہ وہ اور خصوصًا ان کے اکابر واشراف، حضرت موسیٰؑ کا ساتھ دے کر اپنے آپ کو فرعون کی سخت گیری کے خطرے میں ڈالنے کے لیے تیار نہ تھے۔ اگرچہ یہ لوگ نسلی اور مذہبی دونوں حیثیتوں سے ابراہیم، اسحاق، یعقوب اور یوسف علیہم السلام کے اُمتی تھے اور اس بنا پر ظاہر ہے کہ سب مسلمان تھے، لیکن ایک مدّت دراز کے اخلاقی انحطاط نے اور اُس پست ہمتی نے جو زیردستی سے پیدا ہوئی تھی، ان میں اتنا بل بوتا باقی نہ چھوڑا تھا کہ کفر وضلالت کی فرمانروائی کے مقابلہ میں ایمان وہدایت کا عَلَم لے کر خود اُٹھتے، یا جو اُٹھا تھا اُس کا ساتھ دیتے۔

متن میں لفظ مُسْرِفِیْنَ استعمال ہُوا ہے جس کے معنی ہیں حد سے تجاوز کرنے والا۔ مگر اس لفظی ترجمے سے اس کی اصل روح نمایاں نہیں ہوتی۔ مسرفین سے مراد دراصل وہ لوگ ہیں جو اپنے مطلب کے لیے کسی بُرے سے بُرے طریقے

کو بھی اختیار کرنے میں تامل نہیں کرتے۔ کسی ظلم اور کسی بد اخلاقی اور کسی وحشت وبربریت کے ارتکاب سے نہیں چوکتے۔ اپنی خواہشات کے پیچھے ہر انتہا تک جاسکتے ہیں۔ ان کے لیے کوئی حد نہیں جس پر جا کر وہ رُک جائیں۔
(تفہیم القرآن، جلد دوم، سورۃ یونس، آیت ۸۲، ۸۳)

ان آیات میں جہاں کلام اللہ کا جلال وکمال اور قیامت تک کے حالات پر محیط معجزۂ قرآن مجید پر دل میں ایمان کی کیفیت میں مزید اضافہ ہوتا ہے، وہیں سید ابوالاعلیٰؒ کی تحریر کی تاثیر ومٹھاس اور قرآن سے محبت وقربت کی نعمت نصیب ہوتی ہے۔ ہم جماعت اسلامی وتحریک اسلامی کے ہمدردوں، کارکنوں اور ارکان جماعت کو اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے بے شمار احسانات میں سے اس احسان پر بھی اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہئے کہ شیطانی اور طاغوتی قوتوں کی بھرپور مخالفتوں کے باوجود ہم کو اللہ نے مولانا مودودیؒ کی تحریر اور تحریک سے منسلک رکھا ہے۔

وَاِنْ يَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗٓ اِلَّا هُوَ ۚ وَاِنْ يُّرِدْكَ بِخَيْرٍ فَلَا رَآدَّ لِفَضْلِهٖ ؕ يُصِيْبُ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ؕ وَهُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ﴿۱۰۷﴾ قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ ۚ فَمَنِ اهْتَدٰى فَاِنَّمَا يَهْتَدِيْ لِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ ضَلَّ فَاِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهَا ؕ وَمَآ اَنَا عَلَيْكُمْ بِوَكِيْلٍ ﴿۱۰۸﴾ وَاتَّبِعْ مَا يُوْحٰٓى اِلَيْكَ وَاصْبِرْ حَتّٰى يَحْكُمَ اللّٰهُ ۚ وَهُوَ خَيْرُ الْحٰكِمِيْنَ ﴿۱۰۹﴾ (سورۃ یونس)

ترجمہ: اگر اللہ تجھے کسی مصیبت میں ڈالے تو خود اُس کے سوا کوئی نہیں جو اُس مصیبت کو ٹال دے، اور اگر وہ تیرے حق میں کسی بھلائی کا ارادہ کرے تو اُس کے فضل کو پھیرنے والا بھی کوئی نہیں ہے۔ وہ اپنے بندوں میں سے جن کو چاہتا ہے اپنے فضل سے نوازتا ہے اور وہ درگزر کرنے والا اور رحم فرمانے والا ہے۔" اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم، کہہ دو کہ "لوگو، تمہارے پاس تمہارے ربّ کی طرف سے حق آچکا ہے۔ اب جو سیدھی راہ اختیار کرے اُس کی راست روی اُسی کے لیے مفید ہے، اور جو گمراہ رہے اُس کی گمراہی اُسی کے لیے تباہ کُن ہے۔ اور میں تمہارے اُوپر کوئی حوالہ دار نہیں ہوں۔ اور اے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم، تم اس ہدایت کی پیروی کیے جاؤ جو تمہاری طرف بذریعہ وحی بھیجی جارہی ہے، اور صبر کرو یہاں تک کہ اللہ فیصلہ کردے، اور وہی بہترین فیصلہ کرنے والا ہے۔

مرتب: احمد ابوسعید کے نام، مولانا مودودیؒ کا پہلا خط ا؎

باسمہ سبحانہ،

حوالہ ---12-32-

مورخہ ---21/5/23

۵ اے ذیلدار پارک اچھرہ لاہور۔

محترمی و مکرمی السلام علیکم و رحمۃ اللہ

آپ کا عنایت نامہ ملا۔ تجلی کا پرچہ بھی وصول ہوا۔ آپ کی دعاؤں کے لیے شکر گزار ہوں۔ ہندوستان کے مسلمانوں پر مسلم پرسنل لا کے سلسلے میں جو آفت ٹوٹ رہی ہے اسکا کوئی علاج ہم پاکستان میں بیٹھ کر نہیں کر سکتے۔ بس اللہ سے دعا کرتے ہیں کہ پاکستان اور ہندوستان میں مسلمانوں پر جو عذاب مسلط ہوا ہے اسے دور فرما دے۔

دوبئی میں جو حضرات ہمارے رفیق اور ہمدرد ہیں سب کو میرا سلام پہنچا دیں۔

خاکسار

ابوالاعلیٰ

A. A. Sayeed
ADOC. Abu Dhabi oil co. (LTD. Japan)
U.A.E. Abu Dhabi
U.A.E.

ا؎ میرے محسن اعلیٰ - سید ابوالاعلیٰ کا مجھ احقر کے نام پہلا خط۔ یہ دن میرے لیے عید کا دن تھا۔ خط پڑھ رہا تھا اور مجھ احقر کی حقیر آنکھوں سے اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے کرم و احسان پر شکر و مسرت کے آنسو جاری تھے۔

مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ اور مولانا عامر عثمانی کی مقبول دعاؤں کی سعادت

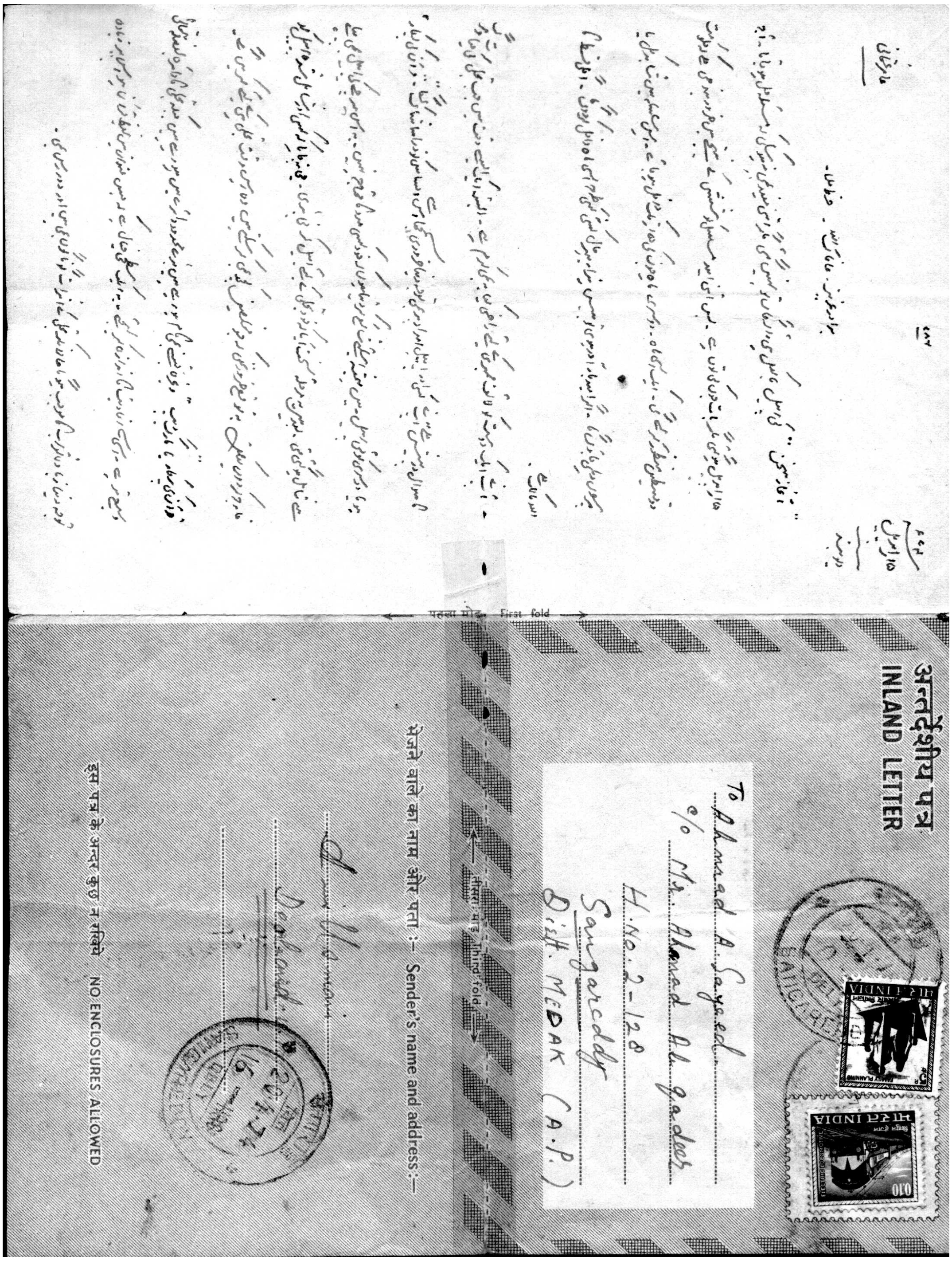
دسمبر 1971ء کی 14 روزہ ہنداور پاک جنگ کے بعد نادان حکمرانوں نے دونوں ممالک میں عوامی رابطہ اور خطوط ورسائل کی آمدورفت پر پابندی لگادی تھی۔مولانا عامر عثمانی کے ''تجلّی'' اور مولانا مودودیؒ کے ''ترجمانُ القرآن'' کا میں مستقل خریدار تھا۔مولانا عامر عثمانی نے مجھ سے خواہش کی تھی کہ میں ان کا پرچہ ''تجلی'' مولانا مودودیؒ کو لاہور بھجوادوں اور ''ترجمان القرآن'' لاہور کا پرچہ دیوبند کے پتے پر یوپی بھجوادیا کروں، اس طرح دونوں ممالک میں راست مراسلت کی پابندی کے ذریعہ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے مجھے ان دونوں عظیم ہستیوں کی خدمت کرنے اور دعائیں حاصل کرنے کا موقع مقدر فرمایا۔ذٰلِكَ فَضْلُ اللهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَّشَآءُ وَاللهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ o

4رمئی 1973ء کا خط، یعنی میرے نام پہلا خط بھی اُسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ o

---

نوٹ: احقر مرتب کتاب احمد ابوسعید پر اللہ سبحانہ تعالیٰ کی یہ ایک ممتاز اور خاص کرم فرمائی ہے۔

مولانا عامر عثمانیؒ کے خط کی اسکین کاپی



पहला मोड़ First fold

अन्तर्देशीय पत्र
INLAND LETTER

To Ahmad A Sayeed
c/o Mr. Ahmad Ali Qadees
H.No. 2-120
Sangareddy
Dist. MEDAK (A.P.)

भेजने वाले का नाम और पता :— Sender's name and address :—

तीसरा मोड़ Third fold

इस पत्र के अन्दर कुछ न रखिये NO ENCLOSURES ALLOWED

عمر۔ اکہتر (۷۱) سال

(۲۵ ستمبر ۱۹۷۳ء تا ۲۴ ستمبر ۱۹۷۴ء)

۲۴ اکتوبر ۱۹۷۳ء جامع مسجد منصورہ، لاہور کا سنگ بنیاد رکھا، دسمبر 1973 وزیر اعظم بھٹو نے بنگلہ دیش تسلیم کرلیا۔ پاکستان کی بدقسمتی پر سید مودودیؒ کو حکومت اور ملت کی نادانی پر صدمہ، اپریل 1974ء میں سید مودودیؒ کا بغرض علاج امریکہ، بفلو روانگی، بیٹے ڈاکٹر احمد فاروق کے پاس قیام، ''قادیانیوں'' کو پارلیمنٹ نے غیر مسلم قرار دیا، مولانا مودودیؒ کی سعی کامیاب ہوئی۔ عصری مجالس کی ایک عمومی جھلک

ستمبر 1973 کے آخر میں جماعتِ اسلامی کی مجلس شوریٰ کے مختلف اجلاس ہوئے، وزیر اعظم ذوالفقار علی بھٹو کے اوچھے بیانات اور اپنے ہی ملک پاکستان کے عوام پر خونی حملوں کی مذمت کی گئی۔ حکومت کے خلاف متحدہ محاذ کی پُرامن اور آئینی جدوجہد کو غیر آئینی، غیر اخلاقی اور غیر دستوری طریقوں سے روکا گیا۔

اکتوبر 1973ء عرب اسرائیل جنگ پر سید مودودیؒ کی گہری نظر تھی، شاہ فیصل سے ربط پیدا کیا۔ پٹرول کو بطور ہتھیار استعمال کرنے کا شاہ فیصل کو مولانا مودودیؒ نے مشورہ دیا۔ شاہ فیصل نے اس پر عمل بھی کیا، جس کی بدولت یوروپ و امریکہ کی پریشانی میں اضافہ ہوا۔ توانائی کے بحران کا شکار Richard Nixon ریچرڈ نکسن امریکی صدر، اور وزیر خارجہ Henry Kisinger ہنری کسنجر اپنی امریکی عوام کی ترغیب کے لیے سائیکل پر سواری کرنے پر مجبور ہوئے۔

اس طرح محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اتباع کا عملی نمونہ پیش کرتے ہوئے Super Power امریکہ کو گھٹنے ٹکانے والی غلبۂ اسلام کی داعی Super Power شخصیت امام العالم مولانا سید مودودیؒ ہی کی تھی۔

یہودی اور عیسائی، امریکہ اور یورپ، ایشیا اور افریقہ کے اسلام دشمن طاغوتی انٹلی جنس ایجنسیوں نے پاکستان کی سب سے طاقتور (Power full)، قرآن اور سنت کو عملاً نافذ کرنے کی داعی شخصیت علامہ سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ کے عالمی اثرات کو محسوس کیا اور مولانا سید مودودیؒ کو کمزور کرنے کے لیے کرایہ کے سیاسی اور مذہبی افراد سے کام لیتے ہوئے، مکر، جھوٹ وفریب اور فساد فی الباکستان کا جال بچھانا شروع کردیا۔

وَلَا تَهِنُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ (آل عمران:139)

فَلَا تَهِنُوْا وَتَدْعُوْٓا اِلَى السَّلْمِ ۖ وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ ۖ وَاللّٰهُ مَعَكُمْ وَلَنْ يَّتِرَكُمْ اَعْمَالَكُمْ (سورۃ محمد:35) [1]

مَثَلُ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْلِيَآءَ كَمَثَلِ الْعَنْكَبُوْتِ ۚ اِتَّخَذَتْ بَيْتًا ۭ وَاِنَّ اَوْهَنَ الْبُيُوْتِ لَبَيْتُ الْعَنْكَبُوْتِ ۘ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ (سورۃ العنکبوت، آیت:۴۱)

24/اکتوبر 1973ء کو مولانا مودودیؒ نے جامع مسجد منصورہ، لاہور کا سنگ بنیاد رکھا۔ [2] اور منصوبہ بنا ہے کہ جماعت اسلامی کا مرکز اور جماعتی مرکزی اداروں کے دفاتر مسجد سے متصل تعمیر ہوں گے۔

14/دسمبر 1973ء کو وزیر اعظم بھٹو کی ایک اور سازش۔

سازش کے تحت تمام ارکان قومی اسمبلی اور سینٹ کو دعوت دی۔ اپوزیشن نے مسٹر بھٹو کی بنگلہ دیش کو تسلیم کروا لینے کی چال کے پیش نظر، بھٹو کی دعوت کو مسترد کر دیا۔

جنوری 1974۔ ''سیرت سرور عالمؐ'' کے مضامین کی ترتیب کا سلسلہ جاری ہوا اور آغاز رسالت سے ابتدائی دعوت کے تین سال پر مشتمل مضامین کی اشاعت عمل میں آئی۔

فروری 1974ء میں وزیر اعظم مسٹر بھٹو نے مسلم ممالک کی کانفرنس (Organistion of Islamic Cooperation) OIC، لاہور میں بلانے کا اعلان کر دیا۔ اور تیاریاں شروع کروا دیں۔

22/فروری 1974ء کو مسٹر بھٹو نے مسلم ممالک کی کانفرنس OIC شروع ہونے سے چند منٹ پہلے بنگلہ دیش تسلیم کرنے کا اعلان کر دیا۔ اس طرح پاکستان کو تباہی سے بچانے کی آخری امید کا جنازہ نکال دیا۔ سعودی عرب کی حکومت اور

---

1. یہاں یہ بات نگاہ میں رہنی چاہئے کہ یہ ارشاد اُس زمانے میں فرمایا گیا ہے جب صرف مدینے کی چھوٹی سی بستی میں چند مہاجرین و انصار کی ایک مٹھی بھر جمعیت اسلام کی علمبرداری کر رہی تھی اور اس کا مقابلہ محض قریش کے طاقتور قبیلے ہی سے نہیں، بلکہ پورے ملک عرب کے کفار و مشرکین سے تھا۔ اس حالت میں فرمایا جا رہا ہے کہ ہمت ہار کر ان دشمنوں سے صلح کی درخواست نہ کرنے لگو، بلکہ سر دھڑ کی بازی لگا دینے کے لیے تیار ہو جاؤ۔ (قرآن مجید۔ مع مختصر حواشی۔ سورہ محمد حواشی نمبر 15، از سید مودودیؒ)

2. منصورہ کے تعلق سے ایک روایت ہے کہ ابتداء میں مولانا مودودیؒ بذات خود جماعت اسلامی کے ارکان و ذمہ داروں کی ایک الگ تھلگ کالونی کے مخالف تھے۔ ان کا کہنا تھا کہ جماعت کے لوگوں کو عوام کے ساتھ گھل مل کر پوری آبادی میں پھیل کر رہنا چاہئے تاکہ لوگوں کی اور خود افراد جماعت کی اصلاح و تربیت ہو اور افراد جماعت اعلیٰ سیرت کا نمونہ پیش کریں۔ بیرونی اور اندرونی دشمن دین اور دشمن جماعت طاقتوں کو بآسانی جماعت کو نقصان پہنچانے کا موقع نہ مل سکے۔ 1938ء میں دارالاسلام کا تصور اور کام کا نقشہ، 1974 میں پاکستانی جماعت اسلامی کے لیے اور ہونا چاہئے۔ 1938ء کام کا آغاز تھا اور اب نظام اسلامی کے معروف اور منور کام کو ریاست کی تشکیل میں تبدیل کرنا اقامت دین کے لیے ایک عظیم ترین منزل کو حاصل کرنا ہے۔ ایسی صورت حال میں منصورہ کی چار دیواری میں جماعت اسلامی کو محدود کرنا محرومی اور عزیمت سے فرار کے مماثل ہے۔ (مرتب: احمد ابوسعید)

وفد نے اس اعلان کی مخالفت کی۔ حکومت پاکستان کی اس حرکت اور اعلان کو ایک سازش قرار دیا۔

مولانا سید مودودیؒ کو بھٹو کی بنگلہ دیش تسلیم کرنے کی اس مکارانہ اور منافقانہ چال سے ایک اور صدمہ ہوا۔ پُرنم آنکھیں شکستہ دل کی حالت بیان کر رہی تھیں۔

قَالَ اِنَّمَآ اَشْكُوْا بَثِّيْ وَحُزْنِيْٓ اِلَى اللّٰهِ وَاَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿٨٦﴾ (سورۃ یوسف: آیت، ۸۶)

1917ء سے 1947ء تک مسلسل ذہنی، قلمی، علمی اور عملی، جسمانی اور دماغی محنت ومشقت سے پورے جسم کے اعضاء جواب دینے لگے تھے۔ 1938ء میں ''دار الاسلام'' اور جماعت اسلامی کی جان توڑ جدوجہد 1947ء سے 1974ء پاکستان کے وجود میں آنے سے تقسیم وشہادت پاکستان کی دردناک داستان اور ملک کی بقا کے لئے اوپر بیان کردہ مصروفیات کے ساتھ ملک اور ملت کی اسلامی بنیاد پر تعمیر اور دستور اِسلامی کے نفاذ کے لیے جہد مسلسل، ملک کے ہر طبقہ، مزدور، طلباء، خواتین، سیاسی اور دینی جماعتوں، فوجی اور غیر فوجی حکمرانوں کی اصلاح کے لیے اللہ کے عطا کردہ تمام صلاحیتوں اور قوتوں کو حد سے زیادہ استعمال کی وجہ سے جسم کے اعضاء جواب دے چکنے کے بعد جماعت سے مستعفی ہو کر کچھ آرام کرنا چاہا، مگر آرام سے محرومی ہی مقدر تھی۔ بدن کے ایک ایک جوڑ میں درد، بدستور شدید سے شدید تر ہونے لگا اور اب بنگلہ دیش کی جدائی کا سانحہ ذہنی اور قلبی عارضہ کا باعث بن گیا، فروری، مارچ، اپریل 1974ء کی کیفیت اور مومنین کی آزمائش کا منظر پیش کر رہا تھا۔

اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَاْتِكُمْ مَّثَلُ الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ ۭ مَسَّتْهُمُ الْبَاْسَاۗءُ وَالضَّرَّاۗءُ وَزُلْزِلُوْا حَتّٰى يَقُوْلَ الرَّسُوْلُ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ مَتٰى نَصْرُ اللّٰهِ ۭ اَلَآ اِنَّ نَصْرَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ ﴿٢١٤﴾

(سورۃ البقرۃ، آیت: ۲۱۴)

اسی سال 20/اپریل 1974ء کو سابق صدر و چیف مارشل لا ایڈمنسٹریٹر اور خودساختہ فیلڈ مارشل محمد ایوب خاں کا انتقال ہوا۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ۔

29/مئی 1974ء کو قادیانیوں نے ملتان میڈیکل کالج کے طلباء پر حملہ کر دیا۔

31/مئی 1974ء کو پروفیسر غفور احمد امیر جماعت اسلامی سندھ نے قومی اسمبلی میں قادیانیوں کے مرکز ''ربوہ'' کے خلاف آواز اٹھائی۔

مولانا مودودیؒ کی کوششوں سے 3/جون 1974ء کو جمعیۃ العلماء پاکستان، جمعیۃ العلماء اسلام، مرکزی جمعیۃ اہلِ حدیث، احرار، خاکسار، پاکستان جمہوری پارٹی، جماعتِ اسلامی اور مسلم لیگ کے نمائندوں کا اجلاس منعقد ہوا۔

9/جون 1974ء کو 18 دینی اور سیاسی جماعتوں کو مولانا مودودیؒ کی کوششوں نے جمع کیا۔ اور ''آل پاکستان مجلس تحفظِ ختم نبوت'' قائم فرمایا۔

بُھٹّو یہود و نصاریٰ کے ایجنٹ قادیانیوں سے قربت بڑھانے لگا تھا۔

3/جولائی 1974ء کو روزنامہ ''جسارت'' کو بند کر دیا گیا۔ محمد صلاح الدین صاحب ایڈیٹر مع پرنٹر و پبلشر کو جیل بھیج دیا گیا۔ (ایڈیٹر جسارت کی ایک تحریر: ایک طرف تن تنہا: سید مودودیؒ، اس کتاب کے صفحہ 60 پر)

6/جولائی 1974ء کو پورے ملک میں دفعہ 144 لگا دیا گیا۔ لاوڈ اسپیکر کے استعمال پر پابندی لگا دی گئی۔ مسٹر زیڈ۔ اے بھٹو نے جمہوریت کے نام پر ڈکٹیٹر شپ کی بدترین مثال قائم کی۔

30/جولائی 1974ء کو اپنی حکومت بچانے اور عوامی مخالفت سے خوف کھا کر قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دینے کا وزیر اعظم بھٹو نے قادیانیوں کے تعلق سے خارج اسلام ہونے کے قطعی فیصلہ کا اعلان کیا۔

6/اپریل 1974ء سے 20/اگست 1974ء کے دوران مولانا مودودیؒ بغرض علاج اپنے بیٹے ڈاکٹر عمر فاروق کے پاس امریکہ (بفیلو) میں تھے۔ دوران سفر لندن ایئرپورٹ پر ملاقات پر آئے ہوئے سیکڑوں لوگوں سے نقاہت اور تھکاوٹ کے باوجود مصافحہ بھی کیا۔

اپریل، مئی، جون، جولائی و اگست 1974ء کے دوران ساڑھے چار ماہ امریکہ کے شہر میں بغرض علاج و آرام قیام کیا، مگر یہاں پر بھی دُور دراز مقامات سے ملاقات کے لیے آنے والے رفقاء کو ملاقات اور گفتگو کا موقع دیتے رہے۔ 5/اگست 1974ء کو کناڈا کے شہر ٹورنٹو میں اسلامک سنٹر میں منعقدہ ایک بڑے اجتماع سے خطاب کیا۔ جس میں اسلامی انقلاب کے طریقۂ کار کے طور پر ایک عالمی پیمانہ پر اسلامی انقلاب کا نقشہ پیش کیا۔ امریکہ سے واپسی کے دوران لندن میں مختصر قیام کیا اور ایک تاریخی اجتماع سے خطاب فرمایا۔

20/اگست 1974ء کو مولانا لندن پہنچے، 22/اگست 1974ء کو کراچی یونیورسٹی کے کانویکیشن گراونڈ Convocation Ground میں طلباء کے ایک عظیم الشان اجتماع سے خطاب کیا اور مغربی ممالک اور اُن کی زوال پذیر تہذیب کا تجزیہ کرتے ہوئے پہلے اپنے مُلک میں اسلامی نظام کے قیام کے لیے ہر ممکن صلاحیتوں اور

طاقتوں کو لگا دینے کے مشورے کے ساتھ ساری دنیا میں اللہ کے کلمہ لَآ اِلٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کو بلند کرنے کی ہر ممکن جدوجہد کو لازمی قرار دیا۔

23/اگست 1974ء کو رشید پارک اچھرہ لاہور میں ایک اجتماع سے خطاب کیا۔

اگست 1974ء میں مختلف مجالس اور جلسوں کو مخاطب کیا۔ ایک جلسۂ عام میں محترم مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ نے فرمایا:

> ”حضور اکرم محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد نبوت کا دعویٰ کرنے والا ہر شخص جھوٹا ہے، کافر ہے، اس پر ایمان لانے والا بھی کافر ہے۔ حتیٰ کہ ایسے مدعی سے نبوت کی دلیل مانگنے والا بھی کفر کا مرتکب اور کافر ہے۔ [1]“

یکم ستمبر 1974ء کو ختم نبوت اور قادیانیوں کو غیر مُسلم قرار دینے کی ضرورت اور اہمیت پر اظہار کرتے ہوئے فرمایا کہ جو کوئی قادیانی مرزا غلام احمد کی نبوت کا انکار کر کے اپنے عقیدے کی اصلاح کر لے تو ایسے لوگوں کو دائرۂ اسلام میں واپس لینے کی گنجائش ہے۔

7/ستمبر 1974ء کو حکومتِ پاکستان نے بہرحال قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا اور قادیانیوں کے مرکز ”ربوہ“ کو ایک عام اور کُھلا شہر قرار دیا۔

پاکستان کی بقا کی فکر، اللہ سے کیے ہوئے وعدے کی خلاف ورزی کی صورت میں بھیانک نتائج کی تنبیہ، لنگڑے اور آدھے پاکستان کو تباہی سے بچانے کی حتی المقدور سعی کی۔

8/ستمبر 1974ء کو سید مودودیؒ نے فرمایا:

> ”الحمدللہ 7/ستمبر 1974ء کو پاکستان کی پارلیمنٹ نے قادیانیوں کو بالآخر غیر مسلم قرار دے دیا۔ پھر فرمایا اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ عوام، علماء، مشائخ، طلباء، دینی اور سیاسی جماعتوں اور قومی اسمبلی کی متفقہ کوششوں سے قادیانی مسئلہ بالآخر قانونی اور شرعی حیثیت سے حل ہو گیا، جو گزشتہ نوے (90) سالوں سے اسلام اور مسلمانوں کے لیے عظیم اندرونی خطرہ بنا ہوا تھا۔“

یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ اس قادیانی ناسور کو جسمِ مسلم سے علاحدہ کرنے کے لیے جو سعی و کوشش کی اور جو قربانی سید مودودیؒ نے دی ہے وہ خود اپنی مثال آپ ہے۔ اس لیے ہر قادیانی مولانا مودودیؒ کا کٹر مخالف اُس وقت بھی تھا، اور آج بھی ہے۔

---

[1] مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ نے غلام احمد قادیانی اور ان کو نبی ماننے والے احمدی، قادیانیوں کے علاوہ کفر کا فتویٰ کسی اور کے لیے نہیں دیا۔

افسوس ناک بات یہ بھی ہے کہ وہ لوگ جو مولانا مودودیؒ کی دو چار کتابیں یا کم از کم کوئی ایک کتاب مکمل پڑھے بغیر مخالفت کرتے ہیں ، اُن میں عام لوگوں کے علاوہ مولوی حضرات بھی ہیں ، جو چالاک قادیانیوں کے پھیلائے ہوئے جھوٹے بیانات اور مولانا کی تحریروں کو سیاق وسباق سے علیٰحدہ کر کے توڑ مروڑ کر کسی معروف مولوی کے نام سے کتاب چھاپ کر عوام کو گمراہ کرتے ہیں اور ہمارے یہ نادان بھولے بھالے نادان مولوی و عوام گمراہ ہو جاتے ہیں ۔

13 ر ستمبر 1974ء کو مولانا مودودیؒ نے فرمایا:

''اگر ذوالفقار علی بھٹو خلوص سے اسلامی قانون نافذ کریں یا جو جماعت بھی اسلامی نظام کے نفاذ کا کام کرے وہ ہمارے محسن ہیں، ہم اس بات کے حق میں ہرگز نہیں ہیں کہ حکومت ہمارے ہاتھ میں آئے ۔ اسلام کی پُرخلوص خدمت کرنے والوں کو ہم اپنا محسن سمجھتے ہوئے اُن کا بھرپور ساتھ دیں گے ۔ ہم اور ہمارے کارکن اُن اسلامی نظام کے علمبرداروں کے معاون اور خادم کی حیثیت سے کام کریں گے۔''

13 ر ستمبر 1974ء کو جمہوری مجلس علمی کی اپیل پر یوم تشکر منایا گیا۔ پورے ملک میں جلسے ہوئے اور جلوس نکالے گئے ۔

13 ر ستمبر 1974ء کو مرکز جماعت میں ایک جلسۂ عام سے خطاب کرتے ہوئے مولانا مودودیؒ نے فرمایا:

''اس تحریک میں جن جن لوگوں نے بھی حصہ لیا وہ مبارکباد کے مستحق ہیں خواہ وہ طلباء ہوں ، مشائخ ہوں، سیاسی جماعتیں اور سیاسی لیڈر ہوں خواہ پیپلز پارٹی ہو اور وزیر اعظم بھٹو ہوں، یہ سب لوگ مبارکباد کے مستحق ہیں ۔ اب اللہ تعالیٰ ان کو یہ توفیق بھی عطا فرمائے کہ وہ اس ملک میں اسلامی نظام نافذ کر سکیں ۔ اللہ کی شریعت ہمارے پاس ہے لیکن اسے بطور قانون نافذ نہیں کیا جا رہا ہے ۔

یہ وہ دوسری بغاوت ہے جو اس ملک میں ہم لوگوں سے سرزد ہو رہی ہے ۔ اللہ تعالیٰ انہی کو اسلامی قانون کے نفاذ کا ذریعہ بنائے اور مسٹر بھٹو اپنے ہاتھ سے یہ کام سرانجام دیں ۔ ہم اس بات کے حق میں نہیں ہیں کہ حکومت ہمارے ہاتھ میں آئے اور اسلامی نظام کا نفاذ ہمارے ہی ہاتھوں سے ہو ۔ جو شخص یا جماعت بھی یہ کام انجام دیتی ہے وہ ہمارا محسن ہے ۔ ''[1]

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَجِيْبُوْا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيْكُمْ ۚ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يَحُوْلُ بَيْنَ الْمَرْءِ وَقَلْبِهٖ وَاَنَّهٗٓ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ ﴿۲۴﴾ وَاتَّقُوْا فِتْنَةً لَّا تُصِيْبَنَّ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْكُمْ خَاۗصَّةً ۚ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ﴿۲۵﴾ (سورۃ الانفال)

---

[1] جماعت اسلامی کی دستوری جدوجہد، از مولانا میاں طفیل محمد (مرتب فیض احمد شہابی)

عصری مجالس کی ایک عمومی جھلک

14 ستمبر 1974ء سے ہر روز 5 A. Zeeldar Park میں بعد نماز عصر، عصری مجالس کا انعقاد و تلاوت کا عام سلسلہ بحال ہوگیا۔ دوسری جلد ''سیرتِ سرورِ عالَم''، جس میں مکّی دَور کے اختتام تک کی سیرت نبوی کے اہم حالات و واقعات ہیں، مکمل کر لی گئی۔

مولانا مودودیؒ نمازِ عصر ادا کرنے کے بعد تھوڑی دیر کے لیے اپنے دفتر تشریف لے جاتے اور پھر (عصری مجلس کے لیے) باہر تشریف لاتے۔ یہ تقریباً روز کا معمول ہوتا (اِلّا یہ کہ کوئی ایمرجنسی حالات یا سفر یا خرابیِ صحت حائل نہ ہو) مولانا کے ہاتھ میں ان کے پان کی ڈبیہ اور بٹوہ ضرور ہوتا، جسے وہ میز پر رکھ دیتے اور خود نیچی نشست والی کُرسی پر بیٹھ جاتے (یہ کُرسی حاضرین کے لیے رکھی ہوئی کرسیوں کے مقابلہ میں پست قامت ہوتی تھی) اگر کپڑے کی ٹوپی زیب سر ہوتی تو بیٹھنے کے بعد وہ بھی اتار کر میز پر رکھ دیتے۔ اگر حاضرین میں کوئی خاص شخصیت تشریف فرما ہوتی تو مولانا خود اُن سے مخاطب ہو کر گفتگو کا آغاز فرماتے۔ یہ وہ محفل ہوتی تھی جس میں کسی مخصوص طرز کے رکھ رکھاؤ اور کسی خاص اہتمام کا بوجھل پن نہ ہوتا۔ بلکہ ہر شخص کے لیے آزادانہ اُس مجلس میں آنے اور شریک گُفتگو ہونے کا موقع ہوتا۔ یہ محفل و گُفتگو بھی کسی خاص موضوع اور انداز کلام کی پابند نہ ہوتی، ہر شخص اپنی ذہنی استعداد کے مطابق کسی بھی موضوع پر گفتگو کرنے میں آزاد ہوتا۔ شرکاء مجلس سوال کرتے اور مولانا اُس کا تشفی بخش جواب دیتے۔ سوالات ہر قسم کے علمی، ادبی، دینی، سائنسی، سیاسی، تاریخی، ملکی، ملّی اور بین الاقوامی اُمور کے ہوتے۔ عصری مجلس کے شرکاء معلومات و پرکیف ماحول سے مسرور رہتے۔

اس سال ''سیرت سرور عالم'' جلد سوم کی تیاری کے سلسلہ میں دیگر مصروفیات کے ساتھ ساتھ کم از کم دو چار گھنٹے اس کام کے لیے نکال لیا کرتے تھے۔ ''ترجمانُ القرآن'' کی نگرانی کا سلسلہ جاری رہا۔ ملکی، عالمی اور تحریکی حالات پر نظر رکھتے۔

قادیانی مسلمان نہیں، غیر مسلم ہیں

جمہوری مجلس عمل کے ایک جلسۂ عام میں مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ نے تقریر کرتے ہوئے فرمایا:

''حضور ﷺ کے بعد نبوت کا دعویٰ کرنے والا ہر شخص جھوٹا ہے، کافر ہے اور اس پر ایمان لانے والا بھی کافر ہے۔ حتّیٰ کہ ایسے مدعی سے اس کی نبوت کی دلیل پوچھنا بھی کفر ہے۔''

اسی جلسۂ عام میں مولانا مودودیؒ نے پاکستان کے دستور کی دفعہ نمبر 2 میں دو شقوں کے اضافے کا مطالبہ کیا:

ا۔ اللہ کی توحید، تمام انبیاء کے بعد محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو آخری نبی ماننا، تمام کتب الٰہیہ کے بعد قرآن کو اللہ کی آخری کتاب تسلیم کرنا اور آخرت پر ایمان رکھنا اسلام کے لازمی بنیادی عقائد ہیں۔ جن میں سے کسی ایک کا انکار بھی کفر ہے۔''

۲۔''محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد جو شخص نبی ہونے کا دعویٰ کرے اور ایسے مدعی کو جو شخص اپنا مذہبی پیشوا مانے وہ کافر ہے اور خارج از اسلام ہے۔ قطعِ نظر اس سے کہ وہ مدعی اپنے آپ کو اس کا پیرو، اس کو ظلی یا بروزی یا امتی یا غیر تشریعی نبی کہے یا مسیح موعود، مجدد، محدث وغیرہ ناموں سے پکارے۔''

سید مودودیؒ نے جلسۂ عام میں حکومت سے مطالبہ کیا کہ وہ اپنے تمام ملازمین سے ایک ڈیکلریشن فارم پُر کرائے کہ وہ مرزا غلام احمد کو اپنا نبی مانتے ہیں یا نہیں۔ رائے دہندوں کی فہرست اور مردم شماری میں پیروان مرزا غلام احمد کا الگ خانہ رکھا جائے۔ ان کے شناختی کارڈوں اور پاسپورٹوں پر ان کے مذہب کی تصریح کی جائے۔ ان کے علاوہ مولانا نے ''ربوہ'' کو کھلا شہر قرار دینے اور مسلمانوں کو جائداد حاصل کرنے اور وہاں کاروبار کرنے کے پورے مواقع دینے کا بھی مطالبہ کیا۔

ناموس مصطفیٰ کے نگہبان بالآخر جیت گیے۔ انہوں نے ختمِ نبوت کا معرکہ بڑی قربانیاں دے کر اور جیلیں کاٹ کر سر کر لیا۔ 7 ستمبر 1974ء کو قومی اسمبلی نے ایک قرارداد منظور کر کے مرزا غلام احمد کے پیروکاروں کے دونوں گروہوں قادیانی اور لاہوری کو غیر مسلم اقلیت قرار دے دیا، اس عظیم کامیابی پر جمہوری مجلس عمل کی اپیل پر 13 ستمبر کو یوم تشکر منایا گیا۔ [جماعت اسلامی کی دستوری جدوجہد از میاں طفیل محمد]

(مولانا مودودیؒ کی مخالفت میں 1953ء سے قادیانیوں نے جماعت اسلامی اور مولانا سید مودودیؒ کو بدنام اور بے نام کرنے کے لیے اخبارات، پمفلٹس، مقرروں، حکومتی اداروں اور پیشہ ور مولویوں، مفتیوں اور مساجد کے اماموں پر بے حساب پیسہ خرچ کیا۔ مگر ختم نبوت اور ناموس محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حفاظت میں ہر قربانی حتیٰ کہ جیل کی اذیت اور جان کی قربانی کے لیے ہمیشہ تیار رہے اور سزائے موت اور پھانسی کی سزا بہ خوشی قبول فرمائی۔

مگر یہ سزا بعد میں عالمی اور ملکی جماعت اسلامی اور دیگر جماعتوں، عوامی، طلباء تنظیموں مزدوروں اور مختلف شعبہ کے تنظیموں کے احتجاج کی بدولت عمر قید میں تبدیل کر دی گئی۔ (مرتب: احمد ابوسعید)

رحمتِ محمدی ﷺ کا ایک پہلو

(بلاامتیاز رنگ ونسل ہرزمانے اور ہر انسان کے لیے)

اللہ تعالیٰ کاارشاد ہے:

وَمَآ اَرۡسَلۡنٰكَ اِلَّا رَحۡمَةً لِّلۡعٰلَمِيۡنَ o (سورۃ الانبیاء: آیت، 107) ''اے رسول! ہم نے جوآپ ﷺ کو بھیجا ہے تو یہ دراصل دنیاوالوں کے حق میں ہماری رحمت ہے۔''

اگرکوئی شخص یہ دیکھنا چاہے کہ نبی ﷺ کی ذات مبارکہ انسان کے لیے کس طرح رحمت بنی تواس بیان کے لیے ایک تقریر کیاسیکڑوں تقریریں اورسیکڑوں کتابیں بھی ناکافی ہیں۔انسان رحمت کے ان پہلوؤں کا شمارنہیں کرسکتا۔اس لیے میں آپ کے سامنے اس رحمت کے صرف ایک پہلو کے بیان پراکتفا کروں گا۔

نبی ﷺ نے انسانی سماج کے لیے وہ اصول پیش کیے جن کی بنیاد پرانسانوں کی ایک برادری بن سکتی ہے اورانہی اصولوں پرایک عالمی حکومت(World State) بھی معرض وجود میں آسکتی ہے اورانسانوں کے درمیان وہ تقسیم بھی ختم ہوسکتی ہے جو ہمیشہ سے ظلم کا باعث بنی رہی ہے۔

دنیامیں جتنی بھی تہذیبیں گزری ہیں، انہوں نے جوبھی اصول پیش کیے ہیں، وہ انسانوں کوجوڑنے والےنہیں ہیں بلکہ پھاڑنے والے اورانہیں درندہ بنانے والے ہیں۔مثال کے طورپرآپ سب سے قدیم آریہ تہذیب کولے لیجئے۔وہ جہاں بھی گئے اپنے ساتھ نسلی برتری کا تصورلے کر گئے [ایران وہندوستان] آریہ تہذیب نے واضح طورپرانسانوں کومختلف طبقوں میں تقسیم کیااوریہ تقسیم انسانی صفات کی بنیادپرنہ تھی بلکہ پیدائش کی بنیادپرتھی اوراس میں انسانی کوشش کوقطعاًکوئی دخل نہ تھا۔کوشش سے کوئی شودریابرہمن نہ بن سکتا تھااورنہ کوئی ذات دوسری ذات میں منتقل ہوسکتی تھی۔

اسی اصول کوہٹلرنے اختیارکیاتھا۔اس نے یہ دعویٰ کیاتھا کہ جرمن نسل سب سے برتروفائق ہے۔

نسلی برتری کا یہی تصوریہودی ذہنیت میں بھی رچابساہواہے۔ان کے قانون کے مطابق جوپیدائشی اسرائیلی نہیں، وہ اسرائیلیوں کے برابرنہیں ہے۔اسی طرح یونانیوں کے اندربھی ایک نسلی غروریایاجاتاہے۔یہی چیزآپ کومغربی ذہنیت میں پیوست دکھائی دیتی ہے۔جنوبی افریقہ اورروڈیشیامیں یہی ظلم آج بھی انسان انسان کے ساتھ کررہاہے۔

اسی قبیل سے علاقائی قومیت (Territorial Nationnalism) کا ایک نشہ بھی ہے۔ دنیا کی دو بڑی جنگیں اسی تعصب کی بنیاد پر چھڑیں۔ اور یہی کیفیت خود عرب میں بھی تھی۔ قبائلی عصبیت ان لوگوں کے رگ و ریشہ میں رچی بسی ہوئی تھی۔ ہر قبیلہ اپنے آپ کو دوسرے کے مقابلے میں برتر و فائق سمجھتا تھا۔ دوسرے قبیلے کا کوئی شخص کتنا ہی نیک کیوں نہ ہوتا، وہ ایک قبیلے کے نزدیک اتنی قدر نہیں رکھتا تھا جتنا کہ ان کے نزدیک ان کا اپنا ایک بڑا آدمی رکھتا تھا۔

جس سرزمین میں انسانوں کے درمیان امتیاز نسل، قبیلے اور رنگ کی بنا پر ہوتا تھا وہاں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی پکار انسان کی حیثیت سے بلند کی۔ ایک عرب نیشنلسٹ کی حیثیت سے نہیں اور نہ عرب یا ایشیا کا جھنڈا بلند کرنے کے لیے کی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پکار کر فرمایا:

''اے انسانو! میں سب کی طرف مبعوث ہوا ہوں۔ اور جو بات پیش کی وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّاُنْثٰى وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآىِٕلَ لِتَعَارَفُوْا ۭ اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ (الحجرات: ۱۳)

اے انسانو! ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور پھر تمہاری قومیں اور برادریاں بنا دیں تا کہ تم ایک دوسرے کو پہچانو، درحقیقت اللہ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو تمہارے اندر سب سے زیادہ پرہیزگار ہے۔ یقیناً اللہ سب کچھ جاننے والا اور باخبر ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ:

''تمام انسان اصل میں ایک ہی نسل سے تعلق رکھتے ہیں۔ وہ ایک ماں باپ کی اولاد ہیں اور اس حیثیت سے بھائی بھائی ہیں۔ ان کے درمیان کوئی فرق رنگ، نسل اور وطن کی بنیا پر نہیں کیا جا سکتا۔''

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فلسفی نہیں تھے کہ محض ایک فلسفہ پیش کر دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس بنیاد پر ایک امت بنائی اور اسے بتایا کہ ارشاد باری ہے:

.. كَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ (البقرۃ: ۱۴۳)

[اسی طرح ہم نے تمہیں درمیانی امت بنایا تا کہ تم لوگوں پر (اللہ اور آخرت کی) گواہی قائم کر دو، (امت وسط کا مفہوم یہی ہے کہ مسلمان امت عادل ہے۔)]

اب یہ امت عادل بنتی کس چیز پر ہے؟ یہ کسی قبیلے پر نہیں بنتی، کسی نسل یا وطن پر نہیں بنتی، یہ بنتی ہے تو ایک کلمے پر یعنی اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حکم تسلیم کر لو، تو جہاں بھی پیدا ہوئے ہو، جو بھی رنگ ہے، بھائی بھائی ہو۔ اس برادری میں جو شامل ہو جاتا ہے اس کے حقوق سب کے ساتھ برابر ہیں۔ کسی سید اور شیخ میں کوئی فرق نہیں اور نہ عربی کو عجمی پر کوئی فوقیت ہے۔

اس امت میں بلال حبشی بھی تھے، سلمان فارسی بھی اور صہیب رومی بھی [رضی اللہ عنہم] یہی وہ چیز تھی جس نے

ساری دنیا کو اسلام کے قدموں میں لا ڈالا۔ خلافت راشدہ کے عہد مبارک میں ملک پر ملک فتح ہوتے چلے گئے۔ اس لیے نہیں کہ مسلمان کی تلوار سخت تھی بلکہ اس لیے کہ وہ جس اصول کو لے کر نکلے تھے اس کے سامنے کوئی گردن جھکے بغیر نہ رہ سکتی تھی۔ ایران میں ویسا ہی اونچ نیچ کا فرق تھا جیسا کہ عرب جاہلیت میں تھا۔ جب ایرانیوں نے مسلمانوں کو ایک صف میں کھڑا دیکھا تو ان کے دل خود بخود مسخر ہو گئے۔

مسلمان جب بھی اس اصول سے ہٹے، مار کھائی۔ اسپین پر مسلمانوں کی آٹھ سو برس حکومت رہی۔ جب مسلمان وہاں سے نکلے تو اس کی وجہ تھی، قبائلی عصبیت کی بناء پر باہمی چپقلش۔ اسی طرح ہندوستان میں بھی مسلمانوں کی طاقت کیوں ٹوٹی، ان میں وہی جاہلیت کی عصبیتیں ابھر آئی تھیں۔ کوئی اپنے مغل ہونے پر ناز کرتا تھا تو کوئی پٹھان ہونے پر۔ نتیجہ یہ نکلا کہ وہ پہلے مرہٹوں سے پٹے، پھر سکھوں سے پٹے اور آخر میں چھ ہزار میل دور سے ایک غیر قوم (انگریز) آکر ان پر حاکم بن گئی۔ اسی [پچھلی] صدی میں ترکی کی عظیم الشان سلطنت ختم ہوگئی۔

آپ سیرت پر کانفرنس ضرور کریں، ذکر رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مبارک کوئی کام نہیں ہے لیکن یہ محض ذکر اور Lip service ہو کر نہ رہ جائے۔ اس پر عمل کریں گے تو اس رحمت سے آپ کو حصہ ملے گا جو صرف پیروی رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے مقدر ہے۔ قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿٣١﴾ (آل عمران)

آج بھی ہم اگر اُس ڈھنگ پر کام کریں تو وہی نتائج برآمد ہو سکتے ہیں۔ البتہ یہ صحیح ہے کہ اس کام کے لیے ایمان، شعورِ اسلامی، ذہن کی یکسوئی، مضبوط قوتِ فیصلہ، اور شخصی جذبات اور ذاتی اُمنگوں کی سخت قربانی درکار ہے۔ اُس کے لیے جواں ہمّت لوگوں کی ضرورت ہے جو حق پر ایمان لانے کے بعد اُس پر پوری طرح نظر جما دیں، کسی دوسری چیز کی طرف توجہ نہ دیں، دنیا میں خواہ کچھ ہُوا کرے وہ اپنے نصب العین کے راستے سے ایک انچ نہ ہٹیں، دنیوی زندگی میں اپنی ذاتی ترقی کے سارے امکانات کو قربان کر دیں، اپنی اُمیدوں کا اور اپنے والدین کی تمناؤں کا خون کرتے ہوئے نہ جھجکیں، عزیزوں اور دوستوں کے چھُوٹ جانے کا غم نہ کریں۔ سوسائٹی، حکومت، قانون، قوم، وطن جو چیز بھی ان کے نصب العین کی راہ میں حائل ہو، اس سے لڑ جائیں۔ ایسے ہی لوگوں نے پہلے بھی اللہ کا کلمہ بلند کیا تھا، ایسے ہی لوگ آج بھی کریں گے، اور یہ کام ایسے ہی لوگوں کے کیے سے ہو سکتا ہے۔

(سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ)

کی محمدؐ سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں (اقبالؔ)

عمر۔ بہتّر (۷۲) سال

(۲۵/ستمبر ۱۹۷۴ء تا ۲۴/ستمبر ۱۹۷۵ء)

''ترجمہ قرآن مجید مع مختصر حواشی'' کی تکمیل، بھٹو حکومت کی جماعت اسلامی اور مولانا مودودیؒ کے خلاف منظم مظالم کا سلسلہ، امریکہ کے اشاروں پر شاہ فیصل کی شہادت، مولانا عامر عثمانی فاضل دیوبند مدیر تجلی کا انتقال، مولانا عبدالرزاق لطیفی، امیر حلقہ آندھرا پردیش کا انتقال، مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ کے مختلف ممالک کے اسفار کی تفصیلات، سیدی مولانا ابوالاعلیٰ مودودیؒ کا مرتب احمد ابوسعید کے نام دوسرا خط

''تفہیم القرآن'' کی تکمیل (7/جون 1972ء) سے قبل مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ نے ایک ترجمہ قرآن مجید مع مختصر حواشی کے کام کا بیڑا غالباً اپریل 1971ء میں اٹھایا۔[1] یہ کام ان لوگوں کے لیے ہے جو قرآن مجید کا صرف ترجمہ پڑھنا چاہتے ہیں، یہ غالباً اکتوبر 1974ء میں مکمل ہوا۔

امام العالم مولانا سید مودودیؒ کی سیرت کا ایک اہم پہلو یہ بھی رہا ہے کہ آپ ہمیشہ اپنے نام سے آنے والے خطوط کا جواب خود لکھتے یا لکھوا کر اپنے ہاتھ سے دستخط فرماتے۔

(مورخہ 3/اکتوبر 1974ء کو ایک خط میرے نام بھی تحریر فرمایا۔ اس وقت میں ابوظہبی آئیل کمپنی کی آئیل فیلڈ جزیرہ مبرس Mubras میں ملازمت کرتا تھا، خط کی نقل اگلے صفحات میں ملاحظہ فرمائیں، سیدی مولانا ابوالاعلیٰ مودودیؒ کا یہ میرے نام دوسرا خط تھا۔ مرتب)

بیسویں صدی کے قائدِ اعلیٰ مولانا مودودیؒ کی سیرت کا یہ پہلو بھی بہت اہمیت کا حامل ہے کہ وہ اپنی بے شمار، علمی، تنظیمی، تحریکی، سیاسی و معاشرتی، جماعتی، ملکی اور بین الاقوامی ملّی اور انسانی مسائل کی مصروفیات کے باوجود، اپنے نام خطوط کے جوابات کا اہتمام فرماتے تھے۔ جماعتِ اسلامی پاکستان کے امراء جماعت میاں طفیل محمد صاحب کے بعد،

[1] غالباً۔ اس لیے کہ یقینی تاریخ کا علم نہیں ہو سکا۔ عرض مترجم کے خاتمہ پر مولانا مودودیؒ کی دستخط کے ساتھ جو تاریخ درج ہے وہ ۷/صفر ۱۳۹۱ھ، 4/اپریل 1971ء ہے۔ طبع جدید ادارہ ترجمان القرآن ۲۰۰۹ء میں یہ تاریخ ۴/اپریل ۱۹۷۱ء درج ہے۔

جناب قاضی حسین احمد، جناب منور حسین اور موجودہ امیرِ جماعت اسلامی پاکستان جناب سراج الحق کا مجھے صحیح علم نہیں ہے کہ [1] ان کے نام آنے والے خطوط کے جواب کے بارے میں ان کا طرزِ عمل کیا تھا اور کیا ہے۔

سال 1974ء میں میرے نام خط کے ساتھ خود مولانا مودودیؒ کے تیسرے بیٹے محمد فاروق مودودی کا خط بھی آپ کے تقابلی مطالعہ کے لیے اس کتاب میں شامل کیا جا رہا ہے۔ آپ اندازہ لگائیے ایک بیٹے کے خط اور ایک اجنبی احمد ابوسعید حیدرآبادی کے نام خط میں آپ کوئی امتیاز محسوس نہیں کریں گے۔ اُمّتِ محمدی ﷺ کا ہر فرد ان کی نظر میں ایک بھائی اور ایک بیٹے ہی کی حیثیت رکھتا تھا۔ [2]

پاکستان میں قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دینے کی جان توڑ سعی کی کامیابی پر اللہ کا شکر بجالانا۔

سارے عالم کے مسلمانوں کے لیے خیر خواہی کے جذبات، باہمی اتحاد اور تعاون کی دعا۔ یہ ہے قائدِ اعلیٰ سید ابوالاعلیٰؒ کی شان ارفع و اعلیٰ۔

یکم نومبر 1974ء کو پاکستان کے وزیرِ اعظم اور عوامی نمائندہ Civilian Representetive ذوالفقار علی بھٹو کو آرمی کور (Army core) کا کرنل انچیف بھی بنا دیا گیا۔

10/ اور 11/ نومبر 1974ء کی شب نواب محمد احمد خاں قصوری پر قاتلانہ حملہ بھٹو نے کروایا۔

بھٹو کے وزیرِ اعظم کا عہدہ سنبھالنے کے بعد ایک سال کے اندر اندر اسلامی جمہوریہ پاکستان میں اسلام اور اسلامی اقدار اور نظامِ اسلامی کی کوشش کرنے والی جماعتوں، افراد، اخباروں، اور پرچوں پر، بالخصوص جماعتِ اسلامی اور اس کے تمام افراد اور اداروں پر مظالم، الزام تراشیوں، گرفتاریوں اور پابندیوں کا لامتناہی سلسلہ شروع ہو گیا۔

ایوب خاں کی نادانیوں سے ملک کا بیڑا غرق ہوا۔ یحییٰ خاں کی حماقتوں اور بھٹو کی خود غرضی کی وجہ سے پاکستان کے دو ٹکڑے ہو گئے۔ بھٹو کی حکومت میں اسلام اور اسلامی کردار کا جنازہ اسلام کے نام پر نکالنے کا کام پوری آب و تاب سے جاری تھا۔ جمہوریت کے نام پر جمہوریت کا جنازہ، افراد، جماعتوں کی حیات تنگ سے تنگ کرنے اور منظم پیمانے پر ظلم و زیادتی کا دور عروج پر تھا۔ ہر شریف اور عدل و انصاف پسند، حق کے حامی کا جینا حرام کر دیا گیا تھا۔

---

[1] مگر جماعتِ اسلامی ہند کے امراءِ جماعت میں جناب ابواللیث اصلاحی ندویؒ مولانا محمد یوسف صاحب اسی اہتمام سے اپنے نام آنے والے خطوط کا جواب دیا کرتے تھے۔ اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَعِبْرَۃً لِّاُولِی الْاَبْصَارِ o (آل عمران: آیت، 13)

[2] سیدی مولانا ابوالاعلیٰؒ کے خط کی سادگی، کمال کی تاثیر، صحت و طبیعت کی تفصیل، ہر سوال اور طویل تحریر کا تشفی بخش مختصر جواب، میرے حق میں دعا جو میرے لیے اعزاز، اور سرمایۂ حیات ہے۔

مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ پر قاتلانہ حملہ کے امکانات کے پیشِ نظر بعض احباب نے گھر پر Security انتظامات کی تجویز پیش کی، لیکن سید مودودیؒ نے صاف صاف اس تجویز کو مسترد کر دیا۔

قُلْ لَّآ اَمْلِكُ لِنَفْسِيْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ ؕ لِكُلِّ اُمَّةٍ اَجَلٌ ؕ اِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ فَلَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ ۝۴۹ (سورۃ یونس:۴۹)

فَاللّٰهُ خَيْرٌ حَافِظًا وَّهُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ ۝ (سورۃ یوسف، آیت:۶۴)

وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ ۝ (المائدۃ:۶۷)

دوسری طرف بھٹو کی پیپلز پارٹی کو تمام شعبوں میں اپنی آمریت کو قائم اور مستحکم رکھنے کے لیے ہر قسم کے حربے، ہتھکنڈے ،استعمال کرنے کی آزادی حاصل تھی۔ پورے ملک میں دفعہ 144 نافذ تھا۔ پریس پر،اور ملک کے ہر جمہوریت اور حق کی علمبردارتحریک پر پابندی لگادی گئی، لگ بھگ 24/ اخبارات وجرائد کے ڈیکلریشن Declarations منسوخ کر دیے گئے۔ پیپلز پارٹی اوراس کے حواریوں کو ہر قسم کی بدمعاشیوں اور بدعنوانیوں وغنڈا گردیوں کی آزادی حاصل تھی۔ عدالتوں کے اختیارات ایک ایک کر کے کم کر دیے گئے تھے۔ پورے ملک کو ایک پولیس اسٹیٹ بنا دیا گیا تھا۔ پاکستان کی ناپاک حکمران جماعت PPP کی ملک کو تباہ کرنے کی ناندان وتباہ کن سعی۔

دینی اداروں اور مساجد کے اماموں کی امداد بڑھادی گئی۔ بھٹو حکومت کی تائید کرنے والے دینی پیشہ ور رہنماؤں کو خوش رکھنے کے لیے ان کی ہر قسم کی مالی امداد کا انتظام کیا جاتا رہا۔ مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ اور جماعتِ اسلامی کو بدنام کرنے کے لیے ریڈیو، T.V کے ملازمین کو خریدا جانے لگا۔ اخبارات کے ایڈیٹروں اور صحافیوں کی قیمت خرید متعین کرنے کا کام شروع ہوا۔ جولوگ پیپلز پارٹی کی حمایت اور جماعت اسلامی کی مخالفت میں لکھنے کو تیّار نہ ہوئے، اُن کو اور اُن کے گھر والوں کو پریشان کرنے کا کام اور حق گوئی سے توبہ کرنے پر مجبور کیا جانے لگا۔

مسلم نوجوان لڑکوں اورلڑکیوں میں عریانی وبے حیائی عام کرنے کی منظم کوششیں شروع کر دی گئیں۔ ہر طرف بدامنی، بے ایمانی، بدمعاشی اور طوفان بدتمیزی کا عالم تھا۔ اسلام کا ہر خیر خواہ ملک اور ملت کا بہی خواہ، ہر صالح انسان وسچے مسلمان کا حال

هُنَالِكَ ابْتُلِيَ الْمُؤْمِنُوْنَ وَزُلْزِلُوْا زِلْزَالًا شَدِيْدًا ۝۱۱ (سورۃ الاحزاب: آیت:۱۱)

مَسَّتْهُمُ الْبَاْسَآءُ وَالضَّرَّآءُ وَزُلْزِلُوْا حَتّٰى يَقُوْلَ الرَّسُوْلُ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ مَتٰى نَصْرُ اللّٰهِ ؕ

اَلَآ اِنَّ نَصْرَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ ﴿۲۱۴﴾ (سورۃ البقرۃ: آیت،214) کے مصداق ہوگیا۔

9/جنوری 1975ء کو سُرخ پوش لیڈر خان عبدالغفار خان، (سرحدی گاندھی) مولانا مودودیؒ سے ملنے کے لیے نہایت ادب و احترام کے ساتھ مولانا سید ابو الاعلیٰ مودودیؒ کے گھر تشریف لائے۔ وہ مکمل ایک گھنٹہ گفتگو کرتے رہے۔ جب باہر نکلے تو مولانا مودودیؒ کی شخصیت سے بے حد متاثر تھے اور اُن کی سیاسی ،فکری اور علمی عظمت کا اعتراف اپنے ملنے والوں سے کرتے رہے۔ 1947ء سے پہلے اور بعد میں مولانا مودودیؒ سے ملاقات سے محرومی پر افسوس کیا اور مولانا مودودیؒ سے متعلق غلط بیانی اور غلط پروپگنڈے کی وجہ بتاتے ہوئے بہت دکھ اور شرمندگی کا اظہار کیا کہ میں نے اس شخص مولانا مودودی سے متعلق سنی سنائی غلط باتوں پر یقین کر کے بڑی غلطی کی ہے۔

5/فروری 1975ء کو مولانا محترم ابوالاعلیٰ مودودیؒ نے اپنی عصری مجلس میں سقوطِ حیدرآباد، نظامِ دکن، عثمانیہ یونیورسٹی اور اپنے قیامِ حیدرآباد سے متعلق متاثر کُن معلومات سے سامعین کو مستفید کیا۔ لوگوں کے سوالات کے جوابات دیے۔ لوگوں کی عقیدت اور اپنے مقصد حیات اور ''اقامت دین'' سے محبت نے سید مودودیؒ کو مرتے دم تک دنیوی آرام سے محروم ہی رکھا۔ جنتُ الفردوس میں ان شاءاللہ وہ مقام اعلیٰ نصیب ہوگا جو اللہ کے مقربین کے لیے مخصوص ہے۔

اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِيْ نَعِيْمٍ ﴿۲۲﴾ عَلَى الْاَرَآئِكِ يَنْظُرُوْنَ ﴿۲۳﴾ تَعْرِفُ فِيْ وُجُوْهِهِمْ نَضْرَةَ النَّعِيْمِ ﴿۲۴﴾ يُسْقَوْنَ مِنْ رَّحِيْقٍ مَّخْتُوْمٍ ﴿۲۵﴾ خِتٰمُهٗ مِسْكٌ ؕ وَفِيْ ذٰلِكَ فَلْيَتَنَافَسِ الْمُتَنَافِسُوْنَ ﴿۲۶﴾ وَمِزَاجُهٗ مِنْ تَسْنِيْمٍ ﴿۲۷﴾ عَيْنًا يَّشْرَبُ بِهَا الْمُقَرَّبُوْنَ ﴿۲۸﴾ (سورۃ المطففین ،آیات:۲۲ تا ۲۸)

8/فروری 1975ء کو نیشنل عوامی لیگ صوبہ سرحد کے جلسہ میں بھٹو حکومت کے اشاروں پر بم دھماکے کرائے گئے جس میں کئی لوگ مارے گئے۔ 1973ء کے دستور کی دھجیاں اڑائی جاتی رہیں۔ عدلیہ، عوام اور ملک کے باضمیر لوگ سب بھٹو کے دور میں بے بس بنا دیے گیے۔

مولانا مودودیؒ ملک کے حالات سے بہت دکھی اور پریشان رہنے لگے۔ ہر لمحہ بے چینی و راضطراب کی وجہ سے بے خوابی کی شکایت ہوگئی اور سکون کے لیے نیند کی گولیاں ڈاکٹروں کے کہنے پر شروع کر دی گئیں۔

حیدرآباد دکن کی ہر دلعزیز شخصیت مولانا عبدالرزاق لطیفیؒ امیر جماعت اسلامی حلقہ آندھرا پردیش جنھوں نے بشمول میرے (مرتب احمد ابوسعید) جیسے ہزاروں مسلمانوں کو جماعت سے قریب اور مولانا مودودیؒ کا گرویدہ بنا دیا تھا، اور جو

ایک بہترین اور بے مثال مؤثر مقرر تھے۔ ان کا انتقال فروری 1975ء میں ہوا، ان کے انتقال پر مولانا مودودیؒ نے اپنے شدید صدمہ کا اظہار فرمایا۔ اوران کے حق میں دعائے مغفرت فرمائی۔ [ا]

مارچ 1975ء کی عصری مجلسوں میں اپنی گزشتہ زندگی کے اوراق کو الٹتے ہوئے 1925ء میں بحیثیت مدیر اعلیٰ ''الجمیعۃ'' اور 1928ء میں کتاب ''الجہاد فی الاسلام'' اور اس پرنظر ثانی کے ارادے کی ناکامی کو صحت وفرصت کی وجہ قرار دیا۔ اکتوبر 1937ء میں علامہ اقبال سے تفصیلی تین ملاقات کا موقع بھی ملا۔ انہوں نے بتایا کہ وہ 16/مارچ 1938ء کو علامہ اقبال کی دعوت پر حیدرآباد سے نکل کر، 18/مارچ 1938ء کو دارُالاسلام پٹھان کوٹ مشرقی پنجاب آئے، اور 21/اپریل 1938ء کو علامہ اقبال کے انتقال پر دکھ کا اظہار کیا۔ اس کے ساتھ ساتھ ہی انہوں نے دارُالاسلام میں ہر سال چھ ماہ آکر ٹھہرنے کی ڈاکٹر اقبال کی خواہش ومولانا کی حیدرآباد سے پنجاب منتقل ہوجانے کی اہم کڑیوں کا ذِکر کیا۔ بانی تبلیغی جماعت مولانا محمد الیاس صاحب مرحوم کا ذِکرِخیر فرماتے ہوئے مولانا مودودیؒ نے 5/مئی 1975ء کی اپنی محفل میں یہ تفصیل بیان فرمائی کہ شردھانند کی ''شدھی تحریک'' کے جواب میں مولانا محمد الیاس کاندھلوی مرحوم نے (1925ء) میوات میں نہایت خاموشی سے نہایت نیک اور پُرخلوص جذبات کے ساتھ تبلیغی جماعت کا کام شروع کیا۔ سلسلۂ کلام جاری رکھتے ہوئے فرمایا ''ایک مرتبہ میں (سید مودودیؒ) خود بھی مولانا محمد الیاس مرحوم سے ستمبر 1939ء میں دوران قیام دہلی ملاقات کے لیے میوات گیا تھا اوراُن کے کام کو قریب سے دیکھا تھا۔ خود مولانا الیاس سے میری (سید مودودیؒ کی) اشاعتِ دین کے سلسلہ میں گفتگو رہی۔ 1933ء میں جب میں نے حیدرآباد سے 'ترجمان القرآن' اپنی ادارت میں جاری کیا تو

[ا] محترم عبدالرزاق لطیفی صاحب 20/اگست 1928ء حیدرآباد کے قریب شہر ورنگل میں پیدا ہوئے، ان کا پورا خاندان پورے بھائی، بہن اور سب کی پوری اولاد جماعت اسلامی کے ارکان وکارکنان اور جماعتی خدمات وایثار اور قربانی کے لحاظ سے ایک مثالی خاندان ہے۔ مولانا عبدالرزاق لطیفیؒ بچپن سے جماعتِ اسلامی سے منسلک رہے۔ وہ اور ان کے والد عبداللطیف صاحب مولانا مودودیؒ سے ملاقات کر چکے تھے اور 16/18/جنوری 1945ء مولانا صبغۃ اللہ بخاری صاحب کی نظامت میں منعقدہ نظام آباد کے اجتماع جنوبی ہند اور تربیتی اجتماع باباپور (دیہات آرمور تعلقہ) کے زمانے سے جماعت سے وابستہ تھے۔ مئی 1947ء میں مولانا مودودیؒ جب ۲۶/۲۵/اپریل 1947ء کے اجتماع مدراس سے واپسی پر حیدرآباد آئے، اس وقت مولانا عبدالرزاق لطیفیؒ اور مولانا عبدالعزیز صاحبؒ مولانا مودودیؒ سے معانقہ اور ملاقات کا شرف حاصل کر چکے تھے۔ احمد آباد کے مسلم کش فسادات کے بعد جماعتِ اسلامی ہند کی طرف سے عبدالرزاق لطیفیؒ نے ریلیف کا مثالی کام انجام دیا۔
مولانا عبدالرزاق لطیفی صاحب نے محمد یونس صاحب اور محمد حمایت المقیت صاحبؒ کے بعد امارت حلقہ آندھرا پردیش کی ذمہ داری سنبھالی، مجھ (مرتب احمد ابوسعید) کو بھی اُن سے قربت اوران کی تقاریر اور خطابات سننے، تربیتی اجتماعات میں شرکت کا موقع اللہ تعالیٰ نے عطا فرمایا ہے۔ ایک کل ہند تاریخی اجتماع جماعتِ اسلامی 1967ء زیبا باغ حیدرآباد کے وہ ناظمِ اجتماع تھے۔ بہادر یار جنگ مرحوم کے بعد ان کے معیار کے اگر کوئی خطیب تھے تو وہ عبدالرزاق لطیفی تھے۔ میں (مرتب) جب دسمبر 1970ء میں فریضۂ حج ادا کرنے جا رہا تھا۔ اور خود وہ احمد آباد ریلیف کے کام میں جس ٹرین سے سفر کر رہے تھے، میں بھی اُن کا ہم سفر تھا۔ پانی کے جہاز Ship سے مجھے حج کے لیے الوداع کہنے بندرگاہ Sea Port بھی خاص طور پر آئے تھے، اُن کے ساتھ بمبئی کے امیرِ حلقہ جماعتِ اسلامی مہاراشٹر محترم شمس پیرزادہ صاحب، مفسر ''دعوت القرآن'' بھی مجھ حقیر 22 سالہ کارکن جماعت سے ملنے آئے تھے۔ Boat کے ذریعہ جہاز تک آئے اور جہاز پر چڑھ کر مجھے گلے لگا کر وداع فرمایا۔ الحمدللہ۔

پھر میں نے 'ترجمانُ القرآن' میں اُن کی پُرخلوص خدمات کو کافی سراہا تھا اور کچھ تجاویز بھی لکھی تھیں۔ اکتوبر 1939ء میں میرا یہ مضمون چھپنے سے پہلے بہت کم لوگ اِس جماعت اور اس کے کام سے متعارف تھے۔ میرے اس مضمون نے تبلیغی جماعت کا ہندوستان بھر میں پہلی مرتبہ تعارف کرایا اور 'ایک اہم دینی تحریک' کے نام سے اِس کا خواص اور عوام میں چرچا ہوا۔

مولانا منظور نعمانی اور مولانا علی میاں 'ترجمانُ القرآن' کے ذریعہ ہی 'تبلیغی جماعت' سے متعارف ہوئے۔ ''دورانِ محفل، متعدد بیماریوں کا ذکر نکلنے پر، اپنی جوانی میں بھوپال کے ہیضہ کی وباء، اور دوران قیامِ حیدرآباد کے طاعون کی وباء، اور روزانہ سیکڑوں جنازوں اور اپنی خدمات اور مریضوں کی دیکھ بھال، مرنے والوں کی تجہیز و تکفین و تدفین کا ذکر کرتے ہوئے حدیث نبوی کی حکمت پر روشنی ڈالتے ہوئے فرمایا کہ اللہ کے فضل سے میں ان متعدی بیماریوں سے محفوظ رہا۔''

8/مارچ 1975ء کو ریڈیو پاکستان کے نمائندے نے مولانا محترم سے تقریباً دو گھنٹے کا انٹرویو ریکارڈ کیا۔

مولانا مودودیؒ کے مشورے پر عمل کرتے ہوئے سعودی عرب نے آئیل کی ترسیل امریکہ کو بند کردینے کی وجہ سے جو توانائی کا بحران امریکہ کو جھیلنا پڑ رہا تھا، مارچ 1975 میں امریکی وزیر خارجہ ہنری کسنجر نے ریاض میں شاہ فیصل سے ملاقات کی اور آئیل کی ترسیل پر پابندی اٹھالینے کی درخواست کی، شاہ فیصل نے امریکہ کو اسرائیل کی سرپرستی ختم کرنے اور فلسطین کے مسئلہ کو حل کرنے میں اہم رول ادا کرنے کی شرط رکھی۔ مارچ 1975ء ہنری کسنجر امریکی وزیر خارجہ نے اپنی کوشش کی ناکامی پر انتقامی سازش تیار کرلی۔

25/مارچ 1975ء کو میلادالنبی ۱۲/ربیع الاول کے موقع پر سعودی عرب کے حکمراں شاہ فیصل کو انہی کے شاہی محل ریاض میں ایک عالمی سازش کے تحت شہید کردیا گیا۔

مولانا مودودیؒ نے 28/مارچ 1975ء کو شاہ فیصل شہید کی شہادت پر ایک تعزیتی جلسہ سے خطاب فرمایا اور شاہ فیصل شہیدؒ کی دینی و ملی خدمات کو زبردست خراجِ تحسین پیش کیا۔ اناللہ و انا الیہ راجعون۔

شاہ فیصل کی شہادت کے پیچھے پوشیدہ یہودی، نصرانی، امریکی، برطانوی، روسی اور دیگر عالمی اسلام دشمن سازشوں کو بے نقاب کیا۔

علامہ اقبالؒ سے ملاقاتوں سے متعلق ایک سوال کے جواب میں فرمایا۔

پہلی ملاقات 1929ء میں حیدرآباد دکن میں ہوئی۔ اُس وقت تک ڈاکٹر اقبال میری کتاب ''الجہاد فی الاسلام'' پڑھ چکے تھے۔ 1933ء سے ''ترجمان القرآن'' کے خریدار اور مستقل قاری تھے۔ اور جب آنکھوں میں تکلیف ہوگئی تو پابندی سے ماہ نامہ ''ترجمان القرآن'' پڑھوا کر سُنتے تھے۔

8/اپریل 1975 کو ضیاء الاسلام انصاری اور عبدالقادر حسن کو ریڈیو پاکستان کے لیے ایک مُفصل انٹرویو دیا۔

12/اپریل 1975ء کو مولانا عامر عثمانی۔ مدیر ''تجلّی'' فاضل دیوبند، کا مہاراشٹر کے شہر پونا میں انتقال ہوا اور ان کی تدفین بمبئی میں ہوئی۔ مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ کو جب انتقال کی خبر ملی تو غیر معمولی متاثر و مغموم ہو گئے۔ صبر اور برداشت کے پہاڑ سید مودودیؒ کے چشم پُرنور سے اتنے آنسو بہہ نکلے کہ خوبصورت و متبرک گھنی داڑھی گیلی ہوگئ۔ مولانا عامر عثمانی کے حق میں خصوصی دعا فرمائی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ۔

ایک مجلس میں مولانا مودودیؒ نے فرمایا تھا: ''مولانا عامر عثمانی میرے صبر کا میٹھا پھل ہیں۔''

15/اپریل 1975ء کو تبدیلی آب و ہوا کی غرض سے سید ابوالاعلیٰ مودودی نے دو ہفتے کے لیے اسلام آباد میں اپنے ایک عزیز کے گھر میں قیام فرمایا۔

23/مئی 1975ء کو الطاف گوہر کی کتاب کی ''Translations from the Quran'' کی تعارفی تقریب میں شرکت فرمائی۔

جناب الطاف گوہر پہلے مئی پھر جون 1975ء میں مولانا سے ملاقات کے لیے گھر آئے۔ جناب الطاف گوہر جو انگریزی روزنامہ ''ڈان Dawn'' کے کئی سالوں تک ایڈیٹر رہ چکے تھے، ایک زمانے میں ایوب خاں اور ذوالفقار علی

نوٹ: مدیر ''تجلّی'' مولانا عامر عثمانیؒ جن کا اصل نام۔ امین الرحمن تھا۔ وہ دارالعلوم دیوبند کے فارغ التحصیل، حضرت شیخ الحدیث مولانا حسین احمد مدنی کے شاگرد رشید، اور مفسر قرآن علامہ شبیر احمد عثمانی کے بھتیجے تھے۔

بقول ماہر القادری ''مولانا عامر عثمانی کا مطالعہ بحر اوقیانوس کی طرح عریض وطویل تھا۔ ان کو تفسیر وحدیث، فقہ ولغت، ادب وتاریخ، فلسفہ اور دیگر علوم میں قابل رشک بصیرت حاصل تھی'' بڑے بڑے علماء دین اور اہل قلم حضرات کی امہات الکتب کے حوالوں سے ایسی سخت گرفت خالص علمی اور فقہی انداز میں کرتے کہ یہ علماء دراصل علم وادب اور عقل وبصیرت سے بھی کورے نظر آتے۔'' پھر ماہر القادری ''یادرفتگاں'' جلد دوم میں لکھتے ہیں ''مولانا عامر عثمانی اپنی اعلیٰ ذہانت وبصیرت اور علم وفضل کے باوجود مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ کے انتہائی قدر شناس، عقیدت مند اور مداح تھے۔ مولانا مودودیؒ کو عامر عثمانی فاضل دیوبند، امام العصر، مجتہد وقت بلکہ اس دور کا مجدد سمجھتے تھے۔ مولانا مودودیؒ کی مدافعت میں وہ ہر محاذ پر سینہ سپر نظر آتے تھے۔'' مولانا مودودیؒ پر جب ''خلافت وملوکیت'' کے بعد اہانت صحابہ کا جھوٹا الزام لگا کر ہندوستان و پاکستان کے جاہل اور متعصب حاسد علماء نے طوفان مچا یا تھا، اس وقت ان کی تحریروں اور کتابوں کے مولانا عامر عثمانی نے دلیل و برہان کی تیغ سے پرخچے اڑا دیے تھے۔ دارالعلوم دیوبند کی مجلس شوریٰ کے رکن اور جمعیۃ علماء ہند کے صدر، مولانا محمد میاںؒ کی کتاب ''شواہد تقدس'' کا ماہ نامہ ''تجلّی'' میں اس قدر مہارت وبصیرت سے پوسٹ مارٹم کیا کہ یہ کتاب (شواہد تقدس) شواہد جہالت نظر آنے لگی۔

تنہا اس شخص (مولانا عامر عثمانی) نے دیوبند میں رہ کر، جماعت اسلامی کی مخالفت کے طوفان کا منہ پھیر دیا اور جیش تحریک اسلامی کے اس اکیلے سپاہی نے جماعتِ اسلامی اور مولانا مودودیؒ کے مخالفین ومعاندین کی پوری پلٹن کا تنہا مقابلہ کیا اور ان کا مُنہ پھیر دیا۔ ہر عالم اور مفکر سے آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر علمی دلائل کے ساتھ بات کرتے۔ جس مسئلہ پر قلم اٹھاتے اس کا حق ادا کر دیتے۔ (تلخیص یادرفتگاں صفحہ ۱۰ تا ۱۵)

مولانا عامر عثمانی فاضل دیوبند نے کتاب ''برہان قاطع'' میں عبدالماجد دریابادی، امین احسن اصلاحی، کوثر نیازی صاحب کی مولانا مودودیؒ اور جماعت اسلامی سے اختلاف کی حقیقت کا بھانڈا بڑے علمی اور ادبی انداز میں پھوڑا ہے۔

بُھٹّو کے بہی خواہ تھے۔ بُھٹّو اپنے ہر محسن اور دوست کو دغا اور پھر سزا دینے میں ماہر تھا۔ اقتدار میں آنے کے بعد بھٹو نے الطاف گوہر کو جیل میں نظر بند کر دیا۔ اس طرح جیل میں ایک صاحب کے مشورہ پر انھیں مولانا محترم سید ابوالاعلیٰؒ کی تفسیر ''تفہیمُ القرآن'' کے مطالعہ کا موقع ملا۔ حاصل مطالعہ کے طور پر Translations from the Quran کے نام سے ایک کتاب مرتب کی، اور مولانا مودودیؒ نے الطاف گوہر کی خواہش پر صرف چند ہی دنوں میں ان کے انگریزی ترجمہ کا مطالعہ کیا اور اس کتاب میں مختلف مقامات پر موجود بعض غلطیوں کی ضروری اصلاح بھی فرمائی۔ الطاف گوہر مولانا مودودیؒ کی انگریزی زبان دانی دیکھ کر حیران رہ گئے۔ اپنے حلقہ میں اظہارِ خیال کیا کہ:

''یہ شخص بیک وقت اردو، عربی اور انگریزی زبان کا اسکالر ہے۔''

الطاف گوہر پہلے سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ کے سخت مخالف تھے اور ان کی مخالفت میں بہت کچھ لکھتے رہے۔ مگر بعد میں الطاف گوہر مولانا مودودیؒ کی خدمات اور عظمت کے معترف ہو گئے۔ اپنی اس مخالفت اور حماقت پر نادم ہو گئے۔ لاعلمی اور بدگمانی کے ایام پر شرمندگی کا اظہار کیا، اور مولانا مودودیؒ سے معافی کی درخواست کی۔ مولانا نے اُن کے اظہارِ ندامت پر مسکراتے ہوئے اُنہیں کھلے دل سے معاف کر دیا۔

فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاصْفَحْ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ o (سورۃ المائدۃ، آیت: ۱۳)

ماہ نامہ ''تجلی'' دیوبند کے ذریعہ مولانا مودودیؒ کی مخالفت کرنے والے دیوبندی علماء، بریلوی حضرات اور اہل حدیث شرفا کی حیثیت و اصلیت تجلی کے مستقل عنوان ''آغازِ سخن'' اور ''مسجد سے میخانے تک'' اور ''تجلی کی ڈاک'' میں واضح فرمانے کا کام نومبر 1949ء سے اپریل 1975ء (۲۴ سال چھ ماہ تک) انجام دیا ہے جس کا بہترین اجر وہ عند اللہ دخول جنت کی شکل میں ان شاء اللہ پائیں گے۔

وَلَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَتَكْتُمُوا الْحَقَّ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ o (سورۃ بقرۃ: آیت، 42)

ہندوستان میں ان کی حیات تک بڑے بڑے جغادری علماء اور مولویوں کی بولتی بند رہی مگر 12/اپریل 1975ء کے بعد قائدِ اعلیٰ مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ کی مخالفت میں مجرم ذہنیت کے مالک پیشہ ور مولوی برساتی مینڈکوں کی طرح پھر ہندوستان اور پاکستان کی گلی کوچوں میں ٹرانے لگے۔ مولانا عامر عثمانی فرمایا کرتے تھے ''اپنے مسلک کو مت چھوڑو اور دوسروں کے مسلک کو مت چھیڑو۔'' محترم ماہر القادری نے پاکستان میں مولانا مودودیؒ مخالفت کے دفاع کا محاذ سنبھال لیا تھا، پھر مولانا محمد یوسف صاحب دیوبندی شاگرد رشید مفتی کفایت اللہ صاحب نے ''مولانا مودودیؒ پر اعتراضات کا علمی جائزہ'' (حصۂ اول 444 صفحات حصۂ دوم 439 صفحات) لکھ کر بہت بڑی علمی خدمت انجام دی ہے۔ انہوں نے اس طرح قائدِ اعلیٰ مظلوم مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ کی حمایت میں علماء اور مولوی حضرات کو آخرت میں اللہ کی پکڑ سے بچانے کی سعی کی ہے۔

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ فَاَصْلِحُوْا بَيْنَ اَخَوَيْكُمْ وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ۝۱۰ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسٰٓى اَنْ يَّكُوْنُوْا خَيْرًا مِّنْهُمْ وَلَا نِسَآءٌ مِّنْ نِّسَآءٍ عَسٰٓى اَنْ يَّكُنَّ خَيْرًا مِّنْهُنَّ ۚ وَلَا تَلْمِزُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَلَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ ۭ بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوْقُ بَعْدَ الْاِيْمَانِ ۚ وَمَنْ لَّمْ يَتُبْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ۝۱۱ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا كَثِيْرًا مِّنَ الظَّنِّ ۡ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ وَّلَا تَجَسَّسُوْا وَلَا يَغْتَبْ بَّعْضُكُمْ بَعْضًا ۭ اَيُحِبُّ اَحَدُكُمْ اَنْ يَّاْكُلَ لَحْمَ اَخِيْهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوْهُ ۭ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ رَّحِيْمٌ ۝۱۲ (سورۃ الحجرات: آیات، ۱۰ تا ۱۲)

15 ؍اگست 1975ء بنگلہ دیش کے پہلے صدر و بانی مجیب الرحمن کو اُن کے بعض ساتھیوں نے ہی ان کے پورے خاندان سمیت گولی مار کر ہلاک کر دیا۔ (ان کی ایک بیٹی حسینہ ان دنوں لندن میں تھی اور وہ قتل ہونے سے بچ گئی) یہ وہ انجام بد تھا جس کی پیشین گوئی سید مودودیؒ نے 1971ء میں کی تھی۔

وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهِ ۚ وَهُوَ الْحَكِيمُ الْخَبِيرُ ﴿١٨﴾ (الأنعام)

مولانا سید مودودیؒ کی زندگی کے چند عام معمولات

کھانے پینے اور چائے کے معمولات کا ذکر کرتے ہوئے 24 ؍اگست 1975ء کو فرمایا:

"میں صبح ناشتہ سے دوپہر کے ڈیڑھ بجے کھانے تک درمیان میں کچھ نہیں کھاتا اور اِس دوران چائے بھی نہیں پیتا، اِلّا یہ کہ کسی مہمان کے ساتھ چائے پینی پڑے۔ ایک وقت میں چائے کا ایک ہی کپ پیتا ہوں، پھر میری عادت ہے کہ عصر کی نماز کے بعد ایک پیالی چائے ضرور پیتا ہوں، ہاں البتہ درمیان میں پیاس لگنے پر ٹھنڈا پانی پی لیتا ہوں۔"

فجر کی نماز کے بعد تلاوتِ قرآن ہلکی آواز میں کرتے۔ صبح نو (9) بجے سے ایک بجے تک دفتر میں گزارتے۔ دوپہر کا کھانا ایک بجے کھاتے۔ رات کا کھانا آٹھ (8) بجے کھاتے اور اخبارات و رسائل کا مطالعہ کبھی صبح اور کبھی دوپہر کے وقت کرتے۔

نوٹ: سفر میں ہمیشہ مولانا کے پاس ایک ڈبّہ Kit رہتا تھا جس میں، دانتوں کا خلال، صابن، چھوٹا آئینہ، کنگھی، پاؤں صاف کرنے کا جھانجوا، تیل، دانت صاف کرنے کے لیے مسواک اور برش، غرض ضروری اشیاء موجود ہوتی تھیں۔ غسل خانے جاتے تو غسل خانے سے مکمل تیار ہو کر باہر تشریف لاتے۔

کھانے، پینے، سونے جاگنے وضو، غسل، کی تمام مسنون دعاؤں کا اہتمام فرماتے۔

مولانا مودودیؒ حسب ذیل اخبارات روزانہ پڑھتے:

نوائے وقت، مشرق، وفاق، جنگ کراچی، حریت، جسارت، اعلان، اور انگریزی کے اخبارات میں Times of Pakistan اور Dawn کراچی دیکھتے۔ پاکستان ٹائمز اور جنگ کے علاوہ ہندوستان کے اخبارات میں سہ روزہ دعوت دہلی اور ہفت روزہ ریڈنس دہلی Rediance Veiws Weekly Delhi تفصیل سے اور باقی اخبارات سرسری دیکھتے۔

مولانا مودودیؒ کا احمد ابوسعید کے نام دوسرا خط

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ابوالاعلیٰ مودودیؒ
۱۵/اے۔ ذیلدار پارک اچھرہ
لاہور۔ پاکستان

فون: نمبر ۵۲۵۰۷
مورخہ 1974-10-3

عزیزم السلام علیکم ورحمۃ اللہ

آپ کا محبت وعقیدت سے لبریز خط ملا۔ میری صحت کے بارے میں آپ نے جس فکرمندی کا اظہار کیا ہے اس کے لیے شکر گزار ہوں اور آپ کے حق میں دعائے خیر کرتا ہوں۔

اللہ کے فضل سے عام صحت تو اب پہلے کی بہ نسبت کافی بہتر ہے اس لیے روزے میں کوئی تکلیف نہیں ہوتی۔ اور روزہ ترک کرنے کی ضرورت محسوس نہیں ہورہی۔ البتہ جوڑوں کے درد میں کوئی افاقہ نہیں ہے تاہم علاج جاری ہے۔

تحریک ختم نبوت کی کامیابی پر آپ کی طرف سے ہدیۂ تبریک باعث شکر ہے۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں میں باہمی اتحاد وتعاون کو برقرار رکھے اور ان سے اپنے دین کی سربلندی کا کام لے۔

مرزائیت اسلامی نظام کے نفاذ کی راہ میں ایک بہت بڑی رکاوٹ تھی۔ اللہ کے فضل وکرم سے اب وہ دور ہوگئی ہے۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے اس قوم کو ایک مزید موقع عطا فرمایا ہے کہ وہ یکسوئی کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے ساتھ اپنے اس وعدے کو پورا کرسکے جو اس نے پاکستان کو اسلامی ریاست بنانے کے لیے کیا تھا۔

خاکسار
ابوالاعلیٰ

نوٹ: یہ میرے نام دوسرا خط تھا۔ اس خط کو بھی پڑھتے وقت وہی کیفیت تھی جو پہلے خط کے وقت تھی۔

مولانا مودودیؒ کی سیرت کا یہ پہلو بھی ان کی اعلیٰ قیادت بے مثال اعلیٰ صفات کے حامل رہنمائے وقت کے معیار کی تھی ان کے بیٹوں کے نام خطوط کو بھی دیکھئے اور مجھ جیسے اجنبی شخص کے خط کو بھی دیکھئے اگرچہ میں ان کے بڑے بیٹے عمر فاروق سے ۱۰ر سال چھوٹا ہوں اور ان کا بیٹا خالد فاروق مودودی کی عمر سے تقریباً چار سال بڑا ہوں۔ دیکھیے باپ کا خط بیٹوں کے نام کیسا ہے۔ دراصل سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ کی نظر میں اپنے بیٹے اور امتِ محمدی کے تمام نوجوان اور ان کی نوجوان اولاد کے ہم عمر سب شفقت ومحبت وخیر خواہی کے لحاظ سے یکساں اور برابر تھے۔

ایک خط محمد فاروق مودودی کے نام، جس میں صحت کی کیفیت وحالت اور پاکستان واپسی کا تذکرہ ہے۔ (مکاتب سید مودودیؒ، پروفیسر نور ورجان)

خط کی اسکین کاپی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ابُوالاعلیٰ مودُودیؒ
۵ - اے ذیلدار پارک - اچھرہ
لاھور - ۱۲ (پاکستان)

فون نمبر ۷ ۵۲۵۰

حوالہ 547

مورخہ 3/10/79

عزیزم السلام علیکم و رحمۃ اللہ

آپ کا محبت و عقیدت سے لبریز خط ملا - میری صحت کے بارے مین آپ نے جس فکر مندی کا اظہار کیا ھے اس کے لیے شکر گزار ھون اور آپ کے حق مین دعائے خیر کرتا ھون -

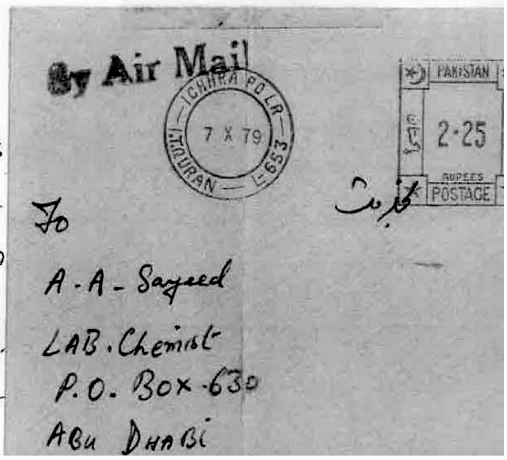
اللہ کے فضل سے عام صحت تو اب پہلے کی بہ نسبت کافی بہتر ھے اس لیے روزے مین کوئی تکلیف نہین ھوتی - اور روزہ ترک کرنے کی ضرورت محسوس نہین ھو رھی - البتہ جوڑون کے درد مین کوئی افاقہ نہین ھے تاھم علاج جاری ھے -

تحریک ختم نبوت کی کامیابی پر آپ کی طرف سے ھدیۂ تبریک باعث شکر ھے - اللہ تعالی مسلمانون مین باھمی اتحاد و تعاون کو برقرار رکھے اور ان سے اپنے دین کی سربلندی کا کام لے -

مرزائیت اسلامی نظام کے نفاذ کی راہ مین ایک بہت بڑی رکاوٹ تھی اللہ کے فضل وکرم سے اب وہ دور ھوگئی ھے - اسطرح اللہ تعالی نے اس قوم کو ایک مزید موقع عطا فرمایا ہے کہ وہ یکسوئی کے ساتھ اللہ تعالی کے ساتھ اپنے اس وعدے کو پورا کرسکے جو اس نے پاکستان کو اسلامی ریاست بنانے کے لیے کیا تھا -

خاکسار
ابوالاعلیٰ

Letter dated 3
A. A. SAYEE
ABU-DHABI O
Mubaras oil
Abu-Dhabi
Letter Rec



محمد فاروق مودودیؒ، سید

(بفیلو امریکہ)

۲۳ مئی ۱۹۷۴ء

پیارے بیٹے محمد فاروق، السلام علیکم،

کل امریکہ سے ایک صاحب نے لاہور کے پرچے ماہنامہ Book Seller مورخہ جنوری ۱۹۷۴ء کا ایک تراشا مجھے بھیجا (ہے) جس میں لاہور کے ایک پبلیشر اسلامک بک سنٹر کی طرف سے پروفیسر عبدالحمید صدیقی[1] صاحب کے انگریزی ترجمہ و تفسیر قرآن کا اشتہار تھا۔ یہ چیز لاہور میں کبھی میرے علم میں نہیں آئی تھی۔ یہیں آ کر اس کا علم ہوا۔ تم صرف یہ تحقیق کرو کہ پروفیسر صاحب خود ترجمہ و تفسیر کر رہے ہیں یا تفہیم القرآن کو انگریزی میں منتقل کر رہے ہیں؟ اگر پہلی صورت ہے تو ہمیں اعتراض کی کوئی وجہ نہیں ہے۔

یہاں آ کر امن میاں[2] نے سیراکیوز یونیورسٹی چھوڑ دی اور بفیلو یونیورسٹی میں ان کو اسسٹنٹ پروفیسر کی جگہ مل گئی۔ ۱۲ مئی کو (یعنی یہاں پہنچنے کے ایک مہینہ چار دن بعد) ہم بفیلو منتقل ہو گئے۔ پہلے وہ امن کو ایک چھوٹا سا اپارٹمنٹ دے رہے تھے مگر جب انہیں معلوم ہوا کہ میں اور تمہاری والدہ بھی ان کے ساتھ ہیں تو انہوں نے ایک بڑی سی آراستہ کوٹھی اس وقت تک کے لیے دے دی، جب تک امن یہاں اپنی کوٹھی نہ خرید لیں اور مینلیس کی کوٹھی بیچ نہ دیں۔ اب انہوں نے یہاں کوٹھی خرید تو لی ہے مگر جب تک مینلیس کی کوٹھی بک نہ جائے اس وقت تک نہ سامان وہاں سے آ سکتا ہے، نہ ہم نئے مکان میں منتقل ہو سکتے ہیں۔ سردست ہمارا پتا عارضی ہے۔ نئی کوٹھی میں منتقل ہونے کے بعد مستقل پتا لکھا جائے گا۔

مجھے یہاں سکون و آرام اور عمدہ غذا ملنے کی وجہ سے اپنے اندر کچھ جان تو محسوس ہوتی ہے اور وہ لاہور کی سی حالت

---

[1] پروفیسر عبدالحمید صدیقی: (۲۱ مئی ۱۹۲۳ء۔ ۱۹۷۸ء) دیکھیے صفحہ ۱۵۱، حاشیہ ۳

[2] سید مودودیؒ کے بیٹے سید احمد فاروق کا عرف

نہیں ہے جس کی وجہ سے میں ہر وقت تھکا رہتا تھا لیکن جوڑوں کی تکلیف بدستور ہے۔ دس منٹ سے زیادہ چل نہیں سکتا اور دو منٹ سے زیادہ کھڑا نہیں رہ سکتا۔ البتہ یہاں وقت کافی ملنے کی وجہ سے دس دس منٹ چل کر اور پانچ پانچ منٹ بیٹھ بیٹھ کر روزانہ ایک گھنٹہ کی چہل قدمی کر لیا کرتا ہوں۔ یہاں کی آب و ہوا کا بھی مجھ پر بُرا اثر پڑا ہے۔ سخت مرطوب آب و ہوا ہے۔ خصوصاً بفیلو سے تو نیاگرا فال بہت قریب ہے، اس لئے یہاں رطوبت سیرا کیوز سے بھی زیادہ ہے۔ ٹمپریچر بار بار بدلتا ہے اور ۲۴ گھنٹوں میں ۲۰ سے ۳۰ منٹ تک فرق ہو جاتا ہے۔ ہم کراچی سے نیویارک ٹھنڈے کپڑے پہن کر چلے تھے۔ نیویارک پہنچے تو ۳۲ درجہ ٹمپریچر تھا جس نے حواس باختہ کر دیے۔ مینلیس پہنچے تھے کہ دوسرے ہی دن برف باری شروع ہو گئی اور دو دن تک برف پڑتی رہی۔ بفیلو میں بھی کبھی زور کی سردی ہو جاتی ہے اور کبھی اتنی گرمی کہ پسینے آنے لگتے ہیں۔ ایسا موسم میرے مرض کے لیے بہت مضر ہے۔ کبھی سردی کی وجہ سے گرم کپڑے پہنتا ہوں اور کبھی گرمی کی وجہ سے انہیں اتار دینا پڑتا ہے۔ رات کو کبھی سوتی چادر بھی نہیں اوڑھی جاتی اور کبھی رات کے کسی حصے میں کمبل اوڑھنا پڑتا ہے۔ ۲۵ مئی کو ایک اور ایکسپرٹ سے معائنہ کرانا ہے۔ اگر اس کے علاج سے کچھ فائدہ کی صورت پیدا ہوئی تو خیر ورنہ جون گزار کر جولائی میں پاکستان واپس ہو جاؤں گا اور پروگرام سے پیشگی مطلع کر دوں گا۔

میری اور تمہاری والدہ کی طرف سے دعا

ابوالاعلیٰ

عمر فاروق مودودی، سید

(لندن)

۲۵ ستمبر ۱۹۶۸ء

پیارے بیٹے عمر فاروق، السلام علیکم ورحمۃ اللہ

تمہارا ۲۲ ستمبر کا خط ابھی ابھی مجھے ملا ہے۔ میں کل ہسپتال سے رخصت ہو کر یہاں اپنی قیام گاہ پر منتقل ہو گیا ہوں۔ پرسوں ڈاکٹر نے معائنہ کر کے گھر جانے کی اجازت دے دی تھی۔ مگر یہاں میری قیام گاہ پر میری سہولت کا سارا سامان مہیا کرنے کے لیے کچھ وقت درکار تھا، اس لیے میں ہسپتال میں ایک دن اور ٹھہرا رہا اور کل منتقل ہوا۔

ڈاکٹر بیڈناک کا کہنا ہے کہ مجھے بہت ہی کم ایسے مریضوں کو دیکھنے کا اتفاق ہوا ہے جو اتنے بڑے آپریشن کے بعد اسی قدر جلدی درست ہو گئے ہوں۔ آپریشن کے دوسرے ہی روز میں تھوڑی دیر کے لیے کرسی پر بیٹھ گیا تھا۔ پیشاب میں خون آنا بھی بہت تھوڑی مدت ہی میں بند ہو گیا۔ ایک ہفتہ کے اندر زخم بھر گئے اور ٹانکے کھول دیے گئے۔ جو نلکیاں اندر کے مواد کو نکالنے اور پیشاب خارج کرنے کے لیے لگائی گئی تھیں وہ بھی جلدی ہی نکال دی گئیں۔ سب سے بڑی حیرت کی بات یہ ہے کہ پروسٹیٹ کے آپریشن کے بعد کیتھرائیٹس (جس نلکی کے ذریعہ سے پیشاب خارج کرایا جاتا ہے) نکالا جاتا ہے تو مریض کو پیشاب پر قابو پانے میں اکثر کئی مہینے لگ جاتے ہیں اور بلا ارادہ پیشاب نکل جایا کرتا ہے۔ لیکن مجھے کیتھرائیٹس نکلنے کے بعد فوراً ہی پیشاب پر قابو حاصل ہو گیا اور کبھی ایک مرتبہ بھی ایسا نہیں ہوا کہ پیشاب خطا ہو کر میرے کپڑے خراب ہوئے ہوں۔ اس بات پر خود ڈاکٹر بھی بڑی حیرانی ہوئی اور اس نے مجھ سے کہا کہ میں نے ایسا اچھا مریض کبھی نہیں دیکھا۔ یہ سب اللہ کا فضل ہے۔

چند روز تک مجھے ہسپتال میں لکڑی کے سہارے چلنے کی ضرورت پیش آئی، اس کے بعد میں کسی سہارے کے بغیر ہی چلنے پھرنے لگا۔ اب کمزوری تو ضرور ہے، مگر اتنی نہیں جتنی اتنے بڑے آپریش کے بعد ہوا کرتی ہے۔ دوسرے آپریشن کے متعلق ڈاکٹر سے بات ہوئی تھی۔ اس نے کہا، میں خطرہ ہرگز مول نہیں لوں گا۔ پندرہ روز کے بعد تمہارا پھر

معائنہ کروں گا۔اس وقت رائے قائم کروں گا کہ تم کب تک دوسرے آپریشن کے لئے تیار ہو سکتے ہو۔اس دوران میں میں لندن ہی میں اپنی موجودہ قیام گاہ پر ٹھہرا رہوں گا کیوں کہ اس سے زیادہ بہتر انتظام ممکن نہیں ہے جن صاحب کے ہاں ٹھہرا ہوا ہوں وہ خود بھی جماعت کے آدمی ہیں، ان کی بیوی بھی جماعت سے گہرا تعلق رکھتی ہیں۔ان کا اپنا ذاتی مکان ہے میری سہولت کے لئے ہر طرح کا انتظام انہوں نے کر دیا ہے۔دونوں میاں بیوی میری اس طرح خدمت کر رہے ہیں کہ میری اپنی اولاد بھی اس سے زیادہ نہیں کر سکتی۔ان کے والد لائل پور (فیصل آباد) میں ہیں اور وہ بھی جماعت سے قلبی تعلق رکھتے ہیں۔انہوں نے بھی بیٹے کو بار بار تاکید لکھی ہے کہ اس موقع کو اپنے لیے خوش قسمتی سمجھو۔

خورشید صاحب بھی یہاں میرے ساتھ ہی ٹھہرے ہوئے ہیں اور جماعت سے تعلق رکھنے والے کئی نوجوان ایسے ہیں جو اپنا زیادہ سے زیادہ وقت میری خدمت کے لیے صرف کر رہے ہیں۔اس حالت میں مجھے اپنی صحت بحال کرنے کے لیے کہیں اور جانے کی ضرورت نہیں ہے۔یہ علاقہ جس میں میری قیام گاہ ہے۔لندن کے بیرونی حصوں میں ہے اور بہت پر سکون جگہ ہے۔دوسرے آپریشن کے بعد ہسپتال سے رخصت ہو کر میں کم از کم پندرہ روز پھر اسی جگہ ٹھہروں گا۔اس کے بعد جب سفر کی قوت پیدا ہو جائے گی تب فیصلہ کروں گا کہ سیدھا پاکستان جاؤں یا کچھ مدت ٹرکی (ترکی) کے کسی صحت افزا مقام پر جا کر رہوں۔ٹرکی والوں کا اصرار ہے کہ میں کچھ مدت ان کے ہاں ضرور گزاروں اور وہ اس کے لیے ابھی سے انتظامات کر رہے ہیں۔

ابوالاعلیٰ

عمرِ تہتر (۷۳) سال

(۲۵ رستمبر ۱۹۷۵ء تا ۲۴ رستمبر ۱۹۷۶ء)

صحت کی خرابی کے باوجود اسلامی جمعیۃ الطلباء کے سالانہ اجتماع میں تاریخی خطاب، بھٹو کی خواہش پر گورنر ہاؤز میں ملاقات اور پاکستان کو بچانے کی تجاویز، مفتی محمد شفیع صاحب ''معارف القرآن'' کی مولانا مودودیؒ کے گھر پر ملاقات، ترجمہ قرآن مجید مع مختصر حواشی کی اشاعت، مولانا کے تربیت یافتہ تین عظیم صحافیوں کی اکٹھے ملاقات

26 رستمبر 1975ء کو علی گڑھ مسلم یونیورسٹی (انڈیا) کے پروفیسر غلام محمد ملاقات کے لیے مولانا کے گھر تشریف لائے۔ وہ سید مودودیؒ کی کتاب ''تعلیمات'' سے بہت متاثر تھے۔

7 راکتوبر 1975ء کو جماعتِ اسلامی کے مرکز منصورہ (لاہور) میں عیدالفطر کی نماز مولانا خلیل احمد حامدی صاحب کی اقتداء میں پڑھی۔[1]

محترم سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ نے 20 راکتوبر 1975ء کو ''اسلامی جمعیۃ الطلباء'' پاکستان کے 23 رویں سالانہ اجتماع منعقدہ لاہور سے خطاب کیا۔[2]

22 راکتوبر 1975ء پنجاب یونیورسٹی اسٹوڈنٹس یونین کے زیر اہتمام فیصل آڈیٹوریم نیو کیمپس میں ''سیرت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا پیغام'' کے عنوان پر خطاب فرمایا۔[3]

10 رنومبر 1975ء پاکستان کے وزیر اعظم ذوالفقار علی بھٹو مولانا مودودیؒ سے ملاقات کے خواہاں ہوئے اور گورنر ہاوز میں پون گھنٹہ گفتگو کی۔ یہ بھٹو کی خواہش پر اُن سے ملاقات تھی۔ اس ملاقات میں مولانا مودودیؒ نے ذوالفقار علی بھٹو پر واضح کیا کہ صرف اور صرف اسلامی قوانین کا نفاذ ہی تمام مسائل کے حل کا واحد ذریعہ ہے۔ مولانا نے اس یقین

۱۔ اس وقت جماعتِ اسلامی کا نیا مرکز منصورہ (لاہور) میں منتقل ہو چکا تھا۔

۲۔ یہ خطاب بعد میں ''دورِ نَو کا چیلنج اور نوجوان'' کے عنوان سے شائع کیا گیا۔

۳۔ یہ خطاب ''سیرت کا پیغام'' کے نام سے مطبوع ہے۔

کا اظہار کیا کہ اللہ کی مدد ہی پاکستان کو بچا سکتی ہے۔ انہوں نے صاف اور دوٹوک انداز میں یہ بھی بتایا کہ اللہ کی مدد حاصل کرنے کے لیے پاکستان جس مقصد کے لیے حاصل کیا گیا ہے، اس عہد کو پورا کرنا ہوگا۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰهَ يَنْصُرْكُمْ وَيُثَبِّتْ اَقْدَامَكُمْ ۝ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَتَعْسًا لَّهُمْ وَاَضَلَّ اَعْمَالَهُمْ ۝ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَرِهُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاَحْبَطَ اَعْمَالَهُمْ ۝ اَفَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۭ دَمَّرَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ ۡ وَلِلْكٰفِرِيْنَ اَمْثَالُهَا ۝ (سورۃ محمد، آیت: ۷ تا ۱۰)

اسلامی دستور، اسلامی نظام، ملک کو ایک مثالی اسلامی مملکت بنانے کے لیے ہر قسم کا اپنا اور پوری جماعت کا بھرپور تعاون دینے کی بات کہی۔ بھٹو حکومت کی پچھلی تمام جابرانہ اور ظالمانہ حرکات کو نظرانداز کرتے ہوئے مولانا نے ساتھ دینے کا فیصلہ کن انداز میں یقین دلایا۔

لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ يَغْفِرُ اللّٰهُ لَكُمْ وَهُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ ٥ (یوسف:92)

جماعتِ اسلامی نہ اقتدار کی بھوکی ہے اور نہ اقتدار کی طالب ہے۔ ہماری دعوت

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِي السِّلْمِ كَاۗفَّةً ۠ وَّلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ۭ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ۝ (سورۃ البقرۃ، آیت: 208) ہے۔

مولانا سید ابوالاعلیٰ نے واضح طور پر فرمایا کہ میرا مقصدِ حیات

قُلْ اِنَّ صَلَاتِيْ وَنُسُكِيْ وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِيْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ لَا شَرِيْكَ لَهٗ ۚ وَبِذٰلِكَ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِيْنَ ۝ (سورۃ الانعام، آیت: ۱۶۲، ۱۶۳) ہے۔

11 رنومبر 1975ء کو مولانا سید ابوالاعلیٰ نے ایک ہفت روزہ جریدہ کو تفصیلی انٹرویو دیا جس میں برصغیر کی تاریخ، مُسلمان حکمرانوں کے زیر سایہ اسلام اور مسلمانوں کا تفصیلی جائزہ پیش کیا۔ پھر انگریز حُکمرانوں کے چال چلن اور اُس کے اثرات کا تجزیہ کرتے ہوئے تحریک آزادی ہند اور تقسیم ہند کے عوامل کو واضح کیا۔ آخر میں اسلامی قانون کے نفاذ اور ایک حقیقی اسلامی اسٹیٹ کے وجود میں آنے کے لیے جور کاوٹیں مغربی تہذیب نے اپنی اسلام دُشمن چال بازیوں سے کھڑی کر رکھی ہیں، اُن کو دُور کرنے کے لیے تحریری شکل میں ایک دس نکاتی (10 Points) جامع پروگرام پیش کیا۔

16 رنومبر 1975ء کو انسانی حقوق (Human Rights) کے سیمینار منعقدہ فلیٹیز ہوٹل لاہور میں امام العالم

مولانا سید مودودیؒ نے بطور مہمان خصوصی (Chief Guest) ایک خطاب کیا۔[1]

24/نومبر 1975ء [2] کو مولانا مودودیؒ نے جماعت اسلامی اور ''ترجمان القرآن'' کے ذمہ داروں سے ملاقات کی۔ جماعتی، ملکی اور عالمی مسائل پر گفتگو کی۔ تمام مسائل کا حل قرآن مجید اور سیرت رسول ﷺ کی روشنی میں تلاش کرنے کی ہدایت فرمائی۔

25/نومبر 1975ء بی۔بی۔سی لندن B.B.C. London کے خصوصی نمائندے مسٹر ولیم کرالے کو طبیعت کی خرابی کے باوجود، دو گھنٹہ کا تفصیلی انٹرویو دیا۔ جس میں دلائل سے ثابت کیا کہ اسلام کے تصورِ حیات اور اللہ تعالیٰ کے اقتدارِ اعلیٰ اور قرآنی قوانین کو بہ رضا و رغبت تسلیم کرنے اور اُس کو بحیثیت قانون دنیا میں نافذ کرنے ہی میں ''امنِ عالم (World Peace) کی ضمانت ہے۔ پورے اعتماد و دلائل کے ساتھ مولانا مودودیؒ نے یورپ اور امریکہ کے طرزِ حکومت، طرزِ معاشرت و سیاست کو اسلام کے ضابطۂ حیات کے مقابلہ میں ایک فرسودہ (Back Ward) نظامِ حیات قرار دیا۔ اور مغرب کے پورے نظامِ تمدن کو ایک تباہ کُن اور جدید جہالت میں غرق Distructive Modern Uncivilized Culture قرار دیا۔ اس انٹرویو میں جہاں اور بہت سی اہم باتوں پر سے پردہ اٹھایا وہیں سوالات کے جوابات دیتے ہوئے اپنی ذاتی اور عملی زندگی کا تذکرہ بھی فرمایا۔ جس میں اپنی ابتدائی تعلیم، وطن اصلی دہلی، خلافت تحریک، صحافتی زندگی، دینی تعلیم و تربیت اور اُس وقت کے بزرگ ترین علمی، صحافتی اور سیاسی شخصیات سے اپنے تعلق کا تذکرہ فرمایا۔

نومبر 1975ء کو مولانا مفتی محمد شفیع صاحب مفسر قرآن یعنی صاحبِ ''معارفُ القرآن'' خود سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ سے ملاقات کے لیے گھر تشریف لائے۔ مولانا مودودیؒ کی تفسیری حواشی، اور بے نظیر حوالوں اور تفہیم کی پُر تاثیر تحریر بعض مشکل مقامات پر قرآن مجید کی بہترین اور عام فہم تشریحات سے متاثر تھے۔ نماز کا وقت ہونے کے ساتھ ہی سب حضرات باہر لان میں آ گئے، صفیں ترتیب پانے لگیں مولانا مودودیؒ نے مولانا مفتی محمد شفیع سے درخواست کی کہ وہ نماز پڑھائیں۔ اس پر انھوں نے فرمایا کہ ''یہ اہلِ خانہ کا حق ہے'' سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ نے جواب میں فرمایا ''اہلِ خانہ ہی تو آپ سے درخواست کر رہا ہے'' اس پر مفتی صاحب مسکراتے ہوئے آگے بڑھے اور نماز پڑھائی۔ مولانا مودودیؒ کی خوش اخلاقی اور سادگی سے وہ

---

[1] یہ خطاب ''اسلام میں انسانی حقوق'' کے نام سے مطبوع ہے۔ ادارہ ''ترجمانُ القرآن'' لاہور کے اہتمام سے ۱۹۷۶ء میں یہ کتاب طبع ہوئی۔

[2] ۲۴/نومبر 1975ء مجھ مرتب (احمد ابوسعید) کی شادی کا یادگار دن ہے۔ میری شادی نظام آباد میں ہوئی۔ میرے دوست احمد محمود حسنؒ میرے ہم زلف بن گئے۔ میں ان دنوں (1974 to 1979ء) ابوظبی آئیل کمپنی لمیٹڈ جاپان (ADOC.Ltd.Japan) متحدہ عرب امارات (U.A.E.) میں ملازم تھا۔ شادی کے لیے اپنی چھٹیوں میں انڈیا آیا تھا۔ میری شادی کی ایک تصویر صفحہ 677 پر موجود ہے۔

بہت متاثر ہوئے۔[1]

کراچی یونیورسٹی، پشاور یونیورسٹی، اور زرعی یونیورسٹی لائل پور، کی اسلامی جمعیۃ الطلباء کے نومنتخب اسٹوڈنٹس یونین کے عہدیداروں سے ملاقات اور ساتھ ہی ساتھ دینی درسگاہوں کے طلباء بشمول بھاولپور اور اشاعت العلوم فیصل آباد اور مُسلم ایسوسی ایشن ٹوکیو، جاپان، مدینہ یونیورسٹی اور سوڈان، ہالینڈ، ڈنمارک کے طلباء کے وفود کی نومبر 1975ء میں ملاقاتیں قابل ذکر ہیں۔

14ردسمبر 1975ء کو عیدالاضحیٰ کے موقع پر جامع مسجد منصورہ لاہور میں خطاب کیا اور نمازِ عید کی امامت فرمائی۔[2]

29رفروری 1976ء ریاض یونیورسٹی سعودی عرب کے انتیس (29) طلباء اور پانچ اساتذہ کے وفد نے مولانا مودودیؒ سے ملاقات کی۔ پاکستان ملٹری کے ریٹائرڈ بریگیڈیر کرنلس اور دیگر سیاسی وصحافتی شخصیتیں تقریباً ہر روز بشمول مختلف یونیورسٹیوں کے طلباء، پروفیسرس، مُلکی اور بیرونی نمائندے ملاقات کے لیے آتے رہے۔

15رمارچ 1976ء کو ایک انڈین ہندو اسکالر امریکہ سے مولانا سے ملنے خاص طور پر لاہور آئے۔ ملاقات سے قبل کمرہ میں داخل ہوتے ہی اپنا ماتھا زمین پر ٹیکا، ملاقات اور گفتگو کی۔ مولانا مودودیؒ نے ان کے سجدہ نما اظہار عقیدت کو اسلامی تہذیب کے منافی قرار دیا اور منع فرمایا۔ اس شخص نے جواب دیا ابھی تو میں ہندومت میں ہی ہوں، گفتگو کے بعد پھر ماتھا زمین پر ٹیکا اور اسلام قبول کرنے کا عزم کیا، پرنم آنکھوں سے مولانا کی طرف پیٹھ کیے بغیر جھک کر سلام کرتے ہوئے کمرے سے نکل گئے۔ وہ اجنبی ہندو شخص مولانا کی کتابوں کا انگریزی ترجمہ پڑھ چکا تھا۔ سیدابوالاعلیٰ مودودیؒ نے احباب سے ہندو دھرم کے اس قسم کے ماننے والوں میں دین کی دعوت کی اہمیت پر تفصیلی گفتگو بھی کی۔ مسلم حکمرانوں اور علماء دین کی غیر مسلموں میں دعوت دین پر عدم توجہ پر دکھ کا اظہار کیا اور فرمایا کہ جماعت اسلامی کی تشکیل کی وجوہات ومقاصد میں سے ایک بڑی وجہ اور بڑا

---

1. سید مودودیؒ کے ''گم نام گوشے'' سے اقتباس۔ دیوبندی حضرات کو ''تفہیم القرآن'' کے تعلق سے ذہن کے بند دروازوں کو کھول کر اور اپنی رائے سے رجوع کرنا چاہئے۔ تعصب کسی بھی تعمیری وتحقیقی اور علمی کام کے لیے مضر ہے۔ دیوبندی حضرات دل و دماغ کے بند دروازوں کو کھول کر مولانا سید مودودیؒ کی صرف تفسیر ''تفہیم القرآن'' کا مطالعہ کریں۔ اگر عالم وفاضل کی سند رکھتے ہیں اور۔۔۔ اِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا ۗ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ غَفُوْرٌ ○ (سورۃ فاطر، آیت: ۲۸) پر ایمان رکھتے ہیں، تو خود مطالعہ کریں معاصرانہ عصبیت کے حامل اساتذہ واکابر کی اندھی تقلید کے بجائے اپنے اعلیٰ ظرف اساتذہ مثلاً شاہ ولی اللہؒ اور الشیخ محمود حسنؒ کا اتباع کرتے ہوئے ''تفہیم القرآن'' کا تنقیدی وتحقیقی مطالعہ کریں، تو انہیں حقیقت کا علم ہوگا۔ ان شاء اللہ۔ قرآن مجید کا صحیح مطالعہ مسلکی محبت کی جگہ محمد رسول اللہ ﷺ سے سچی محبت پیدا کرتا ہے۔

2. بعد میں یہ خطاب ''توحید کی برکت'' کے عنوان سے شائع ہوا۔ یہ رسالہ 14 صفحات پر مشتمل ہے اور اسے سب سے پہلے جماعت اسلامی لاہور پاکستان نے 1977 میں شائع کیا۔

مقصد منظم طور پر حکمت کے ساتھ غیر مسلموں کو دین اسلام، قرآن اور سیرتِ محمد ﷺ سے واقف کروانا بھی ہے۔

كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ ۭ وَلَوْ اٰمَنَ اَهْلُ الْكِتٰبِ لَكَانَ خَيْرًا لَّھُمْ ۭ مِنْھُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ وَاَكْثَرُھُمُ الْفٰسِقُوْنَ ﴿١١٠﴾ (سورۃ آل عمران، آیت: ١١٠)

25/مارچ 1976ء کو جماعتِ اسلامی سری لنکا کے ارکان جماعت اور افغانستان کے کچھ مجاہدین نے ملاقاتیں کیں۔

4/اپریل کو محمد صلاح الدین ایڈیٹر روزنامہ ''جسارت'' اور جاوید ہاشمی، مجیب الرحمن شامی ایڈیٹر ''زندگی'' اور ''قومی ڈائجسٹ'' نے اکٹھے مولانا سے ملاقات کی۔ یہ تینوں صحافی قائداعلیٰ مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ کے تیار کردہ اور تربیت یافتہ خاص شخصیات میں سے تھے۔

ایسے بہت سے افراد سے مولانا بہت شفقت سے ملتے اور بہت طویل گفتگو کرتے اور بہت مسرور ہوتے اور دعا فرماتے۔

رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَذُرِّيّٰتِنَا قُرَّةَ اَعْيُنٍ وَّاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا ﴿٧٤﴾ (سورۃ الفرقان، آیت: ٧٤)

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ اٰوَوْا وَّنَصَرُوْٓا اُولٰۗىِٕكَ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَاۗءُ بَعْضٍ ... (سورۃ الانفال: آیت، 72)

اسلامک کونسل آف یورپ کی لندن کانفرنس (14/اپریل 1976ء) کے لیے ایک مقالہ لکھا۔ اس مقالہ کا انگریزی ترجمہ پروفیسر غلام اعظم (امیر جماعت اسلامی مشرقی پاکستان) نے کانفرنس میں پڑھ کر سنایا۔[1]

پاکستان میں وزیراعظم ذوالفقار علی بھٹو کے طرزِ حکومت پر مُلک کے عبرت ناک انجام اور تباہی کی پیشین گوئی کی، اور ملک کو تباہی سے بچانے کی تجاویز بھی پیش کیں۔

مولانا مودودیؒ کی صحت اتنی کمزور ہو چکی تھی کہ ڈیڑھ منٹ سے زیادہ کھڑا رہنا مُشکل ہو گیا تھا اور دو ایک قدم سے زیادہ چلنا بہت تکلیف دہ ہو گیا تھا۔ مگر اس کے باوجود مولانا سید مودودیؒ دینی کام، غلبہ ٔ دین کے سلسلہ کی ملاقاتیں اور بیٹھ کر لکھنے پڑھنے کا کام گھنٹوں اپنی عمر کے 73 سال میں بھی تمام جسمانی تکالیف کے باوجود کرتے رہے۔ بیرون ملک

---

[1] یہ مقالہ بعد میں ''اسلام کس چیز کا علمبردار ہے'' کے عنوان سے شائع ہوا۔ 2003ء میں یہ مقالہ منشورات نے ''اسلام کیا ہے؟'' کے عنوان سے شائع کیا۔ پروفیسر غلام اعظم صاحب کا ایک خط احقر مرتب احمد سعید کے نام کتاب کے آخری صفحات میں شامل ہے۔

نوٹ: جماعت اسلامی سری لنکا کا قیام 1954ء میں عمل میں آیا، مولانا مودودیؒ نے جماعت اسلامی کے پہلی امیر کے لیے محترم عبدالقادر جیلانی کا نام تجویز کیا، سری لنکا کے ارکان کی تعداد 2019ء میں ایک ہزار پانچ سو تھی۔ سری لنکا کے 9 صوبوں میں جماعت اسلامی کے کتب خانے اور دفاتر قائم ہیں، تقریباً مولانا مودودیؒ کے تمام کتب اور تفہیم القرآن کا ترجمہ سری لنکا کی قومی زبان میں ہو چکا ہے۔ (نور حسین، سکریٹری اطلاعات جماعت اسلامی سری لنکا)

سے ملاقات کے لیے آنے والے تقریباً ہر شخص سے ملاقات کرتے اور اس ملک کے دینی کاموں کا جائزہ لیتے اور ضروری ہدایات اور کام میں حائل مُشکلات کا حل قرآن اور سیرت طیبہ کی روشنی میں پیش کرتے۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِنْ تَتَّقُوا اللّٰهَ یَجْعَلْ لَّكُمْ فُرْقَانًا وَّیُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَیِّاٰتِكُمْ وَیَغْفِرْ لَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِیْمِ ۝۲۹ (سورۃ الانفال، آیت: ۲۹)

ایک مرتبہ ایک سوال کے جواب میں فرمایا ''اللہ کا شکر ہے کہ اس نے مجھے کوئی ایسی بیماری نہیں دی ہے کہ جس کی وجہ سے میں اللہ کے دین کا کام نہ کرسکوں۔ بس ایسی بیماریاں ہیں جو صرف میری ذات کو تکلیف دینے والی ہیں اور میں سمجھتا ہوں کہ اِن سے میری کوتاہیاں اور گُناہ معاف ہوجائیں گے۔ اِنْ شَآءَ اللّٰہ۔ اِنَّ وَعْدَ اللّٰہِ حَقٌّ۔ میں ہر حال میں اللہ کا شکر ادا کرتا ہوں''۔

بَلِ اللّٰهَ فَاعْبُدْ وَ كُنْ مِّنَ الشّٰكِرِیْنَ٥ (سورۃ زمر: آیت نمبر، 66)

تَبٰرَكَ الَّذِیْ بِیَدِهِ الْمُلْكُ٘ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرُۨ ۝۱ الَّذِیْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَیٰوةَ لِیَبْلُوَكُمْ اَیُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ؕ وَهُوَ الْعَزِیْزُ الْغَفُوْرُ ۝۲ الَّذِیْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا ؕ مَا تَرٰى فِیْ خَلْقِ الرَّحْمٰنِ مِنْ تَفٰوُتٍ ؕ فَارْجِعِ الْبَصَرَ ۙ هَلْ تَرٰى مِنْ فُطُوْرٍ ۝۳ (سورۃ الملک، آیت: ۱ تا ۳)

''تفہیمُ القرآن'' کی تکمیل پر اللہ کا شکر ادا کرتے ہوئے ایک سوال کے جواب میں فرمایا کہ اب میں سیرت پاک پر کام کررہا ہوں، میرا یہ احساس شروع سے رہا ہے کہ تفسیر قرآن کے بعد دوسری چیز لازماً سیرت رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی ہے۔ کیوں کہ قرآن مجید کے ساتھ سیرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا گہرا تعلق ہے۔ اگر لوگ ''تفہیمُ القرآن'' کے ساتھ سیرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی پڑھا کریں تو اس سے دین اور دعوت اسلامی کے فہم کے ساتھ ساتھ اسلامی سیرت و کردار کی تعمیر میں بہت مدد ملے گی۔

جولائی 1976ء میں ترجمۂ قرآن مجید معہ مختصر حواشی کی اشاعت دو مرتبہ عمل میں آئی۔[1] جس کا پہلا ایڈیشن بارہ

---

[1] یہ ترجمہ قرآن مجید ''تفہیمُ القرآن'' سے من وعن نقل نہیں کیا گیا ہے بلکہ یہ سید مودودیؒ کا نظر ثانی شدہ ہے۔ ستمبر 2004ء میں اسے کمپوز کر کے شائع کیا گیا۔ پہلے صفحات 1580 تھے ستمبر 2018ء والے ایڈیشن میں صفحات 1572 ہیں۔

نوٹ: میری ایک حقیر خدمت ''ترجمانُ القرآن الکریم'' آیت بہ آیت ترجمانی مع لغات القرآن مختصر حواشی و تفہیم۔ المصحف المبارک مصدقہ حرمین شریفین۔ پندرہ سطری، حافظی عربی متن کے بالمقابل مولانا مودودیؒ کا ترجمہ آیت بہ آیت مع رکوع بہ رکوع اور پارہ بہ پارہ۔ تقسیم کیا گیا ہے۔

ترجمانی و مختصر تفہیم:۔ سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ۔ ترتیب و تدوین: احمد ابو سعید

مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ کے تلاوتِ ''قرآن مجید'' سے متعلق ارشادات کے مطابق ''ترجمۂ قرآن مجید مع مختصر حواشی'' کو مزید مفید بنانے کی ایک جزوی خدمت اور حصول سعادت ہے۔ ترجمان القرآن الکریم کے عرض مرتب میں احقر (احمد ابو سعید) کے چند سطور کا اقتباس۔

''ترجمۂ قرآن مجید'' مع مختصر حواشی۔ کے عرض مترجم میں مولانا مودودیؒ نے اختتامی پیراگراف میں تحریر فرمایا ہے کہ ترجمے سے فائدہ اٹھانے کے ←

ہزار کی تعداد میں شائع ہوا اور اسی سال ستمبر 1976ء میں دوسرا ایڈیشن شائع کرنا پڑا۔ یہ ترجمہ مولانا سید ابوالاعلیٰ کا ایک اور عظیم کارنامہ ہے۔ دراصل یہ ان لوگوں کے لیے شائع کیا گیا ہے جو تفصیل کے ساتھ قرآنِ مجید کی تفسیر ''تفہیمُ القرآن'' کے مطالعہ کا وقت نہیں نکال سکتے، مگر قرآن کو بخوبی سمجھنے کے خواہشمند ہیں۔

خرابیٔ صحت، مُلکی اور مِلّی انتشار اور عدیم الفرصتی کی بنا پر ''ترجمہ قرآن مجید'' مع مختصر حواشی کے کام کو مولانا محترم نظرِ ثانی اور پروف ریڈنگ کا کام حسبِ عادت باریک بینی سے مکمل طور پر خود نہ کر پائے، جب کہ مولانا مودودیؒ اپنی تمام تحریروں کی اشاعت کے دوران کام کی نگرانی قابلِ اعتماد رفقاء کے ذمہ کرنے کے باوجود خود بھی اشاعت سے قبل احتیاط مزید کا اہتمام فرماتے تھے۔

ہر کام نہایت یکسوئی، نفاست اور احسن طریقہ سے کرنے کی سعی فرماتے۔

اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الَّذِیۡنَ اتَّقَوۡا وَّ الَّذِیۡنَ ہُمۡ مُّحۡسِنُوۡنَ ﴿۱۲۸﴾ (سورۃ النحل، آیت: ۱۲۸)

→ لیے میرے نزدیک مناسب ترین طریقہ یہ ہوگا کہ

(۱) آپ روزانہ جتنی تلاوت کرنا چاہیں پہلے متنِ قرآن کی اتنی تلاوت کرلیں۔
(۲) پھر ایک ایک آیت کے مقابل اس کا ترجمہ پڑھیں۔
(۳) آخر میں قرآن کے اُس پورے حصّے کا ترجمہ مسلسل ایک عبارت کے طور پر پڑھ ڈالیں۔
(۴) اس کے ساتھ اگر کوئی لفظی ترجمہ بھی پیشِ نظر رکھا جائے تو اچھا ہے تا کہ ہر لفظ کا مفہوم بھی معلوم ہو جائے۔
(۵) پھر ایک ایک آیت کی تفسیری حواشی کا مطالعہ کریں۔
(۶) ''تفہیم القرآن'' جلد اول دیباچہ کے آخر میں مولانا نے ارشاد فرمایا ہے: زیرِ مطالعہ سورہ کے زمانۂ نزول اور شانِ نزول پر وقتاً فوقتاً نظر ڈالتے رہیں۔

تفہیم القرآن اور ترجمہ قرآن مجید۔ مع مختصر حواشی میں ''ترجمانی'' آیت بہ آیت نشان زدہ نہیں ہے، جس کی وجہ سے ہمارے بعض احباب اور اکثر قارئین و ناظرینِ قرآن کے لیے یہ معلوم کرنا بعض اوقات بہت مشکل ہوتا ہے، کہ کون سی آیت کا ترجمہ یا ترجمانی کہاں سے شروع ہو رہی ہے اور کہاں ختم ہو رہی ہے۔ پھر لفظی ترجمہ کی ہدایت بھی بہت اہمیت کی حامل ہے۔ مگر مولانا مودودیؒ کی ان ہدایات پر عمل کرنے کے لیے مزید دو یا دو سے زیادہ آیت بہ آیت اور لفظی تراجم کے نسخے تلاوت کے وقت ساتھ لے کر بیٹھنا پڑتا ہے۔ اِن دشواریوں سے میں خود دوچار ہوا تو مجھے اکثر یہ خیال آتا تھا کہ کوئی، جامع کام مولانا مودودیؒ کی مختصر حواشی والی ترجمانی کے ساتھ ایسا ہونا چاہئے، جس میں محترم مولانا مودودیؒ کے مشوروں کے مطابق تمام مطلوبہ چیزیں ایک ہی نسخہ میں مل جائیں۔

اسی احساس اور مولانا محترم سے عقیدت و محبت اور ان کے اتباع کی سعادت کے حصول کے تقاضے نے۔ مجھے ''ترجمان القرآن الکریم'' کے نام سے جس میں مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ کی 99.9% من و عن ترجمانی کی آیت بہ آیت تقسیم اور ساتھ میں لفظی ترجمہ کے نعم البدل کے طور پر ''لغات القرآن'' مع مولانا مودودیؒ کی مختصر حواشی کے علاوہ مختصر اَزمانۂ نزول و شانِ نزول اور مضامینِ القرآن وغیرہ کو حرمین شریفین کی مصدقہ پندرہ سطری قرآن کے ساتھ ایک ہی نسخہ میں پیش کرنے کی سعی کی ہے۔ ترجمانی میں سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ نے اللّٰہ، الٰہ، رب کا ترجمہ جہاں خدا سے کیا ہے وہاں اس کو متنِ قرآن کے مطابق، اللّٰہ، الٰہ اور رب ہی رکھا گیا ہے۔ اس کی پہلی اشاعت اکتوبر 2010ء حیدرآباد، دوسری 2011ء حیدرآباد، تیسری 2013ء دہلی اور چوتھی اشاعت مارچ 2014ء جماعتِ اسلامی سری نگر جموں کشمیر سے ہوئی ہے۔ اس کام کی افادیت کا علم ہر اس شخص کو ہو جائے گا جو مولانا مودودیؒ کی منشا کے مطابق ←

ان تمام مصروفیات کے علاوہ مُلک سے باہر پڑوسی مُمالک افغانستان' ایران اورتُرکی کے حالات پر گہری نظر اورضروری ہدایات کاعظیم الشان فریضہ جاری رہا۔اُن اسلامی مُمالک کے وفود سے خصوصی ملاقاتوں کے دوران ضروری و اہم ہدایات دیا کرتے اورساتھ ہی ساتھ اہم خطوط کے جوابات کا سلسلہ بھی جاری تھا۔

27/اگست 1976ء کو جمعہ کی رات رمضان المبارک ۱۳۹۶ھ کا چاند نظر آیا۔عربی کیلنڈر کے حساب سے سورج غروب ہونے کے بعدنئی تاریخ شروع ہوجاتی ہے۔جبکہ عیسوی کیلنڈر کے حساب سے رات ۱۲/بجے کے بعدنئی تاریخ شروع ہوتی ہے۔مولانا سیدمودودیؒ کا کمزوری کے باوجود، لکھنے پڑھنے اورملاقات کے لیے آنے والوں سے گفتگو کا معمول جاری تھا۔مغرب کے بعدمولانا مودودیؒ نے اعلان کردیا کہ وہ کل سے روزہ رکھیں گے۔گھر کے سب لوگ خاموش تھے،کسی نے ڈاکٹروں کی ممانعت کی بات یاددلانے کی ہمت نہیں کی۔ستمبر میں ماہِ رمضان اورروزوں کی وجہ سے مولانا مودودیؒ کے معمولات اورمصروفیات محدودہو گئے تھے۔

← قرآن کے مطالعہ اورقربت قرآن کے ذریعہ ہدایت اوردنیاوآخرت کی فلاح ورضائے الٰہی کا متلاشی ہے۔میری یہ سعی ومحنت مالی منفعت سے دور محض فی سبیل اللہ ہے۔اللہ تعالیٰ میری اس سعی کوقبول فرمائے اورآخرت میں مولانا مودودیؒ کی معیت نصیب فرمائے۔

اس چوتھی اشاعت کی Soft Copy اور P.D.F، ۲۰/فروری ۲۰۱۵ء کو ورلڈبک فیرنئی دہلی میں منشورات کے بک اسٹال پر جبکہ جناب سلیم منصورخالدصاحب پاکستان سے دہلی آئے تھے،تمام پرنٹنگ پبلشنگ حقوق کے ساتھ کسی مالی ومادی مطالبہ سے پاک تحریران کے حوالہ کردی گئی ہیں تاکہ وہ اس کی اشاعت میں محترم خالدفاورق مودودی کی مرضی ومشاورت سے خودکرلیں۔
محترم سلیم منصورخالدصاحب سے فروری 2015ء دہلی میں میری یہ پہلی ملاقات تھی۔
الحمدللہ اس کتاب کی اشاعت سے قبل ماہ نامہ عالمی ترجمان القرآن اکتوبر 2015ء کی اشاعت میں میری اس کاوش پرتبصرہ آیاہے جوکتاب''ترجمان القرآن الکریم'' میں شامل ہے۔(مرتب)
محترم سلیم منصورخالدصاحب نے مولاناسیدابوالاعلیٰ مودودیؒ کی سوانح حیات پرجوترتیب وتدوین کا قابل تقلیداعلیٰ معیاری کام کیاہے،درج ذیل ہے۔
(اب بھی وہ اس نہج کی خدمات میں مصروف ہیں۔اللہ ان کی تمام خدمات کوقبول فرمائے۔آمین)

(۱) ترجمان القرآن۔اشاعت خاص حصہ اول وحصہ دوم۔سیدابوالاعلیٰ مودودیؒ (2003ء-1903ء)
(۲) ابوالاعلیٰ مودودیؒ۔علمی وفکری مطالعہ۔رفیع الدین ہاشمی۔سلیم منصورخالد
(۳) تذکرہ سیدمودودیؒ حصہ اول۔دوم۔سوم۔سلیم منصورخالد،جمیل احمدرانا
(۴) خطوط مودودیؒ حصہ اول حصہ دوم۔سلیم منصورخالد۔ڈاکٹررفیع الدین ہاشمی۔
(۵) سفرعرب اورحج بیت اللہ۔سیدمودودیؒ۔مرتب سلیم منصورخالد۔
(۶) وثائق مودودیؒ۔(مرتبین سلیم منصورخالد۔خلیل احمدحامدی مرحوم)

یہ چھ کتابیں اوراس کے علاوہ جوشاندارویادگار،نایاب ولاجواب کام وخدمت جوکم وبیش سات ہزار(7000صفحات پرمحیط ہے۔2015ء سے ماہنامہ ''عالمی ترجمان القرآن'' کے شاندار اشارات بھی پروفیسرخورشید صاحب کی اجازت سے لکھ رہے ہیں۔اس طرح انھوں نے اپنے لیے جنت میں مولانا مودودیؒ کی معیت کے حصول کا قابل رشک ذریعہ اللہ کے فضل وکرم سے حاصل کرلیاہے۔ان شاءاللہ۔

ربناتقبل منا انک انت السمیع العلیم۔وتب علینا انک انت التواب الرحیم۔(مرتب:احمدابوسعید) آمین

18 ستمبر 1976ء مطابق ۲۴ رمضان المبارک ۱۳۹۶ھ کو جمعۃ الوداع کے دن بعد نمازِ عصر جامع مسجد منصورہ، لاہور، میں رفقاء کے اصرار پر ناقابل بیان کمزوری کے باوجود درسِ قرآن دیا۔[1]

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِيْرًا ﴿۴۱﴾ وَّسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا ﴿۴۲﴾ هُوَ الَّذِيْ يُصَلِّيْ عَلَيْكُمْ وَمَلٰٓئِكَتُهٗ لِيُخْرِجَكُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ۭ وَكَانَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَحِيْمًا ﴿۴۳﴾ تَحِيَّتُهُمْ يَوْمَ يَلْقَوْنَهٗ سَلٰمٌ ښ وَاَعَدَّ لَهُمْ اَجْرًا كَرِيْمًا ﴿۴۴﴾ (الاحزاب)

درس کے اہم نکات

۱۔ اللہ کو کثرت سے یاد کرنے کا مطلب یہ ہے کہ آدمی کی زبان پر ہر وقت، زندگی کے ہر معاملے میں کسی نہ کسی طرح اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا نام آتا رہے، جو کام اور جو بات بھی وہ کرے گا اس میں اللہ کا نام ضرور آئے گا۔ بات چیت میں بار بار اس کی زبان پر بسم اللہ، الحمد للہ، ان شاء اللہ، ماشاء اللہ اور اسی طرح کے کلمے نکلتے رہیں گے۔ ہر منصوبہ وفیصلہ کے وقت اللہ تعالیٰ کی رضا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت پیش نظر رہے گی۔

۲۔ مسلمانوں کو یہ احساس دلانا مقصود ہے کہ کفار ومنافقین کی ساری جلن اور کڑھن تمہارے اندر بلند اخلاقی و اجتماعی اوصاف کی موجودگی میں بندوں کے درمیان تمہاری نیک نامی اور کردار کی بلندی ہی اللہ کی سب سے بڑی نعمت ہے۔ (تلخیص دروس القرآن وتفہیم القرآن)

---

[1] ستمبر کا مہینہ مولانا مودودیؒ کی نسبت سے تحریک اسلامی سے تعلق رکھنے والے ہر فرد کے لیے اہمیت رکھتا ہے۔ احقر مرتب کتاب (احمد ابوسعید) کے لیے مزید اہمیت کا مقام رکھتا ہے۔ میرا پہلا بیٹا۔ ''ابوالاعلیٰ ثاقب'' بہ روز جمعہ 3/ستمبر 1976ء مطابق ۷/رمضان المبارک ۱۳۹۶ھ حیدرآباد دکن میں پیدا ہوا۔ اس طرح ستمبر کا مہینہ اور جمعہ کا دن میرے بیٹے کی یوم ولادت میں محترم مولانا مودودیؒ سے مماثلت میرے لیے باعث مسرت ہے۔ میں اس وقت ایک جاپانی پیٹرولیم کمپنی کے آئیل فیلڈ۔ مبرس میں ایک لیاب انالسٹ Crude oil lab Analyst کی حیثیت سے کام کر رہا تھا۔ اس زمانہ یعنی ستمبر 1976 میں گھر سے رابطہ کا ذریعہ صرف خطوط اور ٹیلیگرام ہی ہوا کرتا تھا۔ عجیب اتفاق ہے کہ Laboratory میں Crude oil testing کے دوران H_2s.Gas یعنی ہائیڈروجن سلفائیڈ گیس کی بدولت مجھے سانس (Breathing) کا خطرناک Problem پیدا ہوا، اور مجھے خصوصی ہیلی کاپٹر (Helicopter) کے ذریعہ آئیل فیلڈ سے ابوظبی دواخانہ Direct منتقل کیا گیا، ساتھ میں کمپنی کا ڈاکٹر (میرا دوست) بھی تھا۔ ایمرجنسی وارڈ میں مجھے ایڈمٹ کر لیا گیا۔ تین دن بعد میں دواخانہ سے duty پر دوبارہ آئیل فیلڈ (ADOC- LTD Japan) کے ہیڈ آفس ابوظبی میں تھا۔ میرے ہم زلف احمد محمود حسن جو اسی کمپنی کے ہیڈ آفس میں پبلک ریلیشن آفیسر تھے، اطلاع دی کہ مبارک ہو، کل ہی یعنی 3/ستمبر 1976ء کو میں باپ بن گیا ہوں، بتاؤ تم کو بیٹا ہوا ہے یا بیٹی، میں نے کہا بیٹا۔ وہ مسکرا دیے اور ٹیلیگرام میرے حوالہ کر دیا۔ اتفاق کی بات ہے کہ میں یہاں ابوظبی میں دواخانہ میں اڈمٹ تھا اور وہاں شاہین میری بیوی بھی حیدرآباد دواخانہ میں ڈلیوری کے لیے ایڈمٹ تھی۔

میں نے بذریعہ ٹلیگرام اپنے بیٹے کا نام ''ابوالاعلیٰ'' رکھنے کی ہدایت دے دی۔ میرا بیٹا ابوالاعلیٰ ثاقب، بی کام۔ ایم بی اے، عثمانیہ ہے اور اب (2015ء) سے وہ میرا بزنس کامیابی وحسن وخوبی کے ساتھ سنبھال رہا ہے۔ الحمد للہ۔ اس طرح کاروبار اور تجارتی مصروفیات سے فراغت پا کر یہ کچھ مزید علمی کام کر رہا ہوں۔ سبحان اللہ

عمر۔ چوہتّر (۷۴) سال

(۲۵ رستمبر ۱۹۷۶ء تا ۲۴ رستمبر ۱۹۷۷ء)

معروف عالمی اسلامی نمائندوں کی گھر پر مختلف مواقع پر آمد، ملاقات اور دعوت دین کی ہدایات، مارچ 1977 کے پُرفریب انتخابات، پورا ملک سراپا احتجاج، بھٹو کی مولانا مودودیؒ سے مکارانہ ملاقات، بیگم مولانا مودودیؒ کا خواتین کے احتجاجی جلوس کی قیادت، ضیاء الحق کا مارشل لا، بھٹو کی قید۔ ۲۴ ستمبر 1978ء کو جنرل ضیاء الحق کا اعلان الیکشن، مولانا مودودیؒ کا ایک مضمون مسلمانوں کی سب سے بڑی اور اصلی مصیبت

26 ستمبر 1976ء کو جامع مسجد منصورہ، لاہور، کے اندر نہایت کمزوری کی حالت میں خطبۂ عیدالفطر دیا۔

3 اکتوبر 1976ء کو گردے میں شدید تکلیف رہی۔

4 اکتوبر 1976ء کو مولانا کے گُردۂ واحد نے بھی کام کرنا بند کر دیا، مگر حیرت انگیز طور پر کسی علاج کے بغیر رات ساڑھے آٹھ بجے سے گُردے نے اپنا مکمل Function شروع کر دیا۔ ڈاکٹروں کا بورڈ جو علاج کے لیے مختلف پہلوؤں پر غور و فکر کر رہا تھا اور بہت تشویش میں مبتلا تھا، حیرت میں پڑ گیا۔ مولانا کو مکمل آرام کے لیے پابند کر دیا گیا۔

لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا ؕ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ ؕ رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَآ اِنْ نَّسِيْنَآ اَوْ اَخْطَاْنَا ۚ رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَآ اِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهٗ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِنَا ۚ رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖ ۚ وَاعْفُ عَنَّا ۗ وَاغْفِرْ لَنَا ۗ وَارْحَمْنَا ۗ اَنْتَ مَوْلٰىنَا فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۲۸۶﴾ (سورۃ البقرۃ، آیت:286)

9 اکتوبر 1976ء کو ہالینڈ سے ایک نومسلم عبداللہ داؤد صاحب مولانا مودودیؒ سے ملنے آئے۔ دیگر اقوام و مذاہب کے غیر متعصب ہزار ہا لوگوں کے اسلام قبول کرنے میں مولانا مودودیؒ کے اردو لٹریچر کے ساتھ انگلش، فرنچ، جرمن اور دنیا کی دیگر کئی زبانوں میں ترجمہ (Translation) کا بہت بڑا حصّہ ہے۔ دنیا کے معروف و عظیم باکسر محمد علی کلے بھی ان میں شامل ہیں۔

16 اکتوبر کو پاکستان کے ممتاز ترین وکیل Advocate اور سب سے بڑے قانون داں اے۔ کے بروہی مولانا

مودودیؒ سے اہم قانونی مسائل پر گفتگو کے لیے گھر پر ملنے آئے۔ مولانا نے ان کے ہر ہر سوال کا تشفی بخش و سیر حاصل جواب دیا۔ وہ گفتگو سے زیادہ مولانا مودودیؒ کے نورانی چہرے کو دیکھتے رہے۔ پھر فرمایا:

''کچھ پوچھنے کے لیے آیا تھا، ان کو قریب سے دیر تک دیکھنے سے سب کچھ حاصل کرلیا۔''

اسی دن مولانا مودودیؒ کی تحریروں سے متاثر تین عرب طلبا اور دو سوڈانی نمائندے بھی مولانا سے ملنے مولانا کے گھر آئے۔

21/اکتوبر 1976ء کو ینگ مسلم ایسوسی ایشن ٹوکیو، جاپان Young Muslim Association Tokyo.Japan کے جنرل سیکریٹری شفیق الرحمن ملنے آئے۔

20/نومبر 1967ء سے مولانا محترم نے پھر لکھنے پڑھنے، گھر آنے والوں سے ملاقات کرنے اور سوال و جواب کے سلسلہ کو شروع کر دیا، جس میں عصر کی مجالس بھی شامل ہیں۔ اسلامی جمعیۃ الطلباء (جمعیت طلباء) پر آپ خاص توجہ دیتے۔ (سیرت سرورِ عالم حصّہ سوم، مدنی دَور) پر کتاب کی تیاری کے سلسلہ میں ضروری نوٹس کی تیاری کا کام پھر شروع کر دیا۔

24/نومبر 1976ء کو دینی مدرسہ اشاعت العلوم لائل پور کے بیس (20) طلباء کا وفد مولانا عبدالمالک (رکن جماعت) کی قیادت میں مولانا مودودیؒ سے ملنے آیا۔ مولانا سے سوالات کیے۔ مولانا محترم نے جوابات اور کچھ مشورے دیے۔ مسلم قیادت اور اسلامی قیادت کے فرق کو سمجھایا۔

اسی طرح نومبر، دسمبر 1976ء میں ہر روز ملکی اور غیر ملکی اہم افراد اور وفود سے ملاقات، مشورے اور ہدایات کا سلسلہ خرابیٔ صحت اور کمزوریٔ صحت کے باوجود جاری رہا۔

25/دسمبر 1976ء کو ملک (پاکستان) کے اعلیٰ سیول ملازمین وآفیسرس کا ایک وفد مولانا محترم سے ملنے آیا۔ وفد کے افراد نے اپنے بعض مسائل پیش کئے اور مولانا سے ہدایات حاصل کیں۔

مولانا مودودیؒ کی صحت دن بدن گرنے لگی تھی۔ صرف ایک وہ بھی متاثر گُردہ باقی تھا اور اس میں بھی شدید تکلیف کا عارضہ ہوگیا۔ ملک کی بحرانی کیفیت اور جوڑوں کے مسلسل درد نے مولانا ابوالاعلیٰ مودودیؒ کی نیند کو بے حد متاثر کر دیا تھا۔ اس بے خوابی کے عارضہ کے باوجود جب مولانا لکھنے بیٹھتے تو نارمل انسان کی طرح چاق و چوبند ہو کر گھنٹوں لکھتے چلے جاتے۔

وَمِنْهُمْ مُّقْتَصِدٌ ۚ وَمِنْهُمْ سَابِقٌۢ بِالْخَيْرٰتِ بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الْفَضْلُ الْكَبِيْرُ ﴿٣٢﴾ (سورۃ فاطر: ۳۲)

مولانا کے داماد ڈاکٹر عارف ریاض (مولانا کی چھوٹی بیٹی عائشہ مودودیؒ کے شوہر) 1974ء کے بعد مولانا کے علاج کے خصوصی نگراں کے طور پر خدمت انجام دیتے رہے۔ انھوں نے ڈاکٹروں کا بورڈ بھی تجویز کیا، جس میں میاں طفیل محمد کے داماد

ڈاکٹر آصف بھی شامل تھے۔[1]

2 رجنوری 1977ء کو ملک کے بڑے بڑے وکلاء کے ایک وفد نے سید مودودیؒ سے ملاقات کی اور مُلک کے موجودہ حالاتِ حاضرہ اور مستقبل سے متعلق گفتگو کی۔ مولانا سید مودودیؒ کی تجاویز کو غور سے سنا اور نوٹس بھی لیے۔

19 رفروری 1977ء کو کیتھولک چرچ ویٹیکن بسٹ Vatican Best کے سیکریٹری اور لاہور چرچ کے انچارج ڈاکٹر بٹلر نے اسلام اور عیسائیت سے متعلق سوا گھنٹہ گفتگو کی۔[2]

مولانا مودودیؒ نے واضح طور پر فرمایا کہ عیسیٰ علیہ السلام نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آمد اور ختم نبوت کی بشارت دے دی ہے۔

وَاِذْ قَالَ عِیْسَی ابْنُ مَرْیَمَ یٰبَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ اِلَیْکُمْ مُّصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیَّ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَمُبَشِّرًۢا بِرَسُوْلٍ یَّاْتِیْ مِنْۢ بَعْدِی اسْمُهٗٓ اَحْمَدُ ؕ فَلَمَّا جَآءَهُمْ بِالْبَیِّنٰتِ قَالُوْا هٰذَا سِحْرٌ مُّبِیْنٌ ۝۶

(سورۃ الصّف: آیت، 6)

پھر وفد پر واضح کیا کہ تمام انسانوں کی نجات کا واحد راستہ ’’لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ‘‘ ہی ہے۔

قُلْ یٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍۢ بَیْنَنَا وَبَیْنَكُمْ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهٖ شَیْـًٔا وَّلَا یَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُوْلُوا اشْهَدُوْا بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ ۝۶۴ یٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تُحَآجُّوْنَ فِیْٓ اِبْرٰهِیْمَ وَمَآ اُنْزِلَتِ التَّوْرٰىةُ وَالْاِنْجِیْلُ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِهٖ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ۝۶۵ هٰٓاَنْتُمْ هٰٓؤُلَآءِ حَاجَجْتُمْ فِیْمَا لَكُمْ بِهٖ عِلْمٌ فَلِمَ تُحَآجُّوْنَ فِیْمَا لَیْسَ لَكُمْ بِهٖ عِلْمٌ ؕ وَاللّٰهُ یَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ۝۶۶ مَا كَانَ اِبْرٰهِیْمُ یَهُوْدِیًّا وَّلَا نَصْرَانِیًّا وَّلٰكِنْ كَانَ حَنِیْفًا مُّسْلِمًا ؕ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ ۝۶۷ (ال عمران: ۶۴ تا ۶۷)

6 رفروری 1977ء کو جماعتِ اسلامی لاہور کے ارکان اور کارکنوں سے خطاب کیا۔ عنوان تھا۔ ’’پاکستانی حکومت وعوام کے لیے اسلامی نظام واحد حل‘‘[3]

مارچ 1977ء میں بھٹو نے جنرل الیکشن (عام انتخابات) کا اعلان کیا۔ سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ نے اسلامی نظام کے حامی تمام ہم خیال، تھوڑے بہت اختلافات کو نظر انداز کرتے ہوئے بشمول جماعتِ اسلامی نو (9) جماعتوں کا اتحاد ’’پاکستان قومی محاذ‘‘ (P.N.A) کے نام سے قائم کیا۔ اور واضح ہدایات بھی دیں۔

---

[1] مولانا مودودیؒ پر مختلف امراض کب کب اور کیسے کیسے حملہ آور ہوئے اس کی تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو ’’ایک شخص ایک کارواں‘‘۔ صفحہ 401، مضمون نگار، ڈاکٹر عارف ریاض

[2] تنقیحات، صفحہ 30۔ ایک شخص ایک کارواں صفحہ: 347

[3] یہ خطاب ’’موجودہ انتخابی معرکے پر سیر حاصل تبصرہ‘‘ کے نام سے شائع ہو چکا ہے۔

7/مارچ 1977ء کو قومی اسمبلی اور 10/مارچ 1977ء کو صوبائی اسمبلی کے انتخابات ہوئے۔

ملک کے بے ایمان و بد دیانت حکمراں ذوالفقار علی بھٹو نے انتخابات میں دھاندلی اور بے ایمانی کا عالمی ریکارڈ توڑ دیا اور ووٹنگ کا اوسط پاکستان پیپلز پارٹی (P.P.P) کے حق میں 108 تا 120 فیصد رہا۔ یعنی ایک لاکھ ووٹرس کی جگہ ایک لاکھ بیس ہزار ووٹرس نے صوبائی اسمبلی کے انتخابات میں صرف P.P.P کو ووٹ دینے کا ریکارڈ قائم کیا۔[1] دنیا کے اس مضحکہ خیز الیکشن کو دیکھتے ہوئے متحدہ محاذ نے پارلیمانی الیکشن کے مصنوعی نتائج کو Reject کیا اور حکومتی ذمہ دار بد دیانت ادارہ کے اعلان ونتیجہ کا بائیکاٹ کیا۔ اور دوبارہ الیکشن کا مطالبہ کیا۔

بے چارا بچا ہوا باقی آدھا لنگڑا پاکستان پھر تباہی کے دہانہ پر

74/سالہ ضعیف، بیمار اور ناتواں مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ نے اپنی خرابی صحت کو بالائے طاق رکھتے ہوئے پاکستان قومی اتحاد (P.N.A) کی قیادت کی اہم ذمّہ داری، اتحاد میں شامل ذمہ دار اصحاب کی خواہش اور اصرار پر بحالت مجبوری سنبھال لی۔ اَعَدَّ اللّٰہُ لَھُمْ مَّغْفِرَۃً وَّاَجْرًا عَظِیْمًا﴿۳۵﴾ (الاحزاب)

8/مارچ سے 19/اپریل تک مُلک کے کونے کونے میں پاکستانی طلباء وطالبات، نوجوان، بوڑھے اور بچوں نے بھٹّو کی حکومت کے خلاف ایک پُرامن اور مثالی ومنظم احتجاج کا عَلَم بلند کر دیا۔

1947ء کے بعد دوبارہ پورا مُلک پھر اس نعرے پر جمع ہوا کہ پاکستان کا مطلب ''لا الٰہ الا اللہ'' ہے، اور سوشلزم کے خلاف پورا ملک کھڑا ہو گیا۔

20/مارچ 1977ء کو پہلی مرتبہ خواتین کے ایک عظیم الشان جلوس کی قیادت بیگم ابوالاعلیٰ مودودی محترمہ محمودہ بیگم صاحبہ نے کی اس طرح مُلک کی تعمیر میں خواتین کو بھی شریک کر لیا۔ احتجاجی جلوس پُرامن تھا، مگر بھٹّو حکومت نے اپنے ہی عوام پر، پُرامن جلوس پر، ملک میں جمہوریت اور پاکستان کو ایک اسلامی مثالی جمہوری ملک بنانے کا مطالبہ کرنے والی اپنے ہی ملک کی خواتین پر فائرنگ اور لاٹھی چارج کر کے کھلی ہوئی جارحیت اور ظلم کا ثبوت پیش کیا۔ تقریباً سات سو (700) پاکستانی طلباء وطالبات، نوجوان، بوڑھے اور بچے، ذوالفقار علی بھٹّو شرابی وظالم کی حکومت اور پولیس کی فائرنگ میں شہید ہو گئے۔[2]

---

[1] دھاندلی، بے ایمانی، مکاری، جھوٹ، بھٹو صاحب کی طاغوتی حکمرانی کے نصاب میں شامل تھے۔
[2] انٹرنیشنل اور پاکستانی ''میڈیا'' کی بے شرمی کا یہ حال تھا کہ اس ظلم وبربریت کے باوجود بھٹو کے ''تائیدی گیت'' گائے جا رہے تھے۔

وَكَاَيِّنْ مِّنْ قَرْيَةٍ عَتَتْ عَنْ اَمْرِ رَبِّهَا وَرُسُلِهٖ فَحَاسَبْنٰهَا حِسَابًا شَدِيْدًا ۙ وَّعَذَّبْنٰهَا عَذَابًا نُّكْرًا ⑧
فَذَاقَتْ وَبَالَ اَمْرِهَا وَكَانَ عَاقِبَةُ اَمْرِهَا خُسْرًا ⑨ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ عَذَابًا شَدِيْدًا ۙ فَاتَّقُوا اللّٰهَ يٰٓاُولِي
الْاَلْبَابِ ۚ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۚ قَدْ اَنْزَلَ اللّٰهُ اِلَيْكُمْ ذِكْرًا ⑩ (سورۃ الطلاق، آیت: ۸ تا ۱۰)

پاکستان کی بدترین صورت حال کو دیکھتے ہوئے، حکومت سعودی عرب نے مسٹر بھٹو کو سمجھانے اور مُلک کو بحران سے نکالنے کی خاطر پہلی مرتبہ حکومتی سطح پر بھٹو کی پاکستان پیپلز پارٹی اور پاکستانی قومی محاذ (P.N.A) میں مصالحت کی کوشش کی۔ مگر مسٹر بھٹو نے ہر ایک کو بے وقوف بنانے کی کوشش کی، اور وہ مکاری اور جھوٹ جیسی سازشوں میں عالم اسلام میں بھی کافی بدنام ہوا۔ اس وقت پورے مُلک میں جھوٹے اور بدنام مسٹر بھٹو اور ان کی ظالم حکومت کے خلاف ہر سطح پر زبردست اور نہایت منظّم مہم شروع ہو چکی تھی۔

24/اپریل 1977ء کو ایک اہم کانفرنس مولانا مودودیؒ کے گھر پر ہوئی جس میں پاکستانی صحافت کاروں کے ساتھ ساتھ، فرانس، امریکہ، برطانیہ، ترکی، اسٹریلیا، روس، مصر، سوئزرلینڈ کے اخباری نمائندے بھی تھے۔ سوالات کے جوابات مولانا نے انگریزی ہی میں دیے ملک کے بدترین حالات اور اس کے حل پر سیر حاصل بیان دیا۔

اپریل، مئی 1976ء کے دوران مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ سے مُلاقاتوں کے لیے مُلک اور بیرون مُلک کی اہم شخصیتوں کا تانتا بندھ گیا۔ مُلکی اور غیر مُلکی صحافیوں اور ریڈیو، ٹی وی کے نمائندوں کے انٹرویو، ملکی و عالمی، امن و عدل سے متعلق ملکی اور بین الاقوامی دستور کی روشنی میں انٹرویو کا سلسلہ جاری رہا۔ مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ نے مسٹر ذوالفقار علی بھٹو کی ہر چال اور چالاکی کا بھرپور اور مُنہ توڑ جواب دلیل صبر اور توکل سے دیا۔

فَاصْبِرْ صَبْرًا جَمِيْلًا ⑤ اِنَّهُمْ يَرَوْنَهٗ بَعِيْدًا ⑥ وَّنَرٰىهُ قَرِيْبًا ⑦ (سورۃ المعارج)

9/مئی 1977ء کو بھی ایک پریس کانفرنس ہوئی جو بین الاقوامی نوعیت کی تھی، مولانا مودودیؒ کی صحت بہت خراب چل رہی تھی اس کے باوجود بین الاقوامی میڈیا کے نمائندوں کو ان کے سوالات کے جوابات انگریزی زبان میں نہایت موثر انداز میں دیئے۔ یہ نمائندے مولانا کی انگریزی اور مدلل گفتگو اور جوابات سے بہت متاثر ہوئے۔

وزیر اعظم بُھٹو صاحب نے حالات قابو سے باہر ہوتے دیکھ کر، اپنے ظالمانہ اور مولانا مودودیؒ کی مخالفت میں حد سے گزرنے کے بعد، مولانا مودودیؒ کی ملکی اور عالمی اثر انگیزی کو دیکھتے ہوئے بحالتِ مجبوری جون 1977ء کے اواخر میں خود سید مودودیؒ سے ملنے کے لیے ان کے گھر آنے کی اجازت طلب کی، مولانا نے فراخ دلی کے ساتھ آنے کی اجازت

دی۔ وزیراعظم ذوالفقارعلی بھٹو پورے لاؤلشکر، پولس وملٹری آفیسرس کے ساتھ مولانا کے گھر آیا۔ مولانا مودودیؒ سے بڑے احترام سے ملا اور مولانا مودودیؒ کی ہر بات اور مشورہ تسلیم کرنے کی بات کہی، مولانا سید مودودیؒ نے نہایت صبر وسکون سے پوری باتیں سننے کے بعد وزیراعظم مسٹر بھٹو کو ملک اور قوم کے حق میں فوراً مستعفی ہوجانے کا خیرخواہانہ مشورہ دیا۔

وَاِنْ كَذَّبُوْكَ فَقُلْ لِّيْ عَمَلِيْ وَلَكُمْ عَمَلُكُمْ ۚ اَنْتُمْ بَرِيْٓـــُٔوْنَ مِمَّآ اَعْمَلُ وَاَنَا بَرِيْٓءٌ مِّمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿۴۱﴾ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّسْتَمِعُوْنَ اِلَيْكَ ۭ اَفَاَنْتَ تُسْمِعُ الصُّمَّ وَلَوْ كَانُوْا لَا يَعْقِلُوْنَ ﴿۴۲﴾ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّنْظُرُ اِلَيْكَ ۭ اَفَاَنْتَ تَهْدِي الْعُمْيَ وَلَوْ كَانُوْا لَا يُبْصِرُوْنَ ﴿۴۳﴾ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَظْلِمُ النَّاسَ شَيْـــًٔا وَّلٰكِنَّ النَّاسَ اَنْفُسَھُمْ يَظْلِمُوْنَ ﴿۴۴﴾ (سورۃ یونس: ۴۱ تا ۴۴)

یہ امر باعثِ عبرت ونصیحت ہے کہ برسراقتدار رہتے ہوئے جن جن اصحاب وحکمراں شخصیتوں نے سید مودودیؒ اوران کے ساتھیوں کے خلاف ظُلم وستم اور شقاوت کی انتہا کردی تھی، جب ان پر زوال آیا، وہ مولانا سید مودودیؒ کے گھر پر حاضر ہونے پر مجبور ہوئے، تو سید محترم مودودیؒ نے اُن کی کسی زیادتی یاظلم کی داستان کوکبھی یادنہیں دلایا، اورنہ اُن کی پچھلی بدترین حرکات کا تذکرہ کرکے شرمندہ کیا۔ بلکہ ایک مثالی اعلیٰ ظرف انسان کی طرح ان سے ملاقات کی اور بہترین انداز سے گفتگو کی اور کتاب اللہ کی تعلیمات کی روشنی میں سیرت سرورعالم صلی اللہ علیہ وسلم پر عمل کا ثبوت دیا۔

قَالُوْا تَاللّٰهِ لَقَدْ اٰثَرَكَ اللّٰهُ عَلَيْنَا وَاِنْ كُنَّا لَخٰطِــِٕيْنَ ﴿۹۱﴾ قَالَ لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ ۭ يَغْفِرُ اللّٰهُ لَكُمْ ۡ وَهُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ ﴿۹۲﴾ (سورۃ یوسف: ۹۱، ۹۲)

وزیراعظم مسٹر بھٹو سے ملاقات کے بعد مولانا مودودیؒ نے بھٹو کی چالاکی، شاطری، منافقت بھری زندگی اور سیاست کے پیشِ نظر فوراً پریس کانفرنس طلب کی اور مسٹر بھٹو سے گفتگو کے تمام پہلو اور تمام حقائق پریس کانفرنس میں بیان کردیئے۔ مولانا مودودیؒ کی اس مومنانہ فراست کی وجہ سے بھٹو اپنی آخری چال میں بھی ناکام ہوگیا۔ مگر بھٹو حکومت نے ذرائع ابلاغ کو استعمال کرتے ہوئے جھوٹا پروپیگنڈہ شروع کردیا تھا کہ سید مودودیؒ کے گھر میں اسلحہ خانہ اور بم سازی کا کارخانہ دریافت ہوا۔ وغیرہ وغیرہ۔ اسی کے ساتھ سرکاری اخبارات اورٹی وی پر ''سوشلزم کے فضائل وبرکات'' رات دن بیان کئے جانے لگے۔ جب کہ سوشلزم، کمیونزم وسیکولرزم کی خامیوں اور اسلام کی خوبیوں کومکمل دلائل سے مولانا مودودیؒ نے بھٹو کو قائل کردیا تھا کہ اسلام اور صرف اسلامی نظام کا نفاذ ہی ہر مرض کا علاج ہے۔

صحت کی خرابی کے باوجود سید ابوالاعلیٰؒ رات دن مصروف رہتے۔ اتنی مصروفیت کے باوجود ''سیرت سرورعالم'' جلد سوم (مدنی دَور) کے نوٹس (Notes) کا کام بھی برابر جاری رکھا۔

جولائی 1977ء میں وزیراعظم بھٹو نے پیپلز پارٹی کو مسلح کرنا شروع کردیا۔ پارٹی کارکنوں میں ہتھیار تقسیم کیے گئے۔ جماعتِ اسلامی اوراسلامی جمعیۃ الطلباء (اسلامی جمعیت طلباء) کو مکمل طور پر ختم کرنے اور مصر میں ''الاخوان المسلمون'' کے نوجوانوں سے بدتر حال کرنے کا پروگرام تیار کرلیا۔ اور بیک وقت جماعتِ اسلامی کے مرکز منصورہ اور تمام پاکستان میں جماعت اسلامی کے خلاف ایک بھرپور خونی انقلاب کی ہدایت جاری کردی۔ اور سارے پاکستان میں پولیس اور پیپلز پارٹی کے فرعونی مظالم عروج پر پہنچ گئے۔ وَمَكَرُوْا مَكْرًا كُبَّارًا ﴿۲۲﴾ (نوح)

5/جولائی 1977ء کو صبح 6 بجے جنرل ضیاء الحق نے ملک میں مارشل لا نافذ کردیا۔ اور وزیراعظم ذوالفقار علی بھٹو کو گرفتار کر کے جیل میں قید کرلیا گیا۔[1]

اِنَّ الَّذِيْنَ فَتَنُوا الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ ثُمَّ لَمْ يَتُوْبُوْا فَلَهُمْ عَذَابُ جَهَنَّمَ وَلَهُمْ عَذَابُ الْحَرِيْقِ ﴿۱۰﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۬ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْكَبِيْرُ ﴿۱۱﴾ اِنَّ بَطْشَ رَبِّكَ لَشَدِيْدٌ ﴿۱۲﴾ اِنَّهٗ هُوَ يُبْدِئُ وَيُعِيْدُ ﴿۱۳﴾ وَهُوَ الْغَفُوْرُ الْوَدُوْدُ ﴿۱۴﴾ ذُو الْعَرْشِ الْمَجِيْدُ ﴿۱۵﴾ فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيْدُ ﴿۱۶﴾ هَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ الْجُنُوْدِ ﴿۱۷﴾ فِرْعَوْنَ وَثَمُوْدَ ﴿۱۸﴾ بَلِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِيْ تَكْذِيْبٍ ﴿۱۹﴾ وَّاللّٰهُ مِنْ وَّرَآئِهِمْ مُّحِيْطٌ ﴿۲۰﴾ (سورۃ البروج: آیت: ۱۰ تا ۲۰)

جنرل ضیاء الحق نے 5/جولائی 1977ء کی اسی شام سات بجے قوم سے خطاب کیا۔ پاکستان کے عوام اور مسلمانانِ عالم اسلام نے سکون کی سانس لی۔

جولائی، اگست 1977ء کے دوران ہر روز سید مودودیؒ کے معمولات میں ملکی وفود سے ملاقاتوں کا سلسلہ جاری رہا۔ ملکی، مذہبی، سیاسی اور فوجی واہم شخصیات ملاقات کے لیے آتے رہے۔

5/اگست 1977ء کو جنرل محمد ضیاء الحق چیف مارشل لا ایڈمنسٹریٹر، کمانڈر انچیف' جنرل محمد اقبال کے ساتھ بغیر پیشگی اطلاع اچانک نمازِ عشاء سے قبل، سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ کے گھر تشریف لائے۔ اُن کی مولانا مودودیؒ سے یہ پہلی ملاقات تھی۔ جنرل ضیاء الحق نے سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ سے ملاقات و گفتگو کو اپنی خوش قسمتی قرار دیا۔ مولانا مودودیؒ کی عظمت کا اعتراف کرتے ہوئے پاکستان کی تمام گزشتہ حکومتوں کی ناقدری و کم ظرفی کو تسلیم کیا اور معافی مانگی۔ مولانا مودودیؒ نے ملک میں امن وامان، عدل وانصاف، اسلامی نظام، اور 29/مارچ 1973ء کو منظور شدہ دستور کے فوری نفاذ کی ہدایت فرمائی اور اس طرح ملک کو

---

[1] عجیب اتفاق ہے کہ مجھ مرتب اور میرے ایک عزیز دوست عبدالحمید خاں کی تاریخ پیدائش 5/جولائی ہی ہے۔ احمد ابوسعید ۵/جولائی 1948ء۔ عبدالحمید خاں ۵/جولائی 1941ء

دبئی، مڈل ایسٹ میں قیام کے (1979 - 1972) دوران ہماری رفاقت مثالی تھی اور آج تک باقی ہے۔ ہم اخبار، جسارت، زندگی، اردو ڈائجسٹ، قومی ڈائجسٹ اور تجلی کے مستقل قاری تھے۔ ترجمان القرآن اور ایشیا میرے مطالعہ میں رہتے تھے۔

ایک اسلامی ملک بنانے کی اپنی حدتک پوری کوشش فرمائی۔

وَمَآ اُبَرِّئُ نَفۡسِیۡ ۚ اِنَّ النَّفۡسَ لَاَمَّارَۃٌۢ بِالسُّوۡٓءِ اِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّیۡ ؕ اِنَّ رَبِّیۡ غَفُوۡرٌ رَّحِیۡمٌ ﴿۵۳﴾ وَقَالَ الۡمَلِکُ ائۡتُوۡنِیۡ بِہٖۤ اَسۡتَخۡلِصۡہُ لِنَفۡسِیۡ ۚ فَلَمَّا کَلَّمَہٗ قَالَ اِنَّکَ الۡیَوۡمَ لَدَیۡنَا مَکِیۡنٌ اَمِیۡنٌ ﴿۵۴﴾ (سورۃ یوسف: ۵۳۔۵۴)

ستمبر 1977ء میں سیرت سرور عالم کی مدنی دور کی تیاری سے متعلق ایک سوال کے جواب میں مولانا مودودیؒ نے فرمایا کہ ''یہ ایک بحر ذخار ہے جس کی کوئی اتھاہ نہیں ہے'' اور ضروری نوٹس وتالیف کتاب سیرت سرور عالم کا سلسلہ جاری رہا۔[1]

یکم ستمبر 1977ء ضیاء الحق نے ۵ گھنٹے پر محیط پریس کانفرنس کی۔ مولانا مودودیؒ ضیاء الحق کی پریس کانفرنس کو غور سے مسلسل ۵ گھنٹے سنتے رہے۔

2؍ستمبر 1977ء کو مولانا مودودیؒ نے ضیاء الحق صاحب کی پریس کانفرنس کے مثبت اور منفی پہلوؤں پر تبصرہ فرمایا۔[2]

3؍ستمبر 1977ء کو وزیر اعظم پاکستان ذوالفقار علی بھٹو کی گرفتاری عمل میں آئی۔

الیکشن میں زبردست دھاندلی پر کورٹ کا فیصلہ بھٹو کے خلاف سنایا گیا۔

14؍ستمبر 1977ء کو جنرل ضیاء الحق نے اچانک ایران کا دورہ کیا۔ مولانا مودودیؒ نے جنرل ضیاء الحق کو پڑوسی ممالک سے بالخصوص ایران سے دوستانہ معاہدات کی ہدایت فرمائی تھی۔

---

[1] سیرتِ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم جو بہرحال ایک بحر ناپیدا کنار ہے۔ مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ کی جمع کردہ نوٹس اور اشارات کے مطابق الحمد للہ سیرتِ سرورِ عالم حصۂ سوم شائع ہو چکی ہے۔ اس کی اشاعت اول مئی 2013ء میں ہوئی۔ میری کتاب ''ترجمان القرآن الکریم وتفہیم القرآن العظیم'' جزء ۲۸/ مع سورہ محمد والحدید۔ ترجمانی وتفہیم مختصر ومفصل حواشی ''تفہیم القرآن'' جلد اول تا جلد ششم اشاعت اول اکتوبر 2014ء کے عرض مرتب میں ''سیرتِ سرورِ عالم'' جلد سوم پر میرا مختصر تعارفی نوٹ بھی موجود ہے۔

عجیب اتفاق ہے کہ میرے اس کام ''ترجمان القرآن الکریم وتفہیم القرآن العظیم'' جلد سوم میں صرف مدنی سورتوں کی ترجمانی وتفہیم مختصر ومفصل اور مفصل ترین یعنی تفہیم القرآن جلد اول سے جلد ششم تک کے حوالہ جات شامل ہیں۔ اس طرح سیرت سرور عالم حصہ سوم سے مماثلت من جانب اللہ پیدا ہوگئی ہے۔ ذٰلِکَ فَضۡلُ اللّٰہِ یُؤۡتِیۡہِ مَنۡ یَّشَآءُ وَاللّٰہُ وَاسِعٌ عَلِیۡمٌ ○ (سورۃ المائدۃ: ۵۴)

''عالمی ترجمان القرآن'' لاہور کے معاون مدیر مسلم سجاد صاحب نے بذریعہ پوسٹ اس کتاب کا ایک نسخہ میرے پاس جولائی 2014ء میں بھجوایا، جو انڈیا میں سب سے پہلے بہرحال مجھے ملا، اور یہ میرے لیے ایک سعادت کی بات ہے۔

[2] عجیب اتفاق ہے کہ 2؍ستمبر 1977ء بروز جمعہ۔ مطابق ۱۷؍رمضان المبارک ۱۳۹۷ھ۔ مجھ (مرتب: احمد ابوسعید) کو اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے دوسرا بیٹا عطا فرمایا۔ میں نے اس کا نام ''ابوالاعلیٰ کاشف'' رکھا۔ عجیب اتفاق ہے کہ میرے دونوں لڑکے رمضان المبارک اور جمعہ کے روز ہی پیدا ہوئے۔ دونوں کی عمروں میں ٹھیک ایک عیسوی سال کا فرق ہے۔ (3؍ستمبر 1976ء کو ابوالاعلیٰ ثاقب اور 2؍ستمبر 1977ء کو ابوالاعلیٰ کاشف) اُس وقت میں حیدرآباد چھٹیوں میں آیا ہوا تھا۔ نومولود کے کانوں میں اذان میں نے ہی دی۔ انہوں نے بی کام کیا ہے۔ ان کے ایک لڑکا اور ایک لڑکی ہے۔ جبکہ بڑے بیٹے کو ایک لڑکی اور دو لڑکے ہیں۔ میری تیسری اور آخری اولاد ایک بیٹی تسنیم ہے جو شارجہ میں رہتی ہے، اُس کو ایک بیٹا اور ایک بیٹی ہے۔ الحمد للہ رَبَّنَا ھَبۡ لَنَا مِنۡ اَزۡوَاجِنَا وَ ذُرِّیّٰتِنَا قُرَّۃَ اَعۡیُنٍ وَّ اجۡعَلۡنَا لِلۡمُتَّقِیۡنَ اِمَامًا ○ (سورۃ الفرقان: 74)

مسلمانوں کی سب سے بڑی اور اصلی مصیبت

امام العالم مولانا سید ابوالاعلیٰ المودودیؒ نے جنوری 1936ء میں ایک مضمون۔ ''اسلام ایک علمی اور عقلی مذہب'' کے نام سے لکھا جو پہلے اُن کے ماہ نامہ ''ترجمان القرآن'' میں شائع ہوا اور بعد میں ''تفہیمات'' جلد اول صفحہ: ۳۴ تا ۴۵ میں شائع ہوا۔اس تحریر کا آخری حصہ ملاحظہ فرمائیے۔مولانا سید مودودی کی ابھی شادی نہیں ہوئی تھی اور وہ اس وقت حیدرآباد دکن میں مقیم تھے۔عمر 33 سال تھی۔فکری گہرائی اور دوراندیشی کی اعلیٰ صفت اور بصیرتِ مومن پر غور فرمائیے۔

''اس وقت مسلمانوں کی سب سے بڑی بلکہ اصلی مصیبت یہی ہے کہ ان میں تفقُّہ فی الدّین اور تدبر فی الکتٰب والسنۃ نہیں ہے۔اسی چیز کے فقدان نے ان کے اعتقادات کو کھوکھلا، ان کی عبادت کو بے روح، ان کی مساعی کو پراگندہ و پریشان اور ان کی زندگیوں کو بے ضابطہ و بدنظم کر دیا ہے۔اسلام کے شیدائی ان میں بہت ہیں، مگر اسلام کو سمجھنے والے بہت ہی کم ہیں۔قرآن اور محمد ﷺ کے نام پر مر مٹنے والوں کی کمی نہیں، مگر قرآن اور محمد ﷺ نے جس دین کو پیش کیا ہے، اس کی روح اور اس کے اصول کو سمجھنے والے آٹے میں نمک کے برابر ہیں، بلکہ اتنے بھی نہیں۔یہ اسی نافہمی کے نتائج ہیں کہ جو لوگ اپنے آپ کو مسلمان کہتے اور سمجھتے ہیں ان میں بدترین قسم کے توہمات اور مشرکانہ عقائد پائے جاتے ہیں، اور ان کو اس بات کا احساس تک نہیں کہ جس اسلام کی پیروی کے وہ مدعی ہیں، اس میں اور ان کے خیالات میں کلّی تبایُن (اختلاف) ہے، اس سے بدتر حالت اخلاقی و عملی زندگی کی ہے۔بت پرستانہ رسوم وروایات سے لے کر جدید مغربی تہذیب کے بدترین ثمرات تک ہر قسم کے اطوار اس قوم میں رائج ہیں، جو اپنے آپ کو اسلام کا پیرو کہتی ہے۔اور الاماشاء اللہ کسی گروہ کو یہ احساس تک نہیں کہ وہ کہاں کہاں اس قانون کے اصول اور قواعد سے صریح انحراف کر گئی ہے، جس پر ایمان رکھنے کا اس کو دعویٰ ہے۔ہر غلط خیال اور غلط طریقہ جو کہیں سے آتا ہے ان میں رواج پا جاتا ہے، اور یہ سمجھتے ہیں کہ اسلام میں اس کی بھی گنجائش ہے۔ہر گمراہ کُن شخص جو کسی خوش آئند طریقہ پر چل رہا ہے، بآسانی اِن کا رہنما بن جاتا ہے اور یہ سمجھتے ہیں کہ محمد ﷺ کے ساتھ ہم اس کی پیروی بھی کر سکتے ہیں۔ہر چیز جو غیر اسلامی ہے وہ بے تکلف اسلام کے ساتھ ایک ہی دماغ اور ایک ہی زندگی میں جمع کر لی جاتی ہے، کیونکہ اسلام اور غیر اسلام کا امتیاز علم وفہم پر موقوف ہے، اور اسی کا یہاں فقدان ہے۔جو شخص مشرق اور مغرب کا فرق جانتا ہو وہ کبھی اس حماقت میں مبتلا نہیں ہو سکتا کہ مشرق کی طرف چل رہا ہو اور یہ سمجھے کہ مغرب کی سمت جا رہا ہوں۔یہ

فعل صرف ایک جاہل ہی کا ہوسکتا ہے، اور یہی جہالت ہم ایک نہایت قلیل جماعت کے سوا مشرق سے لے کر مغرب تک مسلمانوں میں عام دیکھ رہے ہیں، خواہ وہ ان پڑھ عوام ہوں یا دستار بند علماء، یا خرقہ پوش مشائخ، یا کالجوں اور یونیورسٹیوں کے تعلیم یافتہ حضرات۔ ان سب کے خیالات اور طور طریقے ایک دوسرے سے بدرجہا مختلف ہیں، مگر اسلام کی حقیقت اور اس کی روح سے ناواقف ہونے میں یہ سب یکساں ہیں۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک نہایت ہی حکیمانہ ارشاد ہے کہ:

صِنْفَانِ اِذَا صَلُحَا صَلُحَتِ الْاُمۃ وَاِذَا فَسَدَا فَسَدَتِ الْاُمَّۃُ اَلسُّلْطَانُ وَالْعُلَمَآءُ ’’دو گروہ ہیں کہ اگر وہ درست ہوں تو امت درست ہے اور اگر وہ بگڑ جائیں تو امت بگڑ جائے، (۱) حکمراں اور (۲) علماء‘‘

مسلمانوں کی تاریخ کا ہر باب اس ارشادِ نبوی کی صداقت پر گواہ ہے۔ اور سب سے زیادہ آج ہم اس کی صداقت کو نمایاں دیکھ رہے ہیں۔ اگر ہمارے حکمرانوں اور علماء میں تقویٰ اور دین کا صحیح علم ہوتا تو نوبت یہاں تک نہ پہنچتی، اور آج بھی اگر مسلمان قوموں کو ایسے رہنما میسّر آجائیں تو حالات کے اس درجہ بگڑ جانے پر بھی اصلاح سے مایوس ہونے کی کوئی وجہ نہیں۔

(ترجمان القرآن، شوال ۵۴ھ۔ 13/ جنوری 1936ء حیدرآباد، دکن)

اگست 1947ء تقسیم ہند سے پہلے اور بعد کے دور میں مولانا مودودیؒ اور جماعت اسلامی کی پالیسی، حق کو حق کہنا اور ناحق کو ناحق یا باطل کہنے کی رہی ہے جب کہ یہ دور مصلحت اور ڈپلومیسی کا دور تھا اور ہے۔ سیاسی ڈپلومیسی کے بارے میں سید مودودیؒ اپنے موقف کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

’’میرے لیے کسی مسئلے پر رائے قائم کرنے اور ظاہر کرنے میں یہ سوال سرے سے کوئی اہمیت نہیں رکھتا کہ لوگوں کے جذبات اس معاملے میں کیا ہیں، اور لوگ کس چیز کو پسند یا ناپسند کرتے ہیں۔ میرے سامنے اصل سوال صرف یہ ہوتا ہے کہ اس معاملہ میں اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت کیا ہے اور اللہ تعالیٰ کو کیا چیز پسند اور کیا چیز ناپسند ہے‘‘۔

ماہ نامہ ’’الدعوۃ‘‘، جنوری 2004ء اسلام آباد

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَاٰمِنُوْا بِرَسُوْلِهٖ يُؤْتِكُمْ كِفْلَيْنِ مِنْ رَّحْمَتِهٖ وَيَجْعَلْ لَّكُمْ نُوْرًا تَمْشُوْنَ بِهٖ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝۲۸ (الحدید:۲۸)

عمر۔ پچھتّر (۷۵) سال

(۲۵؍ستمبر ۱۹۷۷ء تا ۲۴؍ستمبر ۱۹۷۸ء)

امام العالم مولانا سید مودودیؒ کی ملکی اور غیر ملکی اہم شخصیات سے ملاقاتیں، امام وخطیب کعبہ شیخ عبدالعزیز بن عبداللہ، ڈاکٹر احمد توتونجی، امیر جماعت اسلامی ہند، مولانا محمد یوسف صاحب، 25 جولائی 1978 مولانا ابو الحسن علی ندوی سے ملاقاتیں، 23؍اگست 1978 سیول وفاقی کابینہ کا حلف، معزول وزیر اعظم بھٹو حکومت پر سرکاری قرطاس ابیض، پاکستان کا دشمن اعظم

26؍ستمبر 1977ء کو مولانا مودودیؒ نے روزنامہ ٹائمز پاکستان کو ایک طویل انٹرویو دیا۔

یکم اکتوبر 1977ء کو چیف جسٹس انوار الحق نے جنرل ضیاء الحق کے مارشل کے خلاف اپیل خارج کردی اور جنرل ضیاء الحق کے اقدام کو وقت کی ضرورت قرار دیا۔ عوام نے سکون کا سانس لیا۔

9؍اکتوبر 1977 کو قومی اتحاد کے سیکریٹری جنرل پروفیسر غفور احمد (جماعتِ اسلامی) کی پریس کانفرنس ہوئی۔ ملک کے حالات، ماضی، حال، اور مستقبل پر سوالات کے جوابات دیئے گئے۔

30؍نومبر 1977ء کو میرے نام بے پناہ مصروفیات کے باوجود حضرت سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ نے میرے ایک طویل خط کے جواب میں مختصر مگر جامع ایک خط تحریر فرمایا۔ ان دنوں میں ابوظہبی آئل کمپنی لمیٹڈ جاپان Abu-Dhabi Oil Company LTD JAPAN المعروف جاپان آئل کمپنی میں ملازم تھا۔ اِس خط میں سیدی ومرشدی مودودیؒ نے میرے اور میرے بچوں کے حق میں دعائے خیر فرمائی۔ میرے لیے یہ خط مجھ پر اللہ کا بہت بڑا انعام ہے اور مولانا مودودیؒ کی دعائیں میرے حق میں ایک عظیم سرمایۂ حیات ہیں اور یہ خط مجھ پر مولانا کا ایک احسان عظیم ہے۔ [1]

8؍جنوری 1978ء کو جماعتِ اسلامی پاکستان (مغربی) کے مجلس شوریٰ کا اجلاس ہوا۔

1978ء کے اوائل میں مولانا محترم مودودیؒ کی صحت غیر معمولی خراب رہنے لگی تھی۔ گھٹنے کے درد میں پھر شدت

---

[1] میرے نام سیدی مودودیؒ کے اس خط کی اسکین کاپی صفحہ 518 پر ملاحظہ فرمایئے۔

پیدا ہوگئی۔ نماز کرسی پر بیٹھ کر پڑھنے لگے، چند قدم چلنا اور کھڑے رہنا بہت مشکل ہوگیا تھا،مگر چہرہ ہمیشہ ہشاش بشاش بیماری وتکلیف کے اظہار سے پاک رہتا۔

ہر روز مُلکی اور غیر مُلکی اہم شخصیات ملاقات کے لیے آتی رہیں جن میں سے بعض کا تذکرہ یوں ہے۔

28/جنوری 1978ء کو الشیخ عبدالعزیز بن عبداللہ (خطیب وامام کعبہ وحج) اور الشیخ سعید الجندول (سابق امام مسجد حرم وڈائرکٹر محکمۂ تعلیم سعودی عرب) اور ڈاکٹر احمد توتونجی (سکریٹری جنرل ورلڈ آف مسلم یوتھ) مولانا مودودیؒ سے ملاقات کے لیے بعد نماز مغرب مولانا مودودیؒ کے گھر اپنے چند احباب کے ساتھ تشریف لائے۔ ڈیڑھ گھنٹے تک مختلف دینی وعالم اسلام کے مسائل پر عربی میں گفتگو کرتے رہے۔

29/جنوری 1978ء مولانا محمد یوسف صاحب امیر جماعتِ اسلامی ہند[1] نے ایک وفد کے ہمراہ ملاقات کی۔ وفد میں جماعتِ اسلامی ہند کی مرکزی شوریٰ اور نمائندگان کے منتخب ارکان تھے۔ مولانا مودودیؒ نے بڑی محبت وشفقت سے خلافِ معمول طویل گفتگو فرمائی۔ کمزوری کے باوجود جماعت اسلامی ہند کے وفد سے ملاقات سے بے انتہا خوش ومسرور تھے، گویا کہ ان کے قریب ترین اور عزیز ترین رشتہ داروں سے طویل عرصہ بعد ملاقات ہوئی ہے۔

16/فروری 1978ء کو صدر ضیاء الحق نے پاکستان اکیڈیمی آف سائنس کا افتتاح کیا۔ اس اقدام پر مولانا مودودیؒ نے صدر ضیاء کو مبارکباد دی۔

فروری اور مارچ 1978ء میں تقریباً ہر روز مُلک اور بیرون مُلک کی اہم شخصیات و وفود ملاقات کے لیے آتے رہے۔ اس موقع پر اسلامی نظام کے قیام پر گفتگو رہتی۔

ریڈیو پاکستان نے 8 اور 10 مارچ 1978ء کو مولانا مودودیؒ کا ایک انٹرویو نشر کیا۔ بعد میں یہ انٹرویو ''نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نظام حکومت'' کے نام سے طبع ہوا۔

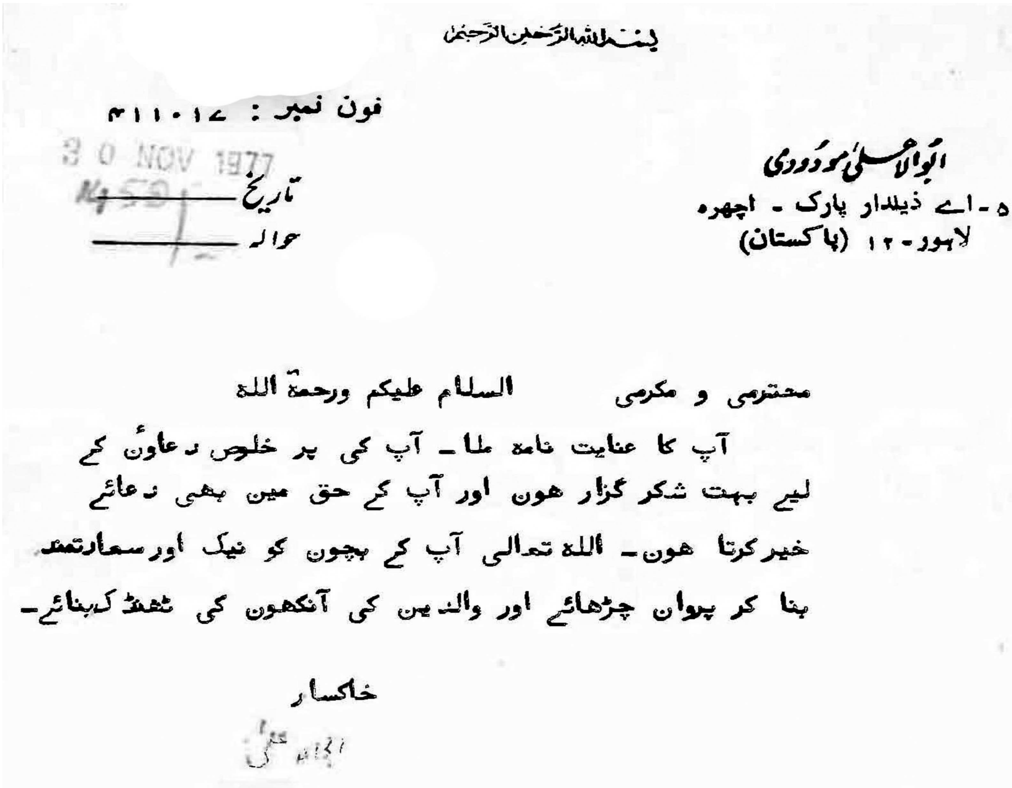
وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَا تَنَازَعُوْا فَتَفْشَلُوْا وَتَذْهَبَ رِيْحُكُمْ وَاصْبِرُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ۚ﴿۴۶﴾ (الانفال)

ترجمہ: اور اللہ (سبحانہ وتعالیٰ) اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی اطاعت کرو اور آپس میں جھگڑو نہیں ورنہ تمہارے اندر کمزوری پیدا ہوجائے گی اور تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی صبر سے کام لو، یقیناً اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

---

[1] تقسیم ہند 1947ء تا 1972 تک مولانا ابواللیث اصلاحی ندوی امیر تھے۔ دوسرے امیر جماعت اسلامی ہند مولانا محمد یوسف صاحب 1972 سے 1981ء تک رہے۔

مولانا مودودیؒ کا تیسرا خط مرتب (احمد ابوسعید) کے نام



بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فون نمبر : ۴۱۱۰۱۷

ابوالاعلیٰ مودودی
۵-اے ذیلدار پارک - اچھرہ
لاہور-۱۲ (پاکستان)

30 NOV 1977
تاریخ ______
حوالہ ______

محترمی و مکرمی السلام علیکم ورحمۃ اللہ

آپ کا عنایت نامہ ملا۔ آپ کی پر خلوص دعاؤں کے لیے بہت شکر گزار ہوں اور آپ کے حق میں بھی دعائے خیر کرتا ہوں۔ اللہ تعالی آپ کے بچوں کو نیک اور سعادتمند بنا کر پروان چڑھائے اور والدین کی آنکھوں کی ٹھنڈک بنائے۔

خاکسار

ابوالاعلیٰ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ابوالاعلیٰ مودودیؒ 30-11-1977

محترمی ومکرمی السلام علیکم ورحمۃ اللہ

آپ کا عنایت نامہ ملا۔ آپ کی پرخلوص دعاؤں کے لیے بہت شکر گزار ہوں اور آپ کے حق میں بھی دعائے خیر کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ آپ کے بچوں کو نیک اور سعادت مند بنا کر پروان چڑھائے اور والدین کی آنکھوں کی ٹھنڈک بنائے۔[1]

خاکسار

ابوالاعلیٰ

۳۰/نومبر ۱۹۷۷ء

---

[1] میرے لیے اور میرے بچوں کے لیے سید ابوالاعلیٰ کی دعا میری زندگی کا عظیم سرمایہ ہے۔ میرے دو بیٹے ہیں۔ دونوں کے نام کو ابوالاعلیٰ سے منسوب کیا ہے۔ اللہ انہیں مولانا مودودی کے نقش قدم پر چلائے آمین۔ اللہ تعالیٰ ان کو نیک اور سعادت مند بنا کر پروان چڑھائے اور مولانا مودودی کی دعا کو ان کے حق میں قبول فرمائے۔ (مرتب: احمد ابوسعید)

(۱) ابوالاعلیٰ ثاقب ، تاریخ پیدائش جمعہ 3/ستمبر 1976ء مطابق ۔۷/رمضان المبارک جمعہ۔ ۱۳۹۶ھ حیدرآباد، دکن۔

(۲) ابوالاعلیٰ کاشف، تاریخ پیدائش جمعہ 2/ستمبر 1977ء مطابق ۷ا/رمضان المبارک جمعہ ۱۳۹۷ھ حیدرآباد، دکن۔

نوٹ: عجیب اتفاق ہے کہ میرے دونوں بیٹوں کی عمروں میں ٹھیک Exactly ایک سال کا فرق ہے۔ مہینہ رمضان۔ اور دن جمعہ مشترک ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کو میری آنکھوں کی ٹھنڈک بنائے۔ رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَذُرِّيّٰتِنَا قُرَّةَ اَعْيُنٍ وَّاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا﴿۷۴﴾ (الفرقان)

(مرتب: احمد ابوسعید)

18 / مارچ 1978ء کو نواب محمد احمد خاں قصوری کو قتل کروانے کے جرم میں مسٹر ذوالفقار علی بھٹو کو عدالت نے پھانسی کی سزا سنائی۔ (عدالت کا فیصلہ ملک اور بیرون ملک تمام عالم کے اخبارات اور نشریات کے لئے نشان عبرت ہے)

(حکومت کا پہلے ایک ملازم، پھر وزیر خارجہ، پھر وزیر اعظم، پھر صدرِ پاکستان، پھر مارشل لا، اڈمنسٹریٹر پھر وزیر اعظم، پھر قتل کے جرم میں قیدی، پھر پھانسی کی سزا عدالت نے سنائی، پھر پھانسی کے بعد دنیا سے رخصتی، لاڑکانہ کے قبرستان میں تدفین 4 / اپریل 1979ء کو عمل میں آئی۔)

يُقَلِّبُ اللّٰهُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّاُولِي الْاَبْصَارِ ۝ (النور)

8 / اپریل 1978ء کو مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ نے مسلم اسٹوڈنس ایسوسی ایشن امریکہ وکناڈا (M.S.A) کو ایک انٹرویو دیا۔

13 / اپریل 1978ء بعد نماز عشاء جنرل محمد ضیاء الحق اپنے دو فوجی جنرلوں کے ساتھ ملاقات کے لیے مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ کے گھر پر حاضر ہوئے اور مولانا سے ملک میں قرآن وسنّت کے اصولوں کے مطابق اسلامی قوانین کے نفاذ میں پیش آنے والی مشکلات کا ذکر کیا۔ مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ نے جنرل محمد ضیاء الحق کو قومی حکومت اور نسلی حکومت کی خرابیوں اور اسلامی جمہوریت کی خوبیوں کے تمام پہلوؤں پر مطمئن کیا۔ اور پُرعزم رہنے کی ہدایت کی۔

قُلْ اِنَّ صَلَاتِيْ وَنُسُكِيْ وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِيْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ (الانعام: 162)

اور

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰهَ يَنْصُرْكُمْ وَيُثَبِّتْ اَقْدَامَكُمْ ۝ (سورة محمد: 7)

کے مفہوم کی تشریح کی۔ مولانا نے صدر ضیاء الحق کو نصیحت فرمائی کہ قرآن مجید ایک دستور حیات ہے قرآن مجید عمل کرنے کی نیت سے ''معنی اور مفہوم'' کے ساتھ تدبر سے پڑھا کرو۔

نصیحت فرمائی کہ قرآن میں موجود قوموں کے عروج و زوال سے عبرت حاصل کرو۔

وَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ غَافِلًا عَمَّا يَعْمَلُ الظّٰلِمُوْنَ ڛ اِنَّمَا يُؤَخِّرُهُمْ لِيَوْمٍ تَشْخَصُ فِيْهِ الْاَبْصَارُ ۝ مُهْطِعِيْنَ مُقْنِعِيْ رُءُوْسِهِمْ لَا يَرْتَدُّ اِلَيْهِمْ طَرْفُهُمْ ۚ وَاَفْـِٕدَتُهُمْ هَوَاۗءٌ ۝ وَاَنْذِرِ النَّاسَ يَوْمَ يَاْتِيْهِمُ الْعَذَابُ فَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا رَبَّنَآ اَخِّرْنَآ اِلٰٓى اَجَلٍ قَرِيْبٍ ۙ نُّجِبْ دَعْوَتَكَ وَنَتَّبِعِ الرُّسُلَ ۭ اَوَلَمْ تَكُوْنُوْٓا اَقْسَمْتُمْ مِّنْ قَبْلُ مَا لَكُمْ مِّنْ زَوَالٍ ۝ وَّسَكَنْتُمْ فِيْ مَسٰكِنِ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ وَتَبَيَّنَ لَكُمْ كَيْفَ فَعَلْنَا بِهِمْ وَضَرَبْنَا

لَكُمُ الْاَمْثَالَ ﴿٤٥﴾ وَقَدْ مَكَرُوْا مَكْرَهُمْ وَعِنْدَ اللّٰهِ مَكْرُهُمْ ۭ وَاِنْ كَانَ مَكْرُهُمْ لِتَزُوْلَ مِنْهُ الْجِبَالُ ﴿٤٦﴾ فَلَا
تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ مُخْلِفَ وَعْدِهٖ رُسُلَهٗ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ ذُو انْتِقَامٍ ﴿٤٧﴾ يَوْمَ تُبَدَّلُ الْاَرْضُ غَيْرَ الْاَرْضِ وَالسَّمٰوٰتُ
وَبَرَزُوْا لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ ﴿٤٨﴾ وَتَرَى الْمُجْرِمِيْنَ يَوْمَىِٕذٍ مُّقَرَّنِيْنَ فِي الْاَصْفَادِ ﴿٤٩﴾ سَرَابِيْلُهُمْ مِّنْ قَطِرَانٍ
وَّتَغْشٰى وُجُوْهَهُمُ النَّارُ ﴿٥٠﴾ لِيَجْزِيَ اللّٰهُ كُلَّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ﴿٥١﴾ هٰذَا بَلٰغٌ لِّلنَّاسِ
وَلِيُنْذَرُوْا بِهٖ وَلِيَعْلَمُوْٓا اَنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ وَّلِيَذَّكَّرَ اُولُوا الْاَلْبَابِ ﴿٥٢﴾ (سورۃ ابراہیم، آیت: ۴۲ تا ۵۲)

مولانا سے ملاقات اور گفتگو کے بعد پورا وفد اپنے آپ کو اور پاکستان کو اسلام کا علمبردار بنانے کا عزم لے کر اٹھا۔ الحمدللہ

30 اپریل 1978ء کو ایک اسلامی مُلک کے سفیر (AMBASSADOR) ملاقات کے لیے مولانا مودودیؒ کے گھر پہنچے، سفیر نے مولانا مودودیؒ سے دوران گفتگو کہا کہ "الاسلام هو التقوىٰ و القوة" یعنی اسلام تقویٰ اور قوت کا نام ہے۔ مولانا نے جواب میں کہا: "اَلْقُوَّةُ بِدُوْنِ التَّقْوٰى قُوَّةٌ شَيْطَانِيَّةٌ وَ التَّقْوٰى بِدُوْنِ الْقُوَّةِ سِلَاحٌ فِيْ يَدِ الضَّعِيْفِ" "جس قوت کے ساتھ تقویٰ نہ ہو وہ شیطانی قوت ہے، اور جس تقویٰ کے ساتھ قوت نہ ہو ایک ضعیف کے ہاتھ میں ہتھیار کے مانند ہے۔"

12 مئی 1978ء کو پنجاب یونیورسٹی میں تعلیمی کانفرنس میں شریک اساتذہ کے ایک وفد نے امام العالم وقائد اعلیٰ مولانا سید مودودیؒ کے گھر پر ملاقات کی، اس میں "مسلم سجاد صاحب" بھی موجود تھے، مولانا مودودیؒ نے ملک کو تباہی سے بچانے میں اساتذہ کے اہم رول کی اہمیت کو دلنشین انداز میں سمجھایا۔ اس وقت مولانا مودودیؒ کی صحت ناقابل بیان حد تک خراب اور کمزور چل رہی تھی۔

6 جولائی 1978ء کو رابطۂ عالمِ اسلامی کے زیرِ اہتمام پاکستان میں پہلی ایشیائی اسلامی کانفرنس کا انعقاد کراچی میں ہوا۔ یہ مولانا مودودیؒ کی سعی و جہد کا ثمرہ تھا۔

24 جولائی 1978ء کو بھٹو دورِ حکومت پر ایک تفصیلی "قرطاس ابیض" حکومت پاکستان کی طرف سے سرکاری طور پر شائع کیا گیا۔ جس میں ذوالفقار علی بھٹو کو پاکستان کا دشمن اعظم قرار دیا گیا۔

جنرل ضیاء الحق نے سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ سے اپنی ایک اور ملاقات میں نظام اسلامی، دستور قرآنی اور شریعت محمدی کے تمام پہلوؤں پر گفتگو کے بعد مکمل نفاذ شریعت پر رضامندی کا اظہار کیا اور الیکشن کے فوری بعد مارشل لا اٹھا لینے کا وعدہ کیا۔ فی الفور شراب پر پابندی لگادی اور نظام زکوٰۃ کا نفاذ عمل میں آیا۔ مگر مولانا مودودیؒ کو اصل فکر نظام اسلامی کے نفاذ کی تھی۔

جنرل ضیاء الحق گزشتہ حکمرانوں کے بہ نسبت صوم و صلوٰۃ کے پابند مخلص مسلمان حکمراں تھے۔ جس کی وجہ سے مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ کو ملکی سیاست سے قدرے سکون ملا۔

اس سے پہلے 1948ء میں محمد علی جناح کے انتقال کے بعد سے 1978ء تک کی تمام غیر مخلص منافق حکومتوں اور فاسق و فاجر قیادتوں کی وجہ سے سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ کو سرگرم عملی سیاست میں حصہ لینا پڑا۔ ورنہ فرد کی اصلاح اور اسلامی تعلیمات پر معاشرہ کی تشکیل کے بنیادی کام پر توجہ مرکوز رہتی، بشرطیکہ پاکستانی قیادت پاکستان مل جانے کے بعد اسلامی نظام و دستورِ اسلامی کے نفاذ میں مخلص ہوتی۔ پاکستان کی ناپاک گندی قیادت سے فرصت ملتی تو مولانا مودودیؒ قرآن اور اسلام کی دعوت کو اور لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے حقیقی معنی و مدعا کو عالمگیر بنانے کی خدمت انجام دیتے۔

25/جولائی 1978ء کو مولانا سید ابوالحسن علی میاں ندوی نے مع اپنے رفقاء مولانا معین اللہ ندویؒ، مولانا محمد حسن ندویؒ اور مولانا محمد اسحاق جلیس ندویؒ کا وفد لاہور آ کر بیسویں صدی کے قائدِ اعلیٰ مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ سے ان کے گھر پر ملاقات کا شرف حاصل کیا۔ ہندوستانی علماء کے اس وفد سے ملاقات کے بعد مولانا مودودیؒ بہت مسرور ہوئے۔ یہ ایک نہایت خوشگوار ملاقات تھی، جو ایک گھنٹہ تک جاری رہی۔ مسلمان ہند سے متعلق بھی گفتگو رہی۔

23/اگست 1978ء کو صدر فضل الٰہی چودھری نے سول وفاقی کابینہ کا حلف لیا۔

اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِيْتَآئِ ذِي الْقُرْبٰى وَيَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْيِ ۚ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ﴿٩٠﴾ (سورۃ النحل:۹۰)

ترجمہ: اللہ عدل اور احسان اور صلۂ رحمی کا حکم دیتا ہے [۱]۔ اور بدی و بے حیائی اور ظلم و زیادتی سے منع کرتا ہے۔[۲] وہ تمہیں نصیحت کرتا ہے تا کہ تم سبق لو۔

---

[۱] تفہیم: اس مختصر سے فقرے میں تین ایسی چیزوں کا حکم دیا گیا ہے جن پر پورے انسانی معاشرے کی درستی کا انحصار ہے:

پہلی چیز عدل ہے جس کا تصور دو مستقل حقیقتوں سے مرکب ہے۔ ایک یہ کہ لوگوں کے درمیان حقوق میں توازُن اور تناسُب قائم ہو۔ دوسرے یہ کہ ہر ایک کو اس کا حق بے لاگ طریقہ سے دیا جائے۔ اُردو زبان میں اس مفہوم کو لفظ ''انصاف'' سے ادا کیا جاتا ہے۔ مگر یہ لفظ غلط فہمی پیدا کرنے والا ہے۔ اس سے خواہ مخواہ یہ تصوّر پیدا ہوتا ہے کہ دو آدمیوں کے درمیان حقوق کی تقسیم نصف نصف کی بنیاد پر ہو۔ اور پھر اسی سے عدل کے معنی مساویانہ تقسیم حقوق کے سمجھ لیے گئے ہیں جو سراسر فطرت کے خلاف ہے۔ دراصل عدل جس چیز کا تقاضا کرتا ہے وہ توازن اور تناسب ہے نہ کہ برابری۔ بعض حیثیتوں سے تو عدل بیشک افرادِ معاشرہ میں مساوات چاہتا ہے، مثلاً حقوقِ شہریت میں۔ مگر بعض دوسری حیثیتوں سے مساوات بالکل خلاف

23/اگست 1978ء کو قومی اتحاد میں شامل پاکستان مسلم لیگ، جماعتِ اسلامی اور جمعیۃ العلمائے پاکستان نے حکومت میں شمولیت اختیار کی اور نئے الیکشن کی تیاری شروع کر دی۔

پڑوسی مُلک ایران میں اسلامی انقلاب پر مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ گہری نظر رکھے ہوئے تھے۔ کمزوری صحت کے

عدل ہے، مثلاً والدین اور اولاد کے درمیان معاشرتی واخلاقی مساوات، اور اعلیٰ درجے کی خدمات انجام دینے والوں اور کم تر درجے کی خدمت ادا کرنے والوں کے درمیان معاوضوں کی مساوات۔ پس اللہ تعالیٰ نے جس چیز کا حکم دیا ہے وہ حقوق میں مساوات نہیں بلکہ توازن وتناسب ہے، اور اس حکم کا تقاضا یہ ہے کہ ہر شخص کو اس کے اخلاقی، معاشرتی، معاشی، قانونی، اور سیاسی وتمدنی حقوق پوری ایمان داری کے ساتھ ادا کیے جائیں۔

دوسری چیز احسان ہے جس سے مراد ہے نیک برتاؤ، فیاضانہ معاملہ، ہمدردانہ رویہ، رواداری، خوش خلقی، درگزر، باہمی مراعات، ایک دوسرے کا پاس ولحاظ، دوسرے کو اس کے حق سے کچھ زیادہ دینا، اور خود اپنے حق سے کچھ کم پر راضی ہو جانا، یہ عدل سے زائد ایک چیز ہے جس کی اہمیّت اجتماعی زندگی میں عدل سے بھی زیادہ ہے۔ عدل اگر معاشرے کی اساس ہے تو احسان اس کا جمال اور اس کا کمال ہے۔

عدل اگر معاشرے کو ناگواریوں اور تلخیوں سے بچاتا ہے تو احسان اس میں خوش گواریاں اور شیرینیاں پیدا کرتا ہے۔ کوئی معاشرہ صرف اس بنیاد پر کھڑا نہیں رہ سکتا کہ اس کا ہر فرد ہر وقت ناپ تول کر کے دیکھتا رہے کہ اس کا کیا حق ہے اور اسے وصول کر کے چھوڑے، اور دوسرے کا کتنا حق ہے اور اسے بس اتنا ہی دیدے۔ ایسے ایک ٹھنڈے اور کھرّے معاشرے میں کشمکش تو نہ ہوگی مگر محبت اور شکرگزاری، عالی ظرفی اور ایثار اور اخلاص وخیر خواہی کی قدروں سے وہ محروم رہے گا جو دراصل زندگی میں لطف وحلاوت پیدا کرنے والی اور اجتماعی محاسن کو نشوونما دینے والی قدریں ہیں۔

تیسری چیز جس کا اس آیت میں حکم دیا گیا ہے، صلۂ رحمی ہے جو رشتہ داروں کے معاملے میں احسان کی ایک خاص صورت متعین کرتی ہے۔ اس کا مطلب صرف یہی نہیں ہے کہ آدمی اپنے رشتہ داروں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرے اور خوشی وغمی میں ان کا شریکِ حال ہو اور جائز حدود کے اندر ان کا حامی ومددگار رہے۔ بلکہ اس کے معنی یہ بھی ہیں کہ ہر صاحبِ استطاعت شخص اپنے مال پر صرف اپنی ذات اور اپنے بال بچوں ہی کے حقوق نہ سمجھے بلکہ اپنے رشتہ داروں کے حقوق بھی تسلیم کرے۔ شریعتِ الٰہی ہر خاندان کے خوشحال افراد کو اس امر کا ذمہ دار قرار دیتی ہے کہ وہ اپنے خاندان کے لوگوں کو بھوکا ننگا نہ چھوڑیں۔ اُس کی نگاہ میں ایک معاشرے کی اِس سے بدتر کوئی حالت نہیں ہے کہ اس کے اندر ایک شخص عیش کر رہا ہو اور اسی کے خاندان میں اس کے اپنے بھائی بند روٹی کپڑے تک کو محتاج ہوں۔ وہ خاندان کو معاشرے کا ایک اہم عنصر ترکیبی قرار دیتی ہے اور یہ اصول پیش کرتی ہے کہ ہر خاندان کے غریب افراد کا پہلا حق اپنے خاندان کے خوشحال افراد پر ہے، پھر دوسروں پر ان کے حقوق عائد ہوتے ہیں۔ اور ہر خاندان کے خوشحال افراد پر پہلا حق ان کے اپنے غریب رشتہ داروں کا ہے، پھر دوسروں کے حقوق اُن پر عائد ہوتے ہیں۔ یہی بات ہے جس کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنے مختلف ارشادات میں وضاحت کے ساتھ بیان فرمایا ہے۔ چنانچہ متعدد احادیث میں اس کی تصریح ہے کہ آدمی کے اوّلین حقدار اس کے والدین، اس کے بیوی بچے، اور اس کے بھائی بہن ہیں، پھر وہ جو اُن کے بعد قریب تر ہوں، اور پھر وہ جو اُن کے بعد قریب تر ہوں۔ اور یہی اصول ہے جس کی بنا پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک یتیم بچے کے چچازاد بھائیوں کو مجبور کیا کہ وہ اس کی پرورش کے ذمہ دار ہوں، اور ایک دوسرے یتیم کے حق میں فیصلہ کرتے ہوئے آپ نے فرمایا کہ اگر اس کا کوئی بعید ترین رشتہ دار بھی موجود ہوتا تو میں اس پر اس کی پرورش لازم کر دیتا۔ اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ جس معاشرے کا ہر واحدہ (Unit) اِس طرح اپنے اپنے افراد کو سنبھال لے اس میں معاشی حیثیت سے کتنی خوشحالی، معاشرتی حیثیت سے کتنی حلاوت اور اخلاقی حیثیت سے کتنی پاکیزگی وبلندی پیدا ہو جائے گی۔

۲ے تفہیم: اوپر کی تین بھلائیوں کے مقابلے میں اللہ تعالیٰ تین برائیوں سے روکتا ہے جو انفرادی حیثیت سے افراد کو، اور اجتماعی حیثیت سے پورے

باوجود ایرانی وفود اور علّامہ آیت اللہ خمینی کے خصوصی قاصدوں سے ملاقاتیں ہوتی رہیں ، یہ وفود مولانا مودودیؒ کی ضروری ہدایات سے استفادہ فرماتے رہے۔مولانا مودودیؒ کی تقریباً تمام بنیادی کتابوں کا فارسی میں ترجمہ ہو چکا تھا۔

علّامہ آیت اللہ خمینی کے بعد مولانا مودودیؒ کی شخصیت ایران میں بے حد مقبولیت حاصل کر چکی تھی۔اور مولانا کی کتابوں کے لاکھوں نسخے ایران میں پھیل چکے تھے،جنھوں نے ایران میں اسلامی انقلاب کی جڑوں کو مضبوط کر دیا تھا۔

شیعہ اور سنی اختلافات کو قرآن و سیرت کی تعلیمات کی روشنی میں ہی دور کیا جا سکتا ہے۔[1] نفرت سے نفرت ہی کو تقویت ملتی ہے، جب کہ اسلام کی تعلیم ''اِدۡفَعۡ بِالَّتِیۡ هِیَ اَحۡسَنُ'' ہے۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡۤا اِنۡ تُطِیۡعُوۡا فَرِیۡقًا مِّنَ الَّذِیۡنَ اُوۡتُوا الۡکِتٰبَ یَرُدُّوۡکُمۡ بَعۡدَ اِیۡمَانِکُمۡ کٰفِرِیۡنَ ﴿۱۰۰﴾
وَ کَیۡفَ تَکۡفُرُوۡنَ وَ اَنۡتُمۡ تُتۡلٰی عَلَیۡکُمۡ اٰیٰتُ اللّٰهِ وَ فِیۡکُمۡ رَسُوۡلُهٗ ؕ وَ مَنۡ یَّعۡتَصِمۡ بِاللّٰهِ فَقَدۡ هُدِیَ اِلٰی صِرَاطٍ
مُّسۡتَقِیۡمٍ ﴿۱۰۱﴾ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ وَ لَا تَمُوۡتُنَّ اِلَّا وَ اَنۡتُمۡ مُّسۡلِمُوۡنَ ﴿۱۰۲﴾ وَ اعۡتَصِمُوۡا بِحَبۡلِ اللّٰهِ
جَمِیۡعًا وَّ لَا تَفَرَّقُوۡا ۪ وَ اذۡکُرُوۡا نِعۡمَتَ اللّٰهِ عَلَیۡکُمۡ اِذۡ کُنۡتُمۡ اَعۡدَآءً فَاَلَّفَ بَیۡنَ قُلُوۡبِکُمۡ فَاَصۡبَحۡتُمۡ بِنِعۡمَتِهٖۤ
اِخۡوَانًا ۚ وَ کُنۡتُمۡ عَلٰی شَفَا حُفۡرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَاَنۡقَذَکُمۡ مِّنۡهَا ؕ کَذٰلِکَ یُبَیِّنُ اللّٰهُ لَکُمۡ اٰیٰتِهٖ لَعَلَّکُمۡ تَهۡتَدُوۡنَ ﴿۱۰۳﴾
وَلۡتَکُنۡ مِّنۡکُمۡ اُمَّةٌ یَّدۡعُوۡنَ اِلَی الۡخَیۡرِ وَ یَاۡمُرُوۡنَ بِالۡمَعۡرُوۡفِ وَ یَنۡهَوۡنَ عَنِ الۡمُنۡکَرِ ؕ وَ اُولٰٓئِکَ هُمُ الۡمُفۡلِحُوۡنَ ﴿۱۰۴﴾ وَ لَا

معاشرے کو خراب کرنے والی ہیں۔
پہلی چیز فَحۡشَآء ہے جس کا اطلاق تمام بیہودہ اور شرمناک افعال پر ہوتا ہے۔ ہر وہ برائی جو اپنی ذات میں نہایت قبیح ہو، فحش ہے۔مثلاً بخل ،زنا، برہنگی و عُریانی،عملِ قوم لوط،محرّمات سے نکاح کرنا، چوری،شراب نوشی،بھیک مانگنا،گالیاں بکنا اور بدکلامی کرنا وغیرہ۔اسی طرح علی الاعلان بُرے کام کرنا اور برائیوں کو پھیلانا بھی فحش ہے،مثلاً جھوٹا پروپیگنڈا،تہمت تراشی،پوشیدہ جرائم کی تشہیر،بدکاریوں پر ابھارنے والے افسانے اور ڈرامے اور فلم،عریاں تصاویر،عورتوں کا بن سنور کر منظرِ عام پر آنا،علی الاعلان مردوں اور عورتوں کے درمیان اختلاط ہونا اور اسٹیج پر عورتوں کا ناچنا اور تھرکنا اور ناز و ادا کی نمائش کرنا وغیرہ۔
دوسری چیز مُنکر ہے جس سے مراد ہر وہ برائی ہے جسے انسان بالعموم برا جانتے ہیں، ہمیشہ سے برا کہتے رہے ہیں، اور تمام شرائع الٰہیہ نے جس سے منع کیا ہے۔
تیسری چیز بَغی ہے جس کے معنی ہیں اپنی حد سے تجاوز کرنا اور دوسرے کے حقوق پر دست درازی کرنا،خواہ وہ حقوق خالق کے ہوں یا مخلوق کے۔
(سورۃ النحل: آیت: ۹۰، تفہیم القرآن،جلد دوم،صفحات، ۵۶۴ تا ۵۶۷)

---

[1] شیعہ اور سنی کا فتنہ خلافت راشدہ کے بعد کی پیداوار ہے۔شیطانی و طاغوتی طاقتوں،ایجنسیوں، یہودیوں،نصرانیوں اور منافقوں نے مسلمانوں کو کمزور اور مغلوب کرنے کے لیے حُبِّ علیؓ اور بغض معاویہؓ اس کے جواب میں حب معاویہؓ اور بغض معاویہؓ کا فتنہ پیدا کیا ہے۔ملت محمدیہ۔ملت واحدہ کو ملت منتشرہ کر دیا۔1966ء میں سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ کی معروف کتاب ''خلافت و ملوکیت'' میں اس پر تشفی بخش بحث موجود ہے۔
اس کتاب کا فارسی اور عربی میں ترجمہ ہو چکا ہے۔

تَكُونُوا كَالَّذِينَ تَفَرَّقُوا وَاخْتَلَفُوا مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَهُمُ الْبَيِّنَاتُ ۚ وَأُولَٰئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ ﴿١٠٥﴾ يَوْمَ
تَبْيَضُّ وُجُوهٌ وَتَسْوَدُّ وُجُوهٌ ۚ فَأَمَّا الَّذِينَ اسْوَدَّتْ وُجُوهُهُمْ أَكَفَرْتُمْ بَعْدَ إِيمَانِكُمْ فَذُوقُوا الْعَذَابَ بِمَا
كُنْتُمْ تَكْفُرُونَ ﴿١٠٦﴾ وَأَمَّا الَّذِينَ ابْيَضَّتْ وُجُوهُهُمْ فَفِي رَحْمَةِ اللَّهِ ۖ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ﴿١٠٧﴾ تِلْكَ آيَاتُ اللَّهِ نَتْلُوهَا
عَلَيْكَ بِالْحَقِّ ۗ وَمَا اللَّهُ يُرِيدُ ظُلْمًا لِلْعَالَمِينَ ﴿١٠٨﴾ (سورۂ آل عمران: آیات:۱۰۰ تا ۱۰۸)

یہودا ورنصاریٰ کے پیدہ کردہ شیعہ وسنّی کے فتنے سے نکلنے، اصلاح اور اتحادِ ملت اسلامیہ کی واحد تدبیر ''وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا'' ہے۔

مولانا سید ابوالاعلیٰ المودودیؒ سے پاکستان کے علاوہ بیرونی ممالک سے ملاقات کے لیے آنے والوں کا اس سال بہت طویل سلسلہ ہے۔ان میں سے میری نظر میں بعض قابلِ ذکر افراد اور وفود ہیں،مولانا کے چاہنے والوں اور استفادہ کرنے والوں میں حسب ذیل لوگ ہیں۔

اگست 1978ء ہندوستان کی چند ایک قابل ذکر شخصیتوں میں مولانا محمد یوسف امیر جماعت اسلامی ہند ٗ ڈاکٹر نجات اللہ صدیقی ،اور مولانا عبدالحی چیف جسٹس آزاد کشمیر ٗاور دیگر شخصیات میں مولانا عبدالرحیم امیر جماعت اسلامی بنگلہ دیش ٗ دبئی کے جناب مسرت حسین ۔مصر،اردن اور شام کے اخوانی علماء۔

حکومت سعودی عرب کے حکمراں شاہ خالد کے مشیر اور صدر موتمر عالم اسلامی ڈاکٹر معروف دوالیبی ٗ عبداللہ عقیل وزارت اوقاف کویت ٗ وائس چانسلر مدینہ یونیورسٹی الشیخ عبدالمحسن اور حکومت قطر کے مذہبی امور کے ڈائریکٹر الشیخ عبداللہ انصاری اور ترکی پارلیمنٹ کے چیرمین صالح اوزجان۔

ریاض یونیورسٹی کے پرنسپل الشیخ عبدالعزیز الرومی ٗاور سید قطب شہیدؒ کے بھائی الشیخ محمد قطب۔

سوڈان کے وزیر تعلیم ٗ قانون واوقاف ڈاکٹر حسن ترابی ٗ اٹلی کے حسن بن نصر الدین احمد اور

انڈونیشیاء کے وزیر اطلاعات عبدالرحمن اور پروفیسر ڈاکٹر محمد کشنو۔یہ سب لوگ مولانا مودودیؒ کی کتابوں اور فکر سے متاثر اور مولانا مودودیؒ کے قدردان اور عالمگیر تحریک اسلامی کے رکن تھے۔

اس سال پاکستان کے تقریباً تمام اہم سیاسی ٗاور فوج میں موجود برسرِ خدمت اور ریٹائرڈ اہم شخصیات،اور مُلک کی اقتصادی اور قانونی شخصیات ،برسرخدمت اور ریٹارڈ ججز Judges اور پاکستان کے مخلص دینی اداروں کے مخلص رہنما اور علماء واہم مفتی حضرات نے بھی ملاقاتیں کیں۔ان کا عمومی تاثر تھا کہ مولانا مودودیؒ کا چہرہ ایک ولی اللہ کا نورانی چہرہ ہے اور علمی گفتگو کے بعد بعض علماء حضرات نے مولانا مودودیؒ کی سابقہ مخالفت پر شرمندگی کا اظہار کیا،مولانا مودودیؒ سے

معافی بھی مانگی، مولانا مودودی نے نہ صرف کھلے دل سے معاف کیا، بلکہ دعائیں بھی دیں۔ پھر فرمایا:

''میں تنقید سے بالاتر نہیں ہوں، تنقید کریں، انسان ہوں، غلطی کا امکان ہے۔''

دنیا کے ہر حصہ سے دعوت دین کا کام کرنے والے افراد اور وفود مولانا مودودیؒ سے ملاقات کے لیے آتے رہے۔ اور مولانا سید ابواعلیٰ مودودیؒ انہیں اہم اور ضروری ہدایات سے فیض یاب کرتے رہے۔

ہر فرد اور وفد نے اپنے اپنے میدانِ عمل اور مختلف مسائل پر گفتگو کرتے ہوئے مولانا کے مُفید مشوروں سے استفادہ کیا۔ اور یہ اللہ کا ولی صحت کی خرابی کے باوجود ہر ایک سے محبت، خوش دلی اور اکرام سے ملتا رہا اور ہر وقت اسلام کی سربلندی کی بات کرتا رہا۔

ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ o (الجمعۃ:4)

مولانا مودودیؒ کے بارے میں پاکستان ہی کے ایک مشہور صحافی، شاعر، تحریک آزادی کے جاں نثار، ابوالکلام آزاد کی فکر کے علمبردار، چٹان کے ایڈیٹر نے لکھا تھا۔

''۔۔۔۔۔زبان شستہ، لہجہ رفتہ، قلم کے دھنی، خطابت کے غنی، جماعتِ اسلام کے روحِ رواں بہ الفاظ دیگر امیر کارواں! تامّل وتذبذب سے بیزار، نہ زندہ باد کے تمنّائی نہ مُردہ باد سے خائف، نہ رُعب کھاتے ہیں نہ رُعب ڈالتے ہیں۔ قلم مصوّر، دماغ منوّر، تقریر میں کڑک نہ پھڑک، تحریر کی طرح الفاظ بکھیرتے چلے جاتے ہیں۔ لکھنے میں تلوار اور گُرز دونوں سے کام لیتے ہیں۔ عام لیڈروں سے مختلف ہیں۔ ان لیڈروں کی طرح نہیں جو گھروں میں عوام کو کالانعام کہتے اور اخباروں میں پیغام دیتے ہیں، انہوں نے سیاست کا انتخاب نہیں کیا بلکہ سیاست نے انہیں انتخاب کیا ہے۔ ان کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ جرأت کے ساتھ اپنی کہتے، صبر کے ساتھ دوسروں کی سُنتے ہیں۔۔۔۔۔'' (شورش کاشمیری، ایڈیٹر چٹان)

24 ستمبر 1978ء کو مولانا مودودیؒ کے مشورے کو قبول کرتے ہوئے جنرل ضیاء الحق نے متناسب انتخابات Proportionate Election کی منظوری دے دی۔

مولانا مودودیؒ نے حکومت کے اس اقدام کا خیر مقدم کیا۔

نوٹ: جب 1973ء میں دبئی میں جماعت اسلامی مشرق وسطیٰ (Middle East) قائم ہوئی، جس میں مشترکہ جماعت انڈیا، پاکستان اور بنگلہ دیش کے جملہ (۱۹) افراد رکن تھے تو میں مرتب احمد ابوسعید امیر جماعتِ اسلامی UAE بنایا گیا۔ الاخوان المسلمون کے مرشد عام محترم عبد البدیع صقر ہمارے مربی تھے۔ محترم مسرت حسین صاحب ہمارے نگراں تھے۔ انڈیا، پاکستان اور بنگلہ دیش۔ مگر اب 2015ء میں متحدہ عرب امارات میں ہر ملک کا الگ الگ نظم قائم ہے۔ بہرحال جماعت اسلامی کے کام کو تفہیم القرآن سے مربوط رکھنے میں ہی خیر ہے۔

مولانا سید مودودیؒ کی اب تک کی پچھتر سالہ انفرادی واجتماعی، خانگی وجماعتی زندگی Public & Private Life ایک کھلی کتاب کے مانند ایک حقیقت پسند مورخ کے لیے موجود ہے کہ انہوں نے خیر وبھلائی، حق وصداقت، کے ہر کام کو سراہا اور پسند فرمایا اور کھلے دل سے اس کی تعریف کی، ملک اور ملت کے حق میں کسی حکمران نے اگر درست اور صحیح اقدام کیا ہے تو مخالفت برائے مخالفت کا کردار کبھی بھی ادا نہیں کیا بلکہ ہمیشہ وَتَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى ۖ وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ ۖ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ کی تعلیماتِ قرآنی پر عمل کر کے دکھایا۔

رَبِّ هَبْ لِيْ حُكْمًا وَّاَلْحِقْنِيْ بِالصّٰلِحِيْنَ ﴿٨٣﴾ وَاجْعَلْ لِّيْ لِسَانَ صِدْقٍ فِي الْاٰخِرِيْنَ ﴿٨٤﴾ وَاجْعَلْنِيْ مِنْ وَّرَثَةِ جَنَّةِ النَّعِيْمِ ﴿٨٥﴾ (الشعراء: ۸۳ تا ۸۵)

اے میرے ربّ! مجھے حکم عطا کر اور مجھ کو صالحوں کے ساتھ ملا اور بعد کے آنے والوں میں مجھ کو سچی ناموری عطا کر اور مجھے جنتِ نعیم کے وارثوں میں شامل فرما۔

رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِيْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَآ اِنَّكَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴿١٠﴾ (الحشر: ۱۰)

اے ہمارے رب! ہمیں اور ہمارے اُن سب بھائیوں کو بخش دے جو ہم سے پہلے ایمان لائے ہیں اور ہمارے دلوں میں اہل ایمان کے لیے کوئی بغض (کینہ، کپٹ، تعصب، حسد) نہ رکھ، اے ہمارے ربّ تو بڑا مہربان ورحیم ہے۔

نوٹ: مولانا سید مودودیؒ کی ہر تحریر، تقریر اور تفہیم ان کی سیرت کی عکاس ہے۔ (مرتب: احمد ابوسعید)

عمر۔ چھہتر (۷۶) سال

بیسویں صدی کے امام العالم وقائد اعلیٰ مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ کے دار فانی سے رخصتی کا سال

(۲۵ ستمبر ۱۹۷۸ء تا ۲۴ ستمبر ۱۹۷۹ء)

اسلامی جمعیت طلباء (اسلامی جمعیۃ الطلباء) کے ایک اہم اجتماع سے خطاب، آیت اللہ خمینی کا عوامی انقلاب ایران میں شہنشاہیت کا خاتمہ، روس، امریکہ یورپ و ایشیاء میں مسلم اور غیر مسلم منافق حکمرانوں پر تنقید، 18/فروری 1979ء کو اسلامی و عالمی شاہ فیصل پہلا ایوارڈ دیا گیا۔ 4/اپریل 1979ء کو ذوالفقار علی بھٹو کو پھانسی دے دی گئی۔ بھارت میں جماعت اسلامی پر حکومت کا عتاب، اور ملت اسلامیہ ہند کے نادانوں کا جماعت اسلامی ہند کے ساتھ ناعاقبت اندیشانہ رویہ، مجلس شوریٰ کی ایک رپورٹ، مدینہ یونیورسٹی کے علماء، سعودی چیف جسٹس کی مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ کے گھر پر آمد و ملاقات اور 27/مئی 1979ء بغرض علاج، لندن سے نیویارک پھر بفیلو اپنے بیٹے کے ساتھ روانگی۔ چار ماہ علاج، صحت کی تفصیلات، 22 ستمبر 1979 کو جسم خاکی سے روح پرواز کر گئی۔ انا للہ و انا الیہ رٰجعون، تین براعظموں، امریکہ یورپ اور ایشیاء میں نماز جنازہ پڑھی جانے کی مختصر مگر موثر بے مثال تفصیل۔

25 ستمبر 1978ء سے پاکستان کے حالات ذرا سکون کی سانس لینے کے قابل بنے۔ مولانا سید مودودیؒ نے پہلے پاکستان کو ایک ''اسلامی ملک'' بنانے کی سعی کی، پھر عالمی اسلامی انقلاب کا پروگرام بنایا۔ مگر مولانا مودودیؒ کو محکوم و کم ظرف (یہود و نصاریٰ صفت) قوم اور منافق و شریر اور ظالم قسم کے حکمرانوں سے سابقہ پیش آیا۔

سارے عالم کا واحد ملک پاکستان جو اسلام اور مسلمان کے نام پر 14/15/اگست 1947ء (مطابق ۲۶/۲۷/رمضان ۱۳۶۶ھ) کی درمیانی نزول قرآن مجید کی شب کو وجود میں آیا تھا۔ اس لیلۃ القدر میں وجود پذیر خوش نصیب ملک کو مدینہ منورہ جیسے مہاجر و انصار ملتے تو یقیناً ایک عظیم عالمی حقیقی اسلامی انقلاب برپا ہو چکا ہوتا۔

مئی 1933ء حیدرآباد، دکن سے مولانا مودودیؒ نے ''ترجمان القرآن'' کے ذریعہ مسلمانوں میں بیداری اور دعوت اقامتِ دین کا فریضہ ادا کرنا شروع کر دیا تھا۔ 1938ء میں حیدرآباد سے اپنے مقصد حیات کے حصول کے

لیے ’’دارالاسلام‘‘ جمال پور پٹھان کوٹ رسول اللہ ﷺ کی اتباع کرتے ہوئے ہجرت کی۔

1939ء میں دارالاسلام سے لاہور منتقل ہونا پڑا۔ اگست 1941ء میں لاہور میں، ’’جماعت اسلامی‘‘ کا قیام عمل میں آیا، اور مولانا سید مودودیؒ کل ہند امیر جماعت اسلامی بنائے گئے۔

اگست 1941ء سے اگست 1978ء تک کیسے کیسے حالات، کن کن شرکاء، کیسے کیسے شرفاء، کن کن اشرار، کیسے کیسے معاونین اور مخالفین سے سابقہ پیش آیا، اس کتاب کے گزشتہ صفحات میں ان کا مختصر مختصر تذکرہ آ گیا ہے۔ تحریکِ اسلامی اور سید مودودیؒ کی سعی میں اتباعِ سیرت رسول ﷺ کے جہاں علمی و عملی پہلو روشن ہیں، وہیں تاریخی حالات اور واقعات کے بہت سے پہلو ہیں جن میں حتی المقدور قرآنی ہدایات اور سیرت سرورِ عالم ﷺ اور صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی اتباع کی ممکن حد تک **وجاھدوا فی اللہ حق جھادہ** کی عملی تصویر اور سعی نظر آتی ہے۔

یکم اکتوبر 1970ء سے 28/اکتوبر 1978ء تک صحت بظاہر ٹھیک رہی، البتہ کمزوری دن بدن بڑھ رہی تھی۔

30/اکتوبر 1978ء کو اسلامی جمعیت طلباء (اسلامی جمعیۃ الطلباء) کے چھبیس (26) ویں سالانہ اجتماع لاہور کا اختتامی اجلاس مولانا کے گھر پر ہی ہوا۔ جس میں مولانا نے تاریخ ساز بصیرت افروز تقریر فرمائی اور پاکستان میں نظامِ اسلامی کے نفاذ کے فریضہ کو ادا کرنے کی ذمہ داری ’’جماعت اسلامی‘‘ کے ساتھ ساتھ ’’اسلامی جمعیۃ الطلباء‘‘ کے سپرد کرتے ہوئے ایک دس نکاتی لائحۂ عمل پیش کیا۔

نومبر 1978ء مطابق یکم محرم 1399 ہجری کے آغاز پر سرکاری طور پر حکومت کی طرف سے اسلامی سال نو (New Year Day) پہلی مرتبہ منایا گیا۔ مولانا کے لیے یہ مسرت کا دن تھا۔

نومبر 1978ء میں اسلامی نظام اور اسلامی شریعت کے نفاذ کا بتدریج پاکستان میں عندیہ دیتے ہوئے الیکشن کے بعد پاکستان کو ایک اسلامی دستور کے تحت اسلامی ملک بنا دینے کا اعلان بھی صدرِ پاکستان محمد ضیاء الحق نے کر دیا۔ (دراصل یہی کچھ سید مودودیؒ کی دیرینہ تمنا تھی، جس کو اللہ سبحانہ وتعالیٰ اپنے اس عہد کے محبوب ترین بندے کی تمنا پوری کر دکھائی)

’’پاکستان اور سارے مسلم ممالک‘‘ کے دساتیر کے لیے قرآن مجید کے دفعات (امام العالم مولانا مودودیؒ کی تشریحات کی روشنی میں:

وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ۭ اِمَّا يَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ اَحَدُهُمَآ اَوْ كِلٰهُمَا فَلَا تَقُلْ لَّهُمَآ اُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا ﴿۲۳﴾ وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَقُلْ رَّبِّ

ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِيْ صَغِيْرًا ﴿٢٤﴾ رَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِمَا فِيْ نُفُوْسِكُمْ ۭ اِنْ تَكُوْنُوْا صٰلِحِيْنَ فَاِنَّهٗ كَانَ لِلْاَوَّابِيْنَ
غَفُوْرًا ﴿٢٥﴾ وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ وَالْمِسْكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِيْرًا ﴿٢٦﴾ اِنَّ الْمُبَذِّرِيْنَ كَانُوْٓا اِخْوَانَ
الشَّيٰطِيْنِ ۭ وَكَانَ الشَّيْطٰنُ لِرَبِّهٖ كَفُوْرًا ﴿٢٧﴾ وَاِمَّا تُعْرِضَنَّ عَنْهُمُ ابْتِغَاۗءَ رَحْمَةٍ مِّنْ رَّبِّكَ تَرْجُوْهَا فَقُلْ لَّهُمْ
قَوْلًا مَّيْسُوْرًا ﴿٢٨﴾ وَلَا تَجْعَلْ يَدَكَ مَغْلُوْلَةً اِلٰى عُنُقِكَ وَلَا تَبْسُطْهَا كُلَّ الْبَسْطِ فَتَقْعُدَ مَلُوْمًا مَّحْسُوْرًا ﴿٢٩﴾ اِنَّ
رَبَّكَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَاۗءُ وَيَقْدِرُ ۭ اِنَّهٗ كَانَ بِعِبَادِهٖ خَبِيْرًۢا بَصِيْرًا ﴿٣٠﴾ وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ خَشْيَةَ
اِمْلَاقٍ ۭ نَحْنُ نَرْزُقُهُمْ وَاِيَّاكُمْ ۭ اِنَّ قَتْلَهُمْ كَانَ خِطْاً كَبِيْرًا ﴿٣١﴾ وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنٰٓى اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً ۭ وَسَاۗءَ
سَبِيْلًا ﴿٣٢﴾ وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ ۭ وَمَنْ قُتِلَ مَظْلُوْمًا فَقَدْ جَعَلْنَا لِوَلِيِّهٖ سُلْطٰنًا فَلَا
يُسْرِفْ فِّي الْقَتْلِ ۭ اِنَّهٗ كَانَ مَنْصُوْرًا ﴿٣٣﴾ وَلَا تَقْرَبُوْا مَالَ الْيَتِيْمِ اِلَّا بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ حَتّٰى يَبْلُغَ اَشُدَّهٗ ۠ وَاَوْفُوْا
بِالْعَهْدِ ۚ اِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْــُٔوْلًا ﴿٣٤﴾ وَاَوْفُوا الْكَيْلَ اِذَا كِلْتُمْ وَزِنُوْا بِالْقِسْطَاسِ الْمُسْتَقِيْمِ ۭ ذٰلِكَ خَيْرٌ
وَّاَحْسَنُ تَاْوِيْلًا ﴿٣٥﴾ وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ ۭ اِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ اُولٰۗىِٕكَ كَانَ عَنْهُ
مَسْــُٔوْلًا ﴿٣٦﴾ وَلَا تَمْشِ فِي الْاَرْضِ مَرَحًا ۚ اِنَّكَ لَنْ تَخْرِقَ الْاَرْضَ وَلَنْ تَبْلُغَ الْجِبَالَ طُوْلًا ﴿٣٧﴾ كُلُّ ذٰلِكَ كَانَ سَيِّئُهٗ
عِنْدَ رَبِّكَ مَكْرُوْهًا ﴿٣٨﴾ ذٰلِكَ مِمَّآ اَوْحٰٓى اِلَيْكَ رَبُّكَ مِنَ الْحِكْمَةِ ۭ وَلَا تَجْعَلْ مَعَ اللّٰهِ اِلٰـهًا اٰخَرَ فَتُلْقٰى فِيْ جَهَنَّمَ
مَلُوْمًا مَّدْحُوْرًا ﴿٣٩﴾ (الاسراء: ٢٣-٣٩)

مندرجہ بالا آیات قرآنی کا ترجمہ مع تفہیم وتشریح ذیل کے صفحات میں ملاحظہ کیجئے۔

وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ۭ اِمَّا يَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ اَحَدُهُمَآ اَوْ كِلٰـهُمَا فَلَا
تَقُلْ لَّهُمَآ اُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا ﴿٢٣﴾ وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَقُلْ رَّبِّ
ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِيْ صَغِيْرًا ﴿٢٤﴾

ترجمہ: تیرے رب نے فیصلہ کر دیا ہے[1] کہ:

(۱) تم لوگ کسی کی عبادت نہ کرو، مگر صرف اُس کی۔[2]

(۲) والدین کے ساتھ نیک سلوک کرو۔ اگر تمہارے پاس اُن میں سے کوئی ایک، یا دونوں، بُوڑھے ہو کر رہیں تو انہیں اُف تک نہ کہو، نہ انہیں جھڑک کر جواب دو، بلکہ ان سے احترام کے ساتھ بات کرو۔ اور نرمی ورحم کے ساتھ ان کے سامنے جُھک کر رہو، اور دُعا کیا کرو کہ ”پروردگار، ان پر رحم فرما جس طرح انہوں نے رحمت وشفقت کے ساتھ مجھے بچپن میں پالا تھا۔“

تفہیم: [1] یہاں وہ بڑے بڑے بنیادی اصول پیش کیے جا رہے ہیں جن پر اسلام، پوری انسانی زندگی کے نظام

کی عمارت قائم کرنا چاہتا ہے۔ یہ گو یا نبی ﷺ کی دعوت کا منشور ہے جسے مکّی دَور کے خاتمے اور آنے والے مدنی دَور کے نقطۂ آغاز پر پیش کیا گیا، تاکہ دنیا بھر کو معلوم ہو جائے کہ اس نئے اسلامی معاشرے اور ریاست کی بنیاد کن فکری، اخلاقی، تمدّنی، معاشی اور قانونی اصولوں پر رکھی جائے گی۔ اس موقع پر سورۂ اَنعام رکوع ۱۹، اور اس کے حواشی پر بھی ایک نگاہ ڈال لینا مفید ہوگا۔

تفہیم ۲ اس کا مطلب صرف اتنا ہی نہیں ہے کہ اللہ کے سوا کسی کی پرستش اور پوجا نہ کرو، بلکہ یہ بھی ہے کہ بندگی اور غلامی اور بے چون و چرا اطاعت بھی صرف اسی کی کرو، اسی کے حکم کو حکم اور اسی کے قانون کو قانون مانو اور اس کے سوا کسی کا اقتدارِ اعلیٰ تسلیم نہ کرو۔ یہ صرف ایک مذہبی عقیدہ، اور صرف انفرادی طرزِ عمل کے لیے ایک ہدایت ہی نہیں ہے، بلکہ اُس پورے نظامِ اخلاق وتمدن وسیاست کا سنگِ بنیاد بھی ہے جو مدینہ طیبہ پہنچ کر نبی ﷺ نے عملاً قائم کیا۔ اس کی عمارت اِسی نظریے پر اٹھائی گئی تھی کہ اللہ جلّ شانہٗ ہی ملک کا مالک اور بادشاہ ہے، اور اسی کی شریعت ملک کا قانون ہے۔

رَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِمَا فِيْ نُفُوْسِكُمْ ۭ اِنْ تَكُوْنُوْا صٰلِحِيْنَ فَاِنَّهٗ كَانَ لِلْاَوَّابِيْنَ غَفُوْرًا ﴿۲۵﴾ وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ وَالْمِسْكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِيْرًا ﴿۲۶﴾ اِنَّ الْمُبَذِّرِيْنَ كَانُوْٓا اِخْوَانَ الشَّيٰطِيْنِ ۭ وَكَانَ الشَّيْطٰنُ لِرَبِّهٖ كَفُوْرًا ﴿۲۷﴾ وَاِمَّا تُعْرِضَنَّ عَنْهُمُ ابْتِغَاۗءَ رَحْمَةٍ مِّنْ رَّبِّكَ تَرْجُوْهَا فَقُلْ لَّهُمْ قَوْلًا مَّيْسُوْرًا ﴿۲۸﴾

ترجمہ: تمہارا رب خوب جانتا ہے کہ تمہارے دلوں میں کیا ہے اگر تم صالح بن کر رہو تو وہ ایسے سب لوگوں کے لیے درگزر کرنے والا ہے جو اپنے قصور پر متنبّہ ہو کر بندگی کے رویّے کی طرف پلٹ آئیں۔ [۳]

(۳) رشتہ دار کو اس کا حق دو اور مسکین اور مسافر کو اس کا حق۔

(۴) فضُول خرچی نہ کرو۔ فضُول خرچ لوگ شیطان کے بھائی ہیں، اور شیطان اپنے رب کا ناشکرا ہے۔

(۵) اگر اُن سے (یعنی حاجت مند رشتہ داروں، مسکینوں اور مسافروں سے) تمھیں کترانا ہو، اس بنا پر کہ ابھی تم اللہ کی اُس رحمت کو جس کے تم اُمیدوار ہو تلاش کر رہے ہو، تو انہیں نرم جواب دے دو۔ [۴]

(سورۃ بنی اسرائیل آیت ۲۵ تا ۲۸)

تفہیم ۳ اس آیت میں یہ بتایا گیا ہے کہ اللہ کے بعد انسانوں میں سب سے مقدم حق والدین کا ہے۔ اولاد کو والدین کا مطیع، خدمت گزار اور ادب شناس ہونا چاہئے۔ معاشرے کا اجتماعی اخلاق ایسا ہونا چاہئے جو اولاد کو والدین سے بے نیاز بنانے والا نہ ہو بلکہ ان کا احسان منداور ان کے احترام کا پابند بنائے، اور بڑھاپے میں اُسی طرح ان کی خدمت کرنا سکھائے جس طرح بچپن میں وہ اس کی پرورش اور ناز برداری کر چکے ہیں۔ یہ آیت بھی صرف ایک اخلاقی سفارش نہیں ہے بلکہ اسی کی بنیاد پر بعد میں والدین کے وہ شرعی حقوق واختیارات مقرر کیے گئے جن کی تفصیلات ہم کو حدیث اور فقہ میں ملتی

ہیں۔ نیز اسلامی معاشرے کی ذہنی واخلاقی تربیت میں اور مسلمانوں کے آدابِ تہذیب میں والدین کے ادب اور اطاعت اور ان کے حقوق کی نگہداشت کو ایک اہم عنصر کی حیثیت سے شامل کیا گیا۔ ان چیزوں نے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے یہ اصول طے کر دیا کہ اسلامی ریاست اپنے قوانین اور انتظامی احکام اور تعلیمی پالیسی کے ذریعہ سے خاندان کے ادارے کو مضبوط اور محفوظ کرنے کی کوشش کرے گی نہ کہ اسے کمزور بنانے کی۔

تفہیم ۴؎ ان تین دفعات کا منشا یہ ہے کہ آدمی اپنی کمائی اور اپنی دولت کو صرف اپنے لیے ہی مخصوص نہ رکھے، بلکہ اپنی ضروریات اعتدال کے ساتھ پوری کرنے کے بعد اپنے رشتہ داروں، اپنے ہمسایوں اور دوسرے حاجت مند لوگوں کے حقوق بھی ادا کرے۔ اجتماعی زندگی میں تعاون، ہمدردی اور حق شناسی وحق رسانی کی روح جاری وساری ہو۔ ہر رشتہ دار دوسرے رشتہ دار کا معاون، اور ہر مستطیع انسان اپنے پاس کے محتاج انسان کا مددگار رہو۔ ایک مسافر جس بستی میں بھی جائے، اپنے آپ کو مہمان نواز لوگوں کے درمیان پائے۔ معاشرے میں حق کا تصور اتنا وسیع ہو کہ ہر شخص اُن سب انسانوں کے حقوق اپنی ذات پر اور اپنے مال پر محسوس کرے جن کے درمیان وہ رہتا ہو۔ ان کی خدمت کرے تو یہ سمجھتے ہوئے کرے کہ ان کا حق ادا کر رہا ہے، نہ یہ کہ احسان کا بوجھ ان پر لاد رہا ہے۔ اگر کسی کی خدمت سے معذور ہو تو اس سے معافی مانگے اور اللہ سے فضل طلب کرے تاکہ وہ بندگانِ خدا کی خدمت کرنے کے قابل ہو۔

منشورِ اسلامی کی یہ دفعات بھی صرف انفرادی اخلاق کی تعلیم ہی نہ تھیں، بلکہ آگے چل کر مدینہ طیبہ کے معاشرے اور ریاست میں انہی کی بنیاد پر صدقاتِ واجبہ اور صدقاتِ نافلہ کے احکام دیے گئے، وصیّت اور وراثت اور وقف کے طریقے مقرر کیے گئے، یتیموں کے حقوق کی حفاظت کا انتظام کیا گیا، ہر بستی پر مسافر کا یہ حق قائم کیا گیا کہ کم از کم تین دن تک اس کی ضیافت کی جائے، اور پھر اس کے ساتھ ساتھ معاشرے کا اخلاقی نظام عملاً ایسا بنایا گیا کہ پورے اجتماعی ماحول میں فیاضی، ہمدردی اور تعاون کی روح جاری وساری ہو گئی، حتیٰ کہ لوگ آپ ہی آپ قانونی حقوق کے ماسوا اُن اخلاقی حقوق کو بھی سمجھنے اور ادا کرنے لگے جنہیں نہ قانون کے زور سے مانگا جا سکتا ہے نہ دلوایا جا سکتا۔

وَلَا تَجْعَلْ يَدَكَ مَغْلُوْلَةً اِلٰى عُنُقِكَ وَلَا تَبْسُطْهَا كُلَّ الْبَسْطِ فَتَقْعُدَ مَلُوْمًا مَّحْسُوْرًا ﴿٢٩﴾ اِنَّ رَبَّكَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَقْدِرُ ؕ اِنَّهٗ كَانَ بِعِبَادِهٖ خَبِيْرًۢا بَصِيْرًا ﴿٣٠﴾ (الاسراء)

ترجمہ:(٦) نہ تو اپنا ہاتھ گردن سے باندھ رکھو اور نہ اسے بالکل ہی کُھلا چھوڑ دو کہ ملامت زدہ اور عاجز بن کر رہ جاؤ۔(٢٩)۵؎ تیرا رب جس کے لیے چاہتا ہے رزق کشادہ کرتا ہے اور جس کے لیے چاہتا ہے تنگ کر دیتا ہے۔ وہ اپنے بندوں کے حال سے باخبر ہے اور انہیں دیکھ رہا ہے۔(٣٠) ٦؎

تفہیم ۵؎ ہاتھ باندھنا استعارہ ہے بخل کے لیے، اور اسے کھلا چھوڑ دینے سے مراد ہے فضول خرچی۔ دفعہ ۴ کے ساتھ دفعہ ۶ کے اس فقرے کو ملا کر پڑھنے سے منشا صاف یہ معلوم ہوتا ہے کہ لوگوں میں اتنا اعتدال ہونا چاہئے کہ وہ نہ بخیل بن کر دولت کی گردش کو روکیں اور نہ فضول خرچ بن کر اپنی معاشی طاقت کو ضائع کریں۔ اس کے برعکس ان کے اندر توازن کی ایسی صحیح حس موجود ہونی چاہئے کہ وہ بجا خرچ سے باز بھی نہ رہیں اور بے جا خرچ کی خرابیوں میں مبتلا بھی نہ ہوں۔ فخر اور ریا اور نمائش کے خرچ، عیاشی اور فسق و فجور کے خرچ، اور تمام ایسے خرچ جو انسان کی حقیقی ضروریات اور مفید کاموں میں صرف ہونے کے بجائے دولت کو غلط راستوں میں بہا دیں، دراصل اللہ کی نعمت کا کفران ہیں۔ جو لوگ اس طرح اپنی دولت کو خرچ کرتے ہیں وہ شیطان کے بھائی ہیں۔

یہ دفعات بھی محض اخلاقی تعلیم اور انفرادی ہدایات تک محدود نہیں ہیں بلکہ صاف اشارہ اس بات کی طرف کر رہی ہیں کہ ایک صالح معاشرے کو اخلاقی تربیت، اجتماعی دباؤ اور قانونی پابندیوں کے ذریعہ سے بے جا صرفِ مال کی روک تھام کرنی چاہئے۔ چنانچہ آگے چل کر مدینہ طیبہ کی ریاست میں ان دونوں دفعات کے منشا کی صحیح ترجمانی مختلف علمی طریقوں سے کی گئی۔ ایک طرف فضول خرچی اور عیاشی کی بہت سی صورتوں کو ازروئے قانون حرام کیا گیا۔ دوسری طرف بالواسطہ قانونی تدابیر سے بے جا صرفِ مال کی روک تھام کی گئی۔ تیسری طرف معاشرتی اصلاح کے ذریعہ سے اُن بہت سی رسموں کا خاتمہ کیا گیا جن میں فضول خرچیاں کی جاتی تھیں۔ پھر حکومت کو یہ اختیارات دیے گئے کہ اسراف کی نمایاں صورتوں کو اپنے انتظامی احکام کے ذریعہ روک دے۔ اسی طرح زکوٰۃ و صدقات کے احکام سے بخل کا زور بھی توڑا گیا اور اس امر کے امکانات باقی نہ رہنے دیے گئے کہ لوگ زر اندوزی کر کے دولت کی گردش کو روک دیں۔ ان تدابیر کے علاوہ معاشرے میں ایک ایسی رائے عام پیدا کی گئی جو فیاضی اور فضول خرچی کا فرق ٹھیک ٹھیک جانتی تھی اور بخل اور اعتدال میں خوب تمیز کرتی تھی۔ اس رائے عام نے بخیلوں کو ذلیل کیا۔ اعتدال پسندوں کو معزز بنایا۔ فضول خرچوں کو ملامت کی اور فیاض لوگوں کو پوری سوسائٹی کا گلِ سرسبد قرار دیا۔ اس وقت کی ذہنی و اخلاقی تربیت کا یہ اثر آج تک مسلم معاشرے میں موجود ہے کہ مسلمان جہاں بھی ہیں کنجوسوں اور زر اندوزوں کو بُری نگاہ سے دیکھتے ہیں، اور سخی انسان آج بھی ان کی نگاہ میں معزز و محترم ہے۔

تفہیم ۶؎ یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے درمیان رزق کی بخشش میں کم و بیش کا جو فرق رکھا ہے انسان اس کی مصلحتوں کو نہیں سمجھ سکتا، لہٰذا تقسیم رزق کے فطری نظام میں انسان کو اپنی مصنوعی تدبیروں سے دخل انداز نہ ہونا چاہئے۔ فطری نامساوات کو مصنوعی مساوات میں تبدیل کرنا، یا اس نامساوات کو فطرت کی حدود سے بڑھا کر بے انصافی کی حد تک پہنچا دینا، دونوں ہی یکساں غلط ہیں۔ ایک صحیح معاشی نظام وہی ہے جو اللہ کے مقرر کیے ہوئے طریقِ تقسیم رزق سے قریب تر ہو۔

اس فقرے میں قانونِ فطرت کے جس قاعدے کی طرف رہنمائی کی گئی تھی اس کی وجہ سے مدینے کے اصلاحی پروگرام میں یہ تخیل سرے سے کوئی راہ نہ پا سکا کہ رزق اور وسائل رزق میں تفاوت اور تفاضُل بجائے خود کوئی برائی ہے جسے مٹانا اور ایک

بے طبقات سوسائٹی پیدا کرنا کسی درجے میں بھی مطلوب ہو۔ اس کے برعکس مدینۂ طیّبہ میں انسانی تمدّن کو صالح بنیادوں پر قائم کرنے کے لیے جو راہِ عمل اختیار کی گئی وہ یہ تھی کہ فطرتُ اللہ نے انسانوں کے درمیان جو فرق رکھے ہیں ان کو اصل فطری حالت پر برقرار رکھا جائے اور اوپر کی دی ہوئی ہدایات کے مطابق سوسائٹی کے اخلاق واطوار اور قوانینِ عمل کی اس طرح اصلاح کر دی جائے کہ معاش کا فرق وتفاوت کسی ظلم وبے انصافی کا موجب بننے کے بجائے اُن بے شمار اخلاقی، روحانی اور تمدنی فوائد وبرکات کا ذریعہ بن جائے جن کی خاطر ہی دراصل خالقِ کائنات نے اپنے بندوں کے درمیان یہ فرق وتفاوت رکھا ہے۔

وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ خَشْيَةَ اِمْلَاقٍ ۭ نَحْنُ نَرْزُقُهُمْ وَاِيَّاكُمْ ۭ اِنَّ قَتْلَهُمْ كَانَ خِطْاً كَبِيْرًا ﴿31﴾ وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنٰٓى اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً ۭ وَسَاۗءَ سَبِيْلًا ﴿32﴾ (الاسراء)

ترجمہ:(۷) اپنی اولاد کو افلاس کے اندیشے سے قتل نہ کرو۔ ہم انہیں بھی رزق دیں گے اور تمہیں بھی۔ درحقیقت اُن کا قتل ایک بڑی خطا ہے۔(۳۱) ۷

ترجمہ:(۸) زنا کے قریب نہ پھٹکو۔ وہ بہت بُرا فعل ہے اور بڑا ہی بُرا راستہ۔(۳۱) ۸

تفہیم ۷۔ یہ آیت ان معاشی بنیادوں کو قطعی منہدم کر دیتی ہے جن پر قدیم زمانے سے آج تک مختلف ادوار میں ضبطِ ولادت کی تحریک اُٹھتی رہی ہے۔ افلاس کا خوف قدیم زمانے میں قتلِ اطفال اور اسقاطِ حمل کا محرک ہُوا کرتا تھا، اور آج وہ ایک تیسری تدبیر، یعنی منعِ حمل کی طرف دنیا کو دھکیل رہا ہے۔ لیکن منشورِ اسلامی کی یہ دفعہ انسان کو ہدایت کرتی ہے کہ وہ کھانے والوں کو گھٹانے کی تخریبی کوشش چھوڑ کر اُن تعمیری مساعی میں اپنی قوتیں اور قابلیتیں صرف کرے جن سے اللہ کے بنائے ہوئے قانونِ فطرت کے مطابق رزق میں افزائش ہُوا کرتی ہے۔ اس دفعہ کی رو سے یہ بات انسان کی بڑی غلطیوں میں سے ایک ہے کہ وہ بار بار معاشی ذرائع کی تنگی کے اندیشے سے افزائشِ نسل کا سلسلہ روک دینے پر آمادہ ہو جاتا ہے۔ یہ انسان کو متنبہ کرتی ہے کہ رزق رسانی کا انتظام تیرے ہاتھ میں نہیں ہے، بلکہ اس اللہ کے ہاتھ میں ہے جس نے تجھے زمین میں بسایا ہے۔ جس طرح وہ پہلے آنے والوں کو روزی دیتا رہا ہے، بعد کے آنے والوں کو بھی دے گا۔ تاریخ کا تجربہ بھی یہی بتاتا ہے کہ دنیا کے مختلف ملکوں میں کھانے والی آبادی جتنی بڑھتی گئی ہے، اُتنے ہی، بلکہ بارہا اس سے بہت زیادہ معاشی ذرائع وسیع ہوتے چلے گئے ہیں۔ لہٰذا اللہ کے تخلیقی انتظامات میں انسان کی بے جا دخل اندازیاں حماقت کے سوا کچھ نہیں ہیں۔

یہ اسی تعلیم کا نتیجہ ہے کہ نزولِ قرآن کے دَور سے لے کر آج تک کسی دَور میں بھی مسلمانوں کے اندر نسل کُشی کا کوئی عام میلان پیدا نہیں ہونے پایا۔

تفہیم ۸۔ ''زنا کے قریب نہ پھٹکو'' اس حکم کے مخاطب افراد بھی ہیں، اور معاشرہ بحیثیت مجموعی بھی۔ افراد کے لیے اس حکم کے معنی یہ ہیں کہ وہ محض فعلِ زنا ہی سے بچنے پر اکتفا نہ کریں، بلکہ زنا کے مقدّمات اور اس کے اُن ابتدائی محرکات سے

بھی دور رہیں جو اس راستے کی طرف لے جاتے ہیں۔ رہا معاشرہ، تو اس حکم کی رو سے اس کا فرض یہ ہے کہ وہ اجتماعی زندگی میں زنا، اور محرکاتِ زنا، اور اسبابِ زنا کا سدِ باب کرے، اور اس غرض کے لیے قانون سے، تعلیم و تربیت سے، اجتماعی ماحول کی اصلاح سے، معاشرتی زندگی کی مناسب تشکیل سے، اور دوسری تمام مؤثر تدابیر سے کام لے۔

یہ دفعہ آخر کار اسلامی نظامِ زندگی کے ایک وسیع باب کی بنیاد بنی۔ اس کے منشا کے مطابق زنا اور تُہمتِ زنا کو فوجداری جرم قرار دیا گیا، پردے کے احکام جاری کیے گئے، فواحش کی اشاعت کو سختی کے ساتھ روک دیا گیا، شراب اور موسیقی اور رقص اور تصاویر پر (جو زنا کے قریب ترین رشتہ دار ہیں) بندشیں لگائی گئیں، اور ایک ایسا ازدواجی قانون بنایا گیا جس سے نکاح آسان ہو گیا اور زنا کے معاشرتی اسباب کی جڑ کٹ گئی۔

وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ ؕ وَمَنْ قُتِلَ مَظْلُوْمًا فَقَدْ جَعَلْنَا لِوَلِيِّهٖ سُلْطٰنًا فَلَا يُسْرِفْ فِّي الْقَتْلِ ؕ اِنَّهٗ كَانَ مَنْصُوْرًا ﴿۳۳﴾ (الاسراء)

ترجمہ: (۹) قتلِ نفس کا ارتکاب نہ کرو جسے اللہ نے حرام کیا ہے [۹] مگر حق کے ساتھ [۱۰]۔ اور جو شخص مظلومانہ قتل کیا گیا ہو اس کے ولی کو ہم نے قصاص کے مطالبے کا حق عطا کیا ہے، [۱۱] پس چاہیے کہ وہ قتل میں حد سے نہ گزرے، [۱۲] اُس کی مدد کی جائے گی۔ (۳۳) [۱۳]

تفہیم ۹ قتلِ نفس سے مراد صرف دوسرے انسان کا قتل ہی نہیں ہے، بلکہ خود اپنے آپ کو قتل کرنا بھی ہے۔ اس لیے کہ نفس، جس کو اللہ نے ذی حرمت ٹھہرایا ہے، اس کی تعریف میں دوسرے نفوس کی طرح انسان کا اپنا نفس بھی داخل ہے۔ لہٰذا جتنا بڑا جرم اور گناہ قتلِ انسان ہے، اتنا ہی بڑا جرم اور گناہ خودکشی بھی ہے۔ آدمی کی بڑی غلط فہمیوں میں سے ایک یہ ہے کہ وہ اپنے آپ کو اپنی جان کا مالک، اور اپنی اِس ملکیت کو باختیارِ خود تلف کر دینے کا مجاز سمجھتا ہے۔ حالانکہ یہ جان اللہ کی ملکیت ہے، اور ہم اس کے اِتلاف تو درکنار، اس کے کسی بے جا استعمال کے بھی مجاز نہیں ہیں۔ دنیا کی اس امتحان گاہ میں اللہ تعالیٰ جس طرح بھی ہمارا امتحان لے، اسی طرح ہمیں آخر وقت تک امتحان دیتے رہنا چاہیے، خواہ حالاتِ امتحان اچھے ہوں یا بُرے۔ اللہ کے دیے ہوئے وقت کو قصداً ختم کر کے امتحان گاہ سے بھاگ نکلنے کی کوشش بجائے خود غلط ہے، کجا کہ یہ فرار بھی ایک ایسے جرمِ عظیم کے ذریعہ سے کیا جائے جسے اللہ نے صریح الفاظ میں حرام قرار دیا ہے۔ دوسرے معنی یہ ہیں کہ آدمی دنیا کی چھوٹی چھوٹی تکلیفوں اور ذلتوں اور رسوائیوں سے بچ کر عظیم تر اور ابدی تکلیف و رسوائی کی طرف بھاگتا ہے۔

تفہیم ۱۰ بعد میں اسلامی قانون نے قتل بالحق کو صرف پانچ صورتوں میں محدود کر دیا:

ایک قتلِ عمد کے مجرم سے قصاص۔ دوسرے دینِ حق کے راستے میں مزاحمت کرنے والوں سے جنگ۔ تیسرے اسلامی نظامِ حکومت کو اُلٹنے کی سعی کرنے والوں کو سزا۔ چوتھے شادی شدہ مرد یا عورت کو ارتکابِ زنا کی سزا۔ پانچویں ارتداد کی سزا۔ صرف یہی پانچ صورتیں ہیں جن میں انسانی جان کی حرمت مرتفع ہو جاتی ہے اور اسے قتل کرنا جائز ہو جاتا ہے۔

تفہیم ۱۱ اصل الفاظ ہیں ''اس کے ولی کو ہم نے سلطان عطا کیا ہے۔'' سلطان سے مراد یہاں ''حجت'' ہے جس کی بنا پر وہ قصاص کا مطالبہ کر سکتا ہے۔ اس سے اسلامی قانون کا یہ اصول نکلتا ہے کہ قتل کے مقدمے میں اصل مدعی حکومت نہیں بلکہ اولیائے مقتول ہیں، اور وہ قاتل کو معاف کرنے اور قصاص کے بجائے خوں بہا لینے پر راضی ہو سکتے ہیں۔

تفہیم ۱۲ قتل میں حد سے گزرنے کی متعدد صورتیں ہو سکتی ہیں اور وہ سب ممنوع ہیں۔ مثلاً جوش انتقام میں مجرم کے علاوہ دوسروں کو قتل کرنا، یا مجرم کو عذاب دے دے کر مارنا، یا مار دینے کے بعد اس کی لاش پر غصہ نکالنا، یا خوں بہا لینے کے بعد پھر اسے قتل کرنا وغیرہ۔

تفہیم ۱۳ چونکہ اس وقت تک اسلامی حکومت قائم نہ ہوئی تھی اس لیے اس بات کو نہیں کھولا گیا کہ اس کی مدد کون کرے گا۔ بعد میں جب اسلامی حکومت قائم ہوگئی تو یہ طے کر دیا گیا کہ اس کی مدد کرنا اس کے قبیلے یا اس کے حلیفوں کا کام نہیں بلکہ اسلامی حکومت اور اس کے نظامِ عدالت کا کام ہے۔ کوئی شخص یا گروہ بطورِ خود قتل کا انتقام لینے کا مجاز نہیں ہے بلکہ یہ منصب اسلامی حکومت کا ہے کہ حصولِ انصاف کے لیے اس سے مدد مانگی جائے۔

وَلَا تَقْرَبُوْا مَالَ الْيَتِيْمِ اِلَّا بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ حَتّٰى يَبْلُغَ اَشُدَّهٗ ۠ وَاَوْفُوْا بِالْعَهْدِ ۚ اِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْـُٔوْلًا ﴿۳۴﴾ وَاَوْفُوا الْكَيْلَ اِذَا كِلْتُمْ وَزِنُوْا بِالْقِسْطَاسِ الْمُسْتَقِيْمِ ۭ ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّاَحْسَنُ تَاْوِيْلًا ﴿۳۵﴾

ترجمہ: (۱۰) مالِ یتیم کے پاس نہ پھٹکو مگر احسن طریقے سے، یہاں تک کہ وہ اپنے شباب کو پہنچ جائے۔ ۱۴

(۱۱) عہد کی پابندی کرو، بے شک عہد کے بارے میں تم کو جواب دہی کرنی ہوگی۔ ۱۵

(۱۲) پیمانے سے دو تو پورا بھر کر دو، اور تولو تو ٹھیک ترازو سے تولو۔ ۱۶ یہ اچھا طریقہ ہے اور بلحاظ انجام بھی یہی بہتر ہے۔ ۱۷

تفہیم ۱۴ یہ بھی محض ایک اخلاقی ہدایت نہ تھی بلکہ آگے چل کر جب اسلامی حکومت قائم ہوئی تو یتامیٰ کے حقوق کی حفاظت کے لیے انتظامی اور قانونی، دونوں طرح کی تدابیر اختیار کی گئیں جن کی تفصیل ہم کو حدیث اور فقہ کی کتابوں میں ملتی ہے۔ پھر اسی سے یہ وسیع اصول اخذ کیا گیا کہ اسلامی ریاست اپنے اُن تمام شہریوں کے مفاد کی محافظ ہے جو اپنے مفاد کی خود حفاظت کرنے کے قابل نہ ہوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد وَاَنَا وَلِيُّ مَنْ لَّا وَلِيَّ لَهٗ (میں ہر اس شخص کا سرپرست ہوں جس کا کوئی سرپرست نہ ہو) اسی طرف اشارہ کرتا ہے، اور یہ اسلامی قانون کے ایک وسیع باب کی بنیاد ہے۔

۱۵ یہ بھی صرف انفرادی اخلاقیات ہی کی ایک دفعہ نہ تھی بلکہ جب اسلامی حکومت قائم ہوئی تو اسی کو پوری قوم کی داخلی اور خارجی سیاست کا سنگِ بنیاد ٹھیرایا گیا۔

۱۶ یہ ہدایت بھی صرف افراد کے باہمی معاملات تک محدود نہ رہی، بلکہ اسلامی حکومت کے قیام کے بعد یہ بات حکومت کے فرائض میں داخل کی گئی کہ وہ منڈیوں اور بازاروں میں اوزان اور پیمانوں کی نگرانی کرے اور تَطْفِیف کو بزور بند

کردے۔ پھر اسی سے یہ وسیع اصول اخذ کیا گیا کہ تجارت اور معاشی لین دین میں ہر قسم کی بے ایمانیوں اور حق تلفیوں کا سدّ باب کرنا حکومت کے فرائض میں سے ہے۔

۱۷؎ یعنی دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔ دنیا میں اس کا انجام اس لیے بہتر ہے کہ اس سے باہمی اعتماد قائم ہوتا ہے، بائع اور خریدار دونوں ایک دوسرے پر بھروسہ کرتے ہیں، اور یہ چیز انجام کار تجارت کے فروغ اور عام خوشحالی کی موجب ثابت ہوتی ہے۔ رہی آخرت، تو وہاں انجام کی بھلائی کا سارا دارومدار ہی ایمان اور اللہ ترسی پر ہے۔

وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ ؕ اِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ اُولٰٓئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُوْلًا ۝۳۶

ترجمہ: (۱۳) کسی ایسی چیز کے پیچھے نہ لگو جس کا تمہیں علم نہ ہو۔ یقیناً آنکھ، کان اور دل سب ہی کی باز پرس ہونی ہے۔ [۱۸]

تفہیم ۱۸؎ اس دفعہ کا منشا یہ ہے کہ لوگ اپنی انفرادی و اجتماعی زندگی میں وہم و گمان کے بجائے ''علم'' کی پیروی کریں۔ اسلامی معاشرے میں اس کی منشا کی ترجمانی وسیع پیمانے پر اخلاق میں، قانون میں، سیاست اور انتظامِ ملکی میں، علوم و فنون اور نظامِ تعلیم میں، غرض ہر شعبۂ حیات میں کی گئی اور اُن بے شمار خرابیوں سے فکر و عمل کو محفوظ کر دیا گیا جو علم کے بجائے گمان کی پیروی کرنے سے انسانی زندگی میں رونما ہوتی ہیں۔

اخلاق میں ہدایت کی گئی کہ بدگمانی سے بچو اور کسی شخص یا گروہ پر بلا تحقیق کوئی الزام نہ لگاؤ۔

قانون میں یہ مستقل اصول طے کر دیا گیا کہ محض شبہے پر کسی کے خلاف کوئی کارروائی نہ کی جائے۔ تفتیشِ جرائم میں یہ قاعدہ مقرر کیا گیا کہ گمان پر کسی کو پکڑنا اور مار پیٹ کرنا یا حوالات میں دے دینا قطعی ناجائز ہے۔

غیر قوموں کے ساتھ برتاؤ میں یہ پالیسی متعین کر دی گئی کہ تحقیق کے بغیر کسی کے خلاف کوئی قدم نہ اٹھایا جائے اور نہ مجرد شبہات پر افواہیں پھیلائی جائیں۔

نظامِ تعلیم میں بھی اُن نام نہاد علوم کو ناپسند کیا گیا جو محض ظن و تخمین اور لاطائل قیاسات پر مبنی ہیں۔ اور سب سے بڑھ کر یہ کہ عقائد میں اوہام پرستی کی جڑ کاٹ دی گئی اور ایمان لانے والوں کو یہ سکھایا گیا کہ صرف اُس چیز کو مانیں جو اللہ اور رسولؐ کے دیے ہوئے علم کی رو سے ثابت ہو۔

وَلَا تَمْشِ فِي الْاَرْضِ مَرَحًا ۚ اِنَّكَ لَنْ تَخْرِقَ الْاَرْضَ وَلَنْ تَبْلُغَ الْجِبَالَ طُوْلًا ۝۳۷ كُلُّ ذٰلِكَ كَانَ سَيِّئُهٗ عِنْدَ رَبِّكَ مَكْرُوْهًا ۝۳۸ ذٰلِكَ مِمَّآ اَوْحٰٓى اِلَيْكَ رَبُّكَ مِنَ الْحِكْمَةِ ؕ وَلَا تَجْعَلْ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ فَتُلْقٰى فِيْ جَهَنَّمَ مَلُوْمًا مَّدْحُوْرًا ۝۳۹ (الاسراء: ۲۳-۳۹)

ترجمہ: (۱۴) اور زمین میں اکڑ کر نہ چلو، تم نہ زمین کو پھاڑ سکتے ہو، نہ پہاڑوں کی بلندی کو پہنچ سکتے ہو۔ [۱۹] اِن امور میں

سے ہر ایک کا بُرا پہلو تیرے رب کے نزدیک ناپسندیدہ ہے۔ [۲۰] یہ وہ حکمت کی باتیں ہیں جو تیرے رب نے تجھ پر وحی کی ہیں۔ اور دیکھ! اللہ کے ساتھ کوئی دُوسرا معبُود نہ بنا بیٹھ، ورنہ تو جہنّم میں ڈال دیا جائے گا، ملامت زدہ اور ہر بھلائی سے محرُوم [۲۱] ہو کر۔

تفہیم ۱۹ مطلب یہ ہے کہ جباروں اور متکبروں کی روش سے بچو۔ یہ ہدایت بھی انفرادی طرزِ عمل اور قومی رویّے، دونوں پر یکساں حاوی ہے۔ اور یہ اسی ہدایت کا فیض تھا کہ مدینہ طیبہ میں جو حکومت اس منشور پر قائم ہوئی اس کے فرماں رواؤں گورنروں اور سپہ سالاروں کی زندگی میں جباری اور کبریائی کا شائبہ تک نہیں پایا جاتا تھا۔ حتیٰ کہ عین حالتِ جنگ میں بھی کبھی ان کی زبان سے فخر و غرور کی کوئی بات نہ نکلی۔

ان کی نشست و برخاست، چال ڈھال، لباس، مکان، سواری اور عام برتاؤ میں انکسار و تواضع، بلکہ فقیری و درویشی کی شان پائی جاتی تھی، اور جب وہ فاتح کی حیثیت سے کسی شہر میں داخل ہوتے تھے اس وقت بھی اکڑ اور تبَختُر (فخر و غرور) سے کبھی اپنا رعب بٹھانے کی کوشش نہ کرتے تھے۔

تفہیم ۲۰ یعنی ان میں سے جو چیز ممنوع ہے اس کا ارتکاب اللہ کو ناپسند ہے۔ یا دوسرے الفاظ میں، جس حکم کی بھی نافرمانی کی جائے وہ ناپسندیدہ ہے۔

تفہیم ۲۱ بظاہر تو خطاب نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے، مگر ایسے مواقع پر اللہ تعالیٰ اپنے نبی کو خطاب کر کے جو بات فرمایا کرتا ہے اس کا اصل مخاطب ہر انسان ہُوا کرتا ہے۔

(تفہیم القرآن، جلد سوم، صفحہ 609 تا 617)

9رجنوری 1979ء کو صدر یو۔کے ''اسلامک مشن لندن'' جناب رشید احمد صدیقی اور آذربائیجان سے آئے ہوئے ڈاکٹر عزیز الحق مولانا مودودیؒ کے گھر تشریف لائے ان سے ملاقات و گفتگو رہی۔ دوپہر ساڑھے بارہ بجے اپنے صاحبزادے حسین فاروق مودودی کے ساتھ تقریباً ایک ڈیڑھ سال بعد اچانک جماعتِ اسلامی کے مرکز منصورہ تشریف لے گئے۔ محترم مولانا مودودیؒ بیماری کی وجہ سے چل نہیں سکتے تھے، دفتر منصورہ کے دروازے پر ہی ہر ایک سے مصافحہ کیا۔

ان تمام مصروفیات کے علاوہ ''بی بی سی لندن'' کے نمائندے اور دیگر مُلکی اور غیر مُلکی اخبارات، ریڈیو اور ٹی وی کے نمائندوں سے مولانا محترم کے گھر پر ہی ملاقات اور انٹرویوز کا سلسلہ جاری رہا۔

20رجنوری کو ایران کے رہنما امام خمینی کے دو نمائندے ڈاکٹر کمال اور انجینئر محمد امام آیت اللہ خمینی کا ایک خط لے کر مولانا کے گھر آئے اور ایک گھنٹہ سے زیادہ مولانا کے ساتھ رہے۔ بطور تحفہ مولانا نے اپنی تصنیف کتاب ''سیرت سرورِ عالمؐ

’’ جلد اول اور جلد دوم امام خمینی کے لیے ان کے نمائندے کو اپنی دستخط کے ساتھ دی۔

21رجنوری 1979ءکو امام خمینی کے خط کا جواب اُن کے نمائندوں کے ہی ذریعہ امام خمینی تک پہنچایا۔ صرف اور صرف قرآن کریم اور سیرت سرور عالم ﷺ کی روشنی میں دستور بنانے اور نافذ کرنے کی ہدایت دی۔ اس طرح ایران کو یہود و انصاریٰ کی عالمی سازشوں سے بچانے کی سعی کی۔

4رفروری 1979ءکو مغربی جرمنی کے مشہور روزنامہ ZETUIN کے ایڈیٹر نے مولانا کا دو گھنٹے انٹرویو لیا۔ اسلام امن عالم کا داعی اور تمام انسانوں سے مخاطب ہے:

يَآيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا وَّنِسَآءً ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَالْاَرْحَامَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا ① (سورۃ النساء، آیت:۱)

9رفروری 1979ءکو ’’امام کعبہ محمد بن عبداللہ بن سبیل‘‘ نے مولانا کے گھر پر ہی نمازِ مغرب کی امامت کی اور کافی دیر تک مولانا مودودیؒ کے ساتھ رہے۔

10رفروری 1979ءکو مولانا مودودیؒ کے مشورے پر عمل کرتے ہوئے صدر ضیاء الحق نے اسلامی قوانین کے نفاذ کا عمل شروع کیا۔ اس طرح مولانا مودودیؒ کی تمنّا پوری ہوئی۔ ملک میں زکوٰۃ، عشر اور حدودِ شرع کے نفاذ کا اعلان ہوا۔

وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا ۭ وَاِنَّ اللّٰهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿٦٩﴾ (العنکبوت)

11رفروری 1979ءکو آیت اللہ خمینی کا عوامی و اسلامی انقلاب کامیاب ہوا اور ایران میں ظالمانہ رضا شاہ پہلوی شہنشاہیت کا خاتمہ عمل میں آیا۔ اس انقلاب کی خبر سے سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ بے حد مسرور ہوئے۔ مگر ساتھ ہی ساتھ یہ سوچ کر بہت فکرمند بھی تھے۔ کیوں کہ دنیا بھر کی شیطانی سازشی طاقتیں اِیران کے اس اسلامی انقلاب کو کبھی برداشت نہیں کریں گی۔

بڑی بڑی مکار مغربی، بیرونی طاقتوں میں روس، امریکہ، برطانیہ، چین ہیں تو مسلم مما لک کے منافق حکمراں جس میں مصر، عراق، خلیج کے بعض غیر مخلص، اسلام و مسلمان دشمن مغربی طاقتوں کے ایجنٹ نام نہاد مسلم حکمراں شامل ہیں۔

سید مودودیؒ کو دوسرا خطرہ یہ تھا کہ کہیں یہ ایران کا انقلاب، جو اسلام کے نام کی وجہ سے کامیاب ہوا ہے، آگے چل کر مسلکی اور اہلِ تشیع کے انتہا پسند لوگوں کے ہاتھوں میں چلا نہ جائے۔ اگر ایسا ہوا تو پھر شیعہ وسُنّی کے اختلافات وتفرقہ بندی کا فتنہ شروع ہوگا۔ اور ہر ممکن طریقہ سے غلط شیطانی طاقتیں سازشوں کا جال پھیلا کر اسلام اور اسلامی نظریۂ حیات کے خلاف اُٹھ کھڑی ہوں گی۔

اُس کی زندہ مثال یہ ہے کہ مغربی دنیا کا طرزِ عمل اِس طرح رہا کہ پاکستان کبھی ایک اسلامی جمہوریہ نہ بن سکا۔ قیام پاکستان کے بعد پانچ مرتبہ مارشل لاء کی حکومت رہی اور عالمی سازشوں نے اسلامی حکومت کے قیام میں ہر ممکن رکاوٹ پیدا کی۔ علّامہ آیت اللہ خمینی کو اُن کے کامیاب انقلاب کی مبارکباد دیتے ہوئے مولانا مودودیؒ نے عالمی سازشوں اور شیطانی چالوں سے ہمیشہ چوکنا رہنے اور قرآن وسنّت کی روشنی میں مُومنانہ بصیرت پر قائم رہنے کی ہدایت کی۔

قَالَ فَبِمَآ اَغْوَيْتَنِيْ لَاَقْعُدَنَّ لَهُمْ صِرَاطَكَ الْمُسْتَقِيْمَ ﴿16﴾ ثُمَّ لَاٰتِيَنَّهُمْ مِّنْۢ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ وَعَنْ اَيْمَانِهِمْ وَعَنْ شَمَآئِلِهِمْ ؕ وَلَا تَجِدُ اَكْثَرَهُمْ شٰكِرِيْنَ ﴿17﴾ (سورۃ الاعراف، آیات: 16,17)

بیسویں صدی کے قائدِ اعلیٰ سید ابوالاعلیٰؒ نے اسلامی ممالک کے وزراء خارجہ کے نام ایک نہایت اہم پیغام میں یہ ترغیب دی کہ تمام اسلامی ممالک بنیادی مشترکہ مفادات پر متحد ہوجائیں، ایک تیسری عالمی طاقت بن جائیں، اور اس اتحاد کے بنیادی نکات کی نشاندہی بھی فرمادی۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ﴿102﴾ وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا ۠ وَاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖٓ اِخْوَانًا ۚ وَكُنْتُمْ عَلٰي شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَاَنْقَذَكُمْ مِّنْهَا ؕ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ﴿103﴾ وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ ؕ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿104﴾ وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ تَفَرَّقُوْا وَاخْتَلَفُوْا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْبَيِّنٰتُ ؕ وَاُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿105﴾

(سورۃ آل عمران، آیت: ۱۰۲ تا ۱۰۵)

20رفروری 1979ء کو عمر بہاؤالدین الامیری ڈین فیکلٹی آف حدیث (شیخ الحدیث) مراقش یونیورسٹی نے مولانا سے ملاقات کی۔ اور علم حدیث پر اہم مسائل میں مولانا مودودیؒ سے رہنمائی حاصل کی۔ حدیث کی امہات الکتب کے حوالوں اور مولانا مودودیؒ کی یادداشت پر عمر بہاؤالدین صاحب دنگ رہ گئے۔

28رفروری 1979ء کو سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ کو پہلا عالمی شاہ فیصل ایوارڈ دیا گیا

یہ ایوارڈ دنیا بھر کے پانچ سو سے زیادہ مسلم تنظیموں اور شخصیات سے رائے طلب کرنے کے بعد دیا جاتا ہے۔ یہ ایوارڈ مولانا کو فکری، علمی وعملی میدان میں فروغ اسلام کے لیے بے مثال کام کرنے پر عالمِ اسلام و دنیائے انسانیت پر اُن کے

ا۔ اس ایوارڈ (Award) کی نہ مولانا مودودیؒ کو توقع تھی اور نہ خواہش۔ جب کہ دوسرے تیسرے سال سے آج بھی مختلف ممالک کی علمی اور دینی وفکری محاذ پر اسلام اور ملت کی خدمت کرنے والی بعض شخصیات اس ایوارڈ کے حصول کی دوڑ میں سرگرداں نظر آتی ہیں۔ جب کہ 1989ء میں حضرت مولانا ابوالحسن علی میاں ندوی کو بھی دس سال بعد اسی ایوارڈ کا نصف حصہ اُن کی علمی خدمات کے لحاظ سے ان کی تمنا پر دیا گیا۔

احسان کو تسلیم کرتے ہوئے خراج تحسین کے طور پر دیا گیا۔[1] مولانا کے فرزند حسین فاروق مودودی نے شاہ فیصل ایوارڈ جو ایک تمغہ، سرٹیفکیٹ اور دو لاکھ ریال پر مشتمل تھا، سعودی حکومت سے حاصل کیا۔ ایوارڈ قبول کرنے پر شہزادہ عبداللہ فیصل نے مولانا مودودیؒ کا شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا:

''مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ نے اس اسلامی و عالمی ایوارڈ کو قبول فرما کر اس ایوارڈ کی عزت افزائی فرمائی ہے۔''[1]

ایوارڈ کی یہ عالی شان تقریب سعودی عرب کے دارالحکومت ''ریاض'' میں منعقد ہوئی۔ اس تقریب میں ولی عہد شہزادہ فہد، حکومت کے وزراء، اعلیٰ سرکاری حکام، یونیورسٹیوں کے چانسلر، وائس چانسلر ملک اور بیرون ملک سے آئے ہوئے علماء و مفکرین موجود تھے۔

مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ نے اس ایوارڈ پر مسرت کا اظہار فرماتے ہوئے اللہ کا شکر ادا فرمایا اور اس ایوارڈ کی پوری رقم اشاعتِ اسلام کی خاطر ''ادارہ معارف اسلامی'' کو وقف کر دی۔ مولانا نے فرمایا کہ میرے لیے اصل چیز دنیا کا انعام نہیں، بلکہ میں اللہ جل شانہ کے انعام کا متمنی ہوں۔ ربِّ کریم میری مغفرت فرمائے، اور مجھے اپنے انعام سے سرفراز فرمائے اور میرا شمار اپنے صالح بندوں میں شامل فرمائے۔ مولانا سید مودودیؒ کی اس تحریر کی ترجمانی مولانا خلیل احمد حامدی صاحب نے پیش کی ہے۔ ۱۹۷۹ء کی شاہ فیصل ایوارڈ کی مکمل رکارڈنگ Youtube پر آج بھی دیکھی جاسکتی ہے۔

قَالَ رَبِّ اَوۡزِعۡنِیۡۤ اَنۡ اَشۡکُرَ نِعۡمَتَکَ الَّتِیۡۤ اَنۡعَمۡتَ عَلَیَّ وَ عَلٰی وَالِدَیَّ وَ اَنۡ اَعۡمَلَ صَالِحًا تَرۡضٰىهُ وَ اَدۡخِلۡنِیۡ بِرَحۡمَتِکَ فِیۡ عِبَادِکَ الصّٰلِحِیۡنَ ﴿۱۹﴾ (النمل:۱۹)

18/ مارچ 1979ء کو لاہور ہائی کورٹ عدالت عالیہ نے ذوالفقار علی بھٹو کو قتل کے جرم میں سزائے موت کا حکم سنا دیا۔

23/ مارچ 1979ء کو صدرِ پاکستان ضیاء الحق نے اسلامی نظام کے نفاذ اور نئے (الیکشن) انتخابات کا اعلان کر دیا۔

4/ اپریل 1979ء کو پاکستان پیپلز پارٹی (P.P.P) کے بانی اور صدر عالی مقام عالی جناب، قائدِ عوام، مشیر وزارتِ خارجہ، پھر وزیرِ خارجہ، پھر عوامی مارشل لا ایڈمنسٹریٹر، پھر صدرِ پاکستان، پھر وزیرِ اعظم پاکستان پھر پاکستان کو

---

[1] پوری دنیا کے پانچ سو (500) سے زیادہ معروف مسلم تنظیموں، دانشوروں، مدبروں اور علماء کو ایک سوالنامہ بھیجا گیا کہ شاہ فیصل فاونڈیشن کے پہلے ایوارڈ کی مستحق دنیا کی سب سے زیادہ علمی، فکری اور عملی مدبر و معلم عالم اسلام پر اثر انداز معروف شخصیت کون ہے؟ چنانچہ دنیائے عرب اور غیر عرب نوے فی صد 90% دانشوروں مسلم تنظیموں، مدبروں، معروف علماء و شخصیات کی طرف سے یہی جواب آیا کہ صرف اور صرف سید ابوالاعلیٰ مودودی Only and Only Syed Abul Aala Maudoodi یہ فیصلہ ساری مسلم دنیا کی آواز کا آئینہ دار تھا کہ سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ نے اسلام کی سب سے زیادہ خدمت کی ہے۔ الحمدللہ۔

مولانا مودودیؒ کی خدمات کو سارے عالم اسلام نے تسلیم کیا۔ یہ دن بشمول میرے دنیا کے لاکھوں کروڑوں مسلمانوں، جماعت اسلامی کے کارکنوں اور مولانا مودودیؒ کے احسان مندوں کے لیے جہاں جشن کا دن تھا، وہاں ہندوستان اور لنگڑے پاکستان کے بعض حاسد و متعصب سیاسی، سماجی، دینی اور بے دین اور مخالفین اقامت دین شخصیات کے لیے ماتم کا دن تھا۔

ٹکڑے کرنے اور بنگلہ دیش کو تسلیم کرنے والے، ذاتی مفادات کی خاطر اپنے ہی ملک کے کئی بے گناہ عوام کے قاتل ذوالفقار علی بھٹو کو پاکستان کی عدالت کے فیصلہ پر عمل کرتے ہوئے پھانسی پر لٹکا دیا گیا۔ عبرتناک پھانسی کی سزا کے باوجود پورے ملک پاکستان میں کوئی قابل ذکر احتجاج تک نہ ہوا۔ فَاعْتَبِرُوْا يٰٓاُولِي الْاَبْصَارِ ۝

كَمْ تَرَكُوْا مِنْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ ﴿٢٥﴾ وَّزُرُوْعٍ وَّمَقَامٍ كَرِيْمٍ ﴿٢٦﴾ وَّنَعْمَةٍ كَانُوْا فِيْهَا فٰكِهِيْنَ ﴿٢٧﴾ كَذٰلِكَ وَاَوْرَثْنٰهَا قَوْمًا اٰخَرِيْنَ ﴿٢٨﴾ فَمَا بَكَتْ عَلَيْهِمُ السَّمَآءُ وَالْاَرْضُ وَمَا كَانُوْا مُنْظَرِيْنَ ﴿٢٩﴾

(سورۃ الدخان، آیت: ۲۵ تا ۲۹)

کتنے ہی باغ اور چشمے اور کھیت اور شاندار محل تھے جو وہ چھوڑ گئے کتنے ہی عیش کے سروسامان، جن میں وہ مزے کر رہے تھے اُن کے پیچھے دھرے رہ گئے، یہ ہوا اُن کا انجام اور ہم نے دوسروں کو اِن چیزوں کا وارث بنا دیا۔ پھر نہ آسمان اُن پر رویا نہ زمین، اور ذرا سی مہلت بھی ان کو نہ دی گئی۔ [1]

البتہ اسلام دشمن یہودی، نصرانی، اور مشرک قوتیں ذوالفقار علی بُھٹّو کو ہیرو بنانے میں ہر ممکن کوشش کرتی رہیں۔ اخبارات، ریڈیو، T.V پر بھٹو صاحب کے ''مناقب'' بیان ہوتے رہے۔

بھارت میں بعض نادان وجاہل جن میں بے دین کمیونسٹ دہریے بھی تھے، اور بعض کم ظرف ونادان نام نہاد دین دار طبقہ بھی تھا، جنہوں نے جماعتِ اسلامی ہند کے دفاتر اور جائیدادوں کو محض جھوٹے پروپیگنڈوں سے متاثر ہوکر جلایا، جانی اور مالی لحاظ سے بہت نقصان پہنچایا۔ حکومت ہند، ہندوستانی مسلمانوں کی حماقت اور جماعت اسلامی کے

---

[1] یعنی جب وہ حکمراں تھے تو اُن کی عظمت کے ڈنکے بج رہے تھے۔ اُن کی ثناخوانی کے ترانوں سے دنیا گونج رہی تھی۔ خوشامدیوں کے جمگھٹے ان کے آگے اور پیچھے لگے رہتے تھے۔ ان کی وہ ہوا باندھی جاتی تھی کہ گویا ایک عالَم اُن کے کمالات کا گرویدہ اور ان کے احسانات کا زیر بار ہے اور ان سے بڑھ کر دنیا میں کوئی مقبول نہیں، مگر جب وہ گرے تو کوئی آنکھ ان کے لیے رونے والی نہ تھی، بلکہ دنیا نے ایسا اطمینان کا سانس لیا کہ گویا ایک کانٹا تھا جو اس کے پہلو سے نکل گیا۔ ظاہر ہے کہ انہوں نے نہ خلق اللہ کے ساتھ کوئی بھلائی کی تھی کہ زمین والے ان کے لیے روتے، نہ اللہ کی خوشنودی کا کوئی کام کیا تھا کہ آسمان والوں کو ان کی ہلاکت پر افسوس ہوتا۔ جب تک مشیتِ الٰہی سے ان کی رسّی دراز ہوتی رہی، وہ زمین کے سینے پر مونگ دلتے رہے۔ جب ان کے جرائم حد سے گزر گئے تو اس طرح اٹھا کر پھینک دیے گئے جیسے کوڑا کرکٹ پھینکا جاتا ہے۔
(تفہیم القرآن، جلد چہارم، سورۃ دخان، آیت 29)

[2] پورے ہندوستان میں جماعت اسلامی کے خلاف مسلمانوں کے ہاتھوں مسلمانوں کی تباہی کی مکمل تصویر کا صرف جموں وکشمیر میں 4/ اپریل سے 24/ اپریل 1979 کی ایک مصدقہ رپورٹ سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

مجلس شوریٰ جماعت اسلامی ہند کی قراردادیں

دہلی، 17/ اپریل کو مرکزی مجلس شوریٰ جماعت اسلامی ہند کے ہنگامی اجلاس 16/ 17/ اپریل 1979 میں جو قراردادیں منظور کی گئیں، اس میں سے قرارداد نمبر (۱) اس طرح ہے۔

نقصانات وتباہی کا تماشا بھارتی فوج اور پولیس خوشی خوشی دیکھتی ہی رہی۔[1]

4/اپریل 1979ء آل انڈیا ریڈیو نے بھٹو کو پھانسی دیے جانے کی خبر سنائی اور اُدھر اسی وقت لوگ گھروں سے لاٹھیاں، کلہاڑیاں، پھاوڑے اور دیگر تباہی کے سامان لیے، جماعت اسلامی کے خلاف جوش جنون میں نکل پڑے۔ جماعتِ اسلامی قرآن اور سیرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روشنی میں، اپنے ارکان وکارکنوں کو صرف اقامت دین کی دعوت اور جماعتِ اسلامی کے اعلیٰ اور بے لاگ لٹریچر کے ذریعہ ہندوستان، پاکستان اور بنگلہ دیش میں خاص طور پر اور دنیا کے تمام ممالک اور عوام میں عام طور پر پرامن طریقہ سے پیش کرتی ہے۔ جماعت کی دعوتِ حق واضح ہے۔

هُدًى وَّذِكْرٰى لِاُولِي الْاَلْبَابِ ﴿۵۴﴾ فَاصْبِرْ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّاسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِكَ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ بِالْعَشِيِّ وَالْاِبْكَارِ ﴿۵۵﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ يُجَادِلُوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِ اللّٰهِ بِغَيْرِ سُلْطٰنٍ اَتٰىهُمْ ۙ اِنْ فِيْ صُدُوْرِهِمْ اِلَّا كِبْرٌ مَّا هُمْ بِبَالِغِيْهِ ۚ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ ۭ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ ﴿۵۶﴾ (سورۃ المومن: 54 تا 56)

سوشلزم، کمیونزم، کیپٹلزم، ہندتوا، یہودیت وعیسائیت، اور دیگر دنیا کے تمام ازموں کو اللہ رب العالمین کے آخری نبی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذریعہ آخری کتاب قرآن کریم کی طرف رجوع کرنے اور دنیا میں ایک پرامن زندگی گزارنے اور آخرت میں چین وراحت کے گھر، جنت کے مستحق بننے اور بنانے کی دعوت دیتی ہے۔

شَرَعَ لَكُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا وَصّٰى بِهٖ نُوْحًا وَّالَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ وَمَا وَصَّيْنَا بِهٖٓ اِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى وَعِيْسٰٓى اَنْ اَقِيْمُوا الدِّيْنَ وَلَا تَتَفَرَّقُوْا فِيْهِ ۭ كَبُرَ عَلَى الْمُشْرِكِيْنَ مَا تَدْعُوْهُمْ اِلَيْهِ ۭ اَللّٰهُ يَجْتَبِيْٓ اِلَيْهِ مَنْ يَّشَاۗءُ وَيَهْدِيْٓ اِلَيْهِ مَنْ يُّنِيْبُ ﴿۱۳﴾ (سورۃ الشوریٰ: 13)

قرارداد نمبر (۱)

ذوالفقار علی بھٹو مرحوم کے مقدمۂ قتل کا فیصلہ اور ان کی پھانسی کا معاملہ پاکستان سے متعلق تھا، لیکن اس کا ردعمل وہاں پاکستان میں صفر کے برابر رہا مگر اس کے بجائے ہندوستان میں ہوا۔ جو لوگ مسٹر بھٹو کو دین وملت کا اصل ہیرو اور قتل کے مقدمہ میں بے قصور خیال کرتے تھے ان کا ان کی پھانسی پر رنج وغم کا اظہار فطری امر تھا۔ لیکن اس سلسلے میں اس سامنے کی حقیقت کو لوگ نظر انداز کر گئے کہ ہندوستان اور پاکستان دو الگ الگ ملک ہیں ان کی حکومتیں اور جماعتیں الگ ہیں اور ایک ملک کے کسی معاملہ کی ذمہ داری دوسرے ملک والوں پر نہیں ڈالی جاسکتی۔ یہ بات سب ہی جانتے ہیں کہ مسٹر بھٹو کی پھانسی میں جماعت اسلامی ہند اور جماعت اسلامی جموں وکشمیر کا کوئی دخل نہ تھا، لیکن سارا غصہ جاہل اور نادان مسلمانان ہند اور کشمیری مسلمانوں کے ان دونوں جماعتوں پر اتارا گیا اور وہ بھی اس انداز میں کہ تمام دینی، اخلاقی اور قانونی حدود بری طرح پامال ہو کر رہ گئے۔
اس سلسلے کا سب سے بدتر مظاہرہ ریاست جموں وکشمیر میں ہوا۔ جہاں جماعت اسلامی سے وابستہ ہزارہا افراد کو بے گھر، بے در اور دانہ دانہ کا محتاج بنا دیا گیا۔ مدارس ومکاتب تباہ کر دیے گئے۔ گاؤں کے گاؤں پھونک دیے گئے۔ کروڑوں روپے کی املاک تباہ کر دی گئیں۔ بے گناہ افراد کو مارا پیٹا گیا۔ معصوم عورتوں کو وحشیانہ طور پر ستایا گیا، بے گناہ افراد کا خون بہایا گیا۔ قرآن مجید اور مساجد کی بے حرمتی کی گئی اور انہیں نذر آتش کیا گیا۔ اور یہ فسادی اور ظالم عنصر اللہ کے غضب کا مستحق ہو گیا۔

ہماری ملت کے قابل احترام مولویوں اور مرشدوں نے جماعت اسلامی، مولانا مودودیؒ اور "تفہیم القرآن" اور جماعت اسلامی کے لٹریچر کو پڑھے بغیر مخالفت میں فتوے جاری کیے، اور مساجد کے اماموں نے جمعہ کے خطبے بھی دیے۔ الحمداللہ ندوی، اصلاحی، فلاحی، عمری اور اثری درس گاہوں اور ان کے ہم خیال ذمہ داران مدارس و مساجد کے ہر ایک نے اس طرح کا مخالفانہ موقف اختیار نہیں کیا بلکہ جماعت اسلامی ہند کے ساتھ ان اداروں نے ہمدردی کا رویہ اختیار کیا۔

اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْتُمُوْنَ مَآ اَنْزَلْنَا مِنَ الْبَيِّنٰتِ وَالْهُدٰى مِنْۢ بَعْدِ مَا بَيَّنّٰهُ لِلنَّاسِ فِى الْكِتٰبِ ۙ اُولٰٓئِكَ يَلْعَنُهُمُ اللّٰهُ وَيَلْعَنُهُمُ اللّٰعِنُوْنَ ۝ اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا وَاَصْلَحُوْا وَبَيَّنُوْا فَاُولٰٓئِكَ اَتُوْبُ عَلَيْهِمْ ۚ وَاَنَا التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ۝ (سورۃ البقرۃ:159,160)

رب ذوالجلال مسلمانوں کے دلوں میں باہمی محبت کا جذبہ پیدا کرے۔ اس سیدھی سادی قوم کو شرارت پسندوں اور خودغرضوں کی عیارانہ چالوں اور مکروفریب سے محفوظ رکھے اور دینِ حق کو قائم کرنے کا احساس دلوں میں پیدا کرے۔ آمین۔

بھٹو سے اللہ تعالیٰ نے کچھ اچھے کام بھی بھٹو کی مرضی کے علی الرغم لیے۔ 1973ء کا آئین، (جس کی دھجیاں خود اڑادیں) شراب پر پابندی، (لیکن خود پابندی سے شراب پیتے تھے) ایٹمی دفاعی پروگرام (جس کو اپنے اقتدار کو بچانے اور عالم اسلام اور عالم عرب میں اپنی شہرت و بڑائی کے لیے استعمال کیا) پاکستان ایک مسلمان ملک کو ایٹمی طاقت بننے میں

← ہندوستان کی دوسری ریاستوں میں بڑے پیمانے پر تو ہنگامے نہیں ہوئے لیکن کچھ مقامات پر وابستگان جماعت بپھرے ہوئے عناصر اور غنڈوں کے سبّ وشتم اور غیظ وغضب کا نشانہ بنے۔ جماعت کے دفاتر اور مکاتب کو لوٹا اور جلایا گیا یا ان پر قبضہ کر لیا گیا۔ قرآن مجید اور اسلامی لٹریچر کی بے حرمتی کی گئی اور لوگوں کو بری طرح مارا پیٹا گیا۔ ستم بالائے ستم یہ کہ یہ سب کچھ مسلمانوں کے ہاتھوں ہوا۔ مسٹر بھٹو کی پھانسی کے بارے میں تو اختلاف ہوسکتا ہے کہ وہ صحیح تھی یا غلط لیکن یہ حرکات جو پورے مُلک میں ہوئیں ان میں سے کوئی حرکت، دین، اخلاق، انسانیت، شرافت یا قانون، کسی بھی لحاظ سے صحیح تھی؟ اسلام کے نام لیواؤں کی طرف سے یہ کتنا غیر اسلامی اور غیر اخلاقی مظاہرہ تھا جس سے اسلام اور ملت دونوں کی عظیم رسوائی ہوئی اور دردمندانِ ملت کا سر شرم سے جھک گیا۔

مرکزی مجلس شوریٰ جماعت اسلامی ہند کا احساس ہے کہ ہنگامے ہوئے نہیں، کرائے گئے۔ بہت سے اخبارات و رسائل گمراہ کن خبریں اداریے اور آرٹیکل لکھ کر عوام کے ذہنوں کو مشتعل کرنے کے کام میں لگے رہے، کچھ اسلام دشمن اور مفاد پرست پارٹیوں نے تحریک اسلامی کو کچلنے کا اسے ایک نادر موقع سمجھا اور اس صورت حال سے فائدہ اٹھانے کے لیے انہوں نے ایک منظم اور ہندوستان گیر منصوبہ بنایا۔ اور یہ ان سے ذرا بھی بعید نہ تھا۔ مگر افسوس کہ نہ صرف سادہ لوح مسلم عوام بلکہ مسلمانوں کی کچھ دینی و سیاسی جماعتوں کے کارکن اور ان کے مقامی ذمہ دار تک اس شرانگیزی اور قتل و غارت گری کے ہنگامہ میں شریک، اس کے محرک اور اسلام دشمن طاقتوں کے آلۂ کار بن گئے۔ کتنی دردناک ہے یہ صورت حال اور کس درجہ جذباتی، بے شعور اور دین کے تقاضوں اور ملت کے حقیقی مفادات سے ناآشنا ہیں ہمارے عوام اور ہمارے کچھ مذہبی عناصر! اس کا مطلب یہ ہوا کہ کوئی بھی اسلام دشمن اور شرارت پسند گروہ انہیں بھڑکا کر جب چاہے ان سے وہ حرکات کرا سکتا ہے جو دین کے سراسر خلاف، تحریکات اسلامی کو تباہ کرنے والی اور امت مسلمہ کے شیرازے کو پارہ پارہ کرنے والی ہوں۔ ہم ملت کے تمام دردمندوں اور خیر پسند عناصر سے اپیل کرتے ہیں کہ وہ صورت حال کی سنگینی کو محسوس کریں اور ملت کو اس تشویشناک صورت حال سے نکالنے کی ہر ممکن کوشش کریں۔

رکاوٹ نہ بن سکا۔

14/اپریل 1979ء کو مدینہ یونیورسٹی اور سعودی علماء کے ایک وفد نے مولانا مودودیؒ سے گھر پر ملاقات کی۔ مولانا مودودیؒ کا مقام ایک علّامہ وامام وقت کے ساتھ ساتھ بہترین ماہر ومشیر تعلیمات کا بھی تھا۔

21/اپریل 1979ء کو ملیشیاء کے قریب کی ایک ریاست، برونائی کے وزیر نے ملاقات کی، اور مولانا مودودیؒ کی اپنے ملک میں کتابوں اور تراجم کی مقبولیت کا تذکرہ کیا۔ بعض ملیشیائی مسلمانوں نے مولانا مودودیؒ کی کتابیں اردو ہی میں پڑھنے کے لیے اردو زبان سیکھی۔

25/اپریل 1979ء کو سعودی عرب کے چیف جسٹس شیخ عبداللہ بن عبدالعزیز نے مولانا سے ملاقات کی، ایران،

جماعت اسلامی ہند کی مرکزی مجلس شوریٰ اللہ کا شکر ادا کرتی ہے کہ ان شدید حالات میں اس نے جماعت اسلامی ہند اور جماعت اسلامی جموں وکشمیر کے وابستگان کو عفو ودرگزر، صبر وتحمل کی توفیق بخشی اور اخلاق وانسانیت کی اعلیٰ نعمتوں سے نوازا، کسی گروہ کا اصل سرمایہ اخلاقی قوت ہوتی ہے۔ مادی نقصان کتنا ہی بڑا ہو، بہرحال عارضی ہی تو ہے اور اللہ کے فضل وکرم سے دیر، سویر اس کی تلافی ہو ہی جاتی ہے۔
جہاں تک جموں اور کشمیر کی حکومت کا تعلق ہے سخت افسوس ہے کہ اس نے اپنی ذمہ داری کو قطعاً محسوس نہیں کیا۔ وزیر اعلیٰ سے لے کر حکومت کے چھوٹے بڑے ذمہ داروں تک سب کو بروقت اور بار بار متوجہ کرنے کے باوجود انتظامیہ اور پولس کے افراد تماشائی بنے رہے، اور فسادیوں کو کئی روز تک پوری ریاست میں چھوٹ ملی رہی، ایسا کیوں ہوا؟ اس کی تحقیقات ہونی چاہئے۔
اس ہنگامہ میں جو افراد شہید ہوئے ہیں ان کے لیے مجلس شوریٰ اللہ تعالیٰ سے مغفرت اور اجر عظیم کی دعا کرتی ہے اور جسمانی اور مالی نقصان اٹھانے والوں سے دلی ہمدردی کا اظہار کرتی ہے۔
ہم سب جانتے ہیں کہ راہ حق میں مختلف قسم کی مشکلات آتی رہتی ہیں اور اہل ایمان کی روش یہی ہوتی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی رہنمائی اور مدد پر اعتماد کرتے ہوئے حالات سے صبر واحتساب کے ساتھ عہدہ برآ ہوتے رہتے ہیں۔ ہم وابستگان جماعت سے اسی طرز عمل کی توقع رکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ مدد فرمائے۔ آمین۔ صرف جموں وکشمیر میں ہونے والے وابستگان جماعت اسلامی کے نقصانات کی تفصیل یہ ہے:
مکانات جو جلائے گئے: ۱۲۴۵۔ مکانات جنہیں لوٹا گیا: ۴۶۶۔ غلہ گودام جو جلائے گئے: ۵۱۳۔ کارخانے جو جلائے گئے: ۲۲۔ دکانیں جو جلائی گئیں: ۳۳۸۔ باغات جو کاٹے گئے: ۰۷۔ گاؤخانے جو جلائے گئے: ۵۰۹۔ جماعت کے دفاتر جو جلائے گئے: ۲۴۔ جماعت کے جو مدارس لوٹے یا جلائے گئے: ۴۵۔ لائبریریاں جو جلائی گئیں: ۱۵۱۔ مسجدیں جو جلائی گئیں: ۱۰۔ مال گودام جو جلائے گئے: ۵۔ مکتبے جو جلائے گئے: ۳۲۔ حیوانات جو جلائے یا مارے گئے: ۸۲۔ موٹر بائکس جو جلائے گئے: ۳۔ موٹر کاریں جو جلائی گئیں: ۲۔ ٹرک جو جلائی گئی: ۱۔

کل نقصان: ۳۸ کروڑ ۳۵ لاکھ روپے۔ Rs.38,35,00000/-

[۱۔ روداد مجلس شوریٰ جماعت اسلامی ہند (1967to1989) صفحہ 244 تا 246 اشاعت نومبر 1997ء ۲۔ میں نے جماعت اسلامی کو کیسے پایا۔ مرتب غازی امتیاز۔ اشاعت اول۔ 2014ء۔ سری نگر۔]

۱۔ پاکستان، ایران، خلیج وسعودی عرب میں ایک اتحاد کی ضرورت محسوس کی جارہی تھی اور مولانا مودودیؒ ہی یہ کام کر سکتے تھے۔ مولانا مودودیؒ گفتگو اور چہرہ سے صحت مند نظر آتے تھے، مگر جسمانی لحاظ سے بہت کمزور اور نحیف ہو چکے تھے۔ مگر عزم وایمان جوان تھا۔ اسلام دشمن طاقتوں کے خلاف جہاد فی سبیل اللہ کے لیے (76) سالہ ضعیف ونحیف مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ (26) سالہ نوجوان مجاہد بن کر مسکراتے ہوئے ہمیشہ تیار رہتے تھے۔

امام خمینی اور پاکستان کی ایک بین الاقوامی اسلامی تحریک ملت اسلامیہ کے اتحاد اور اخوت کے موضوعات پر گفتگو رہی۔[1]

الجزائر کے ایک صحافی کو طویل انٹرویو دیا۔ ''پرنس محمد الفیصل السعوذ'' کی قیادت میں ایک وفد نے مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ کے گھر آ کر اُن سے ملاقات کی اور اسلامی بینکنگ Islamic Banking کے نظام پر تبادلہ ٔ خیال کیا۔

محترم مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ کی صحت، مختلف امراض اور مصروفیات کی بدولت تیزی سے دن بدن گرنے لگی۔ اور کمزوری بڑھ گئی۔

پاکستان میں صدر ضیاء الحق نے اسلامی نظام کے نفاذ کا اعلان کیا۔ اس طرح مولانا مودودیؒ کو کچھ سکون ملا۔ لوٹ، کھسوٹ، رشوت، بدعنوانی، بدمعاشی کا لامتناہی سلسلہ بند ہوا۔

اس طرح مولانا مودودیؒ کو اللہ تعالیٰ نے بہر حال عمر کے آخری سال، اسلامی نظام حکومت کی وہ خوشخبری تو سنا دی، جس کے لیے انہوں نے زندگی بھر امت محمدی ﷺ کے ایک فرد کی حیثیت سے جہدِ مسلسل کی تھی۔

اِذَا جَآءَ نَصۡرُ اللّٰہِ وَالۡفَتۡحُ ۙ﴿۱﴾ وَرَاَیۡتَ النَّاسَ یَدۡخُلُوۡنَ فِیۡ دِیۡنِ اللّٰہِ اَفۡوَاجًا ۙ﴿۲﴾ فَسَبِّحۡ بِحَمۡدِ رَبِّکَ وَاسۡتَغۡفِرۡہُ ؕ اِنَّہٗ کَانَ تَوَّابًا ﴿۳﴾ (سورۃ النصر)

مولانا مودودیؒ کے دل پر ہلکے ہلکے، چھوٹے بڑے حملے مارچ 1979ء کے اواخر اور اپریل 1979ء کے اوائل سے ہونا شروع ہو گئے تھے، مگر وقتی احتیاط اور سار بی ڈائی نائٹریٹ ISO SORBIDINITRATE 5mg or10mg کی قسم کی معمولی علاج سے افاقہ بھی ہو رہا تھا۔ ایک مرتبہ صلوٰۃ العصر میں رکوع کی حالت میں دل پر شدید درد کے ساتھ حملہ ہوا۔ بقول ڈاکٹر عارف ریاض (چھوٹے داماد)

'' میں جب مولانا مودودیؒ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کمرہ میں صرف ہم دونوں ہی تھے، مولانا مودودیؒ نے فرمایا بیٹا'' رکوع میں اللہ سے (دل ہی دل میں) میں نے دعا کی اے اللہ اگر وقت آ گیا ہے تو مجھے اپنے پاس بلا لے۔''

آگے وہ ایک انٹرویو میں کہتے ہیں:

> '' یہ سُن کر میں ٹھٹھک گیا۔ میں سوچ رہا تھا کہ مولانا کا علاج جس طرح جاری ہے، اس سے وہ آئندہ کئی برس زندہ رہیں گے اور ان شاء اللہ اپنا کام مکمل کر سکیں گے مگر یہ کیا، یہ انسان تو ذہنی طور پر موت کے استقبال کے لیے تیار ہے۔ خالق حقیقی سے ملنے کے لیے سو فی صد رضامند اور اُسے یہ اطمینان تھا کہ وہ دنیا میں جس مشن پر آیا تھا، اسے پائے تکمیل تک اپنی پوری صلاحیتوں کے ساتھ حتی المقدور پہنچا چکا ہے اور اب کسی وقت بھی بلاوا آنے پر اس دنیا سے رخصت ہونے کو تیار ہے۔''

ڈاکٹر احمد فاروق۔(پیدائش 1939ء دہلی) امریکہ سے مولانا کو علاج کے لیے امریکہ لے جانے کے لیے آنے والے تھے اور ڈاکٹر عارف ریاض اور اُن کے ڈاکٹر رفقاء اور خود مولانا مودودیؒ امریکہ جانے کے سخت مخالف تھے۔ڈاکٹر احمد فاروق مودودی اور حسین فاروق مودودیؒ کے دوست محمد یٰسں (ڈان ٹراویلس لندن) جب لندن سے یہ اطلاع ملنے پر کہ مولانا امریکہ جانے کے لیے تیار ہو چکے ہیں لندن سے لاہور مولانا سے ملنے آگئے۔مولانا نے کہا''اچھا تو آپ آگئے۔'' پہلے دن کہا میں ذہنی طور پر ابھی تیار نہیں ہوں، وہ دوسرے دن حاضر ہوئے تو خاموش رہے۔تیسرے دن حاضر ہوئے تو کہا:

''آج میں نے فیصلہ کر لیا ہے۔اب آپ لوگ میری روانگی کا انتظام کر لیجئے۔''

بعض رفقاء کے بقول بڑے بیٹے عمر فاروق مودودی اور بڑی بیٹی حمیرہ مودودی، گھر کے سب افراد کا دباؤ بڑھ گیا تو مولانا مودودیؒ مجبوراً علاج کے لیے بیرون ملک جانے کے لیے تیار ہوگئے۔یہاں بھی قرآن کی روشنی میں اطاعت رسول ﷺ کی ایک جھلک نظر آتی ہے۔معرکہ غزوۂ اُحد میں دل کی آواز کے علی الرغم نبی ﷺ کو بعض جوشیلے صحابہ کی وجہ سے فیصلہ بدلنا پڑا اور مدینہ منورہ کے باہر میدان احد میں لڑنے پر آمادہ ہونا پڑا، جس پر قرآن کا تبصرہ ہے، ملاحظہ کیجئے۔آیات ۱۱۲ سے ۱۵۲ تک کے بعد آخری آیت نمبر ۱۵۳ سورہ آل عمران ''اِذْ تُصْعِدُوْنَ وَلَا تَلْوٗنَ عَلٰٓی اَحَدٍ وَّالرَّسُوْلُ یَدْعُوْكُمْ فِیْٓ اُخْرٰىكُمْ فَاَثَابَكُمْ غَمًّۢا بِغَمٍّ لِّكَیْلَا تَحْزَنُوْا عَلٰی مَا فَاتَكُمْ وَلَا مَآ اَصَابَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ خَبِیْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۵۳﴾''

بہر حال امریکہ جانے کے تمام مراحل کی تفصیلات کی یہ میری کتاب متحمل نہیں ہے۔[1]

مئی 1979ء کو ڈاکٹر احمد فاروق مودودی مولانا کے بیٹے امریکہ سے پاکستان آئے اور بے حد اصرار کے بعد مولانا کو پھر ایک بار (پہلی بار 1974ء) امریکہ علاج کے لیے چلنے پر مجبور کیا۔جب کہ مولانا مودودیؒ کئی دنوں تک بیٹے کی تجویز پر انکار ہی کرتے رہے۔

24 رمئی 1979ء مولانا مودودیؒ نے اپنے حسابات اور مختلف اداروں کے ساتھ لین دین صاف کیا۔[2]

26 رمئی 1979ء کو قائد اعلیٰ سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ نے گھر کے تمام افراد، قریبی رفقاء، اپنے کمرے کو حسرت بھری نگاہوں سے دیکھتے ہوئے لاہور والے اپنے گھر کے باہر قدم رکھا۔

بالآخر 27 رمئی کو اسلام آباد سے اپنے بیٹے احمد فاروق کے ہمراہ بادل ناخواستہ بغرض علاج امریکہ کے لیے روانہ

---

[1] تفصیلات کے دیکھئے ایک شخص ایک کارواں، انٹرویوز۔اسد اللہ صاحب، فضل عظیم صاحب (صفحہ: ۳۹۷ تا ۴۱۶)

[2] حساب کتاب، لین دین صاف کر لیا یہ بھی سنت محمد ﷺ کے ہجرت مدینہ کے اتباع میں تھا۔مولانا مودودیؒ نے جب دہلی سے حیدرآباد 1928ء اور حیدرآباد سے ''دارالاسلام'' جمال پور، پٹھان کوٹ، 1938ء میں ہجرت کی تو لوگوں سے لین دین دنیوی معاملات کا حساب کتاب سفر سے پہلے صاف کر لیا تھا۔اب غالباً مولانا مودودیؒ کو یہ سفر دراصل سفرِ آخرت نظر آ رہا تھا۔ (مرتب: احمد ابوسعید)

ہوئے۔ کمزوری کے باوجود لندن تک کا سفر ٹھیک کٹا۔ لندن اور نیو یارک ہوتے ہوئے بفیلو پہنچے، ساتھ میں مولانا مودودیؒ کی اہلیہ محترمہ بھی تھیں۔ بفیلو میں مولانا مودودیؒ اپنے بیٹے ڈاکٹر احمد فاروق مودودی ہی کے زیر علاج تھے۔

ڈاکٹر احمد فاروق مودودی کے حلقۂ احباب کے دیگر ڈاکٹر بھی مولانا مودودیؒ کے علاج کے سلسلہ میں گھر آیا کرتے تھے۔

19/جون کو جماعت اور شمالی امریکہ کے دُور دوراز علاقوں سے آئے ہوئے دیگر افراد (بشمول ڈاکٹر ابوحماد نجم الدین سبحانی کورٹلہ کریم نگر حیدر آباد) سے ملاقات رہی۔

29/جون 1979ء کو محترم نعیم صدیقی اور جناب خلیل حامدی سے ملاقات ہوئی۔

22/جولائی 1979ء کو بفیلو میں اپنی قیام گاہ پر شمالی امریکہ اور کناڈا کے متعدد وفود سے ملاقاتیں کیں۔ اللہ کے فضل وکرم سے ایک ماہ کے علاج ومعالجہ کے بعد مولانا مودودیؒ جہاں ایک قدم چلنے سے معذور تھے کسی سہارے کے بغیر سیڑھیاں چڑھ کر دوسری منزل تک آنے جانے لگے۔ الحمدللہ

23/جولائی 1979ء کو جوڑوں کے درد کا علاج شروع کیا گیا۔

4/ستمبر کو بفیلو کے ملرفلور ہاسپیٹل میں معدے کی نالی میں السر کا آپریشن ہوا۔

5/ستمبر کو ہارٹ اٹیک ہوا اور دوسرے بڑے اسپیشل ہسپتال میں منتقلی عمل میں آئی۔

6/ستمبر کی شام مولانا مودودیؒ کی طبیعت اچانک بگڑ گئی۔

13/ستمبر دوسرا شدید ہاٹ اٹیک ہوا، حرکت قلب کچھ لمحوں تک بند رہنے کے بعد پھر جاری ہوئی۔

13/سے 19/ستمبر 1979ء تک کمزوری کے باوجود صحت اس قابل تھی کہ اب کچھ بات چیت کر سکتے تھے۔

20/ستمبر جمعرات کے دن طبیعت پھر بہت خراب ہوگئی۔ جگر، اور جسم میں موجود صرف واحد گردہ، کا فعل بھی متاثر ہونے لگا۔

21/ستمبر 1979ء کو ڈاکٹروں نے اپنی جہد مسلسل کے جواب میں ہار تسلیم کر لی۔

22/ستمبر 1979ء (۲۹/شوال ۱۳۹۹ھ) کو بروزِ ہفتہ ایک اور ہارٹ اٹیک (Severe Heart attack) ہوا۔ پھر طبیعت کی بحالی کے عارضی وقفہ میں مولانا نے تمام آلات ہٹا لینے کا اشارہ کیا۔ امریکن وقت کے مطابق صبح کے نو (9) اور پاکستانی وقت کے مطابق پونے چھ (5.45pm) بجے شام اور ہندوستانی وقت کے مطابق سوا چھ (6.15 pm) بجے تھے کہ ہسپتال میں مولانا نے ہوش وحواس کے ساتھ، کاغذ اور قلم منگوایا، حمد وثنا، توبہ واستغفار کے ساتھ حسب ذیل الفاظ لکھے:

I am Muslim and Pakista.....

پاکستانی کا لفظ پورا نہ لکھ پائے اور ذکر واذکار، تسبیح وحمد کے ساتھ سید ابوالاعلیٰ نفس مطمینہ اور پورے ہوش وحواس میں دنیا سے رخصت ہوئے اور اپنے رفیق اعلیٰ اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے جا ملے۔ بہرحال روح جسم سے پرواز کر گئی۔

انا للہ وانا الیہ راجعون۔

اِنَّ الَّذِيۡنَ قَالُوۡا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسۡتَقَامُوۡا تَتَنَزَّلُ عَلَيۡهِمُ الۡمَلٰٓـئِكَةُ اَلَّا تَخَافُوۡا وَلَا تَحۡزَنُوۡا وَاَبۡشِرُوۡا بِالۡجَـنَّةِ الَّتِىۡ كُنۡتُمۡ تُوۡعَدُوۡنَ ۝٣٠ نَحۡنُ اَوۡلِيٰٓـؤُكُمۡ فِى الۡحَيٰوةِ الدُّنۡيَا وَفِى الۡاٰخِرَةِ‌ ۚ وَلَـكُمۡ فِيۡهَا مَا تَشۡتَهِىۡۤ اَنۡفُسُكُمۡ وَلَـكُمۡ فِيۡهَا مَا تَدَّعُوۡنَ ۝٣١ نُزُلًا مِّنۡ غَفُوۡرٍ رَّحِيۡمٍ ۝٣٢ (حٰم السجدۃ)

ترجمہ: جن لوگوں نے کہا کہ اللہ ہمارا رب ہے اور پھر وہ اس پر ثابت قدم رہے، یقیناً اُن پر فرشتے نازل ہوتے ہیں اور ان سے کہتے ہیں کہ "نہ ڈرو، نہ غم کرو[1] اور خوش ہو جاؤ اُس جنت کی بشارت سے جس کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے ہم اِس دنیا کی زندگی میں بھی تمہارے ساتھی ہیں اور آخرت میں بھی، وہاں جو کچھ تم چاہو گے تمہیں ملے گا اور ہر چیز جس کی تم تمنا کرو گے وہ تمہاری ہوگی یہ ہے سامان ضیافت اُس ہستی کی طرف سے جو غفور اور رحیم ہے"۔

[1] تفہیم: یہ بڑے جامع الفاظ ہیں جو دنیا سے لے کر آخرت تک ہر مرحلے میں اہل ایمان کے لیے تسکین کا ایک نیا مضمون اپنے اندر رکھتے ہیں۔ اس دنیا میں فرشتوں کی اس تلقین کا مطلب یہ ہے کہ باطل کی طاقتیں خواہ کتنی ہی بالا دست اور چیرہ دست ہوں، ان سے ہرگز خوف زدہ نہ ہو اور حق پرستی کی وجہ سے جو تکلیفیں اور محرومیاں بھی تمہیں سہنی پڑیں، ان پر کوئی رنج نہ کرو، کیونکہ آگے تمہارے لیے وہ کچھ ہے جس کے مقابلے میں دنیا کی ہر نعمت ہیچ ہے۔ یہی کلمات جب موت کے وقت فرشتے کہتے ہیں تو ان کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ آگے جس منزل کی طرف تم جا رہے ہو وہاں تمہارے لیے کوئی خوف کا مقام نہیں، کیونکہ وہاں جنت تمہاری منتظر ہے، اور دنیا میں جن کو تم چھوڑ کر جا رہے ہو ان کے لیے تمہیں رنجیدہ ہونے کی کوئی ضرورت نہیں، کیونکہ یہاں تمہارے لیے چین ہی چین ہے، دنیا کی زندگی میں جو حالات تم پر گزرے ان کا غم نہ کرو اور آخرت میں جو کچھ پیش آنے والا ہے اس کا خوف نہ کھاؤ، اس لیے کہ ہم تمہیں اس جنت کی بشارت دے رہے ہیں جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا رہا ہے۔

(تفہیم القرآن، جلد چہارم، 455)

تاریخ وفات۔ 1979ء "مولانا ابوالاعلیٰ مودودیؒ مغفور شد" سے نکلتی ہے۔

23 ستمبر 1979ء اتوار (Sunday) یکشنبہ کو بفیلو (امریکہ) میں دو (2) مرتبہ نماز جنازہ پڑھی گئی۔ پھر نیویارک ایئرپورٹ پر بھی نماز جنازہ پڑھی گئی۔

23 ستمبر 1979ء بروز اتوار۔ مبرس (Mubarras) جزیرہ میں میری مولانا مودودیؒ کے وفات کی خبر سننے کے بعد کی ناقابل بیان حالت و کیفیت اور غائبانہ نماز جنازہ کی ادائیگی۔

---

10 بجے صبح میں (مرتب) پیٹرولیم لیب مبرس آئیل فیلڈ، آئیل ٹسٹنگ میں مصروف تھا۔ فون کی گھنٹی بجتی ہے۔ جاپانی انچارج۔ مسٹر ہٹامی Mr. Hatami نے فون اٹھایا۔ پھر کہا مسٹر سعید Your phone عبدالغنی صاحب (پاکستانی ملازم مبرس)

بات کررہے تھے۔''سعید بھائی -مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ کا انتقال ہوگیا۔'' میری چیخ نکل گئی -اناللہ وانا الیہ راجعون۔ اور میں لگا تار رونے لگا۔ ہمارا جاپانی لیب انچارج پریشان ہوگیا۔What Happened،کیا ہوا؟ میں کچھ بول نہ پایا۔ روتا رہا۔کیا کسی کا انتقال ہوا؟ میں نے سر ہلایا مگر کچھ نہ بول پایا۔جاپانی انگلش کم جانتے ہیں۔اس لیے کم بات کرتے ہیں۔میری حالت دیکھ کر پوچھا:

Who he was -Your-Mother or Father?

میں نے جواب دیا Much more that my father میں اس کے سوالات کا نہ جواب دے سکتا تھا اور نہ ہی اس غریب کو سمجھا سکتا تھا۔بس وضو کیا۔سجدہ میں گر گیا۔اور مولانا کی مغفرت کے لیے ہچکیوں کے ساتھ روتے ہوئے دعا کرتا رہا۔ بے چارا میرا جاپانی Boss بہت پریشان ہوا وہ بڑا ہمدرد انسان تھا۔

23ر ستمبر 1979ء قبل از صلوٰۃ العصر۔مولانا مودودیؒ کی غائبانہ صلوٰۃ الجنازہ کا اعلان کروایا۔لوگ مسجد کے احاطہ میں جمع ہونے لگے بہر حال ابوظبی آئیل کمپنی لمیٹڈ جاپان کے آئیل فیلڈ مبرس جیسے صرف (5) پانچ مربع میل کے چھوٹے سے جزیرے کی مسجد میں بھی نماز جنازہ غائبانہ ادا کی گئی۔

جناب حافظ عبد اللطیف (حیدرآبادی) کی امامت میں ہندوستان ، پاکستان ، بنگلہ دیش ،عرب ممالک میں فلسطین سوڈان ،مصر،اردن اور خلیج کے کم وبیش 125 افراد نے میرے محسن اعلیٰ ، غائبانہ استاد عالی مقام ،بیسویں صدی عیسوی اور چودھویں صدی ہجری کے امام العالم وقائد اعلیٰ مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ کی غائبانہ نماز جنازہ ادا کی۔ایک ایک مصلی میرے پاس آتا میری حالت وکیفیت سے غمگین ہوتا اور صبر کی تلقین کرتا۔اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

23ر ستمبر 1979ء کو ہی ہندوستان کی جامع مسجد دہلی کے پارک میں مولانا مودودیؒ کی نماز جنازہ غائبانہ ادا کی گئی۔ اتنی بڑی نماز جنازہ دیکھ کر حکومت ہند کی وزارت خارجہ نے اپنے ملک کے عوام کے جذبات کا خیال کرتے ہوئے مولانا مودودیؒ کی نماز جنازہ جو پاکستان میں تین دن بعد ہونے والی تھی جماعت اسلامی اور مولانا کی نمازِ جنازہ میں شرکت کے خواہش مند دیگر افراد کے لیے فوری پاسپورٹ اور پاکستانی ویزے دینے کے احکامات جاری کیے۔اس طرح جماعت اسلامی ہند کے کئی افراد مولانا مودودیؒ کی نماز جنازہ میں شرکت کے لیے ہوائی جہاز اور بس کے ذریعہ لاہور 26ر ستمبر سے پہنچنے میں کامیاب ہوگئے۔

24ر ستمبر پیر (دوشنبہ) کو لندن ایرپورٹ پر پانچ (5) مرتبہ نماز جنازہ پڑھی گئی۔

25ر ستمبر 1979ء کو تین براعظموں ،امریکہ ، یورپ اور ایشیاء کے سمندروں اور ہواؤں کو مولانا مودودیؒ کے حق

میں الوداع الوداع کہنا نصیب ہوا۔ اور سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ رحمۃ اللہ علیہ کا جسدِ خاکی لندن ایر پورٹ (Air Port) سے کراچی ایر پورٹ (Air Port) پہنچا۔

25 ستمبر 1979ء کراچی ایئر پورٹ اسٹیڈیم میں 50 ہزار افراد نے نمازِ جنازہ میں شرکت کی۔ کراچی ایئر پورٹ پر دوسری بار نماز جنازہ پڑھنی پڑی جس میں ایئر پورٹ پر تین ہزار (3000) افراد شریک تھے۔

25 ستمبر 1979ء کو تین بجے دوپہر کے وقت میت لاہور ایر پورٹ (Air Port) پہنچی۔

بیسویں صدی کے قائد اعلیٰ، امام اعظم، مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ کا جسد خاکی 5۔اے ذیلدار پارک اچھرہ، لاہور گھر میں رکھا گیا۔ رات دس بجے تک خواتین نے الوداعی دیدار کیا۔ بعد ازاں رات بھر ہزاروں مردوں، نوجوان طلباء، بچوں، اور بوڑھوں نے میلوں لمبی قطاروں میں کھڑے ہوکر بڑے نظم وضبط، آنکھوں میں آنسوؤں اور ہچکیوں کے ساتھ صبح تک آخری دیدار کیا۔[1]

25 ستمبر 1979ء بروز منگل سہ شنبہ کو اس طرح پورے چھہتر (۷۶) سال مکمل ہوئے۔ (تاریخ پیدائش 25 ستمبر 1903ء اورنگ آباد حیدر آباد دکن اور ہجری حساب سے ۳ رجب ۱۳۲۱ھ تا ۲۹ شوال ۱۳۹۹ھ (۷۸) سال)

بہرحال اس طرح امام العالم سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ، دنیا کی اُن معدودے چند اعلیٰ ترین ہستیوں میں سے ایک ہیں، جن کی ولادت اور وفات، عمر کی گنتی کو مکمل کرتی ہیں۔

دوسری اہم بات ۲۹ شوال ۱۳۹۹ھ کی وفات میں یہ اتفاق ہے کہ صدی ہجری کا اختتام، سید مودودیؒ کے صدی کا، معمارِ انسانیت ہونے کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے۔

مولانا مودودیؒ کا مقصدِ حیات، اسلام، اسلامی نظام کا قیام، اور وہ اسلامی قانون جو قرآن وسنّت کے مطابق ہو اس کا عملاً نفاذ تھا، یہی ''امن عالم کا ضامن'' ہے۔

26 ستمبر 1979ء کو قذافی اسٹیڈیم لاہور میں عالمِ اسلام کی سب سے زیادہ معروف، الاخوان المسلمون کے اعلیٰ رہنما علامہ یوسف القرضاوی کی امامت میں نمازِ جنازہ پڑھی گئی۔

رَبَّنَآ اِنَّنَا سَمِعْنَا مُنَادِيًا يُّنَادِيْ لِلْاِيْمَانِ اَنْ اٰمِنُوْا بِرَبِّكُمْ فَاٰمَنَّا ۖ رَبَّنَا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَ كَفِّرْ

---

[1] تفصیلات کی درد بھری غمگین داستان کے لیے دیکھئے پاکستان کی کئی کتابیں جن کی فہرست عرض مرتب میں ہے اور مجیب الرحمان شامی کی خون اور آنسوں کے سنگم سے سینچی ہوئی تحریر ''ذرا مٹی کے گھر میں'' صفحہ ۴۲۳۔۴۲۴۔ اور جماعت اسلامی ہند کے انتظار نعیم صاحب کی کتاب مولانا مودودیؒ کے آخری سفر۔ کا آنکھوں دیکھا حال۔ صفحات 104۔ اشاعت اول 1980ء اشاعت آخر 2013ء اور بھارت کی دیگر ہر وہ کتاب جو مولانا مودودیؒ کی سیرت پر لکھی گئی ہے۔

عَنَّا سَيِّاٰتِنَا وَتَوَفَّنَا مَعَ الْاَبْرَارِ۝۱۹۳ (ال عمران:193)

26 ستمبر 1979ء کوقذافی اسٹیڈیم لاہور میں پاکستان کے مختلف اور ہر ہر مقام سے آئے ہوئے تقریباً سات لاکھ (7,00,000) سے زیادہ لوگوں نے ،اور بیرونی ممالک میں۔سعودی عرب،قطر،خلیج عرب وبحرین،عراق ومصر،ملیشیا و انڈونیشیا،ہندوستان(بھارت)اور بنگلہ دیش،افغانستان وایران سے آئے ہوئے عوام اور خواص افراد اور وفود اور براعظم یورپ وامریکہ،ایشیا وآسٹریلیا All over the world کے مسلمان اورنومسلم افراد اور وفود جو مولانا مودودیؒ کے لٹریچر سے متاثر ہوئے تھے،ان سب کے علاوہ مسلم اور غیر مسلم ممالک کے وہ مسلم نمائندے جو پاکستان میں سفارتخانوں میں مختلف عہدوں پر خدمات انجام دیتے ہیں۔نماز جنازہ میں شرکت کی سعادت حاصل کی۔

صدر پاکستان اور چیف آف آرمی اسٹاف جنرل محمد ضیاء الحق ،پاکستانی فوج کے اہم عہدے دار،عدالت کے ججز،ایڈمنسٹریشن اور پولس کے اہل کار وعہدے دار نماز جنازہ میں شرکت کی سعادت کے لیے اسٹیڈیم میں حاضر تھے۔

جماعت اسلامی کے بے شمار ارکان اور کارکنان ،جمعیۃ الطلباء(جمعیت طلباء) کے ارکان، کارکنان اور ذمہ دار افراد پورے شریک جنازہ افراد کی راہ نمائی ،پانی اور نظم وضبط کی ذمہ داری سنبھالے ہوئے تھے۔نماز جنازہ سے قبل مولانا مودودیؒ کی خدمات پر عالم اسلام کے جن دو اہم نمائندوں نے روشنی ڈالی۔ان میں علامہ یوسف القرضاوی اور ڈاکٹر احمد توتنجی (سکریٹری جنرل ورلڈ اسمبلی آف مسلم یوتھ WAMY) تھے۔

علامہ یوسف القرضاوی نے فرمایا''مولانا مودودیؒ صرف پاکستان یا صرف عالم اسلام ہی کے محسن نہیں ہیں بلکہ پوری دنیا میں آباد ملت اسلامیہ کے رہنما تھے۔وہ مرے نہیں ہیں اپنے افکار،اپنے اصولوں اور اپنی تحریروں میں وہ زندہ ہیں اور زندہ رہیں گے۔صرف امام مودودیؒ کے جسد خاکی کو ہم سپرد خاک کررہے ہیں۔اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رَاجِعُوْن

ڈاکٹر احمد توتنجی نے مختصر تقریر میں نہایت موثر انداز میں بتایا:

''میں نے کم وبیش نصف دنیا کا چکر لگایا ہے۔میں نے ساری دنیا کے کئی شہر کی کئی یونیورسٹیز اور اکثر لائبریریاں دیکھی ہیں ،جہاں بیسویں صدی کے قائد اعلیٰ مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ کے کتب وافکار ان ممالک کی اپنی زبان میں ترجمے کتابی شکل میں شائع شدہ موجود ہیں۔''

سوگوار جنرل محمد ضیاء الحق ،نمائندہ سعودی عرب شاہ خالد ڈاکٹر طہٰ ،جماعت اسلامی پاکستان جماعت اسلامی ہند کے اکابر،پاکستان کی تمام اہم دینی وسیاسی جماعتوں کے رہنما،مسلم ممالک کے مسلم سفراء اور نمائندے پاکستان کے گورنر،فوجی اعلیٰ عہدے دار پہلی صف میں تھے اور سات (7) لاکھ مسلمانوں کے سروں کا ٹھاٹھیں مارتا سمندر تھا جو نماز جنازہ کی تکبیر

''اللہ اکبر'' کے ساتھ ساکت وجامد کھڑا ہوا تھا۔ چند منٹ میں نماز ختم ہوئی۔

نمازِ جنازہ کے بعد لاکھوں نگاہیں پرُنم آنکھوں کے ساتھ مولانا کے جنازے کی طرف مڑ گئیں۔

سیدی مرشدی، مودودیؒ مودودیؒ کے نعرے بھی پست اور رقت آمیز آواز میں لگائے جاتے رہے۔

سبحان اللہ، والحمدللہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر، سے ماحول معطر تھا۔

مولانا مودودیؒ کا جنازہ۔ بے جان جسد خاکی۔ لاکھوں سوگوار غم سے نڈھال چاہنے والوں، روتے روتے آنسوؤں سے تر، ہچکیوں کی گونجتی ہوئی جم غفیر کے ساتھ اسٹیڈیم کے میدان خاکی سے نکل کر ۵۔اے ذیلدار پارک لاہور کی اس پاک ومتبرک خاک تک پہنچ گیا۔ پاک ملک، پاکستان کی نہایت پاک وبابرکت دوگز زمین میں گڑھا نما گھر بنایا گیا۔

اب ذرا دیکھو سید ابوالاعلیٰ کے نورانی جسدخاکی کوان کے ابدی گھر ''نورٌ علیٰ نور'' میں اتارا جارہا ہے۔ ادھر ہزاروں انسان قبر کے چاروں طرف رو رہے ہیں۔ اُدھر لاکھوں فرشتے مسکراتے ہوئے سید مودودیؒ کو خوش آمدید کہہ رہے ہیں۔

يَاَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَىِٕنَّةُ ﴿۲۷﴾ ارْجِعِیْٓ اِلٰی رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً ﴿۲۸﴾ فَادْخُلِیْ فِیْ عِبٰدِیْ ﴿۲۹﴾ وَادْخُلِیْ جَنَّتِیْ ﴿۳۰﴾ (سورۃ الفجر، آیت: ۲۷ تا ۳۰)

دنیائے فانی کے مقیم احباب وکارکن اپنے قائد کو آنسوؤں کے ساتھ مٹی دیتے ہوئے رخصتی کے یہ کلمات: مِنْهَا خَلَقْنٰكُمْ وَفِيْهَا نُعِيْدُكُمْ وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً اُخْرٰى ﴿۵۵﴾ (سورۃ طٰہٰ 55) پڑھ رہے ہیں۔ اُدھر فرشتے

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ كَانَتْ لَهُمْ جَنّٰتُ الْفِرْدَوْسِ نُزُلًا ﴿۱۰۷﴾ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا لَا يَبْغُوْنَ عَنْهَا حِوَلًا ﴿۱۰۸﴾ (کہف: ۱۰۷، ۱۰۸) کے ساتھ استقبال کر رہے ہیں۔

ذرا ٹھہرئیے! مولانا مودودیؒ کے ہزاروں تربیت یافتہ بیٹوں میں سے ایک روحانی بیٹا مجیب الرحمان شامی کچھ کہہ رہا ہے۔ ذرا سنئے ''ذرا مٹی کے گھر میں''

بالآخر 5-A, zildar Park کے ایک حصہ میں تدفین عمل میں آئی۔ جہاں ہر روز بعد نمازِ عصر مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ کی مجالس دنیا وآخرت میں ''موجبات فلاح وموجبات خسران قرآن کی روشنی میں'' کے عنوان پر تمام موجود اپنے احباب اور ملاقات کرنے والوں کے ساتھ بیٹھا کرتے تھے۔ اب سید مودودیؒ یہیں آرام فرمارہے ہیں۔

یہ دنیا کی واحد شخصیت ہے جس کے جنازے کی نماز تین براعظم (امریکہ، یورپ، ایشیاء) میں پڑھی گئی۔

مولانا سید مودودیؒ کی دعوت میں حیات ہے۔

''اسلام کو بحیثیت نظریۂ حیات اور دستور حیات اللہ کی زمین پر قائم کرنے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگا دیں یا تو اسلام کو دنیا میں غالب کرنے کے لیے زندہ رہیں، یا پھر اسی کوشش و جہد مسلسل میں جان دے دیں۔''

یہی کسوٹی ہے سید مودودیؒ سے عقیدت ومحبت کی، اور اللہ کی رضا کا حصول ہی مومن کا حقیقی معیار ہے، دنیوی کامیابی واخروی فلاح ہی مومن کا مقصد حیات ہے۔

رَبَّنَآ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ

وَاَدْخِلْنَا الْجَنَّةَ مَعَ الْاَبْرَارِ وَمَعَ الصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَمَعَ الصّٰلِحِيْنَ

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّآ اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ وَتُبْ عَلَيْنَآ اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ۔

آمین یَارَبَّ الْعَالَمِیْنَ

كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ ۔ وَيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ ۔ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ

ساری دنیا کو الوداع کہتا ہوا، بیسویں صدی کا امام العالم قائد اعلیٰ عزیز جہاں، قرآن کریم کا مترجم، تفہیم القرآن کا مصنف، 1398 صدی ہجری کا عظیم مفکر ہم سب کے دلوں میں گھر بنا کر اپنے گھر قبر کو منور کرنے ہم سب سے رخصت ہو گیا۔

اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ ۔

قارئین کرام ذرا ٹھیریے۔ وہ دیکھو! مولانا سیدی ابوالاعلیٰ المودودیؒ کے مجھ جیسے ہزاروں تربیت یافتہ بیٹوں میں سے ایک ان کا تربیت یافتہ چہیتا بیٹا مجیب الرحمن شامی۔ ادھر دیکھو وہ۔ میرا بڑا بھائی کچھ کہہ رہا ہے۔ ذرا سنو۔ ''ذرا مٹی کے گھر میں'' (دیکھو صفحہ 555)

’’ذرا مٹّی کے گھر میں‘‘

(مولانا مودودیؒ کے انتقال پر پُر ملال مثالی تحریر)

مجیب الرحمٰن شامی

یہ چہرہ اُداس کیوں ہے؟ یہ ہر آنکھ نمناک کیوں ہے؟ یہ ہر دل فگار کیوں ہے؟ یہ قریہ قریہ آواز کیوں ہے؟ یہ گوشہ گوشہ پُکار کیوں ہے؟غم کی برسی برسات کیوں ہے؟ یہ سُورج کی کرنیں کیوں بجھ گئی ہیں؟ یہ چاند کا رنگ کیوں اُڑا اُڑا ہے؟ یہ پُھولوں کی تاب کیوں تھک گئی ہے؟ ___ یہ پہاڑ جیسے انسان، یہ سمندروں جیسے سینے، یہ دریاؤں کے سے دل کیوں لرز رہے ہیں، کیوں بپھر رہے ہیں، کیوں رو رہے ہیں، کیوں رو رہے ہیں؟

اے وہ لوگو، جو یہ سب دیکھ رہے ہو، اے وہ لوگو جو اس سب کا حِصّہ ہو، اے وہ آنکھ، جو پانیوں میں ڈوب گئی ہو، اے وہ مسکراہٹو جو دم توڑ گئی ہو ___

اے انسانو، اے پہاڑو، اے زمینوں، اے زمانوں، تمہیں کیا ہُوا ہے، تم پر کیا گزر گئی ہے، تمہیں کس نے اُداس کر ڈالا ہے، کس نے تم سے زندگی چھین لی ہے؟

کیا آواز آئی ___ کیا بجلی لہرائی ___ کیا روشنی لرزی ___ کیا اُجالا تڑپا ___ کیا اندھیرا چھایا ___ سیّد مودودیؒ انتقال کر گئے، وہ شخص جہاں سے رخصت ہو گیا کہ جو ایک شخص نہیں تھا، جو ایک عہد تھا، عہد ساز تھا۔ جو شخصیّت ہی نہیں شخصیّت ساز تھا ___ جو ادارہ ہی نہیں، ادارہ ساز تھا ___ جو انقلاب تھا، انقلاب کی آواز تھا ___ جس نے برسوں پہلے، نصف صدی پہلے للکارا، پُکارا، اے مسلمانو! اُٹھو، مسلمان بن جاؤ اور پھر دُنیا کو مسلمان بنا دو۔

اٹھو، اپنی زندگی بدلو، اور پھر پُوری انسانیّت کی زندگی بدل ڈالو۔

اُٹھو، اپنی ذات میں انقلاب پیدا کرو، پھر پُوری دُنیا میں انقلاب کی صدا بن جاؤ۔

اُٹھو کہ تمہارا مرنا، جینا، اُٹھنا بیٹھنا، کھانا پینا، صرف اور صرف تمہارے ربّ کے لیے ہے۔

اُٹھو کہ اللہ کا گھر، اللہ کا مقام مسجد تک محدود نہیں ہے، ہر بازار، کُوچے، گلی، محلّے، تھانے، کچہری، ایوان اور جھونپڑی کو مسجد بنا ڈالو۔

اُٹھو، دیکھو، سمجھ لو، اسلام پُوجا پاٹ کا مذہب نہیں ہے، یہ رسومات کا نام نہیں ہے، یہ ایک مکمّل نظامِ حیات ہے، ایک طرزِ زندگی ہے، اس میں پُورے کے پُورے داخل ہو جاؤ۔

اُٹھو، سیاست، معاشرت، معیشت، سب پر اپنے ربّ کے احکام نافذ کر دو، ہر شعبے کو مسلمان بنا دو۔

جب یہ آواز گونجی، تو یہ اس پُورے عہد کی تنہا آواز تھی، صدیوں کی غلامی نے، صدیوں سے بلند ہونے والی اس آواز کو بُھلا ڈالا تھا ___ جب یہ آواز گونجی، تو ہر شخص اپنے اپنے بُت لے کر آگے بڑھا، اس آواز کا راستہ روک لیا۔

یہ شخص مذہب کو ''ازم'' بنا دینا چاہتا ہے۔

یہ مجدد بننا چاہتا ہے۔

یہ بڑے بڑے جُبّوں پر تنقید کرتا ہے۔

یہ عماموں کی گرہیں کھولتا ہے۔

یہ مدرسوں پر برستا ہے۔

یہ کالجوں کو ٹوکتا ہے۔

یہ مسٹروں سے مسٹری، مُلاّ سے مُلاّ ئیت چھین لینے کے درپے ہے۔

یہ نسل، رنگ اور زبان کے بُت نہیں مانتا، انہیں توڑ دینا چاہتا ہے ___ اس کا راستہ روک لینا چاہئے، اس کا گلا گھونٹ دینا چاہیے۔

سو ___ راستہ غلاظتوں سے اَٹ گیا، رُکاوٹوں سے پٹ گیا، ایک قدم بڑھنا دشوار سے دشوار تر ہو گیا ___ لیکن یہ شخص اپنا راستہ آپ بنانے کا قائل تھا۔ اس کے ہاں غُصّہ تھا نہ اشتعال __ اس نے اعلان کر دیا، دُنیا میں حق کا استقبال اسی دھوم دھام سے ہوتا آیا ہے۔ یہ شان اہلِ حق کی ہے کہ ان کا اسی طرح خیر مقدم کیا جائے۔

ہم جس داعیِ انقلاب کے ادنیٰ غلام ہیں، اُس کے لیے بھی مکّے اور طائف کی گلیاں یہی سوغاتیں لے کر بڑھتی تھیں۔

سو ___ یہ شخص کھڑا رہا، آواز دیتا رہا، اپنے ہاتھ سے غلاظتیں ہٹاتا رہا، نفاستیں عام کرتا رہا، اور آگے بڑھتا گیا، راستہ صاف ہوتا گیا۔

اور اس شخص نے 76 برس گزار کر اس دُنیا سے نقل مکانی کی ہے، تو زمانے بھر میں اس کی آواز گونج رہی ہے ___ پاکستان سے ایران اور اس سے بھی آگے، کہیں آگے، اس کی آواز دلوں کو گرما رہی ہے، انقلاب، انقلاب، اسلامی انقلاب۔

اب دُنیا بھر میں وہ اسلامی انقلاب کا پیغامبر بن گیا ہے، اور ہر جگہ کے مسلمان اس کے راستے میں پُھول بچھاتے

،اور اپنے راستے کے کانٹے ہٹاتے ہیں، کئی برس پہلے کا تنہا آدمی، آج تنہا نہیں ہے، آج وہ رُوحِ عصر ہے، عزیز جہاں ہے، راحتِ دل وجاں ہے۔

تو پھر، اے —— لوگو! تم کس جُھوٹی خبر پر ایمان لائے ہو۔

اے —— آنسوؤ! تم کس غلط فہمی کا شکار ہو گئے ہو۔

اے —— اندھیرو! تم کیوں خوش ہو رہے ہو، اور اے اُجالو —— تم کیوں مضطرب ہو، تمہیں خبر نہیں کہ سیّد مودودیؒ مر ہی نہیں سکتے —— وہ تو بس ایک بستی سے دوسری بستی تک گئے ہیں۔ پہلے اُن کی رہائش برسرِ زمین تھی، اب ذرا زیرِ زمین ہے، پہلے وہ 5-اے ذیلدار پارک کے پُختہ کمرے میں رہتے تھے —— اب چند قدم کے فاصلے پر ذرا مٹّی کے گھر میں جا بسے ہیں۔

وہ عُمر بھر کی مشقت سے تھک بہت گئے تھے، اب ذرا آرام کریں گے، اور پھر

اُس وقت ہم سے آملیں گے جب ہم سب اپنے ربّ کے حضور پیش ہوں گے۔

مَوت تو اُس کو آتی ہے جو بس ایک آدمی ہوتا ہے، جو فکر نہیں ہوتا، نظریہ نہیں ہوتا، جو انقلاب نہیں ہوتا، جو اصول نہیں ہوتا۔

فکر اور نظریہ کبھی نہیں مرتا۔ صدائے انقلاب کبھی نہیں ڈوبتی۔

سیّد مودودیؒ انقلاب کی آواز تھے، خود انقلاب تھے۔ اُن کے لیے مَوت کہاں؟ وہ تو بس اس امتحان گاہ سے عظیم الشّان کامیابی حاصل کر کے جلسۂ تقسیم اسناد میں شرکت کرنے گئے ہیں۔

اب ہم ہیں اور یہ امتحان گاہ ہے، اب ''پھر کسی کو پھر کسی کا امتحاں مقصود ہے'' —— ہم نے سیّد مودودیؒ کے راستے کو اپنا لیا، تو کامیابی ہمارے بھی قدم چُومے گی، نہیں تو ہم زندہ رہتے ہوئے بھی مُردہ کہلائیں گے، وہ زندگی جو خود ہی مَوت میں ڈھل جاتی ہے۔

تو اے لوگو، آؤ، اور اپنی زندگی کو زندگی کے سانچے میں ڈھالو، اور

سُن لو اور سمجھ لو کہ سیّد مودودیؒ کی موت کی خبر غلط ہے۔ (وہ اپنے کارناموں کی بدولت زندہ ہیں)

اے چہرو، اُداسی جھٹک دو، اے آنکھو، آنسو خشک کر لو، اے دلو، اضطراب سے نجات حاصل کر لو۔

سیّد مودودیؒ زندہ ہیں، زندہ ہیں زندہ رہیں گے!!!!

26/ستمبر 1979ء

كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ثُمَّ اِلَيْنَا تُرْجَعُوْنَ ﴿٥٧﴾ (العنکبوت)

كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ ﴿٢٦﴾ وَّيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ ﴿٢٧﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٢٨﴾ (الرحمٰن)

مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ کے ہندو پاک اور بیرونی ممالک کے اسفار کی تفصیلات بیک نظر

تقسیم ہند سے قبل اورنگ آباد، حیدرآباد، بیدر، بھوپال، جبل پور، دہلی، یوپی، بہار، مدراس، کشمیر، پنجاب، بمبئی، اور دیگر اندرونِ ملک مقامات کا ذکر تقسیم ہند اور پاک کے بعد لاہور، کراچی، بلوچستان، مشرقی پاکستان وڈھاکہ کا ذکر کتاب کے گزشتہ صفحات میں آچکا ہے۔ یہ دور 1903 تا 1956 یعنی عمر 52 سال پر محیط ہے۔

جون 1956ء مولانا مودودیؒ کی شخصیت برصغیر ہند سے باہر پہلے عالم عرب پھر عالم اسلام پھر لندن و یورپ پھر آفریقہ، ایشیاء اور امریکہ میں ایک اسلامی اسکالر ورہنما کی حیثیت سے متعارف ہوئے، پھر ہر ملک بالخصوص افغانستان، ایران، ملیشیا، ترکستان، انڈونیشیا، میں تحریک اسلامی، جماعت اسلامی، انقلابی وتجدید واحیاء دین کی تڑپ، ملت اسلامیہ میں اسلامی بیداری غیر اسلامی یا تمام باطل نظام حیات شوشلزم، مارکسزم، کمیونیزم، کیپٹلزم کے خلاف محاذ آرائی کی ہمت مسلمانوں میں پیدا ہوئی۔ بدھ ازم، ہندوازم، یہودیت ونصرانیت اور دیگر مذاہب کی کمزوریاں واضح ہوئیں، اسلام اور اسلامی نظام حیات قرآنی تعلیمات اور خاتم النبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع اور صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ کی سیرت اور فقہاء امت کی علمی خدمات، انسانیت اور امن عالم کے لیے اسلام اور صرف اسلام ہی پھر ایمانداری سے عمل کی ضرورت کی وضاحت آج پوری آن بان اور شان کے ساتھ ہوچکی ہے۔ ذیل میں مولانا مودودیؒ کے بیرون ملک و بین الاقوامی اسفار کا مختصر تذکرہ دیا جارہا ہے۔

پہلا سفر: 25/جون 1956ء (47) دن۔ مولانا مودودیؒ کا دورہ مشرقی وسطی Middle East، عمرہ اور پہلا حج، دمشق (شام) موتمر عالم اسلامی میں شرکت، دعوتِ اسلامی کا بین الاقوامی خاکہ۔ موتمر عالم اسلامی کے شرکاء کے سامنے پوری وضاحت کے ساتھ پیش فرمایا۔

دوسرا سفر: 2/نومبر 1959ء تا 6 فروری 1960۔ تین ماہ چار دن جملہ 97 Days، تفہیم القرآن، ''سفر نامہ ارض القرآن'' کتاب میں مکمل تفصیلات موجود ہیں، عمرہ، مکہ، مدینہ، حدیبیہ، ریاض، جدہ، مشرق وسطی، مدائن صالح، اردن،

Petra، شام، فلسطین، بیت المقدس، اصحاب الکہف، قاہرہ، جدہ ریڈیو، عمان ریڈیو، اور BBC ریڈیو کو انٹرویو

تیسرا سفر: 1961ء۔1960ء 18 / ڈسمبر 1960ء تا 5 / جنوری 1961ء (19 دن) رابطہ عالم اسلامی، مدینہ یونیورسٹی کی مجوزہ اسکیم، اور مقصد اور نصاب کے تعین کے لیے مدینہ یونیورسٹی کے ذمہ داروں کی درخواست پر سعودیہ کا سفر، اور عمرہ کی ادائیگی کی سعادت۔

چوتھا سفر: 8 / مئی تا 2 / جون 1962 (25 دن) رابطہ عالم اسلامی، عمرہ، دوسرا حج

پانچواں سفر: 13 ڈسمبر تا 17 / ڈسمبر 1962 (5 دن) رابطہ عالم اسلامی مکہ مکرمہ۔ عمرہ

چھٹا سفر: 2 / اپریل تا 25 / مئی 1963 (34 دن) رابطہ عالم اسلامی مکہ مکرمہ، عمرہ، تیسرا حج

ساتواں سفر: یکم ڈسمبر تا 22 / ڈسمبر 1963، رابطہ عالم اسلامی مکہ مکرمہ، عمرہ، 22 دن کا قیام سعودی عرب

آٹھواں سفر: 14 / مارچ 1966ء تا 10 / اپریل (33 دن) عمرہ، چوتھا حج، رابطہ عالم اسلامی مکہ مکرمہ

نواں سفر: 25 / اکتوبر تا 22 نومبر 1966 (29 دن) رابطہ عالم اسلامی، عمرہ

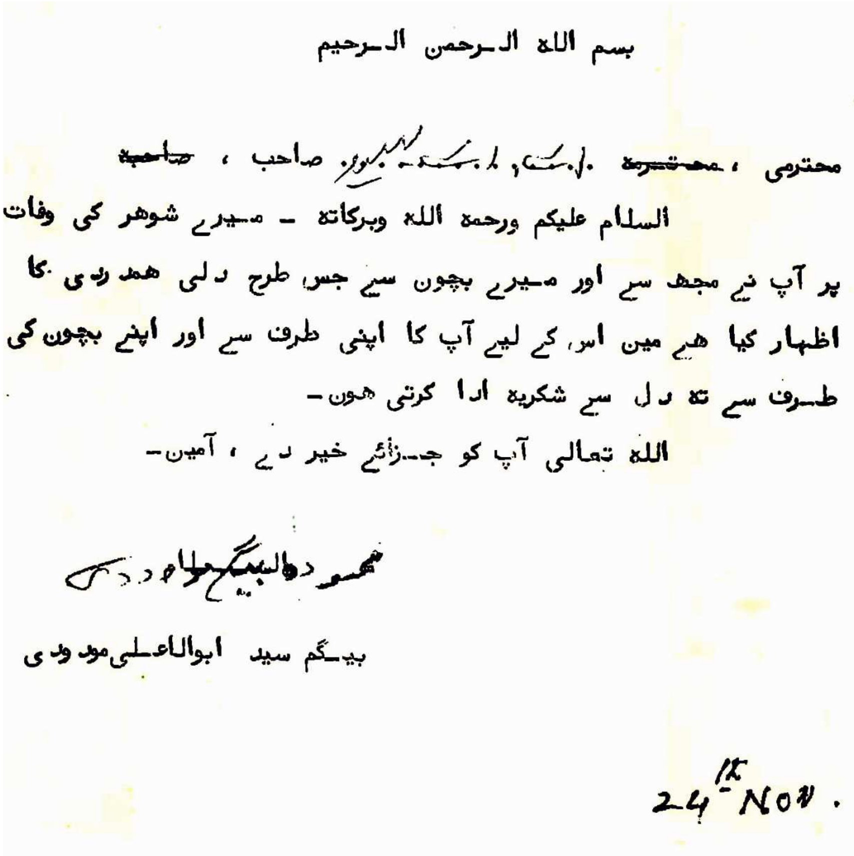
دسواں سفر: 23 / اگست تا 29 اگست 1968ء (129 دن) بغرض علاج، قیام لندن

گیارواں سفر: 12 / ستمبر تا 29 / ستمبر 1969 (19 دن) تعلیمی کانفرنس رباط (مراکش) میں سربراہان مملک کے ساتھ خصوصی شرکت

بارھواں سفر: 12 / اکتوبر تا 2 / نومبر 1969ء (22 دن) رابطہ عالم اسلامی، دو سے زائد عمرے

تیرھواں سفر: 6 / اپریل تا 2 / اگست 1974 (138 دن) بفیلو امریکہ علاج کے لیے قیام

آخری سفر کی تفصیلات عمر چھہتر سال (76)، کتاب کے آخری باب میں ملاحظہ فرمائیے۔



بسم اللہ الرحمن الرحیم

محترمی ، محترمہ اے۔اے۔ سعید صاحب ، صاحبہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ - میرے شوہر کی وفات
پر آپ نے مجھ سے اور میرے بچون سے جس طرح دلی ھمدردی کا
اظہار کیا ھے مین اس کے لیے آپ کا اپنی طرف سے اور اپنے بچون کی
طرف سے تہ دل سے شکریہ ادا کرتی ھون -
اللہ تعالی آپ کو جزائے خیر دے ، آمین -

محمودہ بیگم مولانا مودودی

بیگم سید ابوالاعلی مودودی

24th NOV.

بسم اللہ الرحمن الرحیم

محترمی اے۔اے سعید صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ

میرے شوہر کی وفات پر آپ نے مجھ سے اور میرے بچوں سے جس طرح دلی ہمدردی کا اظہار کیا ہے میں اس کے لیے آپ کا اپنی طرف سے اور اپنے بچوں کی طرف سے تہ دل سے شکریہ ادا کرتی ہوں۔

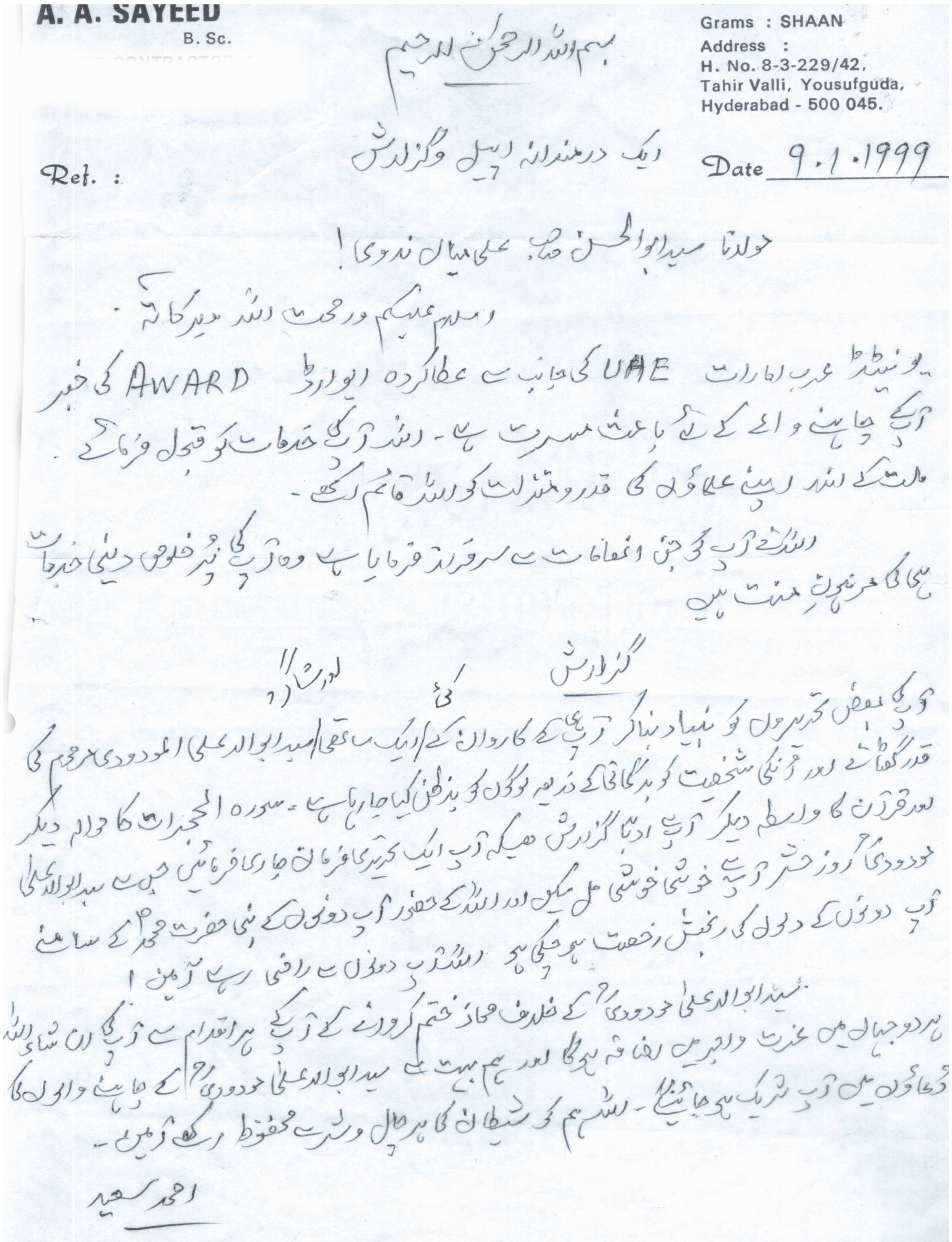
اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دے۔ آمین

محمودہ بیگم مولانا مودودیؒ

(بیگم سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ) (24 نومبر 1979ء)

مولانا مودودیؒ کے علاوہ چند اکابرین ملت کے خطوط

مرتب احمد ابوسعید کے نام



A. A. SAYEED
B. Sc.
Grams : SHAAN
Address :
H. No. 8-3-229/42,
Tahir Valli, Yousufguda,
Hyderabad - 500 045.

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ایک درمندانہ اپیل و گزارش

Ref. :
Date 9.1.1999

مولانا سید ابوالحسن صاحب علی میاں ندوی!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

یونائیٹڈ عرب امارات UAE کی جانب سے عطا کردہ ایوارڈ AWARD کی خبر آپکے چاہنے والے کے لئے باعث مسرت ہے۔ اللہ آپکی خدمات کو قبول فرمائے۔ ملت کے اندر اپنے علماؤں کی قدر و منزلت کو اللہ قائم رکھے۔

اللہ نے آپ کو جن انعامات سے سرفراز فرمایا ہے وہ آپکی پُر خلوص دینی خدمات ہی کا ثمرہ و محنت ہیں

گزارش

آپکی بعض تحریروں اور ارشادات کو بنیاد بناکر آپ ہی کے کاروان کے ایک ساتھی سید ابوالاعلیٰ المودودی مرحوم کی قدر گھٹانے اور انکی شخصیت کو بدگمانی کے ذریعہ لوگوں کو بدظن کیا جارہا ہے۔ سورہ الحجرات کا حوالہ دیکر قرآن کا واسطہ دیکر آپ سے ادبًا گزارش ہے کہ آپ ایک تحریری فرمان جاری فرمائیں جس سے سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ روز حشر آپ سے خوشی خوشی ملیں اور اللہ کے حضور آپ دونوں کے نبی حضرت محمدؐ کے سامنے آپ دونوں کے دلوں کی رنجش رخصت ہو چکی ہو۔ اللہ آپ دونوں سے راضی رہے آمین!

سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ کے خلاف محاذ ختم کروانے کے آپکے ہر اقدام سے آپکی ان شاء اللہ ہر دو جہاں میں عزت و اکرام میں اضافہ ہوگا اور ہم بہت سے سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ کے چاہنے والوں کی دعاؤں میں آپ شریک ہو جائیں گے۔ اللہ ہم کو شیطان کا ہر چال و شر سے محفوظ رکھے آمین۔

احمد سعید

بسم اللہ الرحمن الرحیم

Phones: 73864, 72336, 72338

Abul Hasan Ali Nadwi
P. O. BOX, No. 93, NADWATUL ULAMA,
LUCKNOW—226 007. U. P. (INDIA)

أبو الحسن علي الحسني الندوي
ندوة العلماء - لكهنؤ - الهند

Ref:

التاریخ:

مکرمی ومحترمی زیدت مکارمکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، آپ کا مکتوب مورخہ یکم جنوری کچھ تاخیر سے ملا۔ رمضان مبارک کی مصروفیات کی وجہ سے جواب میں تاخیر ہوئی۔ امید ہے کہ کچھ خیال نہ کریں گے۔ مولانا مودودی صاحب کے بارے میں ایک تحریر ارسال ہے آپ اسکو شائع کر سکتے ہیں۔ ہم بھی مولانا کے قدردانوں میں ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی خدمات کو قبول فرمائے۔ لغزشوں سے درگذر فرمائے۔

والسلام

دعاگو

ابوالحسن علی ندوی

۲۳ شوال ۱۴۱۶ھ

بقلم

بلال

ربّانی

پھول پور - ضلع اعظم گڑھ
۷ جنوری ۹۲

مکرمی ومحترمی!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ - خدا کرے آپ مع متعلقین خیریت اور عافیت سے ہوں۔

عنایت نامہ دہلی سے رِڈائرکٹ ہوکر ۲۶ دسمبر کو یہاں پہنچا۔ چونکہ میں اپنی طویل المدت علالت اور ضعف ونقاہت کے باعث تصنیفی خدمات انجام دینے سے قاصر ہوچکا ہوں اس لیے چھ سات برس سے دہلی اور علی گڑھ کا قیام ترک کرکے گھر ہی پر پڑا ہوا ہوں۔ آپ کا مکتوب رِڈائرکٹ ہوکر آنے میں قدرتی طور پر دیر سے یہاں پہنچا، پھر میری صحت نے بھی جلد جواب تحریر کرنے کی اجازت نہیں دی۔ اس لیے میرا جواب خاصی تاخیر سے جارہا ہے۔ جس کے لئے معذرت خواہ ہوں۔

آپ نے تلخیص تفہیم القرآن کے بارے میں جو دو تجویزیں پیش فرمائی ہیں وہ اپنی حد تک مجھے بھی پسند ہیں، لیکن یہ مسئلہ تلخیص کے ناشر یعنی مرکزی مکتبۂ اسلامی (دہلی) سے تعلق رکھتا ہے۔ میرا کام تو تفہیم کی تلخیص کردینا صرف تھا اس تلخیص کی کتابت کس سے اور کس طریقے سے کرائی جائے؟ اور پھر اس کی طباعت کیسے کاغذ پر اور کس انداز کی ہو؟ ان باتوں کا فیصلہ کرنا ناظم مکتبہ کا کام تھا، اور ہے اس لئے وہی آپ کی پیش کی ہوئی ان تجویزوں پر غور کرکے کوئی فیصلہ کریں گے۔ میں نے آپ کا مکتوب ان کے پاس بھیج دیا ہے اور اپنی پسندیدگی کا بھی اظہار کردیا ہے ساتھ ہی یہ بھی انھیں لکھ دیا ہے کہ آپ سے رابطہ قائم کرکے مذکورہ تجویزوں کے سلسلے میں آپ کو جواب دے دیں۔

میں نے ناظم مکتبہ سے یہ بھی گزارش کردی ہے کہ میری تصنیف کردہ کتاب "قرآن مجید کا تعارف" کا ایک نسخہ آپ کو ارسال کردیں۔ کتاب مل جانے پر آپ اس کا مطالعہ فرمالیں۔ امید ہے کہ "ترتیب تلاوت اور ترتیب نزول" کے مسئلے کے بارے میں آپ کے دریافت کیے ہوئے سوال کا جواب مل جائے گا۔

تفہیم القرآن میں بعض سورتوں کے زمانۂ نزول کے بتائے جانے میں جس تضاد کی آپ نے نشاندہی کی ہے اس کی وجہ مولانا مودودی رحمہ اللہ ہی دے سکتے تھے اور بتا سکتے تھے کہ انھوں نے ایسا کیوں کیا ہے؟ میں ذمہ داری کے ساتھ اپنی طرف سے کوئی بات کیسے کہہ سکتا ہوں۔

آپ نے مجھ سے جس دعا کی خواہش کی ہے، مجھ جیسا بے عمل اس کا اہل تو نہ تھا، مگر رب کریم کے حضور دعا اور التجا کا ہاتھ بڑے سے بڑا فاسق وفاجر بھی اٹھاتا ہے اور اگر خلوص وانابت سے کام لیا گیا ہو تو خدائے رحمان ورحیم اسے قبول بھی فرمالیتا ہے — اس لیے یہ عاجز ودرماندہ بھی آپ کی فرمائش اور خواہش کے مطابق آپ کے لیے بہر حال دعا کرے گا، کرے ہی گا نہیں، بلکہ بارہا کر بھی چکا ہے۔ مگر یہی درخواست میری آپ سے بھی ہے۔

والسلام
صدرالدین اصلاحی

صدرالدین اصلاحی
پھول پور - ضلع اعظم گڑھ - یوپی
۲۷۶۳۰۲

13-1-92

۲۸۲

عامر عثمانی

[illegible] ۶۷ء

دیوبند

عزیز مکرم ۔ علیکم السلام ۔ ملفوف ملا ۔ بڑا احسان ہے کہ آپ نے [illegible] بھیج دیئے

نوشتۂ قسمت بنا دیا ہے ۔ خود آپ کا احسان تو ناقابلِ ادا ہے کہ میں زندگی بھر اس کا بدلہ نہیں دے سکتا ۔ والدہ

سے وہ برکت کی سعادت کا وسیلہ آپ بن گئے ہیں [illegible] کی خدمت کا بھی ۔ ان میں سے ہر چیز کا خود

پیش ہو جائے [illegible] دونوں [illegible] جائیں ۔ انشاء اللہ آپ کو بہت اجر ملے گا ۔

نمبروار جملہ امور کا جواب دیتا ہوں ۔

تفہیم القرآن کا پورا سیٹ موجود نہیں تھا ۔ تین جلدیں موجود تھیں وہ بھجوا دیں ۔ بقیہ تین

بھی انشاء اللہ عنقریب مہیا ہو جائیں گی ۔ دراصل یہاں کاغذ کی بڑی کمی اور گرانی ہے اس لیے

ناشر پورے سیٹ کا بیک وقت طبع نہیں کر پا رہے ہیں ۔ بہرحال ایک دو مہینوں میں مکمل سیٹ

آپ کے مطلوبہ پتے پر پہنچ جائے گا ان شاء اللہ ۔

اب جو رقعہ آپ نے بھیجا ہے اس میں اور ڈاک کے ذریعے [illegible] سے تجلی

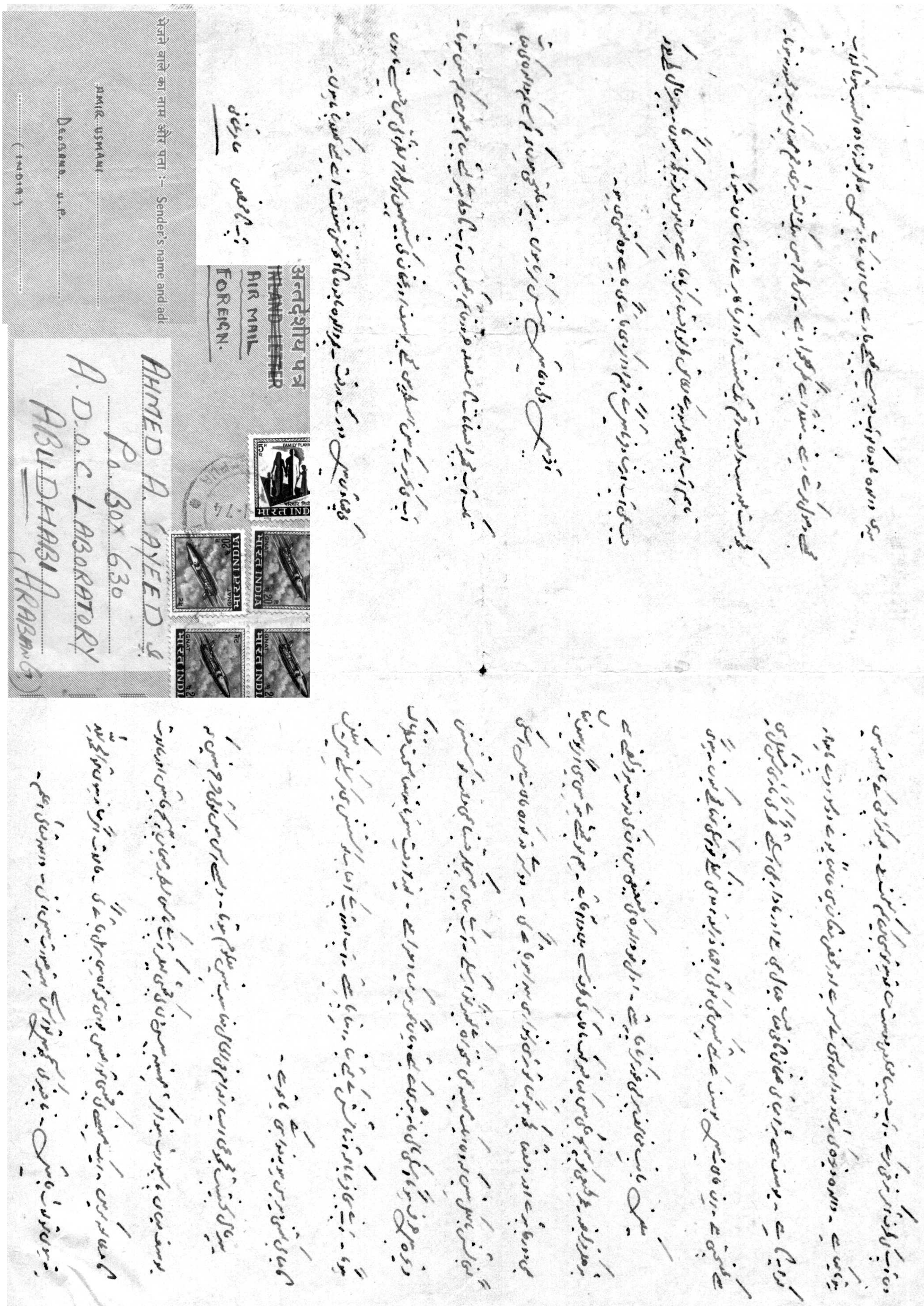
ادا کرا دیا ہے ۔

آپ نے والدہ کے جو فوٹو لیے وہ نہ جانے کیوں سیاہی سے بھر گئے ۔ لندن کے ایک دوست

بھی کبھی اسی طرح میری والدہ کے [illegible] کا فوٹو اور بعض اوقات میری تصاویر کا فوٹو کھینچتے رہے ہیں

وہ تو بالکل بے داغ ہوتے ہیں ۔ [illegible] آپ سے کوئی غلطی [illegible] نہیں ہوا کرتی ہے ۔

عزیزی یوسف میاں کے سلسلہ میں عرض ہے کہ اگرچہ میری طبیعت ہی چاہتی ہے کہ


अन्तर्देशीय पत्र
INLAND LETTER
AIR MAIL
FOREIGN

AHMED A. SAYEED
P.O. Box 630
A.D.O.C. LABORATORY
ABU DHABI
ARABIAN G.

भेजने वाले का नाम और पता :- Sender's name and address
AMIR USMANI
DEOBAND U.P.
(INDIA)


अन्तर्देशीय पत्र
INLAND LETTER
To Ahmad A. Sayeed
c/o Mr. Ahmad Ali Qadeer
H.No. 2-128
Sangareddy
Dist. MEDAK (A.P.)
पहला मोड़ First fold
Third fold
भेजने वाले का नाम और पता :- Sender's name and address:—
इस पत्र के अन्दर कुछ न रखिये NO ENCLOSURES ALLOWED

Prof. Ghulam Azam

87 LEWISHAM WAY, LONDON SE14 6QD
Telephone 01-692-9362

Date 21 st Ramjan 1393
17th Oct. 1973.

مکرمی و محترمی جناب احمد سعید صاحب

وعلیکم السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ۔

گرامی نامہ مورخہ ۲۲ ستمبر کا لندن سے Re-direct ہو کر جدہ میں ابھی دو دن پہلے موصول ہوا۔ آپکے یہ خط خصوصا یہ سارے واقعات کی اطلاع بھیجنے پر بے حد شکریہ ادا کرتا ہوں۔ اس سلسلہ میں بھائی نور الزمان صاحب کے خط سے اس سے پہلے ہی تفصیلی خبر معلوم ہوگئی تھا اور انکو میرے مشورہ بھی بھیج دیا ہے۔

اس سلسلہ میں آپ لوگوں کی جانب سے مرکز میں رجوع کرنا میرے خیال میں سب سے اچھا ہوا ہے۔

لندن سے ہوتے ہوئے یہاں آکے قربان علی صاحب ابھی سے کل شام ہم کو ملا ہے۔

میں نے انکو بتا دیا ہے کہ آپ نے اپنے معاملہ کو جس حد تک پہونچایا ہے۔ اسکے بعد فیصلہ اب میرے اکیلے کا بس کے باہر ہوگیا ہے۔ اسلیئے حج تک انتظار کیجیئے کہ شوریٰ کے ارکین آجائے تو انکے اجتماعی رائے سے ہی کچھ کیا جا سکتا ہے۔ اور اب چپ چاپ اپنے Practice کیجیئے اور Family لانے کی کوشش کیجیئے۔

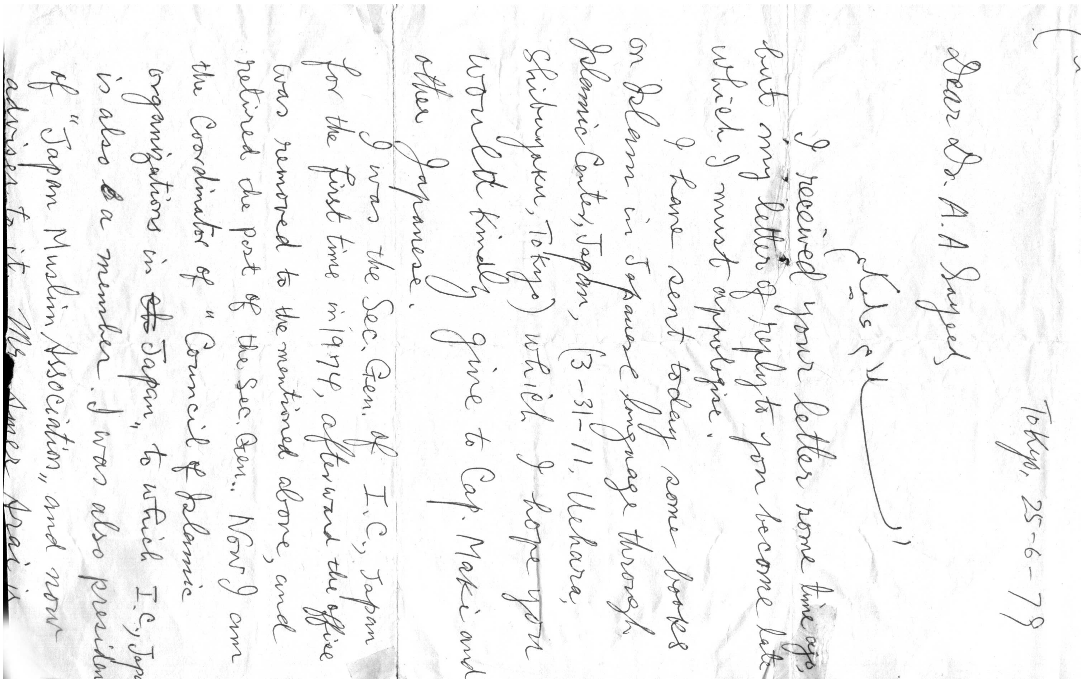
اس سلسلہ میں آپ سے بھی میرا عرض یہ ہے کہ قربان صاحب سے کسی قسم کے الجھنے سے پرہیز کیجیئے اور [illegible] انکو انکے مرضی کے مطابق چلنے دیجیئے اور اللہ تعالیٰ سے دعا کیجیئے کہ انکو صحیح سمجھ عطا فرمائے۔ میں بھی انکے لیئے یہی دعا کرتا ہوں۔

جناب خورشید صاحب کے بارے میں قربان صاحب کے بات کی کوئی حیثیت ہی نہیں ہے۔ خورشید صاحب جماعت کے اعلیٰ ترین لوگوں میں سے ہیں۔ مرکز کی جانب سے انکو پورے یوروپ کی ذمہ داری سپرد کیا گیا ہے۔ ان سے میرے رابطہ اور پورے تعاون ہے۔ ایسے آدمی کے بارے میں قربان صاحب جیسے اپنے کام کس درجہ کا ہے وہ سب کو معلوم ہے۔ انکے بات کوئی قابل اعتبار نہیں ہے۔

وہاں کے سب رفقاء کی خدمت میں میرا سلام۔

آپکے بھائی۔
غلام اعظم

نوٹ: میں مرتب احمد ابوسعید 1973ء میں متحدہ عرب امارات UAE کا پہلا امیر جماعت اسلامی تھا۔



Tokyo, 25-6-79

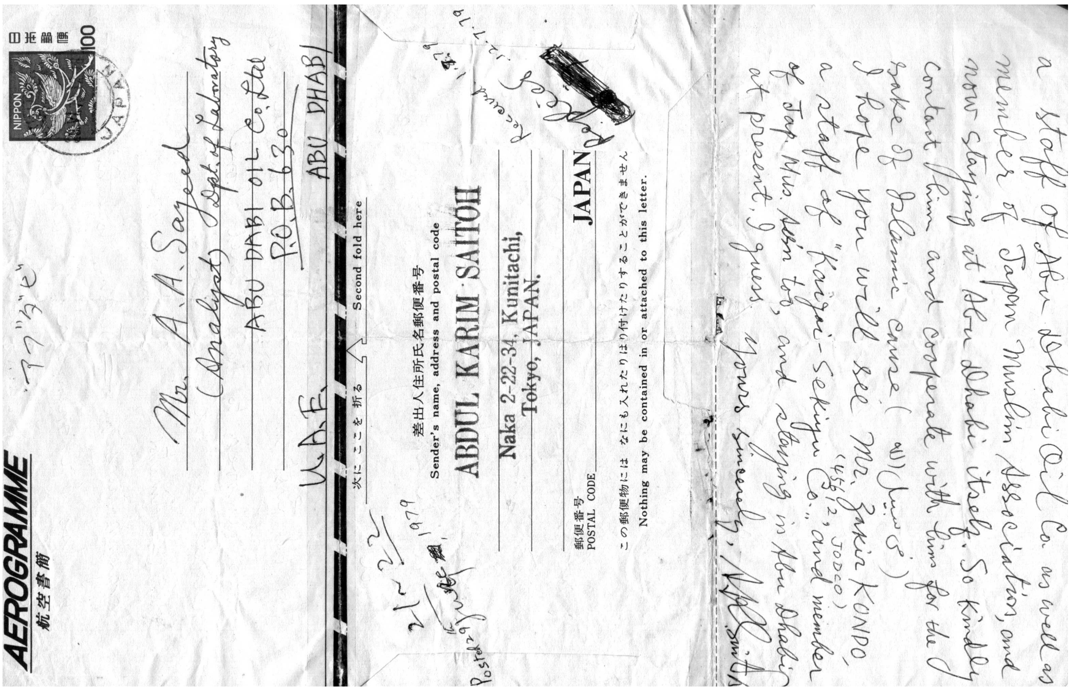
Dear Dr. A.A Sayeed

السلام علیکم

I received your letter some time ago, but my letter of reply to you become late which I must appologise.

I have sent today some books on Islam in Japanese language through Islamic Center, Japan, (3-31-11, Uehara, Shibuyaku, Tokyo) which I hope you would kindly give to Cap. Maki and other Japanese.

I was the Sec. Gen. of I.C., Japan for the first time in 1974, afterward the office was removed to the mentioned above, and retired the post of the Sec. Gen.. Now I am the Coordinator of "Council of Islamic organizations in Japan" to which I.C., Japan is also a member. I was also president of "Japan Muslim Association" and now adviser to it. Mr. Ameer Arai is



a staff of Abu Dhabi Oil Co. as well as member of Japan Muslim Association, and now staying at Abu Dhabi itself. So kindly contact him and cooperate with him for the sake of Islamic cause (فی سبیل اللہ)

I hope you will see Mr. Zakir KONDO, a staff of "Kaigai-Sekiyu Co." (45612, JODCO) and member of Jap. Mus. Assn too, and staying in Abu Dhabi at present, I guess.

Yours sincerely, A.K. Saitoh

AEROGRAMME 航空書簡

NIPPON 100 日本郵便

Mr. A.A. Sayeed
(Analyst) Dept of Laboratory
ABU DHABI OIL Co. Ltd
P.O.B. 630
U.A.E. ABU DHABI

次に ここを 折る Second fold here

差出人住所氏名郵便番号
Sender's name, address and postal code
ABDUL KARIM SAITOH
Naka 2-22-34, Kunitachi,
Tokyo, JAPAN.
郵便番号 POSTAL CODE JAPAN

この郵便物には なにも入れたりはり付けたりすることができません
Nothing may be contained in or attached to this letter.

Received 1-7-79

Posted 21-22 June 1979

ضمیمہ۔(۱)☆

تفہیم القرآن اور تصانیف

عصر حاضر کے بے شمار بلند پایہ تاریخ ساز شخصیات میں سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ کا مرتبہ و مقام ہمہ پہلو Multi diagonal نوعیت کا تعمیر انسانیت میں ممتاز واعلیٰ ہے۔

وہ ایک طرف ایک مثالی مورخ ہیں تو ایک بے مثال صحافی بھی ہیں۔آپ نے 1919ء سے 1947ء کے دوران برطانیہ کی غلامی British Slavery سے آزادی کی جدو جہد میں کانگریس ومسلم لیگ اور دیگر لیڈروں کی قیادت اورتحریک آزادی کی جدو جہد میں پائی جانے والی کوتاہیوں ، پر بھر پور بحث کی اور حق بولنے،حق لکھنے اورحق کے لئے عملی جدو جہد میں حتی المقدور بھر پور حصہ لیا۔

اگست 1941ءاجماعت اسلامی کے قیام کے بعد ہندوستان کوایک عالمگیر قوت بنانے کی سمت میں بھر پور حصہ لیا۔مسلمانوں کو بحیثیت مسلمان اور غیر مسلمانوں کو بحیثیت انسان اپنے خالق کے بتائے اور بنائے ہوئے بنیادی اصول وحقوق پر متحدہ جدو جہد کی دعوت دی۔

امن عالم کی ضامن کتاب'' قرآن مجید'' کی تعلیمات کو عام فہم انداز میں پیش کرنے کے لیے تفسیر ''تفہیم القرآن'' کے ذریعہ فروری 1942 سے آغاز کردیا اور تیس سال چار ماہ کی جہد مسلسل کے بعد 7/جون 1972 کو ''تکمیل تفہیم القرآن'' کی خدمت انجام دی۔

☆ اس حصہ میں محترم ڈاکٹر محمد رفیع الدین فاروقی کی مرتب کردہ نہایت مفید اور معلوماتی کتاب ''تفہیم القرآن میں اصول تفسیر'' سے جزوی حذف و اضافہ کے ساتھ پورا پورا فائدہ اٹھایا گیا ہے۔محترم ڈاکٹر محمد رفیع الدین فاروقی کی اجازت سے قارئین کی افادیت کے پیشِ نظر اس کتاب کے ساتھ شائع کیا جارہا ہے۔

اشاعت اول 2010ء صفحات ۴۲۴۔ قیمت -/Rs. 450

اسلامک بک فاونڈیشن۔نئی دہلی فون نمبر: ڈاکٹر محمد رفیع الدین فاروقی 09885544687 (مرتب)

ماہنامہ ''ترجمانُ القرآن'' لاہور میں ''تفہیمُ القرآن'' کی تاریخ ترتیب اشاعت

ذیل کے ٹیبل میں تاریخی ترتیب (Cronological Order) کے ساتھ یہ بتایا گیا ہے کہ کس ماہ کے ''ترجمانُ القرآن'' میں ''تفہیمُ القرآن'' کی کون سی سورت جو ہر ماہ شائع ہوتی رہی اس کا آخری حصّہ شائع ہوا۔

نمبر	سورت	ماہ اشاعت	نمبر	سورت	ماہ اشاعت
1	الفاتحة	فروری 1942ء	21	الانبياء	فروری 1955
2	البقرة	ستمبر 1942ء	22	الحج	جولائی 1955
3	آل عمران	جنوری 1943ء	23	المومنون	ستمبر 1955
4	النساء	مئی 1943ء	24	النور	اپریل 1956
5	المائدة	ستمبر۔اکتوبر 1943ء	25	الفرقان	جولائی 1956
6	الانعام	جنوری۔فروری 1944	26	الشعراء	دسمبر 1958
7	الاعراف	نومبر۔دسمبر 1944ء	27	النمل	اکتوبر 1959
8	الانفال	جنوری۔فروری 1945	28	القصص	جولائی 1960
9	التوبة	دسمبر 1945ء	29	العنكبوت	اکتوبر 1960
10	يونس	اپریل 1946ء	30	الروم	جون 1961
11	هود	جولائی 1946ء	31	لقمٰن	جون 1961
12	يوسف	اپریل 1947ء	32	السجدة	اگست 1961
13	الرعد	فروری 1951ء	33	الاحزاب	مئی 1962
14	ابراهيم	مئی 1951ء	34	سبا	ستمبر 1962
15	الحجر	جون 1951ء	35	فاطر	نومبر 1962
16	النحل	جولائی 1951ء	36	يٰسٓ	مارچ 1963
17	بنی اسرائيل	ستمبر 1952ء	37	الصّٰفّٰت	اگست 1963
18	الكهف	دسمبر 1952ء	38	صٓ	نومبر 1963
19	مريم	اپریل 1953ء	39	الزمر	جولائی 1964
20	طٰهٰ	فروری 1955ء	40	المومن	اکتوبر 1964

نمبر	سورت	ماہ اشاعت	نمبر	سورت	ماہ اشاعت
41	حٰم السجدة	جنوری 1965	61	الصف	ستمبر 1968
42	الشوریٰ	اپریل 1965	62	الجمعة	نومبر 1968
43	الزخرف	جون 1965	63	المنٰفقون	مارچ 1969
44	الدخان	جولائی 1965	64	التغابن	جون 1969
45	الجاثية	ستمبر 1965	65	الطلاق	نومبر 1969
46	الاحقاف	نومبر 1965	66	التحريم	جنوری 1970
47	محمد	دسمبر 1965	67	الملک	فروری 1970
48	الفتح	مارچ 1966	68	القلم	مارچ 1970
49	الحجرات	جولائی 1966	69	الحاقة	اپریل 1970
50	قٓ	اگست 1966	70	المعارج	مئی 1970
51	الذریٰت	اکتوبر 1966	71	نوح	مئی 1970
52	الطور	دسمبر 1966	72	الجن	جون 1970
53	النجم	فروری 1967	73	المزمل	جولائی 1970
54	القمر	مئی 1967	74	المدثر	ستمبر 1970
55	الرحمٰن	جولائی 1967	75	القيامة	اکتوبر 1970
56	الواقعة	ستمبر 1967	76	الدهر	دسمبر 1970
57	الحديد	نومبر 1967	77	المرسلٰت	جنوری 1971
58	المجادلة	فروری 1968	78	النباء	جنوری 1971
59	الحشر	مئی 1968	79	النازعات	مارچ 1971
60	الممتحنة	جولائی 1968	80	عبس	مارچ 1971

نمبر	سورت	ماہ اشاعت	نمبر	سورت	ماہ اشاعت
81	التکویر	جولائی1971	98	البینة	مئی1972
82	الانفطار	جولائی1971	99	الزلزال	مئی1972
83	المطففین	اگست1971	100	العادیات	جون1972
84	الانشقاق	اگست1971	101	القارعة	جون1972
85	البروج	ستمبر1971	102	التکاثر	جولائی1972
86	الطارق	ستمبر1971	103	العصر	جولائی1972
87	الاعلیٰ	اکتوبر1971	104	الھمزة	اگست1972
88	الغاشیة	اکتوبر1971	105	الفیل	ستمبر1972
89	الفجر	نومبر1971	106	القریش	ستمبر1972
90	البلد	دسمبر1971	107	الماعون	اکتوبر1972
91	الشمس	جنوری1972	108	الکوثر	نومبر1972
92	اللیل	فروری1972	109	الکافرون	دسمبر1972
93	الضحیٰ	فروری1972	110	النصر	جنوری1973
94	الم نشرح	مارچ1972	111	اللھب	جنوری1973
95	التین	مارچ1972	112	الاخلاص	فروری1973
96	علق	اپریل1972	113	الفلق	اپریل1973
97	القدر	اپریل1972	114	الناس	اپریل1973

تفہیمُ القرآن پہلے ماہنامہ ترجمانُ القرآن میں شائع کی جاتی، پھر چند سورتوں پر مشتمل ایک جِلد مرتب کی جاتی تھی۔ ترجمان میں تفسیر شائع ہونے کے بعد لوگوں کے اشکالات واستفسارات کو ماہنامہ ’’ترجمانُ القرآن‘‘ لاہور کے مُستقل کالم ’’رسائل ومسائل‘‘ میں بیان کر دیا جاتا اور آئندہ حسب موقع آیات قرآن کی تفسیر میں اُس کا احاطہ کرلیا جاتا یا اُسے حذف کر دیا جاتا۔ اِس طرح ’’تفہیمُ القرآن‘‘ اردو زُبان کی وہ واحد تفسیر ہے جو کتابی شکل میں اشاعت سے قبل ماہ نامہ ’’ترجمانُ القرآن‘‘ کے ذریعہ ہزاروں لوگوں (جن میں خاص وعام علماء اوراہلِ عِلم ، دینی درس گاہوں اورعصری علوم کے ماہر ڈاکٹرس پروفیسرس واسکالرس بھی شامل ہیں) کی نظروں سے گزر کر اپنے حق وصداقت کے مقام ومرتبہ کالوہا منوا چکی ہے۔

مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ کی تصانیف

مولانا مودودیؒ نہ صرف کثیر التصانیف علمی شخصیت ہیں بلکہ اُن کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ اُنہوں نے ہر موضوع پر خوب سے خوب تر لکھا ہے۔ اُن کی کتابیں انسائیکلوپیڈیائی اہمیت کی حامل ہیں۔ یہ اللہؑ کی عطا کردہ صلاحیت بہت کم لوگوں کو نصیب ہوتی ہے۔ جناب ڈاکٹر محمد رفیع الدین ہاشمی (پاکستان) نے ''تصانیف مودودیؒ'' پر ایک مُفصل فہرست مرتب کی ہے جو تذکرہ سید مودودیؒ کی جلد سوم میں اور ماہنامہ ''ترجمانُ القرآن'' کی اشاعت خاص نمبر ۲ مئی 2004 میں بھی شائع ہوئی ہے۔ دوسری فہرست قاضی ذوالقدر صدیقی، ایس ایم اسلم اور ایم ایم احسان نے مرتب کی ہے جو Islamic Perspective میں موجود ہے۔

ان مرتبین نے بعض وقت ایک مختصر سا پمفلٹ اور ایک ضخیم کتاب الگ الگ شمار کی ہے۔ کبھی ایک ہی مجموعہ میں متعدد کتابیں اور کتابچے شامل کردئے گئے ہیں۔ اور کبھی ایک ہی کتاب الگ الگ ناموں سے متعدد مکتبہ والوں نے شائع کی ہیں۔ اور کبھی مولانا کی متعدد کتابوں سے مضامین نکال کر ایک عنوان کے تحت مرتب کردیا گیا ہے۔ رشحاتِ فکر مولانا مودودیؒ ہی کے ہیں لیکن مرتب کوئی دوسرا ہے۔ ذیل میں موضوعات کی مناسبت سے ایک جامع فہرست دی جارہی ہے۔ مرتبین، شائع کرنے والے ادارے اور اوّل سنہ اشاعت کی بھی وضاحت کی گئی ہے۔

نام کتاب	مرتب/ ادارہ کا نام	سن اشاعت

قرآنیات

نام کتاب	مرتب/ ادارہ کا نام	سن اشاعت
ترجمہ قرآن مجید (مع مختصر حواشی)	ادارہ ترجمان القرآن لاہور	۱۹۷۶ء
قرآن مجید مترجم (بین السطور)	ادارہ ترجمان القرآن لاہور	۱۹۹۰ء
تفہیم القرآن۔ جلد ا (سورہ فاتحہ تا سورۃ الانعام)	مکتبہ تعمیر انسانیت لاہور	فروری ۱۹۴۲ء
تفہیم القرآن۔ جلد ۲ (سورہ اعراف تا بنی اسرائیل)	مکتبہ تعمیر انسانیت لاہور	۱۹۵۴ء

تفہیم القرآن۔جلد سوم (سورہ کہف تا سورۃ روم)	مکتبہ تعمیر انسانیت لاہور	جولائی ۱۹۶۲ء
تفہیم القرآن۔جلد چہارم (سورہ لقمان تا سورۃ احقاف)	مکتبہ تعمیر انسانیت لاہور	اکتوبر ۱۹۶۲ء
تفہیم القرآن۔جلد پنجم (سورہ محمد تا سورۃ طلاق)	ادارہ ترجمان القرآن لاہور	ستمبر ۱۹۷۱ء
تفہیم القرآن۔جلد ششم (سورہ تحریم تا سورۃ الناس)	ادارہ ترجمان القرآن لاہور	اکتوبر ۱۹۷۲ء
قرآن کی چار بنیادی اصطلاحیں	مکتبہ جماعتِ اسلامی دارالاسلام پٹھان کوٹ	نومبر ۱۹۴۴ء

عقیدہ و عبادات

رسالہ دینیات	مطبع دستگیری حیدرآباد دکن	۱۹۳۰ء
//	باقاعدہ کتابی اشاعت از ترجمان القرآن لاہور	مارچ ۱۹۳۹ء
خطبات	دفتر ترجمان القرآن لاہور	نومبر ۱۹۴۰ء
اسلامی عبادات پر ایک تحقیقی نظر	اقبال اکیڈمی لاہور	اکتوبر ۱۹۴۴ء
اسلامی تہذیب اور اُس کے اُصول و مبادی	مرکزی مکتبہ جماعت اسلامی لاہور	۱۹۵۵ء
مسئلہ جبر وقدر	دفتر ترجمان القرآن پٹھان کوٹ	۱۹۴۳ء
تعلیمات	دارالاشاعت حیدرآباد دکن	دسمبر ۱۹۴۵ء
اسلامی نظام تعلیم اور اُس کے نفاذ کی عملی تدابیر	اسلامی جمعیۃ طلباء پاکستان لاہور	۱۹۵۲ء
تصوف اور تعمیر سیرت	عاصم نعمانی، اسلامک پبلی کیشنز لاہور	اکتوبر ۱۹۷۲ء

حدیث وسیرت

سیرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (جلد ۱۔۲)	نعیم صدیقی + عبدالوکیل علوی ادارہ ترجمان القرآن لاہور	اکتوبر ۱۹۷۸ء
جلد سوم	عبدالوکیل علوی، رفیع الدین ہاشمی، حفیظ الرحمن احسن	طبع اول 2013ء
حدیث اور قرآن	چودھری غلام محمد مکتبہ چراغ راہ کراچی	۱۹۵۵ء
قرآن اور پیغمبر	چودھری غلام محمد مکتبہ چراغ راہ کراچی	
سنت کی آئینی حیثیت	اسلامک پبلی کیشنز لاہور	اکتوبر ۱۹۶۳ء
قادیانی مسئلہ اور اُس کے مذہبی، سیاسی اور معاشرتی پہلو	اسلامک پبلی کیشنز لاہور	مئی ۱۶۶۳ء
سیرت کا پیغام	پنجاب یونیورسٹی اسٹوڈینس یونین لاہور	مارچ ۱۹۷۶ء
سیاسیات	اسلامک پبلی کیشنز لاہور	
خلافت وملوکیت	اسلامک پبلی کیشنز لاہور	۱۹۶۶ء
اسلام کا نظریہ سیاسی	" "	۱۹۶۵ء
اسلامی ریاست	پروفیسر خورشید احمد / اسلامک پبلی کیشنز لاہور	مارچ ۱۹۶۲ء
مسئلہ ملکیت زمین	مکتبہ جماعت اسلامی لاہور	۱۹۵۰ء
مسئلہ قومیت	دفتر ترجمان القرآن لاہور	۱۹۳۹ء
مسلمان اور موجودہ سیاسی کشمکش (جلد اول)	دفتر رسالہ ترجمان القرآن دارالاسلام پٹھان کوٹ	فروری ۱۹۳۸ء
مسلمان اور موجودہ سیاسی کشمکش (جلد دوم)	دفتر رسالہ ترجمان القرآن دارالاسلام پٹھان کوٹ	اکتوبر ۱۹۳۸ء
مسلمان اور موجودہ سیاسی کشمکش (جلد سوم)	دفتر رسالہ ترجمان القرآن دارالاسلام پٹھان کوٹ	فروری ۱۹۴۱ء

اسلامی قانون

اسلامی قانون اور پاکستان میں اِس کے نفاذ کی عملی تدابیر	مرکزی مکتبہ جماعت اسلامی لاہور	دسمبر ۱۹۴۸ء
مرتد کی سزا اسلامی قانون میں	مرکزی مکتبہ جماعت اسلامی پاکستان لاہور	جون ۱۹۵۱ء
الجہاد فی الاسلام	ادارہ دارالمصنفین اعظم گڑھ	۱۹۳۰ء

معاشرت

پردہ	دفتر ترجمان القرآن لاہور	۱۹۴۰ء
حقوق الزوجین	دفتر ترجمان القرآن دارالاسلام پٹھان کوٹ	۱۹۴۳ء
اسلام اور ضبط ولادت	ادارہ دارالاسلام پٹھان کوٹ	۱۹۴۳ء
اسلام اور خاندانی منصوبہ بندی	اسلامک پبلیکیشنز لاہور	۱۹۴۸ء

معاشیات

سود۔ اول، دوم	مکتبہ جماعت اسلامی لاہور	نومبر ۱۹۴۸ء اپریل ۱۹۵۲ء
اسلام اور جدید معاشی نظریات	اسلامک پبلی کیشنز لاہور	دسمبر ۱۹۵۹ء
معاشیات اسلام	اسلامک پبلی کیشنز لاہور	دسمبر ۱۹۶۹ء
انسان کا معاشی مسئلہ اور اُس کا اسلامی حل	مکتبہ جماعت اسلامی دارالاسلام پٹھان کوٹ	فروری ۱۹۴۵ء
ہندوستان کا صنعتی زوال اور اس کے اسباب	مرکزی مکتبہ اسلامی دہلی	۱۹۸۸ء

تحریک اسلامی

اسلامی حکومت کس طرح قائم ہوتی ہے	انجمن اسلامی تاریخ وتمدن مسلم یونیورسٹی علی گڈھ	نومبر ۱۹۴۰ء
دعوت اسلامی اور اس کا طریق کار	مرکزی مکتبہ جماعت اسلامی لاہور	اکتوبر ۱۹۴۹ء

تجدید واحیائے دین	دفتر ترجمان القرآن لاہور	دسمبر ۱۹۴۰ء
تحریک اسلامی کا آئندہ لائحہ عمل	مرکزی مکتبہ جماعت اسلامی پاکستان لاہور	جنوری ۱۹۵۸ء
تحریک اسلامی کامیابی کے شرائط	ادارہ مطبوعات طلبہ کراچی	جنوری ۱۹۶۷ء
جماعتِ اسلامی مقصد تاریخ اور لائحہ عمل	مرکزی مکتبہ جماعت اسلامی لاہور	۱۹۵۱ء
جماعتِ اسلامی کے ۲۹ سال	شعبۂ نشر واشاعت جماعت اسلامی پاکستان لاہور	ستمبر ۱۹۷۰ء
مُسلم خواتین سے اسلام کے مطالبات	سیدہ ام فاروق/ ادارہ ترجمان القرآن لاہور	۱۹۸۵ء
مشرقی پاکستان کے حالات ومسائل کا جائزہ	دفتر جماعت اسلامی ڈھاکہ	اپریل ۱۹۵۶ء
تحریک آزادی ہند اور مسلمان (جلد اول ۔دوم)	اسلامک پبلی کیشنز لاہور	ج ا فروری ۱۹۶۴ء ج ۲ مئی ۱۹۷۳ء
تحریک جمہوریت اُس کے اسباب اور اُس کا مقصد	شعبہ نشرو اشاعت تحریک جمہوریت مغربی پاکستان	۱۹۶۸

تعلیمات اسلام

اسلامی نظام زندگی اور اُس کے بنیادی تصورات	اسلامک پبلی کیشنز لاہور	مئی ۱۹۶۲ء
زندگی بعد موت کا عقلی ثبوت	" "	"
سلامتی کا راستہ	دفتر رسالہ ترجمان القرآن لاہور	۱۹۴۲ء
اسلام اور جاہلیت	دفتر رسالہ ترجمان القرآن لاہور	جون ۱۹۴۱ء
دینِ حق	دارالاشاعت نشاۃ ثانیہ حیدرآباد دکن	۱۹۴۴ء
اسلام کا اخلاقی نقطۂ نظر	مرکزی مکتبہ جماعت اسلامی پاکستان لاہور	ستمبر ۱۹۵۲ء
تحریک اسلامی کی اخلاقی بنیادیں	مکتبہ جماعت اسلامی دارالاسلام پٹھان کوٹ	دسمبر ۱۹۴۶ء

بناؤ اور بگاڑ	مکتبہ جماعت اسلامی پاکستان لاہور	نومبر ۱۹۵۰ء
جہاد فی سبیل اللہ	دفتر رسالہ ترجمان القرآن دارالاسلام پٹھان کوٹ	۱۹۴۲ء
شہادتِ حق	مکتبہ جماعت اسلامی دارالاسلام پٹھان کوٹ	جون ۱۹۴۷ء
مسلمانوں کے ماضی، حال اور مستقبل کے لئے لائحۂ عمل	مکتبہ تعمیر فکر لاہور	۱۹۷۴ء
اسلام کا نظامِ حیات	ماہنامہ ترجمان القرآن لاہور	جون ۱۹۴۸ء
تنقیحات	دفتر ترجمان القرآن لاہور	۱۹۳۹
تفہیمات (اول)	دفتر رسالہ ترجمان القرآن لاہور	۱۹۴۰ء
تفہیمات (دوم)	مرکزی مکتبہ جماعت اسلامی لاہور	۱۹۵۵ء
تفہیمات (سوم)	اسلامک پبلی کیشنز لاہور	مارچ ۱۹۶۵ء
تفہیمات (چہارم)	اختر حجازی۔ادارہ ترجمان القرآن لاہور	جون ۱۹۸۵ء
تفہیمات (پنجم	اختر حجازی۔ادارہ ترجمان القرآن لاہور	نومبر ۱۹۹۰ء
اسلام عصر حاضر میں، دین کی تشریح	ادارہ مطبوعات طلبہ	اکتوبر ۱۹۶۶ء
تعلیمات	دارالاشاعت نشاۃ ثانیہ حیدرآباد دکن	دسمبر ۱۹۴۵ء

تراجم

المسئلۃالشرقیۃ	ادارہ معارف اسلامی لاہور	ستمبر ۱۹۹۴ء
الأسفار الأربعة (اول و دوم)	دوم طبع (شان پبلی کیشنز، حیدرآباد، دکن)	۲۰۱۸ء
سمرنا میں یونانی مظالم	حمیدیہ پریس کوچہ چیلان دہلی	۱۹۲۱ء
ترکی میں عیسائیوں کی حالت	دارالاشاعت سیاسیات مشرقیہ دہلی	۱۹۲۲ء

استفسارات

رسائل ومسائل جلد اول	مرکزی مکتبہ جماعت اسلامی لاہور	ستمبر ۱۹۵۱ء

رسائل ومسائل جلد دوم	مرکزی مکتبہ جماعت اسلامی لاہور	ستمبر ۱۹۵۴ء
رسائل ومسائل جلد سوم	اسلامک پبلی کیشنز لاہور	مئی ۱۹۶۵ء
رسائل ومسائل جلد چہارم	اسلامک پبلی کیشنز لاہور	مئی ۱۹۶۵ء
رسائل ومسائل جلد پنجم	جسٹس ملک غلام علی، حافظ عبدالحمید/ ادارہ معارف اسلامی لاہور	اپریل ۱۹۸۳ء
مولانا مودودیؒ کے انٹرویو (حصہ ۱۔۲)	ابوطارق/ اسلامک پبلیکیشنز لاہور	جنوری ۱۹۷۶ء/ ۱۹۸۷ء
تصریحات	سلیم منصور خالد/ احباب پبلی کیشنز لاہور	جولائی ۱۹۷۹ء
استفسارات (اول۔دوم۔سوم)	اختر حجازی/ ادارہ ترجمان القرآن لاہور	۱۹۸۷ء، ۱۹۹۲ء، ۱۹۹۷ء
۵۔اے ذیلدار پارک (اول)	مظفر بیگ/ البدر پبلی کیشنز لاہور	اپریل ۱۹۷۸ء
۵۔اے ذیلدار پارک (دوم)	رفیع الدین ہاشمی/ البدر پبلی کیشنز لاہور	دسمبر ۱۹۷۹ء
۵۔اے ذیلدار پارک (سوم)	حفیظ الرحمن احسن/ البدر پبلی کیشنز لاہور	۱۹۹۱ء
ترجمان القرآن انٹرویو نمبر	حفیظ الرحمن احسن/ ادارہ ترجمان القرآن لاہور	اکتوبر ۱۹۸۰ء

تاریخ

دکن کی سیاسی تاریخ	دارالاشاعت سیاسیہ حیدرآباد دکن	۱۹۴۴ء
سلاجقہ اول	ابوالخیر مودودیؒ لاہور	دسمبر ۱۹۵۴ء
دولت آصفیہ اور حکومت برطانیہ کے سیاسی تعلقات	کوچہ چیلان دہلی	۱۹۲۸ء

تقاریر/دروس

مولانا مودودیؒ کی تقاریر (حصہ ۱۔۲)	ثروت صولت/ اسلامک پبلی کیشنز لاہور	اگست ۱۹۷۶ء
اسلام کا نظامِ حیات	ماہنامہ ترجمان القرآن لاہور	جون ۱۹۴۸ء
نشری تقریریں	اسلامک پبلی کیشنز لاہور	ستمبر ۱۹۶۱ء
انتخابی تقاریر	" " "	" "

خطبات یورپ	اختر حجازی/ احباب پبلی کیشنز لاہور	۱۹۸۰ء
فضائل قرآن	حفیظ الرحمن/ احسن البدر پبلی کیشنز لاہور	۱۹۷۷ء
الفاتحہ	حفیظ الرحمن/ احسن ادارہ ترجمان القرآن لاہور	۱۹۹۹ء
کتابُ الصوم	حفیظ الرحمن احسن/ مکتبہ آئین لاہور	فروری ۱۹۷۳ء
کتابُ الدعاء، کتابُ الذکر	اختر حجازی/ البدر پبلی کیشنز لاہور	دسمبر ۱۹۸۸ء
کتاب الجنائز	اختر حجازی/ البدر پبلی کیشنز لاہور	دسمبر ۱۹۹۸ء
افادات مودودیؒ	میاں خورشید احمد انور بدر الدجی	اگست ۱۹۹۷ء
اقبال نے کیا چاہا	سلیم منصور خالد/ پنجاب یونیورسٹی اسٹوڈنس یونین لاہور	۱۹۷۷ء

مکتوبات

خطوط مودودیؒ (اول)	رفیع الدین ہاشمی، سلیم منصور خالد البدر پبلی کیشنز لاہور	اپریل ۱۹۸۳ء
خطوط مودودیؒ (دوم)	رفیع الدین ہاشمی، سلیم منصور خالد منشورات لاہور	نومبر ۱۹۸۵ء
مراسلت مولانا مودودیؒ و مریم جمیلہ	عبدالغنی فاروق (انگریزی سے ترجمہ) محمد یوسف خاں اینڈ سنز لاہور	مئی ۱۹۸۵ء
مکاتیب زنداں	حکیم محمد شریف امرتسری مکتبہ چراغ راہ کراچی	جون ۱۹۵۲ء
مکاتیب سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ (اول)	عاصم نعمانی ایوان ادب لاہور	جون ۱۹۷۰ء
مکاتیب سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ (دوم)	عاصم نعمانی اسلامک پبلی کیشنز لاہور	نومبر ۱۹۷۲ء
مکتوبات	حکیم محمد شریف مسلم البدر پبلی کیشنز لاہور	جنوری ۱۹۸۶ء
مکتوبات مودودیؒ	اشرف بخاری منظور عالم پریس پشاور	۱۹۸۳ء
مکتوبات مودودیؒ بنام مولانا محمد چراغ	عبدالغنی عثمان الانصاری پبلی کیشنز فیصل آباد	ستمبر ۱۹۸۴ء

مولانا مودودیؒ کے خطوط	سید امین الحسن رضوی مرکزی مکتبہ اسلامی دہلی	۱۹۹۳ء
یادوں کے خطوط	محمد یونس اسلامی مکتبہ حیدر آباد	جنوری ۱۹۸۳ء
Correspondence between maulana Maududi and Maryam jameela	محمد یوسف خان اینڈ سنز لاہور	۱۹۶۹ء
ادبیات مودودیؒ	پروفیسر خورشید احمد اسلامک پبلی کیشنز لاہور	۱۹۷۲ء
ادب اور ادیب سید مودودیؒ کی نظر میں	سفیر اختر دار المعارف واہ کینٹ	۱۹۹۸

صحافت۔ ادارتی مضامین۔''الجمعیۃ''1921 تا 1928ء دوران قیام دہلی

صدائے رستاخیز۔ الجمعیۃ دہلی، ۱۹۲۵ء کے مضامین اور اداریے	خلیل احمد حامدی ادارہ معارف اسلامی	جنوری ۱۹۹۳ء
بانگ سحر۔ الجمعیۃ، ۱۹۲۶ء کے مضامین اور اداریے	خلیل احمد حامدی ادارہ معارف اسلامی	مارچ ۱۹۹۳ء
آفتاب تازہ۔ الجمعیۃ، ۱۹۲۷ء کے مضامین اور اداریے	خلیل احمد حامدی ادارہ معارف اسلامی	اپریل ۱۹۹۳ء
آفتاب نو/ جلوۂ نُور۔ الجمعیۃ، ۱۹۲۸ء کے مضامین اور اداریے	خلیل احمد حامدی ادارہ معارف اسلامی	جون ۱۹۹۳ء
ترجمان القرآن	عالمی تحریک قرآن مجید، حیدر آباد	ابتداء ۱۹۳۳ء
مقالات مسلم اول دوم	تحقیق وترتیب رفیع الدین فاروقی ناشر: شان پبلی کیشنز، احمد ابوسعید حیدر آباد	

مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ پر چند اہم تصانیف

	نام کتاب	مصنف/مرتب/ادارہ	سن طباعت
1	تذکرہ سید مودودیؒ (جلد:۱، ۲، ۳)	تدوین و ترتیب: جمیل احمد رانا، خالد منصور ادارہ معارف اسلامی، منصورہ، لاہور	اپریل ۸-۱۹۹۶ء تا ۱۹۹۸ء
2	وثائق مودودیؒ	ادارہ معارف اسلامی منصورہ، لاہور	۱۹۸۴ء
3	ماہنامہ ترجمان القرآن، سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ نمبر	اشاعت خاص۔ ۱-۲ مدیر، سلیم منصور خالد ادارہ ترجمان القرآن، لاہور	اکتوبر ۲۰۰۳ء مئی ۲۰۰۴ء
4	ارمغان علمی ابوالاعلیٰ مودودیؒ علمی وفکری مطالعہ	مرتبین، رفیع الدین ہاشمی، سلیم منصور خالد ادارہ معارف اسلامی منصورہ، لاہور	۲۰۰۶ء
5	المودودیؒ	نعیم صدیقی، ادارہ معارف اسلامی، لاہور	۱۹۸۶ء
6	جسارت، سید مودودیؒ نمبر	اشاعت خاص روزنامہ، جسارت کراچی	۱۹۷۹ء
7	تفہیم القرآن۔ نمبر	آئین۔ لاہور	دسمبر ۱۹۷۲ء
8	آتش فشاں	مولانا مودودیؒ خصوصی اشاعت لاہور	۱۹۸۰ء
9	سید مودودیؒ دعوت وتحریک	سید اسعد گیلانی، اسلامک پبلی کیشنز، لاہور	۱۹۸۰ء
10	تاریخ ساز شخصیت	صلاح الدین	۱۹۸۰ء
11	ابوالاعلیٰ مودودیؒ	چودھری عبدالرحمن اسلامک پبلی کیشنز	۱۹۷۸ء
12	مولانا مودودیؒ سے ملئے	اسعد گیلانی۔ دیوبند۔ ہند	۱۹۷۵ء
13	سید مودودیؒ کا عہد	نقی علی، البدر، لاہور	۱۹۸۰ء
14	بیسویں صدی کے قائد اعلیٰ مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ	احمد ابوسعید، شان پبلی کیشن حیدرآباد انڈیا	۱۹۹۹ء
15	ایک شخص ایک کارواں	مجیب الرحمن شامی	جون/۱۹۸۱ء
16	Islamic Perspective Studies in honour of Mawlana Mawdudi	Islaic Foundation. U.K.	
17	Syed Abul A'Ala Maududi and His Thought	Prof. Masudul Hasan Islamic Publication Ltd. Lhr	

تفہیم القرآن میں انگریزی کتابوں کے حوالے

- Bible (English, Arabic & Urdu)
- Evangelium of Barnabe
- Canonical Gospels.
- The Holy Scriprutes- Jewish Publication Society of America 1954
- The Talmud Selections - H. Polono منتخبات تلمود
- Is Original Sin in Scripture - R. H. Haq
- Book of the Himyarites...........
- Arabian Highlands......
- A Study of History ...... Toynbee
- Johonnes of Ephesus ....
- Arabia and the laies - Harold Ingrams - London 1949'
- The Unveiling of Arabia - R.H. Kiman _ London 1937
- Arabian and The Isles - Harold Ingrams - London 1949
- Abranam, Sir Lienard Wooley - London 1949
- The Empty Quarter - Phlby - London 1949
- Discoveries in Asia Minor - Arundell - 1834
- Decline and Fall of Roman Empire -Gibbon .. (تاریخ زوال وسقوط روم)
- Meraculorum Liber - Gregory of Tours
- Economist - London 1969
- Jewish Encyclopedia
- Encyclopedia of Britanica
- Encyclopedia of Islam
- Talmoodic Masslini- Pal Isic Hurson London 1880

☆ درج بالا فہرست کے علاوہ ایسی بے شمار کتابیں ہیں جن کو مولانا مودودیؒ نے تفسیر لکھتے وقت پڑھا تھا اور جو ان کی ذاتی لائبریری میں موجود تھیں۔ بیشتر کتابوں کے حوالے ان کی دوسری کتابوں میں بھی پائے جاتے ہیں۔

☆ متعدد مقامات پر تحریر کی روانی میں صرف مولفین کے نام آتے ہیں لیکن اُن کی کتابوں کے نام مفقود ہیں۔

☆ مولانا مودودیؒ نے مغربی فلاسفہ و مُفکرین، مستشرقین، مختلف فرق ہائے باطلہ پر اُن کے افکار وخیالات پر تنقیدیں کی ہیں، لیکن اُن کی کتابوں کے حوالے بالکل شاذ ہیں۔

تفہیم القرآن کے مآخذ و مصادر: کتب تفسیر و علوم القرآن

نام کتاب	مصنفین رمولفین	وفات
جامع البیان فی تفسیر القرآن	امام ابوجعفر ابن جریر طبریؒ (امام التفسیر و تاریخ و فقہ)	۳۱۰ھ
أحکام القرآن	ابوبکر احمد بن محمد، المعروف جصاص	۳۷۰ھ
معالم التنزیل (بالماثور)	ابومحمد حسین بغویؒ	۵۱۰ھ
أحکام القرآن	قاضی ابوبکر محمد بن عبداللہ معروف ابن العربی	۵۴۳ھ
أحکام القرآن	عبدالمنعم بن محمد فرس غرناطی	۵۹۷ھ
الکشاف عن حقائق التنزیل	ابوالقاسم جار اللہ محمود بن عمر الرازی زمخشری علیہ الرحمۃ	۵۳۸ھ
مفاتیح الغیب۔ تفسیر الکبیر	امام ابوعبداللہ محمد بن عمر بن حسین معروف فخر الدین رازیؒ	۶۰۶ھ
غرائب القرآن وغرائب الفرقان	نظام الدین حسن بن محمد نیشاپوریؒ	۶۵۲ھ
تفسیر البحر المحیط	محمد بن یوسف بن علی، معروف ابوحیانؒ	۷۵۴ھ
جامع الأحکام۔ تفسیر قرطبی	ابوعبداللہ محمد بن احمد انصاری قرطبیؒ	۶۷۱ھ
تفسیر أنوار التنزیل وأسرار التاویل تفسیر بیضاوی	قاضی امام ناصر الدین ابوسعید عبداللہ بن عمر بیضاویؒ	۶۸۵ھ
تفسیر مدارک التنزیل	ابوالبرکات عبداللہ بن النسفیؒ	۷۱۰ھ
لباب التاویل فی معانی التنزیل۔ تفسیر خازن	علامہ علاؤالدین بغدادیؒ	۷۲۵ھ
تفسیر القرآن العظیم۔ تفسیر ابن کثیر	حافظ عماد الدین ابن کثیرؒ	۷۷۴ھ
تفسیر روح البیان	شیخ اسماعیل حقیؒ	۱۱۳۷ھ
تفسیر جلالین	علامہ جلال الدین المحلیؒ۔ اور جلال الدین سیوطیؒ	۸۶۴۔۹۱۱ھ
الدر المنثور فی التفسیر الماثور	جلال الدین سیوطیؒ	۹۱۱ھ
تفسیر فتح القدیر	قاضی محمد بن علی بن محمد شوکانیؒ	۱۲۵۰ھ
تفسیر روح المعانی تفسیر القرآن العظیم	علامہ شہاب الدین محمد آلوسی البغدادیؒ	۱۲۷۸ھ
تفسیر سورہ اخلاص	امام ابن تیمیہؒ	۷۲۸ھ
الإتقان فی علوم القرآن	علامہ جلال الدین السیوطیؒ	۹۱۱ھ

البرھان فی علوم القرآن	امام بدر الدین محمد بن عبد اللہ الزرکشیؒ	۷۹۴ھ
المفردات للراغب	راغب اصفہانیؒ	
تفسیر البسیط/أسباب النزول	علی بن احمد بن محمد ابوالحسن الواحدیؒ	۴۶۸ھ
فضائل قرآن	ابوعبیدؒ	
أرض القرآن	سید سلیمان ندویؒ	۱۹۵۳ء

ہندوستان کے مترجمین ومفسرین

شاہ ولی اللہؒ۔ شاہ عبدالقادر۔ شاہ رفیع الدین۔ علامہ حمید الدین فراہیؒ۔ مولانا اشرف علی تھانویؒ۔ مولانا حافظ فتح محمد خاںؒ جالندھری۔ مولانا محمود حسنؒ۔ مولانا شبیر احمد عثمانیؒ۔ مولانا ابوالکلام آزادؒ وغیرہ۔

کتب احادیث اوران کی شرحیں

نام کتاب	محدثین	سن
موطا	امام مالک بن انسؒ	۱۷۹ھ
الجامع الصحیح للبخاری	ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاریؒ	۲۵۶ھ
الصحیح لمسلم	امام مسلم بن حجاج قشیریؒ	۲۶۱ھ
سنن أبی داؤد	ابوداؤد سلیمان بن اشعثؒ	۲۷۵ھ
جامع ترمذی	امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذیؒ	۲۷۹ھ
سنن نسائی	امام احمد بن شعیب نسائیؒ	۳۰۳ھ
مسند أحمد	امام احمد بن حنبلؒ	۲۴۱ھ
عمدة القاری شرح بخاری	امام بدر الدین ابی محمد محمود احمد العینیؒ	۷۵۵ھ
شرح مسلم	امام محی الدین نوویؒ	۶۷۶ھ
شرح سنن ابی داؤد	امام ابوسلیمان احمد بن ابراہیم الخطابیؒ	۳۸۸ھ
شرح موطا	امام الحافظ ابوعمر یوسف بن عبد البر قرطبیؒ	۴۶۳ھ
المعجم للطبرانی	امام سلیمان احمد طبرانیؒ	۳۶۰ھ
سنن دار قطنی	ابوالحسن علی بن عمر دار قطنیؒ	۳۸۵ھ

صحیح ابن حبان	ابوحاتم محمد ابن حبان البستیؒ	۳۵۴ھ
مسند أبی اسحاق	ابواسحاق ابراہیم بن یوسفؒ	۳۰۱ھ
سنن أبی بکر همدانی	ابوبکر محمد بن یحییٰ ہمدانی شافعیؒ	۳۴۷ھ
المعجم الکبیر، اوسط، صغیر	امام سلیمان بن احمد طبرانیؒ	۳۶۰ھ
الشفاء	قاضی عیاض اندلسیؒ	۵۴۴ھ
مسند عبدالرحمن ابن ابی حاتم	عبدالرحمن ابن ابی حاتم	۳۲۷ھ
جامع ابن أبی شیبه	ابن ابی شیبہ	۳۲۵ھ
مسند ابو بکر ابن مردویه	ابوبکر ابن مردویہ	۴۱۰ھ
السنن الکبری للبیهقی	احمد بن حسین بیہقی	۴۵۸ھ
مسند البزار	ابوبکر البزار	۲۹۲ھ
مسند عبدالرزاق	عبدالرزاق	۲۱۱ھ
مسند عبد بن حمید	عبد بن حمید	۲۴۹ھ
مسند أبو داؤد طیالسی	ابوداؤد طیالسی	۲۰۴ھ
ابو القاسم علی ابن عساکر	ابوالقاسم علی ابن عساکر	۵۷۱ھ
مراسیل أبی داؤد	ابوداؤد	۲۰۴ھ
فتح الباری	الشہاب احمد بن علی ابن حجر عسقلانی	۸۵۲ھ
مصنف ابو بکر ابن ابی شیبه	ابوبکر ابن ابی شیبہ	۲۳۵ھ
حلیة الأولیاء	احمد بن عبداللہ ابونعیم اصفہانی	۴۳۰ھ
مصنف الطحاوی	الطحاوی	۳۲۱ھ
الترغیب والترهیب	عبدالعظیم المنذری	۶۵۶ھ
مسند ابو یعلیٰ	ابویعلیٰ	
مسند الحمیدی	ابوبکر الحمیدی	
سنن دارمی	دارمی	
المستدرک للحاکم	حاکم	
موضوعات کبیر	ملاعلی قاری	

المستخرج علی المستدرک	امالی العراقی	
ریاض الصالحین	نووی	
مشکوٰۃ المصابیح	محمد بن عبداللہ خطیب التبریزی	
أعلام النبوۃ	الماوردی	
البلاذری	البلاذری	
کنز العمال	علی المتقی بن حسام الدین	

تاریخ، سیرت ومغازی

مغازی (نبی کے غزوات کی تاریخ)	محمد ابن اسحاقؒ	۱۵۱ھ
مغازی (نبی کے غزوات کی تاریخ)	موسیٰ بن عقبیؒ	۱۴۱ھ
سیرت ابن ہشام	محمد بن عبدالملک الحمیریؒ	۲۱۸ھ
طبقات ابن سعد (صحابہ اور تابعین کے حالات)	ابوعبداللہ بن محمد بن سعدؒ	۲۲۰ھ
الاستیعاب (سیرۃ الصحابۃ)	حافظ امام ابوعمر یوسف بن عبدالبر اندلسیؒ	۴۶۳ھ
الاصابۃ فی تمیز الصحابۃ	حافظ احمد علی ابن حجر عسقلانی	۸۵۲ھ
تاریخ الکامل، ابن اثیر	شیخ عزیز الدین علی بن احمد الجزریؒ	۶۳۰ھ
تاریخ ابن خلدون	علامہ عبدالرحمن بن محمد خلدون الاشبیلیؒ	۸۰۸ھ
تاریخ بغداد	احمد بن ثابت الخطیب بغدادیؒ	۴۶۳ھ
دلائل النبوۃ	امام بیہقیؒ	۴۸۵ھ
دلائل النبوۃ	ابونعیم اصفہانیؒ	۴۳۰ھ
کتاب المحبر	ابوجعفر محمد بن حبیبؒ	
الملل والنحل	علامہ شہرستانیؒ	۵۴۸ھ
تاریخ ابن جریر طبری	امام محمد بن جریر طبریؒ	۳۰۱ھ
معجم البلدان (جغرافیہ)	یاقوت بن عبداللہ حمویؒ	۲۲۶ھ
جوامع السیر	ابن حزمؒ	
البدایۃ والنھایۃ	حافظ عماد الدین ابن کثیرؒ	۷۷۴ھ

کتب فقہ

کتاب الخراج	امام ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم انصاریؒ	۱۸۳ھ
المبسوط (شرح السیر الکبیر)	محمد بن احمد ابوبکر سرخسی	۴۸۳ھ
ہدایہ	علی بن ابی بکر فرغانی مرغینانیؒ	۵۹۳ھ
فتح القدیر (شرح ہدایہ)	محمد بن عبدالواحد کمال الدین۔ ابن الہمامؒ	۸۶۱ھ
البدائع والصنائع	امام علاء الدین الکاسانیؒ	
بدائع الصنائع	ابوبکر بن مسعود کاسانیؒ	۵۸۷ھ
المنہاج	امام محی الدین ابوزکریا یحییٰ بن شرف نوویؒ	۶۷۶ھ
المحتاج فی شرح المنہاج	علامہ جلال الدین عبدالرحیم بن الحسن الساسنوی	۷۷۲ھ
شرح المغنی المحتاج		
حاشیہ الدسوقی علی الشرح الکبیر		
بدایۃ المجتہد	ابن رشد	
منتہی الغایۃ شرح الہدایۃ	مجد الدین عبداللہ بن تیمیہؒ	۶۵۲ھ
المغنی فی شرح الخرقی	امام ابومحمد عبداللہ بن احمد بن قدامہؒ	۶۲۰ھ
الانصاف فی معرفۃ الراجح من الخلاف علی مذاہب ابن حنبل	المرداوی	
المحلی	علامہ ابن حزم اندلسیؒ	۴۵۶ھ
العقیدۃ الطحاویۃ	امام طحاویؒ	
الفقہ علی المذاہب الاربعۃ	عبدالرحمن بن محمد عوض الحریری	
مناقب امام ابی حنیفۃ	ابن احمد المکیؒ	
کتاب السیر	الامام محمدؒ	
الأشباہ والنظائر	علامہ ابن نجیمؒ	۹۷۰ھ

کتابُ الخراج	یحییٰ بن آدمؒ	
کتابُ الاموال	ابی عبیدؒ	
کتابُ الاحتجاج	ابومنصوراحمد بن طالب طبریسیؒ	
شرح الفقہ الاکبر	ملاعلی قاریؒ	۱۰۱۶ھ
فتاویٰ عالمگیری	(عہداورنگ زیب عالمگیر کی تدوین)	۱۲ویں صدی

کُتب لغت

لسان العرب	ابن منظور (جمال الدین بن محمد مکرم	۷۱۶ھ
القاموس المحیط	محمد بن یعقوب بن ابراہیم الفیر وزآبادی	۷۸۲ھ
اُقرب الموارد	شیرتونی	
الصحاح	ابونصراسماعیل بن حماد جوہری	۳۹۵ھ
المنجد	معلوف یسوعی	
الصحاح	ابونصراسماعیل جوہری	۳۹۵ھ

دیگر کُتب

الاقتصاد فی الاعتقاد	امام غزالیؒ	۵۰۵ھ
الذخائر والتحف	قاضی رشیدزبیرؒ	
مرأۃ الممالک	امیرالبحر سیدی علی رئیس (کاتب رومی)	

مولانا مودودیؒ کی نادر تشبیہات اور چند فصیح وبلیغ جملے

☆ قلب منیب (دلِ گرویدہ) کا حال قطب نما کی سوئی کی طرح ہوتا ہے۔

(ق حاشیہ ۴۳)

☆ مُنافق کا حال طاعون کے چوہے کی طرح ہوتا ہے جو جراثیم کو پھیلاتا پھرتا ہے۔

(التوبۃ حاشیہ ۸۲)

☆ بدَ آدمی بدوں کو اپنی طرف کھینچتے ہیں جس طرح غلاظت مکھیوں کو کھینچتی ہے۔

(حٰمٓ السجدۃ حاشیہ ۲۹)

☆ (عمل قوم لوط کرنے والے) گندے کیڑے کو فینائیل ڈال کر صاف کر دیا جاتا ہے۔

(ہود حاشیہ ۸۸)

☆ فریب دنیا میں مبتلا ہونے والا ساون کے اندھے کی طرح ہوتا ہے جس کو ہر طرف ہرا ہی ہرا دکھائی دیتا ہے۔

(ہود، ح ۱۰)

☆ انسان کے محسوسات کا دائرہ اس عظیم کائنات کی وسعت کے مقابلہ میں وہ نسبت بھی نہیں رکھتا جو سمندر کے مقابلے میں قطرے کی نسبت ہے۔ (دیباچہ سورہ جن)

☆ حق سے مفرور شتر مرغ کی طرح منہ چھپاتے ہیں- (ہود، حاشیہ ۵)

☆ جس قوت کے ساتھ تقویٰ نہ ہو وہ شیطانی قوت ہے اور جس تقویٰ کے ساتھ قوت نہ ہو ایک ضعیف کے ہاتھ میں ہتھیار کے مانند ہے۔

☆ عالم اسلام کے اندر خانہ کعبہ کی مثال وہی ہے جو انسان کے جسم میں دل کی ہے۔

○○○○○

تفہیم القرآن کی مدد سے تیار کی جانے والی چند کتب

نمبر شمار	نام کتب	مرتب/ ادارہ	سال اشاعت
۱	آخرت کی حقیقت قرآن وحدیث کی روشنی میں	غلام محی الدین اعوان/ ادارہ ترجمان القرآن لاہور	نومبر ۱۹۹۰
۲	الأسماء الحسنیٰ	عبدالوکیل علوی/ ادارہ معارف اسلامی لاہور	مئی ۱۹۸۷ء
۳	انڈیکس تفہیمُ القرآن	غلام محی الدین اعوان/ سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ فاؤنڈیشن لاہور	۱۹۸۲ء
۴	انسان کی حقیقت	غلام محی الدین اعوان/ ادارہ ترجمان القرآن لاہور	۱۹۸۶ء
۵	اہلِ جنّت کے لیے انعامات واکرامات	غلام محی الدین اعوان/ ادارہ ترجمان القرآن لاہور	۱۹۹۰ء
۶	اہل جہنم کے لیے عذاب کی کیفیات وہولناکیاں	غلام محی الدین اعوان/ ادارہ ترجمان القرآن لاہور	۱۹۹۸ء
۷	تقدیر ومشیت الٰہی کی حقیقت	غلام محی الدین اعوان/ ادارہ ترجمان القرآن لاہور	نومبر ۱۹۹۰ء
۸	تمثیلات قرآنی	اختر حجازی/ مکتبہ تعمیر انسانیت لاہور	۱۹۸۲ء
۹	تلخیص تفہیمُ القرآن	صدرالدین اصلاحی/ مرکزی مکتبہ اسلامی دہلی	۱۹۸۱ء
۱۰	توبہ واستغفار کی حقیقت	غلام محی الدین اعوان/ ادارہ ترجمان القرآن لاہور	۱۹۹۶ء
۱۱	توحید کی حقیقت اول ودوم	غلام محی الدین اعوان/ ادارہ ترجمان القرآن لاہور	جنوری ۲۰۰۰ء
۱۲	جب صُور پھونکا جائے گا	غلام محی الدین اعوان/ ادارہ ترجمان القرآن لاہور	۲۰۰۰
۱۳	دنیا کی حقیقت	غلام محی الدین اعوان/ ادارہ ترجمان القرآن لاہور	۱۹۹۲ء
۱۴	سیرت ختمُ الرسل	مسلم سجاد/ ادارہ مطبوعات طلبہ کراچی	۱۹۶۸ء
۱۵	شفاعت کا اسلامی عقیدہ	غلام محی الدین اعوان/ ادارہ ترجمان القرآن لاہور	جنوری ۲۰۰۰ء
۱۶	شیطان کی حقیقت	غلام محی الدین اعوان/ ادارہ ترجمان القرآن لاہور	نومبر ۱۹۹۰ء
۱۷	علم وعملِ صالح کی حقیقت	غلام محی الدین اعوان/ ادارہ ترجمان القرآن لاہور	جنوری ۲۰۰۰ء
۱۸	فہمُ القرآن	ادارہ مطبوعات طلبہ	۱۹۹۵ء
۱۹	قرآنی سورتوں کا پس منظر اور تعارف	مرکزی مکتبہ اسلامی دہلی	۱۹۸۲ء
۲۰	یہود ونصاریٰ قرآن کی نظر میں	حافظ محمد اسحاق/ ادارہ ترجمان القرآن لاہور	۲۰۰۴ء

۲۱	اشاریہ تفہیمُ القرآن	ڈاکٹر خالد علوی + ڈاکٹر جمیلہ شوکت/ ادارہ ترجمان القرآن لاہور	۱۹۹۳ء
۲۲	اشاریہ تفہیمُ القرآن	غلام محی الدین اعوان/ ادارہ ترجمان القرآن لاہور	۲۰۰۵ء
۲۳	موضاعات قرآنی	عرفان خلیلی/ مرکزی مکتبہ اسلامی لاہور	۱۹۸۵ء
۲۴	ترجمانُ القرآنِ الکریم۔ کام کی نوعیت (اگلے صفحہ 594 میں)	ترتیب وتدوین: احمد ابوسعید ناشر: شان پبلی کیشنز حیدرآباد	اشاعت اول ستمبر ۲۰۱۰ء
۲۵	ترجمان القران الکریم و تفہیم القران العظیم	۳۰/ واں جز مع تفہیم القران متعلقہ حواشی جلد اول تا جلد ششم مرتب: احمد ابوسعید، شان پبلیکیشنز	اشاعت اول جون/ 2012ء
۲۶	ترجمان القران الکریم و تفہیم القران العظیم	۲۹/ واں جز مع متعلقہ حوالہ جات تفہیم القران جلد اول تا جلد ششم مرتب: احمد ابوسعید ناشر: شان پبلیکیشنز	اشاعت اول جولائی 2013ء
۲۷	ترجمان القران الکریم و تفہیم القران العظیم	۲۸/ واں جز مع سورہ الحدید و محمدؐ متعلقہ حوالہ جات تفہیم القران جلد اول تا جلد ششم مرتب: احمد ابوسعید، ناشر: شان پبلیکیشنز	اشاعت اول اکتوبر 2014ء
۲۸	مقصد تخلیق انسان ، موجبات فلاح وموجبات خسران، قرآن کی روشنی میں۔	مرتب: احمد ابوسعید ناشر: شان پبلیکیشنز	اشاعت اول اپریل 2013ء
۲۹	ترجمان القران الکریم و تفہیم القران العظیم سورۃ الفاتحۃ مع قرآن کی چار بنیادی اصطلاحیں	مرتب: احمد ابوسعید ناشر: شان پبلیکیشنز	اشاعت ڈسمبر ۲۰۱۸

ایک جامع کام

تلاوتِ قرآن سے متعلق ''تفہیمُ القرآن'' کے دیباچہ اور ''قرآن مجید مع مختصر حواشی'' کے عرضِ مترجم کے اختتام پر مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ نے جو ہدایات و مشورے دیے ہیں، ہم انہیں پانچ نکات میں اِس طرح تقسیم کر سکتے ہیں۔

(۱) متنِ قرآن مجید کی تلاوت، ترتیل و تجوید کو ملحوظ رکھتے ہوئے کر لیں۔

(۲) ایک ایک آیت کے بالمقابل اس متعلقہ آیت کا مکمل ترجمہ پڑھ لیں۔

(۳) قرآن مجید کے اِس تلاوت شدہ حصّے کو حواشی پر توجہ کیے بغیر مسلسل ایک عبارت کے طور پر پڑھ لیں۔

(۴) ایک ایک آیت کے الفاظ کا لفظی ترجمہ بھی پیشِ نظر رکھا جائے۔

(۵) پھر ایک ایک آیت کو تفصیل کے ساتھ سمجھنے کے لیے اُس آیت کی تفسیری حواشی کا مطالعہ کریں۔

الحمدللہ ''ترجمانُ القرآنِ الکریم'' (آیت بہ آیت ترجمہ مع لغات القرآن و مختصر حواشی) کا یہ کام ان ہی ہدایات پر مشتمل ہے۔ اِس طرزِ تلاوت سے ''یَتْلُوْنَہٗ حَقَّ تِلَاوَتِہٖ'' کی کیفیت پیدا ہوگی اور ان شاء اللہ ایک عام قاری چند ہی ماہ میں ان ہدایات پر عمل کرتے ہوئے قرآنی آیات کو ترجمہ کی مدد کے بغیر خود ہی راست سمجھنے کے قابل ہو جائے گا۔

میں اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کا صمیم قلب سے شکر ادا کرتے ہوئے یہ دعا کرتا ہوں کہ وہ اِس سعی کو قبول فرمائے اور قارئین کے لیے اِس کتاب کو فہمِ قرآن مجید میں مزید مفید و معاون ثابت فرمائے۔ آمین

اس کتاب ''ترجمان القرآن الکریم'' کی چھے اشاعتیں ہو چکی ہیں، ہر اشاعت اپنی گذشتہ اشاعت کے مقابلے میں مزید Improved شکل میں ہے۔ اس کی ساتویں اسی ماہ ڈسمبر 2020ء میں ان شاء اللہ منظر عام پر آ جائے گی۔

مرتب

احمد ابوسعید

مولانا مودودیؒ کی تحریروں وتقریروں سے مرتب شدہ کچھ کتابیں

کتاب کا نام	مرتب/شائع کرنے والا ادارہ	سنہ اشاعت	صفحات
اسلام اور مسلم خواتین	سیدہ ام فاروق/ادارہ ترجمان القرآن لاہور	۱۹۸۵ء	۱۱۱
اسلوب دعوت قرآن وسنّت کی روشنی میں	سلیم منصور خالد/منشورات منصورہ لاہور	۱۹۹۹ء	۳۲
اسلام دورِ جدید کا مذہب	سلیم منصور خالد/منشورات منصورہ لاہور	۲۰۰۳ء	۳۲
افکار وعمل	عاصم نعمانی/دارالاشاعت احباب لاہور	۱۹۸۶ء	۱۵۹
اقوال اعلیٰ	عارف دہلوی/اعلیٰ پبلی کیشنز کراچی	۱۹۷۲ء	۶۴
اقوال مودودیؒ	سعد بن اسعد/اسلامی اکاڈمی لاہور	۱۹۷۵ء	۱۶۰
بصائر مودودیؒ	محمد ریاض کرمانی/حافظ محسن مکتبہ تعمیر انسانیت لاہور	۱۹۸۸	۲۰۸
تحریکِ اسلامی مقصد وطریق کار	عاصم نعمانی ادارہ معارف اسلامی لاہور	۱۹۹۴	۹۵
تحریک اسلامی کی پہلی کتاب	سید اسعد گیلانی/ادارہ ادب اسلامی سرگودھا	۱۹۶۹ء	۱۶۷
تحریک اسلامی کی دوسری کتاب	سید اسعد گیلانی/اسلامی اکادمی لاہور	۱۹۸۵ء	۲۶۹
تحریک اسلامی کا تنزل اسباب وعلاج	خالد حامدی ادارہ شہادت حق نئی دہلی	۱۹۸۸ء	۴۰
تصوف اور تعمیر سیرت	عاصم نعمانی/اسلامک پبلی کیشنز لاہور	اکتوبر ۱۹۷۲ء	۱۰۷
تعلیمات مودودیؒ	سعد بن اسعد/جنگ پبلیشر لاہور	۱۹۹۱ء	۱۰۴
جماعتِ اسلامی میں قیادت کا فُقدان	اختر حجازی ادارہ ترجمان القرآن لاہور	۱۹۹۸ء	۴۰
حکمتِ تبلیغ	ڈاکٹر سید اسعد گیلانی/ادارہ ترجمان القرآن لاہور		۳۷۹
خواتین اور دینی مسائل	عبدالوحید خاں/اسلامک پبلی کیشنز لاہور	۱۹۸۹ء	۲۳۱
دعوت الی اللہ اور جمہوریت	وزیر غازی ایڈوکیٹ/فرینڈز پبلی کیشنز ملتان	۱۹۶۸ء	۳۴
دعوت دین کی ذمہ داری	خرم مراد/منشورات لاہور	۲۰۰۳ء	۲۴
دین اور خواتین	سلیم منصور خالد/منشورات لاہور	۲۰۰۳	۳۲
سامان سفر	یاسمین حیدر/تحریک اسلامی پاکستان	۲۰۰۱	۳۲

عصر حاضر میں امت مُسلمہ کے مسائل اور اُن کا حل	خلیل احمد حامدی/ ادارہ معارف اسلامی لاہور	۱۹۸۲ء	۲۹۴
قرآن اور آثار کائنات	ریاض احمد انجم/ اسلامک پبلی کیشنز لاہور	۱۹۸۰ء	۱۶۸
مسئلہ غلامی اور اسلام	عاصم نعمانی اسلامک پبلی کیشنز لاہور	۱۹۷۸ء	۱۱۲
قوموں کے عروج وزوال پر علمی تحقیقات کے اثرات	اختر حجازی/ ادارہ ترجمان القرآن لاہور	۱۹۹۲ء	۱۲۱
مقام صحابہ	عاصم نعمانی/ مکتبہ آئین لاہور	۱۹۶۸ء	۷۲
مقام صحابہ	عامر عثمانی/ مکتبہ الحجاز پاکستان لاہور	۲۰۰۲ء	۴۸
نصرانیت قرآن کی روشنی میں	نعیم صدیقی +عبدالوکیل علوی/ اسلامک پبلی کیشنز لاہور	۱۹۸۵ء	۲۶۴
نکات قرآنی	عرفان خلیلی/ مرکزی مکتبہ دہلی	۱۹۸۸ء	۵۶۸
یہودیت قرآن کی روشنی میں	نعیم صدیقی +عبدالوکیل علوی/ اسلامک پبلی کیشنز لاہور	۲۰۰۰ء	۳۰۸
یہودیت ونصرانیت	نعیم صدیقی +عبدالوکیل علوی/ اسلامک پبلی کیشنز لاہور	۱۹۷۶ء	۵۷۳
تفہیمُ الاحادیث (اول)	عبدالوکیل علوی/ ادارہ معارف اسلامی لاہور	۱۹۹۳ء	۴۶۲
تفہیمُ الاحادیث (دوم)	عبدالوکیل علوی/ ادارہ معارف اسلامی لاہور	۱۹۹۴ء	۴۷۴
تفہیمُ الاحادیث (سوم)	عبدالوکیل علوی/ ادارہ معارف اسلامی لاہور	۱۹۹۷	۴۴۱
تفہیمُ الاحادیث (چہارم)	عبدالوکیل علوی/ ادارہ معارف اسلامی لاہور	۱۹۹۸ء	۵۱۷
تفہیمُ الاحادیث (پنجم)	عبدالوکیل علوی/ ادارہ معارف اسلامی لاہور	۱۹۹۹ء	۶۴۹
تفہیمُ الاحادیث (ششم)	عبدالوکیل علوی/ ادارہ معارف اسلامی لاہور	۲۰۰۰	۵۵۳
تفہیمُ الاحادیث (ہفتم)	عبدالوکیل علوی/ ادارہ معارف اسلامی لاہور	۲۰۰۲	۵۳۹
تفہیمُ الاحادیث (ہشتم)	عبدالوکیل علوی/ ادارہ معارف اسلامی لاہور	۲۰۰۳	۴۸۴
شان صحابہؓ	عبدالرحیم چترالی/ مکتبہ حدیقۃ العلوم المرکز الاسلامی لاہور	۱۹۹۸ء	۲۱۹

تفہیم القرآن میں احادیث سے قرآن کی تفسیر

تفہیم القرآن کے وہ حواشی جن میں کثرت سے احادیث وارد ہوئی ہیں اور قرآن کی تفسیر احادیث سے ہوئی ہے۔

جلد نمبر	سورہ کا نام	حاشیہ نمبر	صفحہ نمبر	تعدادِ احادیث	موضوع
۱	النساء	۵۸	۳۴۹	۲	بہترین بیوی کی صفات
۱	النساء	۸۹	۳۶۳	۶	اولوالامر کی اطاعت
۱	النساء	۹۵	۳۶۹	۱	معیار ایمان اتباع شریعت
۱	المائدۃ	۱۰۹	۵۰۱	۱۴	حرمت شراب
۱	المائدۃ	۱۱۶	۵۰۷	۴	فضول سوالات کی ممانعت
۱	المائدۃ	۱۰۴	۴۹۹	۲	رہبانیت کی نفی
۲	الرعد	۴۰	۴۵۶	۳	برائی کو بھلائی سے دور کرنا
۳	بنی اسرائیل	۹۵	۶۳۳	۲	نماز پنجگانہ
۳	النور	۵	۳۴۵	۵	زانی سے نکاح کی حرمت
۳	النور	۷	۳۵۶	۱۱	لعان سے متعلق احادیث
۳	النور	۲۵	۳۷۶	۱۵	اجازت طلبی کا حکم
۳	النور	۲۹	۳۸۰	۱۷	غض بصر کا حکم
۳	النور	۳۶	۳۸۶	۲	حجاب سے متعلق
۳	النور	۴۹	۳۹۴	۲۰	غیر محرموں سے خلوت کی ممانعت
۳	الروم	۴۵	۷۵۲	۳	آدمی دین فطرت پر پیدا ہوتا ہے
۴	الاحزاب	۱۰۷	۱۲۴	۱۲	نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود و سلام
۴	الزخرف	۱۳	۵۲۸	۲	سفر کی دعائیں
۴	الزخرف	۱۷	۵۳۱	۵	عورتوں کے لئے زیور
۴	الاحقاف	۱۹	۶۰۹	۱	ماں کے حقوق
۵	الحجرات	۱۴	۷۶	۲	حق کا ساتھ دینے کا حکم
۵	الحجرات	۱۸	۸۳	۷	اسلامی اخوت
۵	الحجرات	۲۵	۸۸	۶	تجسس کی ممانعت

۵	الحجرات	۲۶	۹۰	۸	غیبت کی ممانعت
۵	الحجرات	۲۸	۹۵	۵	اونچ نیچ کا امتیاز ختم کرنے کا حکم
۵	ق	۵۱	۱۲۵	۲	اذکار مسنونہ بعد نماز
۵	الحدید	۹	۳۰۶	۳	انفاق کی فضیلت
۵	الحدید	۱۴	۳۰۸	۲	درجات کا فرق
۵	الحدید	۱۷	۳۱۰	۲	میدان حشر میں نور
۵	الحدید	۵۳	۳۲۴	۴	رہبانت کی نفی
۵	المجادلۃ	۲۴	۳۶۰	۲	نجویٰ کی ممانعت
۵	المجادلۃ	۲۶	۳۶۱	۲	آداب مجلس
۵	الحشر	۱۹	۳۹۲	۴	شح نفس کی مذمت
۵	الممتحنۃ	۲۲	۴۴۶	۹	اطاعت صرف معروف میں ہے
۵	الممتحنۃ	۲۳	۴۴۹	۷	عورتوں سے بیعت کا طریقہ
۵	الجمعۃ	۱۵	۴۹۵	۱۱	فرضیت جمعہ
۶	التحریم	۱۰	۲۶	۴	ازواج مطہرات کے متعلق
۶	القیامۃ	۱۷	۱۷۲	۵	قیامت میں دیدار الٰہی
۶	القلم	۴	۵۹	۲	اخلاق نبوی
۶	الدھر	۹	۱۹۱	۲۶	نذر کے متعلق
۶	انشقاق	۶	۲۸۹	۲	قانون جزا وسزا
۶	التکویر	۹	۲۶۴	۹	بیٹیوں کی تعلیم وتربیت
۶	البلد	۱۲	۳۴۲	۷	غلاموں کی آزادی، مساکین ویتامی کی امداد
۶	البلد	۱۴	۳۴۴	۱۰	مسلمانوں کے آپسی حقوق
۶	القدر	۱	۴۰۴	۸	شب قدر
۶	الزلزال	۷	۴۲۴	۷	قانون جزا وسزا
۶	التکاثر	۴	۴۴۴	۲	نعمتوں کی مسئولیت
۶	الکوثر	۱	۴۹۲	۱۸	حوض کوثر کے متعلق احادیث
۶	النصر	دیباچہ	۵۱۲	۱۳	اذکار مسنونہ
۶	الفلق والناس	۲	۵۶۳	۱۰	تعوذات

ضمیمہ۔(۲)

ایک اہم دینی تحریک (تبلیغی جماعت کا تعارف)

اکتوبر 1939ء

سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ

گزشتہ ماہ رجب کے اواخر میں مجھ کو دہلی سے متصل ایک علاقے میں جانے کا اتفاق ہوا جو میوات کے نام سے معروف ہے۔ ایک مدت سے سن رہا تھا کہ وہاں مولانا محمد الیاس صاحب کاندھلوی کی رہنمائی میں خاموشی کے ساتھ ایک تحریک چل رہی ہے، جس نے دس بارہ سال کے اندر اس علاقہ کی کایا پلٹ دی ہے۔ آخر کار شوقِ طلب نے مجھے مجبور کر دیا کہ خود جا کر حالات کی تحقیق کروں۔ اس سفر میں جو کچھ میں نے دیکھا اور جو نتائج میں نے اخذ کیے، میں چاہتا ہوں کہ انہیں ناظرین ''ترجمان القرآن'' تک بھی پہنچا دوں تاکہ اللہ کے بندے در حقیقت کچھ کرنا چاہتے ہیں ان کو کام کرنے کے لیے ایک صحیح راہ مل سکے۔

میو قوم دہلی کے آس پاس الور، بھرت پور، گڑگاؤں اور دوسرے متصل علاقوں میں آباد ہے۔ اندازہ کیا جاتا ہے کہ اس کی مجموعی تعداد ۶ ۳ لاکھ سے کم نہیں ہے۔ اب سے صدیوں پہلے غالباً حضرت نظام الدین محبوب الٰہی رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے خلفاء و متبعین کی کوششوں سے اس قوم میں اسلام پہنچا تھا، مگر افسوس کہ بعد کے زمانوں میں مسلمان حکمرانوں اور جاگیرداروں کی غفلت سے وہاں اسلامی تعلیم اور اسلامی تربیت کا کوئی انتظام نہیں کیا گیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ جو لوگ حکومت کے مرکز سے اس قدر قریب آباد تھے ان میں قدیم جاہلیت کی تمام خصوصیات باقی رہیں، اور رفتہ رفتہ وہ اسلام سے اس قدر بعید ہوتے چلے گئے کہ اُن میں بجز اِس خیال کے کہ ''ہم مسلمان ہیں'' اور کوئی چیز اسلام کی باقی نہ رہی۔ ان کے نام تک مسلمانوں کے سے نہ رہے تھے۔ ناہر سنگھ اور بھوپ سنگھ اور ٹوٹرا اور اسی قسم کے ناموں سے وہ موسوم ہوتے تھے۔ ان کے سروں پر چوٹیاں تھیں۔ ان کے ہاں مورتیاں پوجی جاتی تھیں۔ اپنی حاجات کے لیے وہ اُنہی دیویوں کی طرف رجوع کرتے تھے جن کی پوجا قدیم زمانہ میں ان کے اسلاف کیا کرتے تھے۔

اسلام سے وہ اس قدر ناواقف تھے کہ عام دیہاتی باشندوں کو کلمۂ طیبہ تک یاد نہ تھا۔ حتیٰ کہ نماز کی صورت تک سے وہ ناآشنا تھے۔ کبھی کوئی مسلمان اتفاق سے ان کے علاقہ میں پہنچ گیا اور اس نے نماز پڑھی تو گاؤں کے عورت مرد بچے سب اس کے گرد یہ دیکھنے کے لیے جمع ہو جاتے تھے کہ یہ شخص کیا حرکتیں کر رہا ہے، اس کے پیٹ میں درد ہے یا اسے جنون ہو گیا ہے کہ بار بار اٹھتا بیٹھتا اور جھکتا ہے؟ اس کے ساتھ ہی ان کے اندر جاہلیت کی تمام وحشیانہ عادات پائی جاتی تھیں۔

گندی اور ناصاف زندگی۔ طہارت کے ابتدائی اصولوں تک سے ناواقف۔ عورت اور مرد سب نیم برہنہ اور شرم وحیا سے عاری۔ چوری، رہزنی، ڈکیتی اور دوسرے مجرمانہ افعال کا ارتکاب عام طور پر پھیلا ہوا۔ کسی مسافر کا بخیریت ان کے علاقہ سے گزر جانا مشکل۔ پھر ان کے قبائل اور بطون میں چھوٹی چھوٹی جاہلانہ باتوں پر اُسی قسم کی لڑائیاں ہوتی رہتی تھیں جیسی عرب جاہلیت کے حالات میں آپ پڑھتے ہیں۔ ان کی آبادی مختلف حلقوں میں بٹی ہوئی تھی اور بسا اوقات دو یا چند حلقوں میں کسی عورت یا کسی جانور یا کسی اور چیز پر ایسی عداوتیں برپا ہو جاتی تھیں جن کا سلسلہ مدتوں تک چلتا رہتا تھا۔

یوں اس جفاکش، بہادر اور طاقت ور قوم کی ساری پیدائشی قوتیں ضائع ہو رہی تھیں، اور وہ نہ صرف اپنے لیے ترقی وفلاح کا کوئی راستہ نہ پاتی تھی، بلکہ اپنے ہمسایوں کے لیے بھی سبب اضطراب بنی ہوئی تھی، چنانچہ جن لوگوں کو اس علاقہ کے انتظام کا تجربہ ہے وہ اعتراف کرتے ہیں کہ انگریزی حکومت اور الور وبھرت پور کی ریاستیں وہاں امن قائم کرنے اور بہتر تمدنی حالات پیدا کرنے میں ناکام رہی تھیں۔

ان حالات میں جناب مولانا محمد الیاس صاحب نے وہاں کام شروع کیا اور دس بارہ سال کی مختصر مدت میں اس قوم کے بیشتر حصہ کی کایا پلٹ دی۔ اب اس علاقہ میں تقریباً ڈھائی سو مدرسے قائم ہیں جہاں دیہات کے لڑکے آ کر اپنے دین سے ابتدائی واقفیت حاصل کرتے ہیں۔ ان میں سے جو لوگ اعلیٰ درجہ کی دینی تعلیم حاصل کرنا چاہتے ہیں ان کے لیے دہلی سے قریب اُن ہی حضرت نظام الدین محبوب الٰہی کی بستی میں ایک مدرسہ قائم ہے، جن کی بدولت ابتداءً اس قوم کو اسلام کی نعمت میسر ہوئی تھی۔

اس مدرسہ میں نہ صرف علوم دینیہ کی تکمیل کرائی جاتی ہے، بلکہ طلباء کو خالص دینی تربیت بھی دی جاتی ہے، اور تبلیغ واصلاح کی عملی مشق کرانے کے لیے اُن سے آس پاس کے دیہات میں عملی کام بھی لیا جاتا ہے۔ اس مدرسے کی برکت سے خود میو قوم میں علماء اور مبلغین کی ایک معتدبہ جماعت پیدا ہو گئی ہے جو ان شاءاللہ اس قوم کو دین کے راستہ پر قائم رکھنے کی ضامن ہو گی۔

مولانائے محترم نے خود اسی قوم کے مبلغوں سے اس کی اصلاح کا کام لیا، اور ان کی پیہم کوششوں کا نتیجہ جو میں اپنی آنکھوں سے دیکھ آیا ہوں، یہ ہے کہ بعض علاقوں میں گاؤں کے گاؤں ایسے ہیں جہاں ایک بچہ بھی آپ کو بے نمازی نہ ملے گا۔ دیہات کی وہ مسجدیں جہاں یہ لوگ کبھی اپنے مویشی باندھتے تھے، آج وہاں پانچوں وقت اذان اور جماعت ہوتی ہے۔ آپ کسی راہ چلتے دیہاتی کو روک کر اس کا امتحان لیں۔ وہ آپ کو صحیح تلفظ کے ساتھ کلمہ سنائے گا۔ اسلام کی تعلیم کا سیدھا سادھا لبِّ لباب، جو ایک بدوی کو معلوم ہونا چاہئے، آپ کے سامنے بیان کرے گا، اور آپ

کو بتائے گا کہ اسلام کے ارکان کیا ہیں۔ اب آپ وہاں کسی مسلمان مرد، عورت یا بچے کو ہندوانہ لباس میں نہ پائیں گے، نہ اس کے جسم کو بے ستر دیکھیں گے، اور نہ اس کے گھر کو، یا اس کے لباس کو نجاستوں میں آلودہ پائیں گے۔ ان کی عادات وخصائل اور ان کے اخلاق میں بھی اس مذہبی تعلیم وتبلیغ کی وجہ سے نمایاں فرق ہوگیا ہے۔ اب وہ متمدن اور مہذب طرز زندگی کی طرف پلٹ رہے ہیں۔ جرائم میں حیرت انگیز کمی ہوگئی ہے۔ لڑائیاں، فسادات اور مقدمات بہت کم ہوگئے ہیں۔ ان کا علاقہ اب ایک پرامن علاقہ ہے جس کا اعتراف خود وہاں کے حکام کر رہے ہیں۔ ان کی معاشرت، ان کے لین دین، ان کے برتاؤ، غرض ہر چیز میں عظیم تغیر ہوگیا ہے، جس کی وجہ سے گرد وپیش کی آبادی پر اُن کا نہایت اچھا اخلاقی اثر مرتب ہو رہا ہے، اب وہ ذلت اور بے اعتباری کی نگاہ سے نہیں دیکھے جاتے، بلکہ ان کی عزت قائم ہوتی جارہی ہے، اور ان کے کیرکٹر پر اعتماد کیا جانے لگا ہے۔

مولانا نے عام دیہاتیوں کے اندر تبلیغ واصلاح اور امر بالمعروف ونہی عن المنکر کی ایسی اسپرٹ پیدا کردی ہے کہ جو لوگ کل تک خود گمراہ تھے، وہ اب دوسروں کو راہ راست بتاتے پھرتے ہیں۔ کھیتی باڑی کے کاموں سے فرصت پانے کے بعد مختلف قریوں سے اِن دیہاتیوں کے چھوٹے چھوٹے گروہ تبلیغ کے لیے نکلتے ہیں۔ گاؤں گاؤں پہنچ کر لوگوں کو خیر وصلاح کی طرف دعوت دیتے ہیں۔ ان کا رخت سفر اور زادراہ ان کے کندھے پر ہوتا ہے۔ کسی پر اپنا بار نہیں ڈالتے۔ نہ کسی سے اپنے لیے کچھ طلب کرتے ہیں۔ محض اللہ کی خوشنودی ان کے مدنظر ہوتی ہے اور بے غرضانہ کام کرتے ہیں، اس لیے جہاں جاتے ہیں، دیہات اور قصبات کی آبادیوں پر ان کا غیر معمولی اثر ہوتا ہے۔

مجھے معلوم ہوا کہ بسا اوقات یہ لوگ پیدل گشت کرتے ہوئے دو دو میل تک چلے جاتے ہیں، اور جن جن بستیوں پر سے ان کا گزر ہوتا ہے وہ مذہبی بیداری اور کلمہ ونماز کے نور سے منور ہوجاتی ہیں۔ خود مجھ کو بھی ان میں سے بعض بدوی مبلغین سے بات کرنے کا اتفاق ہوا، اور ان کی سیدھی سادی زبانوں سے جب میں نے ان کے مقاصد اور ارادے سنے تو مجھے ایسا محسوس ہونے لگا کہ آغاز اسلام میں عرب کے بدوؤں کو جس روح نے صراط مستقیم کی تبلیغ کے لیے اٹھایا تھا وہی روح ان لوگوں میں پیدا ہو رہی ہے۔ ایک جاہل کسان سے میں نے پوچھا کہ تم کیوں دورے کرتے ہو؟ اس نے جواب دیا کہ:

”ہم جہالت میں پڑے ہوئے تھے۔ نہ ہم کو اللہ کی خبر تھی نہ رسول کی۔ اس مولوی کا اللہ بھلا کرے کہ اس نے ہمیں سیدھا راستہ بتایا۔ اب ہم چاہتے ہیں کہ اپنے دوسرے بھائیوں تک بھی یہ نعمت پہنچائیں جو ہمیں ملی ہے۔“

یہ الفاظ سن کر میری آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ یہی جذبہ تو تھا جس سے مخمور ہوکر صحابۂ کرام اٹھے تھے، اور اس

طرح سے اٹھے تھے کہ انھیں اپنے تن بدن کا بھی ہوش نہ رہتا تھا۔

اس دینی اصلاح نے میواتی قوم کے اُس قبائلی انتشار کو بھی بڑی حد تک دور کر دیا ہے جس نے اب تک اُن کی قوتوں کو پراگندہ کر رکھا تھا۔ دیہات میں وقتاً فوقتاً جلسے ہوتے رہتے ہیں جن میں بیس بیس پچیس پچیس کوس سے لوگ شریک ہونے کے لیے آتے ہیں۔ آٹھ آٹھ دس دس ہزار کا مجمع ہوجاتا ہے۔ ایک جگہ بیٹھ کر دین کی تعلیم حاصل کرتے ہیں، اور وہیں ان کے آپس کے جھگڑے بھی چکائے جاتے ہیں۔ پھر دیہات سے جو تبلیغی جماعتیں نکلتی ہیں وہ نہ صرف دین کی تعلیمات پھیلاتی ہیں، بلکہ ساتھ ہی ساتھ خود بخود باہمی اخوت ومحبت کے تعلقات بھی قائم کر لیتی ہیں۔ اس طرح قبائلی تفرقہ کی جگہ رفتہ رفتہ قومی وحدت پیدا ہو رہی ہے، اور ایک ایسی تنظیمی ہیئت وجود میں آتی جا رہی ہے، جس سے آگے چل کر بہت سے کام لیے جاسکتے ہیں۔ تنظیم کا ماحصل اس کے سوا اور کیا ہے کہ کثیر التعداد افراد ایک آواز پر مجتمع ہوں اور ایک آواز پر حرکت کرنے لگیں۔ یہی چیز وہاں پیدا ہو رہی ہے اور بڑی حد تک پیدا ہو چکی ہے۔

یہ قابل قدر نتائج جو گنتی کے چند برسوں میں برآمد ہوئے ہیں، محض ایک مخلص آدمی کی محنت وکوشش کا ثمرہ ہیں۔ وہاں نہ کوئی کمیٹی ہے، نہ چندہ ہے۔ نہ اس تحریک کا کوئی جداگانہ نام ہے۔ نہ اس کے ممبر بھرتی کیے جاتے ہیں۔ نہ کوئی امیر ورئیس پشت پر ہے۔ نہ کوئی اخبار نکلتا ہے۔ نہ قواعد پریڈ اور یونیفارم اور باجوں اور جھنڈوں کے نمائشی مظاہرے ہوتے ہیں۔ نہ اپنے کارناموں کا اشتہار دیا جاتا ہے۔

خاموشی کے ساتھ ایک سیدھا سا مولوی ایک مسجد میں بیٹھا ہوا کام کر رہا ہے۔ اُس غریب کو نمائش اور پروپیگنڈا کے جدید مغربی طریقے بالکل نہیں آتے۔ نہ اس نے آج تک اس کی ضرورت ہی محسوس کی کہ اس کے کاموں کا ڈھول دنیا میں پیٹا جائے۔ ایک خالص دینی جذبہ ہے جو اس سے یہ کام لے رہا ہے، اور ایک دُھن ہے جس میں وہ رات دن لگا ہوا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس اکیلے آدمی نے جو ٹھوس کام کیا ہے، وہ ہماری ان بڑی بڑی انجمنوں اور اُن بلند بانگ تحریکوں سے آج تک بن نہ آیا جن کے نام آپ رات دن اخباروں میں سنتے رہتے ہیں۔ حقیقتاً اس نوعیت کی تحریک ہندوستان کی اسلامی تاریخ میں یا تو حضرت شیخ احمد مجدد سرہندی رحمہ اللہ علیہ نے اٹھائی تھی، یا حضرت سید احمد بریلوی رحمہ اللہ علیہ نے اس کا احیا کیا، یا اب مولانا محمد الیاس صاحب کو اللہ تعالیٰ نے اسے تازہ کرنے کی توفیق بخشی ہے۔

میرا مقصد اِس تحریک کے حالات بیان کرنے سے یہ نہیں ہے کہ جو اشتہار اب تک نہ ہوا تھا وہ اب ہو جائے۔ بلکہ میں اس ذریعہ سے ان لوگوں کو جو نمائش کے طالب نہیں ہیں، اور دین وملت کی کوئی حقیقی خدمت انجام دینے کے

خواہش مند ہیں، چند اہم امور کی طرف توجہ دلانا چاہتا ہوں:

(۱) اس وقت ہندوستان کے مسلمان عام طور پر جس حالت میں مبتلا ہیں وہ اس کی متقاضی ہے کہ ان کو ازسرِ نو اسلام کی طرف دعوت دی جائے، اور پھر سے اُس طرح مسلمان بنایا جائے، جس طرح نبی ﷺ نے اہلِ عرب کو بنایا تھا۔ ان کا اخلاقی تنزل، ان کی دینی سردمہری، ان کی احکام اسلام سے غفلت، ان کی قوتوں کا انتشار، ان کے خیالات کی پراگندگی، ان کا مختلف راستوں پر بھٹکنا اور رہبر و رہزن میں امتیاز کیے بغیر ہر پکارنے والے کی آواز پر دوڑ چلنا، یہ سب نتائج ہیں اس ایک چیز کے کہ یہ لا الٰہ الا اللہ کے مرکز سے ہٹ گئے ہیں۔ ہماری بنیادی غلطی جس کی وجہ سے ہماری تمام مفید تحریکیں ناکام ہو رہی ہیں، یہی ہے کہ لفظ ''مسلمان'' جو ان کے لیے بولا جاتا ہے، اس سے ہم دھوکا کھا جاتے ہیں، اور ان کو واقعی و حقیقی مسلمان سمجھ کر ان سے توقع رکھتے ہیں کہ یہ مسلمانوں کی طرح کام کریں گے۔ ہم ان کے سامنے اللہ اور رسول کے احکام بیان کر کے امید رکھتے ہیں کہ یہ اُس طرح ان کے آگے سر جھکائیں گے جس طرح ایک مسلمان کو جھکانا چاہیے، حالانکہ درحقیقت یہ احکام کے مخاطب نہیں ہیں بلکہ کلمۂ طیبہ کے مخاطب ہیں۔ ان کے دلوں میں کلمہ لا الٰہ الا اللہ ہی نہیں اترا ہے، پھر ان سے احکام کی وہ اطاعت، اور وہ مسلمانہ روش کیوں کر ظاہر ہو سکتی ہے جو محض اس کلمہ پر ایمان لانے کا نتیجہ ہوتی ہے۔ مولانا محمد الیاس صاحب کی کامیابی کا اولین سبب یہی ہے کہ انھوں نے کلمۂ طیبہ کی تبلیغ سے کام کی ابتدا کی، پھر جو لوگ اس پر ایمان لائے وہ ہر اس حکم کی تعمیل کرتے چلے گئے جو اُن کو اللہ اور رسول کی طرف سے سنایا گیا۔ وہ لوگ حقیقت میں نومسلم ہیں، اور یہ نومسلم ہی کی خصوصیت ہوتی ہے کہ وہ جان بوجھ کر بالارادہ جس چیز پر ایمان لاتا ہے اس کے مقتضیات کو بطوع و رغبت پورا کرتا ہے۔ اب جو لوگ دین کا احیاء چاہتے ہیں ان کے لیے اس کے سوا کوئی راہِ عمل نہیں ہے کہ مسلمانوں کو مسلمان فرض کر کے آگے کی منزلوں پر پیش قدمی کرنے کا طریقہ چھوڑ دیں، اور ان میں ازسرِنو پہلے قدم سے دین کی تبلیغ شروع کریں۔

(۲) موجودہ حالات اس کے لیے سازگار نہیں ہیں کہ کوئی آل انڈیا نظام بنا کر کام کیا جائے۔ سردست یہی مناسب ہے کہ جو جہاں بیٹھا ہے وہیں اپنے اطراف و نواح یا اپنے قبیلے کے لوگوں کو مسلمان بنانے کا کام شروع کرے اور اپنے اندر جتنی قوت و استعداد پاتا ہو اُسی کے لحاظ سے اپنے کام کا ایک دائرہ معین کرے۔ اپنی استطاعت سے زیادہ پھیل کر کام کرنے کی کوشش کرنا، آدمی کی قوتوں کو منتشر کر دیتا ہے، اور پورے کی فکر میں ادھورا کام بھی نہیں ہوتا۔ لہٰذا مخلص کارکنوں کو جگہ جگہ چھوٹے چھوٹے حلقے بنا کر کام کرنا چاہیے۔ اگر حقیقت میں خلوص کارفرما ہوگا اور ذاتی خواہشات کا غلبہ نہ ہوگا تو بعد کو یہ مختلف حلقے بڑی آسانی کے ساتھ ایک بڑے نظام میں منسلک ہو سکیں گے۔ اپنی

انفرادیت برقرار رکھنے پر اصرار وہیں ہوتا ہے جہاں نفسانیت کی کھوٹ موجود ہوتی ہے۔

(۳) انجمن بازی کی ضرورت نہیں ہے۔ کوئی علیٰحدہ نام رکھ کر کام کرنا بجائے مفید ہونے کے مضر ہوتا ہے، کیونکہ اس سے غیر شعوری طور پر لوگوں میں یہ ذہنیت پیدا ہوجاتی ہے کہ وہ اسلام میں نہیں بلکہ فلاں نام کی جماعت میں داخل ہو رہے ہیں۔ اس لیے بہتر یہی ہے کہ سیدھے سادے طور پر اسلام۔ اُسی پرانی اور اصلی جماعت۔ ہی کی طرف لوگوں کو دعوت دی جائے اور جب وہ اس میں داخل ہوجائیں تو انہیں بتا دیا جائے کہ تم میں اور عام مسلمانوں میں اس کے سوا کوئی فرق نہیں کہ تم شعوری مسلمان ہو، اور وہ ابھی تک بے شعور مسلمان ہیں۔ تمھارا فرض یہ ہے کہ ان کو بھی شعوری اسلام کی نعمت میں شریک کرو تا کہ تمھاری جماعت وسیع ہو۔ اب یہ ظاہر بات ہے کہ جو لوگ اس طرح سے ایک جماعت میں شریک ہوتے جائیں گے ان کے اندر آپ سے آپ ایک نظمی ہیئت پیدا ہوتی چلی جائے گی، اور قدرتی طور پر ان کا داعیِ اول ہی ان کا لیڈر ہوگا، اور وہاں ایک باضابطہ کمیٹی سے زیادہ اچھی عملی تنظیم پائی جائے گی، بشرطیکہ لیڈر خود اپنی امارت قائم کرنے کا خواہش مند نہ ہو، بلکہ امارت کا نشوونما اِس طور پر ہو جیسے بیج سے درخت پیدا ہوتا ہے۔

(۴) علیٰ ہٰذا یہ بھی مناسب نہیں کہ نمائشی کام کے اُن طریقوں کی پیروی کی جائے جو آج کل کثرت سے رائج ہو رہے ہیں اور جنھوں نے عموماً دماغوں کو مسحور کر رکھا ہے۔ لوگ یہ سمجھنے لگے ہیں کہ جھنڈے، نعرے، وردیاں، پریڈ، سڑکوں پر مارچ کرنا اور مصنوعی جنگیں کرنا (جن کا مجموعی نام عسکری تنظیم رکھا گیا ہے) کامیابی کے لیے ضروری ہیں، کیونکہ یہی چیزیں عوام کو کھینچتی ہیں، اور انھی کے لاگ سے ہزاروں لاکھوں آدمی جمع ہوجاتے ہیں۔

اسی طرح لوگوں میں یہ خیال بھی پیدا ہوگیا ہے کہ جو شخص کسی تحریک کو چلائے اس کے لیے ایک اخبار بھی ضروری ہے جس کے ذریعہ سے وہ باہر کی دنیا کو ہمیشہ اپنے کارناموں کی رپورٹیں پہنچاتا رہے، کیونکہ اگر دنیا کو یہ معلوم ہی نہ ہوا کہ آپ نے اب تک اتنے ہزار پمفلٹ اتنی زبانوں میں شائع کیے ہیں، یا یہ کہ فلاں جگہ کسی بڑھیا کا گھر جل رہا تھا اور آپ کے خادمانِ خلق نے وہاں پہنچ کر اس پر اتنی بالٹیاں پانی کی ڈالیں، یا یہ کہ آپ کے متبعین کی تعداد کس رفتار سے بڑھ رہی ہے اور کہاں کہاں آپ کے کارکن کیا کیا خدمات انجام دے رہے ہیں، تو اس کے معنی یہ ہوئے کہ آپ کی ساری محنتیں رائیگاں ہی گئیں۔ آج کل کی بعض تحریکوں نے کچھ ایسا جادو لوگوں کے دماغوں پر کر دیا ہے کہ بعض مخلص آدمی بھی جب کوئی کام کرنا چاہتے ہیں تو ان کا ذہن خواہ مخواہ اسی طرزِ کارروائی کی طرف متوجہ ہوجاتا ہے۔ لیکن میں ان کو بتانا چاہتا ہوں کہ اہلِ اخلاص کا یہ طریق کار کبھی نہیں رہا، اور نہ اس طرز پر کوئی ٹھوس کام دنیا میں ہوسکتا ہے۔ ایک لمبی نوک دار ٹوپی پہن کر بازار میں کھڑے ہوجایئے، اور گھنٹی بجایئے۔ آن کی آن میں بہت سے آدمی آپ کے گرد جمع

ہو جائیں گے۔ مگر کیا اس طریقہ سے جمع ہونے والی بھیڑ سے آپ اس کے سوا کوئی اور کام بھی لے سکتے ہیں کہ بس اپنی چند دوائیں بیچ لیں۔ اس مثال سے سمجھ لیجیے کہ ظاہر فریب تدبیروں سے تماشا پسند لوگوں کا جو ٹھٹ بر پا ہوتا ہے وہ کوئی جہاں کشا طاقت نہیں بن سکتا۔ اس کے لیے تو صحیح طریقہ وہی ہے جو انبیاء علیہم السلام اختیار کرتے تھے۔ یعنی یہ کہ ایک شخص خالص اللہ کی خوشنودی کے لیے پتّا، مار کر ایک جگہ بیٹھے، خاموشی کے ساتھ دعوت و اصلاح کا کام کرے، رفتہ رفتہ لوگوں کے دل اور ان کی زندگیاں بدلے، اور برسوں کی لگا تار محنت سے مسلمانوں کی ایک ایسی جماعت تیار کر لے جو تعداد کے اعتبار سے چاہے مٹھی بھر ہی ہو، مگر ایمان اور عمل صالح کی دولت سے بہرہ ور ہو۔ ایسے آدمیوں میں عقیدہ کی جو حرارت اور کیرکٹر کی جو صلابت ہوگی، اور احکام شرعیہ کی پابندی سے اُن میں منظم اور منضبط طریقہ پر کام کرنے کی جو مستقل عادات پیدا ہوں گی، وہی درحقیقت عسکریت کی اصلی روح ہیں۔ اور یہی عسکریت ہم کو مطلوب ہے۔

(۵) جہاں تک عوام میں کام کرنے کا تعلق ہے، میرے نزدیک اُس کے لیے وہ طریق عمل سب سے بہتر ہے اور انبیاء کے طریق عمل سے اشبہ ہے جس سے مولانا محمد الیاس صاحب نے کام لیا ہے۔ جو لوگ اس طریقہ پر کام کرنا چاہتے ہوں، ان کو میں مشورہ دوں گا کہ مولانا کے پاس جا کر ان کے کام کا ڈھنگ دیکھیں، ان کے مبلّغوں کے ساتھ تعاون کر کے عملی سبق حاصل کریں اور پھر اپنے اپنے علاقوں میں اسی طرز پر دعوت و اصلاح شروع کر دیں۔ اس طرزِ عمل کے متعلق جو بات اچھی طرح ذہن نشین کر لینی چاہیے، وہ یہ ہے کہ اس میں ابتداءً بڑے صبر کے سام کام کرنا پڑتا ہے۔ یہاں ہتھیلی پر سرسوں نہیں جمتی۔ بسا اوقات چند کام کے آدمی پیدا کرنے میں برسوں بیت جاتے ہیں، اور بارہا یہ خیال کر کے آدمی کا دل ٹوٹنے لگتا ہے کہ اس کا مشن ناکام رہا۔ ان سختیوں سے گزرنے کے بعد کہیں کامیابیوں کا ظہور ہوتا ہے۔

(۶) جو لوگ عوام میں کام کرنا چاہیں، ان کے لیے دیہی علاقے بہ نسبت شہروں کے زیادہ بہتر ہیں۔ ہماری شہری آبادیوں کا مزاج اُن ہنگامی تحریکوں نے بہت بگاڑ دیا ہے جو آج کل وباؤں کی طرح پھیل رہی ہیں۔ ان تحریکوں کی وجہ سے لوگ نمائش، ریا اور ہنگامہ کے خوگر ہو گئے ہیں، اور کسی ایسی تحریک کی طرف بہ مشکل راغب ہوتے ہیں جو ان کے ظاہر کی بہ نسبت ان کے باطن کی طرف زیادہ توجہ کرنے والی ہو، اور جو انھیں اندر سے بدل کر ایک مضبوط سیرت کی تخلیق کرنا چاہتی ہو۔ لہٰذا انسب یہ ہے کہ شہروں کو سردست ان کے حال پر چھوڑ دیا جائے، اور دیہات کی آبادیوں کو درست کیا جائے جہاں ابھی تک سادہ فطرت رکھنے والے اثر پذیر لوگ پائے جاتے ہیں۔ تاہم جن لوگوں کو اپنے لیے شہروں میں کامیابی کا کوئی موقع نظر آتا ہو وہ اس سے فائدہ اٹھانے میں تامل بھی نہ کریں۔

(۷) عوام میں کام کرنے والوں کو یہ امر پیش نظر رکھنا چاہیے کہ اسلام کا پیغام ان لوگوں تک محدود نہیں

ہے، جو مسلمانوں کی نسل سے پیدا ہوئے ہیں بلکہ سارے انسانوں کے لیے عام ہے، لہٰذا انھیں مسلم اور غیر مسلم سب کے پاس اس پیغام کو لے کر پہنچنا چاہئے۔ لیکن غیر مسلموں کو دائرۂ اسلام میں لانے کے لیے تین باتیں ضروری ہیں:

اوّلاً، ہمیں اُن موانع کو دور کرنا چاہئے جن کی وجہ سے غیر مسلموں میں اسلام کے خلاف شدید تعصّبات پیدا ہو گئے ہیں۔ انگریزی حکومت کے اثرات سے مسلمانوں اور غیر مسلموں کے درمیان جو سیاسی، معاشی اور معاشرتی رقابتیں پیدا ہو گئی ہیں، ان کا اثر دیہات کی زندگی تک گہرا اتر گیا ہے، اور آئے دن کے فسادات اور کشمکشوں نے ایسی منافرت دونوں گروہوں کے درمیان پیدا کر دی ہے کہ یہ دو مقابل کیمپ بن گئے ہیں۔ ان حالات میں عام غیر مسلموں تک اسلام کا پیغام پہنچانا مشکل ہے، کیونکہ ان کے دل کے دروازے اس پیغام کے لیے مقفل ہو چکے ہیں۔ اب جو لوگ تبلیغ حق کا فرض انجام دینا چاہتے ہوں ان کو سب سے پہلے اس قفل کی کنجی ڈھونڈھنی چاہئے، اور وہ کنجی یہی ہے کہ ان رقابتوں، عداوتوں اور کشیدگیوں کو کم کیا جائے جو مسلمانوں اور غیر مسلموں میں پیدا ہو گئی ہیں۔

مسلمانوں میں عام طور پر یہ ذہنیت پیدا کرنی چاہئے کہ ان کی تنظیم واصلاح کا مقصد غیر مسلم ہمسایوں کے مقابلہ میں قومی مسابقت کے لیے تیاری کرنا نہیں ہے، بلکہ خود مسلمان بننا اور دوسروں تک اسلام کی نعمت کو پہنچانا ہے۔ ہر مسلمان میں انصاف پسندی، فیاضی، ہمدردی، ملاطفت کے جذبات پیدا ہونے چاہییں، اور اسے غیر مسلموں کو اس نظر سے دیکھنا چاہئے کہ یہ ہمارے بھائی ہیں جو روحانی اور اخلاقی بیماری میں مبتلا ہیں، اور ہمارا کام یہ نہیں ہے کہ انھیں بیمار رہنے دیں اور ان سے پرہیز کریں، بلکہ یہ ہے کہ انھیں بیماری سے بچا کر تندرستوں میں شامل کریں۔

ثانیاً، عام مسلمانوں کو اپنے اخلاق، اپنے معاملات اور اپنے طرز زندگی کے اعتبار سے اتنا بلند ہونا چاہئے کہ محض ان کو دیکھ کر ہی ہر وہ شخص ان سے متاثر ہو جائے جس کی فطرت میں نیکی، سچائی، راست بازی، انصاف، حسن اخلاق، صفائی وستھرائی اور پاکیزہ طرز زندگی کی قدر پہچاننے کی کچھ بھی استعداد موجود ہو۔ اگر عامۂ مسلمین میں یہ اوصاف پیدا ہو جائیں، اور غیر مسلم باشندے اپنے گرد و پیش کی مسلمان آبادی کو اخلاقی حیثیت سے اپنے مقابلہ میں برتر پانے لگیں، تو یقین جانیے کہ کسی کو ان سے یہ کہنے کی بھی ضرورت پیش نہ آئے گی کہ تم مسلمان ہو جاؤ۔ ان میں جتنے راستی پسند لوگ موجود ہیں (اور کون سی قوم ایسی ہے جس میں ایسے لوگ نہیں ہوتے) وہ خود بہ خود اُس جماعت میں شامل ہونے کی خواہش کریں گے جس کے اصولِ زندگی انسان کو اتنا بلند و برتر بنا دیتے ہوں۔ لہٰذا عام مسلمانوں میں یہ ذہنیت پیدا کرنی چاہئے کہ وہ ہر وقت اپنے آپ کو اسلام کا نمائندہ سمجھیں، اور زندگی کے ہر معاملے میں یہ سمجھتے ہوئے کام کریں کہ ان کی ہر حرکت سے اسلام کے برحق ہونے یا نہ ہونے کے متعلق رائے قائم کی جاتی ہے۔

ثالثاً، عام مسلمانوں میں ہندوانہ اثرات کے تحت اونچ نیچ چھوت چھات کے جو خیالات پیدا ہو گئے ہیں ان کی بیخ کنی کرنی چاہئے، اور انہیں اس بات پر آمادہ کرنا چاہئے کہ ہر غیر مسلم کو، خواہ وہ کسی طبقہ کا ہو، بالکل مساویانہ حیثیت سے اپنے نظام معاشرت میں لے لیں، اور کسی حیثیت سے اس کے ساتھ امتیاز نہ برتیں، حتیٰ کہ اس سے شادی بیاہ کے تعلقات قائم کرنے میں بھی تامل نہ کریں۔

(۸) یہ نہ سمجھنا چاہئے کہ بس مذہبی اور اخلاقی حالت کی اصلاح، اور اسلامی نظام جماعت کا قیام ہی وہ آخری منزل ہے جس پر پہنچ کر ہمارا کام ختم ہو جاتا ہے۔ بلکہ یہ سمجھنا چاہئے کہ یہ پہلی منزل ہے جسے طے کرنے کے بعد آگے بڑھنے کے لیے راستہ کھلتا ہے۔ کلمۂ طیبہ پر ایمان اور اس مرکز پر منتشر قوتوں کا مجتمع ہونا، اور احکام شریعت کی پابندی سے لوگوں کے اندر انضباط اور منظّم عادات وخصائل کا پیدا ہو جانا تو دراصل وہ چیز ہے جس سے زمین ہموار ہوتی ہے تاکہ اس پر عمارت تیار کی جاسکے۔ جہاں یہ زمین ہموار ہو جائے، جیسے میوات کے علاقہ میں اس وقت ہو چکی ہے، وہاں اُن لوگوں کے لیے کام کا موقع ہے جنھوں نے تنظیم شؤن انسانی کے جدید طریقوں کی تعلیم حاصل کی ہے۔ انھیں چاہئے کہ وہاں جا کر مذہبی مصلحین کے ساتھ تعاون کریں۔ اس علاقہ میں علم کی روشنی پھیلائیں۔ وہاں کے عوام میں سیاسی بیداری اور شعور پیدا کریں۔ ان کی معاشی حالت درست کرنے کی کوشش کریں اور اسلامی اصول پر مالیات کا ایک نیا نظام تعمیر کریں۔ غرض مختلف پہلوؤں سے اس علاقہ کے لوگوں کو ترقی کے راستہ پر لگائیں، اور ان کو ایک ایسی مضبوط اور منظّم حالت تک پہنچا کر دم لیں جس کا طبعی نتیجہ یہ ہو کہ اللہ اپنی خلافت سے ان کو سرفراز فرما دے اور وہ زمین کے صالح وارث (نہ کہ غاصب متملک) بن جائیں۔

(ترجمان القرآن: جلد ۱۵، عدد ۲، شعبان ۱۳۵۸ھ مطابق اکتوبر ۱۹۳۹ء)

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ فَاَصْلِحُوْا بَيْنَ اَخَوَيْكُمْ وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ﴿١٠﴾ (الحجرات)

ترجمہ: مومن تو ایک دوسرے کے بھائی ہیں، لہٰذا اپنے بھائیوں کے درمیان تعلقات کو درست کرو اور اللہ سے ڈرو، امید ہے کہ تم پر رحم کیا جائے گا

نوٹ: اس مضمون کو کتاب میں شامل کرنے کا مقصد اس وقت دنیا میں صرف رضائے الٰہی وفلاح وآخرت کے لیے نہایت خلوص سے اردو داں طبقہ میں خصوصاً اور ہندو پاک کے دیگر زبانوں اور ریاستوں میں عموماً منظم طور پر کام کرنے والی ان دونوں جماعتوں (جماعت اسلامی اور تبلیغی جماعت) میں "تعاونوا بالبر و تقوا ولا تعاونوا بالاثم والعدوان" کی بنیاد پر قربت ہو جائے تو یہ بہت بڑا Achicvement ہوگا۔ شیطان اپنی قوت سے اپنے اہل کاروں کے ذریعہ یہ ہونے نہیں دے گا، مگر میری تمنا اور دعا اور سعی ہے کہ تمام اسلامی بالخصوص یہ دونوں دعوتی جماعتیں قریب سے قریب ہو جائیں۔ شیطان اور طاغوتی عالمی سازشی قوتوں کو شکست دی جاسکے گی۔ ان شاء اللہ

ضمیمہ۔(۳)

(پاکستان کی (68) سالہ کہانی ایک (80) سالہ پاکستانی کی زبانی)

۱۴/اگست کا پیغام: وہ بلندی اور یہ پستی!

پروفیسر خورشید احمد چیف ایڈیٹر ماہنامہ عالمی ''ترجمان القرآن'' لاہور۔[۱]

۱۴/اگست ۱۹۴۷ء، ۲۷رمضان المبارک ۱۳۶۶ھ ہماری تاریخ کا ایک روشن اور سنہری دن ہے۔ برِاعظم پاک وہند کے مسلمانوں کی تاریخی جدوجہد کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ کے فضلِ خاص سے بیسویں صدی میں پہلی بار ایک آزاد اسلامی ملک وجود میں آیا۔ ایک ایسا ملک، جو آزادی کی تحریکات کے قافلے میں ایک منفرد مقام رکھتا تھا۔

كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللّٰهِ وَلَوْ اٰمَنَ اَهْلُ الْكِتَابِ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ مِّنْهُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ وَاَكْثَرُهُمُ الْفَاسِقُوْنَo لَنْ يَّضُرُّوْكُمْ اِلَّآ اَذًى وَّاِنْ يُّقَاتِلُوْكُمْ يُوَلُّوْكُمُ الْاَدْبَارَ ثُمَّ لَا يُنْصَرُوْنَo (سورۂ آلِ عمران: آیات، ۱۱۰، ۱۱۱)

اس امتیازی شان کی بنیاد یہ تھی کہ مغربی استعمار کے خلاف جو دیگر اقوام اور ممالک، آزادی کی جنگ لڑ رہے تھے، وہ پہلے سے اپنا نام اور جغرافیہ رکھتے تھے، اور صرف اپنے اُوپر سے بیرونی تسلط سے نجات پانے کی جدوجہد کر رہے تھے۔ ان کے برعکس برعظیم کی صورت حال یہ تھی کہ ایک قوم جس کی بنیاد عقیدے اور نظریے پر تھی، وہ اپنے لیے ایک نیا ملک وجود میں لانے کے لیے سرگرم تھی۔ اس کی جنگ ایک نہیں دو طاقتوں کے خلاف تھی۔ ایک طرف برطانوی سامراج تھا جس نے برعظیم میں محض قوت کے بل بوتے پر قبضہ کرلیا تھا اور دوسری طرف ہندوستان کی ہندو اکثریت تھی، جو متحدہ قومیت، کی بنیاد پر مسلمانوں کے لیے سیاسی محکومی کا ایک نیا جال بُن رہی تھی۔ برعظیم کے مسلمانوں

---

[۱] جو سید ابوالاعلیٰ کا نورِ نظر تھے۔ فکری تربیت یافتہ لختِ جگر تھے اور اب اگست 2015ء میں سید مودودیؒ کے علمی، فکری، عملی، تحریکی جانشین ہے۔ وہ خوش نصیب جنھیں (۱۲) سالہ عمر 1942ء سے حیات مودودیؒ کے آخری لمحہ 1979ء -37 سال تک سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ کی سرپرستی وتربیت میسر رہی۔

نے ان دونوں طاقتوں کا مردانہ وار مقابلہ کیا اور بڑی گراں قدر قربانیوں کا نذرانہ پیش کر کے ایک خطۂ زمین حاصل کیا جسے انگریزوں اور ہندوؤں نے بڑی کانٹ چھانٹ کے بعد ہی دیا۔ یہ ملک، جغرافیائی قومیت کی بنیاد کے مقابلے میں ایک اصولی اور نظریاتی قومیت کی بنیاد پر حاصل کیا گیا، تاکہ ہندی مسلمان اپنی دینی، تہذیبی اور ملّی شناخت کی حفاظت اور ترقی کا اہتمام کر سکے، نیز اپنے اصول ونظریات کی روشنی میں اپنا مستقبل تعمیر کر سکے۔

انسانی تاریخ میں نظریاتی ریاست کی یہ روشن مثال نبی اکرم ﷺ کی قیادت میں مدینہ میں اسلامی ریاست کے قیام کی شکل میں قائم ہوئی تھی، اور ۱۲۰۰ سال تک مختلف شکلوں میں یہ اپنا جلوہ دکھاتی رہی، لیکن مغربی استعمار کے دوڈھائی سو سالہ دور میں اس شمع پر اندھیروں نے غلبہ حاصل کر لیا تھا۔

وَقُلْ رَّبِّ اَدْخِلْنِیْ مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّاَخْرِجْنِیْ مُخْرَجَ صِدْقٍ وَّاجْعَلْ لِّیْ مِنْ لَّدُنْكَ سُلْطٰنًا نَّصِیْرًا ﴿۸۰﴾ وَقُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ ؕ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا ﴿۸۱﴾ وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ ۙ وَلَا یَزِیْدُ الظّٰلِمِیْنَ اِلَّا خَسَارًا ﴿۸۲﴾ (سورۃ الاسراء: آیات، ۸۰ تا ۸۳)

اگرچہ دلوں میں یہ شمع روشن تھی، لیکن اس کی روشنی سے سیاسی اور اجتماعی زندگی محروم ہو گئی تھی اور مغربی دنیا ہی نہیں تقریباً دنیا کے سارے طول وعرض پر ایک نئے سیاسی اور تہذیبی نظام کو مسلط کر دیا گیا تھا جس میں قوموں کی شناخت کی بنیاد نظریے اور اقدار کی جگہ جغرافیے، نسل، رنگ اور سیاسی مفادات پر رکھی گئی تھی۔ پھر سیکولرزم، لبرلزم، جمہوریت اور سرمایہ داری کے نام پر انسانیت کے استحصال کا ایک نیا اور بڑا ہی تباہ کن نظام دنیا کی اقوام پر عسکری قوت، جبر واستبداد، تہذیبی یلغار اور جدید ٹکنالوجی کے ذریعے مسلط کر دیا گیا۔

تحریکِ پاکستان سیاسی غلامی ہی کے خلاف محض آزادی کی ایک تحریک نہ تھی، بلکہ ایک نظریاتی اور تہذیبی تحریک بھی تھی، جس نے وقت کے غالب تصورات کو چیلنج کیا اور دنیا سے اس اصول کو تسلیم کرایا کہ عقیدے، نظریے اور تہذیب کی بنیاد پر قائم ایک قوم کا یہ حق ہے کہ جن علاقوں میں اسے اکثریت حاصل ہو، وہ ان میں اپنے تصورات کے مطابق نظامِ زندگی قائم کر کے اپنی دینی اور تہذیبی شناخت کے مطابق اپنا مستقبل تعمیر کر سکے۔ مغربی سامراج اور ہندو اکثریت نے بڑی مجبوری کے عالم میں اس دعوے کو قبول کیا۔

یہ ہے وہ خصوصی پس منظر، جو پاکستان کی تحریک اور پاکستان کو ایک ملک کی حیثیت سے منفرد اور ممتاز مقام عطا کرتا ہے، یعنی یہاں کسی ملک نے آزادی حاصل نہیں کی بلکہ ایک قوم نے ایک ملک حاصل کیا اور اس طرح تاریخ

کے ایک نئے دور کی طرف پیش قدمی کا دروازہ کھول دیا۔ اس کے لیے ان مسلمانوں نے بھی بیش بہا قربانیاں دیں جو ان علاقوں میں رہتے تھے جو پاکستان کا حصہ بنے، اور ان سے بھی زیادہ قربانیاں، ان مسلمانوں نے دیں جو یہ جانتے تھے کہ وہ پاکستان کا حصّہ نہیں ہوں گے، لیکن پھر بھی برعظیم کی اُمت اسلامیہ کے مستقبل کی خاطر وہ اس جدوجہد کا حصّہ بنے اور اس کے لیے سردھڑ کی بازی لگادی۔

یہ تاریخ کی بڑی ہی نادر مثال ہے کہ کروڑوں انسانوں نے یہ جانتے ہوئے کہ وہ اس جدوجہد کے ثمرات میں کوئی حصّہ نہ پائیں گے، صرف ایک نظریے کے غلبے کے لیے اپنے دنیاوی مفادات کو داؤ پر لگادیا اور بے لوث نظریاتی جدوجہد کی ایک نادر مثال قائم کردی۔

تحریکِ پاکستان تک پہنچنے اور پھر اس کو نتیجہ خیز بنانے کے لیے برعظیم کے مسلمان بڑے صبر آزما مراحل سے گزرے، جن کو سمجھے بغیر پاکستان کی حیثیت اور تحریک پاکستان کے مزاج، مراحل اور مقاصد کو سمجھنا مشکل ہے۔

تحریکِ پاکستان: پس منظر اور اساس:

برعظیم میں ایک نہیں متعدد نسلیں آباد تھیں۔ دراوڑ، آریائی، سامی، عرب، مغل اور ان کے ارتباط سے رُونما ہونے والی بے شمار نسلیں، اس سرزمین کا انسانی سرمایہ تھیں۔ بدھ مذہب، ہندومت، جین مت، اسلام اور پھر سکھ مت، عیسائیت اپنے اپنے دور اور اپنے اپنے انداز میں کارفرما قوت بنتے رہے۔ ہندو مذہب اور سماج کی بنیاد ذات پات پر ہے۔ اس معاشرے کی بنیاد تخلیق انسان کے بارے میں ان کے مذہبی تصورات پر ہے اور ذات پات کی یہ تقسیم ہی ان کی اصل تہذیبی اور مذہبی شناخت ہے۔ اسلام نے ان تصورات کو چیلنج کیا اور عقیدے اور دین کی بنیاد پر انسانوں کے اجتماع کو قائم کر کے ایک حقیقی انسانی اور عالمی سماج اور ریاست کی بنیاد رکھی۔

یہی وجہ ہے کہ اگرچہ برعظیم کے مسلمانوں کا تعلّق بھی انھی نسلوں سے تھا، جو برعظیم میں پائی جاتی ہیں لیکن اسلام قبول کرنے کے بعد ان کی شناخت، نسل، رنگ، زبان، قبیلے یا طبقے پر نہیں، ایمان کی بنیاد پر ایک اُمت کی صورت اختیار کرگئی اور یہی ان کی قومیت کی بنیاد بنی۔

یہی وجہ ہے کہ قائداعظم محمد علی جناحؒ نے تحریکِ پاکستان کی بنیاد، یعنی دوقومی نظریے کو بڑے سادہ مگر تاریخی حقائق پر مبنی انداز میں علی گڑھ کے طلباء سے خطاب کرتے ہوئے یوں بیان کیا کہ:

''پاکستان کی بنیاد اس دن پڑ گئی جس دن برعظیم کی سرزمین پر پہلا ہندو، مسلمان ہوا تھا۔''

برعظیم میں مسلمانوں نے آٹھ نوسوسال تک حکمرانی کی، لیکن اس پورے دور میں تمام نشیب وفراز کے باوجود ان کی کوشش یہی رہی کہ اپنی شناخت پر کوئی سمجھوتا نہ کریں۔ دوسروں کو ان کی اپنی شناخت کے مطابق زندگی گزارنے کے پورے پورے مواقع دیں اور ان کے حقوق کا مکمل تحفظ کریں، لیکن ان کی اور اپنی شناخت کو گڈمڈ کرکے کوئی مشترکہ دین اور تہذیب نہ بنائیں۔ اس سلسلے میں جو کوششیں بھی مختلف حلقوں کی جانب سے ہوئیں وہ ناکام ونامراد ہوئیں۔

(۱) خواہ وہ اکبر بادشاہ کے سرکاری قوت کے استعمال کے ذریعے ہوں، (۲) یا انگریز سامراج کے ترغیب وترہیب کے ہتھکنڈوں سے، (۳) یا انڈین نیشنل کانگریس کے سیکولر جھانسے اور (۴) جمعیۃ العلماء ہند کے ایک دھڑے (حسین احمد مدنی) کے مذہبی حربوں سے ہوں۔

اس جدوجہد کا بڑا ہی اہم اور چشم کشا منظر برعظیم کی بیسویں صدی کی سیاسی جدوجہد میں دیکھا جاسکتا ہے۔ سیّد احمد شہید کی قیادت میں تحریک مجاہدین، دارالعلوم دیوبند اور ندوۃ العلماء، سرسیّد احمد خان کی علی گڑھ تعلیمی تحریک، ۱۹۰۶ء میں مسلم لیگ کا قیام، تحریکِ خلافت کا ظہور اور ہندوستان بھر میں پھیلاؤ اور پھر تحریکِ پاکستان اپنے اپنے انداز میں مسلم شناخت کی بازیافت اور حفاظت کی کوششیں تھیں۔

بلاشبہ ایک مدت تک یہ کوشش ہوتی رہی کہ برعظیم کی تمام اقوام متحد ہوکر سیاسی اہداف حاصل کریں، جن میں مسلمانوں کی شناخت کی حفاظت اور ترقی کو ایک مرکزی حیثیت حاصل ہو۔

جداگانہ انتخابات اور تہذیب، تعلیم، زبان اور مذہبی حقوق کی حفاظت، ۱۹۰۵ء سے لے کر ۱۹۴۰ء تک کی جدوجہد کے ہر مرحلے میں بحث وگفتگو کا مرکز اور محور رہے۔

جب کانگریس کے مسلم کش اور جارحانہ کردار، اور برطانوی حکمرانوں کے دوغلے پن سے یہ واضح ہوگیا کہ مسلمانوں کی قومی شناخت، ان کی اقدار اور ان کی تہذیبی روایات کی حفاظت وترقی کسی بھی مشترک سیاسی انتظام میں ممکن نہیں، اور اس پر تاجِ برطانیہ کے '۱۹۳۵ء کے قانون' کے نفاذ اور ۱۹۳۷ء کے صوبائی انتخابات کے بعد نیشنل کانگریس کی حکومتوں کے برہمنی جارحانہ اقدامات نے مہر تصدیق ثبت کردی، تو پھر علامہ اقبال کے ۱۹۳۰ء کے خطبے کی روشنی میں مارچ ۱۹۴۰ء میں مسلم لیگ نے تقسیمِ ملک کی منزل کو اپنا ہدف مقرر کیا۔

پھر دیکھتے ہی دیکھتے صرف سات سال کے اندر قائداعظمؒ کی روح پرور قیادت اور برعظیم کے مسلمانوں کی پوری

یکسوئی کے ساتھ ایمان پرور اور قربانیوں سے بھرپور جدوجہد کے نتیجے میں مسلمانوں کا ایک آزاد ملک وجود میں آ گیا اور ہمیں اللہ تعالیٰ کی ایک نشانی کے طور پر یہ نعمت ۲۷ رمضان المبارک ۱۳۶۶ء کے دن حاصل ہوئی۔ اس نعمت پر اللہ تعالیٰ کا جتنا بھی شکر ادا کیا جائے کم ہے۔

تحریکِ پاکستان کا مقصد جہاں انگریز اور ہندو سامراج دونوں سے نجات حاصل کر کے ایک آزاد اسلامی ملک کا قیام تھا، وہیں اس کا اصل ہدف پاکستان کو ایک آئینی اسلامی فلاحی ریاست کی حیثیت سے ترقی دینا تھا، تاکہ دین اور تہذیب کی بنیاد پر استوار ہونے والی قوم کو جب آزاد ملک کی نعمت میسر آجائے، تو پھر وہ اس ملک کو اپنے نظریے کی بنیاد پر ایک مثالی ریاست بنا سکے۔ جو ایک طرف اپنے نظریے کے مطابق انفرادی اور اجتماعی زندگی کی صورت گری کرے، تو دوسری طرف دوسرے مذاہب کے پیروکاروں کے لیے نہ صرف تمام شہری اور انسانی حقوق کی ضمانت دے، بلکہ ان کے مذہبی اور سماجی تشخص کی حفاظت اور اس کو پروان چڑھائے جانے کے تمام مواقع بھی فراہم کرے۔

علامہ اقبالؒ، قائداعظم محمد علی جناحؒ اور ملت اسلامیہ پاک و ہند کا وژن Vision اور تحریکِ پاکستان کی قیادت اور برعظیم کے مسلمانوں کے درمیان جو عمرانی میثاق ہوا، وہ بالکل واضح ہے۔ ۱۴/اگست ۱۹۴۷ء کی ۶۹ ویں سالگرہ اگست 2015ء کے موقعے پر سب سے ضروری چیز یہ ہے کہ اس وژن Vision اور میثاق کو ذہنوں میں تازہ کیا جائے اور خصوصیّت سے اپنی نئی نسلوں اور زندگی کے ہر شعبے کے ذمہ دار حضرات کو اس بات کا احساس دلایا جائے کہ یہ ملک لاکھوں انسانوں کی شہادت و ہجرت اور کروڑوں اربوں کھربوں کی جائداد کی قربانیوں، بے شمار مسلمان عورتوں کی عصمتوں کی قیمت پر قائم ہوا ہے۔

یاد رکھنا چاہیے کہ اس کا قیام، تحفظ اور ترقی صرف ان مقاصد سے وفاداری ہی کے ذریعے ممکن ہے، جو اس کی اساس ہیں۔ یہی وہ بات ہے جو قائداعظم محمد علی جناحؒ نے قیامِ پاکستان کے بعد قوم سے صاف لفظوں میں کہی تھی:

> ''اسلام ہی ہمارا بنیادی اصول اور حقیقی سہارا ہے۔ ہم ایک ہیں اور ہمیں ایک قوم کے طور پر آگے بڑھنا ہے۔ تب ہی ہم پاکستان کو برقرار رکھنے میں کامیاب ہو سکیں گے۔''

تحریکِ پاکستان کا حقیقی تصور:

علامہ اقبالؒ اور قائداعظم محمد علی جناحؒ نے قوم کو جس منزل کی طرف دعوت دی، اس کو آج دھندلا کرنے بلکہ بالکل

مخالف سمت میں ڈالنے کی عالمی اور ملکی سطح پر شرانگیز کوششیں ہورہی ہیں۔اس لیے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ آگے بڑھنے سے پہلے اس وژن یعنی مدبرانہ بصیرت پر محمول مقصدِ وجود کو بالکل دوٹوک الفاظ میں ایک بار پھر قوم،اس کے دانش وروں، پالیسی ساز اداروں اور افراد اور سب سے بڑھ کر نئی نسل اور اس کے نوجوانوں کے ذہنوں میں تازہ اور راسخ کردیا جائے۔اس لیے کہ پاکستان کی بقا اور ترقی صرف اس وژن اور منزل کے صحیح اِدراک اور ان کو حرزِ جان بنانے پر منحصر ہے۔

علامہ اقبالؒ (وفات 1938ء) نے اس تحریک کی فکری اور نظریاتی بنیادیں رکھیں تو قائداعظم محمدعلی جناحؒ (وفات ۱۱ رستمبر 1948ء) نے ان بنیادوں پر سیاسی اور نظریاتی تحریک برپا کی،اور اس کی قیادت اس طرح انجام دی کہ پوری قوم یکسو ہوکر ان کی تائید میں میدانِ عمل میں نکل آئی۔ان کا اصل محرک آزادی کا حصول اور اپنی تہذیبی شناخت کی حفاظت اور ترقی تھا اور یہ دونوں ایک ہی جدوجہد کے دو رُخ ہیں،جن کو ایک دوسرے سے کسی صورت میں بھی جدا نہیں کیا جاسکتا۔

علامہ اقبالؒ نے اپنی ایک مشہور ومعروف کتاب اور ترجمہ ''تشکیل جدید الٰہیاتِ اسلامیہ'' The Reconstruction of Religious Thought in Islam میں اسلام کے تصورِ توحید اور ریاست کے تعلق کو اس طرح بیان کیا ہے کہ:

> ''گویا بہ حیثیت ایک اصول،عمل توحید اساس ہے حریت،مساوات اور حفظِ نوعِ انسانی کی۔اب اگر اس لحاظ سے دیکھا جائے تو از روے اسلام، ریاست کا مطلب ہوگا ہماری یہ کوشش کہ یہ عظیم اور مثالی اصول زمان ومکان کی دنیا میں ایک قوت بن کر ظاہر ہوں۔وہ گویا ایک آرزو ہے ان اصولوں کو ایک مخصوص جمعیتِ بشری میں مشہود دیکھنے کی۔لہٰذا، اسلامی ریاست کو حکومتِ الٰہیہ سے تعبیر کیا جاتا ہے تو انھی معنوں میں نہیں کہ ہم اس کی زمامِ اقتدار کسی ایسے خلیفۃ اللہ فی الارض کے ہاتھ میں دے دیں،جو اپنی مفروضہ معصومیت کے عذر میں اپنے جور،واستبداد پر ہمیشہ ایک پردہ سا ڈال رکھے۔

(The Reconstruction of Religious Thought in Islam

ص ۱۲۲ - ۱۲۳،ترجمہ سید نذیر نیازی،تشکیل جدید الٰہیات اسلامیہ،ص ۲۳۸)

علامہ اقبالؒ نے ۳۰،۳۱ دسمبر ۱۹۳۰ء کے کُل ہند مسلم لیگ کے اجتماع الٰہ آباد میں اپنے خطبۂ صدارت میں نظریاتی اور دینی بنیادوں پر تقسیمِ ہند کا تصور پیش کرتے ہوئے اس کی جس بنیاد پر روشنی ڈالی وہ بہت اہم ہے۔انھوں

نے اپنی بات کا آغاز ہی اس دعوے سے کیا کہ:

''آپ نے آل انڈیا مسلم لیگ کی صدارت کے لیے ایک ایسے شخص کو منتخب کیا ہے، جو اس امر سے مایوس نہیں ہو گیا ہے کہ اسلام اب بھی زندہ قوت ہے، جو ذہنِ انسانی کو نسل اور وطن کی قیود سے آزاد کر سکتی ہے۔ جس کا عقیدہ ہے کہ مذہب کو فرد اور ریاست دونوں کی زندگی میں غیر معمولی اہمیّت حاصل ہے اور جسے یقین ہے کہ اسلام کی تقدیر خود اس کے اپنے ہاتھ میں ہے۔

یہ ایک ناقابل انکار حقیقت ہے کہ بحیثیت ایک اخلاقی نصب العین اور نظامِ سیاست کے، اسلام ہی وہ سب سے بڑا اجزءِ ترکیبی تھا، جس سے مسلمانانِ ہند کی تاریخِ حیات متاثر ہوتی ہے، اسلام ہی کی بدولت ان کے سینے ان جذبات اور عواطف سے معمور ہوئے، جن پر جماعتوں کی زندگی کا دارومدار ہے، جن سے متفرق اور منتشر اجزا بتدریج متحد ہو کر ایک متمیز و معین قوم کی صورت اختیار کر لیتے ہیں۔ مسلمانوں کے اندر اتحاد اور ان کی نمایاں یکسانیت، ان قوانین اور روایات کی شرمندۂ احسان ہے جو تہذیب اسلامی سے وابستہ ہیں۔ اسلام کا مذہبی نصب العین اس کے معاشرتی نظام سے، جو خود اس کا پیدا کردہ ہے، الگ نہیں۔ دونوں ایک دوسرے کے لیے لازم وملزوم ہیں۔ اگر آپ نے ایک کو ترک کر دیا تو بالآخر دوسرے کو بھی ترک کرنا لازم آئے گا۔ میں نہیں سمجھتا کہ کوئی مسلمان ایک لمحے کے لیے بھی کسی ایسے نظامِ سیاست پر غور کرنے کے لیے آمادہ ہوگا، جو کسی ایسے وطنی یا قومی اصول پر مبنی ہو، جو اسلام کے اصولِ اتحاد کے منافی ہو۔ یہ مسئلہ ہے جو آج (۳۱ دسمبر 1931ء) ہندوستان کے مسلمانوں کے سامنے ہے۔

اگر ہم چاہتے ہیں کہ اس ملک میں اسلام بحیثیت ایک تمدنی قوت کے زندہ رہے، تو اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ ایک مخصوص علاقے میں اپنی مرکزیت قائم کرے۔ پھر اسلام کو اس امر کا موقع ملے گا کہ وہ ان اثرات سے آزاد ہو کر، جو عربی شہنشاہیت کی وجہ سے اب تک اس پر قائم ہیں، اس جمود کو توڑ ڈالے گا جو اس کے تہذیب وتمدن شریعت وتعلیم پر صدیوں سے طاری ہے۔ اس سے نہ صرف اس کے صحیح معانی کی تجدید ہو سکے گی، بلکہ وہ زمانۂ حال کی رُوح سے بھی قریب ہو جائے گا۔

اسی طرح قائداعظم نے صاف الفاظ میں مسلمانوں کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

آپ نے غور کیا کہ پاکستان کے مطالبے کا جذبۂ محرکہ کیا تھا؟ مسلمانوں کے لیے ایک جداگانہ مملکت کی وجۂ جواز کیا تھی؟ اس کی وجہ نہ ہندوؤں کی تنگ نظری ہے، نہ انگریزوں کی چال- بلکہ یہ اسلام کا بنیادی مطالبہ ہے۔

مسلمانو! ہمارا پروگرام قرآنِ پاک میں موجود ہے۔ ہم مسلمانوں پر لازم ہے کہ قرآن پاک کو غور سے پڑھیں، اور قرآنی پروگرام کے ہوتے ہوئے مسلم لیگ مسلمانوں کے سامنے کوئی دوسرا پروگرام پیش نہیں کر سکتی۔

قائد اعظم نے پھر یہ بھی فرمایا:

''ان لوگوں کو چھوڑ کر جو بالکل ہی ناواقف ہیں، ہر شخص جانتا ہے کہ قرآن مسلمانوں کا ہمہ گیر ضابطۂ حیات ہے۔ مذہبی، معاشرتی، دیوانی، معاشی، عدالتی، غرض یہ کہ ان مذہبی رسومات سے لے کر روزمرہ کے معاملات تک، روح کی نجات سے لے کر جسم کی صحت تک، اجتماعی حقوق سے لے کر انفرادی حقوق تک، اخلاقیات سے لے کر جرائم تک، دنیاوی سزاؤں سے لے کر آنے والی [اُخروی] زندگی کی جزا وسزا کے تمام معاملات پر اس کی عمل داری ہے۔ اور ہمارے پیغمبر ﷺ نے ہمیں ہدایت کی ہے کہ ہر شخص اپنے پاس قرآن رکھے اور خود رہنمائی حاصل کرے۔ اس لیے کہ اسلام صرف روحانی احکام اور تعلیمات تک ہی محدود نہیں ہے، یہ ایک مکمل ضابطہ ہے جو مسلم معاشرے کو مرتب کرتا ہے۔''

اسی طرح اسلامیہ کالج پشاور میں خطاب کرتے ہوئے ۱۳/اپریل ۱۹۴۴ء کو آپ (محمد علی جناح) نے فرمایا:

''ہم نے پاکستان کا مطالبہ زمین کا ایک ٹکڑا حاصل کرنے کے لیے نہیں کیا ہے، ہم ایک ایسی تجربہ گاہ حاصل کرنا چاہتے ہیں جہاں ہم اسلام کے اصولوں کو آزمائیں۔''

اللہ تعالیٰ کے فضل اور عنایتِ خاص کے ساتھ جس چیز نے پاکستان کے قیام کو ممکن بنایا اور یہ تاریخی کرشمہ وجود میں آیا، اسے چار نکات میں بیان کیا جاسکتا ہے:

۱۔ آزادی کا جذبہ اور اس کے حصول اور حفاظت کے لیے بڑی سے بڑی قربانی سے دریغ نہ کرنا۔

۲۔ دین، نظریۂ حیات وتمدن کی حفاظت اور ترقی کو انفرادی اور اجتماعی زندگی کی ترجیح بنانا۔

۳۔ عوام کی جمہوری قوت، ان کا اتحاد اور ان کا یہ جذبہ کہ اپنی اور اپنے دین اور نظریے کے باب میں کوئی سمجھوتا قبول نہیں کریں گے اور ان کی خاطر جان کی بازی لگادیں گے۔

۴۔ قائد اعظمؒ (محمد علی جناح) نے ہر ذاتی مفاد سے بالا ہو کر صرف قوم کی خاطر اور اللہ کی خوشنودی کے لیے، عوامی قوت کے ذریعے اور پوری یکسوئی کے ساتھ اصل ہدف پر ساری توجہ مرکوز کر دی۔ اس مسلم قیادت نے قوم

پر اعتماد کیا اور قوم نے اس پر اعتماد کیا اور دونوں نے اپنے اپنے اعتماد کو سچ کر دکھایا۔ ایک طبقہ آج قائد اعظمؒ کو مسلم قوم کا صرف ایک 'وکیل' بنا کر پیش کر رہا ہے، جب کہ قائد اعظمؒ نے یہ پوری جدوجہد ایک اعلیٰ مقصد کے حصول کے لیے کی تھی، یہ محض وکالت نہیں تھی۔ اس سے بڑا بہتان اُن پر اور کیا ہوسکتا ہے؟ قائد اعظمؒ کے جذبات اور محرکات کیا تھے، انھی کے الفاظ میں سننے اور ذہن میں نقش کرنے کی ضرورت ہے:

> ''مسلمانو! میں نے دنیا کو بہت دیکھا۔ دولت، شہرت اور عیش وعشرت کے بہت لطف اُٹھائے۔ اب میری زندگی کی واحد تمنا یہ ہے کہ مسلمانوں کو آزاد اور سربلند دیکھوں۔ میں چاہتا ہوں کہ جب مروں تو یقین اور اطمینان لے کر مروں کہ میرا ضمیر اور میرا اللہ گواہی دے رہا ہو کہ جناح نے اسلام سے خیانت اور غداری نہیں کی۔ میں آپ کی داد اور شہادت کا طلب گار نہیں ہوں۔ میں چاہتا ہوں کہ مرتے دم میرا اپنا دل، ایمان اور میرا ضمیر گواہی دے کہ جناح تم نے مدافعتِ اسلام کا حق ادا کر دیا۔ جناح تم مسلمانوں کی حمایت کا فرض بجالائے۔ میرا اللہ یہ کہے کہ بے شک تم مسلمان پیدا ہوئے اور کفر کی طاقتوں کے غلبے میں علمِ اسلام کو سربلند رکھتے ہوئے مسلمان مرے۔'' (روزنامہ انقلاب، ۲۲،۲۳ اکتوبر ۱۹۳۹ء)

یہی وہ جذبہ تھا، جس نے تحریکِ پاکستان کو ملت اسلامیہ ہند کے دلوں کی آواز بنا دیا، اور وہ ایک آزاد اسلامی ملک کے قیام کے لیے سرگرمِ عمل ہوگئی۔ قوم کی یکسوئی اور تائید اور قائد کا عزم اور بے لاگ خدمت ــ جب یہ دونوں قوتیں یک جا ہوجاتی ہیں تو تاریخ کی کوئی طاقت اس کا راستہ روک نہیں سکتی۔ آج ہمارے مسائل اور مشکلات کی اصل وجہ یہ ہے کہ منزل اور مقصد کا شعور دھندلا دیا گیا ہے۔ قوم اور اس کی فلاح وبہبود کو یکسر بھلا دیا گیا ہے۔ مخصوص مفادات کے پرستار زمامِ اقتدار پر قابض ہیں، جو عوام کے اعتماد سے محروم ہیں اور جن کی دیانت اور صلاحیت دونوں مشتبہ ہیں۔ وژن اور مقصد سے محرومی، عوام کی تائید اور ان کے مرکزی کردار کا عدم وجود اور صحیح قیادت کا فقدان ہمیں پستی کی انتہاؤں کی طرف دھکیلے جا رہا ہے۔

۱۴ راگست کے تاریخی لمحے کی یاد میں ان تمام حقائق، جذبات اور عزائم کو ذہنوں میں تازہ کرنا ضروری ہے، تاکہ ہم یہ سمجھ سکیں کہ ہماری قوت کا اصل سرچشمہ یہی عزائم، جذبات اور داعیات ہیں۔ سال سال میں تحریکِ پاکستان کی کامیابی کا راز مندرجہ بالا چاروں عوامل پر ہے۔ انھی کے سہارے ہم ان بلندیوں پر پہنچے، جن کا نقطۂ فراز ۱۴ راگست ۱۹۴۷ء تھا اور گزشتہ سات عشروں میں جس پستی کی طرف ہم لڑھکتے جا رہے ہیں، اس کا تعلق بھی انھی چاروں کے بارے میں کمزوری یا فقدان سے ہے۔

پاکستان کا محلِ وقوع تاریخی اہمیّت کا حامل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسانی اور مادی دونوں وسائل سے ہمیں مالا مال کیا ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ جب بھی قوم نے جس درجے میں ان چاروں عناصر کا اہتمام کیا ہے، وہ بلندیوں کی طرف بڑھنے میں کامیاب ہوئی ہے۔ مایوسی کفر ہے اور حالات کی خرابی کے باوجود کسی درجے میں بھی مایوسی مسلمان کا شعار نہیں ہوسکتی۔

قُلۡ يٰعِبَادِيَ الَّذِيۡنَ اَسۡرَفُوۡا عَلٰٓى اَنۡفُسِهِمۡ لَا تَقۡنَطُوۡا مِنۡ رَّحۡمَةِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَغۡفِرُ الذُّنُوۡبَ جَمِيۡعًا ؕ اِنَّهٗ هُوَ الۡغَفُوۡرُ الرَّحِيۡمُ ﴿۵۳﴾ وَاَنِيۡبُوۡۤا اِلٰى رَبِّكُمۡ وَاَسۡلِمُوۡا لَهٗ مِنۡ قَبۡلِ اَنۡ يَّاۡتِيَكُمُ الۡعَذَابُ ثُمَّ لَا تُنۡصَرُوۡنَ ﴿۵۴﴾ (سورۃ الزمر: آیات، ۵۳، ۵۴)

اگر صحیح مقاصد کے لیے، صحیح قیادت کی رہنمائی میں، مؤثر اجتماعی اور عوامی جدوجہد کی جائے، تو بڑی سے بڑی مشکل دُور ہوسکتی ہے اور دُور دراز واقع منزل بھی حاصل کی جاسکتی ہے۔ جس طرح پاکستان کا قیام ایک تاریخی کامیابی تھا، اسی طرح اوّلین دور میں پاکستان کی بقا اور ترقی بھی ایک کرشماتی نعمت سے کم نہیں۔ بھارتی قیادت کو یقین تھا اور انگریز سامراج بھی اسی وہم میں مبتلا تھا کہ پاکستان باقی نہیں رہ سکے گا۔

تقسیمِ ملک کے لیے اصل تاریخ اپریل ۱۹۴۸ء تھی لیکن انگریز اور کانگریسی قیادت دونوں انتقالِ اقتدار کے لیے مناسب وقت اور نقشۂ کار سے پاکستان کو محروم رکھنے اور اوّلین برسوں ہی میں شکست وریخت (Collapse) کے خطرات سے دوچار کرنے کے لیے ۱۱ مہینے کی مدت کو کم کرکے یک طرفہ طور پر ڈھائی مہینے کردیا، یعنی ۳/جون 1947ء کو اسکیم کا اعلان ہوا اور ۱۴/اگست 1947ء تک اس پر عمل مکمل کرنے کا نوٹس دے دیا۔ پھر سرکاری وسائل اور مالیات کی تقسیم کے پورے انتظام کو درہم برہم کردیا اور پاکستان کو اس کے حقوق سے محروم رکھا۔ ریڈکلف نے ایوارڈ میں تبدیلیاں کرکے پاکستان کو کشمیر اور دوسرے اہم علاقوں سے محروم کردیا۔ پورے ملک میں فسادات کی آگ بھڑکا دی گئی اور اتنے بڑے پیمانے پر آبادی کی نقل مکانی واقع ہوئی کہ پورا انتظامی ڈھانچا درہم برہم ہوگیا۔

یہ سب ایک منظّم منصوبے کے مطابق ہوا، جس میں برطانوی حکومت، اس کا مقرر کردہ (۱) گورنر جنرل ماؤنٹ بیٹن اور (۲) کانگریس کی حکومت اور (۳) ہندو عوام سبھی برابر کے شریک تھے۔ پنڈت جواہر لال نہرو نے ایک طرف تقسیمِ ہند کی اسکیم پر دستخط کیے تو دوسری طرف اپنی قوم سے کہا:

''ہماری اسکیم یہ ہے کہ ہم اس وقت جناح کو پاکستان بنالینے دیں اور اس کے بعد معاشی طور پر

یا دیگر انداز سے ایسے حالات پیدا کر دیے جائیں، جن سے مجبور ہو کر مسلمان گھٹنوں کے بل جھک کر ہم سے درخواست کریں کہ ہمیں پھر سے ہندوستان میں مدغم کر لیجیے۔‘‘

برطانوی وزیر اعظم کلیمنٹ ایٹلی نے ایک طرف آزادیِ ہند کے منصوبے کی منظوری دی اور برطانوی پارلیمنٹ میں بل منظور کروایا، تو دوسری طرف یہ بھی کہہ دیا کہ:

’’ہندوستان تقسیم ہو رہا ہے لیکن مجھے اُمید واثق ہے کہ یہ تقسیم زیادہ عرصے تک قائم نہیں رہ سکے گی اور یہ دونوں مملکتیں جنھیں ہم اس وقت الگ کر رہے ہیں، ایک دن پھر آپس میں مل کر رہیں گی۔‘‘

(تاریخ نظریہ پاکستان، پروفیسر محمد سلیم، لاہور، ۱۹۸۵ء ص ۲۷۵)

اُمید کی کرن:

ان حالات میں پاکستان کا باقی رہ جانا اور جلد اپنے پاؤں پر کھڑے ہو جانا، اسی طرح کا ایک دوسرا تاریخی کرشمۂ قدرت تھا جیسا سات سال میں اس کا قیام۔ پاکستان کے لیے ایٹمی صلاحیت کا حصول بھی اسی طرح کا ایک ناقابلِ تصور کرشمہ ہے۔ بلاشبہہ اس میں ڈاکٹر قدیر خان اور ان کی پوری ٹیم کی مہارت اور کوشش، سیاسی اور عسکری سطح پر وزیر اعظم ذوالفقار علی بھٹو سے لے کر صدر محمد ضیاء الحق، بے نظیر بھٹو، میاں محمد نواز شریف، امریکا اور مغربی اقوام کی جان لیوا پابندیاں اور وسائل کی قلت کے باوجود جب وژن، محنت اور صلاحیت، تنظیم اور کوشش، عوامی تائید اور دعائیں مل جاتی ہیں، تو بڑی سے بڑی مشکل آسان ہو جاتی ہے۔

پاکستان نے ساری پابندیوں اور رکاوٹوں کے باوجود ایک ترقی پذیر ملک ہوتے ہوئے بھی یورنیم کی افزودہ (Uranuim Enrichment) اور اسلحہ سازی (Weponization) کے اس مشکل عمل کو، جو امریکا میں ۱۸ سال میں مکمل ہوا تھا، صرف سات آٹھ سال میں مکمل کر لیا۔ صدر محمد ضیاء الحق نے راجیو گاندھی کو ۱۹۸۷ء میں یہ پیغام دیا کہ کسی غلط فہمی نہ رہنا، ہمارے پاس وہ چیز ہے جو تمھیں منٹوں میں تباہ کر سکتی ہے۔ مئی ۱۹۹۸ء میں ہندوستانی ایٹمی دھماکے کے نتیجے میں امتحان کا لمحہ آیا تو الحمدللہ ۱۵ دن کے اندر پاکستان نے چھ ٹیسٹ کر کے ہندوستانی جنگ جُو قیادت کے ہوش اُڑا دیے اور دنیا کو ورطۂ حیرت میں ڈال دیا اور دنیا کے چپے چپے میں مسلمانوں کا سر بلند کر دیا۔ اس سے پہلے ۱۹۶۵ء میں بھارت کے حملے کے موقعے پر بھی فوج اور قوم نے جس کردار کا مظاہرہ کیا وہ لاجواب تھا۔

يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ حَرِّضِ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلَى الْقِتَالِ ؕ اِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ عِشْرُوْنَ صٰبِرُوْنَ يَغْلِبُوْا مِائَتَيْنِ ۚ وَاِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ مِّائَةٌ يَّغْلِبُوْۤا اَلْفًا مِّنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ ﴿۶۵﴾ (سورۃ الانفال: آیت، ۶۵)

اکتوبر ۲۰۰۵ء میں ہولناک زلزلے نے ایک بار پھر قوم کی خوابیدہ صلاحیتوں کے خزانے کو بے نقاب کیا۔ آزمایش کی اس گھڑی کے موقعے پر خیبر سے کراچی تک عوام جس طرح متحرک ہوئے اور اس قومی تباہی کا مقابلہ کرنے کے لیے سینہ سپر ہو گئے، وہ ایمان افروز اور اُمید افزا تھا۔

اس موقعے پر اپنی مدد آپ کی ایک روشن مثال قائم ہوئی اور ایک بار پھر یہ یقین تازہ ہو گیا کہ ع

ذرا نم ہو تو یہ مٹی بہت زرخیز ہے ساقی!

آج حالات کتنے ہی خراب ہوں، لیکن ساری خرابیوں کے باوجود قوم میں خیر کا بڑا خزانہ موجود ہے۔ وفاقی اور صوبائی حکومتوں کی صلاحیتوں اور کارکردگیوں پر عدم اعتماد اپنی جگہ، لیکن یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ سرکاری زکوٰۃ کٹوتی میں ہر رمضان میں حکومت کو چار پانچ ارب روپے حاصل ہوتے ہیں۔ ملکی اور غیر ملکی تحقیقی اداروں کے مطابق اصحابِ خیر کی طرف سے رضاکارانہ صدقات کی مد میں (صرف رمضان کے مہینے نہیں بلکہ سال بھر میں) ۱۱۰ ارب روپے سے زیادہ مستحقین کو منتقل ہوتی ہے۔ اور 'پاکستان سنٹر فار فلن تھراپی' کی رپورٹ کے مطابق سالانہ پاکستان میں عوامی سطح پر ۲۴۰ ارب روپے سے زیادہ مستحقین کو دی جاتی ہے۔

اس پہلو سے پاکستانی قوم دنیا میں ان اقوام میں سرفہرست ہے، جن میں اہلِ ثروت، اہلِ ضرورت کی سب سے زیادہ مدد کرتے ہیں۔ ہارورڈ یونی ورسٹی کی ایک تحقیقی رپورٹ کے مطابق امریکا میں پاکستانی کمیونٹی، امریکا کی سب سے زیادہ خیرات دینے والی کمیونٹی ہے۔ پاکستان میں الخدمت، فلاحِ انسانیت، ایدھی فاؤنڈیشن، اخوت اور درجنوں ایسے ادارے ہیں، جو کسی نام و نمود کے بغیر خدمتِ خلق کے جذبے سے دُکھی انسانیت کی خدمت میں مصروف ہیں۔ یہ تمام وہ پہلو ہیں، جو اس مایوس کن اور تاریک ماحول میں اُمید کی کرن ہیں اور یہ یقین پیدا کرتے ہیں کہ اگر قوم کو صحیح قیادت میسر ہو اور کام کرنے کے لیے مناسب طریق کار اور صحیح تنظیم کار کا اہتمام کیا جائے تو اس قوم میں بڑی قوت اور صلاحیت ہے۔ ضرورت صحیح وژن، (اعلیٰ مقصدِ حیات) صحیح تنظیم، دیانت دار امانت دار اور باصلاحیت ایمان دار قیادت کی ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِي السِّلْمِ كَاۗفَّةً ۠ وَّلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ۭ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ۲۰۸
فَاِنْ زَلَلْتُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا جَاۗءَتْكُمُ الْبَيِّنٰتُ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۲۰۹ (سورۃ البقرۃ: آیات ۲۰۸، ۲۰۹)

ملکی بحران کے اسباب:

۱۴/اگست ۱۹۴۷ء ایک تاریخی بلندی کی علامت ہے، تو پاکستان کی تاریخ میں ۱۶/دسمبر ۱۹۷۱ء پستی کی ایک ہولناک تصویر ہے۔ جب بھارت کی فوج کشی کے نتیجے میں اور خود اپنی مجرمانہ قیادت کی بے پناہ غلطیوں کی وجہ سے پاکستان دولخت ہوا۔ تب پاکستان توڑنے کی سازش میں شریک بھارتی وزیراعظم اندرا گاندھی کو یہ کہنے کا موقع ملا کہ بھارت کی ہندو قیادت نے مسلمانوں کے ایک ہزار سالہ دورِ اقتدار کا بدلہ لے لیا ہے اور دو قومی نظریے کو خلیج بنگال میں ڈبو دیا ہے۔ بھارت کے موجودہ ہندو قوم پرست وزیراعظم نریندر مودودی نے جون ۲۰۱۵ء میں ڈھاکہ یونی ورسٹی میں اپنے خطاب میں بھارت کے دہشت پسندانہ کردار کا سرکاری اعلان کرتے ہوئے برملا کہا:

> ”بھارتی فوج، مکتی باہنی کے ساتھ مشرقی پاکستان میں مہینوں سرگرم رہے اور بالآخر بھارت کی فوج نے پاکستان کو دو ٹکڑے کر دیا۔“

آج بھارت کی خفیہ ایجنسی 'را' دوسری بین الاقوامی قوتوں کی معاونت سے ملک میں دہشت گردی کی آگ بھڑکانے میں جو کردار ادا کر رہی ہے، اسے بھی اس پس منظر میں سمجھا جا سکتا ہے اور ۱۶/دسمبر ۲۰۱۴ء کو پشاور کے فوجی اسکول پر حملہ بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔

۱۶/دسمبر کی تاریخ کا یہ اشتراک بھی نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ نائن الیون کے معًا بعد پاکستانی اقتدار میں متمکن جنرل پرویز مشرف نے جس طرح امریکی دھمکیوں کے آگے سپر ڈالی اور ملک کو جس عذاب میں مبتلا کیا، وہ بھی ہماری تاریخ کا بڑا تاریک باب ہے۔ محض نریندر مودی کو خوش کرنے کے لیے دہلی میں پاکستانی سفارت خانے میں حُریت کانفرنس کی قیادت کے لیے افطار پارٹی کو ملتوی کرنا، اور اوفا (روس) کی ملاقات کے بعد اعلامیے کا کشمیر کے ذکر سے خالی رہنا بھی پستی کا دل خراش واقعہ ہے۔

پاکستان بننے کے بعد قائداعظم محمد علی جناحؒ کے انتقال اور لیاقت علی خاں کی شہادت کے بعد اقتدار پر جس طرح بیوروکریسی، چند فوجی جرنیلوں اور جاگیرداروں، وڈیروں، سرمایہ داروں اور زر پرست عناصر کی ہوسِ اقتدار کے سایے پڑے ہیں اور جس طرح دستور کو پامال اور اداروں کو تباہ و برباد کیا گیا، بد سے بدتر حکمرانی کے جن اَدوار سے قوم اور ملک کو گزرنا پڑ رہا ہے اور بدعنوانی اور کرپشن کی جو داستان رقم کی جا رہی ہے، وہ دل خراش بھی ہے اور تباہ کن بھی۔

آج پاکستان دنیا کے بدعنوان ترین ممالک میں شمار کیا جا رہا ہے دہشت گردی کا سب سے بڑا نشانہ ہونے کے

باوجود اسے دہشت گرد ملک بلکہ دہشت گردی کا مرکز بنا کر پیش کیا جا رہا ہے۔ جن 'اتحادیوں' کے لیے ہم نے اپنی عزت اور امن وچین کو قربان کیا، وہی ہم پر زبان طعن دراز کر رہے ہیں، اور ہماری سیاسی قیادتیں ہیں کہ ان کی آنکھیں نہیں کھلتیں۔ دنیا میں ہماری تصویر کیا ہے؟ اس کا اندازہ ورلڈ اکانومک فورم ۲۰۱۴ء کی Golbal Competitivenss Report سے کیجیے:

> یہ ملک [پاکستان] مسابقت اور مقابلے کے تمام بنیادی اور اہم دائروں میں بہت کم نمبر حاصل کرتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ سرکاری اداروں کی کارکردگی میں، وسیع پیمانے پر پھیلی ہوئی بدعنوانی کی بیماری، بے جا نوازشات اور غیر قانونی سرپرستی کے کلچر کو پروان چڑھانے کے ساتھ ملکیتی حقوق کے تحفظ میں رکاوٹیں پیدا کرنا ہے۔

اسی طرح عالمی بنک کی ۲۰۱۳ء کی رپورٹ Worldwide Governance Indicators میں بدعنوانی اور کرپشن کے باب میں پاکستان کا شمار نچلے ترین درجے میں ہوتا ہے۔

دنیا کے ممالک ۷۲ فی صد ہم سے بہتر ہیں، ہم آخری ۱۸ فی صدی میں ہیں۔ بنگلہ دیش بھی ہم سے چھ درجے بہتر حالت میں ہے۔ یہی صورت قانون کی حکمرانی کی ہے۔ بنگلہ دیش اور موزمبیق ہم سے اُوپر ہیں۔ مجموعی طور پر اندازِ حکمرانی کے اشاریے میں بھی ہم پست ترین مقام پر ہیں، حتیٰ کہ غزہ بھی ہم سے اُوپر ہے۔ (ڈان، ۲۶ جون ۲۰۱۵)

بدعنوانی اور کرپشن، وسائل کا ناجائز استعمال، اہم مناصب پر من پسند لوگوں کی تقرریاں، اہلیّت کی دھجیاں بکھرتے ہوئے اداروں کی کمزوری اور تباہی، اداروں کے درمیان تصادم، پالیسیوں میں ہم آہنگی کا فقدان، پولس اور بیوروکریسی کا سیاسی استعمال، عوام کی حقیقی ضروریات سے اغماض اور بنیادی سہولتوں کا فقدان اس بحران کے بدترین سرچشمے ہیں، جس نے عوام کی زندگی اجیرن کر دی ہے اور سیول انتظامیہ اور سیاسی قیادت دونوں کو بے توقیر کر کے رکھ دیا ہے۔ ایک طرف عوام زندگی کی بنیادی سہولتوں سے محروم ہیں اور دوسری طرف حکمراں مہنگے منصوبوں کے عشق میں مبتلا ہیں۔ ستم ہے کہ ان حالات میں وزیراعظم صاحب کی ترجیح یہ ہے کہ وزارتِ عظمیٰ کے قافلے میں نت نئی کاروں کا ہر سال اضافہ کیا جاتا رہے۔ اس وقت جب ملک سیلاب کی تباہ کاریوں کی زد میں ہے، قومی خزانے سے ۳۰ کروڑ روپے کی قیمت پر ۱۰ لگژری کاریں خرید رہے ہیں، جن میں چھ وہ کاریں ہیں، جو یورپ کے سربراہانِ مملکت بھی استعمال کرنے کی جرأت نہیں کر سکتے۔

یہ منظرنامہ جمہوریت کے مستقبل کے لیے بڑا خطرناک ہے اور جس کے نتیجے میں سول اور فوجی نظام کے درمیان

توازن روز بروز بگڑ رہا ہے اور ایک طبقہ مسلسل یہ راہ ہموار کر رہا ہے کہ اللہ نہ کرے کوئی مصطفیٰ کمال ، بن کر جمہوری نظام کی بساط لپیٹ دے۔

افسوس کا مقام ہے کہ وہ دانش ور، صحافی اور اینکر (Anchor) خواتین وحضرات جو آزادی، روشن خیالی اور حقوق کی باتیں کرتے ہیں، وہی آج کسی طالع آزما کی تلاش اور فوجی قیادت کو کچھ کر گزرنے کی دعوتیں دے رہے ہیں۔

سیاسی قیادت کی نااہلی اور کرپشن اپنی جگہ، اور وہ ایک بڑا ناسور ہے جس کی اصلاح ضروری ہے، مگر اسے بہانہ بنا کر اعلیٰ فوجی قیادت کو سیاست میں ملوث ہونے کی دعوت دینا، فوج اور ملک دونوں کے ساتھ خیر خواہی کا راستہ نہیں ہے۔

فوجی قیادت کی حکمرانی کے چار دور ہم دیکھ چکے ہیں اور اس میں سے ہر دور بنیادی طور پر قومی حالات کو بگاڑنے کا سبب بنا ہے، خصوصیّت سے جنرل پرویز مشرف کا آخری دور سب سے زیادہ تباہ کن رہا ہے۔ دہشت گردی کے خلاف بھی فوج جو خدمت انجام دے رہی ہے، وہ چند مثبت پہلوؤں کے باوجود، بالآخر اس کی دفاعی صلاحیت کار کے لیے مسائل پیدا کرنے کا سبب بن سکتی ہے۔ یہ امر واقعہ ہے کہ فوج اور رینجرز کا استعمال: سول انتظامیہ، پولس اور نچلی سطح پر عدالتی عمل کی ناکامی کی وجہ سے ہے اور ایک ناگزیر ضرورت کے طور پر فوج کو اس کا موقع دیا گیا ہے۔ لیکن اسے سیاسی نظام اور دستوری انتظام کو درہم برہم کرنے کے لیے وجہ جواز بنانا ایک زیادہ بڑی تباہی کی طرف جانے کے مترادف ہوگا۔ جس دلدل میں فوج کو گرا دیا گیا ہے، وہ حقیقت ہے، لیکن اس سے نکلنے کا راستہ یہ نہیں کہ فوج کو اقتدار میں لایا جائے۔ اس لیے ضروری ہے کہ ان اسباب کا تعیّن کیا جائے، جو پستی کی طرف لے جانے اور بگاڑ کو گمبھیر کرنے کا سبب بنے ہیں اور پھر اس دلدل کے نکلنے کا راستہ تلاش کرنا چاہیے، تاکہ ایک دلدل سے نکلنے کی خواہش میں کسی دوسری اور زیادہ بڑی دلدل میں نہ پھنس جائیں بلکہ وہ راستہ اختیار کریں جو فی الحقیقت بلندی اور فراز کی طرف لے جاسکے۔

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ تُطِیْعُوا الَّذِیْنَ کَفَرُوْا یَرُدُّوْکُمْ عَلٰٓی اَعْقَابِکُمْ فَتَنْقَلِبُوْا خٰسِرِیْنَ○ بَلِ اللّٰہُ مَوْلٰکُمْ وَھُوَ خَیْرُ النّٰصِرِیْنَ○ سَنُلْقِیْ فِیْ قُلُوْبِ الَّذِیْنَ کَفَرُوا الرُّعْبَ بِمَآ اَشْرَکُوْا بِاللّٰہِ مَا لَمْ یُنَزِّلْ بِہٖ سُلْطٰنًا وَمَاْوٰىھُمُ النَّارُ وَبِئْسَ مَثْوَی الظّٰلِمِیْنَ○ (سورۂ اٰل عمران: آیات، ۱۴۹ تا ۱۵۱)

☆ ہماری نگاہ میں بگاڑ کی پہلی اور اہم ترین وجہ پاکستان کی نظریاتی اساس اور شناخت کے بارے میں فکری انتشار اور عملی غفلت ہے۔ قومیں نظریات ہی کی بنیاد پر مضبوط ہوسکتی ہیں۔ قوم میں جذبہ اور حرکت نظریے ہی سے پیدا ہوتے ہیں اور قومی یک جہتی اور اتحاد نظریے ہی کے رہینِ منت ہیں۔ اس سلسلے میں غفلت، انتشار اور بے وفائی

ہماری کمزوری اور بگاڑ کا سب سے بڑا سبب ہے۔ حکمرانوں کی غفلت اور کمزوری اور ایک مخصوص سیکولر اور لبرل طبقے کا جارحانہ رویہ حالات کو بگاڑنے کا ذریعہ بنا ہوا ہے۔ ملک کی نئی نسل اور ہمارے نوجوان جو آج آبادی کا ۶۰ فی صد ہے، اسے گمراہ کرنے اور ذہنی انتشار اور اخلاقی بگاڑ کا نشانہ بنانے کی منظّم کوششیں ہو رہی ہیں۔ میڈیا اور بیرونی امداد پر پلنے والی این جی اوز اس سلسلے میں بڑا ہی خطرناک کردار ادا کر رہی ہیں۔ فحاشی اور بے راہ روی کی ترویج کی منظّم کوششیں روز افزوں ہیں اور غضب یہ ہے کہ اس سال میڈیا نے رمضان کے تقدس کو پامال کرنے اور اس کے روحانی اور اخلاقی ثمرات سے معاشرے کو محروم کرنے کے لیے ٹی وی پر جس طرح کے رمضان پروگرام نشر کیے ہیں، وہ شرمناک بھی ہیں اور اسلامی اخلاقیات کے یک سر منافی بھی۔

رمضان کو ایک تماشا اور تہوار بنا دیا گیا ہے اور اسے ریٹنگ کے چکر میں کمرشلائز کرنے اور کاروں، موٹر سائیکلوں اور نقدی اور سونے کے انعامات کے چکّر میں محصور ایک مذاق بنا کر رکھ دیا گیا ہے۔ یہ سب ہو رہا ہے اور نہ حکومت کے کان پر جوں رینگتی ہے، نہ پیرِ مغاں خوابِ غفلت سے بیدار ہوتا ہے اور نہ علما اور دینی حلقے ہی رمضان کی اس بے حُرمتی پر احتجاج کناں ہیں۔ دو ایک علما، سیاسی رہنماؤں اور چند صحافیوں کو چھوڑ کر کوئی دکھائی نہیں دیا جو اس کے خلاف آواز اٹھائے۔ ہم اس نظریاتی یلغار کو تحریکِ پاکستان کے اصل مقاصد پر ایک کاری ضرب اور حملہ سمجھتے ہیں۔

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِيْ مَنْ هُوَ مُسْرِفٌ كَذَّابٌ ۝۲۸ يٰقَوْمِ لَكُمُ الْمُلْكُ الْيَوْمَ ظٰهِرِيْنَ فِي الْاَرْضِ ۡ فَمَنْ يَّنْصُرُنَا مِنْۢ بَاْسِ اللّٰهِ اِنْ جَآءَنَا ۭ قَالَ فِرْعَوْنُ مَآ اُرِيْكُمْ اِلَّا مَآ اَرٰى وَمَآ اَهْدِيْكُمْ اِلَّا سَبِيْلَ الرَّشَادِ ۝۲۹ وَقَالَ الَّذِيْٓ اٰمَنَ يٰقَوْمِ اِنِّىْٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ مِّثْلَ يَوْمِ الْاَحْزَابِ ۝۳۰ مِثْلَ دَاْبِ قَوْمِ نُوْحٍ وَّعَادٍ وَّثَمُوْدَ وَالَّذِيْنَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ ۭ وَمَا اللّٰهُ يُرِيْدُ ظُلْمًا لِّلْعِبَادِ ۝۳۱ (سورۃ غافر: آیات، ۲۸ تا ۳۱)

☆ دوسرا خطرہ پاکستان میں بیرونی مداخلت کا ہے جو نظریاتی کے ساتھ ساتھ معاشی اور سیاسی میدانوں میں بھی روز افزوں ہے۔ امریکا، مغربی اقوام، بھارت اور کچھ دوسرے ممالک اپنے اپنے مقاصد کے لیے ہر ممکن محاذ پر سرگرم ہیں۔ حکومتیں اور ان کی ایجنسیاں بھی اور بیرونی امداد پر پلنے والی بیرونی اور ملکی این جی اوز بھی۔

آج Hard Power (فوجی قوت) سے بھی بڑا خطرہ Soft Power (ابلاغِ عامہ کی جملہ قوت) بن گئی ہے اور ہماری حکومت اور سیاسی اور دینی جماعتوں کو اس خطرے کا یا پورا ادراک نہیں یا پھر وہ مصلحتوں کا شکار اور قوم کے حیات افروز مفادات کے بارے میں مجرمانہ غفلت برت رہے ہیں۔

☆ تیسرا بڑا مسئلہ اچھی حکمرانی کا فقدان اور شخصی پسند و ناپسند اور ذاتی مفادات کے حصول کی خاطر دستور، قانون، اداروں اور مسلّمہ ضابطہ ہائے کار کی خلاف ورزی بلکہ بہیمانہ پامالی ہے۔ اس نے بدعنوانی اور کرپشن کا طوفان برپا کر دیا ہے۔ قومی وسائل ضائع ہو رہے ہیں اور ضرورت کو پورا کرنے کے نام پر قرضوں کا بوجھ بڑھ رہا ہے۔ جس کا نتیجہ ہے کہ آج مرکزی بجٹ میں قرضوں پر سود کی ادائیگی ہی خرچ کی سب سے بڑی مد بن گئی ہے۔ ٹیکس کی آمدنی کا ایک تہائی صرف سود کی ادائیگی کی نذر ہو رہا ہے، جو دفاعی اخراجات سے بھی تقریباً دگنی ہے۔ اس کے برعکس اندازہ ہے کہ کرپشن کی وجہ سے جو نقصان ملک کو ہو رہا ہے، وہ ۸۰ کھرب روپے سالانہ سے بھی زیادہ ہے، جو پورے وفاقی بجٹ سے دوگنے کے لگ بھگ ہے۔

حکومت کی ترجیحات میں نمایشی منصوبے مرکزیت رکھتے ہیں، جب کہ عوام کی حقیقی ضرورتوں: خوراک، صاف پانی، تعلیم، صحت، رہایش پر خاطر خواہ توجہ نہیں دی جا رہی ہے۔ معیشت کا پورا نظام سرمایہ دارانہ اصولوں پر چلانے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ معاشی ترقی کا جو تصور چھایا ہوا ہے، اس کا فائدہ زیادہ سے زیادہ ۱۰ فی صد آبادی کو مل رہا ہے، جب کہ ۹۰ فی صد عوام محروم ہیں۔ دولت کی عدم مساوات روز افزوں ہے۔ غربت میں کمی نظر نہیں آ رہی، بے روزگاری میں اضافہ ہوا ہے۔ توانائی کا بحران حسب سابق ہے۔ زراعت رُوبہ زوال ہے۔

صنعت کی ترقیاتی رفتار ٹھیری ہوئی ہے، البتہ اسٹاک ایکسچینج میں بہار آئی ہوئی ہے اور بنکوں کے وارے نیارے ہیں۔ 'عالمی مالیاتی فنڈ' (آئی ایم ایف) کی ایک تازہ ترین رپورٹ یہ کہنے پر مجبور ہوئی ہے: ''دنیا میں جن دو ملکوں میں بنک سب سے زیادہ منافع کما رہے ہیں وہ پاکستان اور کولمبیا ہیں۔'' گزشتہ سال جب زراعت کی پیداوار کا گراف نیچے گرا ہے، اور بڑی صنعت ۲ فی صد کی شرح سے بڑھی ہے، بنکوں کا منافع ۲۵ فی صد سے ۴۰ء۷ فی صد تک رہا ہے اور وہ بھی اس عجیب و غریب سرمایہ کاری کے نتیجے میں کہ بنکوں کے وسائل ۹۰ فی صد حکومت کی سیکوریٹز اور بانڈز میں لگا ہوا ہے اور صنعت اور تجارت میں ان کی سرمایہ کاری ۱۰ فی صد سے بھی کم ہے۔

بنکوں کے چیف ایگزیکٹوز کی تنخواہوں پر نگاہ ڈالیں تو آنکھیں کھلی کی کھلی رہ جاتی ہیں۔ یونائیٹڈ بنک لمیٹڈ کے چیف ایگزیکٹو کی تنخواہ ایک کروڑ ۱۵ لاکھ روپے ماہانہ ہے۔ مسلم کمرشل بنک کے منتظم اعلیٰ کو ۴۵ لاکھ روپے ماہانہ تنخواہ مل رہی ہے۔ الائیڈ بنک کے سربراہ کی تنخواہ ۴۴ لاکھ ماہانہ ہے اور حبیب بنک کے سربراہ کی ۳۰ لاکھ روپے ماہانہ ہے، جب کہ ملکی آبادی کا ۶۰ فی صد اوسطاً ۶ ہزار روپے ماہانہ اور ۳۰ فی صد اوسطاً صرف ۳ ہزار روپے ماہانہ کما رہا ہے۔ یہ ہے وہ معاشی دہشت گردی جس کی آماج گاہ پاک وطن بن چکا ہے۔

یہ وہ حالات ہیں جن کے نتیجے میں پاکستان آج صرف سیاسی اور معاشی بحران ہی کا شکار نہیں، نظریاتی، اخلاقی اور تہذیبی انتشار میں بھی مبتلا ہے، جس کی شدت روز بروز بڑھ رہی ہے۔ آج حالات کی اصلاح کے لیے اسی طرح کی ایک ہمہ جہتی نظریاتی اور جدوجہد کی ضرورت ہے، جیسی برعظیم کے مسلمانوں کو برطانوی حکومتوں اور بھارتی سامراج سے نجات دلانے کے لیے علامہ اقبال کی فکری اور قائداعظم کی سیاسی رہنمائی میں برپا ہوئی تھی۔

قومی یک جہتی کی ضرورت:

ہر زبان پر یہ سوال ہے کہ اصلاح کا راستہ کیا ہے؟

ہماری نگاہ میں نہ فوج کی سیاسی مداخلت پاکستان کے حالات کو درست کرسکتی ہے اور نہ تشدد اور لُوٹ مار کی سیاست۔ ملکی سیاست میں تصادم اور تلخی جس حد کو پہنچ گئی ہے، وہ صرف سیاست ہی نہیں بلکہ ریاست اور ملک کے وجود کے لیے بھی خطرہ بنتی جارہی ہے۔ حکومتوں کی آمرانہ روش تنگ دلی، تنگ نظری اور مفاد پرستی حالات کو بگاڑ رہی ہے اور اداروں کی کمزوری اور باہم آویزش حالات کو اور بھی مخدوش بنارہی ہے۔ ایک طرف عوام کی حالت روز بروز خراب ہورہی ہے تو دوسری جانب معاشی بگاڑ کم ہونے میں نہیں آرہا۔ توانائی کے بحران میں کوئی کمی نہیں ہورہی۔

وسائلِ حیات کی قلت اور مہنگائی نے عوام کی زندگی دوبھر کردی ہے تو دوسری طرف لاقانونیت کا دور دورہ ہے۔ ضربِ عضب اور دہشت گردی کے خلاف نیشنل ایکشن پلان، نے کچھ علاقوں میں بہتری پیدا کی ہے، بحیثیت مجموعی حالات ابھی گرفت میں نہیں ہیں اور اس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ مسئلے کا حل صرف فوجی قوت کا استعمال نہیں۔ مناسب حد تک فوجی قوت کا استعمال اور ریاست کی رِٹ قائم کرنے کے تمام ضروری اقدامات اپنی جگہ بہت اہم، لیکن سیاسی فضا کی بہتری اور سب سے زیادہ اندازِ حکمرانی کی درستی اور اداروں کو سیاسی مداخلت اور مفاد پرستوں کی گرفت سے آزاد کر کے اہلیّت اور قانون کی حکمرانی اور ضابطہ کار کے احترام کی بنیاد پر متحرک اور مؤثر کیے بغیر تبدیلی اور اصلاح محال ہے۔

کس قدر صدمے اور شرم کی بات ہے کہ سیاست اور جرم اس طرح شیر وشکر ہوگئے ہیں اور ہر سطح پر یوں جلوہ گر ہیں کہ انسان حیران رہ جاتا ہے۔ ایک ماڈل گرل کو رنگے ہاتھوں پکڑے جانے کے باوجود چار مہینے بڑے نازنخروں کے ساتھ زیرحراست رکھا جاتا ہے اور عدالت میں روز روز کی پیشیاں ایک تماشا بنادی جاتی ہیں، مگر اس کے باوجود چارج شیٹ نہیں کیا جاتا کہ جن پر ضرب پڑتی ہے وہ قانون سے بالا اور ایک دوسرے کے محافظ ہیں۔

یہی وہ حالات ہیں جو پاکستان کی سیاست پر لوگوں کو تین حرف بھیجنے کا راستہ دکھاتے ہیں یا سیاست کی بساط

لپیٹ دینے والوں موقع فراہم کرتے ہیں۔

اس لیے اس امر کی ضرورت ہے کہ ملک کے وہ تمام عناصر جو حالات سے غیر مطمئن ہیں، بگاڑ کے اسباب پر متفق ہیں اور اصلاح کے خواہاں ہیں، وہ مل جل کر سیاسی جدوجہد کے ذریعے نظام کو دستور کے دائرے میں رہ کر بدلنے کے لیے سرگرم ہوں۔ اس مقصد کے لیے بگاڑ کے ایک ایک سبب کو دُور کرنا ہوگا اور یہ اسی وقت ممکن ہوسکتا ہے، جب عوام کو متحرک اور منظّم کیا جائے اور عوامی تائید سے اقتدار ایک ایسی قیادت کو سونپا جائے جس کا دامن پاک ہو، جو اعلیٰ صلاحیتوں کی حامل ہو، جس کا تعلّق مفاد پرست طبقوں سے نہ ہو، بلکہ جو عوام میں سے ہو، جو عوام کے سامنے جواب دہ ہو، اور عوام کے مسائل کو حل کرنے کا جذبہ اور صلاحیت رکھتی ہو۔

قوم میں یہ صلاحیت موجود ہے اور وہ بار بار اس کا مظاہرہ کر چکی ہے۔ ضرورت صحیح مقصد اور منزل کا تعیّن اور جماعتی اور گروہی تعصّبات سے بالا ہو کر تمام محبِّ وطن عناصر کو ایک مؤثر اور متحرک پلیٹ فارم پر جمع کرنے کی ہے۔ آسمان سے فرشتے نہیں اُتریں گے، قوم کو خود اپنے معاملات کی اصلاح کے لیے اپنے میں سے اچھے لوگوں کو آگے لانا ہوگا۔ یہی راستہ صحت مند تبدیلی کا راستہ ہے۔ اسی کو اختیار کر کے ہم خوشحال اسلامی پاکستان کی طرف پیش قدمی کر سکیں گے۔

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْاٰخِرَ وَذَكَرَ اللّٰهَ كَثِيْرًا ﴿٢١﴾ وَلَمَّا رَاَ الْمُؤْمِنُوْنَ الْاَحْزَابَ ۙ قَالُوْا هٰذَا مَا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَصَدَقَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ ۡ وَمَا زَادَهُمْ اِلَّآ اِيْمَانًا وَّتَسْلِيْمًا ﴿٢٢﴾ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ ۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّنْتَظِرُ ۖ وَمَا بَدَّلُوْا تَبْدِيْلًا ﴿٢٣﴾ لِّيَجْزِيَ اللّٰهُ الصّٰدِقِيْنَ بِصِدْقِهِمْ وَيُعَذِّبَ الْمُنٰفِقِيْنَ اِنْ شَآءَ اَوْ يَتُوْبَ عَلَيْهِمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿٢٤﴾ وَرَدَّ اللّٰهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِغَيْظِهِمْ لَمْ يَنَالُوْا خَيْرًا ۭ وَكَفَى اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ الْقِتَالَ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ قَوِيًّا عَزِيْزًا ﴿٢٥﴾ (سورۃ الاحزاب: آیات ۲۱ تا ۲۵)

(پروفیسر خورشید احمد صاحب۔ مدیر اعلیٰ عالمی ترجمان القرآن۔ لاہور۔)

نوٹ: اس مضمون میں آیات کا اضافہ مرتب کی طرف سے ہے اور مقالہ نگار پروفیسر خورشید احمد صاحب مقیم لندن سے فون پر اس کی اجازت لی گئی ہے۔ اس مضمون میں بھارت سے متعلق باتوں اور مندرجات سے مرتب کا مضمون نگار سے کلّی اتفاق ضروری نہیں ہے، محض مثال کے طور پر پاکستان کے تعلق سے مولانا مودودیؒ کی دور اندیشی اور ایک مومن کی بصیرت کا صحیح اندازہ لگانے کے لیے یہ مضمون اس کتاب میں بطور ضمیمہ شامل اشاعت کیا گیا ہے۔ (مرتب: احمد ابوسعید)

ضمیمہ (۴)

ڈی عبدالکریم میسوری

الجہاد فی الاسلام میں حوالہ جاتی کتب کی کتابیات

مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ کی کتاب ''الجہاد فی الاسلام''، جوانھوں نے ۲۳ رسال کی عمر میں دوران قیام دہلی ،جبکہ وہ ''الجمعیۃ'' کے چیف ایڈیٹر تھے تصنیف کی۔ اس دور میں ان کے عربی اور انگریزی کتب کے مطالعہ کی وسعت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ جبکہ اس وقت کے بڑے بڑے علماء اور سیاسی وسماجی وملی رہنما مطالعہ کے معاملہ میں مولانا مودودیؒ کے مقابلہ میں کیا حقیقت رکھتے تھے۔ یہ خوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

(۱) قرآن مجید (۲) ابن ِ ماجہ (۳) صحیح مسلم (۴) صحیح بخاری (۵) ابوداؤد (۶) ترمذی (۷) نسائی (۸) مسند احمد (۹) موطّا امام مالک (۱۰) بدائع الصنائع (۱۱) فتح الباری (۱۲) فتوح البلدان (بلاذری) (۱۳) معارف ابنِ قتیبہ (۱۴) طَبری (۱۵) ابن اثیر (۱۶) ابن ابی حاتم (۱۷) تفسیر ابن کثیر (۱۸) تفسیر کشّاف (۱۹) تفسیر امام رازی (۲۰) عقد الجید (۲۱) طبقات ابن سعد (۲۲) اسد الغابہ (۲۳) آثار الصنادید (۲۴) بدایہ (۲۵) فتح القدیر (۲۶) کتاب الخراج (۲۷) نہایہ (۲۸) مبسوط (۲۹) ردالمحتار (۳۰) عنایہ شرح ہدایہ (۳۱) برہان شرح مواہب الرحمان (۳۲) درمختار (۳۳) فتح المنان (۳۴) سیرت ابن ہشام (۳۵) توراۃ (۳۶) انجیل (۳۷) تلمود

BIBLIOGRAPHY OF AL- JIHAD FIL ISLAM

From English Books And Magzenes

(1) History of Europeon Morals, by William Edward Hartpole Lecky(2) Rad al-Mukhtar, vol.2 (3) Inayah, SharaH Hidayah,vol.8(4) Burhan ,Sharah Muahib al-Rahman, vol.2 (5) Burhan, Sharah Muahib al-Rahman, vol.3 (6) Durr al- Mukhtar, vol.3(7) Fatah al- Bayaan, vol.4(8) Ibn Katheer, vol.4(9) Ibn Hisham(10) Asad al-Ghaaba,vol.3(11) Ibn Atheer (Egyptian Edition), vol.2(12) The Bible(13) Tabaqaat(14)

Guru Prasad Sen. An Introduction to the Study of Hinduism(15) Alfred Lyall, Religious Systems of the World(16) Census Report, Baroda, 1901 (17) English translation of Vedas by Relph T.H. Griffith and Max Muller (18) Dr. Rajendralala Mitra, Indo-Aryans (19) Prof. Maurice Mloomfield, The Religion of the Veda(20) Prof, Arthur Anthony Macdonell, A History of Sanskrit Literature(21) Ralph T.H. Griffith, The Texts of the White Yajurveda (22) Bal Gangadhar Tilak, Srimad Bhagavad Gita Rahasya (23) Urdu translation Srimad Bhagavad Gita, by Mr.Shanti Narayan Lahori (24) English translation and exegesis of Gita by Mr .Kashinath Trimbak Telang (1882) (25) Sir William jones,Institutes of Hindu Law: or The Ordinances of Manu....(26) Translation of Law of Manu by Dr.Arthur Coke Burnell, completed edited and publishef by Prof. Edward w. Hopkins in 1894.(27) Prof E.Washburn Hopkins, The Cambridge History of India vol.1.(Edited by E.J.Rapson,1922edition) (28) Prof .Ernest Binfield havel, The History of Aryan Rule in India (29) Georg Buhler, Gautama Dharmasastra;Apastamba Dharma-sutra;Vasishtha Dharmasastra (30) Zenaide Alexeievna Ragozin ,Vedic India as Embodied principally in the veda (31) Prof Edward lames Rapson,The cambridge History of India, vol1,vol 4, Ancient India (32) Davids T.W. Rhys, Buddhist Suttas(33) Editor' s preface by Max Muller, The Sacred Book of the Bhuddhists (34) H. Hackman, Buddhism as a Religion(35) T.W. Rhys Davids &Oldenberg Hermann, Vinaya Texts(36) davids, T.W. Rhys &Oldenberg Hermann, Vinaya Texts, part 1(37) saint-Hilaire ,J.Barthlemy ,The Buddha and his Religion(38) A.Smith, Vincent, The Early History of India (39) Hackman , Heinrich Friedrich Buddhism as a Religion (40) Milman, Henry Hart ,The History of Christianity (41) Dummelow, john Roberts, A Commentary on the Holy Bible by Various Writers (42) M'Crie, Thomas,History of the progress and Suppression of the Reformation in Spain an tha Sixteenth Century(43) Lawrence ,Thomas Joerph, The Principles of International law(44) Nippold, Otfried,The Development of International law After the World War(45) Prince Sixte de Bourbon

Austrai's peace offers 1916-1917(46) david Watson ,Georges Clemenceau: A political Biography(47) Morgan, J.H.The War Book of the German General Staff (a translation of the booklet Kriegsbrauch im Landkriege)(48) Nippold, Otfried,The Development of International law After the World War(49) Clausewitz ,Carl von; vom Kriege (On War), vol.1, p2-3,translatied into English from german by Col.J.J. Graham(50) Revue des Deux Mondes, (1882) (51) Scott, James brqn,The Hague Conventions and Declarations of 1899 and 1907 (52) Baty, taomas&Morgan,John hartman,War: its conduct and Legal Results (53) maurice,J.F., Hostilities without declaration of War (54) Scott,James broqn, The proceedings of the Hague Conferences :The Conference of 1907,vol.1(55) Birkenhead, Fredric Edwin Smith , International Law (revised and enlarged by J.Wylie)(56) Holland, Thomas Erskine, The law of War on land(57) garner, james Wilford,International Law and the Wolrd War, Vol.1(58) birkenhead,fredric Edwin Smith ,International Law,(6th Edition), edited by Ronw,Moelwyn Hughes(59) Clausewitz ,Karl von ;Vom Kriege (On War), Voll,11,p.85,translated into english from German by Col.J.J. Graham,(60) Westlake John , Chapters on the Principal of International Law(61) Wharton ,Francis A Digest of the International law of the United Atates, Vol.111(62) wheaton, Henry; elements of International law(63) Manning ,William Oke ; Commentaries on tha law of Nation(64) Hall, William Edward; International law

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

احمد ابوسعید

اختتامی کلمات

میں صمیم قلب سے اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہوں کہ اپنے محسن خاص، امام العالم وقائد اعلیٰ مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ کی حیات اور خدمات، ماہ وسال کے آئینے میں یعنی سوانح حیات کو ایک کتابی شکل دینے اور ممکنہ اختصار کے ساتھ منظر عام پر لانے کا جو کٹھن کام نومبر 1998ء میں مکمل کر کے اشاعت اول کی شکل میں شائع کیا تھا۔ اس کی مقبولیت کو دیکھ کر اس کتاب میں کچھ اضافوں کے ساتھ اس کی اشاعت دوم کا کام نومبر 1999ء میں کیا۔ اشاعت اول جملہ 120 صفحات اور اشاعت دوم 130 صفحات پر مشتمل تھی اس کتاب جلد دوم کا تلگو زبان میں ترجمہ پہلے مارچ 2007ء میں اشاعت اول اور پھر کچھ مزید اضافوں کے ساتھ نومبر 2013ء اشاعت دوم تلگو زبان ہی میں منظر عام پر آئی اور بہت مقبول بھی ہوئی۔ الحمد للہ۔

امام العالم سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ کی عظیم شخصیت پر الحمد للہ دنیا کی ہر معروف زبان میں بیشتر افراد نے بہت کچھ لکھا ہے۔ اردو میں موجود مولانا مودودی پر لکھی گئی ہند اور پاک کی تقریباً تمام کتابیں میری ذاتی لائبریری میں موجود ہیں۔ مولانا مودودیؒ کی قرآن پاک کی تفسیر ''تفہیم القرآن'' اور ملت اسلامیہ اور تمام دنیا میں موجود انسانوں کی خیر خواہی پر لکھی گئی تحریروں سے استفادہ کرتے ہوئے میرے اپنے سلسلۂ سوانح سید مودودیؒ میں مزید مفید کام کا سلسلہ جاری تھا اور اسی سلسلہ کی تکمیل کے لئے احقر مرتب نے کئی اسفار کی سعادت بھی حاصل کی۔ اس میں نمبر ① حج بیت اللہ مکہ مکرمہ وزیارت مسجد نبویؐ مدینہ منورہ، مزید تین حج اور پانچ عمرے ② مولانا مودودیؒ کے سفر نامہ ارض القرآن کی اتباع میں بیت المقدس، اردن اور فلسطین کا۔ مارچ 1914ء میں دس روزہ سفر ③ جون 2015ء دارالاسلام پٹھان کوٹ کے خصوصی سفر کے علاوہ اورنگ آباد، جبل پور، بھوپال، دہلی کا سفر، حیدرآباد دکن کی تصاویر کے ساتھ ان تمام مقامات کی تصاویر جہاں جہاں مولانا مودودیؒ نے ہندوستان میں قیام کے دوران سفر کئے، کتاب میں تذکرہ و تصاویر موجود ہیں۔ مولانا مودودیؒ کا ستمبر 1947ء کے بعد کا زمانہ مولانا مودودیؒ کا پاکستان میں گزرا، اور مرتب کو آج تک پاکستان کے سفر کا موقع نہ مل سکا، اس سلسلہ کی تصاویر اور تحریر پاکستانی کتابوں اور انٹرنیٹ کی مدد سے لی گئی ہیں جو شامل کتاب ہیں۔ ڈسمبر 2015ء میں جماعت اسلامی ہند کے کل ہند اجتماع ارکان حیدرآباد دکن میں ایک اشاعت

جلد اول کے نام سے شائع ہوئی تھی جو کافی مقبول ہوئی۔ اس کے کل صفحات مع تصاویر 260 تھے جس میں عمر 37 سال کی حیات تک کی خدمات کا تذکرہ ہے۔ کام کو مزید مفید بنانے کے لئے الحمدللہ برطانیہ یونائیٹڈ کنگ ڈم، UK کا ④ سفر اور پروفیسر خورشید صاحب سے خصوصی ملاقات، اسلامک سنٹر مارک فیلڈ میں قیام پھر ایک اسی دوران لندن سے ترکی، واستنبول (قسطنطنیہ) کا سفر بھی اس اشاعت میں شامل ہے۔ ان تمام وجوہات، میری دیگر مصروفیات، صحت کی کمزوری اور کئی دیگر وجوہات کی بنا پر اس کام کی تکمیل میں مزید چار سال چار ماہ بعد آج (یکم محرم الحرام ۱۴۴۰ھ مطابق یکم ستمبر ۲۰۱۹ء) یہ کام پایۂ تکمیل کو پہونچا۔ اور اب یہ کتاب مکمل 590 صفحات مشتمل ہے جس میں تصاویر کے کم وبیش 50 صفحات ہیں۔ جس طرح جملہ 640 صفحات پر مشتمل یہ کتاب الحمدللہ آپ کے ہاتھ میں موجود ہے۔

بہر حال اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا سراسر فضل وکرم ہے کہ اس نے مجھ جیسے حقیر بندے سے اپنے ایک عظیم بندے کی حیات وخدمات کو مرتب کر کے شائع کرنے کا شرف عطا فرمایا۔ اس کتاب میں جو کچھ صحیح اور برحق ہے وہ اللہ کی ہدایت ورہنمائی کی بدولت ہے۔ اور جہاں کہیں حیات وخدمات کو پیش کرنے میں غلطی وسہو ہوا ہے وہ میرے علم وفہم کا قصور ہے۔ میری غلطیوں پر اصحاب علم ونظر مجھے متنبہ فرمائیں میں ان شاءاللہ اس کی اصلاح کرلوں گا۔

اشاعت جدید (ڈسمبر 2020ء):

الحمد للہ عصر حاضر کے ''امام العالم وقائد اعلیٰ مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ'' کی اشاعت ستمبر 2019ء کی رب کائنات کے فضل وکرم سے میری توقع سے زیادہ مقبولیت ملی، جس پر میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا صمیم قلب سے حمد وشکر بجالاتا ہوں۔ اللہ سے دعا ہے کہ اس سعی کو میرے لیے مغفرت کا ذریعہ بنائے۔ اس اشاعت کے بعد جن اہل علم و دانشور حضرات نے پروف ریڈنگ کی اہم ذمہ داری نبھائی ہے ان میں بالخصوص محترم حافظ عبداللطیف اثری صاحب، شیخ التفسیر والحدیث مؤناتھ بھجن، یوپی، جناب انجینئر لیاقت علی صاحب، رکن جماعت اسلامی ہند وسابق معاون امیر حلقہ، اور محترم حافظ مفتی سید آصف الدین ندوی قاسمی صاحب کا ممنون ومشکور ہوں۔

خاکسار
احمد ابوسعید (مرتب)
حیدرآباد دکن

یکم رجمادی الاول ۱۴۴۱ھ
مطابق ۲۰رڈسمبر ۲۰۲۰ء

یادداشت

یادداشت

____

____

____

____

____

____

____

____

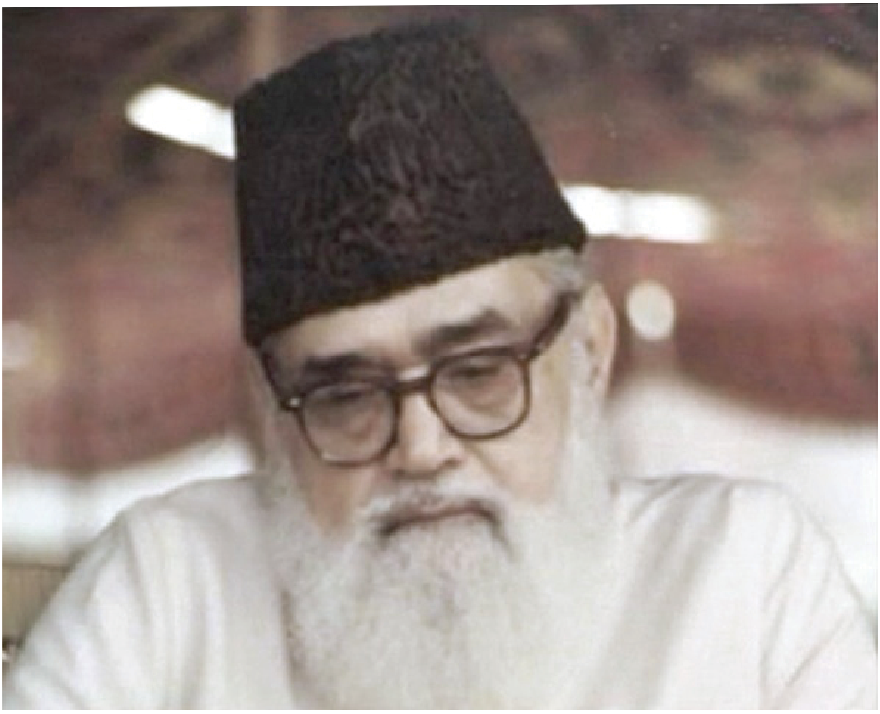
____

____

____

____

____



عصر حاضر کے امامُ العَالَم وقائد اعلیٰ

سیّد ابوالاعلیٰ مودودی رحمۃ اللہ علیہ

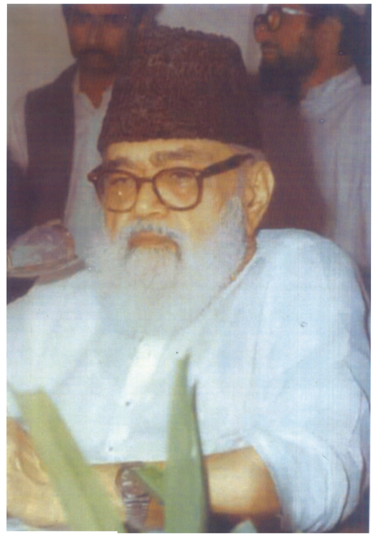
حیات وخدمات، ماہ وسال کے آئینہ میں

حصۂ دوم

ستمبر 1947ء تا ستمبر 1979ء

مرتب: احمد ابوسعید







احمد صادق صاحب سیّد مودودیؒ کا
استقبال کرر ہے ہیں۔

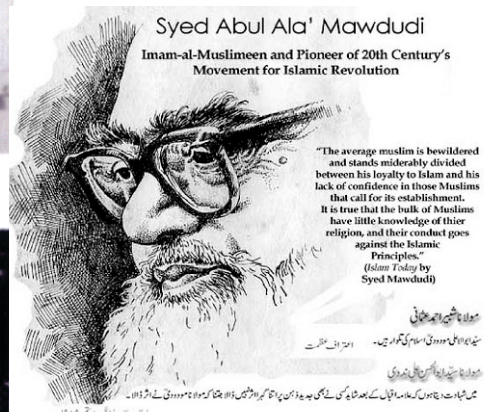






26 ستمبر 1963ء

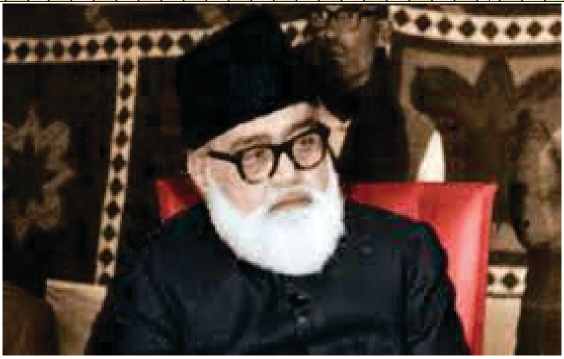
بوقت پونے چار بجے عصر۔ پشاور ائیر پورٹ پر جہاز اترنے کے بعد مفکرِ اسلام سیّد مودودیؒ





عبدالرحمٰن صاحب سیّد مودودیؒ کا استقبال کرتے ہوئے، ہار پہنا رہے ہیں۔





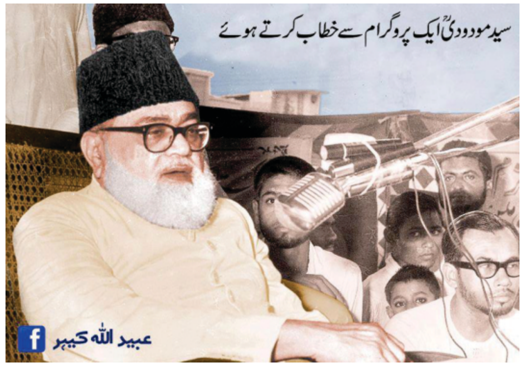


مولانا مودودیؒ ، چودھری رحمت الٰہی اور پروفیسر غلام اعظم



مولانا مودودیؒ کے ساتھ شیخ مجیب الرحمٰن ، نصر اللہ خاں اور نور الامین





سید مودودیؒ ایک پروگرام سے خطاب کرتے ہوئے





منصورہ میں مولانا ماہر القادری اپنی مشہور نظم ''قرآن کی فریاد'' سنا رہے ہیں، سید مودودیؒ بھی موجود ہیں



صدر ایوب خان نصر اللہ خان اور مولانا مودودیؒ



پریس کانفرنس: باری ملک صاحب سیّد مودودیؒ سے سوالات کے جوابات حاصل کررہے ہیں۔ جبکہ سیّد کے عقب میں مولانا معین الدینؒ کھڑے ہیں۔ محفل کے شرکاء کے چہروں پر مسرت کی کیفیت نمایاں ہے۔



مولانا مودودیؒ اور جمعیت کے رکن کے ساتھ ایک اجتماع گاہ میں



مولانا مودودیؒ اپنے آفس میں امام کعبہ کے ساتھ



مولانا مودودیؒ امام کعبہ کے ساتھ



سید مودودیؒ شاہ فیصل سے ملاقات کے دوران



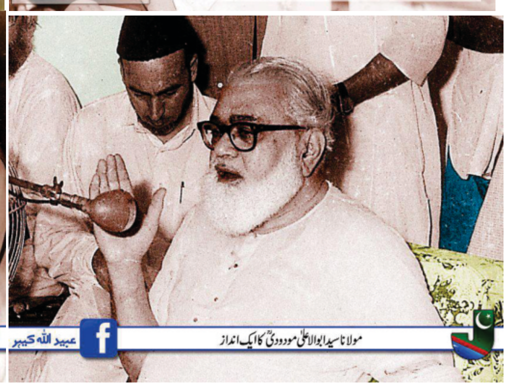
1978ء...... امام کعبہ شیخ عبدالعزیز بن عبداللہ مولانا مودودیؒ سے ملاقات کررہے ہیں



سید مودودیؒ ایک ریڈیو انٹرویو دیتے ہوئے



سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ کی نوابزادہ نصر اللہ کے ساتھ ایک یادگار تصویر



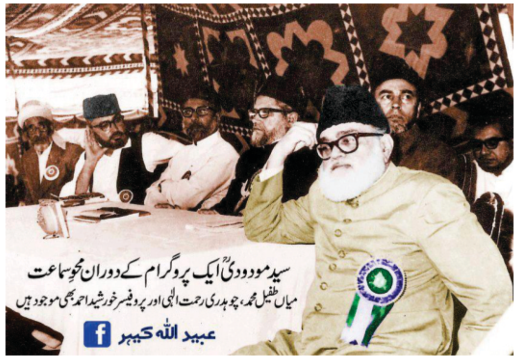
مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ کا ایک انداز



سید مودودیؒ پاکستان کے عام انتخابات میں اپنا ووٹ ڈالتے ہوئے



سید مودودیؒ ایک ٹرین مارچ کے دوران



سید مودودیؒ ایک پروگرام کے دوران محوِ سماعت
میاں طفیل محمد، چوہدری رحمت الٰہی اور پروفیسر خورشید احمد بھی موجود ہیں

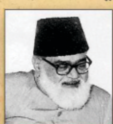


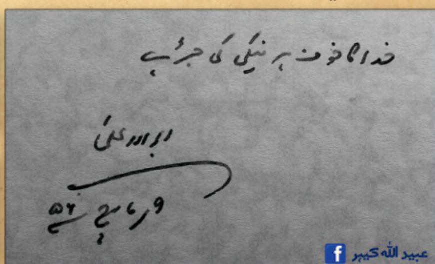
مولانا مودودیؒ، ڈاکٹر نذیر شہید اور پروفیسر خورشید احمد کی ایک یادگار تصویر



لاہور 31 مئی 1970ء : سید مودودیؒ کاروانِ شوکتِ اسلام کی قیادت کرتے ہوئے

1956ء میں ایک سولہ سالہ نوجوان نے لاہور میں مولانا مودودیؒ سے یہ آٹوگراف لیا تھا



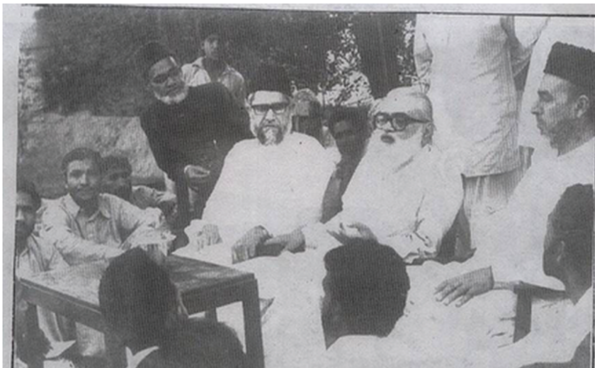




اس نوجوان کولوگ آج ''مستنصر حسین تارڑ'' کے نام سے جانتے ہیں



مولانا مودودیؒ دو بلوچوں کے درمیان
ظفر جمال بلوچ اور لیاقت بلوچ



یکم نومبر ۱۹۷۲ء کو میاں طفیل محمد کے بطور امیر جماعت حلف اٹھانے کے بعد مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی حاضرین سے خطاب کر رہے ہیں قیم جماعت چوہدری رحمت الٰہی ' مولانا مودودی کے بائیں طرف تشریف فرما ہیں۔



سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ آیت اللہ خمینی کے نمائندے انجینئر محمد کو اپنی کتاب پیش کررہے ہیں، اور یہاں قاضی حسین احمد بھی موجود ہیں













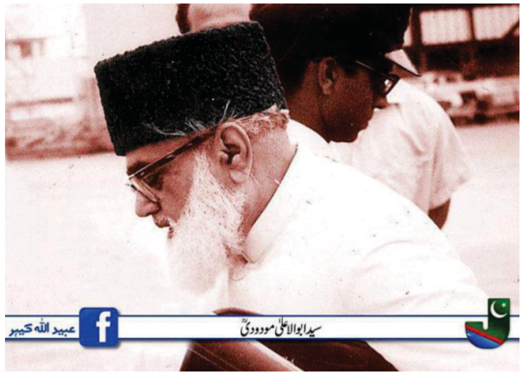




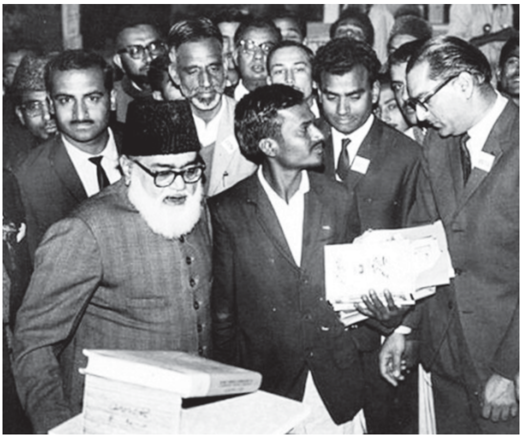
سید ابو الاعلیٰ مودودی

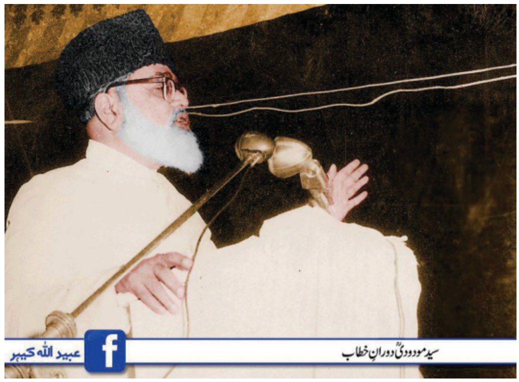


سید مودودیؒ اور چوہدری رحمت الٰہی ، ایک ملاقات کے دوران



سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ





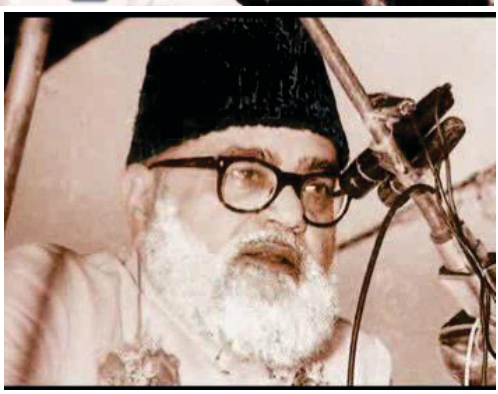
سید مودودیؒ دورانِ خطاب

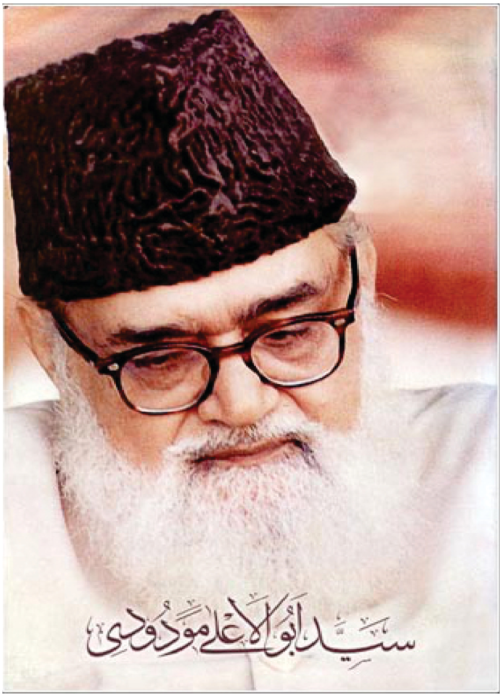


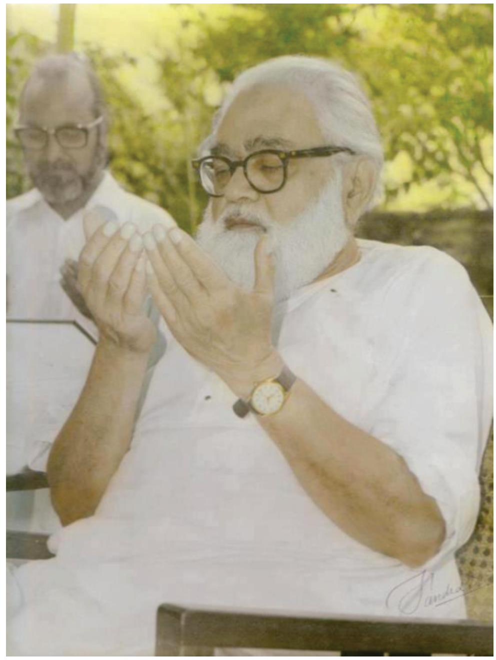


سید مودودیؒ ایک ٹرین مارچ کے دوران

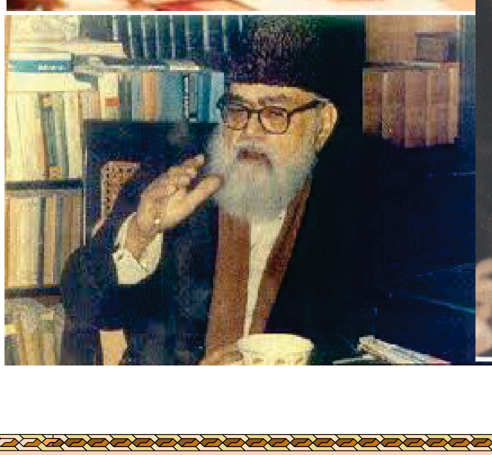


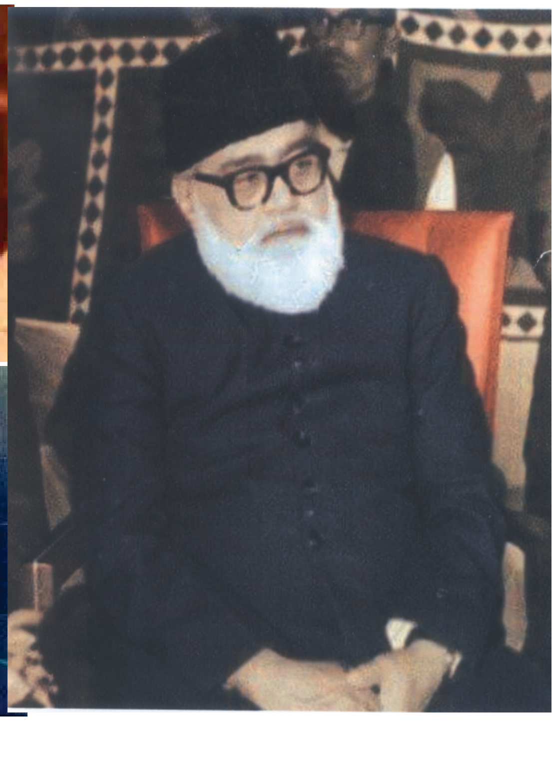



سید ابو الاعلیٰ مودودی









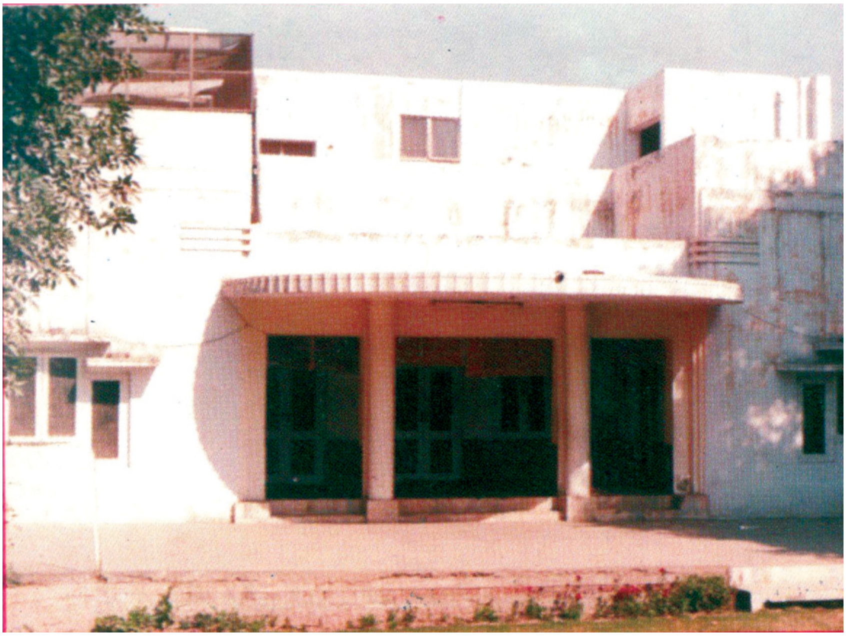
جنازة ابو الاعلى مودودي ١٩٧٩







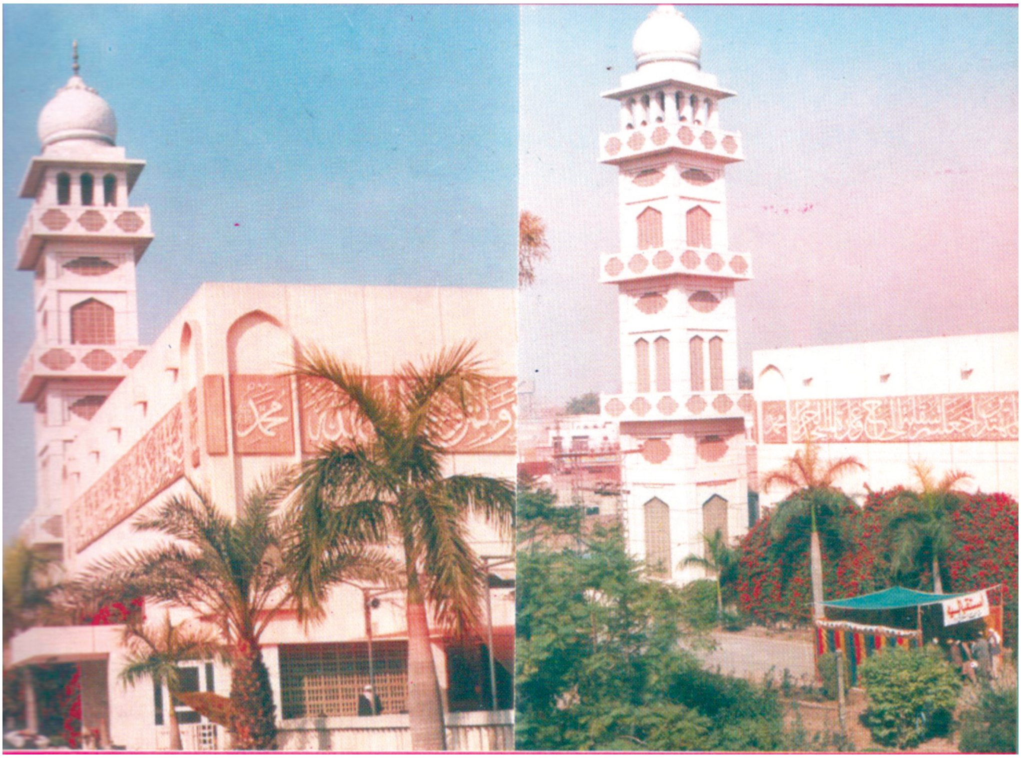
مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ کی پاکستان میں قیام گاہ اور موت کے بعد آخری آرام گاہ



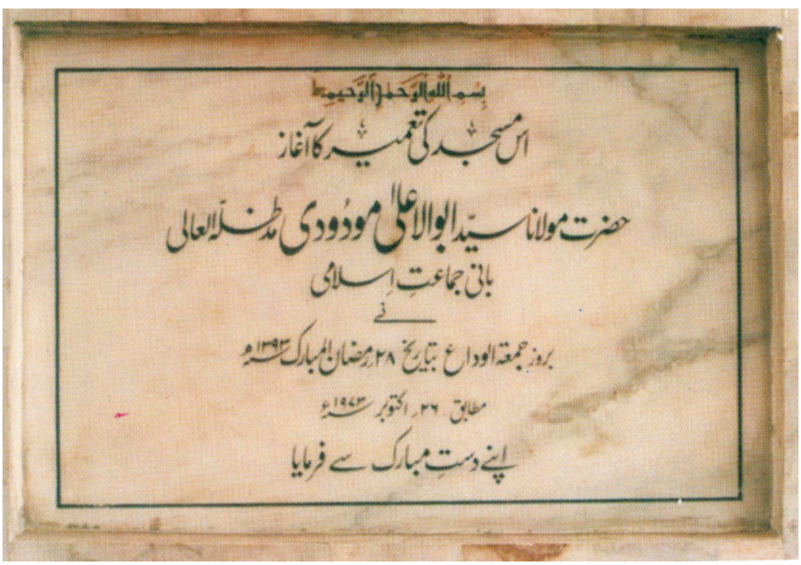
اے ذیلدار پارک اچھرہ۔ لاہور۔ مولانا مودودیؒ کی قیام گاہ



اے ذیلدار پارک میں عصری مجلس کی نشست گاہ جس کے ایک گوشہ میں مولانا آسودۂ خاک ہیں۔



جامع مسجد، منصورہ، لاہور



سنگ تاسیس جامع مسجد منصورہ، لاہور



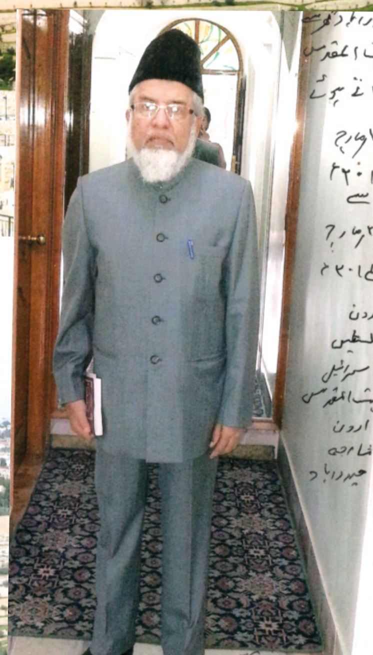
جماعت اسلامی پاکستان کے مرکزی دفاتر۔ بیرونی منظر



ادارہ معارف اسلامی، منصورہ، بیرونی منظر

سفرنامہ ارض القرآن جس میں مولانا ابوالاعلیٰ مودودیؒ نے ان مقامات کی زیارت کی جن کا ذکر قرآن مجید میں موجود ہے۔
مرتب کتاب ہذا (احمد ابوسعید) نے بھی مولانا مودودیؒ کی اتباع میں ان میں سے اکثر مقامات کے سفر کی سعادت حاصل کی۔








باب الداخل -
بیت المقدس
۱۷ مارچ ۲۰۱۴ء
(۱) احمد الجسعید - حیدرآبادی
(۲) محمود الرحمٰن فاروقی ندوی - اورنگ آبادی


بیت المقدس کا بیرونی منظر مسجد صخرہ سے لی گئی فوٹو 17.3.2014




كهف أهل الكهف
CAVE OF THE SEVEN SLEEPERS
17.3.2014



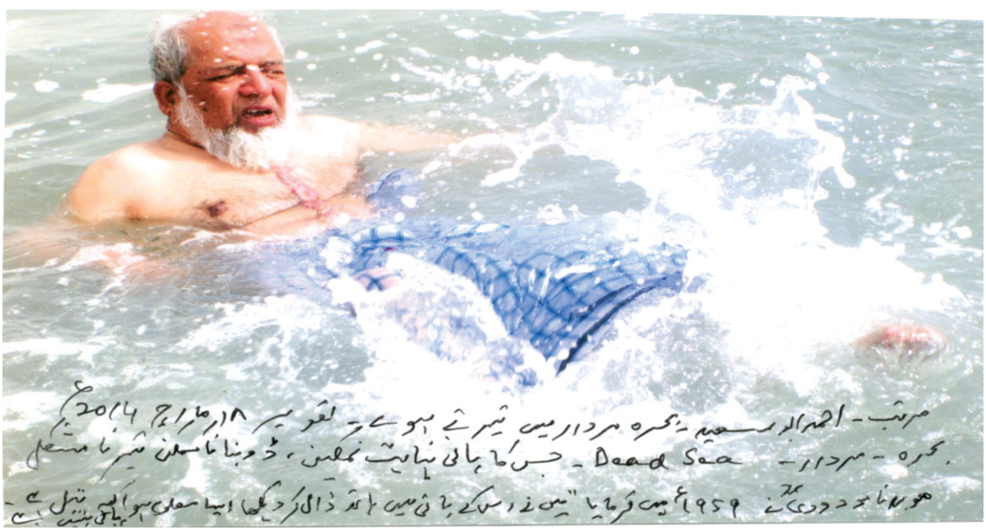





17.3.2014
عبدالرحمن ۔ عمان

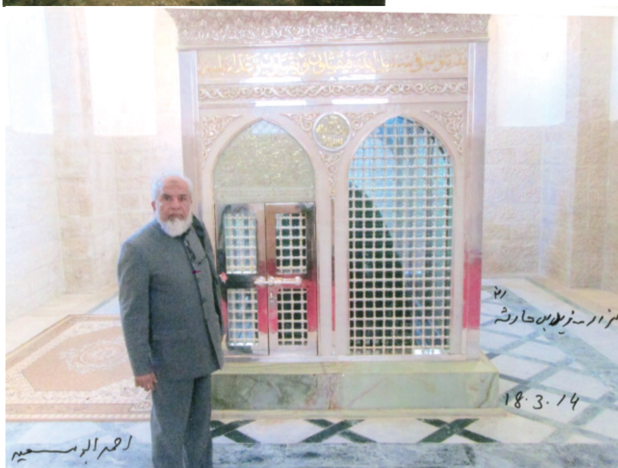

SAFE DEAD SEA BATHING
SPECIAL INSTRUCTIONS FOR BATHERS:
• Do NOT jump or dive into the water
• Where possible, use a jetty to enter the water
• Enter until you can squat, then lie back gently
• Do NOT immerse your head
• Do NOT splash water on yourself or others
• Do NOT drink seawater - if you swallow seawater, request help from the life guard or first aid provider
• Consume drinking water frequently



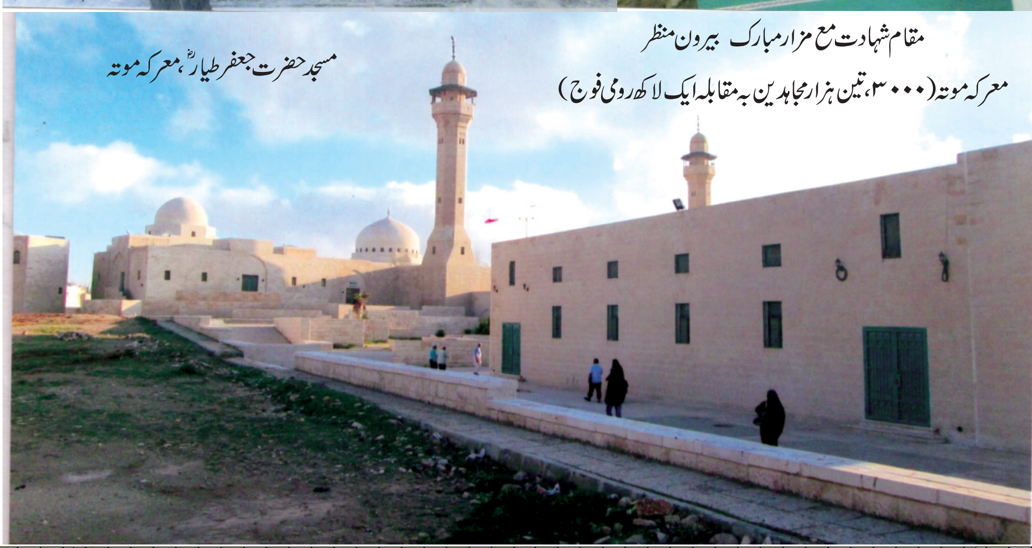

مرتب - احمد الدین سعید ، بحرہ مردار میں تیرتے ہوئے - تصویر ۱۸ مارچ 2014ء
بحرہ - مردار - Dead Sea - جس کا پانی نہایت نمکین ، ڈوبنا ناممکن تیرنا مشکل.
مولانا مودودیؒ نے 1959ء میں فرمایا "میں نے اس کے پانی میں ہاتھ ڈال کر دیکھا ایسا معلوم ہوا جیسے تیل ہے - پانی نہیں ہے"







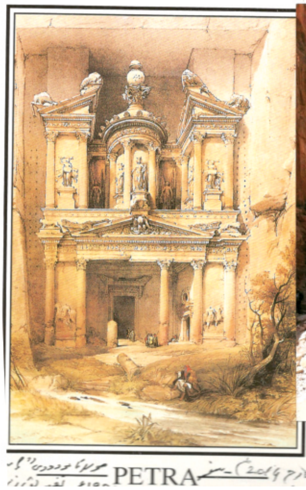




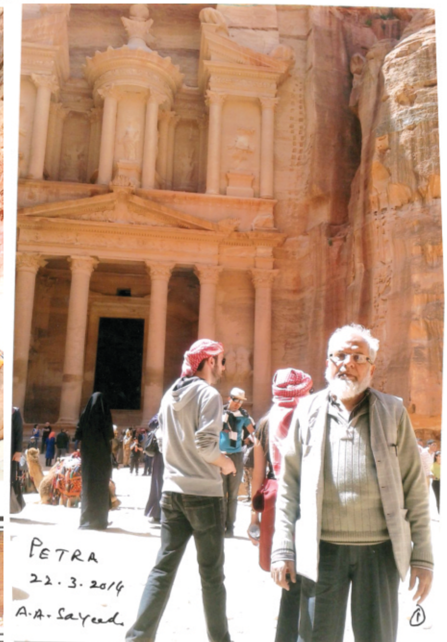
مسجد حضرت جعفر طیارؓ، معرکہ موتہ

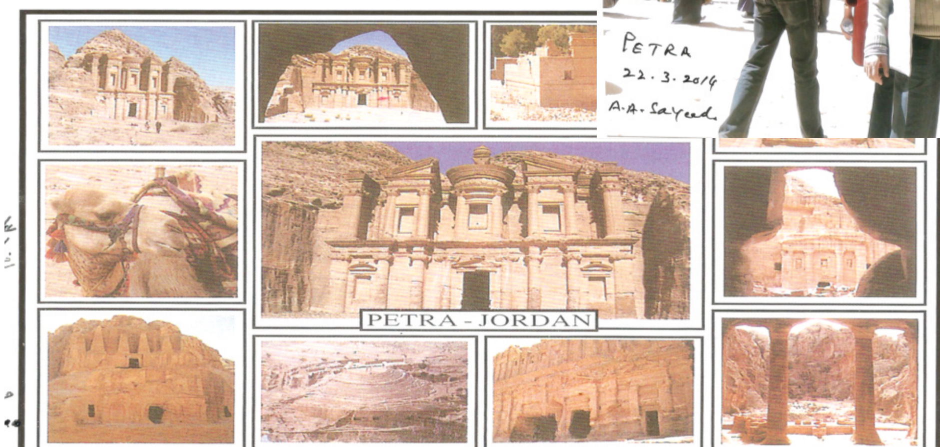
مقام شہادت مع مزار مبارک بیرون منظر

معرکہ موتہ (۳۰۰۰، تین ہزار مجاہدین بہ مقابلہ ایک لاکھ رومی فوج)

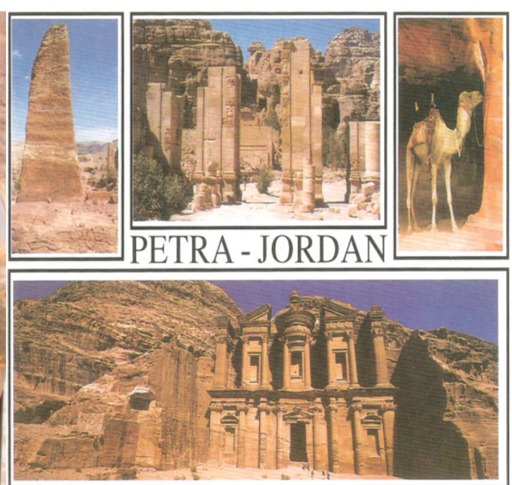

PETRA




PETRA
22.3.2014
A.A. Sayeed

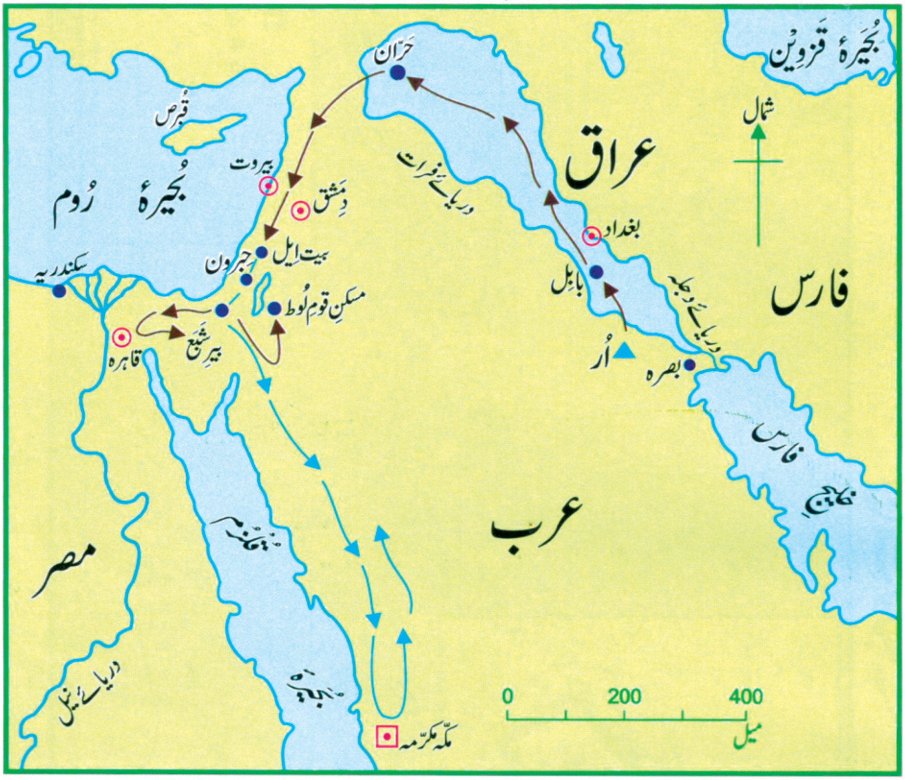

PETRA - JORDAN




PETRA - JORDAN

مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ کی تفسیر ''تفہیم القرآن'' میں دیئے گئے ''ارض القرآن'' کی چند ایک تصاویر

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی مہاجرت

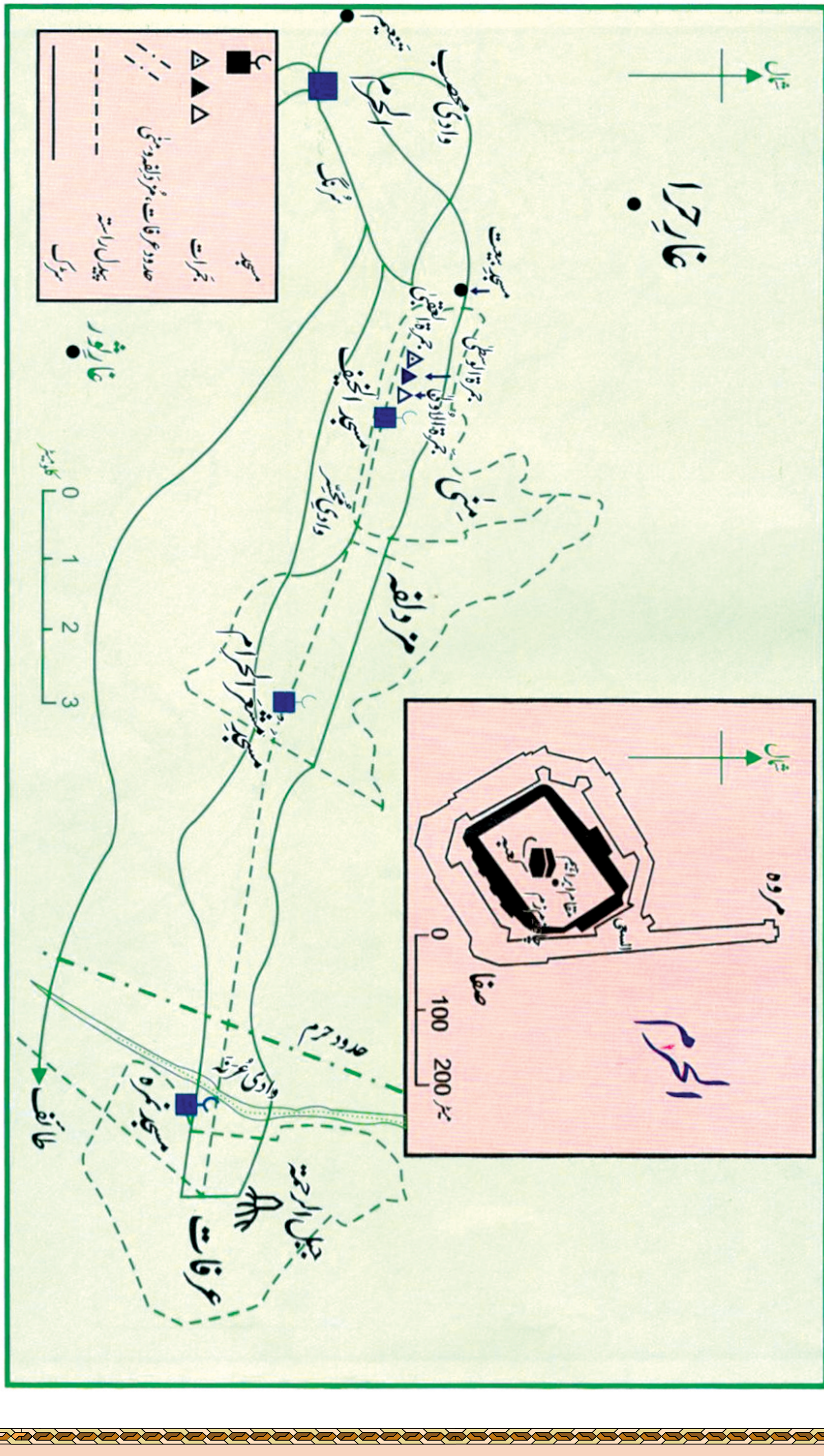


تشریح: حضرت ابراہیم علیہ السلام عراق میں اُر کے مقام پر پیدا ہوئے۔ آگ کے الاؤ سے بچ نکلنے کے بعد آپ وطن چھوڑ کر پہلے حَرّان (یا حاران) تشریف لے گئے۔ پھر وہاں سے فلسطین کی طرف منتقل ہوئے اور بیت اِیل، بیت حِبرون اور بیرِ شَبَع میں اپنی دعوت کے مراکز قائم کیے۔ پھر بحرِ لوط کے مشرق میں اپنے بھتیجے حضرت لوط علیہ السلام کو مامور کیا۔ وہاں سے آپ مصر تشریف لے گئے جو اُس زمانے میں عراق کے بعد تہذیب وتمدن کا دوسرا عظیم الشان گہوارہ تھا۔ مگر یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ مصر میں بھی آپ کا تبلیغی مشن قائم ہوا یا نہیں۔ اس کے بعد آپ نے حجاز کا رخ کیا اور مکہ میں بیت اللہ تعمیر کر کے اپنے صاحب زادے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو اس کی خدمت سپرد کی۔ پھر فلسطین میں حبرون کو اپنا مستقل مرکز بنایا اور یہیں آپ کا انتقال ہوا۔ آپ کے بعد آپ کے دوسرے صاحب زادے حضرت اسحاق علیہ السلام اس مرکز میں آپ کے جانشین ہوئے اور ان سے یہ میراث حضرت یعقوب علیہ السلام کو پہنچی۔

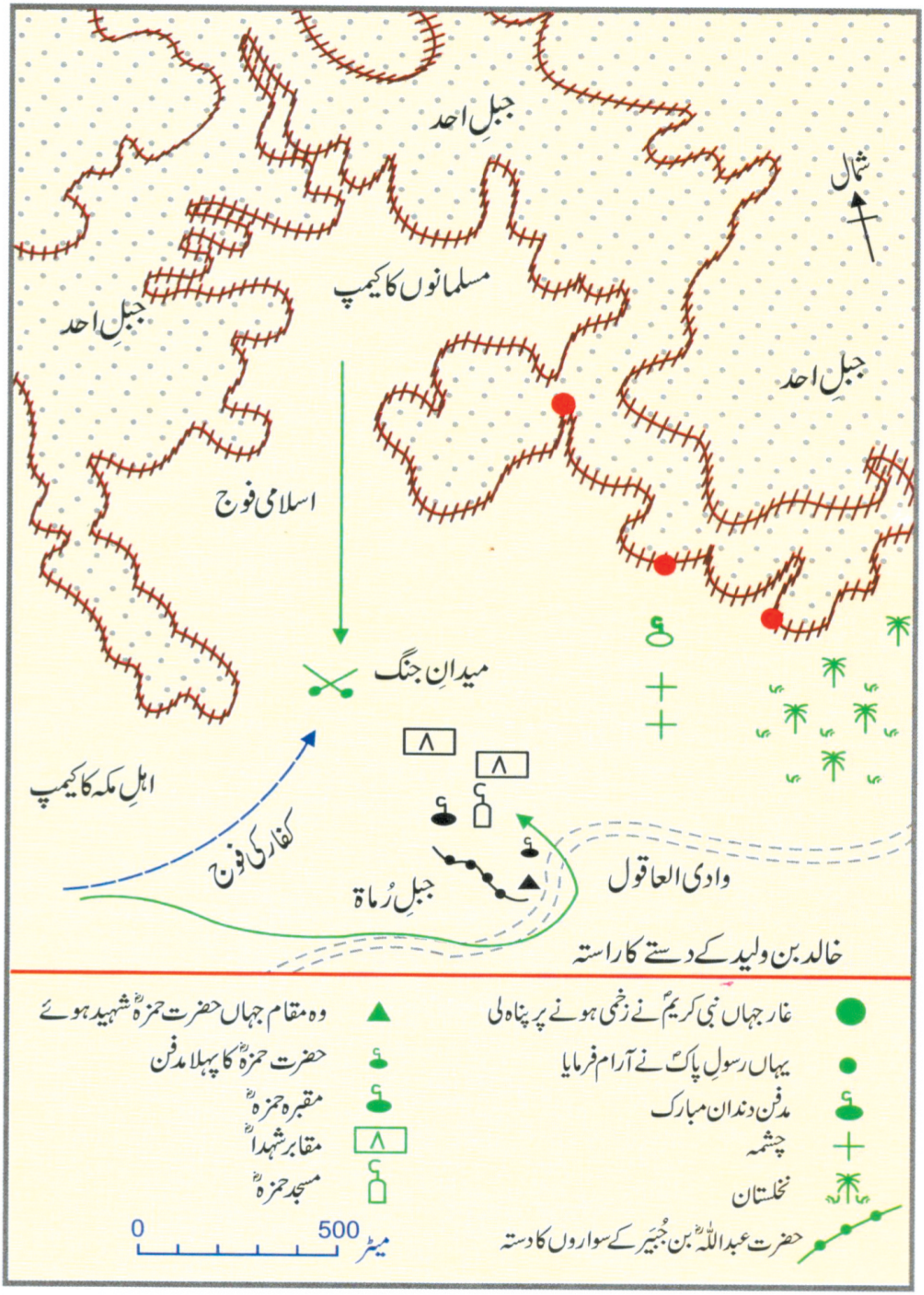
قوم سبا کا یمن میں بنایا ہوا مشہور ڈیم ''سدِّ مآرِب''



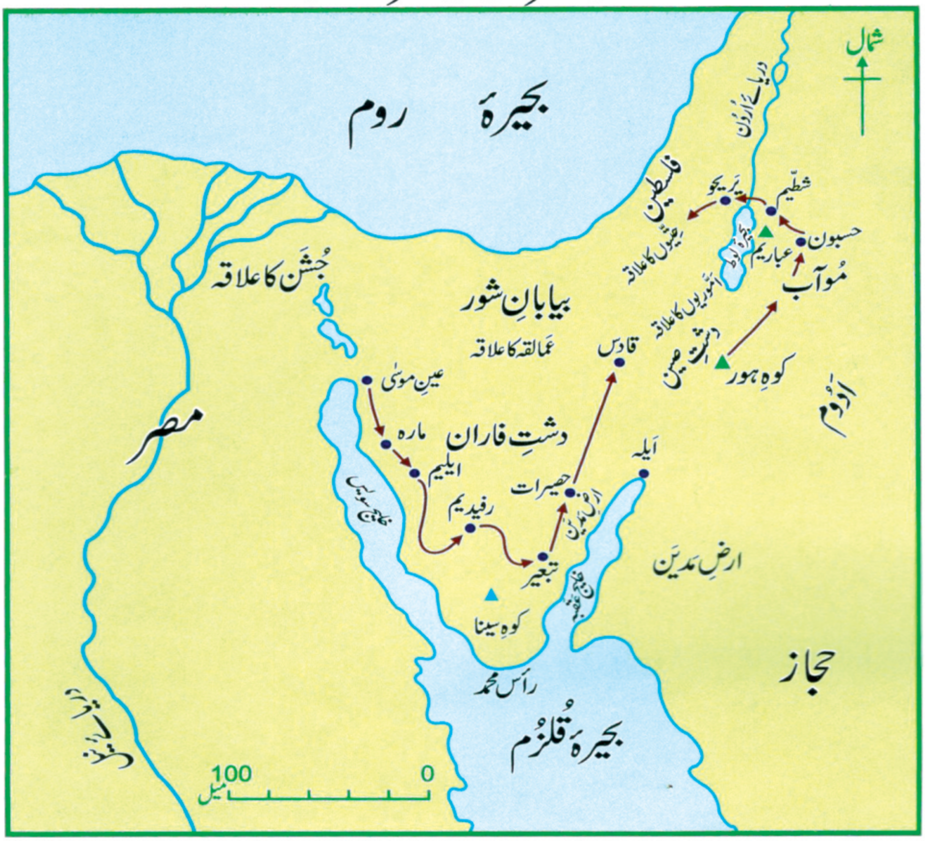



نقشہ مقاماتِ حج
غارِ حرا
غارِ ثور
منیٰ
مزدلفہ
عرفات
جبل الرحمۃ
مسجد نمرہ
طائف
الحرم
صفا
مروہ
حدود حرم
وادی عرنہ
مسجد الخیف
شمال
0
100
200
0
1
2
3

نقشہ جنگِ اُحُد


جبلِ احد
جبلِ احد
جبلِ احد
شمال
مسلمانوں کا کیمپ
اسلامی فوج
میدانِ جنگ
اہلِ مکہ کا کیمپ
کفار کی فوج
جبلِ رُماۃ
وادی العاقول
خالد بن ولید کے دستے کا راستہ
غار جہاں نبی کریمؐ نے زخمی ہونے پر پناہ لی
یہاں رسولِ پاکؐ نے آرام فرمایا
مدفن دندان مبارک
چشمہ
نخلستان
حضرت عبداللہؓ بن جُبیر کے سواروں کا دستہ
وہ مقام جہاں حضرت حمزہؓ شہید ہوئے
حضرت حمزہؓ کا پہلا مدفن
مقبرہ حمزہؓ
مقابر شہداؓ
مسجد حمزہؓ
0
500
میٹر

بنی اسرائیل کی صحرا نوردی

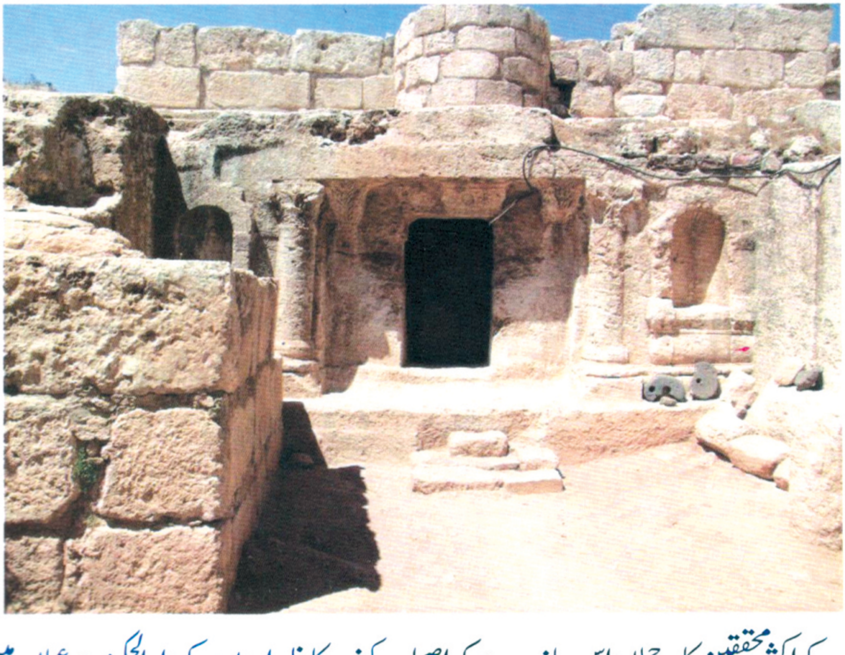


تشریح: حضرت موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کو مصر سے لے کر جزیرہ نمائے سینا میں مارہ، ایلیم اور رفیدیم کے راستے کوہِ سینا کی طرف آئے اور ایک سال سے کچھ زائد مدت تک اس مقام پر ٹھیرے رہے۔ یہیں تورات کے بیشتر احکام آپ پر نازل ہوئے۔ پھر آپ کو حکم ہوا کہ بنی اسرائیل کو لے کر فلسطین کی طرف جاؤ اور اسے فتح کرلو کہ وہ تمھاری میراث میں دیا گیا ہے۔ چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کو لیے ہوئے تبعیر اور حصیرات کے راستے دشتِ فاران میں تشریف لائے اور یہاں سے آپ نے ایک وفد فلسطین کے حالات کا مطالعہ کرنے کے لیے روانہ کیا۔ قادس کے مقام پر اس وفد نے آکر اپنی رپورٹ پیش کی۔ حضرت یوشع اور کالب کے سوا پورے وفد کی رپورٹ نہایت حوصلہ شکن تھی۔ جسے سن کر بنی اسرائیل چیخ اٹھے اور انھوں نے فلسطین کی مہم پر جانے سے انکار کر دیا۔ تب اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ اب یہ چالیس برس تک اس علاقے میں بھٹکتے رہیں گے اور ان کی موجودہ نسل، یوشع اور کالب کے سوا فلسطین کی شکل نہ دیکھنے پائے گی۔ اس کے بعد بنی اسرائیل دشتِ فاران، بیابانِ شور اور دشتِ صین کے درمیان مارے مارے پھرتے رہے اور عَمالقہ، اَمّوریوں، اَدُومیوں، مدیانیوں اور مُوآب کے لوگوں سے لڑتے بھڑتے رہے۔ جب چالیس سال گزرنے کے قریب آئے تو اَدُوم کی سرحد کے قریب کوہِ ہور پر حضرت ہارون علیہ السلام نے وفات پائی۔ پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کو لیے ہوئے موآب کے علاقے میں داخل ہوئے اور اس پورے علاقے کو فتح کرتے ہوئے حسبون اور شطیم تک پہنچ گئے۔ یہاں کوہِ عباریم پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کا انتقال ہوا اور ان کے بعد ان کے خلیفۂ اوّل حضرت یُوشع علیہ السلام نے مشرق کی جانب سے دریائے اردن کو پار کر کے شہر یریحو (اریحا) کو فتح کیا۔ یہ فلسطین کا پہلا شہر تھا جو بنی اسرائیل کے قبضے میں آیا۔ پھر ایک قلیل مدت ہی میں پورا فلسطین فتح ہو گیا۔ اس نقشے میں اَیلہ (قدیم نام اَیلات اور موجودہ نام عَقَبہ) وہ مقام ہے جہاں غالباً اصحاب السبت کا وہ مشہور واقعہ پیش آیا تھا جس کا ذکر سورۂ بقرہ رکوع ۸، اور سورۂ اعراف رکوع ۲۱ میں آیا ہے۔

اصحابِ کہف کا غار (واقع اِفسس، تُرکی)

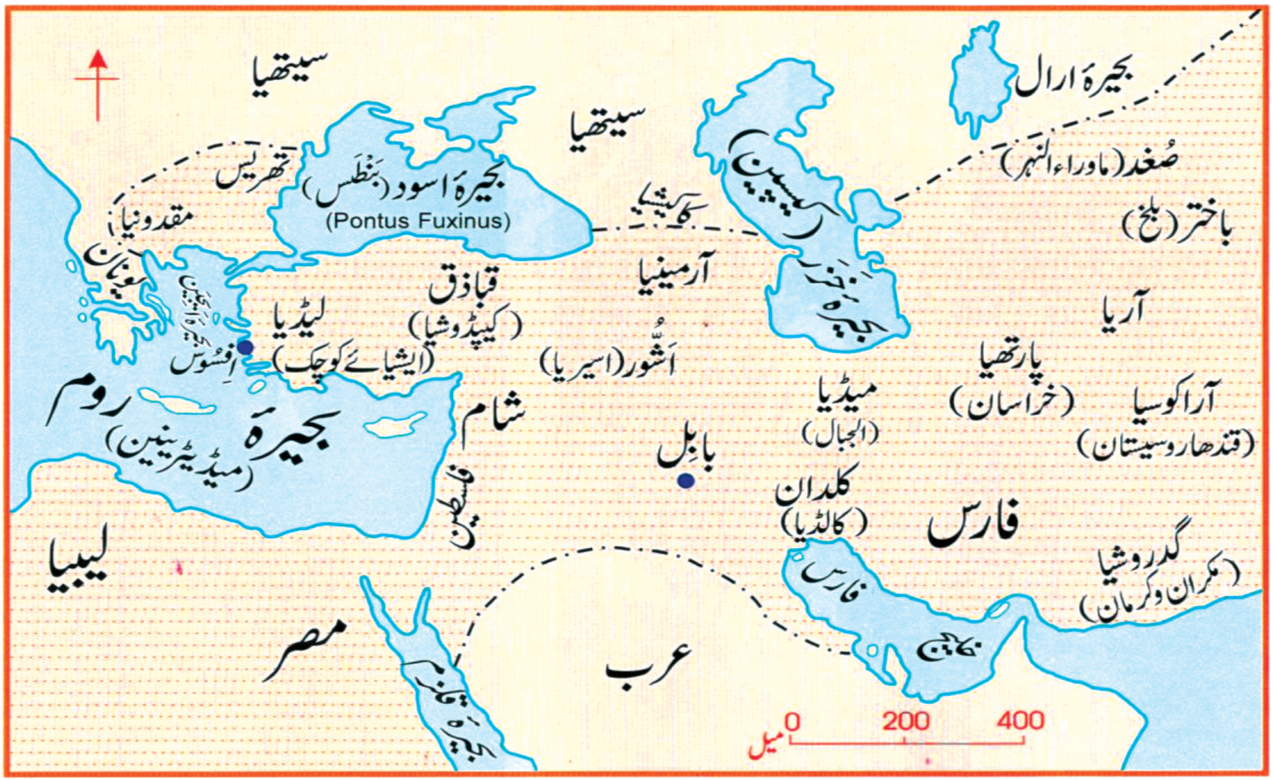


اصحابِ کہف کا غار (واقع عمان، اُردُن)



دورِ حاضر کے اکثر محققین کا رجحان اس جانب ہے کہ اصحابِ کہف کا غار اردن کے دارالحکومت عمان میں ہے

نقشہ بسلسلۂ قصۂ ذوالقرنین

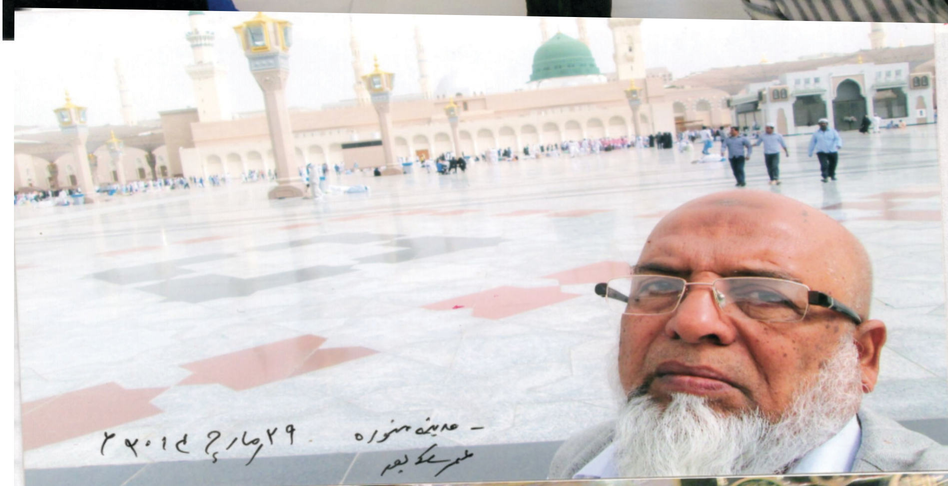


خورس اور اُس کے جانشینوں کی سلطنت چھٹی صدی قبل مسیح کے آخری زمانے میں

نقشہ بسلسلۂ خضر و موسیٰ علیہما السلام



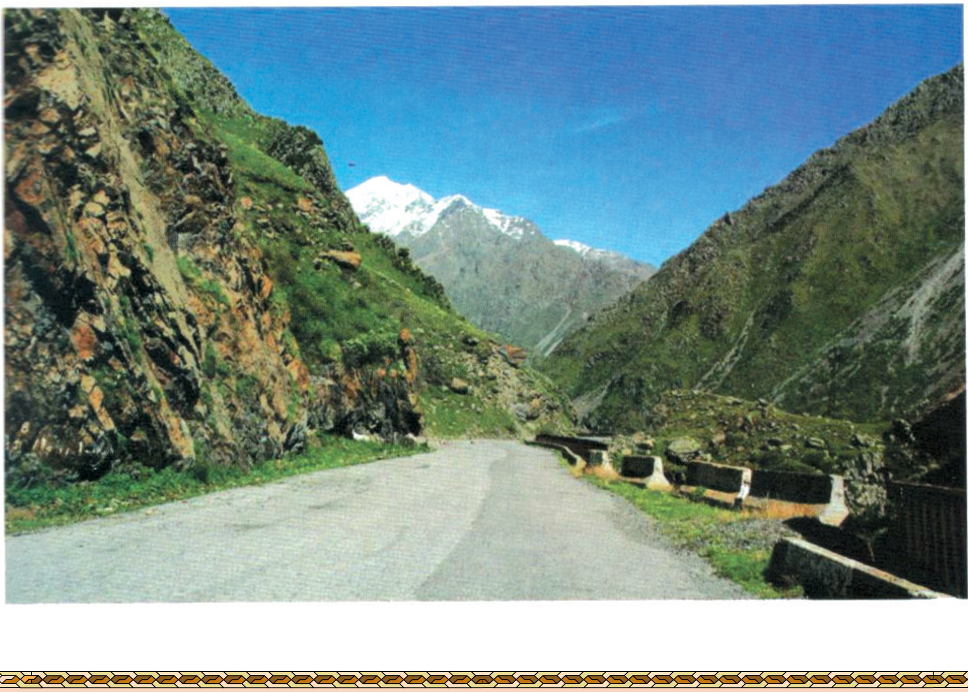



مدینہ منورہ ۔ ۲۹ مارچ ۲۰۱۶ء


۲۹ مارچ ۲۰۱۶ء روضۂ نبی صلی اللہ علیہ وسلم

جبالِ قفقاز (Caucasus Mountains) میں واقع درۂ داریال جہاں سدِ ذوالقرنین تعمیر کی گئی

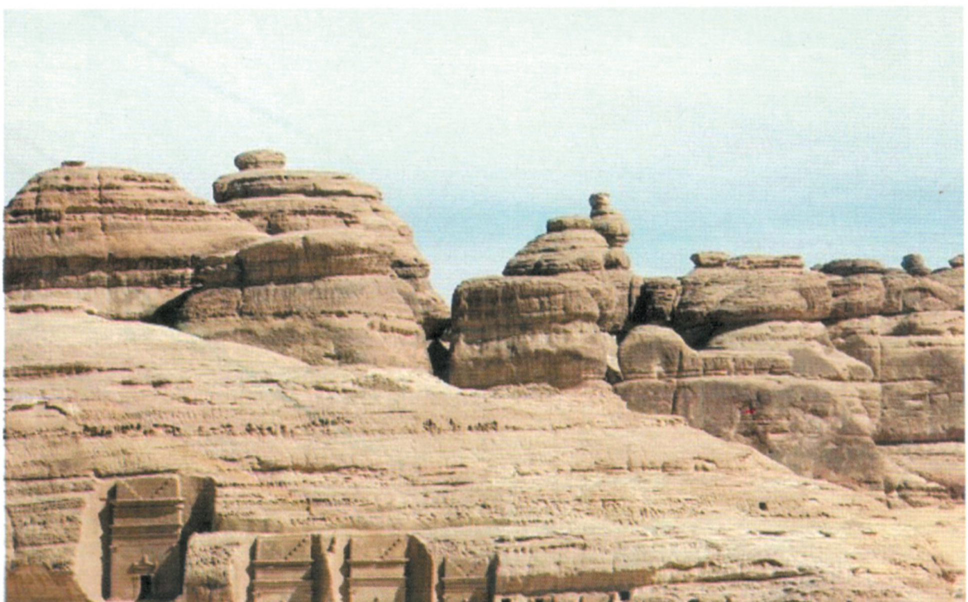




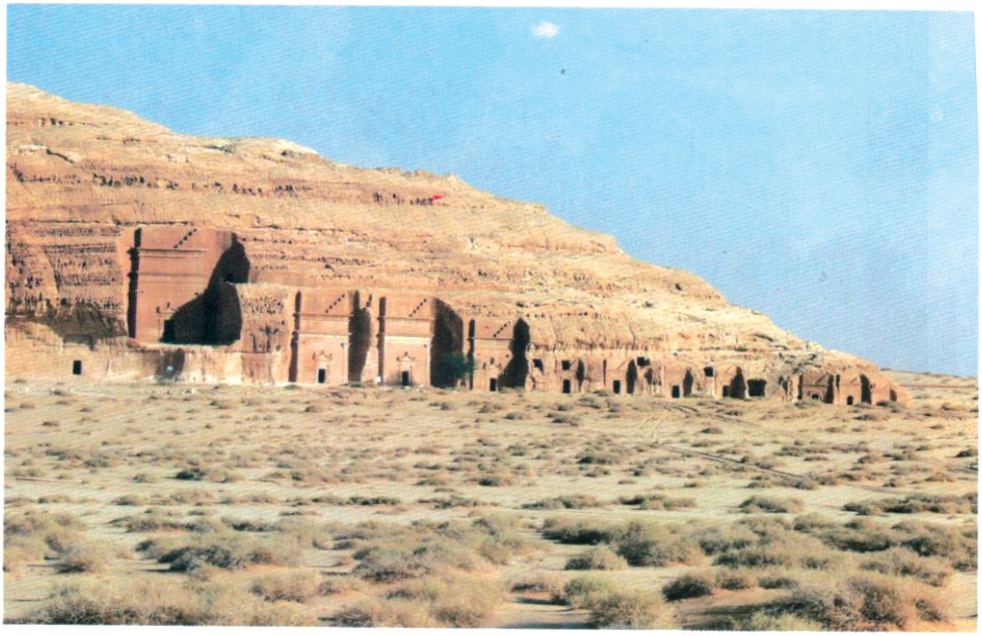
العُلاء کے پہاڑ

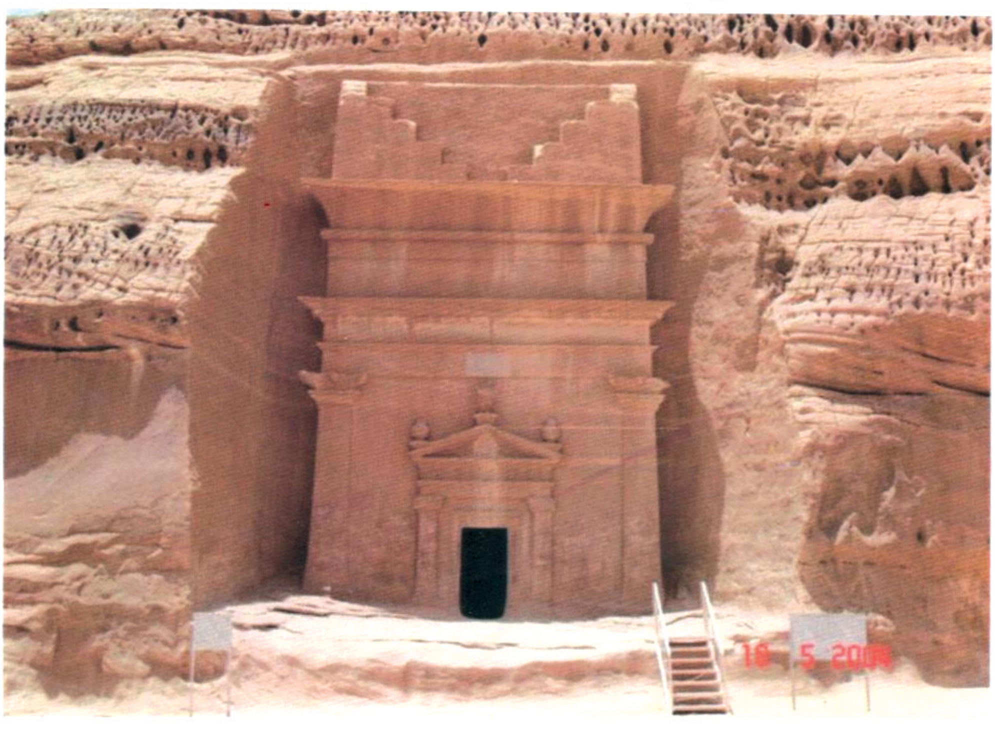


مدائن صالح کے پہاڑ

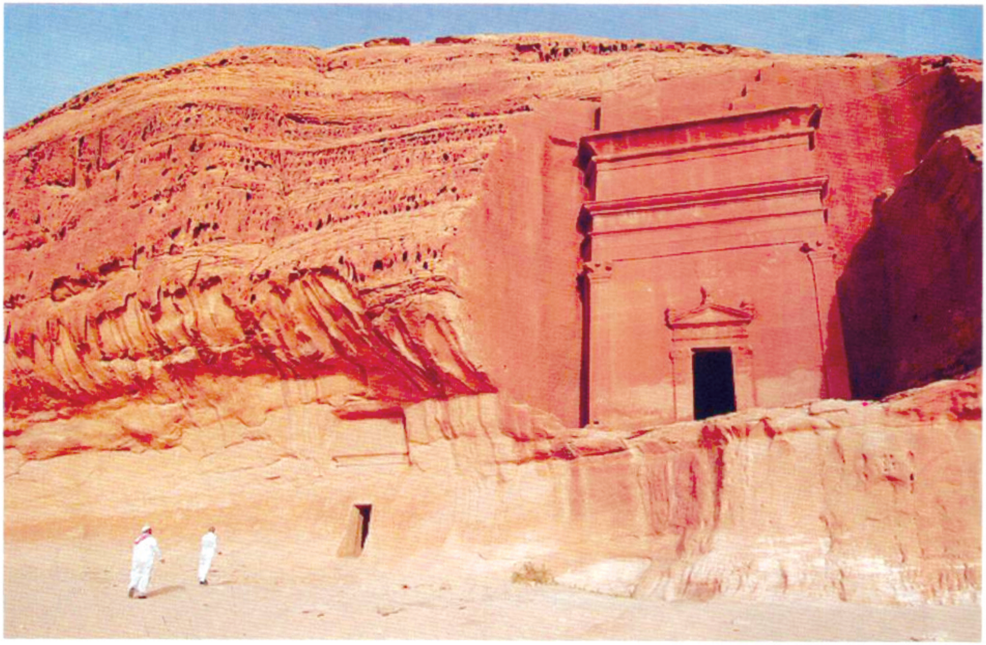


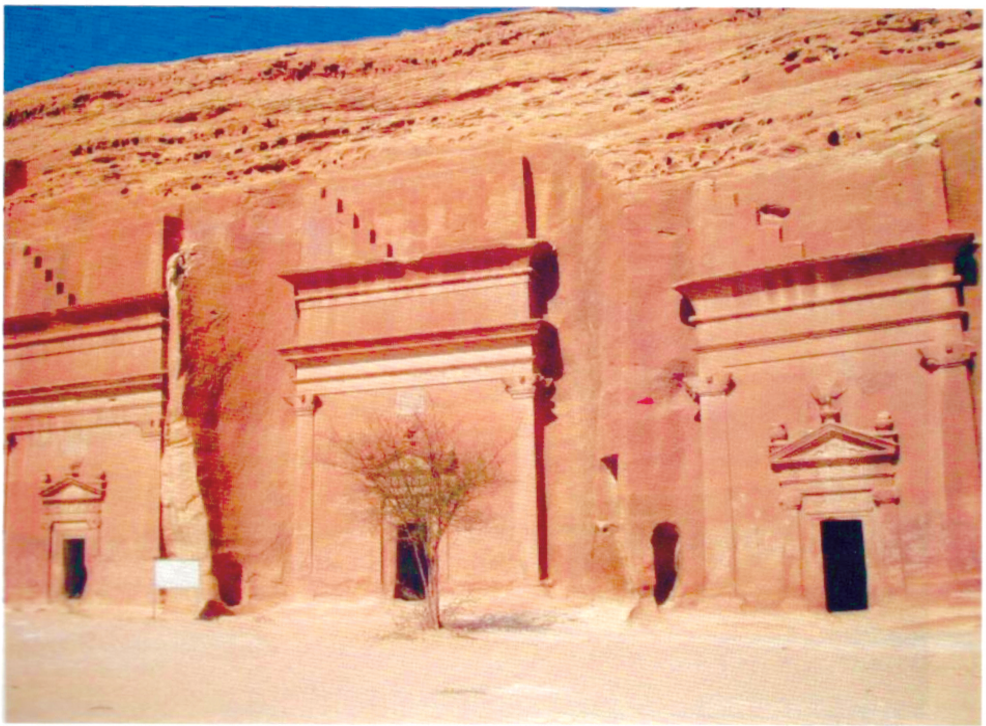
مدائن صالح کی چند ثمودی عمارات



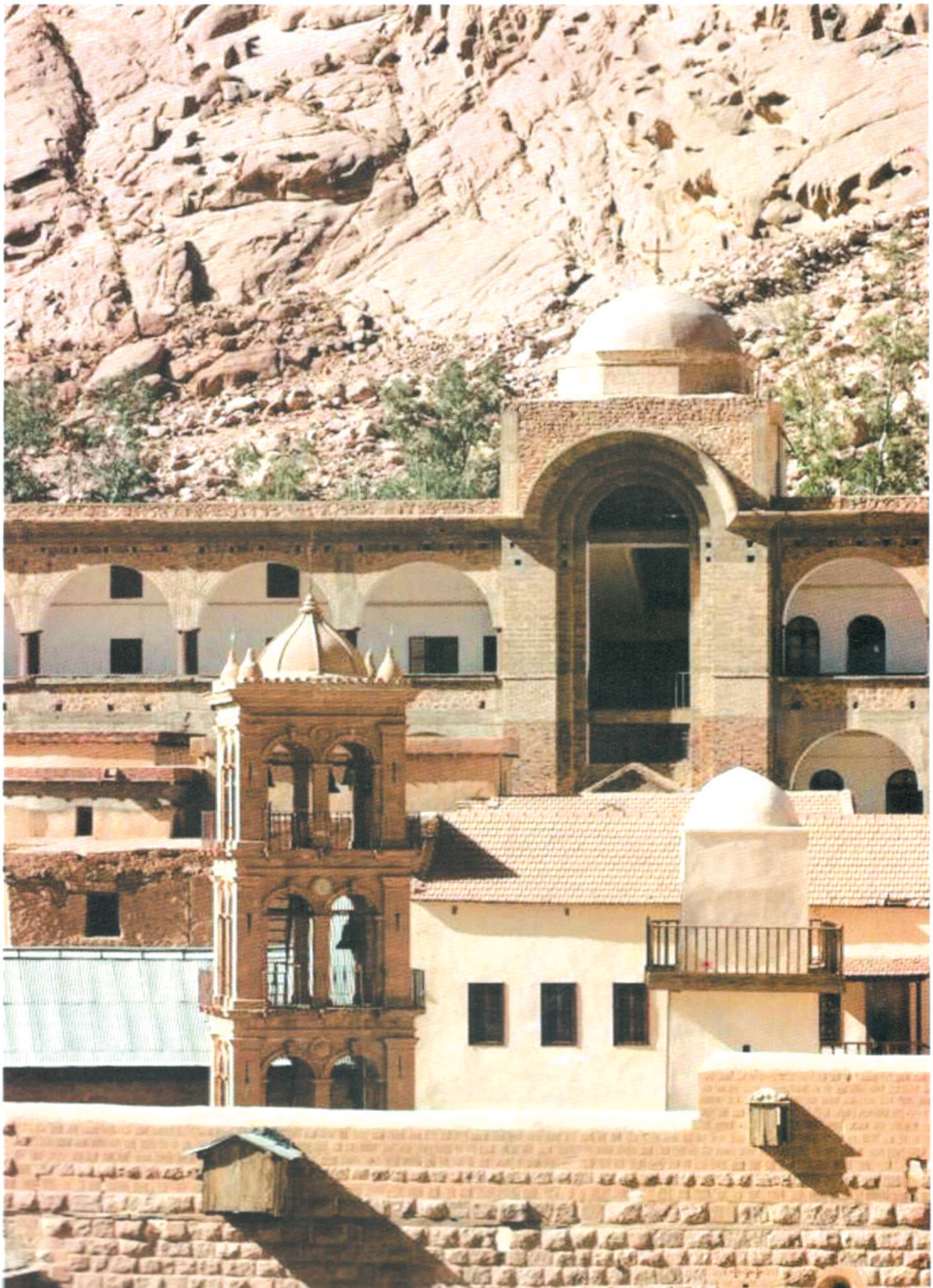


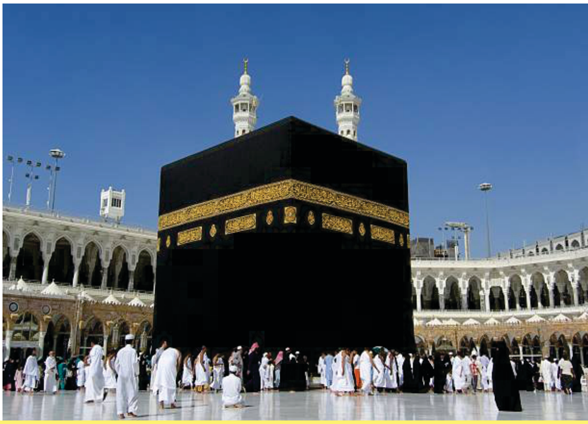
مدائن صالح کی چند ثمودی عمارات

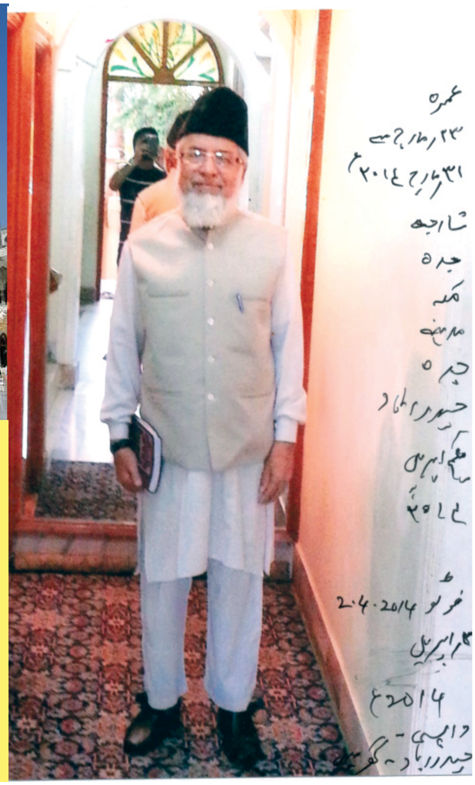




کوہِ طور کے دامن میں سینٹ کیتھرائن کی خانقاہ







الحمد للہ۔ اللہ رب العالمین کے حکم اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد اور سید مولانا مودودیؒ کی اتباع میں میری حرمین شریفین کے حج وعمرہ کی تفصیلات اس طرح ہیں:

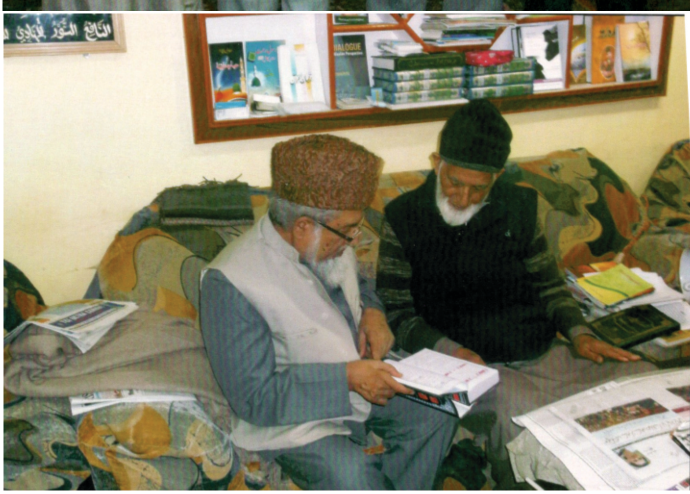
پہلا حج: فروری2071ء
دوسرا حج: نومبر1979ء
تیسرا حج 2010ء

پہلا عمرہ : 1992ء
دوسرا عمرہ: 2005ء
تیسرا عمرہ: 2009ء
چوتھا عمرہ: مارچ2014ء
پانچواں عمرہ : اپریل2018ء

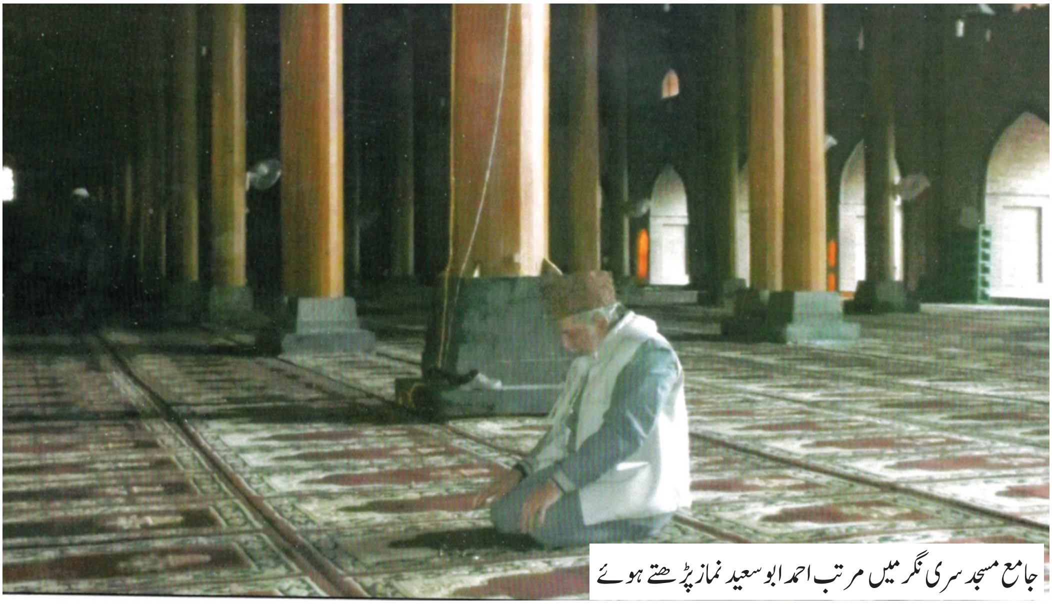






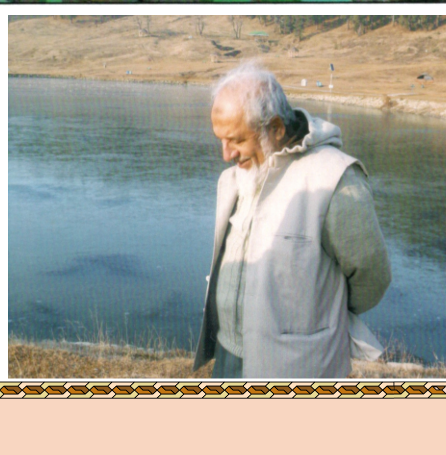


''ترجمان القرآن الکریم'' کی اشاعت سوم
سے متعلق ڈسمبر 2013ء میں سری نگر، کشمیر کی
چند یادگار تصاویر



جامع مسجد سری نگر میں مرتب احمد ابو سعید نماز پڑھتے ہوئے



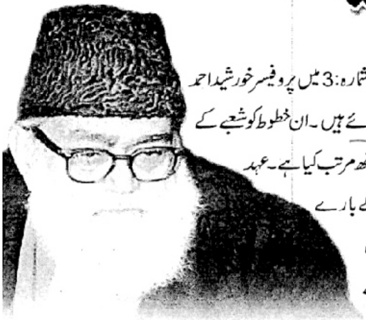


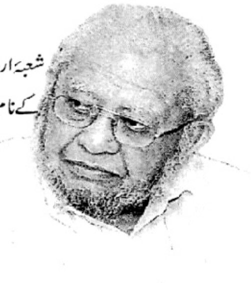
ڈسمبر 2013ء میں سری نگر،
کشمیر کی چند یادگار تصاویر

سیّد ابو الاعلیٰ مودودیؒ کے چند مکاتیب

بنام پروفیسر خورشید احمد

ظفر حسین ظفر
استاد شعبۂ اردو، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد





شعبۂ اردو، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد کے تحقیقی جریدے ''تعبیر''، شمارہ: 3 میں پروفیسر خورشید احمد کے نام مولانا سیّد ابوالاعلیٰ مودودیؒ کے 24 غیر مطبوعہ خطوط پہلی بار شائع ہوئے ہیں۔ ان خطوط کو شعبے کے استاد اور نوجوان محقق ظفر حسین ظفر نے قیمتی حواشی کے ساتھ مرتب کیا ہے۔ عہد حاضر میں احیائے اسلامی کی جدوجہد کی تاریخ کے بارے میں یہ ایک اہم دستاویز ہے۔ جسے ہم مذکورہ جریدے کے شکریے کے ساتھ شائع کر رہے ہیں۔ (ادارہ)

سید ابوالاعلیٰ مودودی (۱۹۰۳ء - ۱۹۷۹ء) بیسویں صدی میں، علامہ اقبال (۱۸۷۷ء - ۱۹۳۸ء) کے بعد احیائے دین و ملت کے سب سے بڑے علَم بردار تھے۔ ان کے علمی اور فکری کام کا دائرہ بہت وسیع ہے۔ انھیں درگاہِ حق سے اظہار و بیان کی وہ قوت ارزانی ہوئی تھی کہ وہ گنجلک اور پیچیدہ سے پیچیدہ علمی مسائل کی گرہیں بآسانی کھول دیتے تھے اور اس کے نتیجے میں تفہیم و تعبیر کے نور سے قلب و ذہن منور ہو جاتے تھے۔ مولانا، خانقاہی بزرگوں کی طرح گوشہ نشین، زاہدِ خشک اور مریدین کے مخصوص حلقے میں اسیر نہیں تھے، بلکہ وہ ایک مجلسی انسان تھے۔ ۵/اے ذیلدار پارک کی عصری مجالس میں شرکت کے لیے صلائے عام تھی؛ نہ کوئی پہرہ، نہ دربان، نہ پروٹوکول؛ عام آدمی سے لے کر وقت کے حکمران تک، ہر ایک کے لیے شام کی اس مجلس سے علم و آگہی کے حصول اور استفادہ کرنے میں کوئی رکاوٹ نہ تھی۔ اُن کی عصری مجالس تک رسائی نہ پانے والے اور دُور دراز علاقوں اور شہروں میں رہنے والے، قلم و قرطاس کے ذریعے رہنمائی اور روشنی حاصل کرتے۔ اُن کے مکتوب الیہان کا حلقہ بہت وسیع تھا۔ اُردو، انگریزی اور عربی زبانوں میں مکتوب نگاری کا سلسلہ پوری دُنیا تک پھیلا ہوا تھا۔ ہر خط میں زندگی کے کسی نہ کسی عملی اور نظری مسئلے پر دلائل کے ساتھ بات کی گئی ہے۔

مولانا مودودی نے اپنی زندگی میں ہزاروں خطوط لکھے ہوں گے۔ اب تک ان کے خطوں کے درج ذیل مجموعے مرتب ہو چکے ہیں:

۱۔ Correspondence Between Maulana Maududi and Maryam Jameelah: محمد یوسف خاں اینڈ سنز، لاہور: ۱۹۶۹ء۔ (مراسلت مابین مولانا مودودی و مریم جمیلہ کا ترجمہ از عبدالغنی فاروق مذکورہ بالا ادارے نے ۱۹۸۵ء میں شائع کیا۔)

۲۔ مکاتیبِ سید ابوالاعلیٰ مودودی (اوّل): عاصم نعمانی (مرتب): ایوانِ ادب، لاہور: ۱۹۷۰ء۔

۳۔ مکاتیبِ سید ابوالاعلیٰ مودودی (دوم): عاصم نعمانی (مرتب): اسلامک پبلی کیشنز، لاہور: ۱۹۷۲ء۔

۴۔ خطوطِ مودودی (اوّل): رفیع الدین ہاشمی، سلیم منصور خالد (مرتبین): البدر پبلی کیشنز، لاہور: ۱۹۸۳ء۔
: منشورات، لاہور: طبع دوم (نظرِ ثانی و اضافہ شدہ): ۲۰۰۱ء۔

۵۔ مکتوباتِ مودودی: اشرف بخاری (مرتب): منظورِ عام پریس، پشاور: ۱۹۸۳ء۔

۶۔ یادوں کے خطوط: محمد یونس (مرتب): اسلامی مکتبہ، حیدر آباد دکن: ۱۹۸۳ء۔

۷۔ مکتوباتِ مودودی بنام مولانا محمد جراغ: عبدالغنی عثمان (مرتب): الانصاری پبلشرز، فیصل آباد: ۱۹۸۴ء۔

۸۔ مکتوباتِ مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی بنام الحاج حکیم محمد شریف مسلم: حکیم محمد شریف مسلم (مرتب): البدر پبلی کیشنز، لاہور: ۱۹۸۶ء۔ (مرتب نے قبل ازیں مکاتیبِ زنداں کے نام سے ایک مجموعۂ خطوط ۱۹۵۲ء میں شائع کیا تھا، اس میں مولانا مودودی کے خطوط بھی شامل تھے۔)

۹۔ مولانا مودودی کے خطوط: سید امین الحسن رضوی (مرتب): مرکزی مکتبۂ اسلامی، دہلی: ۱۹۹۳ء۔

۱۰۔ خطوطِ مودودی (دوم): رفیع الدین ہاشمی، سلیم منصور خالد (مرتبین): منشورات، لاہور: ۱۹۹۵ء۔

۱۱۔ مکاتیبِ سید مودودی: نور ورجان (مرتب): ادارہ معارفِ اسلامی، لاہور: ۲۰۱۱ء۔

مذکورہ بالا گیارہ مجموعوں کے علاوہ مختلف افراد (اور غالباً بعض اداروں) کے پاس بڑی تعداد میں مولانا مودودی کے غیر مطبوعہ خطوط موجود ہیں، جو کبھی کبھی منظرِ عام پر آتے رہتے ہیں۔

محترم خورشید احمد صاحب نے مرتب احمد ابوسعید کو یہ خطوط تفہیم القرآن جلد اول پر کام کرنے کے لیے 24/ اکتوبر 2017ء میں میری ان سے لندن میں ملاقات کے دوران مجھ پر پورے اعتماد کے ساتھ حوالہ فرمائے تھے۔ اور الحمد للہ میں نے سورۃ الفاتحہ اور سورۃ البقرۃ پر کام کر لیا ہوں، صرف سورۃ الفاتحہ کی اشاعت اول ڈسمبر 2018ء میں 340 صفحات پر مشتمل ہے۔ اور خود خورشید صاحب نے میرے اس کام کو بہت پسند فرمایا ہے۔ الحمد للہ

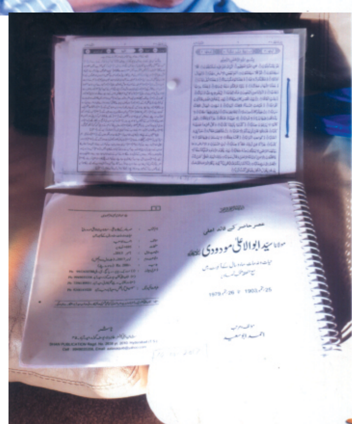
پروفیسر خورشید احمد صاحب کے گھر پران کے ساتھ لی گئی تصاویر









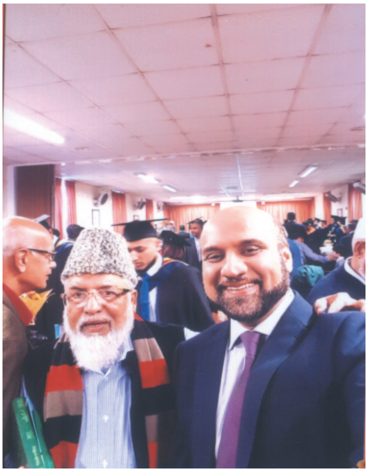


پروفیسر خورشید احمد صاحب میری مرتب کردہ کتاب کو پڑھتے ہوئے اوراس کے بعد اس پر مقدمہ تحریر فرمانے کی خواہش فرمائی۔





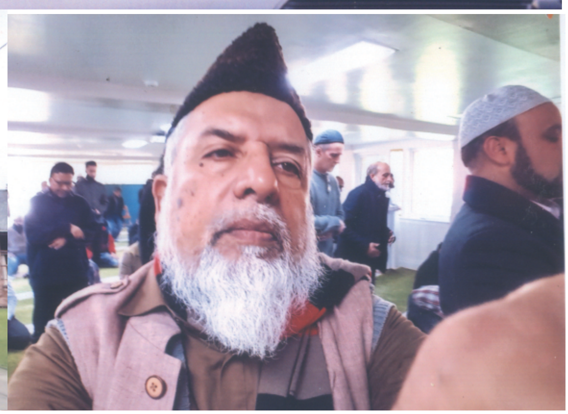
اسلامک سنٹر۔ مارک فیلڈر، لیسٹر، لندن، انسٹیٹیوٹ آف ہائیر ایجوکیشن



مرتب احمد ابوسعید، فاروق مراد بن محترم خرام مراد











اسلامک سنٹر، ہائیر ایجوکیشن، (یوکے، لندن) جلسہ تقسیم اسناد - بی اے، ایم اے، پی ایچ ڈی
(تصویر: نومبر 2017ء)



پروفیسر صادق احمد صاحب جنرل منیجر اسلامک سنٹر جلسہ تقسیم اسناد کے موقع پر ظہرانہ کا منظر
(تصویر: نومبر 2017ء)





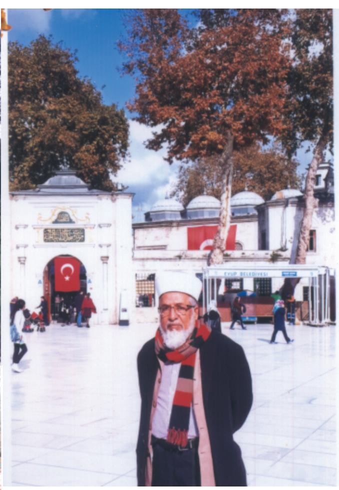
احمد ابوسعید (مرتب) اپنے ساتھیوں کے ساتھ دوران سفر استنبول تاریخی مقامات کا مشاہدہ کرتے ہوئے۔ (تصویر: نومبر 2017ء)

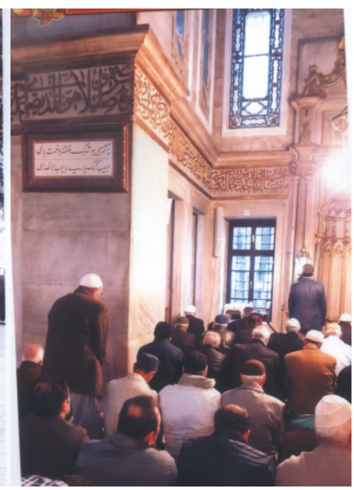


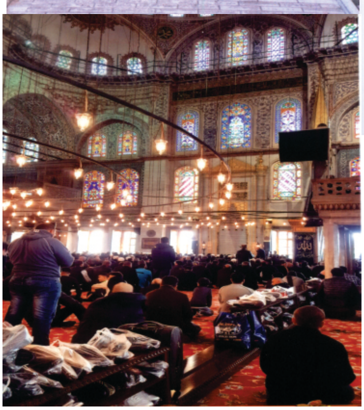












استنبول، جامع مسجد (، بلو مسجد) کا اندرونی اور بیرونی منظر

A.K Party کا آفس، استنبول، ترکی

مسجد و مقبرہ حضرت ابوایوب انصاریؓ، ترکی استنبول (قسطنطنیہ)

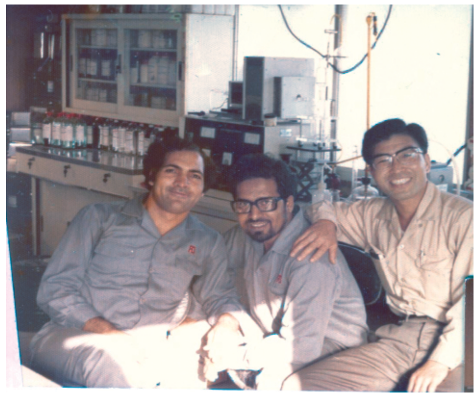
(مرتب احمد ابوسعید)

مرتب احمد ابوسعید کی زندگی کے چند یادگار تصاویر















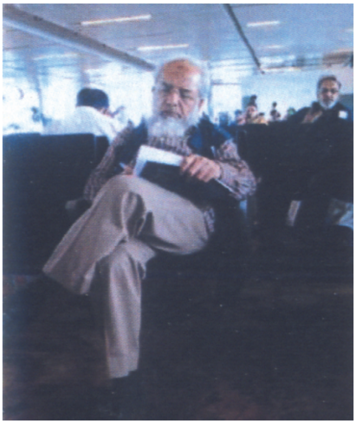


مرتب احمد ابوسعید کی زندگی کے 6 سال 2 ماہ (ستمبر 1973 تا نومبر 1979) ابوظہبی کے ایک جزیرہ ''مبرس'' ابوظہبی آئل کمپنی لمیٹیڈ جاپان میں گذرا ہے ، جہاں پر جاپانی ، ہندوستانی ، پاکستانی ، مصری ، فلسطینی اور دیگر ممالک کے ایک سو پچاس لوگ کام کرتے تھے۔ 24۔ ستمبر 1979ء کا جب مولانا ابوالاعلیٰ مودودیؒ کا انتقال ہوا تواس کمپنی کی مسجد میں نماز جنازہ غائبانہ ادا کی گئی۔





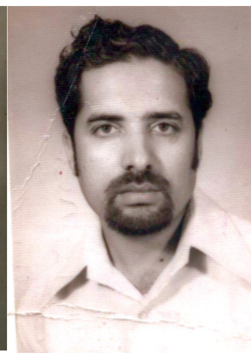
احمد ابوسعید دوران ملازمت ابوظہبی،
جاپان آئل کمپنی ADOC لمیٹیڈ جاپان
(21/اگست۔1976)



مرتب احمد ابوسعید، ایر پورٹ دہلی
جون/2015ء



1972



1973



1974



1975



ڈاکٹر نایاب حسن اور احمد ابوسعید (اکتوبر1975)



ڈاکٹر نایاب حسن ۔ نوشہ احمد ابوسعید ۔ احمد محمود حسن (ہم زلف)
(26/نومبر1975ء)



مرتب کے گھر کے ڈرائنگ روم کی تصویر (2019ء)



تصویر : 2005



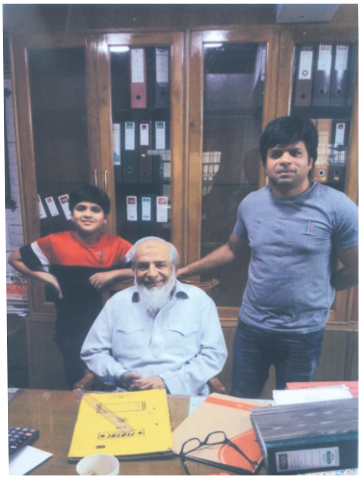
مرتب کا گھر اپنی کار کے ساتھ بیرونی منظر (2019ء)



محترم خلیل الرحمن چشتی، مصنف ''قرآنی سورتوں کا نظم جلی''
جب وہ مرتب کے گھر تشریف لائیے تھے، ساتھ میں حافظ محمد رفیق صاحب
''تفہیم القرآن'' اور ''ترجمان القرآن الکریم'' سے متعلق تبادلہ خیال کرتے ہوئے۔



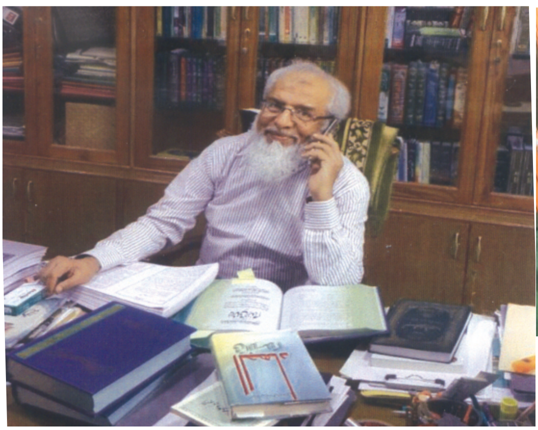
مرتب اپنے دونوں بیٹے ابوالاعلیٰ ثاقب، ابوالاعلی کاشف، بیٹی تسنیم فاطمہ اور داماد محمد ظہیر کے ساتھ



مرتب احمد ابوسعید اپنے بڑے بیٹے ابوالاعلیٰ ثاقب اور پوتے محمد شارم ثاقب کے ساتھ



مرتب اپنے بڑی پوتی یسریٰ ثاقب کے ساتھ



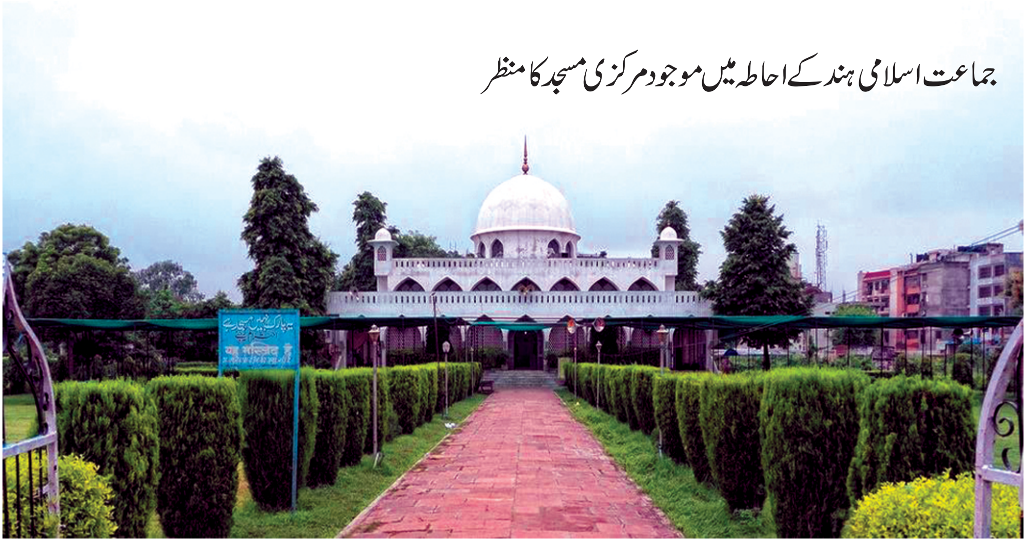
مرتب احمد ابوسعید اپنے آفس میں



مرتب احمد ابوسعید کے ساتھ عبداللطیف اثری، اعظم گڈھ
اور ارشاد سہیل عمری حیدرآباد (کمپیوٹر آپریٹر)



مرتب کے چھوٹے بیٹے ابوالاعلیٰ کاشف اور پوتے محمد فاطر کاشف کے ساتھ



جماعت اسلامی ہند کے احاطہ میں موجود مرکزی مسجد کا منظر



جماعت اسلامی ہند، دہلی کا مرکزی دفتر کے تصاویر



موجودہ امیر جماعت اسلامی ہند
مولانا سعادت اللہ حسینی مخاطب کرتے
ہوئے اپنے تینوں نائب امراء جماعت
کے ساتھ
(میقات: 2019 تا 2023)